کلیات

اکبر الٰہ آبادی

معروف بہ لسان العصر

خان بہادر سیّد اکبر حسین رضوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلیاتِ اکبر الہ آبادی

ہنگامہ ہے کیوں برپا تھوڑی سی جو پی لی ہے
ڈاکا تو نہیں مارا چوری تو نہیں کی ہے

ناتجربہ کاری سے واعظ کی ہیں یہ باتیں
اس رنگ کو کیا جانے پوچھو تو کبھی پی ہے

اس مے سے نہیں مطلب دل جس سے ہے بیگانہ
مقصود ہے اس مے سے دل ہی میں جو کھنچتی ہے

اے شوق وہی مے پی، اے ہوش ذرا سو جا
مہمانِ نظر اس دم اک برقِ تجلّی ہے

واں دل میں کہ صدمے دو یاں جی میں کہ سب سہ لو
ان کا بھی عجب دل ہے، میرا بھی عجب جی ہے

ہر ذرّہ چمکتا ہے انوارِ الٰہی سے
ہر سانس یہ کہتی ہے ہم ہیں تو خدا بھی ہے

سورج میں لگے دھبّا فطرت کے کرشمے ہیں
بت ہم کو کہیں کافر اللہ کی مرضی ہے

تعلیم کا شور ایسا، تہذیب کا غل اتنا
برکت جو نہیں ہوتی نیت کی خرابی ہے

سچ کہتے ہیں شیخ اکبر ہے طاعتِ حق لازم
ہاں ترکِ مے و شاہد یہ ان کی بزرگی ہے

اکبر الٰہ آبادی

کلیاتِ اکبر الہٰ آبادی

معروف بہ

لسان العصر

خان بہادر سیّد اکبر حسین رضوی صاحب

خزینہ علم و ادب

الکریم مارکیٹ اردو بازار - لاہور 7314169-7211468

دیدہ زیب اور
خوبصورت کتب کا
واحد مرکز

تزئین واہتمام
نذیر محمد، طاہر نذیر

اشاعت جولائی ۲۰۱۰ء
سرورق وکمپوزنگ عمران شناور
قیمت 900 روپے

تعارف

ہر عہد کا ادب مروّجہ سیاسی، اخلاقی اور معاشرتی قدروں سے متأثر ہوتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ان میں سے کوئی ایک کسی شاعر یا ادیب کے تخلیقی عمل پر غالب ٹھہرے۔ شاعری چونکہ اظہار کی لطیف اور ارفع صورت ہے لہٰذا اس میں حالات و واقعات کے مختلف پہلو اور افراد کے مختلف رویے اور بھی نکھر کر سامنے آتے ہیں۔ کسی شاعر کا شعری اسلوب تعمیر کرنے میں اس کے مزاج اور میلانِ طبع کا بنیادی عمل دخل ہوتا ہے۔

اکبرالہ آبادی جن کا نام سیّد اکبر حسین رضوی تھا۔ 16 نومبر 1845ء کو الہ آباد (بھارت) میں پیدا ہوئے جبکہ بعض جگہ ان کا سنِ پیدائش 1846ء لکھا ہوا ہے۔

اُس وقت تحصیل علم کے مراکز چونکہ مدارس ہی ہوتے تھے لہٰذا اکبرالہ آبادی نے بھی ابتدائی تعلیم وہیں سے پائی۔ بعد میں انہوں نے قانون کی تعلیم بھی حاصل کی اور الہ آباد ہائی کورٹ سے بحثیت سیشن جج ریٹائر ہوئے۔ عقیدے کے لحاظ سے آپ سنی مسلم خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے 15 فروری 1921ء کو الہ آباد میں وفات پائی۔

1857ء کی جنگ آزادی اور جنگ عظیم اوّل اکبرالہ آبادی کی زندگی میں وقوع پذیر ہوئی۔ یہ عہد ہندوستان پر انگریزوں کے تسلط کا تھا۔ وہ حاکم بھی تھے، جدید تعلیم و تربیت سے آراستہ بھی تھے اور وسائل سے لیس بھی۔ وہ چونکہ سمندر پار سے آ کر اس خطہ

پر قابض ہوئے تھے۔ اس لیے یہاں کی ثقافت اور تہذیب و تمدن کو اپنے رنگ میں رنگنا اور لوگوں کو تاج برطانیہ کا مطیع و فرماں بردار رکھنا' ان کی اولین ترجیح تھی۔ غلامی کے اس عہد میں حقوق کی جنگ کھلے باغیانہ انداز میں نہیں لڑی جا سکتی تھی۔ اکبرالٰہ آبادی اس تمام صورت حالات کو سمجھتے تھے۔ انہیں قلم کا حق بھی ادا کرنا تھا اور اپنے جذبات و احساسات کو عوام الناس تک بھی پہنچانا تھا۔ اس پر مستزاد ان کا ظریفانہ مزاج۔ لہٰذا انہوں نے اپنی شاعری کے لیے ایسا مزاحیہ اور طنزیہ اسلوب اختیار کیا تا کہ عام لوگوں کو ہلکے پھلکے انداز میں اس عہد کی سچائیوں سے آگاہ بھی کیا جائے۔ اور ان کے چہروں پر مسکراہٹیں بھی بکھیری جائیں۔ انہوں نے اپنے کلام کو بوجھل اور پیچیدہ نہیں بنایا بلکہ آسان اور قابل فہم رکھا۔ اس کے ساتھ ساتھ حکومت کے اچھے کاموں کی توصیف و ستائش کر کے اسے حکمرانوں کے لیے بھی قابل قبول سطح پر رکھا۔ وہ اپنے سادہ اور عشقیہ اشعار میں بھی پتے کی بات کہہ جاتے کہ ان کے نزدیک اظہار کا یہی محفوظ راستہ تھا۔

اکبرالٰہ آبادی کو زبان و بیان پر عبور حاصل تھا۔ یہی صفت انہیں لسان العصر کے بلند مرتبہ پر فائز کرتی ہے۔ زیرِ نظر کلیات کی ترتیب کے دوران اس چیز کا بطور خاص خیال رکھا گیا ہے کہ اہلِ علم و دانش اور باذوق قارئین تک اکبرالٰہ آبادی کا زیادہ سے زیادہ کلام صحتِ لفظی کے ساتھ پہنچ سکے۔

سرور ارمان

۱۲ جولائی ۲۰۱۰ء

⊙

کہو کرے گا حفاظت مری خدا میرا
رہوں جو حق پہ مخالف کریں گے کیا میرا
خدا کے ڈر سے اگر میں نہیں ہوں بیگانہ
تو ذرّہ ذرّۂ عالم ہے آشنا میرا
مری حقیقتِ ہستی یہ مشتِ خاک نہیں
بجا ہے مجھ سے جو پوچھے کوئی پتا میرا
اُنھیں ہے عقل جو محتاجِ غیر ہے ہر دم
مجھے ہے عشق کہ جو خود ہے مدّعا میرا
غرور اُنھیں ہے تو مجھ کو بھی ناز ہے اکبؔر
سوا خدا کے سب اُن کا ہے اور خدا میرا

⊙

دل مرا جس سے بہلتا کوئی ایسا نہ ملا
بُت کے بندے ملے اللہ کا بندا نہ ملا
بزمِ یاراں سے پھری بادِ بہاری مایوس
ایک سر بھی اُسے آمادۂ سودا نہ ملا
گل کے خواہاں تو نظر آئے بہت عطر فروش
طالبِ زمزمۂ بلبلِ شیدا نہ ملا

واہ کیا راہ دکھائی ہے ہمیں مرشد نے
کر دیا کعبے کو گم اور کلیسا نہ ملا

رنگ چہرے کا تو کالج نے بھی رکھا قائم
رنگِ باطن میں مگر باپ سے بیٹا نہ ملا

سیّد اُٹھے جو گزٹ لے کے تو لاکھوں لائے
شیخ قرآن دکھاتے پھرے پیسا نہ ملا

ہوشیاروں میں تو اک اک سے سوا ہیں اکبرؔ
مجھ کو دیوانوں میں لیکن کوئی تجھ سا نہ ملا

⊙

عنایت تخلیے میں بزم میں ناآشنا ہونا
غضب ہیں یہ ادائیں دم ہی بھر میں کیا سے کیا ہونا

بتوں کے پہلے بندے تھے مسوں کے اب ہوئے خادم
ہمیں ہر عہد میں مشکل رہا ہے باخدا ہونا

مرا محتاج ہونا تو مری حالت سے ظاہر ہے
مگر ہاں دیکھنا ہے آپ کا حاجت روا ہونا

جو دقّت ہے وہ یہ ہے دل نہیں ہے میرے کہنے میں
مجھے تسلیم ہے ارشادِ واعظ کا بجا ہونا

خدا بنتا تھا منصور اس لیے مشکل یہ پیش آئی
نہ کھنچتا دار پر ثابت اگر کرتا خدا ہونا

بچاتا ہے ہزاروں کفر سے اے واعظِ ناداں
بلائے دامِ گیسوئے بتاں میں مبتلا ہونا

مجھے جوشِ طبیعت سے ہوا شوقِ گنہ آخر
عجب کیا ناز سکھلائے اگر ان کو خفا ہونا

صفاتِ حق تعالیٰ فہمِ منکر میں نہیں آتے
وہ کہتا ہے کہ گویا کچھ نہ ہونا ہی خدا ہونا

خدا اُن سے ملائے تو نہایت ہی خوش آئے گا
نیا عہدِ وفا بندھنا گذشتہ کا گِلا ہونا

طریقِ مغربی کی کیا یہی روشن ضمیری ہے
خدا کو بھول جانا اور محوِ ماسوا ہونا

⊙

دلیل خودبیں سے پوچھتی ہے کہ تم مسلّم مگر خدا کیا
دل اس کے عاشق سے کہہ رہا ہے کہ اُس کے ہوتے یہ ماسوا کیا

نہ کچھ تکلف نہ کچھ بناوٹ جو بات تھی دل میں صاف کہہ دی
اگر وہ مانیں تو مہربانی اگر نہ مانیں تو پھر گلا کیا

کبھی لرزتا ہوں کفر سے میں کبھی ہوں قربان بھولے پن پر
خدا کے دیتا ہوں واسطے جب تو پوچھتا ہے وہ بت خدا کیا

⊙

جو تمھارے لبِ جاں بخش کا شیدا ہوگا
اُٹھ بھی جائے گا جہاں سے تو مسیحا ہوگا
وہ تو موسیٰ ہوا جو طالبِ دیدار ہوا
پھر وہ کیا ہوگا کہ جس نے تمھیں دیکھا ہوگا
قیس کا ذکر مری شانِ جنوں کے آگے
اگلے وقتوں کا کوئی بادیہ پیا ہوگا
آرزو ہے مجھے اک شخص سے ملنے کی بہت
نام کیا لوں کوئی اللہ کا بندہ ہوگا
لعلِ لب کا ترے بوسہ تو میں لیتا ہوں مگر
ڈر یہ ہے خونِ جگر ہجر میں پینا ہوگا

⊙

غنچۂ دل کو نسیمِ عشق نے وا کر دیا
میں مریضِ ہوش تھا مستی نے اچھا کر دیا
شانِ محبوبیِ صانع کا نشاں رکھا ہے یہ
ورنہ کیا تھا جس نے دل میں درد پیدا کر دیا

دین سے اتنا الگ دارِ فنا سے یوں قریب
اس قدر دلچسپ پھر کیوں رنگِ دنیا کر دیا
موت سے غفلت جوانی میں تو لذّت دے گئی
ہاں مگر پیری میں اس نے مجھ کو رسوا کر دیا
کیا مرے اک دل کو خوش کرنے پہ وہ قادر نہیں
ایک کُن سے دو جہاں کو جس نے پیدا کر دیا
بے تمھارے دیکھے اب دم بھر بھی چین آتا نہیں
سچ بتاؤ جانِ جاں تم نے مجھے کیا کر دیا
سب کے سب باہر ہوئے، وہم و خرد، ہوش و تمیز
خانۂ دل میں تم آؤ ہم نے پردا کر دیا
ہو طلب کامل تو بس نعمت اسی کا نام ہے
بھوک نے نانِ جویں کو من و سلویٰ کر دیا
یوسفِ معنی کے جلووں کو دکھا کر عشق نے
میری بیداری کو بھی خوابِ زلیخا کر دیا
شاہدِ بزمِ ازل نے اک نگاہِ ناز سے
عشق کو اس انجمن میں مسند آرا کر دیا
شورِ شیریں کا مزا رکھا سرِ فرہاد میں
قیس کو دیوانۂ اندازِ لیلیٰ کر دیا

گردنِ پروانہ میں ڈالی کمندِ شوقِ شمع
رنگِ گل کو دیدۂ بلبل کا پھندا کر دیا
ذوقِ نظارہ سے جانوں کو ملایا خاک میں
گردشِ چشمِ بتاں سے حشر برپا کر دیا
جس نے یہ سب کچھ کیا اکبر میں تم سے کیا کہوں
اُس نے مجھ کو کیا کیا دل کو مرے کیا کر دیا
بے غرض ہو کر مزے سے زندگی کٹنے لگی
ترکِ خواہش نے ہمارا بوجھ ہلکا کر دیا
رنگ اُڑانا اہلِ یورپ کا تو ہے اکبر محال
مفت اپنے آپ کو تم نے تماشا کر دیا

نعت

دُر فشانی نے تری قطروں کو دریا کر دیا
دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

⊙

ارسطو سے نہ پوچھ اے ہمنشیں خاصیّتِ اُلفت
مجھے معلوم ہے سن لے اثر مہلک' مزا اچھا

نقاب اُن کے رُخِ رنگیں سے اُلٹا عینِ محفل میں
کھلایا گل یہ تونے واہ اے بادِ صبا اچھا

ہٹایا زلف کو اُن کے رُخِ رنگیں سے گلشن میں
کھلایا گل یہ تو نے واہ اے بادِ صبا اچھا

دلا کر جھوٹی اُمیدیں دلوں کو خون کرتے ہو
نہ یہ طرزِ ادا اچھی' نہ یہ شوقِ جفا اچھا

یہ ملنے ہی سے اکثر رنج بھی ہو جاتے ہیں پیدا
جو سچ پوچھو تو ملنے سے نہ ملنے کا گِلا اچھا

ابھی بیمار ہیں سب کر رہے ہیں قول و عہد اکبرؔ
اسی کوچے میں پھر پہنچیں گے ہونے دو ذرا اچھا

⊙

تصوّف کے بیاں کو ہوش نے روح آشنا پایا
معانی کچھ نہ سمجھا پر قیامت کا مزا پایا

جوانی چھن گئی حسرت رہی باقی ستانے کو
عروسِ دہر ہم نے دل لگا کر تجھ سے کیا پایا

⊙

ہے کام ترا ساقی، اک جام پلا دینا
یا وہ کو بھلا دینا یا میں کو مٹا دینا
مستوں کو حقیقت کا اک جلوہ دکھا دینا
موجِ مے وحدت کو آئینہ بنا دیا

⊙

ہجر میں خونِ جگر آخر کو پینا ہی پڑا
موت بھی آئی نہیں مجبور جینا ہی پڑا
قلبِ انساں میں کبھی پڑجاتی ہے اک نیک بات
جب پڑا لیکن تمھارے دل میں کینا ہی پڑا
وضع ان کی دیکھ کر لازم ہوئی قطعِ اُمید
کل ستم کی چل رہی تھی منہ کو سینا ہی پڑا
تجربے کے بعد نسخے سے کٹا آخر گلاب
لخلخے میں تیرے عارض کا پسینا ہی پڑا
دل بھی کانپا ہونٹھ بھی تھرائے شرمایا بھی خوب
شیخ کو لیکن تری مجلس میں پینا ہی پڑا
الفتِ احمد پۓ تکمیلِ ایماں تھی ضرور
راہِ حق جوئی میں اے اکبر مدینا ہی پڑا

اردو میں وزن قاآنی کا نمونہ

تصوّر اُس کا جب بندھا تو پھر نظر میں کیا رہا
نہ بحثِ اِین و آں رہی نہ شورِ ماسوا رہا
زبانِ خلق پر بس اک فسانۂ فنا رہا
نہ ہم رہے نہ دل رہا نہ دل کا مدعا رہا
نئے بنائے سازِ عیش چرخ نے سدا مگر
فنا کی دھن پہ مستقل جہانِ بے بقا رہا

⊙

پردہ توڑا آپ نے اُس بت کو آیا کر دیا
خود پری تھی اب اُسے پریوں کا سایا کر دیا
کر گئے تھے حضرتِ سیّد عقیدوں کو درست
چرخ نے رسموں کا بھی آخر صفایا کر دیا
کم ہوئی آخر بصارت روشنی میں لیمپ کی
بڑھ گئی ہو کچھ بصیرت تو جلایا کر دیا

⊙

ہم کو زیرِ آسماں ہو کر گزرنا ہی پڑا
منزلِ ہستی میں لٹنے کو ٹھہرنا ہی پڑا

موت کے عشوؤں کے آگے نازِ منطق کچھ نہ تھا
دل کو مذہب کے قدم پر سر کو دھرنا ہی پڑا
جانتی تھی قوّت اپنی مُدّتِ عمرِ عروج
بحر میں لیکن حبابوں کو اُبھرنا ہی پڑا

⊙

خوانِ فلک پہ جو ملے شکر کے ساتھ کر قبول
غم کی شکایتیں ہیں کیا، آیا ہے پیش، کھا بھی جا
ساغرِ مے ہے سامنے شیخ سے کہہ رہیں وہ
دیکھنا کیا ہے ہر طرف مردِ خدا چڑھا بھی جا
اے دلِ باتمیز ہوش حزم کا کام یاں نہیں
لطفِ فریبِ حُسن اُٹھا فقروں میں اُن کے آ بھی جا

⊙

بنائے کارِ جہاں کو خراب ہی دیکھا
ہمیشہ ہم نے یہاں انقلاب ہی دیکھا
ہم انقلاب کے شائق نہیں زمانے میں
کہ انقلاب کو بھی انقلاب ہی دیکھا

⊙

وفا میں ثابت قدم نکلنا فدائے عشقِ حبیب ہونا
یہ کامیابی ہے عاشقی کی یہی تو ہے خوش نصیب ہونا
اِدھر وہی طبع کی نزاکت اُدھر زمانہ کی آنکھ بدلی
بڑی مصیبت شریف کو ہے امیر ہو کر غریب ہونا
عطا ہوئی ہو اگر بصیرت تو ہے یہ حالت مقامِ حیرت
خدا سے اتنا بعید رہنا، خودی سے اتنا قریب ہونا
رسولِؐ اکرم کی ہسٹری کو پڑھو تو اوّل سے تابہ آخر
وہ آپ ثابت کرے گی اپنا عظیم ہونا عجیب ہونا
جو دل پہ گزری کروں گزارش، بغیر پیچیدگی و سازش
فقیہ ہونے کی ہے نہ خواہش نہ چاہتا ہوں ادیب ہونا
رہِ طلب میں ہے بس مقدّم شکستہ دل اور چشم پُرنم
نہیں مؤثر کچھ اس میں ہمدم امیر ہونا غریب ہونا
نظر کراں کی طرف ادب سے تو پھیر دیں تیرے دل کو سب سے
عجب نہیں عاشقانِ رب سے ظہورِ کارِ عجیب ہونا

⊙

جو مل گیا وہ کھانا داتا کا نام جپنا
اس کے سوا بتاؤں کیا تم سے کام اپنا

رونا تو ہے اسی کا کوئی نہیں کسی کا
دنیا ہے اور مطلب، مطلب ہے اور اپنا

اے برہمن ہمارا تیرا ہے ایک عالم
ہم خواب دیکھتے ہیں، تو دیکھتا ہے سپنا

یہ دھوم دھام کیسی، شوقِ نمود کیسا
بجلی کو دل کی صورت آتا نہیں تڑپنا

بے عشق کے جوانی کٹنی نہیں مناسب
کیونکر کہوں کہ اچھا ہے جیٹھ کا نہ تپنا

⊙

نفس کے تابع ہوئے ایمان رخصت ہو گیا
وہ زنانے میں گھسے مہمان رخصت ہو گیا

ماھوں نے پی اب ان کے پاس کیونکر دل لگے
جانور اک رہ گیا انسان رخصت ہو گیا

فرق ظاہر ہو گیا جب سے قلم اور تیغ کا
دل میں انشاء کا جو تھا ارمان رخصت ہو گیا

کہہ دیا تھا میں نے کٹ جائیں جو ناقص شعر ہوں
یہ نتیجہ تھا کہ کُل دیوان رخصت ہو گیا

⦿

عقل کو کچھ نہ ملا علم میں حیرت کے سوا
دل کو بھایا نہ کوئی رنگ محبت کے سوا

آئے گی تجھ کو نظر صانعِ عالم کی جھلک
سامنے کچھ نہ رکھ آئینۂ فطرت کے سوا

تیرے الفاظ نے کر رکھے ہیں پیدا دفتر
ورنہ کچھ بھی نہیں اللہ کی قدرت کے سوا

⦿

جلوہ نظر آیا نہیں اے یار تمھارا
تڑپا ہی کیا طالبِ دیدار تمھارا

بڑھنے تو ذرا دو اثرِ جذبۂ دل کو
قائم نہیں رہنے کا یہ انکار تمھارا

دم بھر کے لیے آ کے اُسے شکل دکھا جاؤ
مہمان دمِ چند ہے بیمار تمھارا

ہر دم نظرِ شوق کیا کرتا ہوں تم پر
ہر وقت میں رہتا ہوں گنہگار تمھارا

صدمے شبِ فرقت کے اُٹھائے نہیں جاتے
اب موت کا طالب ہے طلبگار تمھارا

عازم ہو تم اے حضرتِ دل کوئے بتاں کے
اللہ رہے یارو وہ مددگار تمھارا
کس ناز سے کہتا ہے شبِ وصل وہ ظالم
برہم نہ کرے گیسوؤں کو پیار تمھارا
اکبر کی تمناؤں سے کہتا ہے یہ گردوں
اس دَور سے اُٹھنے کا نہیں بار تمھارا

⊙

بتکدے میں مطمئن رہنا مرا دشوار تھا
بت تو اچھے تھے برہمن درپئے آزار تھا
اکبرِ مرحوم کتنا بے خود و سرشار تھا
ہوش ساری عمر اُس کی زندگی پر بار تھا
نزع میں آئی تجلّی روئے جاناں کی نظر
زہر سمجھے تھے جسے وہ شربتِ دیدار تھا
دل ہی دل میں ہو لئے مستِ مئے منصور ہم
شرع میں رخنے کا خطرہ تھا نہ خوفِ دار تھا
خانۂ تن کی خرابی کا میں کرتا رنج کیا
گوہرِ جاں پر فقط اک گرد کا انبار تھا

رنگِ گلزارِ جہاں کا قدرداں مجھ سا تھا کون
جو گلِ رنگیں تھا میرے ہی گلے کا ہار تھا

⊙

فسونِ بت سے بچا بند بابِ دَیر رہا
خدا نے فضل کیا طفلِ دل بخیر رہا
تعجب آتا ہے اُن کے مذاق پر مجھ کو
چمن خزاں میں بھی جن کا محلِّ سیر رہا
فسانے رہ گئے اکبرؔ کی بت پرستی کے
نہ بت رہے، نہ برہمن رہے، نہ دَیر رہا

⊙

نہ کتابوں سے، نہ کالج کے ہے در سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا
جو خردمند ہیں وہ خوب سمجھتے ہیں یہ بات
خیر خواہی وہ نہیں ہے جو ہو ڈر سے پیدا
رنجِ دنیا سے بہت مضطرب الحال تھا یہ
دل میں تسکیں ہوئی مذہب کے اثر سے پیدا

⊙

یہ بت پنہاں نہیں ہوتے خدا ظاہر نہیں ہوتا
غنیمت وہ زمانہ ہے کہ میں کافر نہیں ہوتا

ترا ناوک بھی اے صیاد کیا ہی روح پرور ہے
کہ تیرا صید بسمل رہتا ہے آخر نہیں ہوتا

علوم دنیوی کے بحر میں غوطے لگانے سے
زباں گو صاف ہو جاتی ہے دل طاہر نہیں ہوتا

تری چشمِ فسوں گر کا اشارہ ہے یہ نرگس سے
فقط نظّارہ کرنے سے کوئی ساحر نہیں ہوتا

نہ خلق اُس کی خبر لیتی، نہ عقل اُس کی مدد کرتی
خدا جب تک کسی کا حافظ و ناصر نہیں ہوتا

حضورِ قلب اگر حاصل نہیں تجھ کو تعجب کیا
خدا جب دل سے غائب ہو تو دل حاضر نہیں ہوتا

یہ حق گوئی ہے اکبر کی کہ ہے جس کا اثر اتنا
فسوں کیسا، مسلماں آدمی ساحر نہیں ہوتا

⊙

یہ سست ہے تو پھر کیا، وہ تیز ہے تو پھر کیا
نیٹو جو ہے تو پھر کیا، انگریز ہے تو پھر کیا

رہنا کسی سے دب کر ہے امن کو ضروری
پھر کوئی فرقہ ہیبت انگیز ہے تو پھر کیا

رنج و خوشی کی سب میں تقسیم ہے مناسب
بابو جو ہے تو پھر کیا، چنگیز ہے تو پھر کیا

ہر رنگ میں ہیں پاتے بندے خدا کے روزی
ہے پینٹر تو پھر کیا رنگریز ہے تو پھر کیا

جیسی جسے ضرورت ویسی ہی اس کی چیزیں
یاں تخت ہے تو پھر کیا واں میز ہے تو پھر کیا

حق سے اگر ہے غافل ہرگز نہیں ہے عاقل
ہنری جو ہے تو پھر کیا پرویز ہے تو پھر کیا

مفقود ہیں اب اس کے سننے سمجھنے والے
میرا سخن نصیحت آمیز ہے تو پھر کیا

کیسی ہی سلطنت ہو سب خوش نہ رہ سکیں گے
گر ترک ہے تو پھر کیا انگریز ہے تو پھر کیا

منزل وہی ہے جس کو نبیوں نے ہے بتایا
اسٹیم ہے تو پھر کیا مہمیز ہے تو پھر کیا

گھر کا چراغ دیکھو یعنی کہ دل سنبھالو
کوئی انار بم بھر گلریز ہے تو پھر کیا

اسلام وحق کے حامی ہرگز نہیں ہیں ہم تم
حرص و غرور حسرت انگیز ہے تو پھر کیا
دونوں ہی مر رہے ہیں دونوں کا حشر ہوگا
نیٹو جو ہے تو پھر کیا انگریز ہے تو پھر کیا

⊙

وہ حجاب اُن کا آج تک نہ گیا
نہ گیا ان کے دل سے شک نہ گیا
اک جھلک اُن کی دیکھ لی تھی کبھی
وہ اثر دل سے آج تک نہ گیا
کیا ٹھہرتا ہمارے آگے غیر
دیکھئے آخرش کھسک نہ گیا

⊙

میخانۂ رفارم کی چکنی زمین پر
واعظ کا خاندان بھی آخر پھسل گیا
کیسی نماز، ہال میں ناچو جنابِ شیخ
تم کو خبر نہیں کہ زمانہ بدل گیا
یہ پاس اور وہ پاس نہ موجد نہ اہلِ زر
اخبار میں جو چھپ گئے ارماں نکل گیا

⊙

فطرت میں سلسلہ ہے کمال و زوال کا
گھٹنا ہے بدر کا تو ہے بڑھنا ہلال کا

پرتو جو اس میں ہے ترے حسن و جمال کا
عالم ہے شیفتہ مرے رنگِ خیال کا

نظارہ کر رہا ہوں بتِ بے مثال کا
شانِ خدا ہے ساتھ شباب و جمال کا

ہم اپنے فقر میں بھی ہیں اک آن بان سے
کملی ہماری رنگ دکھاتی ہے شال کا

اس مس پہ کون میرے سوا ہو فریفتہ
گاہک ہوں میں ہی ہند میں لندن کے مال کا

رکھنا پڑا ہے اس بتِ کافر سے میل جول
موقع نہیں ہے بحثِ حرام و حلال کا

الفت میں فرض ہے بتِ کافر کا اتباع
موقع نہیں ہے بحثِ حرام و حلال کا

دورِ فلک میں چاند کی قسمت بھی خوب ہے
ہے بس عروج خاتمہ اس کے زوال کا

اک عکسِ ناتمام پہ عالم کو وجد ہے
کیا پوچھنا ہے آپ کے حسن و جمال کا

ماضی تو ختم ہو چکا مستقبل آئے گا
ممکن نہیں بیان کروں حال، حال کا
بلبل کی شاخِ گل پہ نہ باقی رہے نظر
نشوونما جو دیکھ لے اس نونہال کا

⦿

طریقِ عشق میں مجھ کو کوئی کامل نہیں ملتا
گئے فرہاد و مجنوں اب کسی سے دل نہیں ملتا
بھری ہے انجمن لیکن کسی سے دل نہیں ملتا
ہمیں میں آ گیا کچھ نقص یا کامل نہیں ملتا
پرانی روشنی میں اور نئی میں فرق اتنا ہے
اُسے کشتی نہیں ملتی اِسے ساحل نہیں ملتا
پہنچنا داد کو مظلوم کا مشکل ہی ہوتا ہے
کبھی قاضی نہیں ملتے کبھی قاتل نہیں ملتا
حریفوں پر خزانے ہیں کھلے یاں ہجرِ گیسو ہے
وہاں پہ بل ہے اور یاں سانپ کا بھی بل نہیں ملتا
یہ حسن و عشق ہی کا کام ہے شبہ کریں کس پر
مزاج ان کا نہیں ملتا، ہمارا دل نہیں ملتا
چھپا ہے سینہ و رُخ دلستاں ہاتھوں سے کروٹ میں
مجھے سوتے میں بھی وہ حسن سے غافل نہیں ملتا

حواس و ہوش گم ہیں بحرِ عرفانِ الٰہی میں
یہی دریا ہے جس میں موج کو ساحل نہیں ملتا
کتابِ دل مجھے کافی ہے اکبر درسِ حکمت کو
میں اسپنسر سے مستغنی ہوں مجھ سے مِل، نہیں ملتا

⦿

ہستیِ حق کے معانی جو مرا دل سمجھا
اپنی ہستی کو اک اندیشۂ باطل سمجھا
وہ شناور ہوں جو ہر موج کو ساحل سمجھا
وہ مسافر ہوں جو ہر گام کو منزل سمجھا
حضرتِ دل کو چڑھا آیا میں بتخانے میں
اُن کے انداز سے ان کو اسی قابل سمجھا
ہوئی دنیا میں مرے جوشِ جنوں کی تکریم
تیرے دیوانے کو عاقل نے بھی کامل سمجھا
کافری سہل نہ تھی، عشقِ بتاں کھیل نہ تھا
بخدا میں تو اسی سے اُسے مشکل سمجھا
ان نگاہوں کے اشاروں سے طبیعت تڑپی
ان اشاروں کے معانی کو مرا دل سمجھا
ضعف سے میں جو گھٹا اور بڑھا اس کا ستم
یاں زباں ہل نہ سکی وہ متحمل سمجھا

اُترا دریا میں پئے غسل جو وہ غیرتِ گُل
شورِ امواج کو میں شورِ عنادل سمجھا

کفر و اسلام کی تفریق نہیں فطرت میں
یہ وہ نکتہ ہے جسے میں بھی بہ مشکل سمجھا

شیخ نے چشمِ حقارت سے جو دیکھا مجھ کو
بخدا میں اُسے اللہ سے غافل سمجھا

حسن نے ناز کئے، عشق کی تکمیل ہوئی
نہ نظر آپ کی سمجھی، نہ مرا دل سمجھا

آپ دیکھیں مجھے اور میں نہ کروں یادِ خدا
موت سے آپ نے ایسا مجھے غافل سمجھا

وہ بھی نافہم ہے جو خضر کا طالب نہ ہوا
وہ بھی نادان ہے جو خضر کو منزل سمجھا

نہ کیا یار نے اکبؔر کے جنوں کو تسلیم
مل گئی آنکھ تو کچھ سوچ کے عاقل سمجھا

⊙

مہربانی ہے عیادت کو جو آتے ہیں مگر
کس طرح اُن سے ہمارا حال دیکھا جائے گا

دفترِ دنیا اُلٹ جائے گا بالکل یک قلم
ذرّہ ذرّہ سب کا اصلی حال دیکھا جائے گا

آفیشل اعمال نامہ کی نہ ہوگی کچھ سند
حشر میں تو نامۂ اعمال دیکھا جائے گا
بچ رہے طاعون سے تو اہلِ غفلت بول اُٹھے
اب تو مہلت ہے پھر اگلے سال دیکھا جائے گا
تہ کرو صاحب نسب نامے وہ وقت آیا ہے اب
بے اثر ہوگی شرافت مال دیکھا جائے گا
رکھ قدم ثابت، نہ چھوڑ اکبر صراطِ مستقیم
خیر چل جانے دے ان کی چال دیکھا جائے گا

⊙

سینے کا زخم آہ کی سختی سے چھل گیا
اچھا ہوا مزا تو محبت کا مل گیا
ایسے ستم کیے کہ مرا قلب ہل گیا
اور اس طرح کہ سینہ کا ہر داغ چھل گیا
تیرا پتہ چمن کو صبا سے جو مل گیا
بلبل کو وجد آ گیا، غنچہ بھی کھل گیا
تعلیم مذہبی کا خلاصہ یہی تو ہے
سب مل گیا اُسے جسے اللہ مل گیا
ہوتا ہے انبساط غذائے لطیف سے
غنچے کو دیکھیے کہ ہوا کھا کے کھل گیا

کس نے نگاہِ ناز سے دیکھا ہے اس طرف
فریاد کر رہا ہے جگر، ہائے دل گیا
خوش قسمتی پہ اپنی بجا ہے کروں جو ناز
اپنے ہی دل میں مجھ کو مرا رب بھی مل گیا
کھلتا نہیں کہ شیخ سے اکبر نے کیا کہا
آیا تھا جوشِ دل سے مگر مضمحل گیا

⦿

وہ شعلہ شوق کا سینے میں مشتعل نہ رہا
تری نظر نہ رہی وہ، مرا وہ دل نہ رہا
ملا جو خانۂ تن خاک میں تو ملنے دو
یہ رنج کیا ہے کہ زندانِ آب وگل نہ رہا

⦿

چودھویں منزل میں وہ ماہِ خوش اقبال آ گیا
صبر وتقویٰ پر جو بھاری ہے وہی سال آ گیا
اُلفتِ گیسو نے آخر دی مرے دل کو شکست
ہائے کیا انمول شیشہ تھا مگر بال آ گیا
عالمِ فطرت پہ ہے میری نظر بھی اے حکیم
فرق یہ ہے تجھ کو عقل آئی مجھے حال آ گیا

دعوئِ علم و خرد میں جوش تھا اکبر کو رات
ہو گیا ساکت مگر جب ذکرِ اقبال آ گیا

⊙

وہ مطرب اور وہ ساز، وہ گانا بدل گیا
نیندیں بدل گئیں، وہ فسانہ بدل گیا
رنگِ رُخِ بہار کی زینت ہوئی نئی
گلشن میں بلبلوں کا ترانہ بدل گیا
فطرت کے ہر اثر میں ہوا ایک انقلاب
پانی فلک پہ کھیت میں دانا بدل گیا
حد شہر عافیت کی نئی طرز پر بندھی
وہ چوکیاں بدل گئیں تھانا بدل گیا

⊙

اس گوہر نایاب سے واقف نہیں دنیا
آسان نہیں دل کا مرے دام لگانا
خوب آتا ہے صاحب کو خود اک بات کا کرنا
اور بات پڑے جب تو مرا نام لگانا

⊙

زلف نے پرتوِ دیں نام کو رہنے نہ دیا
آخر اس لام نے اسلام کو رہنے نہ دیا

دو مرادیں جو ملیں چار تمنائیں کیں
ہم نے خود قلب میں آرام کو رہنے نہ دیا
موت کو بھول گیا دیکھ کے جینے کی بہار
دل نے پیشِ نظر انجام کو رہنے نہ دیا

⊙

نورِ عرفاں عقل کے پردے میں پنہاں ہو گیا
ہوش میں آنا حجابِ روئے جاناں ہو گیا
بتکدے میں شور ہے اکبر مسلماں ہو گیا
بیوفاؤں سے کوئی کہہ دے کہ ہاں ہاں ہو گیا
انتشارِ اہلِ معنی فیض سے خالی نہیں
بوئے خوش پھیلی اگر غنچہ پریشاں ہو گیا
باعثِ تسکیں نہ تھا باغِ جہاں کا کوئی رنگ
جس روش پر میں چلا آخر پریشاں ہو گیا
خوابِ راحت بن گیا' خوفِ خدا بعدِ فنا
حشر میں حسنِ عمل گلزارِ رضواں ہو گیا
ان کی صورت دیکھ کر آنے لگی یادِ خدا
نورِ رُخ ان کا چراغِ راہِ عرفاں ہو گیا
دونوں کو تشبیہ دی تھی عارضِ محبوب سے
آینہ حیرت میں آیا گل پریشاں ہو گیا

تیغ کھینچی اس نے ممنونِ توجہ ہم ہوئے
حسن وہ افسوں ہے جس سے ظلم احساں ہو گیا

ترکِ دنیا سے ہوئی جمعیتِ خاطر نصیب
حال میرا گو کہ ظاہر میں پریشاں ہو گیا

طاقتِ فریاد بھی مجھ میں نہ باقی رہ گئی
ظلم کرنا آپ کو مجھ پر اب آساں ہو گیا

خوانِ الوانِ فلک پر کیا مسرت ہو مجھے
گور کا لقمہ ہوا جو اس کا مہماں ہو گیا

فرقتِ جاناں میں کیسی خوشدلی اے ہمنشیں
انبساطِ طبع نذرِ رنجِ ہجراں ہو گیا

صورتِ ظاہر میں دل اک قطرۂ خوں تھا فقط
آ گیا جب جوش میں معنی کا طوفاں ہو گیا

جس سے کہتے ہیں وہ کہتا ہے کہ یہ سب وہم ہے
اب ہمارا حال بھی خوابِ پریشاں ہو گیا

بس یہی دولت مجھے دی تو نے اے عمرِ دراز
سینہ اک گنجینۂ داغِ عزیزاں ہو گیا

اور عالم میں ہوں میں اے فاتحہ خواں بعدِ مرگ
میں نہ تھا وہ جسم جو مٹی میں پنہاں ہو گیا

بڑھ گئی سوزش جو تجھ بن گل کھلے گلزار میں
زخمِ دل کے حق میں ہر غنچہ نمکداں ہو گیا
کر دیا اہلِ بصیرت فیضِ ساقی نے مجھے
ساغرِ مے آفتابِ اوجِ عرفاں ہو گیا
اک نظر کا ہے تعلق اس جہاں سے ہوش کو
سب کا سب اک جنبشِ مژگاں میں پنہاں ہو گیا
دیکھنا مشروطِ دیں ہوتا تو ہوتا بت پرست
کچھ نہ دیکھا اس کی برکت سے مسلماں ہو گیا

⊙

درد نے جا اس میں کی اک سوز پنہاں ہو گیا
للہ الحمد اب مرا دل بھی مسلماں ہو گیا
جلوۂ حسنِ بتاں آشوبِ دوراں ہو گیا
اللہ اللہ آفتِ دین مسلماں ہو گیا
اشک خوں آلود آنکھوں میں نمایاں ہو گیا
دیکھیے دل بھی شریکِ چشمِ گریاں ہو گیا
رنگِ خوں اب صاف آنکھوں میں نمایاں ہو گیا
دیکھیے دل بھی شریکِ چشمِ گریاں ہو گیا
اُس نے پوچھا ہو گیا آسودہ بوسہ لے کے تو
میں نے ناحق کہہ دیا جلدی میں جی ہاں ہو گیا

سر بھی کھا جائے گا ظالم جان بھی کھا جائے گا
سخت مشکل ہے کہ ناصح میرا مہماں ہو گیا

انقلابِ دہر دیکھو بن گیا آقا غلام
قصر کا مالک جو تھا اب اس کا درباں ہو گیا

دیکھنے سے شوق پیدا، شوق سے پیدا طلب
آفتِ دل آنکھ تھی، دل آفتِ جاں ہو گیا

قبل ہستی ان عوارض سے بری تھا دل مرا
اس سفر میں مبتلائے دین و ایماں ہو گیا

عظمتِ خالق نہ سمجھا قدرِ دل اس نے نہ کی
جو پئے لذت مطیعِ نفسِ شیطاں ہو گیا

پوچھتے کیا ہو اصولِ مذہبِ رندانِ عشق
یار کا ارشاد ان کا دین و ایماں ہو گیا

میری قسمت تھی کہ ہر پتا بنا بانگِ عسس
بختِ دشمن تھا کہ خوابِ چشم درباں ہو گیا

اس توقع پر کہ تیرے پیرہن میں صرف ہو
ماہِ نو بھی چرخ پر شکلِ گریباں ہو گیا

اس لبِ شیریں کے بوسوں نے کیا شیریں سخن
لی زباں ان کی جو منہ میں، میں زباں داں ہو گیا

کی ترقی چشمِ بد دُور ایسی اپنے رنگ میں
اکبر اب مسند نشینِ بزمِ رنداں ہو گیا

⊙

کر گئی کام نگاہِ مِسِ پُرفن کیسا
تج چلے دیر و حرم شیخ و برہمن کیسا
اُس کو چکر ہی رہا اور یہ خدا تک پہنچا
دلِ پرسوز جو ہاتھ آئے تو انجن کیسا
اصل سے ہو کے جدا نشوونما کی امید
مجھ کو حیرت ہے کہ بوڑھوں میں یہ بچپن کیسا

⊙

خدا کے ہوتے بتوں کو پوجوں نہیں تھا مطلق گمان ایسا
مگر تمھیں دیکھ کر تو واللہ آ چلا مجھ کو دھیان ایسا
وہ چھت پہ بے پردہ سو رہی ہے فلک قمر سے یہ پوچھتا ہے
بتا تو تیری نظر سے گزرا ہے کوئی خوشرو جوان ایسا
بھلا ہی دیتی ہو جس کو دنیا مٹا ہی دیتا ہو جس کو گردوں
عبث ہے انسان چاہتا ہے جو نام ایسا نشان ایسا
بھرا ہوا دل جو ذوق سے ہو خدا کی یاد اس میں شوق سے ہو
وہاں کے جلووں کا پوچھنا کیا مکین ایسا مکان ایسا

دل و جگر کو فراقِ بت میں حوالۂ چشم تر کروں گا
کبھی کسی نے کیا نہ ہوگا کنارۂ گنگ دان ایسا

⊙

دنیا کے مباحث یہ مری نظروں میں ہیں کیا
اتنا تو کوئی پہلے بتائے مجھے میں کیا
تو کہئے اگر وقعتِ عاشق نہیں دل میں
یہ کون سی سیکھی ہے زباں آپ نے تئیں کیا

⊙

زلفِ پیچاں کا تصور مجھے کرنا ہی نہ تھا
ہو گئی مفت طبیعت میں اک الجھن پیدا
شرم کی جا ہے نہ ہو دل میں جو داغوں کی بہار
سینۂ خاک بھی کر لیتا ہے گلشن پیدا
میری ہر بات کا رُخ ہے طرفِ عارضِ یار
میرے ہر شعر سے ہیں معنیٔ روشن پیدا
دیدہ و دِل سے کھٹکتے رہو ہر دم اکبر
دوستوں ہی میں سے ہو جاتے ہیں دشمن پیدا

⊙

کوئی ہے دہر میں خونِ جگر کہیں پیتا
کوئی زمانے میں ہے شیر و انگبیں پیتا

میں ان کی بزم سے اُٹھ آیا قبلِ دورِ شراب
محلِ شرم تھا کہنا کہ میں نہیں پیتا

سرورِ روح ہے حاصل ولائے حیدر سے
میں جامِ کوثر و تسنیم ہوں یہیں پیتا

نہ ملتی پشے کو دنیا میں قوتِ پرواز
اگر یہ خون کسی کا براہِ کیں پیتا

ہر ایک قطرے کے بدلے میں دیتا اک دانہ
تری طرح کوئی پانی جو اے زمیں پیتا

جھجکتے کیوں ہو جو ہوتا ہے اعتراض اکبرؔ
جواب کیوں نہیں دیتے بہت نہیں پیتا

⊙

شکایت جوشِ الفت سے ہوئی تھی اے حسیں پیدا
تعجب ہے اگر اس سے ہوئی چینِ جبیں پیدا

فریبِ عقلِ ظاہر میں ہے یہ سب ورنہ اے اکبرؔ
ہمیں فانی، ہمیں باقی، ہمیں پنہاں، ہمیں پیدا

⊙

مری تقدیر کا اس مِس پہ کچھ قابو نہیں چلتا
جہاں بندوق چلتی ہے وہاں جادو نہیں چلتا

کمر باندھی بھی یاروں نے جو راہِ حُبِّ قومی میں
وہ بولے تو نہیں چلتا، وہ بولے تو نہیں چلتا
کہا پیرِ طریقت نے اکڑ کر اپنی ٹمٹم پر
یہی منزل ہے جس میں شیخ کا ٹٹو نہیں چلتا
لطیف الطبع ساتھی چاہیے فیاض طینت کا
چمن سے بے ہوا کے کاروانِ بو نہیں چلتا

⊙

ستم دورِ گردوں کے سہہ جاؤں گا
جو گزرے گی دل پر وہ کہہ جاؤں گا
دعا ہے کہ مر کر بھی رہ جاؤں کچھ
وگرنہ یونہی مر کے رہ جاؤں گا

⊙

ہمیشہ آپ کے آگے میں دست بستہ رہا
مگر دل آپ کے قابو میں تھا شکستہ رہا
ذرا تو پختہ شریفوں کو باغ دہر میں دیکھ
انھیں کا حال ہر اک سے زیادہ خستہ رہا

⊙

جناب شیخ سے جا کر ذرا اللہ کہہ دینا
کہ گمراہی تھی مجھ سے رند کو گمراہ کہہ دینا

بہت مشکل ہے بچنا بادۂ گلگوں سے خلوت میں
بہت آساں ہے یاروں میں معاذ اللہ کہہ دینا

مرے خط میں سلام اغیار کو قاصد یہ کیا معنے
نہایت رنج ہے اس کا مجھے واللہ کہہ دینا

تمھارے مرحبا سے شعر کی ہو جائے گی عزت
نہ نکلے واہ دل سے تو زباں سے واہ کہہ دینا

⊙

اگرچہ تسکینِ طبعِ ملّت ہے حبِّ قومی میں آہ کرنا
مفید تر ہے مگر دلوں کو رجوع سوئے اللہ کرنا

وفائے وعدہ سے چشم پوشی ہمیشہ شام و پگاہ کرنا
حضور نے کیا ثواب سمجھا ہے منتظر کو تباہ کرنا

یہ کس سے سیکھا ہے تیری آنکھوں نے اس بلا کی نگاہ کرنا
بنائے دیں کو خراب کرنا، دلوں کو اتنا تباہ کرنا

کہیں گے تعمیل ذات پر ہو نشان دو یا پتا بتاؤ
بتوں کے آگے ہے سخت مشکل خدا کو اپنا گواہ کرنا

نئی ادا یہ نہیں فلک کی سدا سے اس کا یہی ہے شیوہ
کسی کو حد سے سوا بڑھانا، کسی کو بالکل تباہ کرنا

کہا جو میں نے نہ توڑو دل کو تجھے مناسب ہے دلنوازی
تو ہنس کے بولا کہ سہل ہوگا دلِ شکستہ میں راہ کرنا

جہانِ صورت کا ذرّہ ذرّہ جمالِ معنی کا آئنہ ہے
مگر انھیں کو جو دیکھتے ہیں جو جانتے ہیں نگاہ کرنا

کہے کوئی شیخ سے یہ جا کر کہ دیکھئے آ کے بزمِ سیّد
یہ رونق اور یہ چہل پہل ہو تو کیا برا ہے گناہ کرنا

وہ دورِ چرخ آ رہا ہے اکبرؔ کہ اہلِ تقویٰ ہیں زار و مضطر
بزرگ بھی طفلِ دل کو اپنے سکھا رہے ہیں گناہ کرنا

⦿

مجھ کو نہ کبھی اُس بتِ دل خواہ نے چاہا
اب میں بھی نہ چاہوں گا جو اللہ نے چاہا

ساتھ ان کا نہ چھوڑا کسی حالت میں بھی اُس نے
شعروں کو مرے خوب ہی اس واہ نے چاہا

⦿

خوشی سے باخبر مٹنے پہ راضی ہو نہیں سکتا
خیال دین و عزت امرِ ماضی ہو نہیں سکتا

عمل بے جا اگر ہو روکنا واجب ہے اکبرؔ کو
امیدوں پہ مگر کچھ حکمِ قاضی ہو نہیں سکتا

⦿

جس روشنی میں لوٹ ہی کی آپ کو سوجھے
تہذیب کی میں اس کو تجلی نہ کہوں گا

لاکھوں کو مٹا کر جو ہزاروں کو ابھارے
اس کو تو میں دنیا کی ترقی نہ کہوں گا

⊙

ہے غضب جلوہ دَیرِ فانی کا — پوچھنا کیا ہے اس کے بانی کا
دیدہ ہے محو دَیرِ فانی کا — دل ہے مشتاق اس کے بانی کا
جان دے دی غمِ حسیناں میں — حق ادا کر دیا جوانی کا
خوب جی بھر کے ہو لیے بدنام — حق ادا کر دیا جوانی کا
کرتے ہیں مجھ سے غیر کا شکوہ — شکر ہے ان کی مہربانی کا
دل میں سوزش ہے، آنکھ میں آنسو — عشق ہے کھیل آگ پانی کا
غور کر کیا ہے زندگی کی بِنا — سوچ کیا حق ہے اس کے بانی کا
نہ ملا خاک میں عمل اپنے — شوق رکھ فیضِ آسمانی کا
ہوش بھی بار ہے طبیعت پر — کیا کہوں حال ناتوانی کا
قتل سے پہلے ہے کلورا فارم — شکر ہے ان کی مہربانی کا
شیخ درگور و قوم در کالج — رنگ ہے دورِ آسمانی کا
انجن آیا نکل گیا زن سے — سن لیا نام آگ پانی کا
بات اتنی اور اُس پہ یہ طومار — غل ہے یورپ پہ جاں فشانی کا
علم پورا ہمیں سکھائیں اگر — تب کریں شکر مہربانی کا

⊙

یوں مری طبع سے ہوتے ہیں معانی پیدا
جیسے ساون کی گھٹاؤں سے ہو پانی پیدا

کیا غضب ہے نگہِ مست مسِ بادہ فروش
شیخِ فانی میں ہوا رنگِ جوانی پیدا

یہ جوانی ہے کہ پاتا ہے جنوں جس سے ظہور
یہ نہ سمجھو کہ جنوں سے ہے جوانی پیدا

بےخودی میں تو یہ جھگڑے نہیں رہتے اے ہوش
تو نے کر رکھا ہے اک عالمِ فانی پیدا

کوئی موقع نکل آئے کہ بس آنکھیں مل جائیں
راہیں پھر آپ ہی کر لے گی جوانی پیدا

ہر تعلق مرا سرمایہ ہے اک ناول کا
میری ہر رات سے ہے ایک کہانی پیدا

جنگ ہے جرمِ محبت ہے خلافِ تہذیب
ہو چکا ولولۂ عہدِ جوانی پیدا

کھو گئی ہند کی فردوس نشانی اکبرؔ
کاش ہو جائے کوئی ملٹنِ ثانی پیدا

⊙

جو ناصح مرے آگے بکنے لگا | میں کیا کرتا منہ اس کا تکنے لگا
محبت کا تم سے اثر کیا کہوں | نظر مل گئی دل دھڑکنے لگا
بدن چھو گیا آگ سی لگ اُٹھی | نظر مل گئی دل دھڑکنے لگا
رقیبوں نے پہلو دبایا تو چپ | میں بیٹھا تو ظالم سرکنے لگا
جو محفل میں اکبرؔ نے کھولی زباں | گلستاں میں بلبل چہکنے لگا

⊙

نظامِ عالم بتا رہا ہے کہ ہے اک اس کا بنانے والا
ظہورِ آدم دکھا رہا ہے کہ دل میں ہے کوئی آنے والا
نسیمِ مستانہ چل رہی ہے، چمن میں پھر رت بدل رہی ہے
صدا یہ دل سے نکل رہی ہے وہی ہے یہ گل کھلانے والے

⊙

خودی گم کر چکا ہوں اب خوشی وغم سے کیا مطلب
تعلق ہوش سے چھوڑا تو پھر عالم سے کیا مطلب
قناعت جس کو ہے وہ رزقِ مایحتاج پر خوش ہے
سمجھ جس کو ہے اس کو بحثِ بیش وکم سے کیا مطلب
جسے مرنا نہ ہو وہ حشر تک کی فکر میں اُلجھے
بدلتی ہے اگر دنیا تو بدلے ہم سے کیا مطلب

مری فطرت میں مستی ہے حقیقت میں ہے دل میرا
مجھے ساقی کی کیا حاجت ہے جامِ جم سے کیا مطلب
خود اپنی ریش میں اُلجھے ہوئے ہیں حضرتِ واعظ
بھلا اِن کو بتوں کے گیسوئے پُر خم سے کیا مطلب
نئی تعلیم کو کیا واسطہ ہے آدمیت سے
جنابِ ڈارون کو حضرتِ آدم سے کیا مطلب
صدائے سرمدی سے مست رہتا ہوں سدا اکبرؔ
مجھے نغموں کی کیا پروا، مجھے سرگم سے کیا مطلب

⊙

خدا کے منکر نبی سے غافل کہاں کے پیر اور امام صاحب
اُنھیں کے در پر جھکی ہے خلقت سلام صاحب سلام صاحب
کہاں کی پوجا نماز کیسی کہاں کی گنگا کہاں کا زمزم
ڈٹا ہے ہوٹل کے در پہ ہر اک ہمیں بھی دو ایک جام صاحب
ہزار سمجھاتے ہیں وہ سب کو کہ سب نہیں نامدار ہوتے
کرو خموشی و نیک بختی سے جا کے تم گھر کا کام صاحب
مگر نہیں مانتا ہے کوئی ہر اک کی یہ التجا ہے ان سے
مجھے بھی تم چھاپ دو کہیں پر، مرا بھی ہو جائے نام صاحب

سری تمھاری نہیں نبھے گی سدھارتا ہوں میں اب یہاں سے
سلام صاحب، سلام صاحب، سلام صاحب، سلام صاحب

⊙

اے جانِ جہاں، حور نہ اچھی، نہ پری خوب
ہے میری نگاہوں میں تری جلوہ گری خوب
تشبیہ میں دوں گا اُسے رفتارِ صنم سے
واللہ تری چال ہے اے کبک دری خوب
یوں ترچھی نگاہوں سے مجھے قتل بھی کرنا
پھر صاف مکرنا کہ میں ہوں اس سے بری، خوب
کھلتا ہے مرا غنچۂ دل آہِ سحر سے
عاشق کے لیے ہے یہ نسیمِ سحری خوب
منہ کھول کے سویا ہے وہ گل صحنِ چمن میں
لطف آج اٹھائے گی نسیمِ سحری خوب
سچ یہ ہے کہ واعظ مجھے بھاتا ہے، نہ اکبر
وہ خبط ہی اچھا، نہ یہ شوریدہ سری خوب

⊙

کہتے ہیں فطرت جسے یہ ہے نقابِ روئے دوست
ہے اسی پردے میں پنہاں آفتابِ روئے دوست

پردۂ فطرت خرد افروز و حکمت خیز ہے
ہے جنوں انگیز لیکن آب و تابِ روئے دوست
دیکھ لی جس نے جھلک اُس کی وہ پہنچا دار پر
زینتِ منبر ہوا محوِ حجابِ روئے دوست
ذوقِ معنی ہو تو اے اکبؔر نظر آگے بڑھا
عالمِ نیچر تو ہے لوحِ کتابِ روئے دوست

⊙

ماہِ نو بھی نہیں چمکا ترے ابرو کی طرح
نکہتِ گل بھی نہ نکلی تری خوشبو کی طرح
کون سی تیغ ہے تیغِ خمِ ابرو کی طرح
کہ اشاروں ہی میں چل جاتی ہے جادو کی طرح
وہ ادا کی کہ قضا آگئی خودداری کی
وہ نظر کی کہ اثر کر گئی جادو کی طرح
گل میں وہ شوخیِ رنگِ رخِ محبوب کہاں
سرو میں لوچ کہاں اس قدِ دلجو کی طرح
مجھ کو دم بھر بھی زمانے میں نہیں چین نصیب
مضطرب شیشۂ ساعت میں ہوں بالو کی طرح

حسن میں کب ہے قمر کو ترے مانند ثبات
کبھی عارض کی طرح ہے کبھی ابرو کی طرح

نہ یہ جنبش ہے نہ یہ نوک پلک ہے اس میں
قطع میں گو ہے ہلال آپ کے ابرو کی طرح

کم بضاعت کو جو اک ذرّہ بھی ہوتا ہے فروغ
خود نمائی کو وہ اُڑ چلتا ہے جگنو کی طرح

دل کا میلان یقینی ہے سخن میں جو ہو وزن
طبعِ سنجیدۂ سامع ہے ترازو کی طرح

کیا کہوں شوقِ شہادت کو میں تجھ سے قاتل
روز افزوں ہے تری قوتِ بازو کی طرح

خالی از لطف نہیں آنکھ چرانا اُن کو
فرحت افزائے نظر ہے رمِ آہو کی طرح

گلشنِ عشق میں ہے اشک اگر جوئے رواں
خوشنما آہ بھی ہے سروِ لبِ جو کی طرح

ہر زمیں میں ترا مضمون ہے مطلوب اے دوست
کہیں ہُو ہُو کی طرح ہے کہیں کُو کُو کی طرح

نیچی نظروں سے مرے دل کو وہ کرتی ہیں شہید
ظلمِ پوشیدہ کیا کرتے ہیں جادو کی طرح

فرحت انگیز تو ہے ولولہ انگیز نہیں
نکہتِ گل بھی نہیں ہے تری خوشبو کی طرح

رنگِ گل سے بھی سوا شوخ ہے تو رنگ میں یار
مگر افسوس کہ آوارہ بھی ہے بو کی طرح

ہمسر اُس طرۂ مشکیں کی نہیں کوئی بلا
کوئی فتنہ نہیں اس نرگسِ جادو کی طرح

ٹکڑے میرے دلِ روشن کے جو دیکھے تو کہا
کیا گلے میرے یہ پڑ جائیں گے جگنو کی طرح

جامِ مے غیر کو دو میں نہ کروں گا شکوہ
رنج کی بات ہے پی جاؤں گا آنسو کی طرح

سر جھکا فکر میں بیٹھ اپنی حقیقت کھل جائے
حق نما کون ہے آئینۂ زانو کی طرح

رشک آتا ہے جو تکیے پہ وہ سر رکھتے ہیں
صاحبِ حس نہ کہیں ہو مرے زانو کی طرح

نام کر جاتے ہیں دنیا میں جو خوش قسمت ہیں
کوئی مجنوں کی طرح، کوئی ارسطو کی طرح

واعظا تیری زباں پر ہے مذمت مے کی
یہ سخن تیرا گلو گیر ہو اُچھو کی طرح

ہو اشاروں کا اگر اہلِ نظر کے تابع
خلق آنکھوں پہ جگہ دے تجھے ابرو کی طرح
گلشنِ دہر میں اکبرؔ کا کلامِ رنگیں
کھل گیا گل کی طرح، پھیل گیا بو کی طرح

⊙

اظہار مدعا میں کروں گا اسی طرح
وہ پیش آئیں اچھی طرح یا بری طرح
چاہوں گا تخلیہ، نہ زیادہ بٹھاؤں گا
تشریف لائیے بھی تو حضرت کسی طرح

⊙

دل ہو وفا پسند نظر ہو حیا پسند
جس حسن میں یہ وصف ہو وہ ہے خدا پسند
توڑوں پہ تیرے جھومنے لگتی ہے شاخِ گل
بے حد ہے تیرا ناچ مجھے اے صبا پسند

⊙

پھرتی ہے ارض آفتاب کے گرد بندہ چکر میں ہے جناب کے گرد
نہیں ٹلتا ہزار اسے ٹالو عشق رہتا ہی ہے شباب کے گرد

شعلہ رویوں میں گھومیں سوختہ دل آنچ لگتی رہے کباب کے گرد
کون مستی مری سنبھالے گا میں تو جاتا نہیں شراب کے گرد

⊙

وقتِ بہار گل دلم از ہوش دور بود
موجِ نسیم دشمنِ شمعِ شعور بود
می گفت دوش قصہٗ شوقت زبانِ دل
ہر حرفِ او حکایتِ موسیٰ و طور بود
یک جلوہ کر دو صورتگ پروانہ سوختم
آرے ہمیں علاجِ دلِ ناصبور بود
خوش بود آں زماں خودی از خود خبر نداشت
ہوشم بخواب بود و دلم در حضور بود
یکساعتِ حضوریِ اُو ایں چنیں گذشت
من عجز بودم او ہمہ ناز و غرور بود
بیدل مشوبگفتہٗ منکر کہ اوز جہل
وہمش بگفت آنچہ بچشمِ تو نور بود
اکبر بہ پیشِ پیرِ مغاں کرد اعتراف
غوغائے من بہ خلق ہمہ مکرو زور بود

⊙

گذشتند آں قدر یاراں زحدِ سیدؔ اے اکبؔر
کہ آں مرحوم اکنوں در شمارِ شیخ می آید

⊙

فسردگی ہوئی پیدا اس انتشار کے بعد
ہزار حیف کہ فالج گرا بخار کے بعد

کہا جو میں نے کہ دل چاہتا ہے پیار کروں
تو مسکرا کے وہ کہنے لگے کہ پیار کے بعد

بہت ہی بگڑے وہ کل مجھ سے پہلے بوسے پر
خموش ہو گئے آخر کو تین چار کے بعد

گیا شباب تو اب آئنہ میں کیا دیکھوں
وہ لطف ہی نہ رہا باغ میں بہار کے بعد

نہ بھول اِنَّ مَعَ العُسْرِ یُسراً اے اکبؔر
خدا سکون بھی دے گا اس اضطرار کے بعد

⊙

مذاق درد ہے دل کو مرے ہے آہ پسند
عجب نہیں اسے کر دے تری نگاہ پسند

خدا کا شکر دیا اُس نے مجھ کو بوسۂ لب
کسے نصیب یہ حلوائے بادشاہ پسند

محلِ طعن نہیں ہے ہماری مے خواری
ہنر کے حکم میں ہے عیبِ بادشاہ پسند

یہ بے اصولی ولغزش بری ہے سالک کو
خدا کے واسطے تم کر لو ایک راہ پسند

نہ حلق سر کا ہے سودا مجھے نہ تیرتھ کا
بتوں سے گو کہ میں کرتا ہوں رسم وراہ پسند

خدا پرست بنائے گا کیا وہ لٹریچر
کرے جو طبع کو بے قید اور گناہ پسند

گناہ سخت بتوں سے ہے مدعا طلبی
غضب یہ ہے کہ مجھے ہے یہی گناہ پسند

فلاسفی کو ہے مرغوب طبع لاالٰہ
طریق سائنٹیفک کو ہے لاالٰہ پسند

رہا رسول کا درجہ سو وہ تو ہے قانون
کرے حریف اُسے ناپسند خواہ پسند

اب اس کے آگے ہے جو کچھ گروہ بندی ہے
ہر اک کو اپنی ہی نسبت ہے واہ واہ پسند

⊙

ملحداں را ہمہ اوصاف و ثناہا خوانند
مومناں را بجز اشند بہ دشنامے چند

غیرتِ دیں بفروشند بہ یک غمزۂ کفر
چشمِ پوشند ز ملت پئے خود کامے چند

روح خود را چو سپردی بہ غلامیِ حریف
چہ کنی ناز بہ نامے و بہ خدّامے چند

پختہ وضعے کہ خدا عقل و تمیزش دادست
قدّمے ہم نہ نہد در رہِ ایں خامے چند

درد ایں نغمۂ حافظ کن و خوش باش اکبرؔ
ہاں تو از بادۂ شیراز بزن جامے چند

اے گدایانِ خرابات• خدا یار شماست
چشم انعامِ مدارید زانعامے چند

⊙

دِلا لے چل ہمیں سوئے محمدؐ دکھا دے جنّتِ کوئے محمدؐ
شبِ عاشق ہیں گیسوئے محمدؐ خدا کا نور ہے روئے محمدؐ
چمن قرآن ہے ہر لفظ اس کا نہاں ہر گل میں ہے بوئے محمدؐ
مشامِ جاں معطّر ہو رہا ہے زہے سودائے گیسوئے محمدؐ

محمدؐ پھول ہیں واعظ صبا ہیں | کہ پھیلاتے پھریں بوئے محمدؐ
یہ مژدہ اہلِ عالم کو سنا دو | بھری رحمت سے ہے خوئے محمدؐ
خدا کے گھر سے ہے الحاق اس کو | یہ دیکھو رفعتِ کوئے محمدؐ
درود اُس پر ملائک بھیجتے ہیں | توجہ جس کی ہو سوئے محمدؐ
ہوئی زائل جہاں سے ظلمتِ کفر | پڑا جب پرتوِ روئے محمدؐ
ہوئے دل دوز تیرِ الفتِ حق | کھنچی جب قوسِ ابروئے محمدؐ
منور نورِ وحدت سے ہوا دل | نثارِ پرتوِ روئے محمدؐ
خدا کا پیار ہے اس دل میں اکبر | کشش جس دل کی ہے سوئے محمدؐ

⊙

آتا ہے وجد مجھ کو ہر دین کی ادا پر
مسجد میں ناچتا ہوں ناقوس کی صدا پر
اے برہمن کہوں گا ہر بحر کو میں مائی
موقوف کچھ نہیں ہے گنگا و نربدا پر
پڑ جائے آتے جاتے شاید نگاہِ سلطاں
جو راہ سے الگ ہے افسوس اُس گدا پر

⊙

مجھے ہمنشیں ملا کیا اُنھیں حالِ دل سنا کر
وہ کہہ آئے ساری باتیں مرے دشمنوں سے جا کر

مری زندگی ہو کیونکر جو تو بے خبر ہو مجھ سے
نہ ہو شوق اگر وفا کا تو میں خوش ہوں تو جفا کر

مرا یار مہ جبیں ہے، خوش ادا ہے، نازنیں ہے
مگر اس کا کم یقیں ہے کہ جیوں گا اس کو پا کر

کرو شوق سے محبت مگر ایک بات سن لو
کسی اور کام کے پھر نہ رہو گے دل لگا کر

نظر آیا چاند پھیکا تو جھپک گئے ستارے
شبِ ماہ بھی نہ چمکی جو تو نکلا جگمگا کر

⊙

موقوف کچھ نہیں ہے فقط مے پرست پر
زاہد کو بھی ہے وجد تری چشمِ مست پر

عزت ملی ہے شرکتِ کونسل کی شیخ کو
غازہ ملا گیا ہے رُخِ فاقہ مست پر

رندانِ پختہ کار کو موسم کی قید کیا
موقوف میکشی نہیں ماہِ اگست پر

بلبل کی شاخِ گل کی نمو پر نگاہ ہو
میری نظر ہے تاک ہی کے دار بست پر

پھیکا ہے رنگِ مے ترے عارض کے سامنے
مستی ہے خود نثار ترے حسنِ مست پر

منظور مدحِ حسن ہے ہو یا نہ ہو کمر
موقوف شاعری نہیں اس نیست ہست پر

بندِ نقاب باندھتے ہیں مجھ کو دیکھ کر
اہلِ نظر کا صاد ہے اس بندوبست پر

چل پھر نے ان کی آنکھوں کی مجھ کو لبھا لیا
کیونکر نہ پیار آئے غزالوں کی جست پر

اس باوفا کو حشر کا دن ہوگا روزِ وصل
قائم رہا جو دہر میں عہدِ الست پر

ہے نشۂ غرور میں زاہد خراب تر
پھر کیا میں اعتراض کروں مے پرست پر

اکثر مرے عزیز نئی روشنی میں ہیں
رحمت خدا کی چاہوں گا اب مے پرست پر

بجلی کو ہاتھ آ گیا تیری ہنسی کا طرز
غنچوں کو رشک کیوں نہ ہو اس تیز دست پر

گو حافظے کو یاد نہ ہو قصۂ ازل
ہم تو جمے ہوئے ہیں قرارِ الست پر

کرسی نہیں ہے عرش تو پھر کیا یہ فخر و ناز
کیوں معترض ہو فرشِ زمیں کی نشست پر

⊙

نظر ان کی رہی کالج میں بس علمی زوائد پر
گرا کیں چپکے چپکے بجلیاں دینی عقائد پر
بس اصلِ کارِ دیں تو صرف تسبیح و قناعت ہے
عوام الناس باہم جنگ کرتے ہیں زوائد پر

⊙

بہت ہی کم پائے اپنے عارف کلامِ باری نے ہم میں آ کر
سرے بگڑا ہے سچ جو پوچھو عرب کا مذہب عجم میں آ کر
اثر یہ تھا عیسوی نفس کا کہ زندہ ہوتا تھا جسمِ بے جاں
یہاں تو ہم مر رہے ہیں لیکن بتانِ ترسا کے دم میں آ کر
جو ضعف پوشیدہ دین میں تھا عیاں ہوا وہ ترے عمل سے
زبانِ واعظ میں تھی جو طاقت چھپی وہ میری قلم میں آ کر
جو شوقِ مستی ہو دل کے اندر تو آپ سنیے کلامِ اکبر
اگر ہو ذوقِ شراب و ساغر تو پیجیے بزمِ جم میں آ کر

⊙

جس نے اُبھارا خلق کو طاعتِ کردگار پر
نقش اسی کا رہ گیا صفحۂ روزگار پر

شاہ و وزیر کے تو نام دب گئے ہسٹری کے ساتھ
سکۂ نام انبیاء اب بھی ہے ہر دیار پر

⊙

مغوی تو ملیں گے تمھیں شیطان سے بہتر
ہادی نہ ملے گا کوئی قرآن سے بہتر
ذی علم مصنف ہو رہے حامیِ ملّت
ارمان نہیں کوئی اس ارمان سے بہتر
انسان اگر معرفتِ حق سے ہو غافل
کیا شک کہ بہائم ہیں اس انسان سے بہتر
مخلوق الٰہی میں عمل پر جو نظر کر
انسان سے بدتر ہے نہ انسان سے بہتر
ہر حال میں ہے دل کے لیے حافظ و ناصر
دولت کوئی ممکن نہیں ایمان سے بہتر
یہ ہے کہ جھکاتا ہے مخالف کی بھی گردن
سن لو کہ کوئی شے نہیں احسان سے بہتر
سن لے جو توجہ سے بزرگوں کی نصیحت
پھر کانِ جواہر نہیں اس کان سے بہتر

⊙

خدا نے عقل کی نعمت عطا کی مہرباں ہو کر
ادائے شکر کر دیوانۂ حسنِ بتاں ہو کر
کھلیں وہ شرگیں آنکھیں شبِ وصلت زباں ہو کر
محبت کی نظر نے دی اجازت مجھ کو ہاں ہو کر
کمال اس دامِ گیسو میں تھا یا کچھ نقص تھا دل میں
پھنسا آخر یہ کیوں کر طائرِ عرش آشیاں ہو کر
عطا کر قسمتِ تصنیفِ سعدی یارب اس گل کو
پھلے پھولے زمانے میں گلستاں بوستاں ہو کر
ترا قد دیکھ کر اے گل میں تجھ کو سرو سمجھا تھا
مگر تو سرو سے بھی بڑھ گیا آخر رواں ہو کر
مجھی سے سب یہ کہتے ہیں کہ نیچی رکھ نظر اپنی
کوئی ان سے نہیں کہتا نہ نکلو یوں عیاں ہو کر
جھکایا ہے جبیں کو آستانِ یار پر میں نے
سعادت ہے اگر رہ جائے سنگِ آستاں ہو کر
کمال ان کی عنایت ہے نہایت مہربانی ہے
کہیں آئیں محلّے میں انھیں جانا یہاں ہو کر
اگر اللہ دیتا قوتِ گفتار شمعوں کو
تو دادِ ہمتِ پروانہ دیتیں یک زباں ہو کر

ہوائے نفس سے ہو کر الگ الفت میں مر جانا
وہ حالت ہے کہ رہ جاتی ہے زندہ داستاں ہو کر
مجالِ گفتگو کس کو ہے ان کے حسن کے آگے
زبانیں بند کر دیں ان بتوں نے بے زباں ہو کر
قریبِ ختم تھی مجلس کہ آ نکلے ادھر وہ بھی
غرض واعظ کی محنت رہ گئی سب رائگاں ہو کر
یہ ارشاد آپ کا بالکل بجا ہے حضرتِ واعظ
مگر میں کیا کہوں کچھ بن نہیں پڑتی جواں ہو کر
نگاہیں مل گئیں تھیں میری ان کی رات محفل میں
یہ دنیا ہے بس اتنی بات پھیلی داستاں ہو کر
بہت مشکل ہوا ہے ختم کرنا مجھ کو نالے کا
وفورِ شوق ہے رکتا نہیں خامہ رواں ہو کر
پھری قسمت ہوا کی آپ کی زلفوں کے صدقے میں
پریشاں ہو کے اٹھی تھی چلی عنبر فشاں ہو کر

⊙

بنو گے خسروِ اقلیمِ دل شیریں زباں ہو کر
جہانگیری کرے گی یہ ادا نورِ جہاں ہو کر

دلوں کا قرب حاصل کیجئے راحت رساں ہو کر
نفس نے سینہ میں جا پائی ہے آرامِ جاں ہو کر
غریبوں سے لپٹ جاتی ہے دنیا فکرِ یاں ہو کر
امیروں کے مقابل ہوتی ہے حسنِ بتاں ہو کر
پئے ضبطِ محبت عقل مذہب میں ہوئی داخل
بنی وجہِ عناد آخر نصیبِ دشمناں ہو کر
مجالِ گفتگو کس کو فنا کا جب پیام آیا
ہوئی خاموش آخر شمع بھی آتش زباں ہو کر
کسی نے خوب فرمایا اک اسلامی کمیٹی میں
نمازی ہیں ندارد رہ گئی خالی اذاں ہو کر
کرم تھا دوستوں پر علم ایامِ گزشتہ میں
ستم ہے اس زمانے میں نصیبِ دشمناں ہو کر
جو دانشمند ہیں وہ یوں دعا دیتے ہیں لڑکوں کو
نہ ہو مکّار پیری میں، نہ ہو عاشق جواں ہو کر
جوانی کی دعا لڑکوں کو ناحق لوگ دیتے ہیں
یہی لڑکے مٹاتے ہیں جوانی کو جواں ہو کر
پھنسایا جھوٹی باتوں سے مجھے دنیا نے غفلت میں
سلایا مجھ کو اس مکّار نے افسانہ خواں ہو کر

تمھیں اوج و تعلیٰ کا مزا مجھ کو تواضع کا
یہاں تو خاکساری ہے رہو تم آسماں ہو کر
بدی طینت کی چھپ سکتی نہیں شیریں زبانی سے
دل اچھا ہو تو نبھ جاتی ہے شاید بدزباں ہو کر
زمیں کی طرح جس نے عاجزی و خاکساری کی
خدا کی رحمتوں نے اس کو ڈھانکا آسماں ہو کر
ضعیفی زور پر آئی، ہوئے بے دست و پا اکبرؔ
کیا بچوں سے بدتر ہم کو پیری نے جواں ہو کر

⦿

روش ہو راست آزادانہ ساتھ اس کے تواضع بھی
چلو تم مثلِ تیر اکبرؔ جھکو لیکن کماں ہو کر

⦿

خیالِ عزتِ مجنوں نہ چھوڑ اے دامنِ مجنوں
نہیں ہے ہوش اس کو خود تو اڑ جا دھجیاں ہو کر
نگینِ بے بہا تھا دل، ضرورت تھی حفاظت کی
ترا نقشِ تصوّر اس میں بیٹھا پاسباں ہو کر
مری زردیِ رخ کا ذکر ہے لب ہائے جاناں پر
مزا دیکھو کہ حلوے میں پڑا ہوں زعفراں ہو کر

بلندئ مراتب سے تلوّن ہو گیا پیدا
بدلتے ہیں ہزاروں رنگ اب وہ آسماں ہو کر

اسی سے آشکارا ہے بلندی تیرے ایواں کی
پڑا ہے آسماں بھی تیرے در پر آستاں ہو کر

میں پچھتایا تلاشِ پیر کی دے کر صلاح ان کو
ہوئے وہ اور بھی ظالم مریدِ آسماں ہو کر

بہار آئی کھلے گل زیبِ صحنِ بوستاں ہو کر
عنادل نے مچائی دھوم سرگرمِ فغاں ہو کر

بچھا فرشِ زمرد اہتمامِ سبزۂ تر میں
چلی مستانہ وش بادِ صبا عنبر فشاں ہو کر

عروجِ نشۂ نشو و نما سے ڈالیاں جھومیں
ترانے گائے مرغانِ چمن نے شادماں ہو کر

بلائیں شاخِ گل کی لیں نسیمِ صبح گاہی نے
ہوئیں کلیاں شگفتہ روئے رنگینِ بتاں ہو کر

جوانانِ چمن نے اپنا اپنا رنگ دکھلایا
کسی نے یاسمن ہو کر، کسی نے ارغواں ہو کر

کیا پھولوں نے شبنم سے وضو صحنِ گلستاں میں
صدائے نغمۂ بلبل اُٹھی بانگِ اذاں ہو کر

ہوائے شوق میں شاخیں جھکیں خالق کے سجدے کو
ہوئی تسبیح میں مصروف ہر پتّی زباں ہو کر
زبانِ برگِ گل نے کی دعا رنگیں عبارت میں
خدا سرسبز رکھے اس چمن کو مہرباں ہو کر
نگاہیں کاملوں پر پڑ ہی جاتی ہیں زمانے کی
کہیں چھپتا ہے اکبر پھول پتوں میں نہاں ہو کر

⊙

بہار آئی ہے اک آئینۂ معنی نشاں ہو کر
چمن میں بوئے گل پھیلی ہے تیری داستاں ہو کر
خموشی میں جمالِ شاہدِ معنی نظر آیا
عبث الجھے رہے لفظوں میں ہم محوِ بیاں ہو کر
قیامت کیا ہے خلقت کو نہ صبر آنا جدائی پر
یہ فطرت خود بنے گی صور سرگرمِ فغاں ہو کر
جو راہِ معرفت میں کاروانِ دل قدم رکھے
تو ساری کائنات اڑ جائے گردِ کارواں ہو کر
کیا اچھا جنھوں نے دار پر منصور کو کھینچا
کہ خود منصور کو مشکل تھا جینا رازداں ہو کر
تری فرقت میں ساری عمر جو تکلیف اٹھاتے ہیں
اجل اے جاں انھیں کو آتی ہے آرامِ جاں ہو کر

اشارہ زاہدانِ خشک سے ہے دخترِ رز کا
ولی بنیے مریدِ حضرتِ پیرِ مغاں ہو کر
عجب کیا ہے جو دونوں دن ہیں بے ہوشی کی دنیا میں
چلے جب ہو کے رخصت آئے جس دن مہماں ہو کر
الگ رکھتی ہے فطرت ہوش کو ایسے مواقع پر
کہ تا افشا نہ کر دے رازِ ہستی رازداں ہو کر

⊙

نمایاں ہیں ترے دامن کی بیلیں کہکشاں ہو کر
اس اطلس کی زمیں اے ماہ چمکی آسماں ہو کر
ہوا زرد الفتِ گلرو میں زار و ناتواں ہو کر
مرے باغِ جوانی میں بہار آئی خزاں ہو کر
مری نسبت یہ فرماتے ہیں واعظ بدگماں ہو کر
قیامت ڈھائے گا جنت میں یہ بوڑھا جواں ہو کر
بہارِ عمر جب آخر ہوئی واپس نہیں آتی
درخت اچھے کہ پھلتے ہیں نئے سر سے جواں ہو کر
زبانیں دیکھتی ہیں آفتِ تقریر کو چپ ہیں
نگاہیں داستانیں کہہ رہی ہیں بے زباں ہو کر
اُبھارا اس قدر اس عہد میں روشن خیالوں نے
کہ چل نکلی زمیں قائم مقامِ آسماں ہو کر

بنی آدم میں اتنے مہرِ طلعت ہو گئے پیدا
کہ چل نکلی زمیں قائم مقامِ آسماں ہو کر
دکھا کر ابرو و مژگاں نظر ان کی یہ کہتی ہے
کسی سے کیوں جھکیں ہم صاحبِ تیغ وسناں ہو کر
بٹھا رکھا ہے اس نامہرباں نے منتظر کر کے
خدا سے ہے مجھے امید اٹھا لے مہرباں ہو کر
لطیف الطبع تیز و تند و رنگیں و نشاط افروز
تمھیں سی ہو گئی ہے دخترِ رز بھی جواں ہو کر

⊙

کیا افسردہ نافہموں نے مجھ کو ہمنشیں ہو کر
طبیعت رک گئی افسوس معنی آفریں ہو کر
ہجومِ یاس نے مطلق جگہ باقی نہیں رکھی
تمنا پھر گئی آخر درِ دل سے حزیں ہو کر

⊙

ہر لحظہ دیکھتا ہوں زمانے کی شان اور
گویا زمین اور ہے اور آسمان اور
دل اُس بتِ فرنگ سے ملنے کی شکل کیا
میرا طریق اور ہے اس کی ہے شان اور

کیونکر زباں ملانے کی حسرت بیاں کروں
اس کی زبان اور ہے میری زبان اور

⊙

اب شغل زندگی کے ہیں قانون ہی کچھ اور
کیسی غزل یہاں تو ہے مضمون ہی کچھ اور
وہ جادوئے سخن ہے نہ وہ رنگِ انجمن
تہذیبِ مغربی کے ہیں افسون ہی کچھ اور

⊙

میلِ نظر ہے زلفِ مسِ کجکلاہ پر
سونا چڑھا رہا ہوں میں تارِ نگاہ پر
اچھا ہوا مقابلۂ برقِ حسن و عشق
اُن کو ہنسی جو آ گئی عاشق کی آہ پر

⊙

یا شہیدِ جلوۂ ساقی ہو یا میخانہ چھوڑ
ہوش کی پروا نہ کر یا شیشہ و پیمانہ چھوڑ
دین نبھنے کا نہیں ان صورتوں کے سامنے
یا پہن زنار اکبر یا درِ بت خانہ چھوڑ

⊙

جب مانتے ہو تم کہ خدا بھی ہے کوئی چیز
پھر کیوں نہیں کہتے کہ دعا بھی ہے کوئی چیز
واعظ نے کہا خوفِ خدا بھی ہے کوئی چیز
اُس بت نے کہا میری ادا بھی ہے کوئی چیز
کہتا ہے معالج کہ دوا کا بس اثر دیکھ
فریادِ زباں ہے کہ مزا بھی ہے کوئی چیز
پنہاں ہیں خموشی و تصوّر میں کمالات
لیکن اثرِ لفظ و صدا بھی ہے کوئی چیز
کھلتے ہوئے عقدے نظر آتے ہیں ہزاروں
معلوم ہوا عقدہ کشا بھی ہے کوئی چیز
بے ساختہ آتی ہے مصیبت میں یہ لب پر
فطرت ہی کی جانب سے دعا بھی ہے کوئی چیز
معنی کو ضرورت نہیں الفاظ کی اکبؔر
سب جانتے ہیں حسن صدا بھی ہے کوئی چیز

⊙

کم سن ہو ابھی تجربہ دنیا کا نہیں ہے
تم خود ہی سمجھ لو گے خدا بھی ہے کوئی چیز

تدبیر سدا راست جو آتی نہیں اکبرؔ
انسان کی طاقت کی سوا بھی ہے کوئی چیز

ہم مصلحتِ وقت کے منکر نہیں اکبرؔ
لیکن یہ سمجھ لو کہ وفا بھی ہے کوئی چیز

میں نے کہا کیوں لاش پہ آقا کی ہے مرتا
ہوٹل کی طرف جا کہ غذا بھی ہے کوئی چیز

کتے نے کہا ہو یہ جہالت کہ تعصّب
لیکن مرے نزدیک وفا بھی ہے کوئی چیز

⊙

طبع کرتی ہے ترے عشق کی تائید ہنوز
ان جفاؤں پہ بھی ٹوٹی نہیں اُمید ہنوز

قصۂ شوق کو چھیڑا ہے ازل سے دل نے
خاتمے پر مگر آئی نہیں تمہید ہنوز

نہ خوشی ہوتی ہے دل کو نہ طبیعت کو ابھار
پھر بھی سالانہ کئے جاتے ہیں ہم عید ہنوز

اور کچھ اس کے سوا کر نہیں سکتے ناصح
بس چلی جاتی ہے تعلیم کی تاکید ہنوز

کس قدر حار تھے سید کے وہ اجزائے رِفارم
علماء دے رہے ہیں قوم کو تبرید ہنوز

دل تو مدت سے ہے خاکِ درِ دَیر اے اکبرؔ
ہاں زباں پر ہے مگر کفر کی تردید ہنوز

⊙

غمِ جاناں سے میں کرنے کا نہیں جان عزیز
ہے سوا جان سے بھی مجھ کو یہ مہمان عزیز

⊙

نگاہ اُس بتِ بے دیں کی ہے شراب فروش
عجب نہیں مجھے مستی کرے شباب فروش
کہا جو اُس نے کہ اب میں پھروں گا بے پردہ
منہ اُس کا دیکھ کے بس رہ گئے نقاب فروش

⊙

اہل مذہب میں زیادہ تر ہے بس لفظی نزاع
ایک ہی مالک جہاں کا ہے تو پھر کیسی نزاع
ایک ہے پریوں کا قائل ایک کو انکار ہے
سب نزاعوں میں جو ہے تو بس یہی اچھی نزاع
علم اگر ہوتا زیادہ اور ہوتی حرص کم
صلح رہتی بیشتر لوگوں میں کم ہوتی نزاع

⦿

شیخ مائل ہوئے ہیں ساغر و مینا کی طرف
برکتیں نشہ کی لائیں گی کلیسا کی طرف

میں پھنسانے لگا کیوں دامِ بلا میں دل کو
خود کھنچا جاتا ہے اس زلف چلیپا کی طرف

دوستوں نے انھیں حضرت کو خضر سمجھا ہے
ان کی چالیں تو لئے جاتی ہیں اعدا کی طرف

جوشِ گریہ ہے یہ کیوں موسمِ پیری میں مجھے
لوگ جاڑوں میں تو کم جاتے ہیں دریا کی طرف

⦿

گنتی میں زیادہ نہیں ہے قول مرا ایک
بے خوف میں کہتا ہوں اسے یعنی خدا ایک

تثلیث کے قائل نے بھی خالق کو کہا ایک
تھی تین پہ سوئی مری ہیبت سے بجا ایک

کہتے ہو مسلمان ہیں اللہ کے طالب
دس پانچ نہیں مجھ کو دکھا دو تو بھلا ایک

اللہ کی جانب متوجہ رہیں احباب
صف ہو گی شکستہ جو کہیں رُخ نہ رہا ایک

یارب رہے جمعیتِ مسلم یونہی قائم
رُخ ایک رسولؐ ایک کتاب ایک خدا ایک

⊙

پہنچی نگاہِ عقلِ رسا دور دور تک
لیکن نہ جا سکی کبھی اوجِ حضور تک
جامِ مۓ الست سے ایسی تھی بے خودی
ہستی کا اپنی حس نہ ہُوا نفخِ صور تک

⊙

کھنچی ہے ہم پر اس سفّاک کی تیغِ ستم اب تک
یہ کیا کچ ہے کہ ان زخموں پہ بھی زندہ ہیں ہم اب تک

⊙

ملّت کو جو دیکھو تو نہیں حامیٔ دیں ایک
قوت کو جو پوچھو کہیں دو دل بھی نہیں ایک
دل تم نے لیا' دین لیا' مال نہ چھوڑا
باقی ہے مرے پاس فقط جانِ حزیں ایک
ہر ایک کو دو تم نے کیا تیغ ستم سے
اب رہ گئے ہو عرصۂ ہستی میں تمھیں ایک

⊙

کیا جانیے سیّد تھے حق آگاہ کہاں تک
سمجھے نہ کہ سیدھی ہے مری راہ کہاں تک
منطق بھی تو اک چیز ہے اے قبلہ و کعبہ
دے سکتی ہے کام آپ کی واللہ کہاں تک
افلاک تو اس عہد میں ثابت ہوئے معدوم
اب کیا کہوں جاتی ہے مری آہ کہاں تک
کچھ صنعت و حرفت پہ بھی لازم ہے توجہ
آخر یہ گورنمنٹ سے تنخواہ کہاں تک
مرنا بھی ضروری ہے خدا بھی ہے کوئی چیز
اے حرص کے بندو ہوسِ جاہ کہاں تک
تحسین کے لائق ترا ہر شعر ہے اکبرؔ
احباب کریں بزم میں اب واہ کہاں تک

⊙

مل گیا شرع سے شراب کا رنگ — خوب بدلا غرض جناب کا رنگ
چل دیئے شیخ صبح سے پہلے — اُڑ چلا تھا ذرا خضاب کا رنگ
پائی ہے تم نے چاندسی صورت — آسمانی رہے نقاب کا رنگ
صبح کو آپ ہیں گلاب کا پھول — دوپہر کو ہے آفتاب کا رنگ

لاکھ جانیں نثار ہیں اس پر   دیدنی ہے ترے شباب کا رنگ
ٹکٹکی بندھ گئی ہے بوڑھوں کی   دیدنی ہے ترے شباب کا رنگ
جوش آتا ہے ہوش جاتا ہے   دیدنی ہے ترے شباب کا رنگ
رندِ عالی مقام ہے اکبؔر   بو ہے تقویٰ کی اور شراب کا رنگ

⊙

عزیزانِ وطن سوچیں سول سروس سے کیا حاصل
یگانوں میں رہو بیگانہ ہو کر اس سے کیا حاصل
نہ سحرِ چشمِ جاناں ہے نہ لطفِ غمزۂ ساقی
تو پھر صحنِ چمن میں دیدۂ نرگس سے کیا حاصل
نہ ہو ادراک خالق کا، نہ اُبھرے شوق طاعت کا
تو ایسے ذہن سے اکبؔر اور ایسے حس سے کیا حاصل

⊙

گو چکا چوند کا عالم ہے نئی روشنی میں
ہے مگر پیشِ نظر عرش کا تارا اسلام
رغبتِ کفر سے اللہ بچائے سب کو
نور افگن رہے ہر سینہ میں پیارا اسلام
اُن کی خواہش مری نسبت ہو جو کچھ وہ جانیں
میں تو کرتا ہوں دعا لائیں نصارا اسلام

اُن کے مضبوط جہازوں کی مددگار ہے آگ
میری ٹوٹی ہوئی کشتی کا سہارا اسلام
خوفِ حق، الفتِ احمد کو نہ چھوڑ اے اکبر
منحصر ہے انھیں دو لفظوں پہ سارا اسلام

⊙

قرار نہیں ذرا بھی مجھے یہ کیسی حیا کہو تو صنم
اٹھو بھی بس اب کرو نہ غضب گزر گئی شب خدا کی قسم
فراق کی شب نہ ہوگی سحر اجل سے کہو کہ آئے ادھر
عذاب میں ہوں نجات ملی کہاں تلک اب سہوں میں ستم
خوشی بھی ہوئی الم بھی ہوا مزے بھی ملے ستم بھی سہے
نکل چکی دل کی ساری ہوس نظر میں ہے اب سوادِ عدم

⊙

ہوئے ہیں مست مئے عاشقی کے جام سے ہم
خوشا نصیب چھٹے عاقلی کے دام سے ہم
نہیں کوئی شبِ تارِ فراق میں دل سوز
خموش شمع ہے خود جل رہے ہیں شام سے ہم
زمانہ جس کو مٹائے، بھلائے خلق جسے
عبث ہے خوش ہوں جو ایسے نشان و نام سے ہم

خوشی بہت ہے جہاں میں ہمارے گھر نہ سہی
ملول کیوں رہیں دنیا کے انتظام سے ہم
خوشامدی کو مبارک ہو رات دن چکر
یہاں تو رکھتے ہیں بس کام اپنے کام سے ہم
اخیر عمر میں آیا ہمیں خیالِ مآل
بہت دنوں میں ہوئے واقف اپنے کام سے ہم
گناہ کیا جو کہیں ہم بھی السّلامُ علیک
کہ لطف اُٹھاتے ہیں اس بت کی رام رام سے ہم
ہمیں ہے یاد وہ عہدِ الست اے غافل
بہل سکیں گے نہ دنیا کی دھوم دھام سے ہم
چلا ہے فلسفہ لے کر ہمیں سوئے ظلمات
بہت ہی تنگ ہیں اس اسپ بے لگام سے ہم
خیالِ یار میں اُلجھا ہوا ہے تارِ نفس
کبھی نہ ہوں گے رہا عاشقی کے دام سے ہم
جبیں کے عشق سے آخر بچی نہ جان اپنی
تمام ہو گئے اس ماہِ ناتمام سے ہم
اگر وہ کہتے ہیں املی تو ہم کہیں گے یہی
ضرور کیا ہے کریں بحث جا کے آم سے ہم

ملا نہ امن شبستانِ دہر میں دم بھر
چراغِ صبح رہے اس جہاں میں شام سے ہم

اب اور چاہیے نیٹو کے واسطے کیا بات
یہی بہت ہے مشرف ہوئے سلام سے ہم

نگاہِ پیرِ مغاں کہتی ہے مریدوں سے
رہِ سلوک میں واقف ہیں ہر مقام سے ہم

فلک کے دور میں ہارے ہیں بازیِ اقبال
اگرچہ شاہ تھے، بدتر ہیں اب غلام سے ہم

ہماری کوہ نوردی نہیں ہے بے معنی
کہ اُنس رکھتے ہیں اک کبکِ خوش خرام سے ہم

ہمیں خراب کرے گا خیالِ ابروئے یار
مفر نہ پائیں گے اس تیغِ بے نیام سے ہم

سنا ہے علّتِ بادہ کا ہو گیا فتویٰ
خدا نے فضل کیا بچ گئے حرام سے ہم

لئے ہیں ہاتھ میں نامہ کھڑا ہے چپ قاصد
پتا ہے گھر کا نہ واقف ہیں ان کے نام سے ہم

اشارہ کرتی ہے ساقی کی چشمِ مست اکبؔر
کہ دو جہاں کو بھلاتے ہیں ایک جام سے ہم

چھتری اُٹھائی خموشی سے چل دیئے اکبؔر
سفر میں رکھتے نہیں کام ٹیم ٹام سے ہم

⦿

دلِ مایوس میں وہ شورشیں برپا نہیں ہوتیں
امیدیں اس قدر ٹوٹیں کہ اب پیدا نہیں ہوتیں

مری بیتابیاں بھی جزو ہیں اک میری ہستی کی
یہ ظاہر ہے کہ موجیں خارج از دریا نہیں ہوتیں

وہی پریاں ہیں اب بھی راجہ اندر کے اکھاڑے میں
مگر شہزادۂ گلفام پر شیدا نہیں ہوتیں

یہاں کی عورتوں کو علم کی پروا نہیں بے شک
مگر یہ شوہروں سے اپنے بے پروا نہیں ہوتیں

تعلق دل کا کیا باقی میں رکھوں بزمِ دنیا سے
وہ دلکش صورتیں اب انجمن آرا نہیں ہوتیں

ہوا ہوں اس قدر افسردہ رنگِ باغ ہستی سے
ہوائیں فصلِ گل کی بھی نشاط افزا نہیں ہوتیں

قضا کے سامنے بیکار ہوتے ہیں حواس اکبؔر
کھلی ہوتی ہیں گو آنکھیں مگر بینا نہیں ہوتیں

⊙

سانس لیتے ہوئے بھی ڈرتا ہوں — یہ نہ سمجھیں کہ آہ کرتا ہوں
اُن کا گھر چھوڑ کر کہاں جاؤں — دل ہی کے ساتھ میں ٹھہرتا ہوں
ہوں اسیرِ طلسمِ بحرِ فنا — نقش بر آب ہی میں پھرتا ہوں
بحرِ ہستی میں ہوں مثالِ حباب — مٹ ہی جاتا ہوں جب اُبھرتا ہوں
اتنی آزادی بھی غنیمت ہے — سانس لیتا ہوں بات کرتا ہوں
شیخ صاحب خدا سے ڈرتے ہوں — میں تو انگریز ہی سے ڈرتا ہوں
لن ترانی نہیں ہے مانعِ عشق — میں ترے نام ہی پہ مرتا ہوں
آپ کیا پوچھتے ہیں میرا مزاج — شکر اللہ کا ہے مرتا ہوں
یہ بڑا عیب مجھ میں ہے اکبر — دل میں جو آئے کہہ گزرتا ہوں

⊙

فلسفی کو بحث کے اندر خدا ملتا نہیں
ڈور کو سلجھا رہا ہے اور سرا ملتا نہیں
معرفت خالق کی عالم میں بہت دشوار ہے
شہرِ تن میں جبکہ خود اپنا پتا ملتا نہیں
غافلوں کے لطف کو کافی ہے دنیاوی خوشی
عاقلوں کو بے غمِ عقبیٰ مزا ملتا نہیں

کشتیِ دل کی الٰہی بحرِ ہستی میں ہو خیر
ناخدا ملتے ہیں لیکن باخدا ملتا نہیں

غافلوں کو کیا سناؤں داستانِ عشقِ یار
سننے والے ملتے ہیں درد آشنا ملتا نہیں

زندگانی کا مزا ملتا تھا جن کی بزم میں
ان کی قبروں کا بھی اب مجھ کو پتا ملتا نہیں

صرف ظاہر ہو گیا سرمایۂ زیب وصفا
کیا تعجب ہے جو باطن با صفا ملتا نہیں

پختہ طبعوں پر حوادث کا نہیں ہوتا اثر
کوہساروں میں نشانِ نقشِ پا ملتا نہیں

شیخ صاحب برہمن سے لاکھ برتیں دوستی
بے بھجن گائے تو مندر سے ٹکا ملتا نہیں

⊙

جس پہ دل آیا ہے وہ شیریں ادا ملتا نہیں
زندگی ہے تلخ، جینے کا مزا ملتا نہیں

لوگ کہتے ہیں کہ بدنامی سے بچنا چاہیے
کہہ دو بے اس کے جوانی کا مزا ملتا نہیں

اہلِ ظاہر جس قدر چاہیں کریں بحث وجدال
میں یہ سمجھا ہوں خودی میں تو خدا ملتا نہیں

چل بسے وہ دن کہ یاروں سے بھری تھی انجمن
ہائے افسوس آج صورت آشنا ملتا نہیں
منزلِ عشق و توکّل منزلِ اعزاز ہے
شاہ سب بستے ہیں یاں کوئی گدا ملتا نہیں
بار تکلیفوں کا مجھ پر بارِ احساں سے ہے سہل
شکر کی جا ہے اگر حاجت روا ملتا نہیں
چاندنی راتیں بہار اپنی دکھاتی ہیں تو کیا
بے ترے مجھ کو تو لطف اے مہ لقا ملتا نہیں
یعنی اس دل کا کرے اظہار اکبرؔ کس طرح
لفظ موزوں بہرِ کشفِ مدعا ملتا نہیں

◉

کس قدر بے فیض ان روزوں ہوائے دہر ہے
بوئے گل کو دامنِ بادِ صبا ملتا نہیں
فیضِ باطن سے مدد لے، عشق کا ہو جا مرید
اہلِ ظاہر کے ملائے تو خدا ملتا نہیں
ڈھونڈھتے ہیں لوگ اس دنیا میں اطمینانِ دل
کچھ بھی لیکن داغِ حسرت کے سوا ملتا نہیں
نیشنل وقعت کے گم ہونے کا ہے اکبرؔ کو غم
آفیشل عزت کا اُس کو کچھ مزا ملتا نہیں

دل کی ہمدردی سے کچھ تسکین ہوتی تھی مگر
اب تو اس مظلوم کا بھی کچھ پتا ملتا نہیں

بیکسی میری نہ پوچھ اے جادۂ راہِ طلب
کارواں کیسا کہ کوئی نقشِ پا ملتا نہیں

اُس کو اربابِ طریقت میں کروں میں کیا شمار
آپ کی زلفوں سے جس کا سلسلہ ملتا نہیں

جب کہا میں نے مرا دل مجھ کو واپس کیجیے
ناز و شوخی سے وہ بولے کھو گیا، ملتا نہیں

جب کہیں ملتا ہے کرتا ہے نہ ملنے کا گلہ
اور جو ملنے جاتا ہوں مردِ خدا ملتا نہیں

یوں کہو مل آؤں اُن سے لیکن اکبرؔ سچ یہ ہے
دل نہیں ملتا تو ملنے کا مزا ملتا نہیں

⊙

پھر اور کون ہوگا جو آئے ہمارے کام
ہوگے شریکِ حال ہمارے نہ جب تمھیں

دنیا کے انتظام پہ اکبرؔ نہ ہو ملول
انصاف یہ نہیں ہے کہ پا جاؤ سب تمھیں۔

⊙

یہ فقط نہیں ہے کافی کہ مرا مزاج پوچھیں
مرے دردِ دل کو سمجھیں، مری احتیاج پوچھیں

تھا زمانہ کل موافق، مجھے پوچھتا تھا ہر اک
میں تو ان کو دوست سمجھوں کہ جو مجھ کو آج پوچھیں

جنھیں تیری لو لگی ہے وہ جہاں سے بے خبر ہیں
نہ وہ مال و جاہ ڈھونڈیں، نہ وہ تخت و تاج پوچھیں

جو مرض ہے ہم کو لاحق وہی شرطِ زندگی ہے
جو نہ چاہیں اپنا جینا تو کوئی علاج پوچھیں

تو خود اُن کو لکھ عریضہ، نہ کر انتظار اکبؔر
اُنھیں کیا غرض ہے ایسی کہ ترا مزاج پوچھیں

⊙

موسمِ گل میں صبا کو جو ہوئی ناچ کی دُھن
لحن بلبل سے بھی پیدا ہوئی کھماچ کی دُھن

یہ کلاک اچھے سروں میں تو بجا کرتی ہے
مفت پیدا ہوئی ہے آپ کو کیوں واچ کی دُھن

نغمہ سنجی سے بھی آتی تھی خواتین کو شرم
سازِ مغرب سے مگر ہوگئی اب ناچ کی دُھن

⊙

کبھی دل کی ترنگ کا رنگ یہ ہے کہ میں سارے جہاں کو پیار کروں
کبھی طبع میں موج سماتی ہے یہ کہ خود اپنی خودی سے بھی عار کروں
مجھے پیاری اگرچہ ہے جانِ حزیں مگر ان سے سوا یہ عزیز نہیں
وہ گھڑی بھی تو آئے کہ پاؤں انھیں اور انھیں پہ میں اس کو نثار کروں
کبھی غنچہ ہے یہ، کبھی شعلہ ہے یہ، کبھی آئینہ ہے، کبھی قطرۂ خوں
یہ ہے صفحۂ دہر پہ دل کا جو رنگ اسے کون سے مد میں شمار کروں

⊙

فتنہ نہیں فساد نہیں شور و شر نہیں
یاں زن نہیں، زمین نہیں اور زر نہیں
مانا کہ ہر طرح سے میں بے اختیار ہوں
پر یہ بتاؤ تم کو خدا کا بھی ڈر نہیں

⊙

دل زیست سے بیزار ہے معلوم نہیں کیوں
سینے پہ نفس بار ہے معلوم نہیں کیوں
اقرارِ وفا یار نے ہر اک سے کیا ہے
مجھ سے ہی بس انکار ہے معلوم نہیں کیوں
ہنگامۂ محشر کا تو مقصود ہے معلوم
دہلی میں یہ دربار ہے معلوم نہیں کیوں

جس سے دلِ رنجور کو پہنچی ہے اذّیت
پھر اُس کا طلب گار ہے معلوم نہیں کیوں

اے گل ترا نظارہ دل آویز ہے لیکن
پہلو میں ترے خار ہے معلوم نہیں کیوں

افلاس میں مستی تو مجھے خوش نہیں آتی
ساقی کو یہ اصرار ہے معلوم نہیں کیوں

انداز تو عشّاق کے پائے نہیں جاتے
اکبؔر جگر افگار ہے معلوم نہیں کیوں

جینے پہ تو جان اہلِ جہاں دیتے ہیں اکبؔر
پھر یہ تجھے دشوار ہے معلوم نہیں کیوں

⊙

بھولے پن سے پوچھتے ہیں تیری خاطر کیا کریں
اس محل پر رازِ دل ہم اُن پہ ظاہر کیا کریں

ہیں کلکٹر نزع میں، عملے کھڑے ہیں دم بخود
جب خدا ہی ہو گیا حاضر تو ناظر کیا کریں

اُن کی آنکھوں کی خطا کیا خود ہیں ہم الفت میں مست
آپ ہم ایمان چھوڑیں تو یہ کافر کیا کریں

منتیں کیں، ہاتھ جوڑے، سر قدم پہ رکھ دیا
پھر بھی ہے تیوری چڑھی ہم پر اب آخر کیا کریں

⊙

بحثیں فضول تھیں یہ کھلا حال دیر میں
افسوس عمر کٹ گئی لفظوں کے پھیر میں

ہے ملک ادھر تو قحط زدہ اُس طرف یہ وعظ
کشتے وہ کھا کے پیٹ بھرے پان سیر میں

ہیں غش میں شیخ دیکھ کے حسنِ مسِ فرنگ
بچ بھی گئے تو ہوش اُنھیں آئے گا دیر میں

چھوٹا اگر میں گردشِ تسبیح سے تو کیا
اب پڑ گیا ہوں آپ کی باتوں کے پھیر میں

⊙

صبا نے دفترِ گل کے بہت ورق اُلٹے
مگر وہ بوئے معانیِ روئے یار کہاں

میں خاک میں بھی اگر مل گیا تو کیا اُمید
وہ آستانہ کہاں اور مرا غبار کہاں

خیال ایسا نہ فرمایئے مری نسبت
بھلا حضور کہاں اور یہ خاکسار کہاں

⊙

ہجر کی رات یوں ہوں میں حسرتِ قدِ یار میں
جیسے لحد میں ہو کوئی حشر کے انتظار میں

دل ہے ملولِ فرقتِ قامت و روئے یار میں
بھاڑ میں جائیں سرو و گل آگ لگے بہار میں

سوزِ نہاں ہے فرقتِ شمعِ جمالِ یار میں
آگ سی لگی ہوئی رشتۂ جانِ زار میں

کیا میں خوشی سے ہوں بسا کوچۂ زلفِ یار میں
کوئی بلا میں کیوں پھنسے دل ہو جو اختیار میں

ہونے دے انقلابِ چرخ کوہِ الم کو لے اُٹھا
وزن مگر سبک نہ ہو دیدۂ اعتبار میں

پایا ہوائے دہر کو دشمنِ انبساطِ دل
کھلتے ہیں کب گلِ مراد گلشنِ روزگار میں

کر دیا ایسا زار و خشک منزلِ عشق نے مجھے
خار چبھے گا مجھ میں کیا میں ہی چھپا ہوں خار میں

آئی نسیم باغ میں میرے یہاں نہ آئے تم
لالۂ و گل بہت کھلے دل نہ کھلا بہار میں

مستیِ عشق کا مزا عہدِ شباب ہی میں ہے
بادہ کشی کا لطف اگر ہے تو فقط بہار میں

مہر و کرم نے آپ کے ذرّہ نوازیاں یہ کیں
بات تو ورنہ کچھ نہ تھی بندۂ خاکسار میں

تم تو بھلا کے وعدے کو شام سے پڑ کے سو رہے
جاگا کیا میں صبح تک حسرت و انتظار میں

سینے سے تیرے متصل شاید اسے قرار ہو
گوندھ لے میرے دل کو بھی اپنے گلے کے ہار میں

رنگِ جہاں کے ساتھ کاش میری بھی ہو یونہی بسر
جیسے گل و نسیم کی نبھ گئی چاہ و پیار میں

وقعتِ ریشِ شیخ کو دیکھ کے یہ ہوا یقیں
خرمنِ خس بھی شرط ہے گلشنِ اعتبار میں

کھلنے پہ آئی ہے کلی بلبلوں کو ہے بے کلی
حسن تو ہے ابھار پر عشق ہے انتظار میں

ذکر مرا ہے کو بہ کو پھیلی ہے بات چار سو
آتی ہے کچھ جنوں کی لو بیٹھا ہوں کوئے یار میں

سینے میں کیوں خلش ہے یہ جان میں کیوں تپش ہے یہ
عقل کی سرزنش ہے یہ دل کو رکھ اختیار میں

الفتِ زلف قہر ہے حق میں ہمارے زہر ہے
بحرِ بلا کی لہر ہے روح ہے انتشار میں

بھونرے ہیں مستِ بوئے گل تیریاں ہیں سوئے گل
سب کو ہے جستجوئے گل موسم خوشگوار میں

سنبلِ تر پہ خوب ہے جلوۂ شبنمِ لطیف
زلفِ پری کے تار ہیں گوہرِ آب دار میں

⊙

دورِ شراب لالہ فام کیوں نہ ہو لالہ زار میں
کچھ تو مزا ہو زیست کا کچھ تو کھلیں بہار میں
بادِ صبا کا ناچ ہو نغمہ سرا ہوں بلبلیں
شاخوں کی گود میں ہوں گل، وہ ہوں مرے کنار میں
ہو اثرِ سرورِ مے، کیف میں ہو ہر ایک شے
دل میں ہوں زمزموں کی لے، بول بجیں ستار میں
آنکھ کی ناتوانیاں، حسن کی لن ترانیاں
پھر بھی ہیں جانفشانیاں کوچۂ انتظار میں
عشق میں نفع ہے ضرر اشک گریں تو ہے گہر
یاں تو ہیں پارۂ جگر لعل کے اعتبار میں
عشق ہو کس طرح نہاں لب پہ ہے غم کی داستاں
کہنے میں اب نہیں زباں، دل نہیں اختیار میں

⊙

بے بہرہ ہیں نور سے وہ آنکھیں جو تیرے لئے غمناک نہیں
سرمہ وہ بصر افروز نہیں جس میں ترے در کی خاک نہیں

بیگانہ سرور سے ہے وہ دل جو تیرے لیے غمناک نہیں
سرمہ وہ بصر افروز نہیں جس میں ترے در کی خاک نہیں

⊙

اُس رخ پہ نظر کا شوق جو ہو آنکھوں کو تو اپنی اشک سے دھو
بے اس کے طہارت دل کی نہیں، بے اس کے نگاہیں پاک نہیں
رشتہ تو بتوں سے اُلفت کا قائم ہی ہے دل میں مدت سے
زنار پہننی باقی ہے اس میں بھی مجھے کچھ باک نہیں
ہے مستیِ عشق نصیب مجھے مشغول میں رہتا ہوں دل سے
حاجت نہیں مے کی میرے لیے، انگور کی مجھ کو تاک نہیں
صورت کی ہے ان میں جلوہ گری، معنی سے ہو بالکل بے خبری
ہیں کام تو ان کے صاف بہت، نیت کے مگر یہ پاک نہیں
پلٹیں یہ نگاہیں لاکھ طرح خود اپنی مشاہد ہو نہ سکیں
کیا اصل و حقیقت ہے میری ادراک کو یہ ادراک نہیں
ان مدعیوں کا طرز عمل اکبرؔ یہ شہادت دیتا ہے
پڑھنے کو کتابیں پڑھ لی ہیں سمجھے یہ مگر کچھ خاک نہیں

⊙

پیش کر دینا شکایت کا تو کچھ مشکل نہیں
لیکن اُن کو رنج ہوگا مجھ کو کچھ حاصل نہیں

عاشقوں کی زیست پر کیونکر نہ رشک آئے مجھے
زندگی کے بھی مزے پھر موت سے غافل نہیں
کیا طریقِ طالبِ دنیا کی جانب رخ کروں
دل کو ہو جس میں سکوں ایسی کوئی منزل نہیں
قوم میں گو علم پھونکے بھی ہوائے زندگی
جان کیا پیدا ہو جب دو شخص بھی یک دل نہیں

⊙

مشرقی تو سرِ دشمن کو کچل دیتے ہیں
مغربی اُس کی طبیعت کو بدل دیتے ہیں
ناز کیا اس پہ جو بدلا ہے زمانے نے تمھیں
مرد وہ ہیں جو زمانے کو بدل دیتے ہیں
حضرتِ ہوش ہیں گو دل کے وفادار رفیق
آپ کی یاد جو آتی ہے تو چل دیتے ہیں

⊙

تخت کے قابض وہی اقلیم ان کے ہاتھ میں
ملک اُن کا، رزق کی تقسیم اُن کے ہاتھ میں
برق کی صورت پہنچتا ہے طبائع پر اثر
آ گیا تارِ امید و بیم اُن کے ہاتھ میں

ہم کو سایے پر جنوں، وہ دھوپ میں مصروفِ کار
مس پہ ہے اپنی نظر اور سیم اُن کے ہاتھ میں

صبر باقی ہے نہ ہم میں باہمی اعزاز ہے
سب کی ہے تذلیل اور تعظیم اُن کے ہاتھ میں

شیخ کی جانب کوئی جاتا نہیں کہتے ہیں سب
ہے فقط اب کوثر و تسنیم اُن کے ہاتھ میں

مغربی رنگ و روش پر کیوں نہ آئیں اب قلوب
قوم اُن کے ہاتھ میں، تعلیم اُن کے ہاتھ میں

خوب تر ہم سے ہیں ان کے دل میں اخلاقی اصول
گو نہیں ہے دینِ ابراہیمؑ اُن کے ہاتھ میں

جج بنا کر اچھے اچھوں کا لبھا لیتے ہیں دل
ہیں نہایت خوشنما دو جیم اُن کے ہاتھ میں

مغرب ایسا ہی رہا اور ہے اگر مشرق یہی
ایک دن دیکھیں گے ہفت اقلیم اُن کے ہاتھ میں

⊙

دلیلیں فلسفہ کو نورِ باطن کر نہیں سکتیں
کواکب کی شعاعیں رات کو دن کر نہیں سکتیں

ضروری چیز ہے اک تجربہ بھی زندگانی میں
تجھے یہ ڈگریاں بوڑھوں کا ہم سِن کر نہیں سکتیں

طلب کر دین سے اے محوِ نیچر جوشِ بامعنی
صدائیں مرغ کی کارِ موذّن کر نہیں سکتیں
جہاں کی زینتیں راحت رساں ہیں چشمِ غافل میں
مگر حق جُو کے مضطر دل کو ساکن کر نہیں سکتیں

⊙

کچھ نہ پوچھ اے ہمنشیں میرا نشیمن تھا کہاں
اب تو یہ کہنا بھی مشکل ہے وہ گلشن تھا کہاں
سامنے وہ تھے تو کہتا حالتِ دل کس طرح
ہوش میں اس وقت میں اے مشفقِ من تھا کہاں
دل جوانی میں ہماری جان کا خواہاں ہوا
آج تک سینے میں پوشیدہ یہ دشمن تھا کہاں
کر لیا ہم نے ازل میں شوق سے عہدِ الست
پیشِ چشم اس وقت یہ دیرِ برہمن تھا کہاں
دہر میں خارِ تعلق سے الجھتا کس طرح
کر چکا تھا میں جنوں کو نذر دامن تھا کہاں

⊙

سچ ہے کسی کی شان یہ اے نازنیں نہیں
تو ہر جگہ ہے جلوہ گر اور پھر کہیں نہیں

میں نے وفورِ شوق میں شاید سنا نہ ہو
یا شاید آپ ہی نے نہ کی ہو نہیں نہیں

ان تیوروں کا میں تو ہوں کشتہ شبِ وصال
دل میں ہزار شوق زباں پر نہیں نہیں

دستِ جنوں سے قطع ہوا پیرہن مرا
دامن نہیں ہے جیب نہیں آستیں نہیں

کیا زورِ طبع ہو کہ نہیں کوئی معترض
کیا نکتہ سنجیاں ہوں کوئی نکتہ چیں نہیں

میں تم سے کیا بتاؤں کہ اس وقت ہوں کہاں
جب تم ہو پیشِ چشم تو پھر میں کہیں نہیں

میری نگاہِ شوق کا اللہ رے اثر
معشوق بھول جاتے ہیں اپنی نہیں نہیں

جب سے گناہ چھوڑ دیئے سب کھسک گئے
اب کوئی میرا دوست نہیں ہمنشیں نہیں

ہے جس کو شوق اپنی خودی کی نمود کا
سچ پوچھیے تو اس کو خدا پر یقیں نہیں

طالب خدا کی راہ میں سر رکھے مثلِ ماہ
نورِ جبیں کہاں ہو جو داغِ جبیں نہیں

اکبر ہمارے عہد کا اللہ رے انقلاب
گویا وہ آسماں نہیں وہ زمیں نہیں

⊙

یہ تماشے ہیں یہیں زیرِ زمیں تو کچھ نہیں
زندگی جب تک ہے سب کچھ ہے نہیں تو کچھ نہیں
وہ یہ کہتے ہیں کہ دنیا ہی میں ہے سب کچھ حضور
میں یہ کہتا ہوں کہ اے حضرت یہیں تو کچھ نہیں
کارِ دنیا شوق سے کرتے رہو اے دوستو!
لیکن اس کے ساتھ بگڑا کارِ دیں تو کچھ نہیں
اُن کا گھر اور ان کی باتیں دیکھ کر کہنا پڑا
قصرِ عالی شان ہے لیکن مکیں تو کچھ نہیں

⊙

ہوائے نفس کا طوفاں ہے بحرِ زندگانی میں
خدا محفوظ رکھے کشتیِ دل کو جوانی میں
نہیں جمنا کسی کا نقش اس دنیائے فانی میں
حباب آسا مٹا ابھرا جو بحرِ زندگانی میں
حباب آسا رہی وقعت جو ابھرا زندگانی میں
عبث ہے خود نمائی کی ہوا اس بحرِ فانی میں

سکونِ قلب کی دولت کہاں دنیائے فانی میں
بس اک غفلت سی ہو جاتی ہے اور وہ بھی جوانی میں

تری پاکیزہ صورت کر رہی ہے حسنِ ظن پیدا
مگر آنکھوں کی مستی ڈالتی ہے بدگمانی میں

اجل کی نیند آ جاتی ہے آخر سننے والے کو
قیامت کا اثر پاتا ہوں دنیا کی کہانی میں

نسیمِ صبح گاہی نکہتِ گل سے ہے بے پروا
مگر گیسو ترے مصروف ہیں عنبر فشانی میں

حباب اپنی خودی سے بس یہی کہتا ہوا گزرا
تماشا تھا ہوا نے اک گرہ دے دی تھی پانی میں

نہ پوچھ اے ہمنشیں وہ قصۂ عیش و طرب ہم سے
کسے اب یاد ہے اک خواب دیکھا تھا جوانی میں

کمر کا کیا ہوں عاشق کھل گئی زلفِ درازان کی
کمر خود پڑ گئی ہے اک بلائے آسمانی میں

اسی صورت میں دلکش خوبیِ الفاظ ہوتی ہے
کہ حسنِ یار کا پیدا کرے جلوہ معانی میں

زبانِ حال سے پروانۂ بسمل یہ کہتا ہے
حضوری ہو اگر حاصل مزا ہے نیم جانی میں

فلک نے مضمحل کرکے ہمیں خس کر دیا آخر
بہے جاتے ہیں بے مقصود بحرِ زندگانی میں
ادائے شکر کر کہ احتراز اولیٰ ہے اے اکبرؔ
ہزاروں آفتیں شامل ہیں ان کی مہربانی میں

⊙

پریشاں ہوش کو کرتے ہیں، ٹکڑے دل کے کرتے ہیں
مگر عاقل بھی ہیں، کرتے ہیں جو کچھ مل کے کرتے ہیں
حریفوں سے لگاوٹ کرتے ہیں آپس میں لڑتے ہیں
یوں ہی بربادیاں آتی ہیں یوں ہی گھر بگڑتے ہیں
خوشامد کرتے ہیں غیروں کی اور آپس میں لڑتے ہیں
یوں ہی بربادیاں آتی ہیں یوں ہی گھر بگڑتے ہیں
بزرگوں سے عداوت، دوستی بادہ فروشوں سے
اور اس پر مدعی تہذیب کے بن کر اکڑتے ہیں
اُلجھنا زلفِ مغرب میں دکھاتا ہے رہِ دنیا
مگر دینی مقاصد میں ہزاروں پیچ پڑتے ہیں
تعجب نخوتِ اہلِ زمیں پر مجھ کو آتا ہے
یہ اس پر کیوں اکڑتے ہیں کہ جس میں مر کے گڑتے ہیں
ہمارا جوش میں آنا دکھا ہی دے گا رنگ اپنا
ابھی اس میکدے میں ہم پڑے گوشے میں سڑتے ہیں

تحیّر آپ کی غزلوں پر آتا ہے مجھے اکبرؔ
بتوں پر آپ مرتے ہیں کہ شیطانوں سے لڑتے ہیں

⊙

ضرورت جب نہیں پھر طبع کا کیوں رخ بدلتے ہیں
چمن ہوتے ہوئے بے فائدہ کانٹوں میں چلتے ہیں
عوض قرآں کی ہے اب ڈارون کا ذکر یاروں میں
جہاں تھے حضرتِ آدم وہاں بندر اچھلتے ہیں
ہمارا داغِ دل کرتا ہے روشن بزمِ معنی کو
تو کیا شکوہ اگر ہم مغربی غمزوں سے جلتے ہیں

⊙

واعظ ہمیں یہ وعظ کا دفتر سنائے کیوں
ہم پوچھتے ہیں عالمِ ہستی میں آئے کیوں
موسیقی و شراب و جوانی و حسن و ناز
بچتا ہے کون اور خدا بھی بچائے کیوں

⊙

حاصل انھیں کیا ایک ایک سے جو افسانۂ حسرت کہتے ہیں
عاقل تو وہی ہیں اے اکبرؔ جو سہتے ہیں اور چپ رہتے ہیں
ہے شاق جدائی آپ کی اب دن رات پریشاں رہتے ہیں
ہم آپ کو بے حد چاہتے ہیں، دل سے ہیں فدا سچ کہتے ہیں

ہے پاسِ شریعت بھی ہم کو، ہیں عشق کی لہریں بھی دل میں
پابند ہیں ساحلِ مذہب کے دریا کی طرح سے بہتے ہیں
اکبر کی برائی اچھائی تو پوچھ محلّے والوں سے
نظم اُن کی سنی ہے البتہ ہاں شعر تو اچھے کہتے ہیں

⊙

وزن اب اُن کا معیّن نہیں ہو سکتا کچھ
برف کی طرح مسلمان گھلے جاتے ہیں
داغ اب ان کی نظر میں ہیں شرافت کے نشاں
نئی تہذیب کی موجوں سے دھلے جاتے ہیں
علم نے، رسم نے، مذہب نے جو کی تھی بندش
ٹوٹی جاتی ہے وہ سب بند کھلے جاتے ہیں
شیخ کو وجد میں لائی ہیں پیانوں کی گتیں
پیچ دستارِ فضیلت کے کھلے جاتے ہیں

⊙

تمھیں جو دیکھ لے پھر کیا وہ محوِ حورِ جنت ہو
قیامت گو کہ برحق ہے مگر تم بھی قیامت ہو
مۓ گلگوں کی جانب دل بہت کھنچتا ہے اے اکبر
مگر مشکل یہی ہے شیخ جی سن لیں تو آفت ہو

⊙

جس کو سارا قصہٗ عہدِ جوانی یاد ہو
کیا عجب ہے عہدِ پیری میں جو وہ ناشاد ہو

⊙

شوخ ایسا ہے کہ اس بت کو اگر کافر کہو
ہنس کے کہتا ہے کہ پیارا لفظ ہے یہ پھر کہو
جو کہو چھا جائے اُن آنکھوں پہ مستی کی طرح
فتنۂ دوراں کہو، ساقی کہو، ساحر کہو
قیمتِ دل سن کے کہتے ہو کہ سودا ہے تجھے
خیر سودا ہی سہی تم بھی تو کچھ آخر کہو

⊙

خوش دلی عشق میں دستور یہی ہے کہ نہ ہو
ہاں اور اُن کو بھی تو منظور یہی ہے کہ نہ ہو
مرضِ عشق بھی کیا چیز ہے جس سے صحبت
آرزوئے دلِ رنجور یہی ہے کہ نہ ہو

⊙

جلایا دل کو تڑپایا جگر کو
خدا رکھے سلامت اُس نظر کو

دلِ سوزاں کی گرمی بڑھتی ہے اور
خدا کے واسطے پہلو سے سر کو
جوانی مار ہی رکھتی ہے اکبر
سنبھالو دل کو یا روکو نظر کو

⊙

آبرو چاہو اگر انگریز سے ڈرتے رہو
ناک رکھتے ہو تو تیغِ تیز سے ڈرتے رہو
ہو مصیبت تو نہیں کچھ خوف سیلِ اشک سے
عیش ہو تو نفسِ طوفاں خیز سے ڈرتے رہو
دیدِ نرگس سے چمن میں لطف اٹھاؤ بے خطر
لیکن اس چشمِ جنوں انگیز سے ڈرتے رہو

⊙

تا بہ سینہ گردنیں جھکنے لگیں تسلیم کو
دردِ دل اٹھا خیالِ یار کی تعظیم کو
گردنِ محرابِ مسجد خم ہوئی تسلیم کو
اُٹھی آوازِ اذاں اسلام کی تعظیم کو
طفلِ دل نے مکتبِ ادراک میں رکھا جو پاؤں
عشق پیدا کر دیا اللہ نے تعلیم کو

⊙

فہم و ادراک میں ہو عقل میں ہو جان میں ہو
حق تو یہ ہے کہ تمھیں جلوہ گر انسان میں ہو

ہاتھ ہو کام میں اور دل ترے ارمان میں ہو
ہے یہی طرزِ عمل خوب جو امکان میں ہو

میں تو سو جان سے مرتا ہوں مری جاں تم پر
تم مری جان بچاؤ اگر امکان میں ہو

چاند پیارا ہے تو کیا اس سے سوا پیارا ہے
صحن میں بیٹھوں میں کیوں یار جو دالان میں ہو

پیاری صورت پہ تو انسان کو آتا ہی ہے پیار
دل کو روکیں کوئی صاحب اگر امکان میں ہو

حسن جس چیز میں ہو دیکھ کے خوش کر دل کو
بند کر لے مگر آنکھیں اگر انسان میں ہو

جھوٹ سے نفرتِ کلّی ہو طمع سے پرہیز
ہو نہ کچھ اور پر اتنا تو مسلمان میں ہو

دل جہاں ہوگا وہاں عشق بھی ہوگا پیدا
خواہ افریقہ میں ہو خواہ پرستان میں ہو

ہے غلامی ہی جو قسمت میں تو ہو لطف کے ساتھ
کہہ دو ہندی سے کہ آباد پرستان میں ہو

آپ کی آنکھ میں کس نے یہ بھرا ہے جادو
اس کا ایما ہے کہ لغزش مرے ایمان میں ہو

کاہلی اور توکّل میں بڑا فرق ہے یار
اُٹھو کوشش کرو بیٹھے ہوئے کس دھیان میں ہو

ٹھیک ہو دل کی جو نسبت تو اثر دیں نالے
سُر میں آواز ہو اکبرؔ تو مزا تان میں ہو

⊙

ممکن نہیں کہ عشق ہو اور دل حزیں نہ ہو
میرا ہی حال دیکھ لے جس کو یقیں نہ ہو

⊙

گرمِ نظارہ ہر اک سمت سرِ راہ نہ ہو
رہزنِ عقل کوئی صورتِ دل خواہ نہ ہو

شارحِ معنیِ حسنِ بتِ دل خواہ نہ ہو
فہمیں قاصر نہ ہوں خلقت کہیں گمراہ نہ ہو

یار کے دل میں اثر ہو یہ ہے مقصودِ کلام
اس کی پروا نہیں محفل میں اگر واہ نہ ہو

یہ چمک اس کی ہے اے جان تمھارے دم سے
تم جو پہلو میں نہ ہو لطفِ شبِ ماہ نہ ہو

قلقلِ شیشہ کو سنیے تو ذرا حضرتِ شیخ
دیکھئے تو کہیں اس قل میں ہو اللہ نہ ہو

جانتا ہوں میں شبِ وصل کی کوتاہی کو
یہ دعا ہے کہ مری عمر سے کوتاہ نہ ہو

یہ ادائیں، یہ لگاوٹ، یہ بلا کی چتون
میں تو کیا ضبط فرشتوں سے بھی واللہ نہ ہو

اک زمانہ ہے مرے قصۂ غم سے واقف
اس کا باعث جو ہے شاید وہی آگاہ نہ ہو

بے رخی اس بتِ کمسن کی نہیں باعثِ یاس
نظرِ شوق سے شاید ابھی آگاہ نہ ہو

کیوں گلابی کے عوض پہنا ہے جوڑا کاہی
طعنہ زن گل پہ مری جان کہیں کاہ نہ ہو

شیخ کہتا ہے برائی بتِ خوش رو کی کرو
دل دھڑکتا ہے کہ ناخوش کہیں اللہ نہ ہو

چشمِ کافر کا اشارہ ہے کہ ایماں کیسا
چہرہ ہنستا ہے کہ دیکھو کوئی گمراہ نہ ہو

اک ترحم کی نظر یار نے کی ہے آخر
دل سے نکلے تو کہاں تک اثرِ آہ نہ ہو

اپنے ہاتھوں سے جو دو تخلیہ میں جامِ شراب
شیخ صاحب کو ذرا عذر بھی واللہ نہ ہو

اور سوا اس کے وہ اک شخص ہیں معقول پسند
غالباً جاڑوں میں یوں بھی انہیں اکراہ نہ ہو

جوششِ گریۂ پیہم کا ہے باعث رخِ یار
جزر و مد ہو نہ سمندر میں اگر ماہ نہ ہو

ہو نمود اور حسینوں کی چلے جائیں جو آپ
رونق آ جائے کواکب میں اگر ماہ نہ ہو

میں سمجھتا ہوں کہ حوریں جو نہ ہوں جنت میں
تو عزازیل پھر انسان کا بدخواہ نہ ہو

دوست کا دوست نہ ہو جو وہ مرا دشمن ہے
نہ ملے مجھ سے وہ' اس کا جو بھی خواہ نہ ہو

سالکِ راہِ محبت کو خرد سے کیا کام
وہ تو چاہے گا کہ خود ہوش بھی ہمراہ نہ ہو

خرچ کیسا' ہیں فقط جمع کے شائق احباب
میں تو خوش ہوں اگر افزائشِ تنخواہ نہ ہو

گل پہ بلبل بھی فدا بادِ صبا بھی صدقے
صورت اچھی ہو تو پھر کون ہوا خواہ نہ ہو

نرگسِ مست تری قاتلِ عالم نکلی
کہیں صیادِ اجل کی یہ کمیں گاہ نہ ہو

پھر جو آنی ہے شب ہجر تو آ جائے اجل
ایسی تکلیف مجھے پھر مرے اللہ نہ ہو

منتوں کی اُدھر افراط ادھر کھٹکوں کی
ڈھونڈھوں وہ شہر کہ جس میں کوئی درگاہ نہ ہو

زلفِ ابجد کی کہیں نفی نہ کر دے ہندی
لام کی جا کہیں لا اے مرے اللہ نہ ہو

مردِ آزاد ہوں مجھ سے یہ تکلف کیسا
بس مرے ساتھ تو یہ واللہ و باللہ نہ ہو

دسترس صید پہ حاصل تجھے ہو خواہ نہ ہو
شیر ہی بن کے نکل صورتِ روباہ نہ ہو

ذوقِ آرام بجا شوقِ تعلیٰ بے جا
طلبِ رزق ہو لیکن ہوسِ جاہ نہ ہو

دل کو بے عشق حقیقی نہیں ہوتی حرکت
وہیں چلتی ہے یہ کشتی کہ جہاں تھاہ نہ ہو

خیر خواہ آج زمانے میں کہاں ملتے ہیں
ہے یہی لاکھ غنیمت کوئی بدخواہ نہ ہو

محوِ تمکیں رہے، نفرت ہو سبک وضعی سے
صورتِ کوہ ہو انساں صفتِ کاہ نہ ہو
شرک ہے اپنی خودی کا اگر آتا ہے خیال
کفر ہے جان سے پیارا اگر اللہ نہ ہو
یا قدم منزلِ یوسف میں نہ رکھ اے طالب
یا نہ کر شرط کہ واں گرگ نہ ہو چاہ نہ ہو
بند کر بیٹھا ہو آنکھیں جو تمھاری دُھن میں
کیا عجب شورِ قیامت سے بھی آگاہ نہ ہو
ہے اگر منزلِ راحت کی تلاش اے اکبر
وہ جگہ ڈھونڈھ تمنا کی جہاں راہ نہ ہو
تم اگر چاہو برائی نہ کسی کی اکبر
پھر تمھارا بھی جہاں میں کوئی بدخواہ نہ ہو

⦿

شکر ہے راہِ ترقی میں اگر بڑھتے ہو
یہ تو بتلاؤ کہ قرآں بھی کبھی پڑھتے ہو
شیخ صاحب کا تعصب ہے جو فرماتے ہیں
اونٹ موجود ہے پھر ریل پہ کیوں چڑھتے ہو
یہ سوال ان کا ہے البتہ بہت با معنی
کہ سمجھ بوجھ کے قرآں بھی کبھی پڑھتے ہو

دین کو سیکھ کے دنیا کے کرشمے دیکھو
مذہبی درس الف بے ہو، علیگڑھ تے ہو

⊙

بہت رہتی ہے حیراں دیکھ کر گو تیری قدرت کو
ادا کرتی نہیں چشمِ تماشا حقِ حیرت کو

⊙

بہت خوش ہے کہ قد میں بعثِ چیں کے مطابق ہے
ہمارے طفلِ دل نے کھیل سمجھا ہے قیامت کو

⊙

سب ہو چلے ہیں اس بت کافر ادا کے ساتھ
رہ جائیں گے رسولؐ ہی بس اب خدا کے ساتھ
جادو کیا یہ کس بتِ کافر نگاہ نے
اسلام میں وفا نہ رہی اتقا کے ساتھ
خوابِ اجل ہی نیند کے بدلے اب آئے گا
دیوانہ کر دیا مجھے اک شب سلا کے ساتھ
واعظ کے اعتراض سے تنگ آ گیا ہوں میں
اس کو بھی دیکھ لو کبھی تم اک ادا کے ساتھ
اکبر دعا کا ذوق ہو کیونکر نصیب دل
اُٹھے نہ دردِ دل بھی جو دستِ دعا کے ساتھ

⊙

کرتے ہو تم خوشامدِ دنیا بڑھا کے ہاتھ
اللہ کی طرف نہیں اُٹھتے دعا کے ہاتھ

⊙

اچھی نہیں شے کوئی محبت سے زیادہ
وہ بھی ہے بری ہو جو ضرورت سے زیادہ
اے حسن کے مائل یہ نصیحت مری سن لے
سیرت پہ نظر چاہیے صورت سے زیادہ
سیّد سے علی گڑھ میں یہ جا کر کوئی کہہ دے
ہے تجھ کو طلب قوم کی قسمت سے زیادہ
مجھ رند سے اس درجہ نہ ہو محترز اے شیخ
تو پاک نہیں ہے مری نیت سے زیادہ
اک بوسہ پہ وہ ٹال گئے ہم بھی رہے چپ
سمجھے کہ کسے ملتا ہے قسمت سے زیادہ

⊙

عشقِ بتاں میں اکبرِ ناداں تیری یہ حالت توبہ توبہ
ایسے مسلمِ فخرِ حرم کی دیر میں ذلّت توبہ توبہ
دیوانوں سے شعر نہ چھینیے سب کا خلاصہ مجھ سے سنیے
آپ کی صورت سبحان اللہ میری نیت توبہ توبہ

مذہب چھوڑو، ملّت چھوڑو، صورت بدلو، عمر گنواؤ
صرف کلرکی کی امید اور اتنی مصیبت توبہ توبہ
سڑ کے کھنچی ہے دستِ نجس سے بوئے بد بھی آتی ہے اس سے
ایسی چیز سے بھائی صاحب آپ کو رغبت توبہ توبہ

⊙

خرمنِ گل کو خزاں لے جائے گی اک بار باندھ
آشیانہ یاں نہ تو اے عندلیبِ زار باندھ
شعر میں اکبر یہی مضمون تو ہر بار باندھ
اے مسلماں سبحہ لے اے برہمن زنار باندھ
سر میں سودا آخرت کا ہو یہی مقصود ہے
مغربی ٹوپی پہن یا مشرقی دستار باندھ
خلق تجھ سے بے خبر ہے دے خبر خالق کو تو
تار برقی گر نہیں ہے آنسوؤں کا تار باندھ

⊙

بیکار شب کو یوں سرِ بستر پڑا نہ رہ
اکبر جو تجھ کو نیند نہ آئے تو شعر کہہ

⊙

بچنا فضول گوئی سے ہے مقصدِ سکوت
معقول بات ذہن میں آئے تو چپ نہ رہ

نامِ خدا بڑھے ہیں کہیں آپ بدر سے
چودہ شبیں وہاں ہیں تو یاں سال چار دہ
یہ عمر یہ جمال یہ جادو بھری نگہ
پھر اس پہ واعظوں کا یہ کہنا کہ باز رہ

◉

ٹٹو پہ جس طرح سے ہو تازی کا ساز بوجھ
یوں بابوانِ ہند پہ ہے اب نماز بوجھ
کپتان اپنی موج میں ہے ہم ہیں ڈوبتے
واللہ قوم پر ہے یہ قومی جہاز بوجھ
منصور سر کٹا کے سبکدوش ہو گیا
تھا سخت اس کے دل پہ انا الحق کا راز بوجھ
اکبر کے واسطے بھی وہی شرط پاس کی
ہر ایک پر نہ لادیے بے امتیاز بوجھ

◉

جو کر دے حسن کو مشتاق و بیتاب
غضب ہے وہ ادائے عاشقانہ
سنا خونِ جگر کھاتا ہے اکبر
مبارک یہ غذائے عاشقانہ

⊙

آئینہ کہہ دے بہارِ غفلت افزا ہو چکی
دل سنوار اپنا جوانی تو خود آرا ہو چکی

خانۂ تن کی خرابی پر بھی لازم ہے نظر
زینت و آرائشِ قصرِ معلیٰ ہو چکی

بےخودی کی دیکھ لذّت کر کے ترکِ آرزو
ہو چکی حدِّ ہوس مشقِ تمنا ہو چکی

حسنِ مطلق کے تصور سے بھی لے دو ایک جام
روئے زیبا ہو چکا زلفِ چلیپا ہو چکی

چل بسے یارانِ ہمدم اُٹھ گئے پیارے عزیز
آخرت کی اب کر اکبر فکرِ دنیا ہو چکی

⊙

نکہتِ گل سے شمیمِ زلف یاد آ ہی گئی
آج تو مجھ کو نسیمِ صبح تڑپا ہی گئی

بادۂ عرفاں کی مستی روح کو بھا ہی گئی
عقل سر میں رہ گئی دل میں کچھ اور آ ہی گئی

اس جفا پر بھی طبیعت اُس پہ بس آ ہی گئی
اک ادا ظالم نے ایسی کی کہ وہ بھا ہی گئی

عاشقوں میں رسمِ عیشِ دنیوی رائج نہیں
قیس کب دولہا بنا لیلیٰ کہاں بیاہی گئی

اک لطافت قلب میں تھی عقل و حکمت کے سوا
رہ گئے سب وہ مگر پرتو ترا پا ہی گئی

مختلف شکلوں میں آ کر ہو گئی آخر ہوا
ابر کی پھبتی مری امید پر چھا ہی گئی

عشوہ ہائے دشمنِ ایماں کا اک طوفان تھا
دیکھ کر بت کو مگر یادِ خدا آ ہی گئی

خوش نصیبی زالِ دنیا کی تعجب خیز ہے
چاہے جانے کی نہ تھی لائق مگر چاہی گئی

مستیِ مے سے نظر ان کی تھی تیغِ بے نیام
نشۂ عشق و جنوں سے پھر بھی شرما ہی گئی

سیکھ لو بدلی سے تم طرزِ عمل اے عاملو
جو سمندر سے لیا تھا ہم پہ برسا ہی گئی

اپنے تمکین و تحمل پر بہت نازاں تھا میں
اک بتِ کافر کی چشمِ مست تڑپا ہی گئی

⦿

رقص کرتی ہے صبا نغمہ سرا ہے بلبل
شاہدِ گل کے لیے ناچ بھی ہے گانا بھی

ہر رکاوٹ کی وہ دھج ہے کہ تڑپ جاتا ہے دل
کسی استاد سے تم سیکھے ہو شرمانا بھی

⊙

کچھ طرزِ ستم بھی ہے، کچھ اندازِ وفا بھی
کھلتا نہیں حال ان کی طبیعت کا ذرا بھی
عشوہ بھی ہے، شوخی بھی، تبسم بھی، حیا بھی
ظالم میں اور اک بات ہے ان سب کے سوا بھی
ایمان بھی تھا، علم بھی تھا، عقل رسا بھی
وہ لے گئے دل اور کوئی بولا نہ ذرا بھی
الفت ہی میں کرتے ہیں شکایت بھی گلا بھی
اب اس کو بھلا دو کچھ اگر میں نے کہا بھی
سچ بات کا انکار میں کیونکر کروں اے بت
بے شک مجھے آتی ہے کبھی یادِ خدا بھی
سالک کو دمِ تیغ ہے قطعِ رہِ توحید
دو ہو گیا اک آن میں چوکا جو ذرا بھی
کچھ قدر نہ کی عہد جوانی کی صد افسوس
ہم رہ گئے غفلت میں یہ آیا بھی گیا بھی
تصدیق ہوئی دیکھ کے وہ قامت زیبا
سنتا تھا کہ فتنے ہیں قیامت کے سوا بھی

دیکھیں کسے حاصل ہو قدم بوسیِ جاناں
پسنے کو ہے موجود مرا دل بھی حنا بھی
ڈاڑھی پہ بھی واعظ کے ہے تلووں پہ بھی اُن کے
چالاک مرے ہاتھوں کی صورت ہے حنا بھی
باقی نہ رہا خون بھی اب میرے جگر میں
افسوس ہوا چاہتی ہے ترک غذا بھی
کیونکر کہوں رنگینیٔ باطن سے ہے عزت
پامال نظر آتی ہے مجھ کو تو حنا بھی
چپ رہتا ہوں تو کہتے ہیں الفت نہیں تجھ کو
کرتا ہوں خوشامد تو یہ فرماتے ہیں جا بھی
سنتے ہیں کہ اکبرؔ نے کیا عشقِ بتاں ترک
اس بات سے تو خوش نہ ہوا ہوگا خدا بھی

⊙

نظرِ لطف سے بس اک ہمیں محروم رہے
اور کیا عرض کریں آپ کو معلوم رہے

⊙

چمن کی یہ کیسی ہوا ہو گئی کہ صرصر سے بدتر صبا ہو گئی
عیادت کو آئے شفا ہو گئی علالت ہماری دوا ہو گئی

وہ اُٹھے تو لاکھوں ہی فتنے اُٹھے　　چلے تو قیامت بپا ہو گئی
پڑھی یادِ رُخ میں جو میں نے نماز　　عجب حسن کے ساتھ ادا ہو گئی
تماشائے مقتل کو آئے جو وہ　　تڑپنے کی لذت سوا ہو گئی
محبت کی گرمی بھی کیا چیز ہے　　طبیعت مری کیا سے کیا ہو گئی
لگاوٹ بہت ہے تری آنکھ میں　　اسی سے تو یہ فتنہ زا ہو گئی
میں ممنون ہوں وعدۂ یار کا　　تسلّی تو خیر اک ذرا ہو گئی
بتوں نے بھلایا جو دل سے مجھے　　مرے ساتھ یادِ خدا ہو گئی
اُنھیں نے عطا کی تھی جانِ حزیں　　ہوا خوب اُنھیں پر فدا ہو گئی

⊙

مری روح تن سے جدا ہو گئی　　کسی نے نہ جانا کہ کیا ہو گئی
بہت دخترِ رز تھی رنگیں مزاج　　نظر ملتے ہی آشنا ہو گئی
مریضِ محبت ترا مر گیا　　خدا کی طرف سے دوا ہو گئی
نہیں تھی تو نامِ کمر کیوں ہوا　　جو پیدا ہوئی تھی تو کیا ہو گئی
نہ تھا منزلِ عافیت کا پتا　　قناعت مری رہنما ہو گئی
ملا میں بھی اک رات دنیا سے خوب　　مرے گھر بھی یہ بیسوا ہو گئی
ستایا بہت حاسدوں نے مجھے　　تری مہربانی جفا ہو گئی
گھٹی گو کہ رندی سے وقعت مری　　طبیعت مگر بے ریا ہو گئی
گوارا نہ تھا ذکرِ خونِ جگر　　مگر اب تو میری غذا ہو گئی

بتوں کو محبت نہ ہوتی مری　　خدا کا کرم ہو گیا، ہو گئی
اشارہ کیا بیٹھنے کا مجھے　　عنایت کی آج انتہا ہو گئی
رہِ معرفت میں جو رکھا قدم　　خودی بھی بس اک نقشِ پا ہو گئی
کتابِ حقیقت کرے کون ختم　　کہ ہر اک خبر مبتدا ہو گئی
وہ ساری امیدیں ملیں خاک میں　　جو بدلی اُٹھی تھی ہوا ہو گئی
فلک سے مٹا دل کا سارا اُبھار　　جو بدلی اُٹھی تھی ہوا ہو گئی
یہ تھی قیمتِ رزق ٹوٹے جو دانت　　غرض کوڑی کوڑی ادا ہو گئی
پھنسی جسمِ خاکی میں روحِ لطیف　　اسیرِ کمندِ ہوا ہو گئی
دوا کیا کہ وقتِ دعا بھی نہیں　　تری حالت اکبر یہ کیا ہو گئی

⊙

عاشق جو آستانۂ مشکل کشا کی ہے
تابش مری جبین پہ نورِ خدا کی ہے
حبِّ علی سے ہو گی دلوں کی شگفتگی
کلیوں کو احتیاج نسیم و صبا کی ہے
رُوبہ مزاجیاں سگِ دنیا کی دیکھ لیں
حسرت بس اب زیارتِ شیر خدا کی ہے
صورت شگفتہ ہر گلِ رنگیں قبا کی ہے
مستانہ چال باغ میں بادِ صبا کی ہے

آزار ہی نہیں ہے کہ پیدا ہو اشک و آہ
دنیا میں دھوم خوبیِ آب و ہوا کی ہے
پھولوں سے لو لگائے ہے بادِ صبا کی لَے
دمساز تان بلبلِ شیریں نوا کی ہے
سبزہ لہک رہا ہے بصد انبساطِ طبع
سنبل میں تاب بازکی زلفِ دوتا کی ہے
مرغانِ باغ وجد میں ہیں فرطِ شوق سے
ڈوبی ہوئی مزے میں طبیعت ہوا کی ہے
آراستہ ہے ایک طرف بزمِ مومنین
کثرت لبوں پہ حمد و درود و دعا کی ہے
پوچھا جو اس سماں کا سبب بول اُٹھے ملک
پیدائش آج حضرتِ مشکل کشا کی ہے

⊙

دل مرا اُن پہ جو آیا تو قضا بھی آئی
درد کے ساتھ ہی ساتھ اس کی دوا بھی آئی
آئے کھولے ہوئے بالوں کو تو شوخی سے کہا
میں بھی آیا ترے گھر میری بلا بھی آئی
وائے قسمت کہ مرے کفر کی وقعت نہ ہوئی
بت کو دیکھا تو مجھے یادِ خدا بھی آئی

ہوئیں آغازِ جوانی میں نگاہیں نیچی
نشہ آنکھوں میں جو آیا تو حیا بھی آئی
ڈس لیا افعیِ شامِ شبِ فرقت نے مجھے
پھر نہ جاگوں گا اگر نیند ذرا بھی آئی

⊙

فارسی اُٹھ گئی اُردو کی وہ عزت نہ رہی
ہے زباں منہ میں مگر اُس کی وہ قوت نہ رہی
بند کر اپنی زباں ترکِ سخن کر اکبرؔ
اب تری بات کی دنیا کو ضرورت نہ رہی

⊙

روز افزوں ہو محبت وہ ملاقات اچھی
شوق ملنے کا بڑھاتی رہے وہ بات اچھی
وہ عمل کیا جو دلیری کو گھٹائے اے دوست
قوتِ دل کو بڑھاتی رہے وہ بات اچھی
شب برات اچھی ہے اے جان نہ اچھی شبِ قدر
آپ حصے میں مرے آئیں وہی رات اچھی
ہم بغل شلیدِ دل جو ہو تو جاڑا اچھا
ہم نشیں ساقیِ مہوش ہو تو برسات اچھی

مائلِ ضبط بھی ہوں شائقِ فریاد بھی ہوں
جو پسند آپ کو آجائے وہی بات اچھی

فتنہ اُن آنکھوں سے اٹھا تو مچی واہ کی دھوم
سچ یہ ہے صاحبِ اقبال کی ہر بات اچھی

ہو نمود اپنی تو اندھیر کی پروا کس کو
کوئی تاروں سے جو پوچھے تو کہیں رات اچھی

آپ کے جور و ستم بھی ہیں دلآویز مجھے
چشمِ عاشق میں ہے معشوق کی ہر بات اچھی

بارِ خاطر ہو تو واعظ کا بھی ارشاد برا
دل کو بھا جائے تو اکبرؔ کی خرافات اچھی

⊙

آپ کا خیر طلب لائقِ عزت نہ سہی
رحم ہی کیجئے اللہ محبت نہ سہی

ہو رہو خاکِ درِ پیرِ مغاں اے اکبرؔ
زندگی لطف سے کٹ جائیگی عزت نہ سہی

کر دیا گنجِ قناعت میں بسر اکبرؔ نے
عزتِ دل تو سلامت رہی دولت نہ سہی

⊙

سکھ پائے طبیعت جس سے تری رکھ شغل اپنا دن رات وہی
جو دل میں سمائی من بھائے ہے تیرے لیے حق بات وہی
کیا روتا ہے اگلے وقتوں کو تہ کردے تو اپنے نوحوں کو
بھٹکاتی ہیں جوان سے ہوا لگ پھر دن ہے وہی اور رات وہی
دھرتی نے جو بدلا رنگ تو کیا تو اپنی نظر اوپر کو اٹھا
داتا کے کرم میں کیا ہے کمی بدلی ہے وہی برسات وہی

⊙

مری ناکامیابی کی کوئی حد ہو نہیں سکتی
صداقت چل نہیں سکتی، خوشامد ہو نہیں سکتی
مری ہستی ہے خود شاہد وجودِ ذاتِ باری کی
دلیل ایسی ہے یہ جو عمر بھر رد ہو نہیں سکتی
نہیں ہاتھ آتی دولت نام رٹنے سے بزرگوں کے
ہجا سے جد کے ترکیبِ زبر جد ہو نہیں سکتی
نہایت خوشنما پتھر پڑے ہیں عقل پر ان کی
جنھیں تسکین بے لعل و زمرد ہو نہیں سکتی
ترنم سازِ ہستی کا تجھے کیا لطف دے غافل
تری روح آشنائے صوت سرمد ہو نہیں سکتی

بہار آئی ہے اے واعظ ابھی معذور رکھ مجھ کو
محلِ توبہ فصلِ گل کی آمد ہو نہیں سکتی
بری تعلیم سے پیدا ہوں گو رائیں غلط لیکن
طبیعت فطرتاً ہے نیک تو بد ہو نہیں سکتی
مکین کو دیکھ کر اکبؔر میں جھکتا ہوں کسی در پر
نظر اپنی مریدِ طاق و گنبد ہو نہیں سکتی
مسلمانوں کو فیض اس بزم سے ممکن نہیں اکبؔر
کہ جس میں عزتِ نامِ محمدؐ ہو نہیں سکتی

⊙

شکر ہے تم نے مرے درد کی کچھ داد تو دی
نہ دوا کی نہ سہی رخصتِ فریاد تو دی
کیا ہوا شمعِ حرم تو نے بجھا دی اے دوست
دَیر کے شعلہ زبانوں نے تجھے داد تو دی

⊙

بہرِ رفتار میں جب کرتا ہوں تدبیر نئی
ڈال دیتا ہے فلک پاؤں میں زنجیر نئی
تو خوشامد کا ہے محو اور میں قناعت کا مرید
میری اکسیر پرانی، تری اکسیر نئی

پالسی تیرے لیے، میرے لیے صبر و رضا
میری اکسیر پرانی، تری اکسیر نئی
کھوئے دیتے ہو جو تم مذہب و ملت اے یار
کیا سمجھتے ہو کہ مل جائے گی تقدیر نئی

⊙

الفت سے تری قطعِ نظر ہو نہیں سکتی
یہ بات تو اچھی ہے مگر ہو نہیں سکتی
افسوس کے دل شوقِ حضوری میں ہے بیتاب
دربان یہ کہتا ہے خبر ہو نہیں سکتی
اغیار کی، کی آمد و شد آپ نے جاری
راحت مجھے اب آپ کے گھر ہو نہیں سکتی

⊙

ختم کیا صبا نے رقصِ گل پہ نثار ہو چکی
جوشِ نشاط ہو چکا، صوتِ ہزار ہو چکی
نیک و بدِ زمانہ کو دیکھ کے گل نے راہ لی
لطفِ نسیم ہو چکا، کاوشِ خار ہو چکی
رنگِ بنفشہ مٹ گیا، سنبلِ تر نہیں رہا
صحنِ چمن میں زینتِ نقش و نگار ہو چکی

مستیِ لالہ اب کہاں، اس کا پیالہ اب کہاں
دورِ طرب گزر گیا، آمدِ یار ہو چکی
رت وہ جو تھی بدل گئی، آئی بس اور نکل گئی
تھی جو ہوا میں نکہتِ مشکِ تتار ہو چکی
اب تک اسی روش پہ ہے اکبرِ مست و بے خبر
کہہ دے کوئی عزیزِ من فصلِ بہار ہو چکی

⊙

بہت رہا ہے کبھی لطفِ یار ہم پر بھی
گزر چکی ہے یہ فصلِ بہار ہم پر بھی
عروسِ دہر کو آیا تھا پیار ہم پر بھی
یہ بیسوا تھی کسی شب نثار ہم پر بھی
بٹھا چکا ہے زمانہ ہمیں بھی مسند پر
ہوا کیے ہیں جواہر نثار ہم پر بھی
عدو کو بھی جو بنایا ہے تم نے محرمِ راز
تو فخر کیا جو ہوا اعتبار ہم پر بھی
خطا کسی کی ہو لیکن کھلی جو ان کی زباں
تو ہو ہی جاتے ہیں دو ایک وار ہم پر بھی
ہم ایسے رند مگر یہ زمانہ ہے وہ غضب
کہ ڈال ہی دیا دنیا کا بار ہم پر بھی

ہمیں بھی آتشِ الفت جلا چکی اکبر
حرام ہوگئی دوزخ کی نار ہم پر بھی

⊙

ان کی نگاہ دشمنِ اسلام ہی رہی
شرم و حیا کے ساتھ بھی بدنام ہی رہی
یاروں نے سو طرح کے مشاغل کیے بہم
لیکن مجھے تو فکرِ مے و جام ہی رہی

⊙

تسکینِ دل اس بزم میں واللہ نہ پائی
چاہا تھا نکل جائیں مگر راہ نہ پائی
معنی سے معرّا نظر آیا مجھے ہر نقش
آنکھوں نے کوئی صورتِ دلخواہ نہ پائی
غواص رہی بحرِ حقیقت کی ہمیشہ
فکرِ حکما نے بھی مگر تھاہ نہ پائی
دیکھی نہ کوئی بات سوا نام کے اس میں
کچھ لذتِ شان و حشم و جاہ نہ پائی
بارِ دلِ پُر غم میں کمی ہوتی کچھ اس سے
فریاد کی طاقت بھی مگر آہ نہ پائی

ملت کا ادب اٹھ گیا جس قوم کے دل سے
اقبال کی سمت اس نے کبھی راہ نہ پائی

⊙

کفر کی رغبت بھی ہے دل میں تبوں کی چاہ بھی
کہتے جاتے ہیں مگر منہ سے معاذ اللہ بھی
اب تو نقدی سے کوئی صاحب مرادل خوش کریں
سن چکا ہوں مرحبا بھی آفریں بھی واہ بھی
واہ کیا جلوہ ہے پیشِ چشمِ ادراکِ بشر
شبہ بھی، ہاں بھی، نہیں بھی، وہم بھی، اللہ بھی

⊙

حالت تو یہ پہنچی ہے کہ دیکھی نہیں جاتی
اور دل سے محبت ہے کہ اب بھی نہیں جاتی
کیا کام چلے ان کی توجہ نہیں اکبر
اب کہیے خوشامد کی تو وہ کی نہیں جاتی

⊙

نئی تہذیب سے ساقی نے ایسی گرم جوشی کی
کہ آخر مسلموں میں روح پھونکی بادہ نوشی کی
تمہاری پالسی کا حال کچھ کھلتا نہیں صاحب
ہماری پالسی تو صاف ہے ایماں فروشی کی

چھپانے کے عوض چھپوا رہے ہیں خود وہ عیب اپنے
نصیحت کیا کروں میں قوم کو اب عیب پوشی کی

پہننے کو تو کپڑے ہی نہ تھے کیا بزم میں جاتے
خوشی گھر بیٹھے کر لی ہم نے جشنِ تاجپوشی کی

شکستِ رنگِ مذہب کا اثر دیکھیں نئے مرشد
مسلمانوں میں کثرت ہو رہی ہے بادہ نوشی کی

رعایا کو مناسب ہے کہ باہم دوستی رکھیں
حماقت حاکموں سے ہے توقع گرم جوشی کی

ہمارے قافیے تو ہو گئے سب ختم اے اکبرؔ
لقب اپنا جو دے دیں مہربانی ہے یہ جوشی کی

⊙

حسن ہے بے وفا بھی فانی بھی
کاش سمجھے اسے جوانی بھی

بڑھتا جاتا ہے حسنِ قوم مگر
ساتھ ہی اس کے ناتوانی بھی

سب پہ حاوی ہیں لعبتانِ فرنگ
چپ ہیں بیگم بھی، بت ہیں رانی بھی

⊙

دل مبتلائے غفلت تو ہے محوِ دیرِ فانی
جو خدا کی یاد آئے تو اسی کی مہربانی
جو گزر گیا خودی سے تو وہ مل گیا اسی سے
نہ ہوائے ربِّ ارنی نہ صدائے لن ترانی
میں زباں پہ لاؤں کیونکر وہ حدیثِ حسنِ مطلق
کہ نہ بارِ لفظ اٹھائے گی نزاکتِ معانی
میں سمجھ گیا وہی ہے مرے پردۂ نفس میں
مجھے اب تو سانس لینا ہی ہے لطفِ زندگانی

⊙

شیخ کی بات بگڑنے سے بھی مطلق نہ بنی
بادہ خواری پہ بھی اس شوخ سے گاڑھی نہ چھنی
گم ہوئے ہوش جو دیکھا بتِ ترسا کا جمال
اس قدر کبر یہ عشوے یہ دھج اللہ غنی
آپ کے ہو نہیں سکتے ہیں یہ غربی ریزے
دل نہ ٹھہرے تو نگل جایئے ہیرے کی کنی
پاؤں کانپا ہی کئے خوف سے ان کے در پر
چست پتلون پہننے پہ بھی پنڈلی نہ تنی

دل ہی دیتا تھا، یہ وہ دین بھی کرتے تھے طلب
یہی باعث تھا کہ اکبرؔ کی بتوں سے نہ بنی

⊙

آئی ہوگی کسی کو ہجر میں موت — مجھ کو تو نیند بھی نہیں آتی
عاقبت میں بشر سے ہے یہ سوا — جانور کو ہنسی نہیں آتی
حال وہ پوچھتے ہیں میں ہوں خموش — کیا کہوں شاعری نہیں آتی
ہم نشیں بک کے اپنا سر نہ پھرا — رنج میں ہوں ہنسی نہیں آتی
عشق کو دل میں دے جگہ اکبرؔ — علم سے شاعری نہیں آتی

⊙

دشتِ غربت ہے، علالت بھی ہے، تنہائی بھی
اور ان سب پہ فزوں بادیہ پیمائی بھی
خوابِ راحت ہے کہاں نیند بھی آتی نہیں اب
بس اچٹ جانے کو آئی جو کبھی آئی بھی
یاد ہے مجھ کو وہ بے فکری و آغازِ شباب
سخن آرائی بھی تھی، انجمن آرائی بھی
صحنِ گلزار بھی تھا، ساقیِ گلفام بھی تھا
مے گلرنگ بھی تھی، نے بھی تھی اور نائی بھی
نگہِ شوق و تمنا کی وہ دلکش تھی کمند
جس سے ہو جاتے تھے رام آہوئے صحرائی بھی

ہم صنم خانہ جہاں کرتے تھے اپنا قائم
پھر کھڑے ہوتے تھے واں حور کے شیدائی بھی

اب نہ وہ عمر' نہ وہ لوگ' نہ وہ لیل و نہار
بجھ گئی طبع کبھی جوش پہ گر آئی بھی

اب تو شبہے بھی مجھے دیو نظر آتے ہیں
اس زمانے میں پری زاد تھی رسوائی بھی

میں تو آنکھوں میں جگہ دینے کو حاضر تھا اسے
نیند ظالم سے یہ پوچھو کہ کبھی آئی بھی

اب تلک گونڈے سے امید رہائی نہیں کچھ
لیجئے ہوگئی ختم آج تو جولائی بھی

کام کی بات جو کہنی ہے وہ کہہ لو اکبر
دم میں چھن جائے گی یہ طاقتِ گویائی بھی

⊙

عشق و مذہب میں دو رنگی ہوگئی — دین و دل میں خانہ جنگی ہوگئی
سختیِ ایام کا دیکھو اثر — گلبدن کی جا پہ سنگی ہوگئی
دخترِ رز شیشہ سے نکلی بے حجاب — سامنے رندوں کے ننگی ہوگئی
علمِ یورپ کا ہوا میداں وسیع — رزق میں ہندی کے تنگی ہوگئی

⊙

کردیا نزع نے واقف کہ یہ ہستی کیا تھی
ہوش آیا تو کھلا حال کہ مستی کیا تھی

رنگِ حافظ پہ بہک جاتے ہیں اربابِ مجاز
یہ سمجھتے نہیں وہ بادہ پرستی کیا تھی

فرقت یار میں بدلی کا مزا کچھ نہ ملا
میری نظروں میں تو روتی تھی برستی کیا تھی

میں تو بت خانے میں گاہک نہ ہوا عزت کا
دین کے بدلے میں ملتی تھی تو سستی کیا تھی

⊙

اولو العزمی جسے سمجھے تھے ہم وہ خودکشی نکلی
گمانِ ہوشیاری جس پہ تھا وہ بیہشی نکلی

غضب یہ ہے کہ فریاد و فغاں بھی کر نہیں سکتی
جو دیکھی فال تو بس اس میں پندِ خامشی نکلی

⊙

وقت پیری آگیا اکبر جوانی ہو چکی
سانس لینا رہ گیا اب زندگانی ہو چکی

ہجر میں دل کی سزا اے میری جانی ہو چکی
ملیے اب بہرِ خدا نامہربانی ہو چکی

ایڑیوں تک پہنچی زلف ان کی تو مجھ کو کیا امید
راحتِ جاں یہ بلائے آسمانی ہو چکی

وقتِ لطف و مہر ہائے جاں یہ عشوے چھوڑیے
کیجئے دلداریاں اب دلستانی ہو چکی

ضعف ایسا ہے تو قصدِ کوئے جاناں کیا کروں
ہمتِ عالی تو نذرِ ناتوانی ہو چکی

رنگِ گلزارِ جہاں ہے ہائے کتنا بے ثبات
دو ہی دن میں لالہ و گل کی جوانی ہو چکی

ایک عالم منتظر ہے بس اُلٹیے اب نقاب
کیجئے برپا قیامت لن ترانی ہو چکی

عاشقیِ شاہدِ کالج ہے بربادیِ عمر
پاس تک پہنچے نہیں ہم اور جوانی ہو چکی

حضرتِ دل ہوگئے اس عہد میں جزوِ شکم
کیجئے عرضی نویسی شعر خوانی ہو چکی

⊙

رفیقِ حرص و مکّاری دلیری ہو نہیں سکتی
جو ہیں روباہ طینت ان میں شیری ہو نہیں سکتی

کسی کے ساتھ دنیا نے وفا کی ہی نہیں اب تک
تو میں کیوں ہو رہوں اس کا جو میری ہو نہیں سکتی

کہوں جھومر کے ہوتے کیوں شبِ تار اُن کی زلفوں کو
جب اتنے چاند ہوں تو رات اندھیری ہو نہیں سکتی

محبت اپنی ہی پریوں سے رکھیں حضرتِ اِندر
مِسِ مغرورِ لندن ان کی چیری ہو نہیں سکتی

فزوں ہے دل کشی مشرق کی مغرب کی لطافت سے
حریفِ بلبلِ گلشن کنیری ہو نہیں سکتی

خدا کا ہے جو کچھ ہے آپ ہم دو دن کے مہماں ہیں
خرد مندوں میں باہم میری تیری ہو نہیں سکتی

غزل میں حالتِ دل نظم کر سکتا ہوں اے اکبرؔ
مگر ان سے کہوں اتنی دلیری ہو نہیں سکتی

⊙

تپشِ دل مجھے ہوتی ہے کہیں اس سے سوا
بیٹھے تو رہیے ابھی آپ نے دیکھا کیا ہے

⊙

پسند آئی ہے عزلت میں ہوں اب اور گھر کا گوشہ ہے
خدا کی یاد منزل ہے قناعت اپنا توشہ ہے

طبیعت اوج پر ہے رزقِ مایحتاج ہے ملتا
ہمیں اک خوشۂ گندم یہاں پروین کا خوشہ ہے

طرح پیام یار

اپنا رنگ ان سے ملانا چاہیے
آج کل پینا پلانا چاہیے
خوب وہ دکھلا رہے ہیں سبز باغ
ہم کو بھی کچھ گل کھلانا چاہیے
چال میں تلوار ہے دل کی گھڑی
توپ سے اس کو ملانا چاہیے
قولِ بابو ہے کہ جب بِل پیش ہو
پیشِ حاکم بلبلانا چاہیے
کچھ نہ ہاتھ آئے مگر عزت تو ہے
ہاتھ اس مِس سے ملانا چاہیے

⊙

دو عالم کی بنا کیا جانے کیا ہے
نشانِ ماسوا کیا جانے کیا ہے
مری نظروں میں ہے اللہ ہی اللہ
دلیلِ ماسوا کیا جانے کیا ہے
حقیقت پوچھ گل کی بلبلوں سے
بھلا اس کو صبا کیا جانے کیا ہے

ہوا ہوں ان کا عاشق ہے یہ اک جرم
مگر اس کی سزا کیا جانے کیا ہے
مرے مقصودِ دل تو بس تمہیں ہو
تمہارا مدعا کیا جانے کیا ہے
لگاوٹ بھی ہے ساتھ اس کے جفا بھی
تمہارا مدعا کیا جانے کیا ہے
نہ اکبر سا کوئی ناداں نہ ذی ہوش
ہر اک شے کو کہا کیا جانے کیا ہے

⊙

ہم ان کی خوشی کے لیے کیا کچھ نہیں کرتے
لیکن وہ جفاؤں کے سوا کچھ نہیں کرتے
وہ کہتے ہیں یہ ٹھیک ہے ہم کہتے ہی جی ہاں
بالفعل تو ہم اس کے سوا کچھ نہیں کرتے
بت خانے سے کچھ فیض نہ ہوگا تمہیں اکبر
تم یاں بھی بجز ذکرِ خدا کچھ نہیں کرتے

⊙

نہ بہتے اشک تو تاثیر میں سوا ہوتے
صدف میں رہتے یہ موتی تو بے بہا ہوتے

جنونِ عشق میں ہم کاش مبتلا ہوتے
خدا نے عقل جو دی تھی تو باخدا ہوتے

لیا نہ تخلیے میں ان کا بوسہ چوک ہوئی
بلا سے مجھ پہ وہ ہوتے اگر خفا ہوتے

ستم کا حس ہے کسے سب ہیں تیرے محوِ جمال
کبھی سنا نہیں میں نے ترا گلا ہوتے

نہ ہوتی گر یہ حسینانِ چیں کی پابندی
تو ان کی چال سے فتنے بہت بپا ہوتے

سمجھ گئے کہ یہ اپنے حواس ہی میں نہیں
ہماری بات پہ اب وہ نہیں خفا ہوتے

یہ خاکسار بھی کچھ عرضِ حال کر لیتا
حضور اگر متوجہ ادھر ذرا ہوتے

یہ جس نے آنکھ ہمیں دی ہے وہ ہے قابلِ دید
پھر اس کو چھوڑ کے کیا محوِ ماسوا ہوتے

مجھ ایسے رند سے رکھتے ضرور ہی الفت
جناب شیخ اگر عاشقِ خدا ہوتے

دلوں کو الفتِ دنیا نے سخت ہی رکھا
ہوائے نفس میں غنچے شگفتہ کیا ہوتے

گناہگاروں نے دیکھا جمالِ رحمت کو
کہاں نصیب یہ ہوتا جو بے خطا ہوتے

ہے زاہدوں کو جو وحشت جمالِ انساں سے
تو کاش دخترِ رز ہی کے آشنا ہوتے

وہ ظلم تم میں ہے میرے سوا کوئی بندہ
تلاش سے بھی نہ پاتے جو تم خدا ہوتے

جنابِ حضرتِ ناصح کا واہ کیا کہنا
جو ایک بات نہ ہوتی تو اولیاء ہوتے

مذاقِ عشق نہیں شیخ میں یہ ہے افسوس
یہ چاشنی بھی جو ہوتی تو کیا سے کیا ہوتے

یہ ان کی بے خبری ظلم سے بھی ہے افزوں
اب آرزو ہے کہ وہ مائلِ جفا ہوتے

کبھی یہ میں نے نہ چاہا کہ ہوں وہ دوست مرے
امید کیا تھی کہ ہوتے تو بے ریا ہوتے

وضو سے ہوگئی جائز نماز یاروں کو
جوازِ عشق بھی ہوتا جو دل صفا ہوتے

تمہارے حسن کے بھی تذکرے ہیں شہروں میں
مرے سخن کے بھی چرچے ہیں جا بجا ہوتے

محلِ شکر ہیں اکبرؔ یہ دُرفشاں نظمیں
ہر اک زباں کو یہ موتی نہیں عطا ہوتے

⊙

ضروری کام نیچر کا جو ہے کرنا ہی پڑتا ہے
نہیں جی چاہتا مطلق مگر مرنا ہی پڑتا ہے
خدا کو ماننا ہی پڑتا ہے دنیا کو جب برتو
خیالِ مرگ سے انسان کو ڈرنا ہی پڑتا ہے

⊙

آپ کے قصرِ دل آویز کا کہنا کیا ہے
مگر اکبرؔ کو غرض کیا اسے رہنا کیا ہے
سانس لینے کو ذرا ٹھہرا ہوں میں دنیا میں
کیسا سامانِ اقامت مجھے رہنا کیا ہے
کہہ چکا اس قدر اور پھر وہی الجھن دل کی
کچھ سمجھ میں نہیں آتا مجھے کہنا کیا ہے
مسکرا کر وہ لگے کہنے کہ ذلّت ذلّت
جب یہ پوچھا کہ سوا رنج کے سہنا کیا ہے

⊙

امید و بیم کے جھگڑوں سے آگاہی نہیں رکھتے
سبب یہ ہے کہ ہم کوئی تمنا ہی نہیں رکھتے

تجھے اے چرخ کیا مشکل ہے ہم کو مطمئن رکھنا
فقیرِ بے نوا ہیں شوکت شاہی نہیں رکھتے

⊙

لب آشنائے دعا ہوں نہ ماسوا کے لیے
پکاریے جو خدا کو تو بس خدا کے لیے
مقامِ شوق میں اے دل وہ رنگ پیدا کر
نظر زبان بنے عرضِ مدعا کے لیے
سوائے مرگ نہیں کچھ علاجِ دردِ فراق
اجل کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں ہم دوا کے لیے
جو ہو سکے تو انھیں لاؤ بس، میں اچھا ہوں
یہ اہتمام عبث ہے مری دوا کے لیے
جو آرزوئے اجل ہو تو دل کسی سے لگا
بہانہ چاہیے آخر کوئی قضا کے لیے
شبِ فراق میں آیا خیالِ زلفِ سیاہ
یہ اور طرّہ ہوا گیسوئے بلا کے لیے
حسین ہونا ہی کافی ہے ظلم کرنے کو
تلاشِ عذر یہ کیوں ہے تمھیں جفا کے لیے
بتوں کے واسطے جاتا ہوں میں تو جانبِ دَیر
سدھاریں شیخ ہی جی کعبہ کو خدا کے لیے

◉

جہاں جہاں صفت اس فخر انبیاء کے لیے
کہ عالم اس کے لیے اور وہ خدا کے لیے
طریقِ عشق میں دل خضر بن کے پچھتایا
سمجھ گیا کہ مصیبت ہے رہنما کے لیے
زبان و چشمِ بتاں کا نہ پوچھیے عالم
وہ شوخیوں کے لیے ہے یہ ہے حیا کے لیے
خراب دل کو جو اس نے کیا تو خوب کیا
بنا بھی تھا یہ اسی چشمِ فتنہ زا کے لیے

◉

مذہب کبھی سائنس کو سجدہ نہ کرے گا
انسان اڑیں بھی تو خدا ہو نہیں سکتے
از راہِ تعلق کوئی جوڑا کرے رشتہ
انگریز تو نیٹو کے چچا ہو نہیں سکتے
نیٹو نہیں ہو سکتے جو گورے تو ہے کیا غم
گورے بھی تو بندے سے خدا ہو نہیں سکتے
ہم ہوں جو کلکٹر تو وہ ہو جائیں کمشنر
ہم ان سے کبھی عہدہ برآ ہو نہیں سکتے

⊙

دو ہی دن میں رُخِ گل زرد ہوا جاتا ہے
چمنِ دہر سے دل سرد ہوا جاتا ہے
علم و تقویٰ پہ بڑا ناز تھا مجھ کو لیکن
آپ کے سامنے سب گرد ہوا جاتا ہے
ہو رہی ہے مری فریاد کی الٹی تاثیر
وہ تو کچھ اور بھی بے درد ہوا جاتا ہے

⊙

یہ بت جو دل کش ہیں آج اتنے یہ روح پر کل عذاب ہوں گے
نہیں سمجھتے جو حضرتِ دل تو آپ اک دن خراب ہوں گے
ہمارے حالات کی حقیقت کسی پہ بھی منکشف نہ ہوگی
جو کوئی سوچے گا وہم ہوں گے جو کوئی دیکھے گا خواب ہوں گے
ڈنر کا مجھ کو نہیں ہے چسکا وگرنہ ہے کارڈ میں تو لکھا
شراب ہوگی کباب ہوں گے حضور عالی جناب ہوں گے
بگاڑ میں بھی بنے رہیں گے جو مستند طرز پر ہیں قائم
جو بے اصولی کے ہیں مقلد وہ ہو کے ابتر خراب ہوں گے

⊙

خواہشِ زر میں نئی تہذیب کے پیرو بنے
وہ نہ ہاتھ آیا مگر گنجِ معائب ہو گئے

بوسے ہی تک ہم تو پہنچے تھے رہِ تہذیب میں
کھائی وہ منہ کی کہ اب اس سے بھی تائب ہو گئے

⦿

ہاں ہاں عدو بھی آپ کا طالب ضرور ہے
لیکن حضور فرقِ مراتب ضرور ہے
بنتے ہو میری جان تو آ بیٹھو گود میں
تم جانتے ہو روح کو قالب ضرور ہے

⦿

دل کا ہے قصور آپ کا طالب تو یہی ہے
میری نہ ہو تعزیر مناسب تو یہی ہے

⦿

راتوں کو بتوں سے وہ لگاوٹ بھی چلی جائے
اور صبح کو وہ نعرۂ یارب بھی نہ چھوٹے
کرتا ہے حقارت کی نظر پیرِ مغاں بھی
افسوس اگر ان سے شراب اب بھی نہ چھوٹے
قلعی بھی ریاکار کی کھلتی رہے اکبرؔ
طعنوں سے مگر طرزِ مہذب بھی نہ چھوٹے

⊙

معنی کو بھلا دیتی ہے صورت ہے تو یہ ہے
نیچر بھی سبق سیکھ لے زینت ہے تو یہ ہے
کمرے میں جو ہنستی ہوئی آئی مسِ رعنا
ٹیچر نے کہا علم کی آفت ہے تو یہ ہے
یہ بات تو اچھی ہے کہ الفت ہو مسوں سے
حور اُن کو سمجھتے ہیں قیامت ہے تو یہ ہے
پیچیدہ مسائل کے لیے جاتے ہیں انگلینڈ
زلفوں میں الجھ آتے ہیں شامت ہے تو یہ ہے
پبلک میں ذرا ہاتھ ملا لیجیے مجھ سے
صاحب مرے ایمان کی قیمت ہے تو یہ ہے

⊙

عبث ہر طاقت و دولت پہ تجھ کو رشکِ حسرت ہے
نہ ہر طاقت میں نیکی ہے نہ ہر دولت میں راحت ہے
تعجب ہے مجھے ان شاعروں کے شور و غوغا پر
کوئی پوچھے کہ تم کو کیا جو کوئی خوبصورت ہے
مجھے بے چین کرتا ہے نظارہ سنبل و گل کا
ادھر ہے پیچ گیسو کا ادھر عارض کی رنگت ہے

فنا کا دور جاری ہے مگر مرتے ہیں جینے پر
طلسمِ زندگانی بھی عجب اک رازِ فطرت ہے

⊙

کون ایسا ہے جو یوں مجھ پہ عنایت رکھے
صد وسی سال خدا تم کو سلامت رکھے

سچ تو یہ ہے کہ سلیقہ بھی ہے ہر کام میں شرط
بت کو چاہے تو برہمن کی طبیعت رکھے

نہ شریعت، نہ طریقت، نہ محبت، نہ حیا
جس پہ جو چاہے وہ اس عہد میں تہمت رکھے

آدمی کے لیے دنیا میں مصائب ہیں بہت
خوش نصیبی ہے جو وہ صبر کی عادت رکھے

کیا بتاؤں تمہیں اچھائی کی پہچان اکبرؔ
بس وہی خوب ہے جو تم سے محبت رکھے

⊙

میرے حواس عشق میں کیا کم ہیں منتشر
مجنوں کا نام ہوگیا قسمت کی بات ہے

دل جس کے ہاتھ میں ہو نہ ہو اس پہ دسترس
بیشک یہ اہل دل پہ مصیبت کی بات ہے

پروانہ رینگتا رہے اور شمع جل بجھے
اس سے زیادہ کون سی ذلت کی بات ہے
مطلق نہیں محلِ عجب موت دہر میں
مجھ کو تو یہ حیات ہی حیرت کی بات ہے
ترچھی نظر سے آپ مجھے دیکھتے ہیں کیوں
دل کو یہ چھیڑنا ہی شرارت کی بات ہے
راضی تو ہو گئے ہیں وہ تاثیرِ عشق سے
موقع نکالنا سو یہ حکمت کی بات ہے

⊙

تخلیہ بھی ہے، ہوا سرد ہے اور رات بھی ہے
پھر بھی انکار مری جاں یہ کوئی بات بھی ہے
لطفِ ساقی ہو تو یہ وقت ہے مے نوشی کا
رحمتِ حق ہے، گھٹا چھائی ہے، برسات بھی ہے

⊙

وہ بے خبر ہے غلغۂ کائنات سے
جس کی کہ لَو لگی ہے فقط تیری ذات سے

⊙

سن چکے آپ کہ پیش آئے تھے حالات ایسے
یہی باعث تھا کہ بے چین تھے ہم رات ایسے

میری غیبت کوئی کرتا تھا تو مجھ سے نہ کہو
تذکرے خوب نہیں وقتِ ملاقات ایسے

ان کو واپس کیا یہ کہہ کے کہ تائب ہوئے وہ
ہوتے جاتے ہیں ملازم مرے بدذات ایسے

دشمنِ دیں سے تمہیں ہوگی کچھ اُمیدِ فلاح
ہم تو سنتے نہیں اقوالِ خرافات ایسے

اے دل اس ابرو و مژگان و نظر سے دب جا
صلح لازم ہے جو ہوں جنگ کے آلات ایسے

بحث سے پھیر کے طاعت پہ کریں دل کو رجوع
پیر وہ ہیں کہ جو ہوں اہلِ کرامات ایسے

واہ اکبر یہ نکالا ہے عجب طرزِ سخن
حسنِ بندش تو یہ اور اس پہ خیالات ایسے

⊙

کٹے ملت سے جو دیکھے گی دنیا ان کو عبرت سے
گرے پتے ہیں یہ بس سبز ہیں اپنی رطوبت سے

قیامت کر رہی ہیں لعبتانِ مغربی اکبر
تھیئٹر کو بڑھایا ہے انہیں حوروں نے جنت سے

مرا جس پارسی لیڈی پہ دل آیا ہے اے اکبر
جو سچ پوچھو تو حسنِ بمبئی ہے اس کی صورت سے

⊙

نفع ہوتا ہے فقط خارجی علاج سے
واقف آپ ابھی نہیں عشق کے مزاج سے
دل ملیں تو کیا ملیں اہلِ قوم کے بہم
ایک آیا کعبے سے، ایک آیا لاج سے

⊙

اکبؔر کچھ آرہے ہو نظر بند بند سے
آخر ضرر ہوا تمہیں ناصح کی پند سے

⊙

سرائے دہر تو ہے رہزنِ اجل کا مقام
یہاں بھی کیا کوئی دل آن کر ٹھہرتا ہے

⊙

دل کو مرے تم ایک نظر دیکھ تو لیتے
ہوتے نہ خریدار مگر دیکھ تو لیتے

⊙

رہ گئے اہلِ خرد دہر کے چکر میں پھنسے
وہی اچھے جو تری زلف معنبر میں پھنسے

◉

دل کو مرے فروغ تمہاری نظر سے ہے
بجلی بنا ہوا یہ اسی کے اثر سے ہے

◉

ہر طرف بننے بگڑنے کا یہاں اک دور ہے
چشمِ عبرت کے لیے دنیا محلِّ غور ہے
لالہ و گل اک طرف طاعون کا غل اک طرف
ہے جنوں یاروں کو لیکن رنگ ہی کچھ اور ہے

◉

بستانِ خورد و نوش بزن کارِ دہر ہے
دل اس میں اہل دل جو لگائیں تو قہر ہے
بس ذکر ہی میں بادۂ گلگوں کے ہے مزا
چکھنا نہ ہم نشیں اسے واللہ زہر ہے

◉

ملک میں مجھ کو ذلیل و خوار رہنے دیجیے
آپ اپنی عزتِ دربار رہنے دیجیے
دل ہی دل میں باہمی اقرار رہنے دیجیے
بس خدا ہی کو گواہ اے یار رہنے دیجیے

اتقا کا آج کل اظہار رہنے دیجیے
پیچیے قبلہ یہ استغفار رہنے دیجیے

خوب فرمایا کہ اپنا پیار رہنے دیجیے
آپ ہی یہ غمزہ و انکار رہنے دیجیے

دیکھئے گا لطف کیا کیا گل کھلیں گے شوق سے
مجھ کو آپ اپنے گلے کا ہار رہنے دیجیے

چاندنی برسات کی نکھری ہے چلتی ہے نسیم
آج تو اللہ یہ انکار رہنے دیجیے

چشمِ بددور آپ کی نظریں ہیں خود موجِ شراب
بس مجھے بے مے پیے سرشار رہنے دیجیے

کیجئے اپنی نگاہِ فتنہ افزا کا علاج
نرگسِ بیمار کو بیمار رہنے دیجیے

کس بلاغت سے کہا اس نے کہ رکھیے حد میں شوق
مدعا کو قابلِ اظہار رہنے دیجیے

لن ترانی خود شرابِ معرفت ہے اے کلیم
آرزوئے شربتِ دیدار رہنے دیجیے

چھوڑنے کا میں نہیں اب آپ کو اے جانِ جاں
ہے اگر مجھ پر خدا کی مار رہنے دیجیے

کیجیے ثابت خوش اخلاقی سے اپنی خوبیاں
یہ نمودِ جبّہ و دستار رہنے دیجیے
ظالمانہ مشوروں میں میں نہیں ہونگا شریک
غیر ہی کو محرمِ اسرار رہنے دیجیے
کھل گیا مجھ پر بہت ہیں آپ میرے خیر خواہ
خیر چندہ لیجیے طومار رہنے دیجیے
کیجیے رشوت ستانی سے ذرا پرہیز آپ
خیر خواہی کا یہ سب اظہار رہنے دیجیے
مل کے باہم کیجیے اغیار سے بحث و جدال
بے نتیجہ باہمی تکرار رہنے دیجیے
ٹیمز میں ممکن نہیں نظارۂ موجِ فرات
ایسی خواہش کو سمندر پار رہنے دیجیے
ہمکنار اس بحرِ خوبی سے نہ ہوں گے اکبر آپ
ایسے منصوبے سمندر پار رہنے دیجیے

⊙

سو رنگ تصور میں ہم اے جان در آئے
ہر رنگ میں تم آفت ایماں نظر آئے
اے خضر مری راہ تو بس راہِ جنوں ہے
منزل کو غرض ہو تو خود اس راہ پر آئے

دل جس طرح آیا ہے وہ معلوم ہے مجھ کو
ناصح سے تو پوچھو کہ یہ حضرت کدھر آئے

یہ حسن بتوں کا یہ جنوں خیز نگاہیں
پتھر کا بھی دل ہو تو ادھر ٹوٹ کر آئے

بے رونقیِ انجمنِ عشق نہ چاہی
خالی جو ملی کوئی جگہ آہ بھر آئے

عکس آپ کا تھا طالب گوہر پئے تزئیں
پڑتے ہی مری آنکھ میں آنسو بھی بھر آئے

⊙

طلب ہے حق کی تو مل آ کے ہم سے مستوں سے
نہیں ہے میکدہ خالی خدا پرستوں سے

⊙

خطا معاف مروں گا میں حور ہی کے لیے
مِسیں بھی خوب ہیں لیکن حضور ہی کے لیے

کوئی گناہ ہو مدِ نظر معاذ اللہ
شراب پیتا ہوں میں بس سُرور ہی کے لیے

خلافِ شرع کوئی قصد ہو معاذ اللہ
شراب پیتا ہوں میں بس سُرور ہی کے لیے

⊙

بانکی وہی ادا بھی ہے، ترچھی وہی نظر بھی ہے

جان پہ میری بن گئی آپ کو کچھ خبر بھی ہے

ظلم کی اک ادا بھی ہے، لطف کی اک نظر بھی ہے

حسن کا اقتضاء بھی ہے عشق کا کچھ اثر بھی ہے

دل پہ مرے ہیں ان کے دانت، میں ہوں لب ان کے چوستا

دولتِ وصلِ یار میں، لعل بھی ہے گہر بھی ہے

شرط لگائی آپ نے میری امید کم ہوئی

وعدے پہ کیا خوشی کروں اس میں جب اک مگر بھی ہے

⊙

دنیا میں بے خبر ہے جو پروردگار سے

شاید ہے زندہ اپنے ہی وہ اختیار سے

اے صانعِ ازل تری قدرت کے میں نثار

کیا صورتیں بنائیں ہیں مشتِ غبار سے

⊙

تری باتوں سے گو دل میں ملال اے یار آتا ہے

مگر جب دیکھتا ہوں تیری صورت، پیار آتا ہے

جو چلتا ہے دل سوزاں کا انجن راہِ الفت میں

خبر دینے کو فوراً آنسوؤں کا تار آتا ہے

جو راہِ عشق میں دل پر مصیبت کوئی پڑتی ہے
خبر دینے کو فوراً آنسوؤں کا تار آتا ہے

⊙

دل ہو خراب دین پہ جو کچھ اثر پڑے
اب کارِ عاشقی تو بہر کیف کر پڑے
عشق بتاں کا دین پہ جو کچھ اثر پڑے
اب تو نباہنا ہے جب اک کام کر پڑے
مذہب چھڑایا عشوہ دنیا نے شیخ سے
دیکھی جو ریل اونٹ سے آخر اتر پڑے
بے تابیاں نصیب نہ تھیں ورنہ ہم نشیں
یہ کیا ضرور تھا کہ انھیں پر نظر پڑے
بہتر یہی ہے قصد ادھر کا کریں نہ وہ
ایسا نہ ہو کہ راہ میں دشمن کا گھر پڑے
ہم چاہتے ہیں میل وجودِ عدم میں ہو
ممکن تو ہے جو بیچ میں ان کی کمر پڑے
دانا وہی ہے دل جو کرے آپ کا خیال
بینا وہی نظر ہے کہ جو آپ پر پڑے
ہونی نہ چاہیے تھی محبت مگر ہوئی
پڑنا نہ چاہئے تھا غضب میں، مگر پڑے

شیطان کی نہ مان جو راحت نصیب ہو
اللہ کو پکار مصیبت اگر پڑے
اے شیخ ان بتوں کی یہ چالاکیاں تو دیکھ
نکلے اگر حرم سے تو اکبرؔ کے گھر پڑے

⦿

ادھر ہماری تو یہ لگاوٹ حضور ایسے حضور ایسے
ادھر یہ فرما کے مسکرانا کہ ہوں گے کم اہلِ زور ایسے
خدا کی ہستی میں شبہ کرنا اور اپنی ہستی کو مان لینا
پھر اس پہ طرّہ اس ادعا کا کہ ہم ہیں اہلِ شعور ایسے
ہمیں نے چاہا نہ قربان کا فریب دنیائے دوں میں آکر
وگرنہ ایمان کی جو پوچھو نہ تھے وہ کچھ ہم سے دور ایسے

⦿

ہمارے مصحفِ ایماں کا اوّل ہے نہ آخر ہے
خدا کی شان آیت ہے مذاقِ دل مفسّر ہے

⦿

قرآن چھوڑ بھاگے شیطان کے مقابل
اس معرکے میں اکثر احباب ہیز نکلے
بوڑھے ہنسی کو اپنی ثابت کریں تو کیونکر
جب دانت ہی نہیں ہے پھر کون چیز نکلے

مجنوں نے نام پایا اور کوہ کن بھی ابھرا
اس مدرسے کے لڑکے سب خوش تمیز نکلے

⊙

جو قانع ہے کسی دن اس کی قسمت لڑ ہی جاتی ہے
جو اہلِ حرص ہیں ان پر مصیبت پڑ ہی جاتی ہے
حسینانِ جہاں سے آنکھ اپنی لڑ ہی جاتی ہے
دل آ ہی جاتا ہے آخر مصیبت پڑ ہی جاتی ہے
جوانی میں ہلاکت دل کی ہے اس کا دبا رکھنا
کہ ایسی چیز دب کر گرمیوں میں سڑ ہی جاتی ہے
گلستاں میں گل رنگیں کو زینت کی ضرورت کیا
مگر اس لعل پر الماس شبنم جڑ ہی جاتی ہے

⊙

ہے قوم جسم سلطنت اس میں ہے مثل روح
جب یہ نہیں تو قوم نہیں بلکہ لاش ہے
سعیِ شغال و گرگ سے جنبش ہوئی اگر
نافہم سمجھے قوم میں خود ارتعاش ہے
البتہ زندگانیِ شخصی کا ہے وجود
قانون میں ہر اک کے لیے زندہ باش ہے

پیمانہ اے ساختۂ شاہِ وقت پر
محدود طالبین کی فکرِ معاش ہے
بے علم مذہبی کے ہیں اخلاق نادرست
اس کی خرابیوں سے تو دل پاس پاش ہے
کچھ خاک میں ملیں گے تو کچھ ہوں گے جز و غیر
یہ مسئلہ صحیح ہے گو دل خراش ہے
اپنی یہ احتیاط کہ بوسے پر اکتفا
اس پر بھی یہ عتاب کہ تو بدمعاش ہے

⊙

اپنے برتاؤ سے گو وہ مجھے ناخوش رکھے
ہے دعا میری یہی اس کو خدا خوش رکھے
منہ چھپا لیتے ہیں زلفوں سے میں گو ہوں ناخوش
ہنس کے کہتے ہیں تجھے میری بلا خوش رکھے
واہ کس چال سے غنچوں کو ہنسایا تو نے
لطفِ باری تجھے اے بادِ صبا خوش رکھے
ان بتوں کو نہیں کچھ صدق و صفا سے مطلب
بس خوشامد سے کوئی ان کو ذرا خوش رکھے
باغ و صحرا میں بھی بے لطف رہا کرتا ہوں
رنج دے چرخ تو کیا آب و ہوا خوش رکھے

اس مِس شوخ سے راحت نہ ملے گی مجھ کو
عمر بھر خیر وہ اک شب تو بھلا خوش رکھے
آپ فرماتے ہیں اکبؔر سے مجھے خوش رکھو
خود جو مغموم ہو وہ اور کو کیا خوش رکھے

⊙

مثلِ بلبل زمزموں کا خود یہاں اک رنگ ہے
ارغنوں اس انجمن میں خارج از آہنگ ہے
ہر خیال اپنا ہے یاں اک مطربِ شیریں نوا
ہر نفس سینے میں اک موجِ صدائے چنگ ہے
ہر تصور ہے مرا عکس جمال روئے دوست
میرا ہر مجموعۂ وہم اک گلِ خوشرنگ ہے
لوحِ دل ہر جنبشِ مژگاں سے ہے معنی پذیر
ہر رگِ اندیشہ نقشِ خامۂ ارژنگ ہے
ہر حبابِ بحر جوشِ طبع ہے اک آسماں
دشتِ دل کا ذرّہ ذرّہ کوہ کا ہم سنگ ہے
عکس تیرا پڑ کے اس میں ہوگیا پاکیزہ تر
اے بتِ کافر مری آنکھوں میں فیض گنگ ہے
نظمِ اکبؔر سے بلاغت سیکھ لیں ارباب عشق
اصطلاحاتِ جنوں میں بے بہا فرہنگ ہے

⊙

داخل ہوئے حرم میں بتوں کو نکال کے
اسلام کو قبول کیا دیکھ بھال کے

⊙

الجھا نہ مرے آج کا دامن کبھی کل سے
مانگی نہ مرے دل نے مدد طولِ امل سے
ان کی نگہِ مست ہے لبریزِ معانی
ملتی ہوئی تاثیر میں حافظ کی غزل سے
ادراک نے آنکھیں شبِ اوہام میں کھولیں
واقف نہ ہوا روشنیٔ صبحِ ازل سے
قرآن ہے شاہد کہ خدا حسن سے خوش ہے
کس حسن سے یہ بھی تو سنو، حسن عمل سے
حکم آیا خموشی کا تو بس حشر تلک چپ
عظمت ترے پیغام کی ظاہر ہے اجل سے
درجہ متحیر کا ہے بے خود سے فروتر
ہے روح کو امید ترقی کی اجل سے
بحثِ کہن و نَو میں سمجھتا نہیں اکبرؔ
جو ذرّہ ہے موجود ہے وہ روزِ ازل سے

ہو دعویِٰ توحید مبارک تمہیں اکبؔر
ثابت بھی کرو اس کو مگر طرزِ عمل سے

⊙

مذہب ہی سے حفاظتِ قومی ہے اے عزیز
نادان ہے کواڑ ہٹائے جو چول سے
اتنا ہی آدمی میں سمجھیے کمالِ فہم
جتنا کہ احتراز کرے وہ فضول سے
جو کام آئے میرے کروں اس طرف کو رُخ
تخصیص سرو سے ہے نہ وحشت ببول سے
ہرگز اس انجمن کو نہ سمجھو ممدِ قوم
خالی ملے جو ذکرِ خدا و رسولؐ سے

⊙

نئی تہذیب میں بھی مذہبی تعلیم شامل ہے
مگر یونہی کہ گویا آبِ زمزم مے میں داخل ہے
کہاں تک داد دوں تیری بلاغت کی میں اے اکبؔر
یہ تیرا ایک مطلع لاکھ مضمونوں کا حاصل ہے

⊙

دین و ملت کی ترقی کا خیال اچھا ہے
اصل مضبوط ہو جس کی وہ نہال اچھا ہے

بخدا ہند کے پرزے بھی غضب ڈھاتے ہیں
یہ غلط ہے کہ ولایت ہی کا مال اچھا ہے
گھر کے خط میں ہے کہ کل ہوگیا چہلم اس کا
پانیر لکھتا ہے بیمار کا حال اچھا ہے

◉

طائرِ رنگِ چمن اڑنے کو پر کھولے ہے
آشیاں ایسے گلستاں میں نہ بلبل باندھے
ہوئے مطلوب جسے زادِ رہِ منزلِ فقر
گرۂ صبر میں وہ نقدِ توکل باندھے
نظر آئے شبِ تاریک میں جگنو کی چمک
وہ جو تعویذِ طلائی تہِ کاکل باندھے

◉

کبھی ہے صبح عید اس میں کبھی شامِ محرم ہے
یہ عالم چشمِ بینا کے لیے عبرت کا عالم ہے
دوا ہے کالج اور کونسل سو اس کی ہے فراوانی
غذا ہے (راحت دل اور دولت) وہ بہت کم ہے

◉

تمہاری بحثوں سے میرے شبہے خدا کی ہستی میں کم نہ ہوتے
مگر یہ بات آگئی سمجھ میں خدا نہ ہوتا تو ہم نہ ہوتے

یہ حسن ہی سے ہے عشق پیدا یہ عشق ہی سے مصیبتیں ہیں
جو یہ نہ ہوتا تو دل نہ ہوتا جو دل نہ ہوتا تو غم نہ ہوتے

تمہارے عشوے، تمہارے غمزے نگاہِ ساقی کے ہیں مؤید
وگرنہ تقویٰ کے ٹوٹ جانے کے اتنے ساماں بہم نہ ہوتے

کہا سکندر نے یہ بہ حسرت جب آ گیا اس کا وقتِ رحلت
کہ سہل تر ہوتی نزع ہم پر جو محوِ جاہ و حشم نہ ہوتے

بلندیاں ہوتی ہیں مخالف جو پستیوں پر ہو میل دل کا
زمیں کے فتنوں میں گر نہ پھنستے فلک کے جور و ستم نہ ہوتے

مذاقِ فطرت میں بس نہ جاتے جو قامت و گیسوئے حسیناں
یہ راستی سرو میں نہ ہوتی یہ سنبلِ تر میں خم نہ ہوتے

تری ترقی، مرا تنزل، تری جفائیں، مرا تحمل
فلک کی گردش کا لطف کیا تھا جو تو نہ ہوتا جو ہم نہ ہوتے

⊙

یہ موجودہ طریقے راہیِ ملکِ عدم ہوں گے
نئی تہذیب ہوگی اور نئے ساماں بہم ہوں گے

نئے عنوان سے زینت دکھائیں گے حسیں اپنی
نہ ایسے پیچ زلفوں میں، نہ گیسو میں یہ خم ہوں گے

نہ خاتونوں میں رہ جائے گی پردے کی یہ پابندی
نہ گھونگھٹ اس طرح سے حاجبِ روئے صنم ہوں گے

بدل جائے گا اندازِ طبائع دورِ گردوں سے
نئی صورت کی خوشیاں اور نئے اسباب غم ہوں گے

نہ پیدا ہوگی خط نسخ سے شان ادب آگیں
نہ نستعلیق حرف اس طور سے زیبِ رقم ہوں گے

خبر دیتی ہے تحریک ہوا تبدیلِ موسم کی
کھلیں گے اور ہی گل زمزمے بلبل کے کم ہوں گے

عقائد پر قیامت آئے گی ترمیمِ ملت سے
نیا کعبہ بنے گا مغربی پتلے صنم ہوں گے

بہت ہوں گے مغنی نغمۂ تقلیدِ یورپ کے
مگر بے جوڑ ہوں گے اس لیے بے تال وسم ہوں گے

ہماری اصطلاحوں سے زباں نا آشنا ہوگی
لغاتِ مغربی بازار کی بھاکا سے ضم ہوں گے

بدل جائے گا معیارِ شرافت چشمِ دنیا میں
زیادہ تھے جو اپنے زعم میں وہ سب سے کم ہوں گے

گذشتہ عظمتوں کے تذکرے بھی رہ نہ جائیں گے
کتابوں ہی میں دفن افسانۂ جاہ و حشم ہوں گے

کسی کو اس تغیر کا نہ حس ہوگا، نہ غم ہوگا
ہوئے جس ساز سے پیدا اسی کے زیر و بم ہوں گے

تمہیں اس انقلابِ دہر کا کیا غم ہے اے اکبرؔ
بہت نزدیک ہیں وہ دن کہ تم ہو گے نہ ہم ہوں گے

⦿

موت سے وحشت بشر کا اک خیالِ خام ہے
اصل فطرت میں فقط آرام ہی آرام ہے
اس تجارت گاہِ دنیا کا کہوں کیا تم سے حال
کارخانے سب خدا کے ہیں ہمارا نام ہے

⦿

پیشِ نظر صنم ہے بس عاشقی کا غم ہے
دنیا کی فکر کم ہے اللہ کا کرم ہے
یہ گیسوئے معنبر یہ چشمِ سحر آگیں
کیا پوچھتے ہو صاحب اندھیر ہے ستم ہے
سیّد کی روشنی کو اللہ رکھے قائم
بتی بہت ہے موٹی روغن بہت ہی کم ہے
کیا خوب پڑھ رہے تھے مصرع مہنت صاحب
بھنڈار تو ہے خالی بھاری مگر بھرم ہے

⦿

یہی خوشیاں رہیں گی دہر میں ایسے ہی غم ہوں گے
مگر اک وقت آئے گا نہ تم ہو گے نہ ہم ہوں گے

امیدیں ٹوٹتی ہیں تو بہت صدمہ پہنچتا ہے
جو امیدیں کرے گا کم اسے صدمے بھی کم ہوں گے

⦿

اسبابِ انتشار و جنوں مجھ سے چھن گئے
مطلب یہ ہے کہ عشق و جوانی کے دن گئے
جانے کی اس گلی میں قسم کھائی تھی مگر
مچلا یہ دل کہ بن نہ پڑی مجھ سے دن گئے

⦿

انداز قیامت کے ہیں اے جان تمہارے
سو دل ہوں تو سو دل سے ہوں قربان تمہارے
ایمان ہو یا کفر ہو سچ بات تو یہ ہے
اسلام تمہارا ہے مسلمان تمہارے

مصرع طرح پیام یار

اس میں عکس آپ کا اتاریں گے — دل کو اپنے یونہی سنواریں گے
بحث میں مولوی نہ ہاریں گے — جان ہاریں گے جی نہ ہاریں گے
آپ ناحق پہ اور ہم حق پر — آپ سے ہم کبھی نہ ہاریں گے
ہم سے کرتی ہے یہ بہت غمزے — ہم بھی دنیا پہ لات ماریں گے
رزق مقسوم ہی ملے گا اسے — کوئی دنیا میں دوڑے یاریں گے

عشق کہتا ہے لطف ہوں گے بڑے — ہجر کہتا ہے جان ماریں گے

لیجیے جان ہے یہی جو خوشی — کیجیے ظلم دم نہ ماریں گے

دل کی افسردگی نہ جائے گی — ہاں وہ چاہیں گے تو ابھاریں گے

مبتلائے بلا تو ہوں غافل — یہ بھی اللہ کو پکاریں گے

لائے بھی تو خدا کہیں وہ گھڑی — کہتے ہیں، تجھ کو خوب ماریں گے

دل نہ دوں گا میں آپ کو ہرگز — مفت میں آپ جان ماریں گے

مطبخِ قوم میں رہا کیا ہے — صرف شیخی ہی اب بگھاریں گے

پند اکبر کو دیں گے کیا ناصح — گل کو کیا باغباں سنواریں گے

⊙

ضد ہے انھیں پورا مرا ارماں نہ کریں گے
[illegible] سے جو نہیں نکلی ہے اب ہاں نہ کریں گے

کیوں زلف کا بوسہ مجھے لینے نہیں دیتے
کہتے ہیں کہ واللہ پریشاں نہ کریں گے

ہے ذہن میں اک بات تمہارے متعلق
خلوت میں جو پوچھو گے تو پنہاں نہ کریں گے

واعظ تو بناتے ہیں مسلمان کو کافر
افسوس یہ کافر کو مسلماں نہ کریں گے

کیوں شکر گزاری کا مجھے شوق ہے اتنا
سنتا ہوں وہ مجھ پر کوئی احساں نہ کریں گے

دیوانہ نہ سمجھے ہیں نہ وہ سمجھے شرابی
اب چاک کبھی جیب وگریباں نہ کریں گے
وہ جانتے ہیں غیر مرے گھر میں ہے مہماں
آئیں گے تو مجھ پر کوئی احساں نہ کریں گے

⊙

اہلِ غرور و حرص کو کیا علم سے شرف
تا چرخ بھی پہنچ کے وہ شیطان ہی رہے
اٹھی نگاہ دیر میں لیکن جھکا نہ سر
پیشِ صنم بھی ہم تو مسلمان ہی رہے

⊙

بتِ ستم گر کی کچھ نہ پوچھو حسین بھی ہے ذہین بھی ہے
نہیں ہے دل ہی نہ صرفِ آفت یہاں تو خطرے میں دین بھی ہے
اگرچہ مغرب سے سازِ دل ہے مرید آہنگِ مشرقی ہوں
اگر پیانو ہے انجمن میں محلِّ خلوت میں بین بھی ہے
رعایتِ لعلِ لب سے میں نے کہا اسے مالکِ بدخشاں
تو بولا تیوری چڑھا کہ دیکھو جبیں کے قبضہ میں چین بھی ہے
ہمارے جھگڑوں کی کچھ نہ پوچھو تمام دنیا ہے اور ہم ہیں
کہ جیب میں زر ہے گھر میں زن ہے خراج پر کچھ زمین بھی ہے

ہمارا خنجر بھی بد نما ہے اور ان کی سوئی بھی ہے وہ آفت
کہ صاف بھی ہے، چمک بھی رکھتی ہے، گول بھی ہے، مہین بھی ہے
دعا کو بھی وہ کبھی ہے اٹھتا اسی سے دن رات صرفِ چکر
خدا کی قدرت کے کارخانہ میں ہاتھ بھی ہے مشین بھی ہے

⊙

ہے وہم نقشِ ہستی ہر چند دل نشیں ہے
دیکھو اسے تو سب کچھ سوچو تو کچھ نہیں ہے
دیکھا نہیں کسی نے اس یارِ نازنیں کو
لیکن سنا یہی ہے بے انتہا حسیں ہے
روحانیت کے بدلے آنکھوں میں خاک ہے اب
اس میں وہی وہی تھا اس میں ہمیں ہمیں ہے
تصدیق سے قریں ہو کیونکر ترا تصور
اک لفظِ بے صدا ہے اک نقشِ بے نگیں ہے

⊙

کھڑے ہیں یار ششدر حیرت و عبرت کا مضموں ہے
نہ جنگل ہے نہ ناقہ ہے نہ لیلا ہے نہ مجنوں ہے
وہ رنگِ بزمِ اکبر اب کہاں بہتر ہے اٹھ جاؤ
یہی بس ایک تدبیرِ سکونِ جانِ محزوں ہے

◉

فتنہ اٹھے کوئی یا گھات میں دشمن بیٹھے
کارِ الفت پہ تو اب حضرتِ دل ٹھن بیٹھے

کیوں نہ اس سے مرا دل اے بتِ بدظن بیٹھے
ہم کھڑے بھی نہ رہیں بزم میں دشمن بیٹھے

بزم میں وہ جو دبا کر مرا دامن بیٹھے
اٹھ گئے رشک سے پھر پاس نہ دشمن بیٹھے

شیخ کعبہ میں، کلیسا میں برہمن بیٹھے
ہم تو کوچے میں ترے مار کے آسن بیٹھے

شوخیاں شوق سے کر مجھ کو بھی لطف آتا ہے
سچ کہا تو نے نچلا مرا دشمن بیٹھے

سوئے دولت نظر آئی نہ جو راہِ اعزاز
مسندِ صبر و توکل ہی پہ ہم تن بیٹھے

نظر اٹھی تو اٹھائے گئے نظروں سے گرے
غلطی کی ترے پاس اے بتِ بدظن بیٹھے

ہوں میں وہ رند اگر حشر میں ملزم ٹھہروں
فیصلے کے لیے حوروں کا کمیشن بیٹھے

انقلابِ روشِ چرخ کو دیکھ اے اکبر
کل جو تھے دوست مرے آج عدو بن بیٹھے

ہند سے آپ کو ہجرت ہو مبارک اکبؔر
ہم تو گنگا ہی پہ اب مار کے آسن بیٹھے

⊙

کیا ملا عرضِ آں و ایں کرکے
چل دیئے وہ چناں چنیں کرکے
فائدہ کیا کہ پھر کہوں اُن سے
کر چکے ہاں وہ اب نہیں کرکے
فتنے مسجد میں اٹھے ہیں اکبؔر
دَیر میں بیٹھ ترکِ دیں کرکے

⊙

وہ ہوا نہ رہی، وہ چمن نہ رہا، وہ گلی نہ رہی، وہ حسیں نہ رہے
وہ فلک نہ رہا، وہ سماں نہ رہا، وہ مکاں نہ رہے، وہ مکیں نہ رہے
وہ گلوں میں گلوں کی سی بو نہ رہی، وہ عزیزوں میں لطف کی خو نہ رہی
وہ حبیبوں میں رنگِ وفا نہ رہا، کہیں اور کی کیا وہ ہمیں نہ رہے
نہ وہ آن رہی نہ امنگ رہی نہ وہ رندی و زہد کی جنگ رہی
سوئے قبلہ نگاہوں کی رُخ نہ رہی، درِ دیر پہ نقشِ جبیں نہ رہے
نہ وہ جام رہے، نہ وہ مست رہے، نہ فدائیِ عہدِ الست رہے
وہ طریقۂ کارِ جہاں نہ رہا، وہ مشاغلِ رونقِ دیں نہ رہے

ہمیں لاکھ زمانہ لبھائے تو کیا، نئے رنگ جو چرخ دکھائے تو کیا
یہ محال ہے اہلِ وفا کے لیے غمِ ملت والفتِ دیں نہ رہے
ترے کوچہ زلف میں دل ہے مرا اب اسی میں سمجھتا ہوں دامِ بلا
یہ عجیب ستم ہے عجیب جفا کہ یہاں نہ رہے تو کہیں نہ رہے
یہ تمہارے ہی دم سے ہے بزمِ طرب ابھی جاؤ نہ تم نہ کرو یہ غضب
کوئی بیٹھ کے لطف اٹھائے گا کیا کہ جو رونقِ بزم تمہیں نہ رہے
جو تھیں چشمِ فلک کی بھی نورِ نظر وہی جن پہ نثار تھے شمس و قمر
سو اب ایسی مٹی ہیں وہ انجمنیں کہ نشان بھی ان کے کہیں نہ رہے
وہی صورتیں رہ گئیں پیشِ نظر جو زمانہ کو پھیریں اِدھر سے اُدھر
مگر ایسے جمالِ جہاں آراء جو تھے رونقِ روئے زمیں نہ رہے
غم و رنج میں اکبرؔ اگر ہے گھرا تو سمجھ لے کہ رنج کو بھی ہے فنا
کسی شے کو نہیں ہے جہاں میں بقا وہ زیادہ ملول و حزیں نہ رہے

⊙

پراگندہ بہت ہے دل مرا دنیا کے دھندوں سے
چھڑا دے مجھ کو یا رب نوکری کے سخت پھندوں سے
غلامانہ طریقوں پر مجھے مجبور کرتے ہیں
خدایا بے نیازی دے مجھے ان خود پسندوں سے
کباب آیا تو کیا جب دل ہوا جل کر کباب اپنا
مجھے نانِ جویں بہتر ہے بس ایسے پسندوں سے

یہ خواہش ہے کہ ذکرِ حق سے دل تازہ رہے ہر دم
خداوند ملا دے مجھ کو اپنے نیک بندوں سے

مسلمانوں کی خوشحالی کی بیشک دھن ہے سیّد کو
مگر یہ کام نکلے گا نہ لکچر سے نہ چندوں سے

درستی تختِ عزت کی کہاں ان کیل کانٹوں میں
توقع شہسواری کی نہ رکھو نعل بندوں سے

کجا وہ گیسوئے مشکیں، کجا یہ ڈھیلی اینٹھیں
دلِ وحشیِ اکبر پھنس چکا ایسی کمندوں سے

⊙

ترچھی نظر سے کیجیے عشاق کا شکار
کیا احتیاج آپ کو تیر و کماں کی ہے

⊙

ڈیئر فرینڈ نہ کہیے جنابِ من تو ہے
حضور مجھ سے کوئی صورتِ سخن تو ہے

جو زر نہیں ہے نہ ہو دولتِ سخن تو ہے
نہیں جو بنگ تو کیا غم مئے کہن تو ہے

رسائی اپنی ہے ان تک نہیں ہے غیر کو دخل
پھر اپنا اپنا طریقہ تو ہے چلن تو ہے

⊙

سینے سے لگائیں تمہیں، ارمان یہی ہے
جینے کا مزا ہے تو مری جان یہی ہے
صبر اس لیے اچھا ہے کہ آئندہ ہے امید
موت اس لیے بہتر ہے کہ آسان یہی ہے
تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا
بس جان گیا میں تری پہچان یہی ہے
گیسو کے شریک اور بھی تھے قتل میں میرے
کیا وجہ ہے اس کی کہ پریشان یہی ہے
دل تیری محبت میں دو عالم کو بھلادے
مذہب ہے یہی اور مرا ایمان یہی ہے
اس بت نے کہا بوسۂ بے اذن پہ ہنس کر
بس دیکھ لیا آپ کا ایمان یہی ہے
کرتے ہیں بتدریج وہ ظلموں میں اضافہ
مجھ پر اگر ان کا ہے کچھ احسان یہی ہے
ہم فلسفہ کو کہتے ہیں گمراہی کا باعث
وہ پیٹ دکھاتے ہیں کہ شیطان یہی ہے
اکبؔر کو دعا دیتے ہیں احباب یہ کہہ کر
اب اپنی جماعت میں مسلمان یہی ہے

⊙

سدھاریں شیخ کعبہ کو ہم انگلستان دیکھیں گے
وہ دیکھیں گھر خدا کا ہم خدا کی شان دیکھیں گے

جوانوں کو ذرا پروا نہیں بے اعتدالی کی
بڑھاپے میں نتیجے اس کے یہ نادان دیکھیں گے

حسینانِ عدوئے اتقا کا سامنا ہوگا
میں دیکھوں گا انھیں اور وہ مرا ایمان دیکھیں گے

تری دیوانگی پر رحم آتا ہے ہمیں اکبرؔ
کوئی دن وہ بھی ہوگا ہم تجھے انسان دیکھیں گے

⊙

عقل ہی ایماں ہے دل ہے جان ہے ۔۔۔ لیجئے سب آپ پر قربان ہے
خوبیِ مذہب دمِ آخر کھلی ۔۔۔ نزع میں مونس فقط ایمان ہے
مل کے یاروں سے ہوا شوقِ گناہ ۔۔۔ آدمی کا آدمی شیطان ہے
کیا مجھے کرتے ہو زندوں میں شمار ۔۔۔ سانس لیتا ہوں بس اتنی جان ہے
خود بنا ہے کیا وہ بت اتنا حسیں ۔۔۔ لطفِ فطرت ہے خدا کی شان ہے
سعیِ بازو سے کرے جو کسبِ رزق ۔۔۔ بس وہی اللہ کا مہمان ہے
لطفِ ساقی سے نہ چھلکے جامِ دل ۔۔۔ ظرفِ عالی کی یہی پہچان ہے
دل جسے سمجھا ہے سامانِ وقار ۔۔۔ غور سے دیکھو تو اک طوفان ہے

بے وقوفی ہے تعجب موت پر — عقل تو جینے ہی پر حیران ہے
عالمِ ہستی پہ حیرت ہے مجھے — کس لیے آخر یہ سب سامان ہے
یا مصیبت امرِ معنی خیز ہے — یا یہ نیچر خود بہت نادان ہے
اس کی نادانی مگر مانے گا کون — ذرّہ ذرّہ عاقلی کی جان ہے
پھر اٹھی ہے آپ کی تیغِ ستم — مجھ میں کیا باقی ابھی کچھ جان ہے
حکمِ خاموشی ہے اور میری زباں — آپ کی باتیں ہیں، میرا کان ہے

⊙

لطف تھا جن سے نظارے کا حسیں وہ نہ رہے
جن سے رونق تھی مکانوں کی مکیں وہ نہ رہے
میں جو روتا ہوں کہ افسوس زمانہ بدلا
مجھ پہ ہنستا ہے زمانہ کہ تمھیں وہ نہ رہے

⊙

طلب ہو صبر کی اور دل میں آرزو آئے
غضب ہے دوست کی خواہش ہو اور عدو آئے
بہار میں بھی نہ راحت ملے جو فرقت ہو
صبا سے بھی گلِ داغِ جگر کی بو آئے
بتوں کے ظلم کو کردوں میں ہر طرح ثابت
مگر خدا نہ کرے ایسی گفتگو آئے

کیا ہے نشۂ الفت نے مائلِ گریہ
شراب پینے کو آخر کنارِ جُو آئے

تم اپنا رنگ بدلتے رہو فلک کی طرح
کسی کی آنکھ میں اشک آئے یا لہو آئے

تری جدائی سے ہے روح پر یہ ظلم ہوا
میں اپنے آپ میں پھر کیوں رہوں جو تو آئے

ریا کا رنگ نہ ہو مستند ہیں وہ اعمال
کلام پختہ ہے جب دردِ دل کی بو آئے

لبوں کا بوسہ جسے مل گیا ہو وہ جانے
قدم تو اس بت بے دیں کے ہم بھی چھو آئے

کھلی جو آنکھ جوانی میں عشق آ پہنچا
جو گرمیوں میں کھلیں در تو کیوں نہ لو آئے

وہ مے نصیب کہاں ان ہوس پرستوں کو
کہ ہو قدم کو نہ لغزش نہ منہ سے بو آئے

◉

بہت دن محتسب کے ہاتھ سے مے کے سبو ٹوٹے
شکایت کیا اگر دستِ سبو سے اب وضو ٹوٹے

کچھ ایسا بڑھ گیا ہے حسنِ لطفِ ساقیِ دوراں
ہزاروں شیشۂ تقویٰ پڑے ہیں چار سو ٹوٹے

میں جو کہتا ہوں کہ مرتا ہوں تو فرماتے ہیں
کارِ دنیا نہ رکے گا ترے مر جانے سے

رونقِ عشق بڑھا دیتی ہے بے تابیِ دل
حسن کی شان فزوں ہوتی ہے شرمانے سے

دلِ صد چاک سے کھل جائیں گے ہستی کے یہ پیچ
بل نکلے جائیں گے اس زلف کے اس شانے سے

کون ہمدرد کسی کا ہے جہاں میں اکبرؔ
ایک ابھرتا ہے یہاں ایک کے مٹ جانے سے

صفحۂ دہر پہ ہیں نقش مخالف اکبرؔ
ایک ابھرتا ہے یہاں ایک کے مٹ جانے سے

⊙

کل تک محبتوں کے چمن تھے کھلے ہوئے
دو دل بھی آج مل نہیں سکتے ملے ہوئے

اچھے وہی ہیں آج جو سوتے ہیں زیرِ گل
افسوس ہے انھیں کے ہزاروں گلے ہوئے

آنکھیں دکھا رہی ہیں کہ ہے دل میں بے کلی
عارض اگرچہ گل کی طرح ہیں کھلے ہوئے

⊙

آنکھیں مجھے تلووں سے وہ ملنے نہیں دیتے
ارمان مرے دل کا نکلنے نہیں دیتے
خاطر سے تری یاد کو ٹلنے نہیں دیتے
سچ ہے کہ ہمیں دل کو سنبھلنے نہیں دیتے
کس ناز سے کہتے ہیں وہ جھنجھلا کے شبِ وصل
تم تو ہمیں کروٹ بھی بدلنے نہیں دیتے
پروانوں نے فانوس کو دیکھا تو یہ بولے
کیوں ہم کو جلاتے ہو کہ جلنے نہیں دیتے
حیران ہوں کس طرح کروں عرض تمنا
دشمن کو تو پہلو سے وہ ٹلنے نہیں دیتے
دل وہ ہے کہ فریاد سے لبریز ہے ہر وقت
ہم وہ ہیں کہ کچھ منہ سے نکلنے نہیں دیتے
گرمیِ محبت میں ہیں وہ آہ کے مانع
پنکھا نفسِ سرد کا جھلنے نہیں دیتے

دَورِ دوم

غمزہ نہیں ہوتا کہ اشارا نہیں ہوتا
آنکھ ان سے جو ملتی ہے تو کیا کیا نہیں ہوتا

جلوہ نہ ہو معنی کا تو صورت کا اثر کیا
بلبل گلِ تصویر کا شیدا نہیں ہوتا

اللہ بچائے مرضِ عشق سے دل کو
سنتے ہیں کہ یہ عارضہ اچھا نہیں ہوتا

تشبیہ ترے چہرے کو کیا دوں گلِ تر سے
ہوتا ہے شگفتہ مگر اتنا نہیں ہوتا

میں نزع میں ہوں آئیں تو احسان ہے ان کا
لیکن یہ سمجھ لیں کہ تماشا نہیں ہوتا

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

⊙

نہاں ہے مثلِ بوئے گل جو رنگ اس روئے زیبا کا
مری چشمِ تماشا چشمہ ہے خونِ تمنا کا

سیہ بختی کے پڑتے ہیں جو ہم پر پیچ غربت میں
تو یاد آتا ہے بل کھانا کسی زلفِ چلیپا کا

ہوا ہے امتحانِ ضبط پر مائل بتِ کافر
خدا حافظ دلِ بے صبر و جانِ ناشکیبا کا

بڑھا کر آرزو اتنا گھٹایا عشق نے مجھ کو
کہ کانٹا رہ گیا میں اپنے گلزارِ تمنا کا

نہ ہو چشمِ تمنا کس طرح محوِ رخِ روشن
رُخِ روشن تمہارا نور ہے چشم تمنا کا

مری آنکھوں سے ہے کیفیتِ مستیِ دل پیدا
لبِ ساغر سے افشا ہو رہا ہے راز مینا کا

کمالِ یاس حاصل ہوگیا آخر مجھے اکبر
بہت روزوں سے دل کو شغل تھا مشقِ تمنا کا

⊙

غمِ فراق کا صدمہ اٹھا نہیں سکتا
اب اپنی جان میں اے جاں بچا نہیں سکتا

کسی کو رنگِ محبت دکھا نہیں سکتا
جو دل میں ہے وہ زباں پر میں لا نہیں سکتا

حیائے حسن انھیں ہے حجابِ عشق مجھے
غرض وہ آ نہیں سکتے میں جا نہیں سکتا

یہ کہہ کے اٹھ گئے ہنگامِ نزع مجھ سے رفیق
یہ راہ وہ ہے کوئی ساتھ جا نہیں سکتا

لگا لے سینے سے یا قتل کر مجھے ظالم
ترے قدم سے میں اب سر اٹھا نہیں سکتا

تمہیں ملو تو ملو ورنہ اور سے کیا کام
میں اپنے دل کو کہیں اب لگا نہیں سکتا

نظر لگائے ہیں دل پر ہر اک طرف سے حسیں
کسی طرح سے میں پہلو بچا نہیں سکتا

گزر چکا ہے مرا کام ضبط سے اکبر
میں رازِ عشق اب اپنا چھپا نہیں سکتا

⊙

تم نے بیمار محبت کو ابھی کیا دیکھا
جو یہ کہتے ہوئے جاتے ہو کہ دیکھا دیکھا

طفلِ دل کو مرے کیا جانے لگی کس کی نظر
میں نے کمبخت کو دو دن بھی نہ اچھا دیکھا

لے گیا تھا طرفِ گورِ غریباں دلِ زار
کیا کہیں تم سے جو کچھ واں کا تماشا دیکھا

وہ جو تھے رونق آبادیِ گلزارِ جہاں
سر سے پا تک انھیں خاکِ رہِ صحرا دیکھا

کل تلک محفلِ عشرت میں جو تھے صدر نشیں
قبر میں آج انھیں بے کس و تنہا دیکھا

بسکہ نیرنگیِ عالم پہ اسے حیرت تھی
آئینہ خاکِ سکندر کو سراپا دیکھا
سرِ جمشید کے کاسے میں بھری تھی حسرت
یاس کو معتکفِ تربتِ دارا دیکھا

⦿

وصلِ جاناں کی دلِ زار کو حسرت ہی رہی پر میسر نہ ہوا
عمر بھر جان پہ فرقت کی مصیبت ہی رہی تھا یہ قسمت کا لکھا
تم نے جو بات کہی میں نے دل و جاں سے وہ کی نہ کیا عذر کبھی
تم کو اس پر بھی مگر مجھ سے شکایت ہی رہی پھل یہ خدمت کا ملا
چشمۂ چشم سے اشکوں کی بھی موجیں نکلیں ٹھنڈی سانسیں بھی بھریں
آتشِ غم کی مگر دل میں حرارت عی رہی نہ ہوا فرق ذرا
کھائیں سو مرتبہ قسمیں کہ ہوں عاشق تجھ پر نہیں اوروں پہ نظر
بدگمانی مگر اس شوخ کی عادت ہی رہی صاف مجھ سے نہ ہوا
ایک تم ہو کہ ہزاروں ہی کیے مجھ پہ ستم مل کے غیروں سے بہم
ایک میں ہوں کہ مجھے تم سے محبت ہی رہی کبھی شکوہ نہ کیا
دشمنوں نے تو بہت بات بنائی جا کر کہ وہ بگڑیں مجھ پر
حال پر میرے مگر ان کی عنایت ہی رہی کچھ کسی سے نہ ہوا
ہے تمہاری بھی عجب سخت طبیعت بہ خدا رحم دل میں نہ مزا

منتیں کرتے رہے ہم تمہیں وحشت ہی رہی پاس بیٹھے نہ ذرا
منزلِ گور میں تنہا مجھے سب چھوڑ چلے اپنے بیگانے جو تھے
ساتھ دینے کو فقط اس کی عنایت ہی رہی اور کوئی نہ رہا
ہم نشیں اٹھ گئے اس بزم سے اپنے اکبر تم بھی بس باندھو کمر
نہ وہ جلسے ہی رہے اب نہ وہ صحبت ہی رہی کیا ہے جینے کا مزا

⊙

مائل دلِ وحشی ہے کسی زلفِ دوتا کا
سودا مرے دیوانے کو ہے دامِ بلا کا
انکار وصال ان کے لبوں پر یہ نہیں ہے
پیغام میں سنتا ہوں مسیحا سے قضا کا

⊙

یار نے کچھ خبر نہ لی دل نے جگر نے کیا کیا
نالۂ شب سے کیا ہوا آہِ سحر نے کیا کیا
دونوں کو پا کے بے خبر کر گئے کام حسن و عشق
دل نے ہمارے کیا کیا ان کی نظر نے کیا کیا
صاحبِ تاج و تخت بھی موت سے یاں نہ بچ سکے
جاہ و حشم سے کیا ہوا کثرتِ زر نے کیا کیا
کھل گیا سب پہ حال دل ہنستے ہیں دوست برملا
ضبط کیا نہ رازِ عشق دیدۂ تر نے کیا کیا

اکبرِ خستہ دل کا حال قابلِ رحم ہو گیا
اس سے سلوک کیا کہوں تیری نظر نے کیا کیا

◉

ہجومِ غم سے ان روزوں ہے دل زیر و زبر اپنا
بحقِ احمدِ مرسل الٰہی فضل کر اپنا
نصیحت واعظوں کی اب کرے گی کیا اثر اپنا
زمانہ ہو چکا ہے یونہی رِندی میں بسر اپنا
نہ روؤں کس طرح غربت میں میں دل کھول کر اپنا
حجاب اب ہے یہاں کس کا نہ شہر اپنا نہ گھر اپنا
رہ و رسمِ محبت اُن حسینوں سے میں کیا رکھوں
جہاں تک دیکھتا ہوں نفع ان کا ہے ضرر اپنا
رہے آوارہ یوں اک عمر دنیا میں تو کیا حاصل
مزا تب تھا بنا لیتے کسی کے دل میں گھر اپنا
محل غیرت کا ہے چہرے پہ لوں گا وار قاتل کے
مجھے اس معرکے میں منہ نہ دکھلائے سپر اپنا
محبت کھل گئی اپنے پرائے طعنے دیتے ہیں
عجب عالم ہے غیرت سے ادھر ان کا ادھر اپنا
محبت میں یہ ناصح اور بھی اک قہر ڈھاتے ہیں
کہیں کیا ناک میں دم ہے ادھر ان کا ادھر اپنا

⊙

گلستانِ مضامیں بسکہ ہے مدِّنظر اپنا
گلِ تر سے لطافت میں فزوں ہے شعرِ تر اپنا

ہوا ہے بیخودی کے کوچہ میں جب سے گزر اپنا
نگاہِ شوق سے میں خود ہوں منظورِ نظر اپنا

اٹھاتا تھا ہزاروں سختیاں دل میں اسے رکھ کر
مرے سنگِ لحد پر آرزو پٹکے گی سر اپنا

عروجِ ہستیِ فانی پہ کیا سرگرمِ عشرت ہوں
فروغِ چند ساعت ہے یہاں مثلِ شرر اپنا

جگہ دے آمد آمد ہے نویدِ وصلِ جاناں کی
اٹھالے سینہ سے بستر تو اے دردِ جگر اپنا

نہیں کچھ آج ہی سے میری قسمت میں پریشانی
ازل سے حصہٴ سودائے گیسو میں ہے سر اپنا

لحد کی فکر بھی لازم ہے منعم قصرِ عالی میں
مآلِ کار بھی کچھ سوچ لے اے بے خبر اپنا

امانت عشق کی بعد اپنے کیا جانے ملے کس کو
نہیں معلوم جائے کس کے سر یہ دردِ سر اپنا

غرض کیا ان کو ہے پاپوش ان کے پاؤں دھوتی ہے
لئے پھرتا ہے کیوں مہر فلک یہ طشتِ زر اپنا

نگاہِ شوق پر دستِ ہوس کو کیوں نہ رشک آئے
کہ یہ مجبور ہیں وہ کام کرتی ہے ادھر اپنا
کہیں دیکھا نہ ہستی و عدم کا اشتراک ایسا
جہاں میں مثل رکھتی ہی نہیں ان کی کمر اپنا
نہایت جلد آکر باعثِ تسکینِ خاطر ہو
سراپا منتظر سمجھے مجھے ان کی خبر اپنا
نہیں پاتی نہیں پاتی رسائی گوشِ جاناں تک
بدلتی ہے طریقہ سو طرح میری خبر اپنا
غزل ایسی پڑھو مملو جو ہو عالی مضامیں سے
کرو اب دوسرے کوچے میں اے اکبر گزر اپنا

⊙

حباب آسا اٹھایا بحرِ ہستی میں جو سر اپنا
بنایا بس وہیں موجِ فنا نے ہم سفر اپنا
بسر تیرہ درونوں میں ہو کیونکر اہل بنیش کی
اندھیرے میں نہیں کچھ کام کرسکتی نظر اپنا
پہنچ جاؤں گا سجدوں سے مقامِ قربِ باری میں
قدم کے بدلے میں اس راہ میں رکھوں گا سر اپنا
خطِ موہوم کو ہے نقطۂ فرضی سے اک نسبت
تمہیں اپنے دہن سے کچھ کرو وصف کمر اپنا

تصوّر بھی کبھی مرقد کا آتا تھا نہ دنیا میں
یہ غفلت تھی کہ ہم بھولے ہوئے بیٹھے تھے گھر اپنا
رہِ توحید میں کھٹکا نہیں ہے غیر کا مجھ کو
خودی کا خوف ہے لیکن رہا کرتا ہے ڈر اپنا
نزاکت کے اثر سے شعر میں بھی بندھ نہیں سکتا
بچا جاتا ہے پہلو مجھ سے مضمونِ کمر اپنا
ہماری سرخیِ داغِ جگر سے زرد رو ہوں گے
جمائیں گے وہاں کیا رنگِ الفت اہلِ زر اپنا
تردد کچھ نہیں ایذا دہندوں کو رسائی میں
تمنا بے تکلف دل میں کرلیتی ہے گھر اپنا
نسیمِ عیش ہو یا صرصرِ غم ہم نہیں ہٹتے
جما ہے پائے استقلال یاں مثلِ شجر اپنا

⦿

جو پیشِ چشمِ معنی جلوۂ حسنِ بشر آیا
تماشا پرتوِ انوارِ خالق کا نظر آیا
رہا دم بھر فروغ اس کو کبھی جو اوج پر آیا
مرے حصے میں شاید اخترِ بختِ شرر آیا
تصوّر جلوۂ توحید کا ہے مثلِ آئینہ
کیا شوقِ تماشا جب کبھی میں خود نظر آیا

تصور ان کے عارض کا زبس رنگین و نازک تھا
پری بن کر ہمارے شیشۂ دل میں اتر آیا

ملا ہے ہم کو یہ مضمونِ روشن چشمِ بینا سے
کہ چھوڑی جس نے خود بینی اسے سب کچھ نظر آیا

گیا تھا ہو کے رخصت صورتِ تسکینِ دل مجھ سے
برنگِ ہوش واں سے پھر کے اپنا نامہ بر آیا

حسینوں کو ترے ہوتے ہوئے اے بت میں کیا دیکھوں
مجھے تو حسن تیرا خود تماشائی نظر آیا

ہوا ہے باعثِ ایجادِ عالم حسن یہ کس کا
یہ کس کے دیکھنے کو مجمعِ اہلِ نظر آیا

سوا افسانۂ دل کے کہا بھی کچھ نہیں میں نے
یہ غصہ آپ کو فرمایئے کس بات پر آیا

ہوئے سرسبز لاکھوں نخل اس گلزارِ ہستی میں
نہ لیکن رنگ پر اپنی تمنا کا شجر آیا

⊙

نہ حاصل ہوا صبر و آرام دل کا
نہ نکلا کبھی تم سے کچھ کام دل کا

محبت کا نشہ رہے کیوں نہ ہر دم
بھرا ہے مئے عشق سے جام دل کا

پھنسایا تو آنکھوں نے دامِ بلا میں
مگر عشق میں ہوگیا نام دل کا

ہوا خوب رسوا یہ عشقِ بتاں میں خدا ہی ہے اب میرے بدنام دل کا
یہ بانکی ادائیں، یہ ترچھی نگاہیں یہی لے گئیں صبر و آرام دل کا
دھواں پہلے اٹھتا تھا آغاز تھا وہ ہوا خاک اب یہ ہے انجام دل کا
جب آغازِ الفت ہی میں جل رہا ہے تو کیا خاک بتلاؤں انجام دل کا
خدا کے لیے پھیر دو مجھ کو صاحب جو سرکار میں کچھ نہ ہو کام دل کا
پسِ مرگ ان پر کھلا حالِ الفت گئی لے کے روح اپنی پیغام دل کا
تڑپتا ہوا یونہی پایا ہمیشہ کہوں کیا میں آغاز و انجام دل کا
دل اس بے وفا کو جو دیتے ہو اکبر تو کچھ سوچ لو پہلے انجام دل کا

⊙

فروغِ کم بضاعت رونقِ عالم نہیں ہوتا
مہِ نو بدر ہو کر نیرِ اعظم نہیں ہوتا
بتوں کے قول سے شاداں دلِ پرغم نہیں ہوتا
دل ان کا سنگ ہے پر عہد مستحکم نہیں ہوتا
خدا محفوظ رکھے الفتِ مژگانِ خوباں سے
یہ ذوقِ نشترِ دل مرتے مرتے کم نہیں ہوتا
مقامِ بے خودی میں آرزو کیا، عرضِ مطلب کیا
وہاں یہ دل نہیں ہوتا ہے یہ عالم نہیں ہوتا
صفائے سینہ تک دستِ تصور کس طرح پہنچے
وہ سینہ آشنائے دستِ نامحرم نہیں ہوتا

تمہارے وعظ میں تاثیر تو ہے حضرتِ واعظ
اثر لیکن نگاہِ ناز کا بھی کم نہیں ہوتا

تمنائے وصالِ یار میں ہر وقت روتا ہوں
فراقِ آستین و دیدۂ پُرغم نہیں ہوتا

شکستہ سوختہ مجروح اس پر یہ تمنائیں
دلِ عاشق سا دنیا میں کوئی بےغم نہیں ہوتا

⊙

اگر دل واقفِ نیرنگیِ طبعِ صنم ہوتا
زمانہ کی دو رنگی کا اسے ہرگز نہ غم ہوتا

یہ پابندِ مصیبت دل کے ہاتھوں ہم تو رہتے ہیں
نہیں تو چین سے کٹتی نہ دل ہوتا نہ غم ہوتا

انھیں کی بیوفائی کا یہ ہے آٹھوں پہر صدمہ
وہی ہوتے جو قابو میں تو پھر کاہے کو غم ہوتا

لب و چشمِ صنم گر دیکھ ہی پاتے کہیں شاعر
کوئی شیریں سخن ہوتا، کوئی جادو رقم ہوتا

بہت اچھا ہوا آئے نہ وہ میری عیادت کو
جو وہ آتے تو غیر آتے جو غیر آتے تو غم ہوتا

اگر قبریں نظر آتیں نہ دارا و سکندر کی
مجھے بھی اشتیاقِ دولت و جاہ و حشم ہوتا

لیے جاتا ہے جوشِ شوق ہم کو راہِ الفت میں
نہیں تو ضعف سے دشوار چلنا دو قدم ہوتا

نہ رہنے پائے دیواروں میں روزن شکر ہے ورنہ
تمہیں تو دل لگی ہوتی غریبوں پر ستم ہوتا

◉

نہ پروانے سے محفل اور نہ بلبل سے چمن چھوٹا
مجھی سے جلسۂ رنگینِ یارانِ وطن چھوٹا

وہ ترچھی نظروں سے دیکھا کیے اور میں رہا بسمل
نہ بے تابی گئی میری نہ ان کا بانکپن چھوٹا

◉

روشن دلِ عارف سے فزوں ہے بدن ان کا
رنگیں ہے طبیعت کی طرح پیرہن ان کا

محروم ہی رہ جاتی ہے آغوشِ تمنا
شرم آکے چرا لیتی ہے سارا بدن ان کا

جن لوگوں نے دل میں ترے گھر اپنا کیا ہے
باہر ہے دو عالم سے مری جاں وطن ان کا

ہر بات میں وہ چال کیا کرتے ہیں مجھ سے
الفت نہ نبھے گی جو یہی ہے چلن ان کا

عارض سے غرض ہم کو عنادل کو ہے گل سے
ہے کوچۂ معشوق ہمارا چمن ان کا

ہے صاف نگاہوں سے عیاں جوشِ جوانی
آنکھوں سے سنبھلتا نہیں مستانہ پن ان کا

یہ شرم کے معنی ہیں حیا کہتے ہیں اس کو
آغوشِ تصور میں نہ آیا بدن ان کا

غیروں ہی پہ چلتا ہے جواب ناز کا خنجر
کیوں پیچ میں لایا تھا مجھے بانکپن ان کا

غیروں نے کبھی پاک نظر سے نہیں دیکھا
وہ اس کو نہ سمجھیں تو یہ ہے حسنِ ظن ان کا

اس زلف ورخ ولب پہ انھیں کیوں نہ ہو نخوت
تاتار ہے ان کا، حلب ان کا، یمن ان کا

اللہ رے فریبِ نظرِ چشمِ فسوں ساز
بندہ ہے ہر اک شیخ ہر اک برہمن ان کا

آیا جو نظر حسنِ خدا داد کا جلوہ
بت بن گیا منہ دیکھ کے ہر برہمن ان کا

مرقد میں اتارا ہمیں تیوری کو چڑھا کر
ہم مر بھی گئے پر نہ چھٹا بانکپن ان کا

گزری ہوئی باتیں نہ مجھے یاد دلاؤ
اب ذکر ہی جانے دو بس اے جانِ من ان کا
دلچسپ ہے آفت ہے قیامت ہے غضب ہے
بات ان کی، ادا ان کی، قد ان کا، چلن ان کا

⊙

پوشیدہ آنکھوں میں کبھی دل میں نہاں رہا
برسوں خیالِ یار مرا میہماں رہا
فریاد کس کی تھی پسِ دیوار رات بھر
کیا مجھ سے پوچھتے ہو تو کل شب کہاں رہا
بے جا مرے سفر پہ ہیں یہ بدگمانیاں
پیشِ نظر تمہیں تو رہے میں جہاں رہا

⊙

مصحفِ رخسارِ یوسف میں ہو جب تفسیرِ خواب
کیا زلیخا کو عزیزِ مصر دے تعبیرِ خواب
اگلی باتیں سن کے عبرت کے عوض غفلت نہ کر
غافلوں کے واسطے افسانہ ہے تدبیرِ خواب
کوچہ جاناں سے اٹھتا ہوں تو سو جاتے ہیں پاؤں
ہے طلسمِ تازہ بیڑی کے عوض زنجیرِ خواب

خواب تھیں بیداریاں اس ہستیِ موہوم کی
گور میں خوابِ فنا سے مل گئی تعبیرِ خواب

برق کا جلوہ نظر آیا ہے مجھ کو خواب میں
قرب ان سے ہوگا الٹی ہے اگر تعبیرِ خواب

وصل میں شوقِ تماشا ہجر میں اشکوں کا جوش
عاشقی میں الغرض ممکن نہیں تدبیرِ خواب

قتل کرتا ہے ترا بے ساختہ سونا مجھے
اس ادائے خواب کو کہتا ہوں میں شمشیرِ خواب

اس زمیں میں اور بھی پڑھیے غزل اکبؔر کوئی
پڑ گئی ہو گی نہ پائے فکر میں زنجیرِ خواب

⊙

ہم جو سمجھے تھے نہ وہ حاصل ہوئی تعبیرِ خواب
خواب میں بھی پھر نظر آئی نہ وہ تصویرِ خواب

عالمِ ایجاد بھی اک عالمِ موہوم ہے
جتنی تعمیریں ہیں یاں کی ہیں یہ سب تعمیرِ خواب

خواب میں دیکھا کہ وہ دامن چھڑا کر چل دیئے
حشر کے دن ہوں گے یا رب ہم گریباں گیرِ خواب

کون ایسا ہے جو ہر شب چین سے سوتا نہیں
اک ہمیں محروم ہیں اے فیضِ عالمگیرِ خواب

حضرتِ یوسف کو لپٹا کر زلیخا نے کہا
آپ کے ملنے سے مجھ کو مل گئی تعبیرِ خواب
خواب میں شاید کہی ہے تم نے اکبر یہ غزل
سارے مضموں ہیں خیالی، ہے یہ سب تقریرِ خواب

⊙

نظر آتی نہیں جب ان میں اثر کی صورت
فائدہ کیا جو ہوئے اشک گہر کی صورت
خانۂ دل کو کیا عشقِ بتاں نے برباد
کیا سے کیا ہوگئی اللہ کے گھر کی صورت
حسن کے واسطے لازم ہے تلوّن شاید
دیکھئے روز بدلتی ہے قمر کی صورت
ہم نے مخلوق میں خالق کی تجلّی پائی
دیکھ لی آئنہ میں آئنہ گر کی صورت

⊙

دلِ رنگیں بھی عجب دل ہے مگر قہر ہے یہ
خون ہو جاتا ہے مصروفِ تمنّا ہو کر
مرضِ عشق سے صحت نہیں ہوتی تو نہ ہو
کام ہی کیا ہے کروں گا جسے اچھا ہو کر

عالم اس کے رخِ زیبا کا بیاں ہو کس سے
حسن حیرت میں ہے خود محوِ تماشا ہو کر

◉

بتوں کی مجھ کو یہ ترچھی نظر نہیں منظور
خرابیِ دل و جان و جگر نہیں منظور
وہ ٹالتے ہیں عبث آج کل پہ وعدۂ وصل
جواب صاف نہ دے دیں اگر نہیں منظور
یہاں کے آنے میں تکلیف ہوگی ان کو کمال
اسی سے جذبۂ دل کا اثر نہیں منظور
وہ خود رقیبوں سے ملنا جو ترک کرتے ہیں
تو خیر مجھ کو بھی اب ان سے شر نہیں منظور
مرض ہزار بلا خیز ہو پسند ہے وہ
دوا میں لاکھ شفا ہو مگر نہیں منظور
ہزار بے اثری ہو رہے گا ضبط مجھے
فغاں میں لاکھ اثر ہو مگر نہیں منظور
نہ ہو عروج نہ ہو بے فروغ ہوں تو رہیں
یہ سرکشی تو بسانِ شرر نہیں منظور

قبول سایۂ دیوارِ یار میں رہنا
ہما کا سایہ مگر فرق پر نہیں منظور

ہزار نوکِ سناں سینہ پر گوارا ہے
مگر یہ کاوشِ تیرِ نظر نہیں منظور

اداس ہوتے ہو کیوں بیٹھو پھر چلے جانا
تمہارا روکنا کچھ رات بھر نہیں منظور

جو گھر سے نکلا تو ظالم مرے دکھانے کو
ادھر چلا ہے کہ جانا جدھر نہیں منظور

عدم کو جاتا ہوں احباب دیکھ لیں آکر
وہیں رہوں گا اب آنا ادھر نہیں منظور

ازل میں خالقِ برحق سے روح کا تھا یہ قول
بغیر عشق لباسِ بشر نہیں منظور

وہ دل پسند نہیں جس میں جائے درد نہ ہو
ہوائے غم نہ ہو جس میں وہ سر نہیں منظور

محلِ امن یہی ہے کہ سب بھلائے رہیں
کسی کے دل میں مجھے اپنا گھر نہیں منظور

خیالِ وصلِ بتاں چھوڑ دو بس اے اکبر
تڑپنا روح کا آٹھوں پہر نہیں منظور

۱۸۷۰ء

آ گیا وقتِ اجل اے شوقِ دنیا الوداع
الوداع اے حسرتِ دل اے تمنا الوداع
الوداع اے ساقیِ مے خانۂ طولِ امل
اے سرِ در بادۂ امیدِ فردا الوداع
اے خمِ محراب ایوانِ خوش آئین السلام
اے شکوہِ رفعتِ قصرِ معلّےٰ الوداع
الوداع اے مسند و فرش و قبا و پیرہن
اے حریر و اطلس و کم خواب و دیبا الوداع
الوداع اے رنگِ وحشت الوداع اے فرطِ شوق
رخصت اے جوشِ جنوں اے سیرِ صحرا الوداع
الوداع اے جلوۂ نیرنگیِ حسنِ بتاں
اے خیالِ عارض و زلفِ چلیپا الوداع
الوداع اے عالمِ نیرنگیِ باغِ جہاں
اے نگاہِ دیدۂ محوِ تماشا الوداع
عازمِ ملکِ عدم ہے اکبرؔ خونیں جگر
الوداع اے عمر، اے بزمِ احبّا الوداع

⊙

ہوا پھر قیدیٔ زلفِ دوتا دل — بلا میں ہوگیا پھر مبتلا دل
نگاہیں، چتونیں، عشوے، کرشمے — اُدھر اتنے، اِدھر تنہا مرا دل
نہ چھوڑا آتشِ الفت نے پیچھا — جگر جلنے لگا جب جل چکا دل
لگاوٹ غیر سے ہم سے رکھائی — انھیں باتوں سے تجھ سے پھر گیا دل
یہ وقتِ نزع ہے دم بھر تو ٹھہرو — نہ توڑو عاشقِ رنجور کا دل
بڑے صدمے اٹھائے تم نے اکبرؔ — بتوں کو اب نہ دو بہرِ خدا دل

⊙

عہدِ طفلی سے ہے مذہب میں گرفتاریٔ دل
ساتھ ساتھ اپنے بڑھا کی ہے یہ بیماریٔ دل
نئے انجام مبارک رہیں نوخیزوں کو
میں ہوں اور آرزوئے مرگِ وفاداریٔ دل
زلفِ اسلامی میں الجھے ہوئے مدت گزری
اب کہاں چھوڑتی ہے مجھ کو وفاداریٔ دل
میں تو شیدائے رسولِؐ عربی ہوں اکبرؔ
بخدا ہے بس انھیں کے لیے سرداریٔ دل

⊙

حاصلِ عمر سوا موت کے جب کچھ بھی نہیں
چار دن کے لیے یہ عیش و طرب کچھ بھی نہیں

وجہ کیا تم سے کہوں اس کی طبیعت ہی تو ہے
دل کو اک جوش ہے روتا ہوں سبب کچھ بھی نہیں

زندگی میں تو رہا کرتے تھے کیا کیا ساماں
قبر میں بعدِ فنا آئے تو اب کچھ بھی نہیں

نہ تو خلوت ہی میسّر ہے، نہ کچھ لطف کی بات
کیوں بلایا ہے مجھے آپ نے جب کچھ بھی نہیں

نہ وہ احباب، نہ وہ لوگ، نہ وہ شمع، نہ بزم
صبح دم وہ اثرِ جلسہء شب کچھ بھی نہیں

کوئی اکبر سا بھی دیوانہ نظر آیا ہے کم
پہروں روتا ہے جو پوچھو تو سبب کچھ بھی نہیں

⊙

سنبھالیں دل کو کہ ہم حالتِ جگر دیکھیں
تمام آگ لگی ہے کدھر کدھر دیکھیں

کریں نہ لطف و کرم وہ تو کیا وفا نہ کروں
یہی سمجھ ہے تو اچھا ستم بھی کر دیکھیں

یہ کہہ کے روح نے دل کو کیا سپردان کے
کہ ہم تو جاتے ہیں اب آپ اپنا گھر دیکھیں

تڑپ کے جان ابھی دوں کہ ہوں خجلِ اغیار
خدا کرے کہ مجھے بھی وہ اک نظر دیکھیں

کبھی تو بوسۂ سیب ذقن عنایت ہو
نہالِ عیش کو اک دن تو بارور دیکھیں

⊙

زہادِ خشک حسنِ بتاں سے ہیں بے نصیب
آنکھیں خدا نے دی ہیں مگر دیکھتے نہیں
میں جن کے دیکھنے کو سمجھتا ہوں زندگی
ان کا یہ حال ہے کہ ادھر دیکھتے نہیں
تاثیرِ انتظار نے یہ حال کردیا
آنکھیں کھلی ہوئی ہیں مگر دیکھتے نہیں
بے خوف دل کو کرتے ہو پامال اے بتو
یہ شوخیاں، خدا کا بھی گھر دیکھتے نہیں
ڈورے تو ڈالنے دو ذرا چشمِ شوق کو
دیکھیں گے کس طرح وہ ادھر دیکھتے نہیں
زخمی تری نظر سے بھی ہو، ضبط بھی کرے
اتنا ہم اپنے دل کا جگر دیکھتے نہیں
میری جو پوچھتے ہو تو دیتا ہوں ان پہ جان
ان کا یہ حال ہے کہ ادھر دیکھتے نہیں
ہے انقلاب حسن کے عالم میں کس قدر
دو دن بھی ایک شکلِ قمر دیکھتے نہیں

اکبر نہ سینک شعلۂ حسنِ بتاں پہ آنکھ
عاقل جو لوگ ہیں وہ ادھر دیکھتے نہیں

⊙

رقیبِ تیرہ باطن کو جگہ دے رکھی ہے دل میں
نہیں کچھ اور عیب اس کے سوا اس ماہِ کامل میں
نہ پوچھو وسعتِ اندیشۂ عشاقِ قامت کو
یہ وہ ہیں سو قیامت گم ہے ان کے گوشۂ دل میں
بہت عاشق مگر صورت سے معنی بھی تو ہوں پیدا
بہت مجنوں مگر جلوہ تو ہو لیلیٰ کا محمل میں
زبانوں کو نہیں کھلنے کی طاقت بزم میں تیری
نگاہوں کو نہیں یارا کہ اٹھیں تیری محفل میں
بہت آسان ہے تشریح منطق کی، نتیجوں کی
بہت مشکل ہے لیکن فرق کرنا حق و باطل میں

⊙

سو جان سے محوِ رخِ جاناں ہیں تو ہم ہیں
اس آئینہ خانہ میں جو حیراں ہیں تو ہم ہیں
گلگشت کریں، پھول چنیں، ان کو ہے کیا غم
آوارۂ صحرائے مغیلاں ہیں تو ہم ہیں

بھڑکی ہوئی ہے آتشِ گل اپنے ہی دم سے
سوزِ جگرِ بلبلِ نالاں ہیں تو ہم ہیں
شور اپنے ہی جلوے کا ہے یہ دیر و حرم میں
مقصود دلِ گبرو مسلماں ہیں تو ہم ہیں
اے برق تڑپنے میں ہمیں ہیں ترے ساتھی
اے ابر ترے ساتھ جو گریاں ہیں تو ہم ہیں
دن رات رقیبوں پہ ہے صاحب کی عنایت
بس ایک غمِ ہجر میں نالاں ہیں تو ہم ہیں

⊙

آچکی بس مرے حصہ میں شب وصل اے دل
گردشِ چرخ میں ایسے مرے مقسوم نہیں
بعد مدت کے جو تقریر بھی کی تم نے تو وہ
جس کے مطلب نہیں، معنی نہیں، مفہوم نہیں
کمرِ یار ہے باریکی سے غائب ہر چند
مگر اتنا تو کہوں گا کہ وہ معدوم نہیں
ترچھی چتون سے خدا جانے وہ دیکھیں مجھے کب
موت کا وقت کسی شخص کو معلوم نہیں
میرا احوال جو یاروں نے کہا کچھ ان سے
سن کے فرمایا کہ ہوگا، مجھے معلوم نہیں

دم نکلتا ہے ہمارا خبر ان کو نہیں کچھ
جان جاتی ہے ہماری انھیں معلوم نہیں
جب کہا میں نے مرے حصہ میں آوَ گے کبھی
ہنس کے فرمایا کہ ایسے ترے مقسوم نہیں
خوب کرتا ہوں رقیبوں کی برائی ان سے
مذہبِ عشق میں غیبت کہیں مذموم نہیں

⦿

حرم کیا دیر کیا دونوں یہ ویراں ہوتے جاتے ہیں
تمہارے معتقد گبر و مسلماں ہوتے جاتے ہیں
الگ سب سے، نظر نیچی، خرام آہستہ آہستہ
وہ مجھ کو دفن کر کے اب پشیماں ہوتے جاتے ہیں
سوا طفلی سے بھی ہیں بھولی باتیں اب جوانی میں
قیامت ہے کہ دن پر دن وہ ناداں ہوتے جاتے ہیں
کہاں سے لاؤں گا خونِ جگر ان کے کھلانے کو
ہزاروں طرح کے غم دل کے مہماں ہوتے جاتے ہیں
خرابی خانہ ہائے عیش کی ہے دورِ گردوں میں
جو باقی رہ گئے ہیں وہ بھی ویراں ہوتے جاتے ہیں
بیاں میں کیا کروں دل کھول کر شوق شہادت کو
ابھی سے آپ تو شمشیرِ عریاں ہوتے جاتے ہیں

غضب کی یاد ہیں عیاریاں واللہ تم کو بھی
غرض قائل تمہارے ہم تو اے جاں ہوتے جاتے ہیں
ادھر ہم سے بھی باتیں آپ کرتے ہیں لگاوٹ کی
ادھر غیروں سے بھی کچھ عہد و پیماں ہوتے جاتے ہیں

⊙

غم ہے اتنا کہ دلِ زار پہ قابو بھی نہیں
ضبط یہ ہے کہ کہیں آنکھ میں آنسو بھی نہیں
کیا مرے عہد میں بدلی ہے گلستاں کی ہوا
رنگ کیسا کہ کسی پھول میں خوشبو بھی نہیں

⊙

جفائیں جھیل کر تاثیر الفت کی دکھاتے ہیں
حنا کی طرح پس لیتے ہیں تب ہم رنگ لاتے ہیں
فدا سو جان سے ہوتا ہوں پروانوں کی ہمّت پر
جلے جاتے ہیں لیکن شمع سے لپٹے ہی جاتے ہیں
کھلایا غم، پلایا خونِ دل، مہماں نوازی کی
ترے احسان منداے چرخ ہم دنیا سے جاتے ہیں
خودی و بیخودی دونوں ہیں عکسِ صورتِ جاناں
اسی کو جلوہ گر پاتے ہیں جس عالم میں جاتے ہیں

سحر کو در پہ جاتا ہوں تو فرماتے ہیں اندر سے
ابھی سو کر اٹھے ہیں، ہاتھ منہ دھوتے ہیں، آتے ہیں

⊙

چرخ نے برہم کیا جس کو وہ صحبت خوب تھی
مٹ گئی جو قسمتِ بد سے وہ رنگت خوب تھی

صحبتِ باہم میں تو اب روز رہتا ہے فساد
ہم سے ان سے دور کی صاحب سلامت خوب تھی

مار ڈالا رنجِ تنہائی نے غربت میں ہمیں
اب خیال آیا کہ یاروں ہی کی صحبت خوب تھی

جان دی شیریں نے اس پر، اس پہ لیلیٰ مرگئی
عشق میں فرہاد و مجنوں کی بھی قسمت خوب تھی

⊙

غم نہیں اس کا جو شہرت ہو گئی — ہو گئی اب تو محبت ہو گئی
اب کہاں اگلے سے وہ راز و نیاز — مل گئے صاحب سلامت ہو گئی
ہائے کیا دل کش ہے اس کی چشمِ مست — آنکھ ملتے ہی محبت ہو گئی
چودھواں سال ان کو ہے نام خدا — عمرِ آفت بھی قیامت ہو گئی
ناز سے اس نے جو دیکھا شیخ کو — ان کی دیں داری ہی رخصت ہو گئی

⦿

خدا کا گھر بنانا ہے تو نقشہ لے کسی دل کا
یہ دیواروں کی کیا تجویز ہے زاہد یہ چھت کیسی
یہ کارِ عاشقی ہے دل جدھر لے جائے، جا اکبرؔ
یہ بحثیں اس میں کیا ہیں، مشورہ کیا، مصلحت کیسی

⦿

تمہیں سے ہوئی مجھ کو الفت کچھ ایسی
نہ تھی ورنہ میری طبیعت کچھ ایسی
جہاں دل دکھا بس نکل آئے آنسو
بگاڑی محبت نے عادت کچھ ایسی
حیا کی نگاہوں نے مارا ہے مجھ کو
نہیں چتونوں کی شرارت کچھ ایسی
گرے میری نظروں سے خوبانِ عالم
پسند آگئی تیری صورت کچھ ایسی
میں رونے لگا حالِ دل کہتے کہتے
یکایک بھر آئی طبیعت کچھ ایسی
یہ غیروں نے اب ان کو برہم کیا ہے
نہ تھی ورنہ رنجش کی صورت کچھ ایسی

بسر کیوں نہ ہو عشقِ خوباں میں اکبر
خدا ہی نے دی ہے طبیعت کچھ ایسی

۱۸۷۰ء

حسینوں کے گلے سے لگتی ہے زنجیر سونے کی
نظر آتی ہے کیا چمکی ہوئی تقدیر سونے کی

نہ دل آتا ہے قابو میں نہ نیند آتی ہے آنکھوں میں
شبِ فرقت میں کیونکر بن پڑے تدبیر سونے کی

یہاں بیداریوں سے خونِ دل آنکھوں میں آتا ہے
گلابی کرتی ہے آنکھوں کو واں تاثیر سونے کی

بہت بے چین ہوں نیند آ رہی ہے رات جاتی ہے
خدا کے واسطے جلد اب کرو تدبیر سونے کی

یہ زر وہ چیز ہے جو ہر جگہ ہے باعثِ شوکت
سنی ہے عالمِ بالا میں بھی تعمیر سونے کی

ضرورت کیا ہے رکنے کی مرے دل سے نکلتا رہ
ہوس مجھ کو نہیں اے نالۂ شب گیر سونے کی

چھپر کھٹ یاں جو سونے کی بنائی اس سے کیا حاصل
کرو اے غافلو! کچھ قبر میں تدبیر سونے کی

⊙

نظرِ لطف و کرم یار کی اب وہ نہ رہی
پہلے اک بات جو تھی پیار کی اب وہ نہ رہی

ناامیدی سی ہوئی دیکھ کے غیروں کا ہجوم
آرزو تیرے طلب گار کی اب وہ نہ رہی

وہ لگاوٹ تھی فقط دل کے لبھانے کے لیے
مہربانی بتِ عیّار کی اب وہ نہ رہی

⊙

یہ دردِ دل بھی نہ تھا، سوزشِ جگر بھی نہ تھی
ان آفتوں کی تو الفت میں کچھ خبر بھی نہ تھی

زمانہ سازی ہے اب یہ کہ منتظر تھا میں
ہمارے آنے کی تم کو تو کچھ خبر بھی نہ تھی

فلک نے کیوں شبِ فرقت مجھے ہلاک کیا
جمالِ یار نہیں تھا تو کیا سحر بھی نہ تھی

تمہارے دل کی نزاکت پہ اس کو رحم آیا
نہیں تو آہ مری ایسی بے اثر بھی نہ تھی

سمجھ میں کچھ نہیں آتا طلسمِ حسنِ بتاں
دہن کو سمجھے تھے معدوم واں کمر بھی نہ تھی

جو آپ ہوتے ہیں منکر تو خیر میں جھوٹا
مرا جگر بھی نہ تھا، آپ کی نظر بھی نہ تھی

گزر یہ ہو گیا کیوں کر دلِ پریشاں کا
جگہ تو کوچۂ گیسو میں بال بھر بھی نہ تھی

لپٹ گئے وہ گلے سے مرے تو حیرت کیا
وہ سنگدل بھی نہ تھے، آہ بے اثر بھی نہ تھی

نگاہِ قہر سے دیکھا، یہی غنیمت ہے
مجھے تو آپ سے امید اس قدر بھی نہ تھی

شہیدِ جلوۂ مستانہ ہو گیا شبِ وصل
خوشی نصیب میں عاشق کی رات بھر بھی نہ تھی

⊙

تیری نظروں سے ہماری جب نظر ملتی نہ تھی
ہم کو ایسی لذتِ دردِ جگر ملتی نہ تھی

وہ بھی کیا دن تھے تری شرم و حیا کی اے پری
آئنہ میں چشمِ جوہر سے نظر ملتی نہ تھی

⊙

میں اپنی آہ کیے جاؤں واں اثر نہ سہی
مجھے تو بے خبری ہے انھیں خبر نہ سہی

یہ بے حجاب سرِ شام بام پر آنا
حیا بھی تو کوئی شے ہے کسی کا ڈر نہ سہی

اثر وہی ہے محبت کا گو ہے ضبط مجھے
جگر میں درد تو رہتا ہے چشم تر نہ سہی

نکال لینے دے اے چرخ حوصلے دل کے
شباب تک تو رہے عیش، عمر بھر نہ سہی

خدا کے واسطے تشریف لائیں آج ضرور
رہیں وہ دو ہی گھڑی پاس رات بھر نہ سہی

حسین جتنے ہیں خواہاں ہیں سب ترے اے دل
بس ایک ان کی توجہ نہیں اگر نہ سہی

یہ سوچ کیا ہے تجھے رنج کا ہے کون محل
تمام شہر پڑا ہے اک ان کا گھر نہ سہی

۱۸۷۱ء

نہ خود رہے، نہ حکومت رہی سلیماں کی
کہانی ہوگئی وہ سلطنت پرستاں کی

اسی کے سایہ میں ہوتی ہے میرے دل کی بسر
خدا دراز کرے عمر زلفِ پیچاں کی

خزاں میں بلبل وگل کا نشان تک نہ رہا
ہوا بدل گئی دو روز میں گلستاں کی

جماتی ہے لبِ نازک پہ ان کے رنگ اپنا
یہ شوخیاں تو ذرا دیکھو سرخیِ پاں کی

نگاہِ نازِ بتاں سے خدا بچائے رہے
یہ وہ نظر ہے کہ رہزن ہے دین وایماں کی

میں اپنی راست روی کو کبھی نہ چھوڑوں گا
حضور وضع کو سیدھی بنائیں یا بانکی

طریقِ عشق میں ہے بے خودی کو منصبِ خضر
کہ رہنمائی یہ کرتی ہے کوئے جاناں کی

فریب میں بتِ کافر کے آگیا ہوں میں
نظر نہیں ہے خرابی پہ دین و ایماں کی

عجب ہے مجھ کو وہ کیوں شرم سے نہیں جھکتیں
جو گردنیں متحمل ہیں بارِ احساں کی

غذائے خونِ جگر عاشقوں کو کافی ہے
ہوس نہیں مجھے اے چرخ خونِ الواں کی

ہمیں نہیں ہیں ہوا خواہ اس چمن میں ترے
صبا بھی اک متوسل ہے تیرے داماں کی

نہیں ہے سیب کی خواہش پئے علاجِ دماغ
یہ آرزو ہے کہ بُو سونگھیے زنخداں کی
عجیب رنگ نظر آیا کوئے قاتل میں
کسی کو دل کی ہے پروا نہ قدر ہے جاں کی
کوئی ہے سینہ سپر تیغِ ناز کے آگے
کسی کی روح نشانہ ہے تیرِ مژگاں کی
نہیں ہے ظلمتِ اعمال کا کچھ اندیشہ
کہ روشنی ہے مرے دل میں نورِ ایماں کی
وہ پونچھیں آنسو مرے آکے اپنے دامن سے
ہے قسمت ایسی کہاں میری چشمِ گریاں کی
وہ چشم ہوں کہ جو ہے محوِ جلوۂ توحید
وہ دل ہوں جس میں تجلّی ہے نورِ عرفاں کی
وہ حال ہوں کہ بیاں جس کا دل دکھاتا ہے
وہ شکل ہوں کہ نشانی ہے دردِ پنہاں کی
وہ ذرّہ ہوں کہ بیاباں ہے گرد جس کے حضور
وہ قطرہ ہوں کہ حقیقت نہ سمجھے طوفاں کی
وہ درد ہوں جو پیامِ اجل ہے دل کے لیے
تپش وہ ہوں کہ جو بجلی ہے خرمنِ جاں کی

سکوت کیوں نہ ہو مہرِ لبِ سخن اکبر
زمانہ میں نہ رہی قدر اب سخنداں کی

⊙

ہو گیا بدر ہلال اس کا سبب روشن ہے
روز گھستا تھا ترے در پہ جبیں تھوڑی سی
منزلِ گور میں کیا خاک ملے گا آرام
خو تڑپنے کی وہی اور زمیں تھوڑی سی
آپ کو غیر کی راحت کا مبارک ہو خیال
تکلیف اٹھالیں گے ہمیں تھوڑی سی

⊙

طلسمِ کالبد میں ہے مقیّد روح انساں کی
نہیں اربع عناصر، چار دیواری ہے زنداں کی
اسے سودائے گیسو ہو گیا جس نے مجھے دیکھا
پریشانی مری تصویر ہے زلفِ پریشاں کی
نہیں کچھ رنج اس ظلمت کدے میں بے فروغی کا
تجلّی پیشِ چشم اپنے ہے شمعِ نورِ ایماں کی
صبا سے کیوں نہ رو رو کر کہوں میں حالِ دل اپنا
یہی قاصد ہوا کرتی ہے اکثر کوئے جاناں کی

وہ تھا اک وقت جب سیرِ چمن میں پھول چنتے تھے
زمانہ ایک یہ ہے خاک اڑاتے ہیں بیاباں کی
پھر آئی فصلِ گل پھر جوشِ سودا ہو گیا مجھ کو
اُڑائیں دھجیاں دستِ جنوں نے پھر گریباں کی
وہی میں ہوں کہ غیروں کو وہاں آنے نہ دیتا تھا
وہی میں ہوں کہ پہروں منتیں کرتا ہوں درباں کی

⊙

تمام حسرتیں پیری میں ہوگئیں رخصت
بس ایک رہ گئی مرنے کی آرزو باقی
جو ذبح کرنا ہے پر کھول دے مرے صیاد
کہ رہ نہ جائے تڑپنے کی آرزو باقی
ہمارے شہر پہ یارب یہ کیا پڑی آفت
نہ خوبرو رہے باقی، نہ خوش گلو باقی

⊙

پروانہ جل کے خاک ہوا شمع رو چکی
تاثیرِ حسن و عشق جو ہونی تھی ہو چکی
دنیا میں کون خانۂ دل کی کرے گا قدر
آبادی اس کی ایسے خرابے میں ہو چکی

بیگانہ وار رہتی ہے اب کیوں نگاہِ یار
دونوں جہان سے بھی تو یہ مجھ کو کھو چکی
اب جانِ ناتواں بھی طبیعت کی نذر ہے
ایمان و دل تو پہلے ہی الفت میں کھو چکی
تھک تھک گئی زبان دمِ شرحِ دردِ دل
یہ داستاں مگر نہ کبھی دوستو چکی
اکبؔر عروس دہر سے چشمِ وفا نہ رکھ
دارا و جم کی جب نہ ہوئی تیری ہو چکی

⊙

خفا ہو بے سبب مجھ سے کہو میری خطا کیا ہے
چھوا بھی زلفِ مشکیں کو تو آفت کیا بلا کیا ہے
قیامت ہے طبیعت آ گئی اس آفتِ جاں پر
جسے اتنا نہیں معلوم الفت کیا وفا کیا ہے
انھیں بھی جوشِ الفت ہو تو لطف اٹھے محبت کا
ہمیں دن رات اگر تڑپے تو پھر اس میں مزا کیا ہے
مصیبت عین راحت ہے اگر ہو عاشقِ صادق
کوئی پروانے سے پوچھے کہ جلنے میں مزا کیا ہے
کوئی دن کا ہوں مہماں آ چکی ہے جان ہونٹوں پر
وہی خود دیکھ لیں آ کر کہ اب مجھ میں رہا کیا ہے

طبیبوں سے میں کیا پوچھوں علاجِ دردِ دل اپنا
مرض جب زندگی خود ہو تو پھر اس کی دوا کیا ہے
سنبھالو دل کو اکبرؔ ہجر میں روکو طبیعت کو
یہ رونا، یہ تڑپنا، خیر ہے، تم کو ہوا کیا ہے

⦿

آج آرائشِ گیسوئے دوتا ہوتی ہے
پھر مری جان گرفتارِ بلا ہوتی ہے
شوقِ پابوسیِ جاناں مجھے باقی ہے ہنوز
گھاس جو اُگتی ہے تربت پہ حنا ہوتی ہے
پھر کسی کام کا باقی نہیں رہتا انساں
سچ تو یہ ہے کہ محبت بھی بلا ہوتی ہے
جو زمیں کوچۂ قاتل میں نکلتی ہے نئی
وقف وہ بہرِ مزارِ شہدا ہوتی ہے
جس نے دیکھی ہو وہ چتون کوئی اس سے پوچھے
جان کیونکر ہدفِ تیرِ قضا ہوتی ہے

(ق)

نزع کا وقت برا وقت ہے خالق کی پناہ
ہے وہ ساعت کہ قیامت سے سِوا ہوتی ہے

روح تو ایک طرف ہوتی ہے رخصت تن سے
آرزو ایک طرف دل سے جدا ہوتی ہے

خود سمجھتا ہوں کہ رونے سے بھلا کیا حاصل
پر کروں کیا یونہی تسکین ذرا ہوتی ہے

روندتے پھرتے ہیں وہ مجمعِ اغیار کے ساتھ
خوب توقیرِ مزارِ شہدا ہوتی ہے

مرغِ بسمل کی طرح لوٹ گیا دل میرا
نگہِ ناز کی تاثیر بھی کیا ہوتی ہے

نالہ کر لینے دیں اللہ نہ چھیڑیں احباب
ضبط کرتا ہوں تو تکلیف سِوا ہوتی ہے

جسم تو خاک میں مل جاتے ہوئے دیکھتے ہیں
روح کیا جانے کدھر جاتی ہے کیا ہوتی ہے

ہوں فریبِ ستمِ یار کا قائل اکبرؔ
مرتے مرتے نہ کھلا یہ کہ جفا ہوتی ہے

⊙

اثر دکھانے پہ یہ جذبِ دل جو آتا ہے
کنوئیں سے حضرتِ یوسفؑ کو کھینچ لاتا ہے

فلک جو روز نیازِ داغ اک دکھاتا ہے
ہمارے حوصلۂ دل کو آزماتا ہے

کبھی جو دعوئے منصور میں شک آتا ہے
خیالِ یار مجھے آئنہ دکھاتا ہے
وہ بات ہوں کہ جولاتی ہے جوش میں دل کو
وہ حال ہوں کہ جسے سن کے وجد آتا ہے
جو بے خودی میں مجھے چھوڑ کر وہ جاتے ہیں
تو میرے حال پہ رونے کو ہوش آتا ہے
الٰہی خیر ہو اس بت کے نازِ بے جا کی
دلِ غریب کو میرے بہت ستاتا ہے
زیادہ جان سے کیونکر نہ رکھوں دل کو عزیز
یہ آئنہ تری صورت مجھے دکھاتا ہے
وہ دو ہی ہاتھ میں سمجھے کہ آرزو نکلی
دہانِ زخم اسی پر تو مسکراتا ہے
ہمیں تو آٹھ پہر رہتی ہے تمہاری یاد
کبھی تمہیں بھی ہمارا خیال آتا ہے
نہ جانے کا تو نہیں جانتے بہانہ کچھ
ہزار حیلہ نہ آنے کا تم کو آتا ہے
وہ میکدہ ہے ہمارا کہ جس میں مستوں سے
ہزار ساغرِ جم روز ٹوٹ جاتا ہے

خدا پناہ میں رکھے کشاکشِ غم سے
اسی سے تارِ نفس جلد ٹوٹ جاتا ہے
مصائبِ شبِ فرقت اٹھا چکا ہوں میں
عذابِ گور سے واعظ کسے ڈراتا ہے
نہ پوچھیے ستمِ جوشِ حسرتِ دیدار
یہ جان زار کو آنکھوں میں کھینچ لاتا ہے
دوئی کا دخل نہیں بزمِ وصل میں منظور
وگرنہ آپ میں آنا تو مجھ کو آتا ہے
فنا کا خوف کچھ اہلِ حیات ہی کو نہیں
ہوا سے شمع کا شعلہ بھی کانپ جاتا ہے
مقامِ شکر ہے غافل مصیبتِ دنیا
اسی بہانے سے اللہ یاد آتا ہے
خدا کے واسطے یادِ خدا کر اے اکبر
بتوں کے عشق میں جاں اپنی کیوں گنواتا ہے

⊙

کیا پوچھتے ہو مجھ سے پہلو میں تیرے کیا ہے
اب تو نہیں ہے کچھ بھی دل تھا سو کھو گیا ہے
پایا عجیب عالم قاتل تری گلی میں
ہر زخم میں ہے مرہم ہر درد یاں دوا ہے

مجھ زار و ناتواں کا رہتا ہے میلِ خاطر
سختیِ دل تمہاری ہم سنگ کہربا ہے
برسوں کا چھوڑتی ہے دم بھر میں ساتھ ظالم
کہتے ہیں عمر جس کو معشوقِ بے وفا ہے
گنجینۂ محبت وحشت میں کیا ہو خالی
داغِ جنوں کا سکہ سرمایۂ وفا ہے
صرصر نے لاکھ چاہا اٹھا نہ اس گلی سے
اب تک غبار اپنا خاکِ رہِ وفا ہے
رنگیں تری ادا نے دل خوں کیا چمن کا
جو گل ہے داغِ دل ہے، جو برگ ہے حنا ہے
ہو جس طرح طبیعت لازم ہے شوقِ کامل
ہر بات میں اثر ہے ہر رنگ میں مزا ہے
ایسا مٹا دیا ہے الفت میں دل کو میں نے
رنگِ رخِ تمنّا گردِ رہِ وفا ہے
کل کی تھی بیخودی میں دم بھر کو سیر دل کی
کس لطف کی ہوا ہے کیا باغ خوش فضا ہے
کیا شرحِ آرزو پروا ہو زبان اپنی
افسانۂ دو عالم آغازِ مدّعا ہے

اظہارِ شوق میں ہے رسوائیِ محبت
ہے حرف آبرو پر جو حرفِ مدّعا ہے
اہلِ عدم نہ پوچھو کچھ ہم سے حالِ دنیا
رہ آئے ہم بھی دو دن اک میہماں سرا ہے
کیونکر نہ شعرِ اکبؔر آئے پسند سب کو
یہ رنگ ہی نیا ہے، کوچہ ہی دوسرا ہے

⊙

بس گئی ہے دل میں وہ زلفِ دوتا کیا کیجیے
جان آفت میں ہوئی ہے مبتلا کیا کیجیے
نزع میں پوچھا جو اکبؔر سے کہ کیوں دیتا ہے جان
آہِ سرد اک بھر کے وہ کہنے لگا کیا کیجیے

اضافہ حال

دم لبوں پر آگیا ہے اب دوا کا ذکر کیا
اک بتِ کافر کی الفت ہے، دعا کیا کیجیے
جس کے صدمے سے بمشکل کل بچی تھی میری جاں
پھر وہی درد آج سینے میں اٹھا، کیا کیجیے

◉

وہ اٹھے تو بہت گھر سے اپنے مرے گھر میں مگر کبھی نہ آسکے
وہ نسیمِ مراد چلے بھی تو کیا کہ جو غنچۂ دل کو کھلا نہ سکے

ترے عشق سے باز بھی آنہ سکے ترے ظلم و ستم بھی اٹھا نہ سکے
جو نصیب میں لکھی ہوئی تھی قضا کسی طور سے جان بچا نہ سکے

شب و روز جو رہتے تھے پیشِ نظر بڑی لطف سے ہوتی تھی جن میں بسر
یہ خبر نہیں جا کے رہے وہ کدھر کہ ہم ان کا نشان بھی پا نہ سکے

کبھی جن کے خیال میں ہجر کی شب مجھے نیند نہ آتی تھی ہائے غضب
وہ جو روئے بھی آ کے مزار پر اب مجھے خوابِ لحد سے جگا نہ سکے

یہ مرے ہی نہ آنے کا سب ہے اثر کہ رقیبوں سے دبتے ہو آٹھ پہر
مرے حال پہ چشمِ کرم جو رہے کوئی آپ سے آنکھ ملا نہ سکے

کیا جذبۂ عشق نے میرے اثر رہی غیرتِ حسن پہ ان کی نظر
پسِ پردہ صدا تو سنائی مجھے مگر اپنا جمال دکھا نہ سکے

رہا شہرۂ عشق کا یاں مجھے ڈر، نہیں اپنے پرائے کا خوف و خطر
رہیں دل ہی میں حسرتیں دونوں طرف جو میں جا نہ سکا تو وہ آنہ سکے

وہی دل کی تڑپ وہی دردِ جگر ہوا توبۂ عشق کا کچھ نہ اثر
تری شکل جو آنکھوں میں پھرتی رہی تری یاد بھی دل سے بھلا نہ سکے

تری بانکی ادا ہے وہ ہوشربا کہ ہوں خضر و مسیح بھی جس پہ فدا
وہ فریب بھرا ہے نظر میں تری کہ فرشتہ بھی دل کو بچا نہ سکے
ہے خدا کی جناب میں صبح و مسا یہی اکبرِ خستہ جگر کی دعا
کہ ہمارے سوا بتِ ہوشربا کوئی سینے سے تجھ کو لگا نہ سکے

⊙

تری زلفوں میں دل الجھا ہوا ہے بلا کے پیچ میں آیا ہوا ہے
نہ کیونکر بوئے خوں نامے سے آئے اسی جلّاد کا لکھا ہوا ہے
چلے دنیا سے جس کی یاد میں ہم غضب ہے وہ ہمیں بھولا ہوا ہے
کہوں کیا حال اگلی عشرتوں کا وہ تھا اک خواب جو بھولا ہوا ہے
جفا ہو یا وفا ہم سب میں خوش ہیں کریں کیا اب تو دل اٹکا ہوا ہے
ہوئی ہے عشق ہی سے حسن کی قدر ہمیں سے آپ کا شہرہ ہوا ہے
بتوں پر رہتی ہے مائل ہمیشہ طبیعت کو خدایا کیا ہوا ہے
پریشاں رہتے ہو دن رات اکبر یہ کس کی زلف کا سودا ہوا ہے

⊙

دل کو غفلت نے کدورت میں چھپا رکھا ہے
بخل نے زر کو تہِ خاک دبا رکھا ہے
شور کیوں گبر و مسلماں نے مچا رکھا ہے
دَیر میں کچھ بھی نہیں کعبہ میں کیا رکھا ہے

بے زری میں کوئی معشوق تو پہلو میں کہاں
داغِ افلاس کو سینے سے لگا رکھا ہے
آپ کو پردہ نشینی ہی جو آئی ہے پسند
مجھ کو کیوں مفت میں دیوانہ بنا رکھا ہے
جوششِ فصلِ بہاری ہے کہ ہنگامۂ حشر
بلبلوں نے تو غضب شور مچا رکھا ہے
دیکھیے صبح تلک بدلے وہ کیا کیا پہلو
منتوں سے اسے یاں آج سلا رکھا ہے
آپ کے شہرۂ رحمت نے تو ڈھایا ہے غضب
ایک عالم کو گنہگار بنا رکھا ہے
آرزو مرگ کی اکبر نہ کر اللہ سے ڈر
تجھ سے عاصی کے لیے قبر میں کیا رکھا ہے

◉

کسی کی قسمت میں زہرِ غم ہے کسی کو حاصل مئے طرب ہے
وہی بگاڑے وہی بنائے اسی کی قدرت کا کھیل سب ہے
نظر جو آئے وہ آفتِ جاں تو دل کو کیوں کر بچائے انساں
ادا ہے بانکی نگاہ ترچھی ستم ہے عشوہ حیا غضب ہے
جلا چکی آتشِ محبت تمام میرے دل و جگر کو
تمہیں نہیں ہے یقین اب تک یہی تو اے عمرِ جاں غضب ہے

گزر گیا ہے جو عہدِ عشرت' نہ رکھ تو ناداں پھر اس کی حسرت
قیام اسی کا سمجھ غنیمت جو وقت پیشِ نگاہ اب ہے
یہ اُن کی جتنی لگاوٹیں ہیں یہ ظاہری سب بناوٹیں ہیں
یہ جی لبھانے کی اک ادا ہے یہ دل کو لینے کا ایک ڈھب ہے
دلاتی ہیں نزع میں جو پیہم خدا کی یاد آ کے یارو ہمدم
بھلا میں بھولوں گا اس کو کیونکر وہ میرا مالک ہے میرا رب ہے
یہاں بھی آرام پائے گا' کہاں اب اس وقت جائے گا تُو
اندھیرا چھایا ہے' ابر طاری ہے' مینہ برستا ہے' وقت شب ہے
دعا ہے اکبر یہ اپنی ہر دم لحد میں نکلے زباں سے پیہم
محمدؐ اپنا رسولِ برحق خدائے برتر ہمارا رب ہے

⊙

سنتا ہوں کہ تاثیر محبت میں بھی کچھ ہے
کیونکر نہ کہوں ان کی طبیعت میں بھی کچھ ہے
تسخیرِ بتاں ہوتی ہے گو نقشِ درم سے
تاثیر مگر دل کی محبت میں بھی کچھ ہے
بے چین ہوئے سن کے مرے شوق کا قصہ
صد شکر مزا ان کی طبیعت میں بھی کچھ ہے
جب کہتا ہوں ان سے کہ مرے دل میں ہے حسرت
کس ناز سے کہتے ہیں کہ حسرت میں بھی کچھ ہے

واعظ میں غضب ہی کا سزاوار نہیں ہوں
حصہ مرا گنجینۂ رحمت میں بھی کچھ ہے
رندوں میں تو ہے لطفِ مے وساقی ومطرب
واعظ یہ بتا تو تری صحبت میں بھی کچھ ہے
وہ کوچۂ جاناں کے مزے ایک نہ پائے
ہم پہلے سمجھتے تھے کہ جنت میں بھی کچھ ہے
بگڑے ہوئے تیور ہی سے ثابت نہیں رنجش
ان روزوں تو فرق ان کی طبیعت میں بھی کچھ ہے
فرماتے ہیں وہ سن کے مرے رونے کا احوال
یہ بات تو داخل تری عادت میں بھی کچھ ہے
گو راز محبت کا چھپانا ہے بہت خوب
لیکن بہ خدا لطف تو شہرت میں بھی کچھ ہے
افسانۂ حسرت مرا سن سن کے وہ بولے
ہے سب یہ زبانی کہ طبیعت میں بھی کچھ ہے
خوش وصل سے کوئی، کوئی نظارہ سے دلشاد
اے گردشِ گردوں مری قسمت میں بھی کچھ ہے
بالائے زمیں پاس سکندر کے تھا سب کچھ
اب جا کے ذرا دیکھئے تربت میں بھی کچھ ہے

تم آنے نہ دو یاد بھی کیا کرنے نہ دو گے
دخل آپ کو بندے کی طبیعت میں بھی کچھ ہے

⊙

قیدِ احساں سے تری اے فلک آزاد رہے
بے کسی کا ہو بھلا بے وطنی شاد رہے
مئے گلگوں سے چھٹے مست ہوئے شاد رہے
ساقیا خانۂ احساں ترا آباد رہے
اجل آتی ہے غمِ ہجر میں اللہ رے نصیب
ملک الموت کو کس طرح یہ ہم یاد رہے
ہے یہ حسرت تری حسرت کے سوا سب ہو فنا
دونوں عالم نہ رہیں، شہرِ دل آباد رہے
حشر برپا جو ہوا بھول گیا ایک کو ایک
ایسی آفت میں بھلا کون کسے یاد رہے
گوشۂ خاطرِ عالی میں جو پائے نہ جگہ
کہیئے پھر جا کے کہاں عاشقِ ناشاد رہے
نزع میں نام لیا، قبر میں مذکور آیا
کون سی جا تھی جہاں وہ نہ مجھے یاد رہے

◉

زخمی کیا سینے کو نظر ہے کہ غضب ہے
خوں ہو کے بھی قائم ہے جگر ہے کہ غضب ہے

وہ کہتے ہیں مے پینے کو تو پی نہیں سکتا
اے شیخ یہ اللہ کا ڈر ہے کہ غضب ہے

گزری ہے شبِ وصل کہ آئی ہے مری موت
وہ ہوتے ہیں رخصت، یہ سحر ہے کہ غضب ہے

لپٹا کے مجھے سینہ سے وہ آج یہ بولے
اکبؔر تری آہوں کا اثر ہے کہ غضب ہے

◉

دل شکستہ ہوں مگر دل میں خدا کا نور ہے
یہ وہ ویرانہ ہے روشن جس میں شمعِ طور ہے

آپ کی پیاری ادا پر دل نہ میں دیتا کبھی
بس یہی کہیے قضا سے آدمی مجبور ہے

کون ایسا ہے نہیں ہے موت کی جس کو خبر
پھر جو غفلت ہے تو یہ دنیا کا اک دستور ہے

گونج سے بالے کی زلف الجھی میں عاشق ہو گیا
یہ نہ خوف آیا کہ وہ افعی ہے یہ زنبور ہے

شعر گوئی کی وکالت میں مجھے فرصت کہاں
یہ بھی اکبرؔ خاطرِ احبابِ گورکھپور ہے

⊙

کہوں کس سے قصہ دردو غم، کوئی ہم نشیں ہے نہ یار ہے
جو انیس ہے تری یاد ہے جو شفیق ہے دلِ زار ہے
تو ہزار کرتا لگاوٹیں میں کبھی نہ آتا فریب میں
مجھے پہلے اس کی خبر نہ تھی ترا دو ہی دن کا یہ پیار ہے
یہ نوید اوروں کو جا سنا ہم اسیرِ دام ہیں اے صبا
ہمیں کیا چمن ہے جو رنگ پر ہمیں کیا جو فصل بہار ہے
جسے دورِ چرخ میں ہو خوشی تو ضرور ہے اسے رنج بھی
شبِ ہجر میں ہے جو دردِ سر مئے وصل کا یہ خمار ہے
وہ نظر جو مجھ سے ملا گئے تو یہ اور آفتیں ڈھا گئے
کہ حواس و ہوش و خرد ہے اب نہ شکیب و صبر و قرار ہے
مجھے رحم آتا ہے دیکھ کر ترا حال اکبرِؔ نوحہ گر
تجھے وہ بھی چاہے خدا کرے کہ تو جس کا عاشق زار ہے

۳۵ سال بعد

مری چشم کیوں نہ ہو خوں فشاں، نہ رہی وہ بزم نہ وہ سماں
نہ وہ طرزِ گردشِ چرخ ہے، نہ وہ رنگِ لیل و نہار ہے

جہاں کل تھا غلغلۂ طرب وہاں ہائے آج ہے یہ غضب
کہیں اک مکاں ہے گرا ہوا کہیں اِک شکستہ مزار ہے
غم و یاس و حسرت و بے کسی کی ہوا کچھ ایسی ہے چل رہی
نہ دلوں میں اب وہ امنگ ہے نہ طبیعتوں میں ابھار ہے
ہوئے مجھ پہ جو ستمِ فلک کہوں کس سے اس کو کہاں تلک
نہ مصیبتوں کی ہے کوئی حد، نہ مرے غموں کا شمار ہے
مرا سینہ داغوں سے ہے بھرا، مرے دل کو دیکھیے تو ذرا
یہ شہیدِ عشق کی ہے لحد پڑا جس پہ پھولوں کا ہار ہے
میں سمجھ گیا وہ ہیں بے وفا مگر ان کی راہ میں ہوں فدا
مجھے خاک میں وہ ملا چکے مگر اب بھی دل میں غبار ہے

⊙

اب تو ہیں نامِ خدا آپ کے انداز نئے
نئے غمزے ہیں، نئے عشوے ہیں اور ناز نئے
ان سے ملنے کا نکل آتا ہے ہر شب اک طور
روز ہو جاتے ہیں سامانِ خدا ساز نئے
کل جو باتیں تھیں وہی ہوں یہ تکلف کیسا
آج کیا ہو گئے ہم اے بت طنّاز نئے

⦿

یہ آج وجہ توقف ہے کیا اجل کے لیے
طبیب لکھتے ہیں نسخہ مرا جو کل کے لیے

یہ اضطراب، یہ بے چینیاں، یہ بے تابی
مجھے ہمیشہ ہے، بجلی کو ایک پل کے لیے

ہوا مقامِ فنا میں مَیں اپنا خود عاشق
سمجھ گیا یہی موقع تھا اس محل کے لیے

جو دل میں دردِ محبت اٹھا تو ہم نے بھی
مزے تڑپنے کے پہلو بدل بدل کے لیے

نہیں ہے منزلِ ہستی میں فکرِ زادِ سفر
کہ آج کے لیے ہے صبر، امید کل کے لیے

خیالِ صورتِ جاناں کا شغل دل کو رہے
عجیب حسن ہے یہ چہرۂ عمل کے لیے

ہوا ہوں خلق میں جینے کو جھوٹے وعدوں پر
زبان ان کے دہن میں ہے آج کل کے لیے

میں گھر میں غیر کے کیا ان سے حالِ دل کہتا
زبان ہی نہ کھلی عرضِ بے محل کے لیے

◉

میں کروں لاکھ ارادہ تو وہ کس کام کا ہے
بس بھروسا مرے اللہ ترے نام کا ہے

طالب وصل ہوا یہ تو عجب کیا اس کا
حوصلہ ہی تو مری جاں دل ناکام کا ہے

بار اب پہلو میں رکھنا دلِ ناکام کا ہے
خبر اپنی نہ ہو جس کو وہ کسی کام کا ہے

خط عبث لکھتے ہیں آنا ہو تو آئیں وہ جلد
نزع میں ہوں یہ محل نامہ و پیغام کا ہے

شوق سے آنکھیں دکھاؤ مجھے کچھ رنج نہیں
شعبدہ یہ بھی تو اک گردش ایام کا ہے

دل کیا نذر جو میں نے تو وہ ہنس کر بولے
آپ رکھ چھوڑیئے اس کو مرے کس کام کا ہے

دل مرا ہاتھ میں لے کر وہ یہ فرماتے ہیں
اس کو پامال کروں اور یہ کس کام کا ہے

◉

لگاوٹ کی ادا سے ان کا کہنا پان حاضر ہے
قیامت ہے ستم ہے دل فدا ہے جان حاضر ہے

کہو جو چاہو سن لیں گے مگر مطلق نہ سمجھیں گے
طبیعت تو خدا جانے کہاں ہے جان حاضر ہے
نگاہیں ڈھونڈھتی ہیں جن کو ان کا دو نشاں یارو
اسے میں کیا کروں گا یہ جو سب سامان حاضر ہے
بٹھا کر غیر کی محفل میں مجھ کو اس نے فرمایا
سنو اکبرؔ کی غزلیں دیکھو یہ مستان حاضر ہے

⊙

اک بوسہ دیجیے مرا ایمان لیجیے
گو بُت ہیں آپ بہرِ خدا مان لیجیے
دل لے کے کہتے ہیں تری خاطر سے لے لیا
اُلٹا مجھی پہ رکھتے ہیں احسان لیجیے
غیروں کو اپنے ہاتھ سے ہنس کر کھلا دیا
مجھ سے کبیدہ ہو کے کہا پان لیجیے
مرنا قبول ہے مگر الفت نہیں قبول
دل تو نہ دوں گا آپ کو میں جان لیجیے
حاضر ہوا کروں گا میں اکثر حضور میں
آج اچھی طرح سے مجھے پہچان لیجیے

⊙

اپنی ہستی جو حجابِ صرفِ جاں نہ رہے
واں رہیں ہم کہ جہاں پھر کوئی ارماں نہ رہے
صورتِ یار جو سو پردوں میں پنہاں نہ رہے
بحث پھر تم میں یہ اے گبرو مسلماں نہ رہے
سامنا جلوۂ معشوق کا اللہ اللہ
ہے یہی وقت کہ بس آپ میں انساں نہ رہے
مانگتا ہوں جو دعا صبح کی کہتی ہے اجل
یہ بھی ممکن ہے رہو تم، شبِ ہجراں نہ رہے
آپ ہی نے تو کیا ہے مجھے دیوانۂ عشق
آپ ہی کہتے ہیں اب آپ تو انساں نہ رہے
میں تو عشقِ بتِ ظالم سے نہ باز آؤں گا
عقل چھٹ جائے جگر ٹکڑے ہو ایماں نہ رہے
آئنے کو ہے یہ حیرت کہ سکندر ہوئے خاک
ہوش پریوں کے اڑے ہیں کہ سلیماں نہ رہے
چشمِ نرگس سے کوئی حال چمن کا پوچھے
دیکھتے دیکھتے کیا کیا گلِ خنداں نہ رہے
صبح تک ہجرِ صنم میں یہ دعا تھی اپنی
میں رہوں یا نہ رہوں یہ شبِ ہجراں نہ رہے

ان کا یہ ناز کہ آجائیں گے جلدی کیا ہے
اپنا یہ حال کہ دم بھر کے بھی مہماں نہ رہے
منہ نہ موڑو ستم و جورِ بتاں سے اکبر
بندگی کیسی اگر تابعِ فرماں نہ رہے

⊙

قابلیت تو بہت بڑھ گئی ماشاء اللہ
مگر افسوس یہی ہے کہ مسلماں نہ رہے

⊙

مصیبت عشق کی تنہا مجھی پر کیا گزرتی ہے
تمہارے حسنِ عالمگیر پر اک خلق مرتی ہے
خبر ملتی نہیں کچھ مجھ کو یارانِ گزشتہ کی
خدا جانے کہاں ہیں، کس طرح ہیں، کیا گزرتی ہے
مری آنکھوں میں تو اس کا گزر بھی ہو نہیں سکتا
یہ آنکھیں آپ کی ہیں نیند جن میں چین کرتی ہے
محبت کا اثر ہے عاشق و معشوق پر یکساں
جو مجنوں سر پٹکتا ہے تو لیلیٰ آہ کرتی ہے
اثر کچھ ہو چلا ہے سوزشِ الفت کا سینے میں
الٰہی خیر ہو دل کانپتا ہے روح ڈرتی ہے

پریشاں رکھتی ہے دن رات آکر بیوفاؤں کو
طبیعت آدمی کو کس قدر بے چین کرتی ہے

⊙

کیا قہر ہے اجل مرے سر پر کھڑی رہے
غیروں کی تم کو فکرِ عیادت پڑی رہے
اے شورِ حشر شہرِ خموشاں کی لے خبر
اب کب تلک اجاڑ یہ بستی پڑی رہے
جدّت ہو فکر میں تو توارد کبھی نہ ہو
مضمون کیوں لڑیں جو طبیعت لڑی رہے

⊙

ہے عشق میں ہر لحظ ترقی مرے دل کی
ہر داغ بڑھاتا ہے تجلّی مرے دل کی
کیا اور سے ممکن ہو تسلّی مرے دل کی
جب آپ ہی نے کچھ نہ خبر لی مرے دل کی
رونا ہے جو فرقت میں یہی دیدۂ تر کا
طوفان میں آجائے گی کشتی مرے دل کی
مہمان ہے جس روز سے سینے میں تری یاد
آباد ہے اجڑی ہوئی بستی مرے دل کی

آخر کو یہ جلنے بھی لگا شعلۂ غم سے
فکر آپ کو ہوتی نہیں اب بھی مرے دل کی

یا اس کی خبر بھی نہیں لیتے کبھی اب تم
یا فکر تمہیں رہتی تھی کتنی مرے دل کی

نظروں سے تری گر کے ہوا عشق دوبالا
ہوتی ہے تنزل میں ترقی مرے دل کی

دکھلا کے جھلک اور بھی تڑپا گئے اس کو
کی واہ دوا آپ نے اچھی مرے دل کی

جب قولِ وفا ہار چکا میں تو پھر اب کیا
جیتے ہوئے ہیں آپ تو بازی مرے دل کی

باطن سے ہوں نظارگیِ جلوۂ جاناں
آئینۂ معنی ہے صفائی مرے دل کی

رنگینی میں، نرمی میں، صفائی میں، ضیاء میں
ہے ایک سی خلقت ترے رُخ کی مرے دل کی

نابود ہوئے جل کے خیالاتِ دو عالم
اللہ رے ترے عشق میں گرمی مرے دل کی

سو جان سے کیوں کر نہ ہوں قربانِ تمنا
کرتی ہے بڑی قدر شناسی مرے دل کی

ملتا ہے مزا ان کو مرے جوشِ جنوں کا
سرخوش انھیں کردیتی ہے مستی مرے دل کی
یا ہجر تھا یا وصل میں اب ہو گئے بے خود
وہ خوبیِ قسمت تھی یہ خوبیِ مرے دل کی
وہ ترچھی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے ہیں
اس وقت میں ہو خیر الٰہی مرے دل کی
تسکیں کے لیے رہتے تھے سینے میں جو ہر دم
اب ہے انھی ہاتھوں سے خرابی مرے دل کی
کیوں مکتبِ غم میں سبقِ عشق نہ پڑھتا
تقدیر میں لکھی تھی خرابی مرے دل کی
کیا پوچھتے ہو عشق نے ڈھائی ہے مصیبت
اب روح بھی دیتی ہے دہائی مرے دل کی
کہنا تو بہت کچھ ہے مگر کیا کہوں اکبر
افسوس کہ سنتا نہیں کوئی مرے دل کی

⊙

بے چین ہے دل سینے میں مرا رہ رہ کے تری یاد آتی ہے
وہ چشمِ سیہ جادو کی بھری آنکھوں میں مری پھر جاتی ہے
اے حسرت وصل خدا کے لیے بے چین نہ کر اتنا مجھ کو
کیوں زخم بنی ہے دل میں مرے کیوں روح کو یہ تڑپاتی ہے

تم اس کے جدا ہو جانے کا اکبر نہ کرو کچھ رنج والم
ہے جان سے پیاری کون سی شے انساں سے یہی چھٹ جاتی ہے

⊙

ہوگا کیا رنجش جو تجھ سے اے پری ہو جائے گی
جس سے دل لگ جائے گا اک دلگی ہو جائے گی

ٹال دیتے ہیں یہی کہہ کر مرے مطلب کی بات
آج پر کیا منحصر ہے پھر کبھی ہو جائے گی

آئے گا آغوش میں میری جو وہ رشکِ چمن
نکہتِ گل کی طرح سے بےخودی ہو جائے گی

روح کو قالب میں آئے سے بڑا انکار تھا
یہ نہ سمجھی تھی کہ آخر دوستی ہو جائے گی

نزع میں ہوں اب بھی آجائیں وہ دم بھر کے لیے
اور تو کیا اک نگاہِ آخری ہو جائے گی

⊙

جو اس سرو قد سے جدائی ہوئی ہے قیامت مرے سر پہ آئی ہوئی ہے
ذرا دیکھنا پھر انھیں چتونوں سے یہ پیاری ادا دل کو بھائی ہوئی ہے
نہیں رُوئے رنگیں پہ زلفوں کا جلوہ گلستاں پہ بدلی یہ چھائی ہوئی ہے
کسی کا نہیں ہے گزر اس گلی میں یہ قسمت سے اپنی رسائی ہوئی ہے

مرا سوزِ دل آپ کیا دیکھتے ہیں
یہ آگ آپ ہی کی لگائی ہوئی ہے

نہ دیکھیں گے وہ اس طرف آنکھ اٹھا کر
کچھ اور ان کے دل میں سمائی ہوئی ہے

دکھاتے نہ تھے آپ یوں مجھ کو آنکھیں
یہ شوخی کسی کی سکھائی ہوئی ہے

مکدّر کیا تھا رقیبوں نے ان کو
بڑی مشکلوں سے صفائی ہوئی ہے

جو چاہیں کریں بے وفائی وہ اکبر
طبیعت مری ان پر آئی ہوئی ہے

دورِ اوّل

عمر اکیس سال یعنی ۱۸۶۶ء کی تصنیف

⊙

الفت جو کیجیے تو غرض آشنا سے کیا
وعدہ جو لیجیے تو بتِ بے وفا سے کیا

موسیٰ نے کوہِ طور پہ باتیں خدا سے کیں
رتبہ بشر کا دیکھیے ہوتا ہے کیا سے کیا

مرتا ہوں جان جاتی ہے اب ہجر میں مگر
اظہار اس کا کیجیے اس بے وفا سے کیا

لطفِ چمن ہے، بادۂ گلگوں ہے، یار ہے
اب موسمِ بہار میں مانگوں خدا سے کیا

قاتل تمہیں کہیں گے، جہاں میں ہمیں شہید
اے یار اور ہوگا تمہاری جفا سے کیا

دارِ فنا سے لے نہ چلے کچھ تو غم نہیں
فرمایئے تو لائے تھے ملکِ بقا سے کیا

تیرے مریضِ غم کو جو کرتی اثر نہیں
کچھ کہہ دیا ہے آکے قضا نے دوا سے کیا

کیا کیا صفت لکھی تری زلفِ دراز کی
مضمون ہاتھ آئے ہیں فکرِ رسا سے کیا

لیتا ہے یاں غمِ شبِ ہجراں تو اپنی جاں
امیدِ صبح دیتی ہے ہم کو دلاسے کیا

صد چاک مثل شانہ کرے عاشقوں کا دل
ہوگا بس اور آپ کی زلفِ دوتا سے کیا
دل میں جو ہے وہ ہوگا شبِ وصل میں ضرور
ہوگا حضور آپ کی شرم و حیا سے کیا
میں حالِ دل تمام شب ان سے کہا کِیا
ہنگامِ صبح کہنے لگے کس ادا سے کیا
بہرِ نمودِ غیر گوارا ہو اپنا خوں
مضمون ہاتھ آیا ہے برگِ حنا سے کیا

عمر ۲۳ سال

جلوۂ رفتارِ جاناں ہے نمونہ حشر کا
حق بجانب ہے جو ہے زاہد کو دھڑکا حشر کا
بے تامل تیری قامت کے جو مضموں مل گئے
شاید اب نزدیک آ پہنچا زمانہ حشر کا
جلوۂ قامت نے کچھ ایسا ہمیں گھبرا دیا
جیتے جی ہم سمجھے آ پہنچا زمانہ حشر کا
میری آنکھیں نوح کے طوفاں کی دکھلاتی تھیں سیر
ان کی چتون نے تو دکھلایا تماشا حشر کا

یادِ قامت نے کیا ہے واعظوں کا معتقد
روز میں سننے کو جاتا ہوں فسانا حشر کا

لوحِ قسمت کے مطابق نامہِ عصیاں ہے جب
پھر بھلا ہونے لگا کیوں مجھ کو کھٹکا حشر کا

ہے شبِ ہجراں درازی میں بسانِ زلف یار
طول میں روزِ جدائی دن ہے گویا حشر کا

یادِ قامت سے جو اس دن مل گئی فرصت ہمیں
دیکھ لیں گے دور سے ہم بھی تماشا حشر کا

بے خبر جو ایک کے احوال سے ہے دوسرا
آپ کی محفل بھی گویا ہے نمونا حشر کا

جنسِ عصیاں نفع خاطر خواہ پر بیچیں گے ہم
اے غمِ نقصاں ذرا ہونے دے میلا حشر کا

فاتحہ پڑھنے مری تربت پہ خوش قد آتے ہیں
ہر شبِ آدینہ یاں ہوتا ہے میلا حشر کا

ق

کیا قیامت نامہ پڑھ پڑھ کر سناتا ہے مجھے
خوف تو مجھ کو دلاتا ہے بھلا کیا حشر کا

واعظا میں اُس کا محوِ جلوۂ رفتار ہوں
جس کا ہر نقشِ قدم ہے اک رسالا حشر کا

ق

انتہا کا حسن بخشا ہے اسے اللہ نے
کیوں دل وجاں سے نہ میں ہو جاؤں شیدا حشر کا
نامۂ اعمال میرا اس کی ہے زلف سیاہ
نورِ رحمت ہائے حق ہے روئے زیبا حشر کا

ق

وحشتِ دل مجھ سے کہتی ہے چلو بھی یاں سے اب
طے ابھی برسوں نہ ہوگا یہ بکھیڑا حشر کا
خواہشِ خلدِ بریں میں آرزوئے حور میں
کون مدّت تک اٹھائے نازِ بے جا حشر کا
حشر تک اب ہاتھ آنے کے نہیں مضمونِ حشر
تم نے اے اکبر کوئی پہلو نہ چھوڑا حشر کا

۱۸۷۴ء مقام آگرہ

ہجر میں دانتوں کے گریاں جو میں بیتاب ہوا
اشک جو آنکھ سے نکلا دُرِ نایاب ہوا
سبزۂ خط سے قرارِ دلِ بے تاب ہوا
کشتہ اس بوٹی سے آخر کو یہ سیماب ہوا

موردِ طعنۂ بیگانہ و احباب ہوا
خوب رسوا ترے ہاتھوں دلِ بے تاب ہوا
ہو گیا غرق میں یادِ رخِ نورانی میں
ہالۂ ماہ مجھے حلقۂ گرداب ہوا

ق

تو ہے وہ برقِ تجلّی کہ ترا نقش قدم
روکش آئینۂ مہرِ جہاں تاب ہوا
تیرے جلوے سے ہوا حسنِ ظہورِ ایجاد
نور تیرا سببِ عالمِ اسباب ہوا
گلِ ہستی کو ترے رنگ نے زینت بخشی
چمنِ خلق ترے فیض سے شاداب ہوا
حسرتا اے عقل کہ پائی ترے لشکر نے شکست
مژدہ اے عشق جنوں آج ظفریاب ہوا
کسی حالت میں اسیری سے رہائی نہ ہوئی
ڈوب مرنے پہ بھی مائل جو میں بے تاب ہوا

ق

موجیں دریا کی سلاسل ہوئیں پاؤں کے لیے
طوق گردن کے لیے حلقۂ گرداب ہوا

چشمِ معنی سے جو کی سیرِ طلسماتِ جہاں
پتّا پتّا مجھے اک گلشن شاداب ہوا

قطرے قطرے میں ہوئی وسعتِ دریا پیدا
ذرّہ ذرّہ صفتِ مہرِ جہاں تاب ہوا

اک زمانے کی ترے آگے جھکی ہے گردن
خمِ ابرو نہ ہوا کعبہ کی محراب ہوا

ساقیا بہر خدا جلد پلا مجھ کو شراب
فرقتِ شیشہ و ساغر میں میں بے تاب ہوا

نہ رہی دخترِ رز مجھ پہ کسی طرح حرام
اب ترے عذر کا مسدود ہر اک باب ہوا

اس طرف قلقلِ مینا ہے ادھر شورِ طلب
بس سمجھ لے وہ قبول اور یہ ایجاب ہوا

درد ہوتا ہے یہ کہہ کر کیے کان آپ نے بند
حال میرا نہ ہوا قطرہ سیماب ہوا

فکرِ رنگیں سے ہوئی مدحتِ دندانِ صنم
دیکھیے لعل سے پیدا دُرِ نایاب ہوا

رہی ہر کام میں ہر وقت مسبب پہ نگاہ
اپنا منظر نہ کبھی عالمِ اسباب ہوا

یاں کی رنگینیاں ہیں عین دلیلِ غفلت
سرخیِ چشم سے پیدا اثرِ خواب ہوا
گردشِ بخت سے آنسو ہی نکلتے ہیں مدام
اس میں بھی کیا اثر گردشِ دولاب ہوا
ضیقِ فرصت میں غزل ہو نہ سکی اے اکبرؔ
میں تو شرمندۂ فرمائشِ احباب ہوا

⊙

ابھی سے خون رلاتی ہے مجھ کو فکرِ مآل
چمن میں بعد تیرے اے بہار کیا ہوگا
انھیں پسند نہیں اور اس سے میں بیزار
الٰہی پھر یہ دلِ بے قرار کیا ہوگا
عزیز وسادہ ہی رہنے دو لوح تربت کو
ہمیں مٹے تو یہ نقش و نگار کیا ہوگا

⊙

زمانہ ہو گیا بسمل تری سیدھی نگاہوں سے
خدا نا خواستہ ترچھی نظر ہوتی تو کیا ہوتا
محبت ہو نہ ہو ان کو مجھے کیا میں تو عاشق ہوں
نہ ہونے سے ہے ہاں کے کیا اگر ہوتی تو کیا ہوتا

پسا جاتا ہوں میں سو جان سے اس بیوفائی پر
محبت یار کو مجھ سے اگر ہوتی تو کیا ہوتا

مری حسرت کی نظروں ہی پہ ظالم اس قدر بگڑا
کہیں دردِ جگر سے چشم تر ہوتی تو کیا ہوتا

نہ رکھی آسماں نے ایک دم بھی وصل کی ساعت
گھڑی بھر چین سے اپنی بسر ہوتی تو کیا ہوتا

قفس اس ناتوانی پر تنِ بسمل بنا تم سے
جو طاقت بھی کہیں اے بال و پر ہوتی تو کیا ہوتا

۱۸۶۶ء

کس قدر جوشِ مسرت میں ہے سر پر سہرا
خود ہے خوشبو کی طرح جامے سے باہر سہرا

مصر خوبی کا تو نوشاہ ہے مثلِ یوسف
سایۂ لطفِ خدا ہے ترے سر پر سہرا

عارض و خال کا تیرے ہے اسے قرب نصیب
کس طرح سے نہ ہو رشکِ مہ و اختر سہرا

آج ہر گل کی تمنا ہے یہی گلشن میں
کہ ترے فرقِ مبارک پہ ہو آکر سہرا

بے سبب تو نے سنبھالا نہیں ہاتھوں سے اسے
غش ہے عارض کی صفائی پہ مقرّر سہرا

نکہتِ گیسوئے مشکیں نے دکھایا جو اثر
ہو گیا اور بھی خوشبو سے معطّر سہرا

روزِ روشن کا گماں کیوں شبِ عشرت پہ نہ ہو
عکسِ رخسار سے ہے مہرِ منوّر سہرا

گلشنِ حسن میں اللہ رے رسائی اس کی
ہوگیا سنبلِ گیسو کے برابر سہرا

زینتِ حسنِ خدا داد جو شادی سے ہوئی
بن گیا چہرۂ پرنور کا زیور سہرا

جلوۂ حسن کے نظّارہ کی لاتا نہیں تاب
اس لیے چہرے سے ہٹ جاتا ہے اکثر سہرا

یہ طراوت عرقِ رُخ کی نہیں ہے اس میں
آبِ آئینۂ خورشید میں ہے تر سہرا

کہہ دیا ہم نے یہ اک دوست کی فرمائش سے
ورنہ واقف بھی نہیں کہتے ہیں کیونکر سہرا

۱۸۷۰ء

لاکھ جرأت کی کہ تنہائی میں لپٹا لیں انھیں
دل میں رعبِ حسن سے خوف و خطر آ ہی گیا

میں بھی اب اچھی طرح غیروں سے کرتا ہوں فساد
رنج تو مجھ سے تجھے اے فتنہ گر آ ہی گیا

دھیان میں لایا سرِ مُو بھی نہ اس کی ناز کی
کھل کے جوڑا خودسری سے تا کمر آ ہی گیا

گو بہت کچھ رنج یارانِ وطن سے تھا ہمیں
آنکھ میں آنسو مگر وقتِ سفر آ ہی گیا

میری آہیں سن کے کان اپنے کئے تھے تم نے بند
رو دیئے آخر کو دل میں کچھ اثر آ ہی گیا

آ کے جب غش میں مجھے دیکھا تو گھبرا کر کہا
ہوش میں آ اب تو میں اے بے خبر آ ہی گیا

بعد مدت کے نظر آئی جو صورت یار کی
سو طرح دل کو سنبھالا غش مگر آ ہی گیا

◉

حسرت کو شہرِ عشق میں بھیجا خدا نے جب
رہنے کو خانۂ دلِ مضطر بنا دیا

پہلے ہی چال آپ کی تھی فتنہ زا حضور
گھنگرو نے اور فتنۂ محشر بنا دیا
لکھی یہاں تلک صفت اس نونہال کی
خامے کو ہم نے شاخِ گلِ تر بنا دیا

⊙

نظارہ روز و شب ہے مصحفِ رخسارِ قاتل کا
یہی صورت رہی تو بس خدا حافظ مرے دل کا
خزاں میں کیا اداسی چھائی ہے صحنِ گلستاں پر
نہ وہ پھولوں کی رنگینی نہ وہ نغمہ عنادل کا
یہ زینت بندشِ الفاظ کی ہے حسنِ معنی سے
نہ ہو جلوہ جو لیلیٰ کا تو پھر کیا لطف محمل کا

۱۸۷۳ء

کیسی کیسی وہ لگاوٹ کی نظر کرتے ہیں
دھوکے کھاتا ہے ہمارا دلِ ناداں کیا کیا
خوب فرما گئے ہیں حضرتِ آتش اکبر
میرے اللہ نے مجھ پر کیے احساں کیا کیا

⊙

یہ پہلی غزل ہے جو مشاعرے میں پڑھی گئی اور پبلک نے اکبر کا نوٹس لیا اور اس وقت اکیسواں سال تھا

سمجھے وہی اس کو جو ہو دیوانہ کسی کا
اکبرؔ یہ غزل میری ہے افسانہ کسی کا
دکھلاتے ہیں بت جلوۂ مستانہ کسی کا
یاں کعبہِ مقصود ہے بت خانہ کسی کا
گر شیخ و برہمن سنیں افسانہ کسی کا
معبد نہ رہے کعبہ و بت خانہ کسی کا
اللہ نے دی ہے جو تمہیں چاند سے صورت
روشن بھی کرو جا کے سیہ خانہ کسی کا
اس کوچہ سے ہے گبر و مسلماں کی عقیدت
کعبہ جو کسی کا ہے تو بت خانہ کسی کا
اشک آنکھوں میں آجائیں عوض نیند کے صاحب
ایسا بھی کسی شب سنو افسانہ کسی کا
جاں اپنی جو دی شمع کے شعلے سے لپٹ کر
سمجھا رُخِ روشن اسے پروانہ کسی کا
شمعِ رُخِ روشن کا وہ جلوہ تو دکھائیں
ہے حوصلہ بھی صورتِ پروانہ کسی کا

کیا برق کی شوخی مری آنکھوں میں سمائے
ہے پیشِ نظر جلوۂ مستانہ کسی کا

الفت مجھ اس سے ہے اسے غیر سے ہے عشق
میں شیفتہ اس کا ہوں وہ دیوانہ کسی کا

عشرت نہیں آتی جو مرے دل میں نہ آئے
حسرت ہی سے آباد ہے ویرانہ کسی کا

حیراں ہوں اسے تابِ جمال آئے گی کیونکر
بے خود ہے جو دل سن ہی کے افسانہ کسی کا

پہنچی جو نگہِ عالمِ مستی میں فلک پر
ہم سمجھے مہِ نو کو بھی پیمانہ کسی کا

کرنے نہیں دیتے جو بیاں حالتِ دل کو
سنیے گا لبِ گور سے افسانہ کسی کا

سامانِ تکلّف نظر آئیں گے جو ہر سُو
جنت میں بھی یاد آئے گا کاشانہ کسی کا

نالاں ہے اگر وہ تو یہ ہے چاک گریباں
بلبل کی طرح گل بھی ہے دیوانہ کسی کا

چشم و دلِ عاشق کا نہ کچھ پوچھیے احوال
وہ محو کسی کی ہے یہ دیوانہ کسی کا

تاثیر جو کی صحبتِ عارض نے دمِ خواب
خجلت دہِ آئینہ ہوا شانہ کسی کا

کوئی نہ ہوا روح کا ساتھی دمِ آخر
کام آیا نہ اس وقت میں یارانہ کسی کا

کچھ دور نہیں ساقیِ کوثر کے کرم سے
بھر دے مئے وحدت سے جو پیمانہ کسی کا

رکھتا ہے قدم کوچۂ گیسو میں جو بے خوف
کیا تو دلِ صد چاک ہے اے شانہ کسی کا

تاثیرِ محبت سے جو ہو جاتے ہیں بے چین
رو دیتے ہیں اب سن کے وہ افسانہ کسی کا

احباب نے پوچھا جو مرا حال تو بولے
سنتے ہیں وہ ان روزوں ہے دیوانہ کسی کا

دیکھا ہے عجب رنگ کچھ اس دورِ فلک میں
کوئی نہیں اے ساقیِ میخانہ کسی کا

یاں شیشۂ دل خونِ تمنا سے ہے لبریز
واں بادۂ گلفام سے پیمانہ کسی کا

سب مستِ مے شوق ہیں ان آنکھوں سے اکبر
اس دور میں خالی نہیں پیمانہ کسی کا

بخشی ہے جبیں سائی کی در پر جو اجازت
واجب ہے مجھے سجدۂ شکرانہ کسی کا

اے حضرتِ ناصح نہ سنے گا یہ تمہاری
میرا دلِ وحشی تو ہے دیوانہ کسی کا

کرتے وہ نگاہوں سے اگر بادہ فروشی
ہوتا نہ گزر جانبِ میخانہ کسی کا

حسرت ہی رہی زلفوں کے نظارہ کی مجھ کو
یہ پنجۂ مژگاں نہ بنا شانہ کسی کا

کس طرح ہوا مائلِ گیسو نہیں معلوم
پابند نہ تھا یہ دلِ دیوانہ کسی کا

ہم جان سے بیزار رہا کرتے ہیں اکبرؔ
جب سے دلِ بے تاب ہے دیوانہ کسی کا

⊙

یہ دوسری غزل ہے جو اکبر نے مشاعرے میں پڑھی بہ عمر ۲۲ سال

مبارک مے کشو! موسم پھر آیا بادہ خواری کا
چمن میں شور ہے پھر آمدِ فصلِ بہاری کا

نہایت اجتماعِ آتش وسیماب مشکل ہے
خیالِ رخ میں کیونکر حال لکھوں بے قراری کا

ہمارا غنچۂ خاطر شگفتہ کر نہیں سکتی
فقط کلیاں کھلانا کام ہے بادِ بہاری کا
چمن میں خندہ زن گل ہے تو میخانے میں پیمانہ
یہاں ہے فیضِ ساقی واں کرم بادِ بہاری کا
مسخر کرتا ہوں پریوں کو میں جادو بیانی سے
حسینوں میں فسانہ ہے مری ذی اختیاری کا
ہوئی ہے الفتِ معبود میں دیوانگی مجھ کو
مقرر کیونکر نہ اک عالم ہو میری ہوشیاری کا

⊙

ناقصاں راسود بخشد پرتوِ اہلِ کمال
ماہِ نو را میکند در نورِ کامل آفتاب
بینمش در قطعِ رہ ہر روز روزِ اوّلیں
صورتِ من ہست جویائے چہ منزل آفتاب
ہر سحر لرزاں و ہر شامے بخوں می بینمش
شد مگر از غمزۂ حسنِ تو بسمل آفتاب
حیرتم نبود بریں اوجِ تو اے لیلائے حسن
ناقہ ات گردوں اگر سازند و محمل آفتاب
مرکز آسا نقطۂ موہومش ان کارند و بس
گرد دارِ حلقۂ بزمِ تو داخل آفتاب

ہست رفتارِ حسیناں باعثِ صد انقلاب
میکند تغیر فصل از طے منزل آفتاب

سوزِ عشق روئے تو دارم بایں کم مائیگی
اخترے ہستم کہ پنہاں کردہ دردل آفتاب

جوش زد چوں پرتو نور رخت اے بحرحسن
درافق گم گشت مثلِ موجِ ساحل آفتاب

پرتوِ نورت نمود اعجاز ہنگام شنا
قطرہ قطرہ گشت در دامانِ ساحل آفتاب

میکشاں میخوردہ از بحرِ تردد بگذرند
می رساند کشتیِ رنداں بہ ساحل آفتاب

دانہ ہائے سبحہ دردست ماست وشوقِ مے بطبع
برکف انجم دارم و پوشیدہ در دل آفتاب

برسرش زہرہ اگر تابدا سیراں راخوش است
بگذرد زود از نواحِ چاہِ بابل آفتاب

بر سپہرِ معنیِ روشن چوگامے سیر کرد
ارمغاں آورد اکبر سوئے محفل آفتاب

آفریں اکبر بریں روشن بیانیہائے تو
شعرمی خوانی و بے تابد بہ محفل آفتاب

◉

دلم فسردہ شد و عشق و آرزو باقی است
نماند در گل پژ مردہ رنگ و بوباقی است

گماں مبر کہ ستم کردی و وفا نہ کنم
بیا بیا کہ ہماں شوق وآرزو باقی است

فغاں کہ آتشِ غم زیرِ خاک ہم نگذاشت
ہنوز سوزِ دل و آہِ شعلہ جو باقی است

بہ بحرِ عشق فتادیم و دست و پانہ زدیم
ہزار منت و ہمت کہ آبرو باقی است

اجل بیامد و جانم ببر دو دل بگزاشت
فغاں کہ جانِ عزیزم شد وعدو باقی است

فدائے صورتِ زیبارخے کہ فانی نیست
نثارِ حسنِ حسینے کہ حسن او باقی است

زِ زشتیِ عملم در لحد نمی پر سند
ہزار شکر کہ یادِ رخِ نکو باقی است

پسِ فنا بہ لحد ہم قرار نیست مرا
مگر بہ دل خلشِ خار آرزو باقی است

بحسنِ فانیِ دنیا مبندِ دل اکبر
فنا شود رہِ آں کس کہ نام او باقی است

⦿

جاں نثاروں کے سوا کوئی نہ دیکھے روئے دوست
چال ہے تیغِ قضا کی جنبشِ ابروئے دوست

دیکھنے آئے تھے ہم حسنِ رخِ نیکوئے دوست
آپ سے جاتے رہے آکر میانِ کوئے دوست

اہلِ دل کو ذکرِ قمری سے یہ آتی ہے صدا
باغِ دل میں چاہیے سروِ قدِ دل جوئے دوست

رقص کرتی ہے نسیمِ صبح کیوں مستانہ وار
گلشنِ دل سے اڑا لائی ہے شاید بوئے دوست

کیسے کیسے گل کھلے ہیں نقشِ پائے یار سے
غیرتِ دامانِ گل چیں ہو رہا ہے کوئے دوست

وہ گلِ رنگیں ہوں میں پیدا ہے جس سے رنگ یار
رنگ وہ ہوں جس میں پنہاں ہوگئی ہے بوئے دوست

دشمنوں کا سر ندامت سے ہے جھکنے کے لیے
میری گردن ہے برائے خنجرِ ابروئے دوست

میں وہ آئینہ ہوں اس حیرت سرائے دہر میں
جس میں جوہر کے عوض رہتا ہے عکسِ روئے دوست

⊙

چیزے کہ بہ عشقِ اُو می رقصد و می سوزد
دل ہست کہ در پہلو می رقصد و می سوزد
در شمع چو می بیند نورے زِ رخِ خوبت
پروانہ بگردِ اُو می رقصد و می سوزد
ہر شمع بیادِ او میگرید و می کاہد
ہر شعلہ بہ شوقِ اُو می رقصد و می سوزد

⊙

زائل اے دل یہ مرا دردِ جگر ہو کیوں کر
وصلِ جاناں ہے دوا اس کی مگر ہو کیوں کر
محفلِ عشرتِ اغیار میں رہتے ہیں حضور
حالِ غم دیدۂ ہجراں کی خبر ہو کیوں کر
جلوۂ شاہدِ معنی کی ہیں مشتاق آنکھیں
حسنِ صورت مجھے منظورِ نظر ہو کیوں کر
سیم تن ہیں انھیں رہتی ہے بہت خواہشِ زر
واں بھلا ہم سے غریبوں کا گزر ہو کیوں کر
حاضری کا جو ملا حکم تو یہ ہوا ارشاد
درِ دولت پہ جو آؤں تو خبر ہو کیوں کر

⊙

غمِ ہجر تو چہ کردہ است بمن ہیچ مپرس
گریہ می آیدم از رنج و محن ہیچ مپرس

نالۂ من چو توانی بر یاراں برساں
اے صبا قصۂ دوریٔ وطن ہیچ مپرس

بشواز مرگ من وفارغ وخورم بنشیں
باش مستغنی و از گور و کفن ہیچ مپرس

دقتے ہست بہ تشریح کمر ہیچ مگو
مشکلے ہست زِ اسرار دہن ہیچ مپرس

آخرِ فصلِ بہار است و دمِ رخصتِ گل
دیگر از حسرتِ مرغانِ چمن ہیچ مپرس

شوقتم آمادہ و دل مائل وقاتل بہ کمیں
اندریں وقت ز بے صبریِ من ہیچ مپرس

وقت آنست کہ با شامِ غریباں سازم
باش وی ہمسفر از صبحِ وطن ہیچ مپرس

حسرتے چند بہ دل دارم وایں نکتہ بس است
وز کہ آموختہ ام طرزِ سخن ہیچ مپرس

مگواز لعلِ یمانی و بہ بیں لخت دلم
اشک من بنگرواز درِ عدن ہیچ مپرس

بیکسی معتکفِ تربتِ او بود بدشت
قصۂ اکبرِ مہجور وطن ہیچ مپرس

⊙

وہ رشکِ گل نہ ہوا ہم سے ہم کنار افسوس
بہارِ عمر خزاں ہوگئی ہزار افسوس
بہت پسند ترا رنگ ہے مجھے لیکن
بقا نہیں تجھے اے موسمِ بہار افسوس
جو بے قراری نے آنے دیا نہ دل کے قریب
تو میرے حال پہ کرنے لگا قرار افسوس
کسی نے بزم میں سمجھا نہ باعثِ گریہ
تمام رات رہی شمع اشکبار افسوس
طریقِ عشق میں ہادی و رہنما اکبر
جو ایک دل بھی ملا ہے وہ بے قرار افسوس

مشاعرہ ۱۸۷۴ء یا ۱۸۷۵ء

کام آتا ہے جو وصفِ روئے دلبر میں چراغ
اوج پر رہتا ہے ہر محفل میں، ہر گھر میں چراغ
یادِ مژگان و رخِ روشن ہمارے دل میں ہے
یا کسی نے رکھ دیا پہلوئے خنجر میں چراغ

آہ کرتا ہوں تو رکھ لیتے ہیں وہ رخ پر نقاب
کہتے ہیں صاحب ٹھہرتا کب ہے صرصر میں چراغ

جب سے تحریرِ ثنائے رخ میں کام آیا ہے یہ
ہے عوض بتّی کے فکرِ تارِ مسطر میں چراغ

پھیل جائے گی جو ظلمت نامۂ اعمال کی
میرا یہ داغِ ندامت ہوگا محشر میں چراغ

لال ڈورے ہیں جو چشمِ مستِ ساقی میں عیاں
ہیں طلسمِ حسن سے روشن یہ ساغر میں چراغ

دل کے پیمانے میں داغِ ہجرِ ساقی یہ نہیں
مے کشو! روشن کیا ہے میں نے ساغر میں چراغ

یوں خیالِ گل رُخاں میں ہے منوّر داغِ دل
جل رہا ہو جس طرح پھولوں کی چادر میں چراغ

دیکھتے ہو تم بہت پروانہ بن جائے نہ یہ
بڑ نہ جائے جادوئے چشمِ فسوں گر میں چراغ

یوں ہے افشاں میں عیاں پیشانیِ روشن تری
ماہ کا جلتا ہو جیسے فوجِ اختر میں چراغ

کر رہا ہے وصف آئینہ کا جو وہ شعلہ رو
ہے یہ گویا شکر احسانِ سکندر میں چراغ

روزِ روشن آئنے کا زلف نے شب کر دیا
عکسِ عارض نے جلایا چشمِ جوہر میں چراغ

یوں ہے دل کی خواہشوں میں داغِ حسرت کا ہجوم
جس طرح سے سینکڑوں جلتے ہوں لشکر میں چراغ

بے گنہ ہر شب لیا کرتا ہے پروانوں کی جان
کیا جواب اس کا خدا کو دے گا محشر میں چراغ

دل میں جتنی ہو سکے داغوں کی کثرت خوب ہے
چاہئیں افراط سے اللہ کے گھر میں چراغ

بزمِ ہستی میں نہ دیکھا پرتوِ روئے صنم
اس شبستاں میں نہ تھا میرے مقدر میں چراغ

غم کے شعلے یادِ عارض میں بھڑکتے رہتے ہیں
آج کل ہے دشمنِ جاں بزمِ اکبر میں چراغ

عمر ۲۲ سال

آپ سے آتے ہو کب عشاقِ مضطر کی طرف
جذبِ دل یہ تم کو لایا ہے مرے گھر کی طرف

پوچھتا ہے جب کوئی ان سے کسے ہے تم سے عشق
دیکھتے ہیں پیارے سے شرما کے اکبر کی طرف

◉

انھیں نگاہ ہے اپنے جمال ہی کی طرف
نظر اٹھا کے نہیں دیکھتے کسی کی طرف

توجہ اپنی ہو کیا فنِ شاعری کی طرف
نظر ہر ایک کی جاتی ہے عیب ہی کی طرف

لکھا ہوا ہے جو رونا مرے مقدر میں
خیال تک نہیں جاتا کبھی ہنسی کی طرف

تمہارا سایہ بھی جو لوگ دیکھ لیتے ہیں
وہ آنکھ اٹھا کے نہیں دیکھتے پری کی طرف

بلا میں پھنستا ہے دل، مفت جان جاتی ہے
خدا کسی کو نہ لے جائے اس گلی کی طرف

کبھی جو ہوتی ہے تکرار غیر کی ہم سے
تو دل سے ہوتے ہو در پردہ تم اسی کی طرف

نگاہ پڑتی ہے ان پر تمام محفل کی
وہ آنکھ اٹھا کے نہیں دیکھتے کسی کی طرف

نگاہ اس بتِ خود بیں کی ہے مرے دل پر
نہ آئنہ کی طرف ہے، نہ آرسی کی طرف

قبول کیجئے للہ تحفۂ دل کو
نظر نہ کیجیے اس کی شکستگی کی طرف

یہی نظر ہے جو اب قاتلِ زمانہ ہوئی
یہی نظر ہے کہ اٹھتی نہ تھی کسی کی طرف

غریب خانہ میں للہ دو گھڑی بیٹھو
بہت دنوں میں تم آئے ہو اس گلی کی طرف

ذرا سی دیر ہی ہو جائے گی تو کیا ہوگا
گھڑی گھڑی نہ اٹھاؤ نظر گھڑی کی طرف

جو گھر میں پوچھے کوئی خوف کیا ہے کہہ دینا
چلے گئے تھے ٹہلتے ہوئے کسی کی طرف

ہزار جلوۂ حسنِ بتاں ہو اے اکبؔر
تم اپنا دھیان لگائے رہو اسی کی طرف

۱۸۷۱ء

کوئی پہنچا نہیں اے یار تیرے قدِ رعنا تک
ہماری فکرِ عالی سرو سے ہو آئی طوبیٰ تک

کبھی تشریف تو لائیں وہ مجھ محوِ تمنا تک
دل مشتاق کیا ان پر فدا ہے جانِ شیدا تک

دبستانِ محبت میں ہوا حاصل نہ کچھ مجھ کو
کتابِ عمر آخر ہوگئی حرفِ تمنا تک

گلستاں میں جو بلبل رنگِ گل پر جان دیتی ہے
نہیں پہنچی نظر اس کی ترے رخسارِ زیبا تک

تری فکرِ کمر سے ہوگیا ہے اس قدر نازک
کہ مشکل سے پہنچتا ہے تصور نامِ عنقا تک

دلِ صد چاک آتا ہے نظر جو صورتِ شانہ
رسائی اس کی ہے شاید تری زلفِ چلیپا تک

گماں ہے کاروانِ جذبۂ دل کا مجھے اس پر
کنویں سے کھینچ لایا تھا جو یوسف کو زلیخا تک

نقاب الٹیں اگر وہ عارضِ پُرنور سے اپنے
شبِ یلدا کو سمجھے روزِ محشر چشمِ اعمیٰ تک

جو ہے طوقِ گلو گرداب تو زنجیرِ پا موجیں
تری الفت میں انساں کیا کہ دیوانہ ہے دریا تک

نہا کر آبِ آئینہ کیا ہے اس نے پانی کو
نگاہیں بے تکلف جارہی ہیں قعرِ دریا تک

زمیں پر شمعِ روشن ہے فلک پر ماہِ تاباں ہے
تمہارے نور سے ہیں فیض یاب ادنیٰ سے اعلیٰ تک

میں ہوں وہ رشکِ مجنوں جس سے وحشت کو بھی وحشت ہے
وہ ویرانہ ہے میرا جس سے گھبراتا ہے صحرا تک

کیا ہے عاشق اک پردنشیں کا مجھ کو قسمت نے
میں وہ بیمار ہوں جو جا نہیں سکتا مسیحا تک
وہ آئے بھی جو بالیں پر تو ایسے وقت میں آئے
کہ فرطِ ضعف سے ہم کر نہیں سکتے اشارا تک
جو اس نے ناز سے پوچھا کہ تیری آرزو کیا ہے
خوشی سے یہ ہوئے بے خود کہ ہم بھولے تمنا تک
نہ نکلیں اشکِ حسرت نزع میں اے بے کسی کیونکر
وہ بے کس ہوں نہیں ہے کوئی مجھ پر رونے والا تک
جو وصفِ صاحبِ معراج ہے مدِّنظر اکبر
مری فکرِ رسا جاتی ہے اب عرشِ معلّیٰ تک

عمر ۱۷ سال

چشمِ عاشق سے گریں لختِ دلِ بے تاب اشک
آپ یوں دیکھیں تماشا جان کر سیماب اشک
اپنے دامن پر گرا کر کیوں اسے کرتے خراب
جانتے یکساں اگر ہم گوہرِ نایاب اشک

⊙

جانبِ زنجیرِ گیسو پھر کھنچا جاتا ہے دل
دیکھیے اب میرے سر پر کیا بلا لاتا ہے دل

لوگ کیونکر چھوڑ دیتے ہیں محبت دفعتاً
میں تو جب یہ قصد کرتا ہوں مچل جاتا ہے دل

رکھ کے تصویرِ خیالی یار کی پیشِ نظر
رات بھر مجھ کو شبِ فرقت میں تڑپاتا ہے دل

داغ ہائے سینۂ گل آہِ سرد اپنی نسیم
گلشنِ ہستی میں کیا اچھی ہوا کھاتا ہے دل

بارگاہِ عشق کہیے تیرے دولت خانے کو
جو کوئی آتا ہے یاں تجھ سے لگا جاتا ہے دل

خوف کے پردے میں چھپ جاتی ہے جانِ ناتواں
عاشقی کے معرکے میں کام آجاتا ہے دل

ساتھ ساتھ اپنے جنازے کے یہ چلاتی تھی روح
ان کو مٹی میں ملانے کو لئے جاتا ہے دل

شیخ اگر کعبہ میں خوش ہے برہمن بت خانے میں
اپنے اپنے طور پر ہر شخص بہلاتا ہے دل

قصد کرتا ہوں جو اٹھنے کا تو فرماتے ہیں وہ
اور بیٹھو دو گھڑی صاحب کہ گھبراتا ہے دل

یہ نہیں کہتے یہیں رہ جاؤ اب تم رات کو
بس انھیں باتوں سے اکبر میرا جل جاتا ہے دل

⊙

لکھتے ہیں کلکِ تصور سے ترے نام کو ہم
کام میں لاتے ہیں لوحِ دلِ ناکام کو ہم

بادہ نوشی میں بسر کرتے ہیں ایّام کو ہم
خطِ تقدیر سمجھتے ہیں خطِ جام کو ہم

شکل اس شوخ کی آنکھوں میں پھرا کرتی ہے
آنکھیں دکھلاتے ہیں اب گردشِ ایّام کو ہم

نظر آتی ہے جو گلزار میں پھولوں کی بہار
یاد کرتے ہیں حسینانِ گل اندام کو ہم

آبِ حیواں کا اثر بادۂ گلرنگ میں ہے
لبِ جاں بخش سمجھتے ہیں لبِ جام کو ہم

گردشِ چشمِ حسیناں کا نہ کہیے احوال
جانتے ہیں اثرِ گردشِ ایام کو ہم

ایک دن تم کو لبِ گور سے سنواریں گے
کہہ نہیں سکتے ابھی عشق کے انجام کو ہم

رہتی ہے کارِ دو عالم سے ہمیں وحشت سی
نہیں معلوم یہاں آئے ہیں کس کام کو ہم

رہ چکے ہیں جو کبھی فصلِ بہاری میں اسیر
کانپ کانپ اٹھتے ہیں جب دیکھتے ہیں دام کو ہم

⊙

اجل سے وہ ڈریں جینے کو جو اچھا سمجھتے ہیں
یہاں ہم چار دن کی زندگی کو کیا سمجھتے ہیں

ہمیں ہے خاکساری میں بھی ڈر محسود ہونے کا
اسے بھی ہم غبار خاطر اعدا سمجھتے ہیں

کوئی کیا سمجھے الطافِ خفی انکارِ جاناں کے
یہ رمزِ لن ترانی حضرتِ موسیٰ سمجھتے ہیں

تمہاری ناخوشی کا ڈر ہمیں مجبور رکھتا ہے
نہیں تو اے صنم اغیار کو ہم کیا سمجھتے ہیں

یقیں کفّار کو آتا نہیں روزِ قیامت کا
اسے بھی وہ تمہارا وعدۂ فردا سمجھتے ہیں

جنوں زائل ہوا ہوش آ گیا صحت ہوئی ہم کو
بڑے عیّار ہو تم اب تو ہم اتنا سمجھتے ہیں

کس و نا کس سے کیوں سرگوشیاں کرتے ہو محفل میں
خبر بھی ہے کہ لوگ اپنے دلوں میں کیا سمجھتے ہیں

رہے سرسبز گلشن ان کی بزمِ عیش و عشرت کا
نکل جاؤں گا میں مجھ کو اگر کانٹا سمجھتے ہیں

نگاہوں کے اشاروں سے جو حکم اٹھنے کا ہوتا ہے
مجھے بھی آپ کیا دردِ دلِ شیدا سمجھتے ہیں

میں اپنے نقدِ دل سے جنسِ الفت مول لیتا ہوں
اطبّاء کو ذرا دیکھو اسے سودا سمجھتے ہیں

اسے ہم آخرت کہتے ہیں جو مشغولِ حق رکھے
خدا سے جو کرے غافل اسے دنیا سمجھتے ہیں

نثار اپنے تصور کے کہ جس کے فیض سے ہر دم
جو ناپیدا ہے نظروں سے اسے پیدا سمجھتے ہیں

وہ ہم کو کچھ نہ سمجھے اے رقیبو اختیار ان کا
یہ تم کیوں خوش ہوا تنے وہ تمھیں کو کیا سمجھتے ہیں

یہی رخ ہے کہ جس پر پھول کا اطلاق ہوتا ہے
یہی آنکھیں ہیں جن کو نرگسِ شہلا سمجھتے ہیں

تو وہ برقِ تجلی ہے کہ تیرے دیکھنے والے
ترے نقشِ کفِ پا کو یدِ بیضا سمجھتے ہیں

غزل اک اور پڑھیے آج ایسے رنگ میں اکبرؔ
کہ اربابِ بصیرت جس کو عبرت زا سمجھتے ہیں

⊙

جو اپنی زندگانی کو حباب آسا سمجھتے ہیں
نفس کی موج کو موجِ لبِ دریا سمجھتے ہیں

گواہی دیں گے روزِ حشر یہ سارے گناہوں کی
سمجھتا میں نہیں لیکن مرے اعضاء سمجھتے ہیں

شریکِ حال دنیا میں نظر آتا نہیں کوئی
فقط اک بے کسی ہے جس کو ہم اپنا سمجھتے ہیں
جو ہیں اہلِ بصیرت اس تماشا گاہِ ہستی میں
طلسمِ زندگی کو کھیل لڑکوں کا سمجھتے ہیں
معرّا ہوں ہنر سے میں سراپا عیب ہوں اکبر
عنایت ہے احبّا کی اگر اچھا سمجھتے ہیں

⊙

شوقِ نظّارہ کبھی دل سے نکلتا ہی نہیں
جی ہمارا بے ترے دیکھے بہلتا ہی نہیں
چین سے ہو بیٹھنا کیونکر نصیب اے ہم نشیں
جوشِ وحشت سے مزاج اپنا سنبھلتا ہی نہیں
وصل کے ایّام میں کیا کیا دکھائے انقلاب
ہجر میں رنگِ فلک اب تو بدلتا ہی نہیں
کس غضب کا ہے معاذ اللہ طولِ روزِ ہجر
حشر مجھ پر ہوگیا لیکن یہ ڈھلتا ہی نہیں
ہر قدم پر دل پڑے ہیں حسرتِ پامال میں
اب زمیں پر پاؤں رکھ کر یار چلتا ہی نہیں
چند رُوز آیا تھا میری قبر پر وہ شعلہ رو
اب تو مدّت سے چراغِ گور جلتا ہی نہیں

ہم نے چاہا تھا نہ ہو لیکن ہوئی صبحِ فراق
موت کا جب وقت آجاتا ہے ٹلتا ہی نہیں
بوسہ کیسا گالی دینے میں بھی ان کو بخل ہے
ان لبوں سے کام اپنا کچھ نکلتا ہی نہیں
صورتِ پروانہ جل کر خاک بھی میں ہوگیا
دل ترا اے شمع رُو لیکن پگھلتا ہی نہیں
نخلِ حسرت وہ ہوں میں جس کو ہیں یکساں چار فصل
وہ شجر ہوں باغِ عالم میں جو پھلتا ہی نہیں
وہ تمنا ہوں جو رہتی ہے ہمیشہ جی کے ساتھ
حوصلہ وہ ہوں جو دنیا میں نکلتا ہی نہیں
رنگ وہ ہوں جو زمانے کے ہے باہر رنگ سے
وہ زمانہ ہوں جو رنگ اپنا بدلتا ہی نہیں
شوق وہ ہوں وسعتِ دل جس کے آگے تنگ ہے
حرفِ مطلب وہ ہوں جو منہ سے نکلتا ہی نہیں
دل وہ ہوں جس میں چبھے ہوں خارِ حسرت سینکڑوں
خارِ حسرت وہ ہوں جو دل سے نکلتا ہی نہیں
نقد سودا وہ ہوں جو رائج نہیں بازار میں
سکۂ داغِ جنوں وہ ہوں جو چلتا ہی نہیں

۱۸۶۷ء

یہ مصرع چاہیے لکھنا بیاضِ چشمِ وحدت میں
خدا کا عشق ہے عشقِ مجازی بھی حقیقت میں

برنگِ حسن جو ہے جلوہ فرما ان کی صورت میں
خمیرِ عشق بن کر ہے وہی میری طبیعت میں

اگر میں ڈوب جاؤں قلزمِ اشکِ ندامت میں
گناہوں کا سفینہ غرق ہو دریائے رحمت میں

بھریں گلہائے حسرت ہی سے دامانِ تمنا کو
جو آ نکلے ہیں بہرِ سیر گلزارِ محبت میں

لکھا خون جگر سے صفحۂ دل پر اسے اکبرؔ
اثر ممکن نہیں پیدا نہ ہو نقشِ محبت میں

◉

گلے لگائیں کریں پیار تم کو عید کے دن
ادھر تو آؤ مرے گلعذار عید کے دن

غضب کا حسن ہے آرائشیں قیامت کی
عیاں ہے قدرتِ پروردگار عید کے دن

سنبھل سکی نہ طبیعت کسی طرح میری
رہا نہ دل پہ مجھے اختیار عید کے دن

وہ سال بھر سے کدورت بھری جو تھی دل میں
وہ دور ہوگئی بس ایک بار عید کے دن

لگا لیا انھیں سینہ سے جوشِ الفت میں
غرض کہ آہی گیا مجھ کو پیار عید کے دن

کہیں ہے نغمۂ بلبل کہیں ہے خندۂ گل
عیاں ہے جوشِ شبابِ بہار عید کے دن

سویّاں دودھ شکر میوہ سب مہیّا ہے
مگر یہ سب ہے مجھے ناگوار عید کے دن

ملے اگر لبِ شیریں کا تیرے اک بوسہ
تو لطف ہو مجھے البتہ یار عید کے دن

⊙

مضمونِ سوزِ غم نہ ہو کیونکر چراغ میں
پروانوں کے پروں کا ہے دفتر چراغ میں

ہو لطفِ حسن و عشق نہ کیونکر چراغ میں
ہے روشنی و سوز برابر چراغ میں

درگاہ جانے والے ہیں غیروں کے ساتھ وہ
گھی جل رہا ہے آج تو گھر گھر چراغ میں

مژگاں کا عکس عارضِ روشن میں دیکھ لے
دیکھا نہ جس نے ہو کبھی خنجر چراغ میں

خورشیدِ رخ نے تیرے جو بے نور کر دیا
کیا روشنی تھی صورتِ اختر چراغ میں

اس بت کے دل کا اس دلِ روشن میں ہے خیال
ہے حسنِ اتفاق سے پتھر چراغ میں

جلنا نصیب میں ہے تو ہو کچھ فروغ ہی
بتّی کی جا رہے تنِ لاغر چراغ میں

پھیلی ہماری سوزِ محبت کی داستاں
بتی پڑی جو شام سے گھر گھر چراغ میں

رنگینی اس کے عارضِ پُرنور میں نہیں
ہے جلوۂ بہارِ گلِ تر چراغ میں

داغِ گناہ سے دلِ مومن کو کیا ضرر
ہوتی سیاہی بھی تو ہے اکبر چراغ میں

⊙

خودی بھی مجھ سے جب واقف نہ تھی میں تب سے بسمل ہوں
ازل سے کشتۂ تیغِ نگاہِ نازِ قاتل ہوں

دِلا کیونکر میں اس رخسارِ روشن کے مقابل ہوں
جسے خورشیدِ محشر دیکھ کر کہتا ہے میں تِل ہوں

خمِ گیسو پر اک رشکِ پری کے دل سے مائل ہوں
مجھے بھی ان دنوں سودا ہے دیوانوں میں داخل ہوں

نہیں معلوم اس کو تیری چتون کے مقابل ہوں
مجھے واعظ سمجھتا ہے کہ میں مرنے سے غافل ہوں

نگاہِ ناز سے تم نے اگر دیکھا نہیں مجھ کو
تو پھر میں کیوں تڑپتا ہوں، نہ زخمی ہوں، نہ بسمل ہوں

فغاں کیسی کہ حرفِ شکوہ بھی لب پر نہ آئے گا
یہ جب تک تم نہ کہہ لو گے وفا کا تیری قائل ہوں

رہِ الفت وہ کوچہ ہے قضا بھی جس سے ڈرتی ہے
قدم رکھتا ہے دل اس میں نثارِ ہمتِ دل ہوں

جو یوں ہی لحظ لحظ داغِ حسرت کی ترقی ہے
عجب کیا رفتہ رفتہ میں سراپا صورتِ دل ہوں

مدد اے رہنمائے گمرہاں اس دشتِ غربت میں
مسافر ہوں، پریشاں حال ہوں، گم کردہ منزل ہوں

یہ میرے سامنے شیخ و برہمن کیا جھگڑتے ہیں
اگر مجھ سے کوئی پوچھے کہوں دونوں کا قائل ہوں

گلِ مقصد جسے سمجھا وہ نکلا داغِ ناکامی
غرض باغِ جہاں میں خوبیِ قسمت کا قائل ہوں

اگر دعوئِ یک رنگی کروں نا خوش نہ ہو جانا
میں اس آئینہ خانے میں ترا عکسِ مقابل ہوں

توقع رہتی ہے ہر دم کہ دم لینے کی مہلت ہے
معاذ اللہ اپنی موت سے کس درجہ غافل ہوں

رسائی زلف نے پائی قدم تک اب وہ کیوں آئیں
بہانہ خوب ہاتھ آیا کہ پابندِ سلاسل ہوں

خبر لیتے ہیں اس کی جس کو بیگانہ سمجھتے ہیں
مجھے کب پوچھتے ہیں میں تو ایک تحصیلِ حاصل ہوں

زمینِ شعر جس سے آسماں بن جائے اے اکبر
علوئے طبع سے ایسی غزل پڑھنے پہ مائل ہوں

⊙

جو لذت آشنائے دردِ الفت ہے میں وہ دل ہوں
اجل جس کو قیامت تک نہ آئے گی وہ بسمل ہوں

نصیب ایسے کہاں جو زینتِ فتراک قاتل ہوں
جسے صیاد نے دیکھا نہیں وہ مرغِ بسمل ہوں

پئے نظارہ جب سے عالمِ حیرت میں داخل ہوں
یہ محوِ روئے قاتل ہوں کہ شکلِ چشمِ بسمل ہوں

سنا کر وصفِ قاتل میں نے لاکھوں کو کیا بسمل
میں اس تعریف سے گویا زبانِ تیغِ قاتل ہوں

فضائے دہر ہے تنگ اپنی بے تابی کی وسعت سے
تڑپنے کی جگہ ملتی نہیں جس کو وہ بسمل ہوں

فنا ہے ہستیِ موہوم میری بے قراری میں
دلِ بے تاب کے ہاتھوں سے میں تسکینِ بسمل ہوں

خوشی میں روح جامے سے رہے گی حشر تک باہر
لپٹ کر جس سے قاتل رو رہا ہے میں وہ بسمل ہوں

توسل چاہتا ہوں جس سے وہ دامن بچاتا ہے
یہ عالم قتل کا میدان ہے میں خونِ بسمل ہوں

قضا کا وہم بھی جس جا نہ پہنچے گا قیامت تک
وہاں تیغِ نگاہِ نازِ قاتل سے میں بسمل ہوں

جو کی کچھ گفتگو پیرِ خرد نے راہِ الفت میں
کہا تقریر نے خاموش میں گم کردہ منزل ہوں

دکھایا بے خودی نے آئنہ جب میری ہستی کو
ہوا یہ صاف روشن وہ صنم حق ہے میں باطل ہوں

عجب مضمون میں پیدا ہوا ہوں بیتِ ہستی میں
عبارت میں بہت آسان ہوں، معنی میں مشکل ہوں

ثبوت اس کا مجھے بھی خود فراموشی سے یاد آیا
وہ دعویٰ کر رہے تھے شکلِ انساں کا میں حاصل ہوں

ازل میں روئے جاناں سے اشارہ تھا یہ مصحف کا
تمنا ہے کہ میں بھی تیری ہی صورت میں نازل ہوں

جو پوچھا نیستی ہستی میں کیونکر فرق ظاہر ہو
کمر نے یار کی ایما کیا میں حدِّ فاصل ہوں

کرے اک قطرہ جس کا بے خبر شورِ دو عالم سے
اسی جامِ شرابِ تند کا ساقی سے سائل ہوں

عیاں ہے رنگِ داغِ عشق میری خاکساری سے
گلستانِ محبت کا ہوں گل گو صورتِ گل ہوں

عجب مجموعہ ہوں میں سرکشی اور خاکساری کا
جو شعلہ بار و آتش سے تو آب و خاک سے گل ہوں

وہ داغِ آرزو ہوں جس سے دل دامن بچاتا ہے
کوئی پہلو نہیں ملتا جسے دنیا میں وہ دل ہوں

تصور وہ ہوں جو ہم رنگ ہے تصویرِ جاناں کا
خیالِ یار سے مل کر بنا ہے جو میں وہ دل ہوں

جسے چشمِ تصور خواب میں بھی پا نہیں سکتی
سراپا چشم ہو کر میں اسی محفل میں داخل ہوں

رہِ الفت میں آتی ہے یہی آواز دوزخ سے
کہ میں بھی اک شرارِ شعلۂ بیتابیِ دل ہوں

صدائے صور سے شورِ قیامت کا یہ ایما ہے
کہ میں بے ساختہ اک نالۂ مستانۂ دل ہوں

وہ مجنوں ہوں کہ جس کی ہر نظر تصویرِ لیلےٰ ہے
حجابِ حسن اٹھ جاتا ہے جس سے میں وہ محمل ہوں
اجل سے پوچھتا ہے ہر نفس جو باہر آتا ہے
اجازت ہو اگر تیری تو پھر سینہ میں داخل ہوں
کہاں اس بحر سے جائیں گے بچ کر گوہرِ مضموں
سخن دریا جو ہے طبعِ رسا سے، میں بھی ساحل ہوں
غزل ایسی پڑھوں جس سے برابر یہ صدا نکلے
عروجِ فکرِ عالی ہوں، نشانِ عشقِ کامل ہوں

⊙

وفورِ شوقِ قاتل سے نثارِ ہمتِ دل ہوں
امیدِ جذبۂ دل سے مقیمِ کوئے قاتل ہوں
ہجومِ آہِ سوزاں سے، خیالِ روئے جاناں سے
فروغِ بزمِ ماتم ہوں، چراغِ خانۂ دل ہوں
حجابِ روئے قاتل سے غمِ ناکامیِ دل سے
نگاہِ چشمِ حسرت ہوں، شہیدِ نازِ قاتل ہوں
وفورِ شوقِ ماتم سے صدائے نالۂ غم سے
شریکِ حالِ حسرت ہوں شکستِ شیشۂ دل ہوں
ہوائے باغِ عالم سے جفائے خنجرِ غم سے
بقائے رنگِ عشرت ہوں وفائے روحِ بسمل ہوں

بلائے یادِ گیسو سے خیالِ تیغِ ابرو سے
ظہورِ جوشِ سودا ہوں، گواہِ حالِ بسمل ہوں
خیالِ حسنِ صورت سے ہجومِ دردِ الفت سے
ہوائے اوجِ معنی ہوں، نشانِ عشقِ کامل ہوں
ہوائے شعلہِ غم سے، جفائے چرخِ اظلم سے
چراغِ داغِ حسرت ہوں، گرفتارِ غمِ دل ہوں
نسیمِ صبحِ عشرت سے، فروغِ شوقِ دولت سے
ہجومِ خوابِ غفلت ہوں، چراغِ عمرِ غافل ہوں
لبِ پیمانۂ دل سے، وفورِ شوقِ کامل سے
مریضِ لذتِ غم ہوں، لبِ اظہارِ سائل ہوں
جفائے تیغِ فرقت سے، خیالِ رازِ الفت سے
زبانِ حالِ بسمل ہوں، سکوتِ شمعِ محفل ہوں
علوئے جوشِ مستی سے، صفائے طبعِ عالی سے
فدائے فکرِ اکبر ہوں، نثارِ شعرِ مشکل ہوں
درِ گنجینۂ اسرارِ معنی کھول دو اکبر
بس اب پیرِ خرد اقرار کرتا ہے کہ جاہل ہوں

⊙

کہیں دل ہوں کہیں میں باعثِ بے تابیِ دل ہوں
کہیں اندازِ بسمل ہوں، کہیں میں نازِ قاتل ہوں

کہیں تمکینِ خوبی ہوں کہیں ہنگامۂ الفت
کہیں رنگِ رخِ گل ہوں کہیں شورِ عنادل ہوں
کہیں جلوہ ہوں صورت کا کہیں ہوں شاہدِ معنی
کہیں ہوں محملِ لیلیٰ کہیں لیلائے محمل ہوں
کہیں عاشق کا مطلب ہوں کہیں معشوق کی خواہش
کہیں مجبورِ مطلق ہوں کہیں مختارِ کامل ہوں
کہیں ہوں شوقِ آزادی کہیں تدبیرِ پابندی
کہیں میں جوشِ سودا ہوں کہیں طوق وسلاسل ہوں
کہیں عمرِ دو روزہ ہوں کہیں ہوں آرزو دل کی
کہیں گھٹنے کے لائق ہوں کہیں بڑھنے کے قابل ہوں
کہیں جذبِ محبت ہوں کہیں دردِ دلِ عاشق
کہیں دل مجھ میں داخل ہے کہیں میں دل میں داخل ہوں
کہیں جوشِ اہلِ معنی کا کہیں ہوشِ اہلِ صورت کا
کہیں شورِ انالحق ہوں کہیں دعوائے باطل ہوں
کہیں ہوں حسن کا ایما کہیں ہوں درد کی لذت
کہیں قاتل کی چتون ہوں کہیں چتون کا بسمل ہوں
کہیں ہوں صورتِ لیلیٰ کہیں حالِ دلِ مجنوں
کہیں چھپنے کے لائق ہوں کہیں کھلنے کے قابل ہوں

کہیں یاروں کی محفل میں کہیں ہنگامۂ دل میں
کہیں میں رندِ مشرب ہوں کہیں درویشِ کامل ہوں
کہیں تصویرِ حسرت ہوں کہیں محوِ پریشانی
کہیں ہوں شیفتہ رخ کا کہیں زلفوں کا مائل ہوں
معاون ہوں کسی جا میں کہیں امداد کا طالب
کہیں خضرِ ہدایت ہوں، کہیں گم کردہ منزل ہوں
کہیں ہوں گوہرِ مقصد کہیں دامن تمنا کا
کہیں ہمت کریموں کی کہیں امیدِ سائل ہوں
کہیں ہوں ولولہ دل کا کہیں ہوں ضبط عاقل کا
روانی میں کہیں دریا کہیں رکنے میں ساحل ہوں
یہ دریائے معانی جوش پر ہے دل میں اے اکبر
مگر ساکت ہوں جب تک آپ میں آنے کے قابل ہوں

⊙

لگی ہے آگ الفت کی ہمارے رشتۂ جاں میں
جلا کرتے ہیں مثلِ شمع ہم بزمِ حسیناں میں
کروں گا جستجو مضموں کی، وصفِ چشمِ جاناں میں
پھرے گی فکر پتلی کی طرح چشمِ غزالاں میں
پروئے یار نے موتی جو اپنی زلفِ پیچاں میں
نظر آنے لگے شبنم کے قطرے سنبلستاں میں

کیا موزوں جو مطلع میں نے وصفِ روئے جاناں میں
نظر آنے لگا خورشیدِ تاباں برجِ میزاں میں

نزاکت سے جو فرشِ گل پہ سوتے تھے گلستاں
اب ان کی خاک اڑتی پھرتی ہے دشت و بیاباں میں

نہ کیونکر وحشتِ دل پر گماں ہو شوقِ موسیٰ کا
تجلّی وادیٔ ایمن کی ہے اپنے بیاباں میں

انھیں کی آنکھ سے ممکن ہے ان کا دیکھنا اے دل
بنوں حیرت سے آئینہ نہ کیونکر بزمِ جاناں میں

غزالانِ ختن آ آ کے مجھ پر صدقے ہوتے ہیں
کبھی بیمار پڑتا ہوں جو یادِ چشم جاناں میں

خزاں میں کیوں نہ ہو سرسبز نخلِ ماتمِ بلبل
عوض پانی کے جب حسرت برستی ہو گلستاں میں

تری زلفِ مسلسل دیکھ کر ظاہر ہوا مجھ کو
یہی زنجیر پائے دل کی ہے ہستی کی زنداں میں

اگر زنجیرِ پا ہوتی نہ الفت تیری زلفوں کی
نہ رہتے ہم سے دیوانے کبھی ہستی کی زنداں میں

اثر بعدِ فنا بھی گردشِ قسمت کا باقی ہے
بگولا بن کے میری خاک اڑتی ہے بیاباں میں

خیالِ ہجرِ یارانِ وطن سے جان جاتی ہے
غضب ہے ہوش آنا اے جنوں مجھ کو بیاباں میں
زبانِ حال سے کہتا ہے میرا سبزۂ تربت
نشاں حسرت کا ہے نشو و نما بھی اس گلستاں میں
اسی مصرع پہ میں تو فصلِ گل میں وجد کرتا ہوں
تری قدرت نے کیا کیا گل کھلائے ہیں گلستاں میں
خزاں آتی ہے بلبل دیکھ لے اچھی طرح گل کو
خدا جانے کب آئے موسمِ گل پھر گلستاں میں
سناتا ہوں جو افسانہ کسی کی بزمِ عشرت کا
نسیمِ نو بہاری رقص کرتی ہے گلستاں میں
کریں گے حشر میں ظاہر جو ہم مجبوریٔ الفت
ہمارا نامۂ اعمال ہوگا دستِ جاناں میں
سرِ خاکِ شہنشاہانِ عالم کہتی ہے عبرت
قدم رکھے بچا کر آئے جو شہرِ خموشاں میں

◉

پئے تسلیم سر جھکتا تھا سب کا جن کے ایواں میں
انھیں کی خاک اب پامال ہے گورِ غریباں میں
پھرا کی شکل یارانِ گزشتہ چشمِ گریاں میں
ہماری عمر روتے ہی کٹی گورِ غریباں میں

جمالِ حور کو کہتا ہے افزوں حسنِ انساں سے
کوئی عاشق بھی ان کا زاہدا ہے باغِ رضواں میں
جب آنا موت کا ممکن نہیں جنت میں اے واعظ
تو پھر کس کام کی حوروں کے غمزے باغِ رضواں میں
نہ پوچھو حال کچھ چاہت کا ان زہر جبینوں کی
فرشتوں کے ہیں دل ڈوبے ہوئے چاہِ زنخداں میں
کسی کو ہوتی کیا پروا ہمارے جینے مرنے کی
بسانِ سبزۂ بیگانہ ہم تھے اس گلستاں میں
نہیں سروِ سہی کو باغ میں اندیشۂ صرصر
غرض ہے راستی بھی خوب شیوہ اس گلستاں میں

⊙

ابھی تو موسمِ گل بھی نہ آیا تھا گلستاں میں
میں کیوں جامے سے باہر ہوگیا شوقِ بیاباں میں
نظر آتا نہیں جز آہ کوئی مونس و ہمدم
بدل جاتی ہے دنیا کی ہوا شب ہائے ہجراں میں
میں دیتا جاؤں یارانِ وطن کو کیا پتہ اپنا
خدا جانے مجھے لے جائے وحشت کس بیاباں میں
سماں آنکھوں میں پھر جاتا ہے جب فصلِ بہاری کا
گلوں کو یاد کر کے خوب روتا ہوں گلستاں میں

وہ بالیں پر ہیں وقتِ نزع کیونکر ان سے رخصت ہوں
نہیں طاقت اشارے کی بھی مجھ دم بھر کے مہماں میں

مزا کیا جب حسینوں نے اطاعت کی حکومت سے
نہیں کچھ لطف پریاں تھیں جو قابوئے سلیماں میں

وفورِ اشک سے یوں ہیں ہرے داغِ جگر اپنے
چمن سرسبز ہو جاتا ہے جیسے فصلِ باراں میں

یقیں تھا گوہرِ آموز گاری کے جو ملنے کا
دمِ آخر تلک ڈوبے رہے ہم بحرِ عصیاں میں

ہیں اپنے داغِ سینہ طعنہ زن خورشیدِ محشر پر
تماشا حشر کا ہے کوچۂ چاکِ گریباں میں

یہ مجھ دیوانے کو اکثر صدا آتی ہے زنداں سے
کھلا ہے خانۂ زنجیر کا در شوقِ مہماں میں

عجب کیا موسمِ پیری میں اے دل ٹھنڈی سانسوں کا
ہوائے سرد اکثر چلتی ہے فصلِ زمستاں میں

بقولِ رند مہمانِ فلک میں بھی ہوں اے اکبر
مری قسمت کا ٹکڑا بھی ہے اس کے خوانِ الواں میں

⊙

پھر گئی آپ کی دو دن میں طبیعت کیسی
یہ وفا کیسی تھی صاحب یہ مروّت کیسی

دوست احباب سے ہنس بول کے کٹ جائے گی رات
رند آزاد ہیں ہم کو شبِ فرقت کیسی

جس حسیں سے ہوئی الفت وہی معشوق اپنا
عشق کس چیز کو کہتے ہیں طبیعت کیسی

جس طرح ہو سکے دن زیست کے پورے کر لو
چار دن کے لیے انسان کو حسرت کیسی

ہے جو قسمت میں وہی ہوگا نہ کچھ کم نہ سوا
آرزو کہتے ہیں کس چیز کو، حسرت کیسی

حال کھلتا نہیں کچھ دل کے دھڑکنے کا مجھے
آج رہ رہ کے بھر آتی ہے طبیعت کیسی

کوچۂ یار میں جاتا تو نظارہ کرتا
قیس آوارہ ہے جنگل میں یہ وحشت کیسی

حسنِ اخلاق پہ جی لوٹ گیا ہے میرا
میں تو کشتہ تری باتوں کا ہوں، صورت کیسی

آپ بوسہ جو نہیں دیتے تو میں دل کیوں دوں
ایسی باتوں میں مری جان مروّت کیسی

ہم نہ کہتے تھے کہ زینت بھی ہے معشوق کو شرط
کیوں نظر آتی ہے آئینہ میں صورت کیسی

⊙

سنتا ہوں چمن میں جو تری زمزمہ سنجی
یاد آتی ہے بلبل مجھے تقریر کسی کی

⊙

ملے ہر اک سے محبت مگر انھیں سے رہی
وہ عاشقانہ جو تھی اک نظر انھیں سے رہی
یہ کون بات پسند آگئی ہے غیروں کی
لگاوٹ ان کی جو آٹھوں پہر انہیں سے رہی
چھٹوگے دام بلا سے کبھی نہ اے اکبر
طبیعت الجھی ہوئی یوں اگر انہیں سے رہی

عمر ۱۹ سال ۱۸۶۴ء

بے تکلف بوسۂ زلفِ چلیپا لیجیے
نقدِ دل موجود ہے پھر کیوں نہ سودا لیجیے
دل تو پہلے لے چکے اب جان کے خواہاں ہیں آپ
اس میں بھی مجھ کو نہیں انکار اچھا لیجیے
پاؤں پڑ کر کہتی ہے زنجیرِ زنداں میں رہو
وحشتِ دل کا ہے ایما راہِ صحرا لیجیے

غیر کو تو کر کے ضد کرتے ہیں کھانے میں شریک
مجھ سے کہتے ہیں اگر کچھ بھوک ہو کھا لیجیے

خوش نما چیزیں ہیں بازارِ جہاں میں بیشمار
ایک نقدِ دل سے یا رب مول کیا کیا لیجیے

کشتہ آخر آتشِ فرقت سے ہونا ہے مجھے
اور چندے صورتِ سیماب تڑپا لیجیے

فصلِ گل کے آتے ہی اکبر ہوئے بیہوش آپ
کھولیے آنکھوں کو صاحب جامِ صہبا لیجیے

⊙

تصور سے غمِ فرقت کے اپنا جی دہلتا ہے
کہ یہ کم بخت آخر سینے سے دم لے کے ٹلتا ہے

خدا کی شان وہ میرا تڑپنا دل لگی سمجھیں
کسی کی جان جاتی ہے، کسی کا جی بہلتا ہے

خیالِ زلف میں اے دل نہ طے کر منزلِ الفت
اندھیری رات میں نادان کوئی راہ چلتا ہے

وہ جوں جوں ہوتے ہیں ہشیار بڑھتی ہے مری وحشت
سنبھالیں ہوش وہ اپنا یہاں دل کب سنبھلتا ہے

مریضِ غم کیا کرتا ہے ضبطِ نالہ ہمت سے
مگر منہ زرد ہو جاتا ہے جب کروٹ بدلتا ہے

وصالِ یار کا وعدہ ہے کل اور آج موت آئی
کریں کیا اب مقدر پر کسی کا زور چلتا ہے

محبت ان سے کر کے پھنس گئے ہیں ہم تو آفت میں
نہ دل قابو میں آتا ہے، نہ ان پر زور چلتا ہے

کیا کرتا ہوں موزوں وصف ان کے روئے روشن کا
مرا ہر شعر اکبر نور کے سانچے میں ڈھلتا ہے

⦿

شاعری رنگ طبیعت کا دکھا دیتی ہے
بوئے گل راہ گلستاں کی بتا دیتی ہے

سیرِ غربت کوئی جلسہ جو دکھا دیتی ہے
یادِ احبابِ وطن مجھ کو رلا دیتی ہے

بے خودی پردۂ کثرت جو اٹھا دیتی ہے
ہر طرف جلوۂ توحید دکھا دیتی ہے

آمدِ یاس پہ ہو قہر خدا کا نازل
رہروِ منزلِ الفت کو ڈرا دیتی ہے

ہو نہ رنگین طبیعت بھی کسی کی یارب
آدمی کو یہ مصیبت میں پھنسا دیتی ہے

نگہِ لطف تری بادِ بہاری ہے مگر
غنچۂ خاطرِ عاشق کو کھلا دیتی ہے

اچھی صورت میں بھی خالق نے بھرا ہے جادو
اپنے مشتاق کو دیوانہ بنا دیتی ہے

پوچھتا ہوں میں جو عبرت سے مآلِ ہستی
راستہ گورِ غریباں کا بتا دیتی ہے

نظر آتا جو نہیں نزع میں بالیں پہ کوئی
بے کسی ان کے تغافل کو دعا دیتی ہے

کیا صفائی رُخِ جاناں کی ہے اللہ اللہ
دیکھنے والوں کو آئینہ بنا دیتی ہے

دشمنِ اہلِ نظر ہے نگہِ حسن پرست
الفتِ پاک کو بھی عیب لگا دیتی ہے

موت سے کوئی نہ گھبرائے اگر یہ سمجھے
کہ یہ دنیا کے بکھیڑوں سے چھڑا دیتی ہے

بدسلوکی تری لاتی ہے خرابی مجھ پر
میری تقدیر کو الزام لگا دیتی ہے

نگہ شوق سے کیونکر نہ گلوں کو دیکھوں
ان کی رنگت ترے عارض کا پتا دیتی ہے

قیدِ ہستی ہے غبارِ رخِ آئینۂ روح
جانِ مشتاق کو جاناں سے چھڑا دیتی ہے

کشتہ ہوں مرگ حسیناں کی میں بیدردی کا
خاک میں چاندسی صورت کو ملا دیتی ہے
فکرِ اکبر گلِ مضموں کا دکھا کر جلوہ
محفلِ شعر میں رنگ اپنا جما دیتی ہے

⦿

زیرِ گیسو روئے روشن جلوہ گر دیکھا کیے
شانِ حق سے ایک جا شام وسحر دیکھا کیے
گل کو خنداں بلبلوں کو نوحہ گر دیکھا کیے
باغِ عالم کی دو رنگی عمر بھر دیکھا کیے
جنبشِ ابرو ہی کافی تھی ہمارے قتل کو
آپ تو ناحق سوئے تیغ و تبر دیکھا کیے
صبر کر بیٹھے تھے پہلے ہی سے ہم تو جانِ زار
عشق نے جو کچھ دکھایا بے خطر دیکھا کیے
دیکھئے اب کیا دکھائے قسمتِ بد بعدِ مرگ
رنج و اندوہ و الم تو عمر بھر دیکھا کیے
خوابِ غفلت سے نہ چونکے اہلِ عالم ہے غضب
گو بہت نیرنگیِ شام و سحر دیکھا کیے
حسرت و حرمان واندوہ وغم ورنج والم
جو دکھایا آسماں نے عمر بھر دیکھا کیے

وعدۂ شب پر گمانِ صدق سے سوئے نہ ہم
راہ اس پیماں شکن کی رات بھر دیکھا کیے
یاد میں رخسارِ تابانِ صنم کی رات بھر
دیدۂ حسرت سے ہم سوئے قمر دیکھا کیے

⊙

پیدا وہ جفا کے جو نئے ڈھنگ کریں گے
تیغِ نگہِ ناز سے چو رنگ کریں گے
کافی ہیں وہ مستانہ نگاہیں وہ خطِ سبز
اب ہم نہ کبھی شوقِ مے و بنگ کریں گے
ان کے ذہنِ تنگ کا مضموں نہیں بندھتا
اب قافیۂ شعر کو ہم تنگ کریں گے
کر لے گا جگہ مثلِ شرر جذبۂ الفت
وہ سخت جو دل کو صفتِ سنگ کریں گے
دم سازوں سے ملنے بھی تو پائیں کبھی اے چرخ
آراستہ پھر بزمِ نَے و چنگ کریں گے
نالے دل پر داغ کو سکھلائیں گے موزوں
طاؤس کو ہم مرغِ خوش آہنگ کریں گے
کچھ زمزمہ سنجی ہی پہ موقوف نہیں لطف
نالے بھی کریں گے تو خوش آہنگ کریں گے

ان سے تو کوئی صلح کی صورت نہیں بنتی
غیروں ہی سے دل کھول کے اب جنگ کریں گے
میلے ہیں حسینوں کے پریزادوں کے جم گھٹ
اب جا کے قیام اپنا لبِ گنگ کریں گے
راضی ہی نہ ہوں گے وہ کسی طور تو کیا بس
تقدیر سے پھر کہیے تو کیا جنگ کریں گے
ارشاد جو ہوتا ہے کہ لکھ وصفِ دہن کچھ
معلوم ہوا آپ مجھے تنگ کریں گے
رنگینیِ مضموں جو دلِ صاف میں ہوگی
شیشہ میں گمانِ مئے گلرنگ کریں گے
اکبؔر نہ ہو دم سازِ بتاں بہرِ خدا تم
دل دو گے تو وہ جان کا آہنگ کریں گے

⊙

جب عشق کے نشہ میں چور ہوئے کیونکر کہیں نیک انجام رہے
مستوں کی کی طرح گلیوں میں پھرے رندی میں کٹی بدنام رہے
اب ہم تو خدا کی عنایت سے اے عہد شکن آزاد ہوئے
پھنس جائیں گے بہتوں کے طائرِ دل زلفوں کا سلامت دام رہے
ملنا جو تھا قسمت میں لکھا تدبیروں سے کچھ حاصل نہ ہوا
ناموں کی ہوئی تحریر بہت اک مدت تک پیغام رہے

◉

منہ ترا دیکھ کے فق رنگِ گلستاں ہو جائے
دیکھ کر زلف کو سنبل بھی پریشاں ہو جائے

یادِ قامت میں جو میں نالہ و فریاد کروں
پیشتر حشر سے یاں حشر کا ساماں ہو جائے

جلوۂ مصحفِ رخسار جو آجائے نظر
حسرتِ بوسہ میں کافر بھی مسلماں ہو جائے

آپ کے فیض قدم سے ہو بیاباں گلزار
باغ میں جایئے تو گلشنِ رضواں ہو جائے

نازو اندازو ادا سے جو چلیں چال حضور
جس جگہ پاؤں پڑے گنجِ شہیداں ہو جائے

آفتِ گردشِ افلاک سے پاؤں جو نجات
گردشِ چشم مجھے گردشِ دوراں ہو جائے

آپ دکھلائیں جو اپنے رخِ رنگیں کی بہار
بو کے مانند ہوا رنگِ گلستاں ہو جائے

لاغر اس درجہ ہوا ہوں کہ جو لیٹوں میں کبھی
تارِ بستر مجھے وسعت میں بیاباں ہو جائے

حسرتیں اس میں ہوا کرتی ہیں اکثر مدفون
کیا عجب خانۂ دل گورِ غریباں ہو جائے

⦿

شباب جوش پہ ہے ولولے ہیں جوبن کے
کبھی وہ جھوم کے چلتے ہیں اور کبھی تن کے

جب ان کو رحم کچھ آیا حیا نے سمجھایا
بگڑ بگڑ گئی تقدیر میری بن بن کے

مریض غم کو ڈرایا کرے نہ پھر اتنا
قضا جو دیکھ لے تیور تمہاری چتون کے

نگاہِ ناز سے سارا زمانہ بسمل ہے
ہمیں شہید نہیں تیری ترچھی چتون کے

کمر پہ یار کی رہتا ہے قبضۂ خنجر
شہید ہم تو ہوئے رشکِ بختِ آہن کے

⦿

ان دنوں یار کے کچھ ذہن نشیں اور بھی ہے
جانتا ہے کہ نشست ان کی کہیں اور بھی ہے

ایک دل تھا سو دیا اور کہاں سے لاؤں
جھوٹ کہیے تو میں کہہ دوں کہ نہیں اور بھی ہے

ناز بے جا نہ کیا کیجیے ہم سے اتنا
اسی انداز کا اک یارِ حسیں اور بھی ہے

غمِ فرقت میں بھی آتی نہیں اے چرخ جو موت
کیا کوئی صدمہ پئے جانِ حزیں اور بھی ہے

کہہ دو اس غیرتِ لیلیٰ سے یہ پیغامِ صبا
پہلوئے قیس میں اک دشت نشیں اور بھی ہے

جان دینا جو ہو لازم ہے اسے دم دینا
تمہیں بتاؤ یہ دستور کہیں اور بھی ہے

میرے بلوانے کا احسان جتاؤ نہ بہت
مہرباں ایک بتِ پردہ نشیں اور بھی ہے

ان ردیفوں میں غزل کیوں نہ ہو دشوار اکبرؔ
ناتراشیدہ کوئی ایسی زمیں اور بھی ہے

⊙

اے خوفِ مرگ دل میں جو انساں کے تو رہے
پھر کچھ ہوس رہے نہ کوئی آرزو رہے

فتنہ رہے، فساد رہے، گفتگو رہے
منظور سب مجھے جو مرے گھر میں تو رہے

زلفیں ہٹانی چہرۂ رنگیں سے کیا ضرور
بہتر ہے مشک کی گلِ عارض میں بو رہے

ہنگام نزع روح نے قالب سے یہ کہا
اس خاکدانِ تیرہ میں بے آبرو رہے

اب تک ترے سبب سے رہے ہم بلانصیب
اب تا بہ حشر گور کے پہلو میں تو رہے

یہ اشکِ انفعال نہ خالی اثر سے ہوں
یارب ہمارے موتیوں کی آبرو رہے

بلبل رہا ہے طائرِ دل اس میں عمر بھر
سرسبز حشر تک چمنِ آرزو رہے

اے چشم عین بزم میں رونا نہیں ہے خوب
وہ بات کر کہ جس میں تری آبرو رہے

پیرِ مغاں کا سلسلہ دیکھے جو محتسب
امیدوارِ بیعتِ دستِ سبو رہے

ہر دم یہ انتظار کا ایما ہے ہجر میں
آنکھوں میں جائے اشک جگر کا لہو رہے

احباب کیا کریں گے ٹھہر کر مزار پر
بالیں پہ خاک اڑانے کو ہاں آرزو رہے

خاطر تو تم نے آج بہت کی مگر حضور
کل پھر یہی نگاہ یہی گفتگو رہے

⊙

ہر چند دل سے یار کے جاتا نہیں غبار
رونے سے عاشقوں میں مری آبرو تو ہے
ہوں میں تو رند مجھ کو تکلف سے کام کیا
پیمانہ ساقیا جو نہیں ہے سبو تو ہے
ہر چند میں غریب ہوں گو کچھ نہیں ہے پاس
لیکن ہزار دولتوں سے بڑھ کے تُو تو ہے
ہم خوش رہیں بھلا دلِ نالاں سے کس طرح
ہو آپ کا یہ دوست ہمارا عدو تو ہے
زندہ جو تیرے ہجر میں ہوں میں تو کیا عجب
گو تو نہیں ہے پاس تری آرزو تو ہے
مجھ کو تو دیکھ لینے سے مطلب ہے ناصحا
بدخو اگر ہے یار تو ہو خوب رُو تو ہے

⊙

جذبۂ دل نے مرے تاثیر دکھلائی تو ہے
گھنگھروؤں کی، جانبِ در کچھ صدا آئی تو ہے

عشق کے اظہار میں ہر چند رسوائی تو ہے
پر کروں کیا اب طبیعت آپ پر آئی تو ہے
آپ کے سر کی قسم میرے سوا کوئی نہیں
بے تکلف آیئے کمرے میں تنہائی تو ہے
جب کہا میں نے تڑپتا ہے بہت اب دل مرا
ہنس کے فرمایا تڑپتا ہوگا سودائی تو ہے
دیکھیے ہوتی ہے کب راہی سوئے ملکِ عدم
خانۂ تن سے ہماری روح گھبرائی تو ہے
دل دھڑکتا ہے مرالوں بوسۂ رخ یا نہ لوں
نیند میں اس نے دلائی منہ سے سرکائی تو ہے
دیکھیے کب تک نہیں آتی گلِ عارض کی یاد
سیرِ گلشن سے طبیعت ہم نے بہلائی تو ہے
مَیں بلا میں کیوں پھنسوں دیوانہ بن کر اس کے ساتھ
دل کو وحشت ہو تو ہو کم بخت سودائی تو ہے
خاک میں دل کو ملایا جلوۂ رفتار سے
کیوں نہ ہوا ے نوجواں اک شانِ رعنائی تو ہے
یوں مروّت سے تمہارے سامنے چپ ہو رہیں
کل کے جلسوں کی مگر ہم نے خبر پائی تو ہے

بادۂ گلرنگ کا ساغر عنایت کر مجھے
ساقیا تاخیر کیا ہے اب گھٹا چھائی تو ہے
جس کی الفت پر بڑا دعویٰ تھا کل اکبر تمہیں
آج ہم جا کر اسے دیکھ آئے ہرجائی تو ہے

⊙

کیا ہی رہ رہ کے طبیعت مری گھبراتی ہے
موت آتی ہے شبِ ہجر نہ نیند آتی ہے
وہ بھی چپ بیٹھے ہیں اغیار بھی چپ میں بھی خموش
ایسی صحبت سے طبیعت مری گھبراتی ہے
کیوں نہ ہو اپنی لگاوٹ کی نظر پر نازاں
جانتے ہو کہ دلوں کو یہ لگا لاتی ہے
بزمِ عشرت کہیں ہوتی ہے تو رو دیتا ہوں
کوئی گزری ہوئی صحبت مجھے یاد آتی ہے

رباعیات وقطعات وغیرہ

کھولی ہے زبان خوش بیانی کے لیے
اٹھا ہے قلم گہر فشانی کے لیے
آیا ہوں میں کوچۂ سخن میں اکبرؔ
نظارۂ شاہدِ معانی کے لیے

⊙

تائید وضع ملت و دیں کی کروں گا میں
اہلِ زمانہ لاکھ ہنسیں مجھ غریب پر
ہوتا نہیں طبیب مداوا سے دست کش
سچ ہے اجل تو ہنستی ہے سعیِ طبیب پر

⊙

جب لطف و کرم سے پیش آئے محبوب
اگلے رنجوں کو بھول جانا اچھا
جب مثلِ نسیم وہ گلے سے لگ جائے
مانند کلی کے پھول جانا اچھا

کیا تم سے کہیں جہاں کو کیسا پایا
غفلت ہی میں آدمی کو ڈوبا پایا
آنکھیں تو بے شمار دیکھیں لیکن
کم تھیں بخدا کہ جن کو بینا پایا

⊙

اونچا نیت کا اپنی زینا رکھنا
احباب سے صاف اپنا سینا رکھنا
غصہ آنا تو نیچرل ہے اکبؔر
لیکن ہے شدید عیب کینا رکھنا

⊙

غفلت کی ہنسی سے آہ بھرنا اچھا
افعالِ مضر سے کچھ نہ کرنا اچھا
اکبؔر نے سنا ہے اہلِ غیرت سے یہی
جینا ذلت سے ہو تو مرنا اچھا

⊙

رشوت ہے گلوئے نیک نامی کا چھرا
عیاشی ہے بدی کے پہیّے کا دھرا
ہر چند کے بے محل خوشامد ہے بری
گستاخ مگر خوشامدی سے بھی برا

گزرا ہے مری نظر سے سب کا جلوا
سب سے ہے بہتر روز و شب کا جلوا
کہتا ہے عجم میں جم ہے موجود
کہہ دو کہ عرب میں دیکھ رب کا جلوا

وفا میں ثابت قدم رہنے کی ترغیب

⊙

ہر چند محلِ انقلابات رہا
گھٹنے بڑھنے کا پیچ دن رات رہا
چھوڑیں نہیں منزلیں قمر نے اپنی
ذی رتبہ و صاحبِ مقامات رہا

⊙

آزاد سے دین کا گرفتار اچھا
شرمندہ ہو دل میں وہ گنہگار اچھا
ہر چند کہ اور بھی ہے اک خصلتِ بد
واللہ کہ بے حیا سے مکّار اچھا

⊙

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا

پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

⊙

انقلابِ جہاں کو دیکھ لیا
حبِّ دنیا سے قلب پاک ہوا
کل کلی کھل کے ہوگئی تھی پھول
پھول کمھلا کے آج خاک ہوا

⊙

تھا سر میں کمال وہ تو سلطان بنا
تھا دل میں جمال وہ مسلمان بنا
لذّت طلبی سے نفس رندی پہ جھکا
تھا پیٹ بہت حریص شیطان بنا

⊙

مذہب کو لیا تو بحث میں سر ٹوٹا
چاہی اصلاح تو خدا ہی چھوٹا
شکوہ ہم غیر کا کریں کیا اکبؔر
قسمت ہی نے ہم کو ہر طرح سے لوٹا

رسوا وہ ہوا جو مستِ پیمانہ ہوا
لپکا جو سایے پر وہ دیوانہ ہوا
انگلینڈ سے اپنا دل جو لایا نہ درست
محروم ادھر ادھر سے بیگانہ ہوا

⊙

کرمِ حق پہ رکھ نظر اپنی
جو عقیدہ ترا نہ ہو ڈھیلا
آسرا سب کا چھوڑ دے اکبر
وتبتل علیہ تبتیلا

⊙

مجلس میں خیالِ بادہ نوشی پایا
مکتب میں سرِ سخن فروشی پایا
مسجد میں اگرچہ امن تھا اے اکبر
لیکن اک عالمِ خموشی پایا

⊙

کہنے کو تو شاہ ہیں مہاراج ہیں سب
مالک دولت کے مالکِ تاج ہیں سب
لیکن کھولو جو چشمِ تحقیق اکبرؔ
بے بس ہیں سب خدا کے محتاج ہیں سب

جلوۂ ارض و سما دکھلا کے ہے نیچر بھی چپ
لاالہ اور قل ھو اللہ کہہ کے پیغمبر بھی چپ
بحث اس کی ذات میں کیوں کر رہا ہے فلسفی
ایسے ایسے چپ ہیں یہ ہوتا نہیں اس پر بھی چپ

⊙

لامذہبی سے ہو نہیں سکتی فلاحِ قوم
ہرگز گزر سکیں گے نہ ان منزلوں سے آپ
کعبے سے بت نکال دیے تھے رسولؐ نے
اللہ کو نکال رہے ہیں دلوں سے آپ

⊙

کامل کم ہیں اور اہلِ ارشاد بہت
ساحر کم ہیں ملیں گے صیّاد بہت
ہے بزمِ سخن کا حال یہ اے اکبؔر
شاعر کم ہیں مگر ہیں استاد بہت

⊙

بندوں نے بھلادیا ہے وہ عہدِ الست
نافہمی و حرص میں ہیں اکثر بدمست
کیا زید بکر پہ معترض ہوتا ہے
اک گور پرست ہے تو اک زور پرست

پیری آئی ہوئی جوانی رخصت
ساتھ اس کے وہ لطفِ زندگانی رخصت
ہے اب تو اسی کا انتظار اے اکبرؔ
ہم کو بھی کرے جہانِ فانی رخصت

◉

تری معین فقط ہے خدا کی ذات اے دوست
خدا گواہ کہ پکی یہی ہے بات اے دوست
طلب مدد کی نہیں ان سے جو ہیں خود محتاج
طلب مدد کی ہے بالصبر و الصلوۃ اے دوست

◉

تحریکِ ضرورتِ معیشت ہے بہت
خرقے کو بھی اب خیال خلعت ہے بہت
خالق کے جمال کا تو سودا کم ہے
اللہ کے نام کی تجارت ہے بہت

◉

دنیا کرتی ہے آدمی کو برباد
افکار سے رہتی ہے طبیعت ناشاد
دو ہی چیزیں ہیں بس محافظ دل کی
عقبیٰ کا تصور اور اللہ کی یاد

حق نے جنھیں دی ہے فہمِ قرآنِ مجید
ہونے کے نہیں وہ پیرِ گردوں کے مرید
بدلے سو رنگ انقلابِ دنیا
ہر حال میں ان کو ہے خدا ہی سے امید

◉

کس نماندست کہ در بیشہ شکارے بکند
تیغ گیرد بہ کف و فتح دیارے بکند
ایں زماں ہمتِ مرداں بہ ہمیں محدود است
زنے از پردہ بروں آیدو کارے بکند

◉

چھوڑ دہلی لکھنؤ سے بھی نہ کچھ امید کر
نظم میں بھی وعظِ آزادی کی اب تائید کر
صاف ہے روشن ہے اور ہے صاحبِ سوز وگداز
شاعری میں بس زبانِ شمع کی تقلید کر

◉

فرمان اجل کا آگیا وقتِ صدور
ہوں گے کوئی دم میں شاملِ اہلِ قبور
دیکھیں منکر نکیر کیا کہتے ہیں
یاں سب مجھے کہتے ہیں خداوند و حضور

دیکھے اکبر کے آج کچھ اشعار
آئی بے حد پسند یہ گفتار
تجربہ خود بنے گا واعظِ دیں
لیک بعد از خرابیِ بسیار

⊙

بے سود ہے یہ شکوۂ لفاظی و سیر
افسوس ہے مخلصوں کو اور ہنستے ہیں غیر
چلئے ابجد سے ربِّ یسر کہہ کر
ہو سکتی ہے تب امیدِ تمّت بالخیر

⊙

منکر ہیں روح کے جو یہ اہلِ غرور
اک امر ہے پوچھنا ہمیں ان سے نفور
سوتوں کو جگا دیا انھوں نے لیکن
اللہ کا نام لے کے اٹھانا ہے ضرور

⊙

لیجاؤں لحد میں اپنا اسلام بخیر
لکھیں یارب ملک مرا نام بخیر
اسلام سے جس نے بے وفائی کی ہے
پایا نہیں میں نے اس کا انجام بخیر

ہو علم اگر نصیب تعلیم بھی کر
دولت جو ملے تو اس کو تقسیم بھی کر
اللہ عطا کرے جو عظمت تجھ کو
جو اہل ہیں اسکے ان کی تعظیم بھی کر

⊙

یہ تھی غلطی دیا جو معبود کو چھوڑ
اصلاح یہ ہے نمودِ بے سود کو چھوڑ
بزم ملت کا عافیت جُو ہے اگر
اللہ کے آگے جھک اچھل کود کو چھوڑ

⊙

کہہ دو کہ میں خوش ہوں رکھوں گر آپ کو خوش
بجلی چمکاؤں اور کروں بھاپ کو خوش
سیکھوں ہر علم و فن مگر فرض یہ ہے
ہر حال میں رکھوں اپنے ماں باپ کو خوش

⊙

بے سود ہے گنج و مال و دولت کی تلاش
ذلت ہے دراصل جاہ و شوکت کی تلاش
اکبر تو سرورِ طبع کو علم میں ڈھونڈھ
محنت میں کر سکون و راحت کی تلاش

غالب انسان پہ خود پسندی ہے فقط
مذہب کیا ہے گروہ بندی ہے فقط
ہر ذرّۂ دہر سے یہ آتی ہے صدا
نعمت ہے اگر تو عقل مندی ہے فقط

⦿

ہے ماہِ صیّام کی نہایت تعریف
بے شبہ یہ ہے مہذب و پاک ولطیف
نااہلوں کو یہ کبھی لگاتا نہیں منہ
کہتے ہیں اسی سبب سے رمضان کو شریف

⦿

تکمیل میں ان علوم کے ہو مصروف
نیچر کی جو طاقتوں کو کریں مکشوف
لیکن تم سے امید کیا ہو کہ تمہیں
عہدہ مطلوب ہے وطن ہے مالوف

⦿

دیکھا مناظروں کا بہت اس نے رنگ ڈھنگ
اکبرؔ کے دل میں اب نہ رہی بحث کی امنگ
کہتے بہت صحیح تھے یہ حضرتِ مذاق
ایماں برائے طاعت و مذہب برائے جنگ

اہلِ حرص وطمع جو ذلیل ہوتے ہیں ان پر طعن

ہے حرص و ہوس کے فن کی مجھ کو تکمیل
غیرت نہیں میری بزم دانش میں دخیل
ہیں نفس کی خواہشیں بہت مجھ کو عزیز
جب چاہیں کریں خوشی سے مجھ کو وہ ذلیل

⦿

بے غیرت وخود فروش و جاہل سے نہ مل
حق سے جو ہو غافل ایسے غافل سے نہ مل
یک جا کردیں حوادثِ دہر اگر
جائز ہے کہ ان سے مل مگر دل سے نہ مل

⦿

دل ہو جو وسیع اور روشن ہو خیال
ہر رنگ دکھائے تجھ کو خالق کا جمال
ساری دنیا ہے اس کو پیاری اکبر
کہتا ہے 'کم آل' جس کو حاصل ہے کمال

جب علم گیا تو شوقِ عزّت معدوم
دولت رخصت تو ذوقِ زینت معدوم
مسجد سے یہ آئی گوشِ اکبرؔ میں صدا
مذہب جو مٹا تو زورِ ملّت معدوم

⊙

خواہانِ علم، نہ طالبِ گنج ہیں ہم
بے کینہ و بے ریا و بے رنج ہیں ہم
لغزش ہو کوئی تو دوست فرمائیں معاف
آزاد ہیں، مست ہیں، سخن سنج ہیں ہم

⊙

انوار اس دور کے دل افروز ہیں کم
گویا کہ شبیں بہت ہیں اور روز ہیں کم
ہر چرب زباں نہیں ہے شمعِ اخلاص
جلنے والے بہت ہیں دل سوز ہیں کم

⊙

اب تک کوئی بہتری تو ظاہر نہ ہوئی
گزرے جاتے ہیں ہم پہ سال و مہ و یوم
شاید کہ یہی ترقیِ قومی ہے
ہر شخص بجائے خود بنا ہے اک قوم

رکھو جو مقابل اس کے سارا عالم
دنیا بخدا ہے اک ذرّے سے بھی کم
اس اک ذرّے میں ہے ہماری کیا اصل
نا فہم ہیں کر رہے ہیں ناحق ہم ہم

⊙

مخلوط کرو نہ نفس و نیچر کو بہم
گو نفس نے بھی لیا ہے نیچر سے جنم
جو بھوک لگے زباں کو وہ ٹھیک نہیں
نافع وہ طعام ہے کہ طالب ہو شکم

⊙

پڑتا ہے بتوں سے ساعتِ چند کا کام
تمہید میں اس کی دولت و عمر تمام
اللہ سے ہر نفس کا رہتا ہے لگاؤ
دشوار ہے نفس پر عبادت کا نام

⊙

علم و حکمت میں ہو اگر خواہش فیم
سرکار کی نوکری کو ہرگز نہ کر ایم
شادی نہ کر اپنی قبلِ تحصیلِ علوم
بت ہو کہ پری ہو خواہ وہ ہو کوئی میم

بھولے جاتے ہیں ہسٹری بھی اپنی
مذہب کو بھی ضعیف پاتے ہیں ہم
ہے دولت و جاہ بھی کمی پر ہر روز
ظاہر یہ ہے کہ مٹتے جاتے ہیں ہم

⊙

اس بزم سے سب کے سب اٹھے جاتے ہیں
تسکین کے جو تھے سبب اٹھے جاتے ہیں
اک قوت مذہبی عقیدوں سے تھی
وہ بھی تو دلوں سے اب اٹھے جاتے ہیں

⊙

گر جیب میں زر نہیں تو راحت بھی نہیں
بازو میں سکت نہیں تو عزت بھی نہیں
گر علم نہیں تو زور و زر ہے بیکار
مذہب جو نہیں تو آدمیّت بھی نہیں

⊙

دنیا سے میل کی ضرورت ہی نہیں
مجھ کو اس کھیل کی ضرورت ہی نہیں
در پیش ہے منزلِ عدم اے اکبؔر
اس راہ میں ریل کی ضرورت ہی نہیں

توحید ان کے دلوں میں محفوظ نہیں
اللہ کے ذکر سے یہ محظوظ نہیں
اس فرقۂ نو کو میں نے دیکھا اکبرؔ
اسلام ان کی نظر میں ملحوظ نہیں

⊙

تجھ کو بھی جہاں میں کچھ شرف ہے کہ نہیں
کوئی طاقت تری طرف ہے کہ نہیں
داخل ہے نمازیوں میں یا فوج میں ہے
آخر تیری بھی کوئی صف ہے کہ نہیں

⊙

وہ رنگِ کہن تمہارے عاشق میں نہیں
الجھا ہوا اب وہ طرزِ سابق میں نہیں
الفت ثابت کرو عمل سے صاحب
واللہ کو دخل میری منطق میں نہیں

⊙

اردو میں جو سب شریک ہونے کے نہیں
اس ملک کے کام ٹھیک ہونے کے نہیں
ممکن نہیں شیخ امراء القیس بنیں
پنڈت جی والمیک ہونے کے نہیں

کہا احباب نے یہ دفن کے وقت
کہ ہم کیونکر وہاں کا حال جانیں
لحد تک آپ کی تعظیم کردی
اب آگے آپ کے اعمال جانیں

⊙

دل کش نہیں وہ حسیں جسے شرم نہیں
رونق نہیں اس کی جس کا دل گرم نہیں
سختی میں بھی ہو گداز طینت ہو جو صاف
پگھلی ہے برف گو کہ وہ نرم نہیں

⊙

سمجھے جو کوئی برا یہ مضمون نہیں
کوئی پہلو خلافِ قانون نہیں
ہر چند کہ یہ مزے چکھاتا ہے بہت
شیطان کا کوئی شخص ممنون نہیں

⊙

وہ غیرتیں وہ صبر وہ ایمان ہیں کہاں
حسنِ عمل کے دل میں وہ ارمان ہیں کہاں
اک غل مچا ہوا ہے کہ مسلم ہیں خستہ حال
پوچھے ذرا کوئی کہ مسلمان ہیں کہاں

الفت اور ادب نہیں تو انسان نہیں
بے صبر و سکوں جو ہو تو ایمان نہیں
جو غیر خدا کو مانتا ہو قادر
اکبر بخدا کہ وہ مسلمان نہیں

⊙

بے خود ہیں وہ جو دل سے ہیں اللہ کے خواہاں
ہیں مست نگاہِ بتِ دل خواہ کے خواہاں
آسودہ ہیں علم و ہنر وفن میں جو ہیں محو
چکر میں ہیں بس جاہ کے اور شاہ کے خواہاں

⊙

ہے صبر و قناعت اک بڑی چیز اکبر
لذّت ابھی اس کی تو نے چکھی ہے کہاں
دنیا طلبی کے وعظ میں محو ہے تو
یہ بھی تو ذرا سمجھ کہ رکھی ہے کہاں

⊙

مشکل سے یہ حالتیں سہی جاتی ہیں
پھانسیں ہیں کہ قلب میں رہی جاتی ہیں
تفصیل نہ پوچھ ہیں اشارے کافی
یونہی یہ کہانیاں کہی جاتی ہیں

گردن خالق کے آگے جھکتی ہی نہیں
اب ابتری سے یہ قوم رکتی ہی نہیں
ہوتی نہیں ان میں کچھ غیرت پیدا
اور بات اکبؔر کی ہے کہ چکتی ہی نہیں

⊙

چغلیاں اک دوسرے کی وقت پر جڑتے بھی ہیں
ناگہاں غصہ جو آجاتا ہے لڑ پڑتے بھی ہیں
ہندو و مسلم ہیں پھر بھی ایک اور کہتے ہیں سچ
ہیں نظر آپس کی ہم ملتے بھی ہیں لڑتے بھی ہیں

⊙

اوروں کی کہی ہوئی جو دہراتے ہیں
وہ فوٹو گراف کی طرح گاتے ہیں
خود سوچ کے حسبِ حال مضمون نکال
انسان یونہی ترقیاں پاتے ہیں

⊙

کہنے سننے کی گرم بازاری ہے
مشکل ہے مگر اثر پرائے دل میں
ایسا سنیے کہ کہنے والا ابھرے
ایسی کہیے کہ بیٹھ جائے دل میں

لفظوں کے چمن بھی اس میں کھل جاتے ہیں
بے ساختہ قافیے بھی مل جاتے ہیں
دل کو مطلق نہیں ترقی ہوتی
تعریف میں سر اگرچہ ہل جاتے ہیں

⊙

خاطرِ مضبوط دل توانا رکھو
امید اچھی خیال اچھا رکھو
ہو جائیں گی مشکلیں تمہاری آساں
اکبؔر اللہ پر بھروسا رکھو

⊙

اعمال کے حسن سے سنورنا سیکھو
اللہ سے نیک امید کرنا سیکھو
مرنے سے مفر نہیں ہے جب اے اکبؔر
بہتر ہے یہی خوشی سے مرنا سیکھو

⊙

تہذیب وہ ہے کہ رنگِ مذہب بھی ہو
آزاد وہ ہے کہ جب مؤدب بھی ہو
تزئین وہ ہے کہ خاکساری بھی ہو ساتھ
اسپیچ وہ ہے کہ اس میں یا رب بھی ہو

اللہ کا صدقِ دل سے جو طالب ہو
حیرت نہیں گر ملک کا ہم قالب ہو
ہرگز نہ بڑھیں گے اس سے نیچر کے مرید
ممکن نہیں جسم روح پر غالب ہو

⦿

بھولتا جاتا ہے یورپ آسمانی باپ کو
بس خدا سمجھا ہے اس نے برق کو اور بھاپ کو
برق گر جائے گی اک دن اور اڑ جائے گی بھاپ
دیکھنا اکبرؔ بچائے رکھنا اپنے آپ کو

⦿

اسلام ہی کو بس اپنی ملّت سمجھو
بیگانہ روش میں اپنی ذلّت سمجھو
جو اس کے خلاف رائے رکھے اکبرؔ
خاموش رہو سمجھ کی قلّت سمجھو

⦿

جس بات میں تم شکست ملّت سمجھو
اس میں شرکت کو اپنی ذلّت سمجھو
جو بندۂ نفس ہو مخالف اس کا
قومی غیرت کی اس میں قلّت سمجھو

کچھ منع نہیں ہر اک کی تحریر پڑھو
لیکن قرآن کی بھی تفسیر پڑھو
عظمت دنیا کی جب دبائے دل کو
خالق کا کرو خیال تکبیر پڑھو

⊙

حاصل کرو علم طبع کو تیز کرو
باتیں جو بری ہیں ان سے پرہیز کرو
قومی عزّت ہے نیکیوں سے اکبؔر
اس میں کیا ہے کہ نقلِ انگریز کرو

⊙

دنیائے دنی کی یہ ہوس جانے دو
گل چیں ہو اگر تو خار و خس جانے دو
مالک کے بغیر گھر کی رونق نہیں کچھ
اللہ کو اپنے دل میں بس جانے دو

⊙

شیطاں واعظ ہے پنبہ در گوش رہو
غالب ہے اسی کی بات خاموش رہو
بدلا پاتا ہوں مجلسِ دہر کا رنگ
مستی کی ہوس نہ ہو تو بے ہوش رہو

کہتا ہوں میں ہندو و مسلماں سے یہی
اپنی اپنی روش پہ تم نیک رہو
لاٹھی ہے ہوائے دہر پانی بن جاؤ
موجوں کی طرح لڑو مگر ایک رہو

⊙

اے جدِّ بزرگ کے نواسو پوتو
تزئین کو تہ کرو زمینیں جو تو
کیا رٹتے ہو اپنی ہسٹری کو ہر وقت
اللہ مدد کرے گا ویسے ہو تو

⊙

شہوات کی پیروی کا منصوبہ نہ ہو
دولت تری خادمہ ہو محبوبہ نہ ہو
شہرت جو کمال سے ہو پیدا ہو جائے
لیکن بہ تکلفات مطلوبہ نہ ہو

⊙

لوگ ہنستے ہیں جو پیش آتی ہے یہ حالت کبھی
'من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو'
لیکن اخلاقی نظر میں اس سے تو بہتر ہے یہ
من ترا پاجی بگویم تو مرا پاجی بگو

ہونی ہے نصیب تلخ کامی تم کو
محسوس نہیں ہے اپنی خامی تم کو
اغیار نہیں بنا سکے تم کو غلام
ہے اپنے ہی نفس کی غلامی تم کو

⊙

تدبیر کریں تو اس میں ناکامی ہو
تقدیر کا نام لیں تو بدنامی ہو
القصّہ عجیب ضیق میں ہیں ہندی
یورپ کا خدا کہاں ہے جو حامی ہو

⊙

مغوی کو بھی بد نہ کہیے ترغیب ہے یہ
کس سے میں کہوں کہ دل کی تخریب ہے یہ
شیطان کو رجیم کہہ دیا تھا اک دن
اک شور مچا خلافِ تہذیب ہے یہ

⊙

ہے عقلِ بشر بھی تابعِ حکمِ خدا
بے فائدہ سب میں بحث و تقریر ہے یہ
تدبیر کے باب میں ہے ان کو شبہ
کہہ دو اکبر کہ جزوِ تقدیر ہے یہ

مرد کو چاہیے قائم رہے ایمان کے ساتھ
تا دمِ مرگ رہے یادِ خدا جان کے ساتھ
میں نے مانا کہ تمہاری نہیں سنتا کوئی
پُر ملانا تمہیں کیا فرض ہے شیطان کے ساتھ

⊙

مسکین گدا ہو یا ہو شاہِ ذی جاہ
بیماری و موت سے کہاں کس کو پناہ
آ ہی جاتا ہے زندگی میں اک وقت
کرنا پڑتا ہے سب کو اللہ اللہ

⊙

خوبی طاعت کی ہے مسلم اب بھی
عزّت اس کی نہیں ہوئی کم اب بھی
خود بین و حریص و جنگ جو ہو نہ اگر
واقف کی نظر میں ہے مکرّم اب بھی

⊙

رغبت جو دلائی وسعتِ مشرب کی
شامل اس میں غرض تھی بیشک سب کی
لیکن تبدیلِ وضع و نقلِ فاتح
ہے بعض کی بات اور اپنے ہی مطلب کی

مذہب ہے گم ترقیِ یورپ کے سامنے
معذور خاکسار بھی ہے اور جناب بھی
لیکن وہ آفتاب ہے اور یہ ہے مثلِ ابر
ابرِ غلیظ سے ہے نہاں آفتاب بھی

⊙

راحت کا سماں بندھا تو غفلت بھی ہوئی
حسرت کا کھنچا جو سین عبرت بھی ہوئی
دنیا میں جسے جو پیش آیا اکبؔر
بس اس کے مطابق اس کی حالت بھی ہوئی

⊙

تحصیلِ علوم کر کہ دولت ہے یہی
اخلاق درست کر کہ زینت ہے یہی
اکبر کی یہ بات یاد رکھ اے عشرت
محفوظ ہو معصیت سے عزّت ہے یہی

⊙

تسبیح و دعا میں جس نے لذّت پائی
اور ذکرِ خدا سے دل نے راحت پائی
کوئی نہیں خوش نصیب اس سے بڑھ کر
بس دونوں جہاں کی اس نے نعمت پائی

روزی مل جائے مال و دولت نہ سہی
راحت ہو نصیب شان و شوکت نہ سہی
گھر بار میں خوش رہیں عزیزوں کے ساتھ
دربار میں باہمی رقابت نہ سہی

⦿

کمیٹیوں سے نہ ہوگا کچھ بھی غرض اگر مشترک نہ ہوگی
خیالِ ملّت نہ ہوگا جب تک مفید ہرگز یہ بک نہ ہوگی
بہت بجا نوٹ لکھ گئے ہیں یہ اپنی پوتھی میں بھائی مانک
غذا نہ ہوگی تو کیا جیوں گا دیا کرو تم ہزار ٹانک

⦿

خواہش ہے اگر تجھے غنی بننے کی
دولت کی ہوس ہے اور دھنی بننے کی
شخصی حالت کو چھوڑ کر اے ہندی
کوشش لازم ہے کمپنی بننے کی

⦿

گو کہ رک سکتی نہیں یہ نقلِ وضعِ مغربی
پھر بھی کامل طور پر ممکن نہیں ہم قالبی
اپنی تاریخ اپنی ملّت سے رہو تم باوفا
بندگی تم کو مبارک صاحبوں کو صاحبی

دیکھے جو حوادثِ سماوی ارضی
قائم کرلی ہیں تو نے باتیں فرضی
بھولا ہے خدا کو تو ذرا غور تو کر
زندہ رکھتی ہے تجھ کو کس کی مرضی

⊙

وہ شوکت و شانِ زندگانی نہ رہی
غیرت کی حرم میں پاسبانی نہ رہی
پردہ اٹھا تو کھل گیا اے اکبرؔ
اسلام میں اب وہ لن ترانی نہ رہی

⊙

حِصہ حریص کا ہے بے دینی و غلامی
قانع کے واسطے ہے اعزاز نیک نامی
محنت ہی کے لیے ہے تفریح قلب وروزی
مقبولِ دوستاں ہے اکبرؔ کی خوش کلامی

⊙

ہر ایک کو نوکری نہیں ملنے کی
ہر باغ میں یہ کلی نہیں کھلنے کی
کچھ پڑھ کے تو صنعت وزراعت کو دیکھ
عزت کے لیے ہے کافی اے دل نیکی

بار ہا جوشِ جنوں میں مجھے آیا ہے خیال
کہ تماشا ہے یہ ہنگامۂ نیکی و بدی
نظرِ عشق میں ہے زندگی و موت اکبرؔ
اضطرابِ نفسِ چند و سکونِ ابدی

⊙

یہ زینتِ دنیا ہے کہ مٹی پہ ہے پنی
بچوں کے سوا کون ہو اس کا متمنی
گوش شنوا ہو تو سنو اس کے ترانے
اس بزم میں اکبرؔ سا نہیں کوئی مغنی

⊙

اس عہد میں یہی ہے بس داخلِ نکوئی
مذہب پہ نکتہ چینی ملّت کی عیب جوئی
شوقِ عمل نہیں ہے فکرِ اجل نہیں ہے
ناصح بنے ہیں اکثر عابد نہیں ہے کوئی

⊙

منظور اے دل ہماری عرضی ہوگی
اس وقت کہ جب خدا کی مرضی ہوگی
اس دورِ فنا میں ہوگی لیکن جو بات
وہ صرف برائے نام و فرضی ہوگی

سوچو کہ آگے چل کر قسمت میں کیا لکھا ہے
دیکھو گھروں میں کیا تھا اور آج کیا رہا ہے
ہشیار رہ کے پڑھنا اس جال میں نہ پڑنا
یورپ نے یہ کہا ہے، یورپ نے وہ کہا ہے

⊙

رکتا نہیں انقلاب چارا کیا ہے
حیراں ہیں ملک بشر بچارا کیا ہے
تسکین کے لیے مگر ہے کافی یہ خیال
جو کچھ ہے خدا کا ہے ہمارا کیا ہے

⊙

غنچہ رہتا ہے دل گرفتہ پہلے
رنگِ چمن فنا سے گھبراتا ہے
کہتی ہے نسیم آ کے رازِ فطرت
سنتے ہی پیامِ دوست کھل جاتا ہے

⊙

ہنگامۂ شکر و شکوہ دنیا میں ہے گرم
لیکن مرے دل سے یہ صدا آتی ہے
کھلتا نہیں رازِ دہر شکوہ ہے تو یہ
اور شکر یہ ہے کہ موت آجاتی ہے

انسان یا بہت سے دلوں کو ملا سکے
یا کوئی شے مفیدِ خلائق بنا سکے
ہم تو اسی کو علم سمجھتے ہیں کام کا
پڑھنے کو مستعد ہیں جو کوئی پڑھا سکے

⊙

تو نے دل دہر سے ملا رکھا ہے
قائم غفلت کا سلسلہ رکھا ہے
کیا خود زندہ ہے اپنی طاقت سے تو
آخر کس نے تجھے جلا رکھا ہے

⊙

قرآں میں ہمیں خدا نے سمجھایا ہے
شیطان نے فلسفے میں الجھایا ہے
قسمت اب دیکھنی ہے دل کی اکبرؔ
معلوم نہیں کہ یہ کدھر آیا ہے

⊙

دنیا نے دین کو بھلا رکھا ہے
غفلت کی نیند میں سلا رکھا ہے
اس دور میں خوش نصیب وہ ہے اکبرؔ
جس نے قرآن کو کھلا رکھا ہے

ہر حال میں بہر روح انسب وہ ہے
اللہ و رسول کا بھی مطلب وہ ہے
قرآن کو غور سے پڑھو اور سمجھو
اکبؔر بخدا کہ جانِ مذہب وہ ہے

۱۸۷۶ء

لیکچر سے ہے نہ کچھ خیالات سے ہے
تہذیب سے ہے نہ ترکِ عادات سے ہے
اکبؔر بخدا یہ کامیابی ساری
تقدیر سے اور اتفاقات سے ہے

⊙

دنیائے دنی محلِ آفات بھی ہے
فکرِ روزی مخلِ اوقات بھی ہے
طرۂ پھر اس پہ یہ کہ مرنا بھی ضروری
جیتا رہے آدمی تو اک بات بھی ہے

⊙

انساں میں معتبر لیاقت بھی ہے
محسوب اس وزن میں وجاہت بھی ہے
اندازِ سخن سے بھی ہے اندازۂ طبع
اک جزوِ قوی مگر شرافت بھی ہے

دولت ہے وہ جو عقل و محنت سے ملے
لذت وہ ہے کہ جوشِ صحت سے ملے
ایماں کا ہو نور دل میں وہ راحت ہے
عزّت وہ ہے جو اپنی ملّت سے ملے

⊙

آپس میں موافق رہو طاقت ہے تو یہ ہے
دیکھو نہ بہم عیب محبت ہے تو یہ ہے
صحت بھی ہو روزی بھی ہو دل کو بھی ہو تسکین
دنیا میں بشر کے لیے نعمت ہے تو یہ ہے

⊙

حاسد تجھ پر اگر حسد کرتا ہے
کر صبر کہ خود وہ کارِ بد کرتا ہے
اپنی پستی کو کر رہا ہے محسوس
اور تیری بلندیوں سے کد کرتا ہے

⊙

انبساطِ نفس الگ ہے روح کا وجد اور ہے
دشتِ وحشت اور ہے اور وادیٔ نجد اور ہے
ہو جو باطن کی ترقی تجھ کو منظورِ نظر
یاد رکھ اکبر تکبر اور ہے مجد اور ہے

ارماں نہ شراب و بزمِ شاہد کا ہے
ساماں نہ محافل و مساجد کا ہے
اکبر کو ہے انس کنجِ تنہائی سے
دھیان اس کو فقط خدائے واحد کا ہے

⊙

کچھ شک نہیں کہ خلق سے ملنا ضرور ہے
جو اس سے اختلاف کرے حق سے دور ہے
لیکن خدا کے واسطے خلقِ خدا سے مل
سمجھے گا اس کو وہ کہ جو اہلِ شعور ہے

⊙

انسان جو عمر ختم کر چکتا ہے
خوش ہو چکتا ہے، آہ بھر چکتا ہے
فانی دنیا کا دیکھ لیتا ہے رنگ
زندہ جو رہا بھی وہ تو مر چکتا ہے

⊙

شیطان سے دل کو ربط ہو جاتا ہے
دشوار انسان کو ضبط ہو جاتا ہے
حد سے جو سوا ہو حرص یا خود بینی
اکثر ہے یہی کہ خبط ہو جاتا ہے

جس کو خدا سے شرم ہے وہ ہے بزرگِ دیں
دنیا کی جس کو شرم ہے مردِ شریف ہے
جس کو کسی کی شرم نہیں اس کو کیا کہوں
فطرت میں وہ رذیل ہے، دل کا کثیف ہے

⊙

اللہ کا حق اگر تلف ہوتا ہے
اس کے لیے کون سر بکف ہوتا ہے
دنیا طلبی میں ہے یہ ہنگامہ و شور
حاصل پھر اس سے کیا شرف ہوتا ہے

⊙

خلقت جو کہیں ذلیل ہو جاتی ہے
بے غیرت و بے دلیل ہو جاتی ہے
گو جسم میں ظاہرا توانائی ہو
اخلاق میں وہ علیل ہو جاتی ہے

⊙

دنیا کو بہت ذلیل پایا میں نے
بے غیرت و بے دلیل پایا میں نے
اخلاقی پہلوؤں سے جانچا اکبرؔ
شدّت سے اسے علیل پایا میں نے

افسوس سفید ہو گئے بال ترے
لیکن ہیں سیاہ اب بھی اعمال ترے
تو زلفِ بتاں بنا ہوا ہے اب تک
دنیا پہ ہنوز پڑتے ہیں جال ترے

⊙

ہیں وعدۂ خالقِ دو عالم سچے
قرآن سچا، رسولؐ اکرم سچے
اے منکرِ دیں قیامت آنی ہے ضرور
کہہ دیں گے وہاں کہ دیکھ لے ہم سچے

⊙

جب واقعاتِ اصلی پیش نظر نہ آئے
شاعر نے کام رکھا تحسین و آفریں سے
الفاظ نے سنور کر اپنے قدم جمائے
نیچر نے کی گزارش رخصت ہوں میں یہیں سے

⊙

ایسے بھی ہیں، خلق جن کو فرعون کہے
ایسے بھی جنھیں محمدؐ و عون کہے
میں نام بنام تم سے کہتا اکبرؔ
نازک ہے مگر معاملہ کون کہے

ہر چند کہ کوٹ بھی ہے پتلون بھی ہے
بنگلہ بھی ہے، پاٹ بھی ہے، صابون بھی ہے
لیکن یہ میں تجھ سے پوچھتا ہوں ہندی
یورپ کا تری رگوں میں کچھ خون بھی ہے

⊙

دولت بھی ہے، فلسفہ بھی ہے، جاہ بھی ہے
لطفِ حسنِ بتانِ دل خواہ بھی ہے
سب سے قطع نظر ہے مشکل لیکن
اتنا سمجھے رہو کہ اللہ بھی ہے

⊙

مذہب کی کہوں تو دل لگی میں اڑ جائے
مطلب کی کہوں تو پالسی میں اڑ جائے
باقی سرِ قوم میں ابھی ہے کچھ ہوش
غالب ہے کہ یہ بھی اس صدی میں اڑ جائے

⊙

اعلیٰ مقصود چاہیے پیشِ نظر
کوشش تری گو ہو لطفِ ذاتی کے لیے
فرہاد پہاڑ پر عمل کرتا تھا
شیریں کے لیے کہ ناشپاتی کے لیے

مذہب قانون و قوم کا بانی ہے
خالص طاعت عروجِ روحانی ہے
توہین اک دوسرے کی کرتے ہیں جو لوگ
یہ جہل ہے یا ہوائے نفسانی ہے

⊙

ہمدرد ہوں سب یہ لطفِ آبادی ہے
ہمسایہ بھی ہو شریک تب شادی ہے
تسکین ہے جب کہ ہو خدا پر تکیہ
قانون بنا سکیں تب آزادی ہے

⊙

آگاہ ہوں معنیِ خوش اقبالی سے
واقف ہوں بنائے رتبۂ عالی سے
شرطیں عزت کی اور ہیں اے اکبر
چلتا نہیں کام صرف نقالی سے

⊙

ایمان و حواس و حق پرستی کیا ہے
یہ غفلت و فکر و جوشِ مستی کیا ہے
لاریب یہ سب ہے ایک ہستی کا ظہور
یہ مجھ سے نہ پوچھ پھر وہ ہستی کیا ہے

جینا تھا جس قدر ہمیں دنیا میں جی لیے
ساغر کئی طرح کے ملے اور پی لیے
غم بھی رہا، خوشی بھی، تحیرّ بھی، فکر بھی
جاتے ہیں اب کہ آئے تھے ہم بس اسی لیے

◉

طاقت وہ ہے با اثر جو سلطانی ہے
اس جا ہے چمک جہاں زر افشانی ہے
تعلیم وہ خوب ہے جو سکھلائے ہنر
اچھی ہے وہ تربیت جو روحانی ہے

◉

انسان چاہے جو بات اچھی چاہے
بدیوں سے محترز ہو نیکی چاہے
شیطان سے وہ فلاسفی ہے منسوب
جس کا مطلب ہے کر وہ جو جی چاہے

◉

پاکیزگی نفس کی دشمنِ مے ہے
انسان کو خراب کرنے والی شے ہے
شیطان کی ہے پرائیویٹ سیکرٹری
مسلم اور اس کو منہ لگائے ہے ہے

یہ دربار ہے خالقِ دو جہاں کا
ادب اپنا سکہ بٹھائے ہوئے ہے
نہ سمجھو کہ حاضر نہیں حق تعالیٰ
یہ عالم خود آنکھیں جھکائے ہوئے ہے

⊙

اوہام کے ہاتھ سے نہ ایذا سہیے
بندوں کے نہیں خدا کے ہو کر رہیے
ہے پیشِ نگاہ جلوۂ ارض و سما
سبحان اللہ جوشِ دل سے کہیے

⊙

چیخے، چلائے، کودے، اچھلے ٹہلے
ہر پھر کے وہیں رہے جہاں تھے پہلے
حالت تو وہی ہے بلکہ اس سے بدتر
یوں منہ سے جو جس کے دل میں آئے کہہ لے

⊙

غلط فہمی بہت ہے عالمِ الفاظ میں اکبرؔ
بڑی مایوسیوں کے ساتھ اکثر کام چلتا ہے
یہ روشن ہے کہ پروانہ ہے اس کا عاشقِ صادق
مگر کہتی ہے خلقت شمع سے پروانہ جلتا ہے

⊙

تعلیم بھی پائی سب کے پیارے بھی ہوئے
دنیا کو بھی خوش کیا ہمارے بھی ہوئے
لیکن جو یہ نورِ طبع پایا نہ گیا
پھر کیا تم عرش کے جو تارے بھی ہوئے

جلوۂ دربارِ دہلی

⊙

سر میں شوق کا سودا دیکھا
دہلی کو ہم نے بھی جا دیکھا
جو کچھ دیکھا اچھا دیکھا
کیا بتلائیں کیا کیا دیکھا

⊙

نظم ہے مجھ کو بادۂ صافی
شغل یہی ہے دل کو کافی
مانگتا ہوں یاروں سے معافی
خیر اب دیکھیے لطف قوافی

جمنا جی کے پاٹ کو دیکھا
اچھے ستھرے گھاٹ کو دیکھا
سب سے اونچے لاٹ کو دیکھا
حضرت ڈیوک کناٹ کو دیکھا

⊙

پلٹن اور رسالے دیکھے
گورے دیکھے کالے دیکھے
سنگینیں اور بھالے دیکھے
بینڈ بجانے والے دیکھے

⊙

خیموں کا اک جنگل دیکھا
اس جنگل میں منگل دیکھا
برمھا اور ورنگل دیکھا
عزت خواہوں کا دنگل دیکھا

⊙

سڑکیں تھیں ہر کمپ سے جاری
پانی تھا ہر پمپ سے جاری
نور کی موجیں لمپ سے جاری
تیزی تھی ہر جمپ سے جاری

کچھ چہروں پر مردی دیکھی
کچھ چہروں پر زردی دیکھی
اچھی خاصی سردی دیکھی
دل نے جو حالت کردی دیکھی

◉

ڈالی میں نارنگی دیکھی
محفل میں سارنگی دیکھی
بے رنگی با رنگی دیکھی
دہر کی رنگا رنگی دیکھی

◉

اچھے اچھوں کو بھٹکا دیکھا
بھیڑ میں کھاتے جھٹکا دیکھا
منہ کو اگرچہ لٹکا دیکھا
دل دربار سے اٹکا دیکھا

◉

ہاتھی دیکھے بھاری بھرکم
ان کا چلنا کم کم تھم تھم
زرّیں جھولیں نور کا عالم
میلوں تک وہ چم چم چم چم

پُر تھا پہلوئے مسجدِ جامع
روشنیاں تھیں ہر سو لامع
کوئی نہیں تھا کسی کا سامع
سب کے سب تھے دید کے طامع

⊙

سرخی سڑک پر کٹتی دیکھی
سانس بھی بھیڑ میں گھٹتی دیکھی
آتش بازی چھٹتی دیکھی،
لطف کی دولت لٹتی دیکھی

⊙

چوکی اک چولکھی دیکھی
خوب ہی چکھی پکھی دیکھی
ہر سو نعمت رکھی دیکھی
شہد اور دودھ کی مکھی دیکھی

⊙

ایک کا حصہ من و سلوا
ایک کا حصہ تھوڑا حلوا
ایک کا حصہ بھیڑ اور بلوا
میرا حصہ دور کا جلوا

اوج برٹیش راج کا دیکھا
پرتو تخت و تاج کا دیکھا
رنگ زمانہ آج کا دیکھا
رخ کرزن مہراج دیکھا

⊙

پہنچے پھاند کے سات سمندر
تحت میں ان کے بیسیوں بندر
حکمت و دانش ان کے اندر
اپنی جگہ ہر ایک سنکدر

⊙

اوجِ بخت ملاقی ان کا
چرخِ ہفت طباقی ان کا
محفل ان کی ساقی ان کا
آنکھیں میری، باقی ان کا

⊙

ہم تو ان کے خیر طلب ہیں
ہم کیا ایسے ہی سب کے سب ہیں
ان کے راج کے عمدہ ڈھب ہیں
سب سامانِ عیش و طرب ہیں

اگزی بیشن کی شان انوکھی
ہر شے عمدہ ہر شے چوکھی
اقلیدس کی ناپی جوکھی
من بھر سونے کی لاگت سوکھی

⊙

جشن عظیم اس سال ہوا ہے
شاہی فورٹ میں بالؔ ہوا ہے
روشن ہر اک ہال ہوا ہے
قصۂ ماضی حال ہوا ہے

⊙

ہے مشہور کوچہ و برزن
بال میں ناچیں لیڈی کرزن
طائرِ ہوش تھے سب کے پرزن
رشک سے دیکھ رہی تھی ہر زن

⊙

ہال میں چمکیں آ کے یکایک
زرّیں تھی پوشاک جھکا جھک
محو تھا ان کا اوج سماء تک
چرخ پہ زہرہ ان کی تھی گاہک

⊙

گو رقاصہ اوجِ فلک تھی
اس میں کہاں یہ نوک پلک تھی
اندر کی محفل کی جھلک تھی
بزمِ عشرت صبح تلک تھی

⊙

کی ہے یہ بندش ذہن رسا نے
کوئی مانے خواہ نہ مانے
سنتے ہیں ہم تو یہ افسانے
جس نے دیکھا ہو وہ جانے

⊙

خدا جانے کہا کس نے یہ کس دن عقلِ مسلم سے
کہ مشرق کو نظر آتا نہیں مغرب سے چھٹکارا
گئی دنیا تو پھر ہم دین کو اب کیوں لگا رکھیں
برا معلوم ہوتا ہے مسائل کا یہ پشتارا
مضر ہیں مذہبی قیدیں مناسب ہے شکست ان کی
مزاحم ہیں مگر یہ مولوی! ان کا نہیں چارا

وہ چھینٹے دیجیے ان کو حکیمانہ طریقوں سے
کہ بجھ کر راکھ ہی ہو جائے مذہب کا یہ انگارا
چلے مقراضِ تدبیر ایسے پیچیدہ طریقوں سے
کہ جڑ کٹ جائے مذہب کی یہ گھر ہو منہدم سارا
عمل جاتا رہے بالکل، فقط الفاظ رہ جائیں
انھیں بھی پست کردے مغربی حکمت کا نقارا
ترقی پائے گی قوم آپ کی پھر دورِ گردوں میں
عجب کیا ہے کہ پھر بہنے لگے اقبال کا دھارا
قیامت کر گئی قومی ترقی گوشِ مسلم میں
لگا کہنے زہے نعمت اگر حاصل شود مارا
اگر آں شاہدِ مغرب بدست آرد دلِ مارا
بچشمِ مستِ او بخشیم تسبیح و مصلیٰ را
مصلّے کو غرض تہ کرکے اٹھا عابدِ مشرق
جو طاقت آگئی تھی دل میں اس طاقت سے للکارا
اِدھر تحریر اُدھر اسپیچ اِدھر سازش اُدھر بندش
اِسے جھڑکا، اُسے ڈانٹا، اِسے گانٹھا، اُسے مارا
نتائج پر نظر کب مردِ عاشق تن کی ہوتی ہے
وہ سمجھے میں نئی اک قوم کا بن جاؤں گا دارا

دو روزہ پالسی نے اس طرف سے تقویت دے دی
ادھر بجنے لگا فتح و ظفر کا پھر تو نقّارا
ڈنر، عہدے، تبسم، مشورے وعدے بنے گیسو
وہ گیسو جس سے پھیلی بوئے مستِ عنبرِ سارا
حواسِ ظاہری کے دام سے بچنا ہوا مشکل
کجا موہوم حوریں اور کجا پریوں کا نظّارا
وہ ٹوٹے، یہ گرے، وہ پھسلے، یہ چت، ان کو غش آیا
نہ ایماں میں رہی طاقت نہ دل میں ضبط کا یارا
حریفانِ طرب آگیں نے چھیڑا سازِ عشرت کو
بجایا سب نے مضرابِ ہوس سے داردا دارا
بتوں کے عشق میں پڑ ہی چکے تھے عقل پر پتھر
مِسوں کا بے تکلف چڑھ گیا ہر قلب پر پارا
غریبوں، دردمندوں، بیکسوں کے دل کی کیا ہستی
وہ حالت پیش آئی تھی کہ جس سے موم ہو خارا
نہ حالی کی مناجاتوں کی پروا کی زمانے نے
نہ اکبر کی ظرافت سے رکے یارانِ خود آرا
زبانِ حال سے فریاد تھی یہ اہلِ تمکیں کی
کہ اے نظمِ جہاں را حافظ و اے عرش را دارا

فغاں زیں سحر، فن دل کش، مسانِ آفتِ ایماں
چناں بردند صبر از دل کہ ترکاں خوانِ یغمارا

ہوا سب کو تعجب کیوں ہوئیں یہ حالتیں پیدا
نہ تھا یہ مطلبِ سیّد کہ اس رخ پر چلے دھارا

وہ پردے کے بڑے حامی تھے طاعت کے موید تھے
وہ خواہاں تھے کہ چمکے اوج پر اسلام کا تارا

حباب آسا جو آسانی سے ٹوٹا گنبدِ مذہب
تو کیا اقبال و عزت کا اِدھر بہنے لگا دھارا

سنا سب کچھ مگر دیکھا جو بالآخر تو کیا دیکھا
وہی اینٹیں وہی پتھر وہی چونا وہی گارا

ادھر شیرازۂ قومی کو ہم ہیں توڑتے جاتے
ادھر بازی حریفوں کی ہے ہاتھ ان کے ہے پوبارا

نتیجے ہم نے خود آنکھوں سے دیکھے روزِ روشن میں
فلک نے سرکشوں کو خاکِ ناکامی پہ دے مارا

کہیں تحقیر مذہب کی، کوئی تعظیم کرتا ہے
بجھا کر نورِ دل کو کب ہے چمکا بخت کا تارا

بہت ہے غفلت و ترکِ عمل دنیا میں یہ مانا
عقیدہ اصل ہے لیکن وہ ہونا چاہیے پیارا

مدارِ خیر خواہی ترکِ مذہب پر نہیں ہرگز
ہر اک نے دل سے انگلش کی ہے لائلٹی کا دم مارا

نہ تھا یہ مطلبِ سارا کہ اسمٰعیل کافر ہو
حریفانہ ہوا انداز مطلب تھا یہی سارا

جب اپنی ہسٹری ہم بھول جائیں گے تو کیا ہوگا
خدارا اک نظر اس سین کا کرتے تو نظّارا

صلوٰۃِ بے وضو سے رو رہی ہے اس طرف مسجد
ادھر قرآنِ بے رغبت سے دل مذہب کا سیپارا

مشینیں چل رہی ہیں اور کسی کی کچھ نہیں چلتی
ادھر ہیں بے چھلے کندے ادھر ہے برق وش آرا

خود اپنی قوم کی تحقیر کرنا اس کے کیا معنی
یہ کس جادو نے بچوں کو کیا خودبین و خود آرا

کہیں اطفالِ ناداں ہیں کہیں پیرانِ بے طاقت
یہ غوطے کھاتے ہیں فقرے میں آتا ہے وہ بے چارا

یہ اخلاقی یہ روحانی بلائیں ٹوٹتی کیوں ہیں
یہ نفس مطمئنہ پر ہوا کیوں غالب لمّارا

یہ کس کل کے بنیں گے جزو کھو کر اپنی ملت کو
مگر ہاں اپنے بیلوں میں ملائے کوئی بنجارا

ہمارے حکمراں تو چرچ میں سرگرمِ طاعت ہوں
تو ہم بندے پھریں کیوں دشتِ بے دینی میں آوارا
عمل مطلوب ہے بیشک مگر نور اپنا کیوں کھوئیں
زمانے کو ہے گردش ہم بنیں ثابت سے سیارا
ہولاوّل ہولآخر یہ شہدِ روح پرور ہے
پھرو آزاد ہو کر یہ ہے بالو کا شکر پارا
بٹھایا کیوں نہیں جاتا یہ نقشِ جانفزا دل پر
کہ روحانی ترقی میں ہو لڑکا عرش کا تارا
بہت فکر اس کی ہے دن رات گو قومی بزرگوں کو
مگر کمزور یہ موجیں، ادھر غفلت کا ہے دھارا
میں یہ پیچیدہ بحثیں پیش کرنے کو تھا آمادہ
کہ اتنے میں جنابِ حضرتِ حافظ نے للکارا
حدیث از مضطرب مے گو و رازِ دہر کمتر جو
کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معمارا

⊙

قدیم وضع پہ قائم رہوں اگر اکبر
تو صاف کہتے ہیں سیّد یہ رنگ ہے میلا
جدید طرز اگر اختیار کرتا ہوں
خود اپنی قوم مچاتی ہے شور و واویلا

جو اعتدال کی کہیے تو وہ اِدھر نہ اُدھر
زیادہ حد سے دیے سب نے پاؤں ہیں پھیلا
اِدھر یہ ضد ہے کہ لمینڈ بھی چھو نہیں سکتے
اُدھر یہ دھن ہے کہ ساقی صراحیِ مے لا
اِدھر ہے دفترِ تدبیر و مصلحت ناپاک
اُدھر ہے وحیِ ولایت کی ڈاک کا تھیلا
غرض دو گونہ عذاب است جانِ مجنوں را
بلائے صحبتِ لیلےٰ و فرقتِ لیلےٰ

⊙

یہ تسبیح و تکبیر و حمد و دعا
ہے نورِ دلِ بندگانِ خدا
یہ پلٹن کے گورے ہر اتوار کو
سجاتے ہیں گرجا کے دربار کو
اگر یہ کہو ہیں وہ بالکل وحوش
تو دیکھو کہ عابد ہیں حضرت لیٹوش
جب اڈورڈ ہفتم ہوئے تھے علیل
تو کی قوم نے یادِ ربِ جلیل
کمی کی نہ اسٹیٹ نے خرچ میں
دعائیں ہوئیں دھوم سے چرچ میں

وہ جنرل کہ دبتی تھی جن سے زمیں
ہیں گرجا میں راکع مع الرّاکعیں
ہوئے جنگ سے زار اندیشہ ناک
گرے سجدے میں پیشِ اللہ پاک
سرِ بادشاہانِ گردن فراز
بدرگاہِ اُو برزمینِ نیاز

⊙

ہم نشیں کہتا ہے کچھ پروا نہیں مذہب گیا
میں یہ کہتا ہوں کہ بھائی یہ گیا تو سب گیا
نیشنل فیلنگ تو ہم میں کبھی تھی ہی نہیں
اتحاد دیں فقط باقی رہا تھا اب گیا
ہے عقیدوں کا اثر اخلاقِ انساں پر ضرور
اس جگہ کیا چیز ہوگی وہ اثر جب دب گیا
پیٹ میں کھانا زباں پر کچھ مسائل نا تمام
قوم کے معنی گئے اور روح کا مطلب گیا
منقلب ہوتے ہیں پیہم طالب العلموں کے کورس
کورس بھی رخصت ہوا اس کا زمانہ جب گیا
اتحادِ معنوی ان میں برائے نام ہے
دیکھتے ہو اک گروہ اک راہ ہو کر کب گیا

بعدازیں کیا حشر ہوگا یہ تو سوچو دوستو
جو اٹھا بہرِ ہلاکِ ملّت و مشرب گیا
اس سے نفرت ان کو ایسی مستقل تازی زباں
حیف! مسلم سے خیالِ مبنی و معرب گیا
مجلسِ دنیا میں کس صف کے بنو گے مستحق
دور ہوا لارڈ سے اور پرتوِ یارب گیا
نوکری کے باب میں وہ پالسی قائم نہیں
ہوش میں آؤ وہ رنگِ روز و رنگِ شب گیا
ہم یہی کہتے ہیں صاحب سوچ لو انجام کار
دوسرا پھر کیا ٹھکانا ہے اگر مذہب گیا

⊙

اک لعبتِ چین کو لندن سے جو بیاہ کے لائے مفاعیلن
احباب نے تیرِ مطاعن سے ان کے دل کو مجروح کیا
باپ ان کے بولے کشتی مری واللہ ڈبو دی ہائے غضب
اس لڑکے نے صحبتِ بد پاکر یہ کارِ ابنِ نوح کیا
تعلیم کو میں نے بھیجا تھا تزویج کی اس نے ٹھہرائی
ممدوح تو بننا بھول گیا بس اپنے تئیں منکوح کیا
لڑکے نے جواب میں عرض کیا اے قبلہ و کعبہ سنیے تو
یہ کون برائی میں نے کی جو فاتح کو مفتوح کیا

⦿

مسانِ خود فروش آخر فرستادندِ ایں بلہا
طلب کردند زر چنداں کہ خون افتاد در دلہا
نشاطِ طبع برہم شد شکست آں رنگِ محفلہا
الا یاایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا
کہ عشق آساں نمود اوّل و لے افتاد مشکلہا

ادھر بے علم دیں ہے نور ایماں قلب سے زائل
ادھر کالج کا بیڑا پار کرنے پر ہے دل مائل
ادھر ہے نوکری دشوار چکر میں ہے ہر سائل
شبِ تاریک وبیم موج وگردابے چنیں حائل
کجا دانند حالِ ما سبک سارانِ ساحلہا

نہ قید شرع باقی ہے نہ آزادی کی ہے کچھ حد
نہیں کچھ گفتگو اس باب میں یہ نیک ہے یا بد
بزرگوں کا بھی فتویٰ ہے کہ پڑھ قانونِ سرسیّد
بمی سجادہ رنگیں کن گرت پیرِ مغاں گوید
کہ سالک بے خبر بنود زراہ و رسمِ منزلہا

کہاں کی پیش بینی جب طبیعت ہی نہ تھی حاضر
مقیمِ دیر تھے دلچسپ تھی بزمِ بتِ کافر

نہ تھا کچھ پاس ایماں دل کی تھی مدنظر خاطر
ہمہ کارم زخود کامی بہ بدنامی کشید آخر
نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

جو ہونا چاہتا ہے بدر بن جا ماہِ نو حافظ
نہ کر آرام رہ راہِ طلب میں تیز رو حافظ
لگائے رہ اسی سے رات دن تو اپنی لو حافظ
حضوری گرہمی خواہی ازو غافل مشو حافظ
متی ماتلق من تہویٰ دع الدنیا واہملہا

⦿

آئینۂ لفظِ خدا ہے بیسیوں مفہوم کا
اور ازاں جملہ مرادف ہے یہ نامعلوم کا
سب کا حصہ قوت وحالت کے لائق ہے یہاں
بس یہی مطلب تو ہے اے مہرباں مقسوم کا

⦿

پیر و مرشد نے کیا قوم میں بچپن پیدا
وہ یہ سمجھے تھے کہ ہو جائے گا جوبن پیدا
وہ تو پیدا نہ ہوا ہاتھ سے لڑکوں کے مگر
ہو چلے دین کی دیوار میں روزن پیدا

پستی قوم کے جب آگئے دن اے اکبر
اونچے درجوں میں ہوئے عقل کے دشمن پیدا

دین کیا چیز ہے شیرازۂ قومی ہے فقط
جس سے ملت کی ہے اک صورت احسن پیدا

آج ہوتا نہیں اس کا ضرر ان کو محسوس
ہو رہے ہیں ابھی کچھ لالہ و سوسن پیدا

بالیقیں آئے گا اس باغ پر ایسا اک وقت
کر چلیں گی روشیں نشتر و سوزن پیدا

صورت برگ خزاں دیدہ پھریں گے اڑتے
نہ بہار آئے گی پھر ہوگا نہ گلشن پیدا

باپ کے خون سے ہوگی جو حمیت زائل
ہوں گے اطفال بھی بے غیرت و کودن پیدا

کاہ کی طرح سے اڑ جائیں گے دینی اعمال
اختلافات کے ہو جائیں گے خرمن پیدا

ظلمت جہل سے گھر جائیں گے دل کے اطراف
سینوں میں ہو نہ سکیں گے دل روشن پیدا

کون کہتا ہے کہ انگلش کا نہ ہو دل سے مطیع
کون کہتا ہے نہ کر الفتِ ولسن پیدا

کون کہتا ہے تکلّف سے نہ کر زیست بسر
کون کہتا ہے نہ کر وضع میں جوبن پیدا
کون کہتا ہے کہ تو علم نہ پڑھ عقل نہ سیکھ
کون کہتا ہے نہ کر حسرتِ لندن پیدا
بس یہ کہتا ہوں کہ ملّت کے معانی کو نہ بھول
راہِ قومی کا تو خود ہی نہ ہو رہزن پیدا
قوم قوم آٹھ پہر سنتے ہیں ہم قوم کہاں
تار باقی نہیں تو کرتا ہے دامن پیدا
مذہبی شاخ فقط ہے تری قومی ہستی
یہ جو ٹوٹی تو نہیں کوئی نشیمن پیدا
کچھ گھروندا نہیں نیشن کہ بنا لیں لڑکے
فطرتی طور پہ خود ہوتی ہے نیشن پیدا
سلف رسپکٹ کا پھر یاد رہے گا نہ سبق
پھر نہیں ہونے کی یہ بحث تو ومن پیدا
بزمِ تہذیب سے ہو جائیں گے قطعاً خارج
حس ہی باقی نہ رہے گا کہ ہو شیون پیدا

⊙

بیشک نئی روشنی سے بہتر ہے کہیں
انساں کے لیے کرسچین ہو جانا

یزداں کا خیال تو دلاتا ہے وہ دیں
ہے کفر صریح اہرمن ہو جانا
مرشد کہتے ہیں تو ہے ناداں اے دوست
بات اور ہے صاحبِ سخن ہو جانا
میری چالیں بھی ہیں اسی کی تمہید
سکھلاتے ہیں پہلے بیدس ہو جانا
ساکت کردے گی ان کو جب بے علمی
آسان ہوگا ادھر وطن ہو جانا

۱۸۷۷ء

سیّد سے آج حضرتِ واعظ نے یہ کہا
چرچا ہے جابجا ترے حالِ تباہ کا
سمجھا ہے تو نے نیچر و تدبیر کو خدا
دل میں ذرا اثر نہ رہا لا الٰہ کا
ہے تجھ سے ترکِ صوم وصلوٰۃ وزکوٰۃ وحج
کچھ ڈر نہیں جنابِ رسالتؐ پناہ کا
شیطان نے دکھا کے جمالِ عروسِ دہر
بندہ بنا دیا ہے تجھے حبِّ جاہ کا

اس نے دیا جواب کہ مذہب ہو یا رواج
راحت میں جو مخل ہو وہ کانٹا ہے راہ کا
افسوس ہے کہ آپ ہیں دنیا سے بے خبر
کیا جانیے جو رنگ ہے شام و پگاہ کا
یورپ کا پیش آئے اگر آپ کو سفر
گزرے نظر سے حال رعایا و شاہ کا
وہ آب و تاب و شوکتِ ایوانِ خسروی
وہ محکموں کی شان وہ جلوہ سپاہ کا
آئے نظر علومِ جدیدہ کی روشنی
جس سے خجل ہو نور رخِ مہر و ماہ کا
دعوت کسی امیر کے گھر میں ہو آپ کی
کم سن مِسوں سے ذکر ہو الفت کا، چاہ کا
نوخیز، دلفریب، گل اندام نازنیں
عارض پہ جن کے بار ہو دامن نگاہ کا
رکیے اگر تو ہنس کے کہے اک بتِ حسیں
وَیل مولوی یہ بات نہیں ہے گناہ کا
اس وقت قبلہ جھک کے کروں آپ کو سلام
پھر نام بھی حضور جو لیں خانقاہ کا

پتلون و کوٹ و بنگلہ و بسکٹ کی دھن بندھے
سودا جناب کو بھی ہو ٹرکی کلاہ کا
ممبر پہ یوں تو بیٹھ کے گوشے میں اے جناب
سب جانتے ہیں وعظ ثواب و گناہ کا

⊙

گرمیِ بحث میں انورؔ نے یہ اکبرؔ سے کہا
کہ رہِ احمدِؐ مرسل پہ تو قائم نہ رہا
رہ گئی ہے فقط اوہام پرستی تجھ میں
بادۂ جہل کی بس آگئی مستی تجھ میں
نہ مقاصد میں بلندی نہ خیالات صحیح
بحرِ عصیان و تعصب میں تو ڈوبا ہے صریح
سخت ناعاقبت اندیش ہیں شیخ و مُلّا
قوم برباد ہوئی جاتی ہے کھلم کھلا
کہا اکبرؔ نے یہ الزام ہے بے شبہ درست
تو ہے مجھ سے بھی زیادہ مگر اس راہ میں سست
کبر و تزئین و تجمل سے تجھے ہے بس کام
دل میں انکار ہے اور لب پہ ہے نامِ اسلام
طاعتِ حق کی ترے قافلہ میں گرد نہیں
نفسِ سرد نہیں ہے دلِ پُر درد نہیں

ہم اگر پختگی سے جاتے ہیں خامی کی طرف
ترا میلان ہے الحاد و غلامی کی طرف
تو بھی اس رنگ سے محروم ہے ہم بھی محروم
صادق آتا ہے یہی قومِ شہیدِ مرحوم
اے صبا مایۂ سودا نہ تو داری و نہ من
بوئے آں زلفِ چلیپا نہ تو داری و نہ من

نامہ بنام اودھ پنچ ۱۸۷۷ء

اے گوہرِ مخزنِ ظرافت — وے جوہرِ معدنِ لطافت
سرمایۂ انبساطِ خاطر — تسکینِ دل و نشاطِ خاطر
دیباچۂ دفترِ فصاحت — عنوانِ صحیفۂ بلاغت
خلّاقِ معانیٔ طرب خیز — کشّافِ رموزِ عشرت انگیز
ہادی و ادیب و دانش آموز — گوہر افشاں و گوہر اندوز
زینت دہ شلدِ تکلّم — آئینۂ خندہ و تبسّم
سرچشمۂ قولِ وعظ و گفتار — گنجینۂ وعظِ پند و اسرار
اے فخرِ دہِ زبانِ اردو — وے اوج دہِ نشانِ اردو
رنگینی میں غیرتِ گلستاں — شوخی میں حریفِ برقِ تاباں
کیا خوب ہے نسخۂ اودھ پنچ — محبوب ہے نسخۂ اودھ پنچ
دن رات یہی ہیں اب تو چرچے — پرچاتے ہیں دل کو اس کے پرچے

ہے خلقِ خدا قتیل اس کی — حاسد کا حسد دلیل اس کی

معقول مزاح ہے تو یہ ہے — شرعاً جو مباح ہے تو یہ ہے

ہر چند کہ زجر بیشتر ہے — گو فقرۂ طعن نیشتر ہے

لیکن وہ قند میں گھلا ہے — یہ آبِ حیات میں بجھا ہے

وہ شربتِ حفظِ عقل و ایماں — یہ مردہ دلوں کو ہے رگِ جاں

بگڑے ہوئے بن گئے ہنسی میں — حکمت ہے تو ایسی دل لگی میں

ہر کس کہ بدید گفت خوب است — باللہ مفرح القلوب است

رندوں کی زباں میں پندِ دل خواہ — سبحان اللہ واہ وا واہ

ہر چند کہ طرز پنچ لندن — بے شبہ ہے دل پسند و پرفن

لیکن وہ نقشِ اوّلیں ہے — نسبت اُس سے اِسے نہیں ہے

ماشاء اللہ یہ نقشِ ثانی — بہتر ہے بصورت و معانی

وہ پیرِ معمر و کہن سال — یہ خیر سے نونہالِ اقبال

وہ اک گل صد بہار دیدہ — یہ غنچۂ تازہ نو دمیدہ

مولود سعیدِ مریمِ طبع — عیسیٰ دم و گوہریم طبع

لطفِ شامِ اودھ ہے اس سے — روشن نامِ اودھ ہے اس سے

اک نور ہے مہرِ لکھنؤ کا — اختر ہے سپہرِ لکھنؤ کا

وہ سرد برنگِ آتشِ گل — یہ گرم بسانِ آہِ بلبل

بحثِ مضموں میں وہ اگر پنچ — یہ حلِ نکات میں ہے سرپنچ

واں بازوئے قاز سست بنیاد — یاں خامۂ نیزۂ چمن زاد

کیسا خامہ زبان معنی
کیا ذکرِ زباں کہ جان معنی

اٹھنے میں نگاہِ چشمِ جادو
چلنے میں حریفِ تیغِ ابرو

مفتاحِ خزینۂ تصور
نقاشِ نگینۂ تصور

کہنا اسے شمع کب روا ہے
اوصاف میں شمع سے ہوا ہے

وہ چہرہ نمائے بزمِ صورت
یہ پردہ برافگنِ حقیقت

ہر چند کہ سرمہ در گلو ہے
تاہم سرگرمِ گفتگو ہے

رعنا و لطیف و شوخ و بیباک
سرگرم و حریف و چست و چالاک

مشاطۂ شاہدِ معانی
بانیِ بنائے خوش بیانی

پیچیدگیوں میں حرف زن ہے
شانہ کشِ گیسوئے سخن ہے

آزادی کا فخر اسے اگر ہے
یاں فخر اس سے زیادہ تر ہے

یعنی کہ وہ مطلق العناں ہے
بے قید ہر ایک سو رواں ہے

واں طبع کو زورِ لاتخف ہے
ہے وقت تو جو وہ اس طرف ہے

زنجیرِ خرد کی پائے بندی
باقاعدہ شرحِ دردمندی

تارِ نظرِ حسودِ بدکیش
ہر گام پہ مثلِ دام در پیش

کوتہ نظران و پست فطرت
سرگرمِ شرارت و عداوت

واں شاخِ شجر پہ ہے ترانہ
یاں دیدۂ دام آشیانہ

کیونکر نہ ہو ادعائے اعجاز
کھولے ہیں قفس میں بالِ پرواز

کی سیرِ دو عالم اک نفس میں
پھر دیکھیے تو اسی قفس میں

دریا قطرے میں موجزن ہے
غنچے میں بہارِ صد چمن ہے

ہے نوکِ سناں پہ نقشِ پرواز
رقصاں دمِ تیغ پر بصد ناز

شعلوں کے ہجوم میں سمندر
امواج میں ماہیٔ قوی پر

پابندی کا کب ہے یاں تأسّف
یوسف زنداں میں بھی ہے یوسف

جلوہ ہے وہیٔ وہی تجلّی
شوکت ہے وہیٔ وہی تعلّی

پابند جو یوسفِ سخن ہے
پھیلی ہوئی بوئے پیرہن ہے

ہر رنگ میں ہے بہارِ معنی
ہر لفظ ہے پردہ دارِ معنی

ہر نقطہ ہے نکتۂ بصیرت
ہر حرف ہے کاشفِ حقیقت

صرصر کے جور سے بری ہے
یہ شاخ خزاں میں بھی ہری ہے

وہ مہرِ فلک سے منفعل ہے
یاں روشنیِ دماغ و دل ہے

دریوزہ گری پہ اس کی اوقات
یاں قطب صفت ثباتِ دن رات

جس سے آسیب کا تھا کھٹکا
ان دیووں نے خوب سر کو پٹکا

غالب تھا اثر میں اسم اس کا
ٹوٹا نہ کبھی طلسم اس کا

ہوتے نہ جو رشک سے وہ بے چین
حساد بھی صاد کرتے بالعین

سنیے اک اور نکتۂ خوب
آزادیِ گفتگو ہے معیوب

لاتا ہوں دلیل شاعرانہ
دیکھو قدرت کا کارخانہ

منہ کے اندر زباں جڑی ہے
دانتوں کے حصار میں پڑی ہے

بتیس جوان سخت طینت
استادہ ہیں مائلِ اذیّت

ہیں مثلِ سفید دیوِ بے باک
طامع جابر حریصِ سفّاک

حد سے جو بڑھے زبانِ گفتار
دوڑیں اسے کاٹنے یہ خوں خوار

پہلو میں جو اُن کے ہم نشیں ہو — وہ نوکِ خلال سے حزیں ہو
کتنا ہی وہ ہو ملائم و تر — دانہ پستا ہے ان میں آ کر
لوہے کے چنے کہاں سے لائیں — سختی کا انھیں مزا چکھائیں
اس قید میں جب کہ یہ زباں ہے — آزادیٔ گفتگو کہاں ہے
باریک ہے گو یہ نکتہ اے دل — لازم ہے سمجھ لیں اس سے عاقل
مرضی تھی خدائے جسم و جاں کی — محدود ہوں شوخیاں زباں کی
دل میں جو آئے بک نہ جاؤ — ہشیار چلو بہک نہ جاؤ
دریائے خیال، موج زن ہے — وقفِ یزدان و اہرمن ہے
ہے شارعِ عامِ حق و باطل — ناظر اس کی ہے فکرِ عاقل
گزرے جو خیالِ بد بلا کد — بازوئے خرد سے بس کرو رد
باطل پہ نہ جاؤ حق کو سن لو — کانٹوں کو ہٹا کے پھول چن لو
خاموش بس اے زبانِ خامہ — منظورِ نظر ہے ختم نامہ
ہر چند یہ عالمِ سخن ہے — یاں فیضِ ازل ضیا فگن ہے
ہر گوشے میں وسعتِ فلک ہے — ہر ذرّہ میں مہر کی چمک ہے
ہر گام پہ ہیں چمن ہزاروں — اک اک میں گلِ سخن ہزاروں
ہر برگِ گلِ سخن میں سو رنگ — ہر رنگ میں لاکھ لاکھ نیرنگ
نیرنگ ایسے کہ عقل حیراں — حیرت ایسی کہ نورِ عرفاں
ہر سمت ہزار میکدے ہیں — ہر ایک میں لاکھ خُم بھرے ہیں
ہر خُم میں شرابِ ارغوانی — یعنی رنگینیٔ معانی

اک قطرہ سے طبع ہو جو ممتاز — سینہ بن جائے مخزنِ راز
وہ راز کہ دل ہو محوِ مستی — مائل ہو سوئے سخن پرستی
ہو طول جو سلسلہ سخن کا — ہمسر ہو زلفِ پُرشکن کا
پر طولِ بیاں سے فائدہ کیا — اس صرفِ زباں سے فائدہ کیا
بس بس اب روک لے زباں کو — کافی ہے اشارہ نکتہ داں کو
ہو کر آمادہ جان و دل سے — ہو محوِ دعا زبان و دل سے
جب تک ہے رباعیٔ عناصر — رنگینیِ نقشِ لوحِ خاطر
جب تک کہ یہ نظمِ بیتِ ہستی — موزوں ہے برائے خود پرستی
جب تک ہے مسدّسِ جوانب — برہانِ مشارق و مغارب
جب تک کہ ہے روح کا لطیفہ — انفاس کا ہر نفس وظیفہ
یہ پرچۂ دل فریب و زیبا — ہو مونسِ جانِ ناشکیبا
تحریک سے مَس کو زر بنائے — ٹھہرے تو دل کو گھر بنائے
ہر جا مے میں لاجواب نکلے — ہر رنگ میں انتخاب نکلے
ہر سوزِ دلِ یگانہ و غیر — بن جائے چراغِ کعبہ و دیر
جب تک کہ اثر ہے کاف ونوں کا — مفتوں ہو ہر ایک اس فسوں کا
پروانہ اسے چراغ سمجھے — بلبل دیکھے تو باغ سمجھے
خورشید کا نور اسی طرف ہو — ذرّوں کی کشش اسی طرف ہو
اے حافظ و خالقِ اودھ پنچ — خوش دل رہیں عاشقِ اودھ پنچ
اپنی اپنی مراد پائیں — دیکھیں جب دل کو شاد پائیں

ہر مشتری بلند فطرت　　پائے دورِ قمر میں رفعت
محتاج ہو سیم کا نہ زر کا　　مورد ہو بلندیٔ نظر کا
احباب جواس کے ہیں معاون　　عالی منشانِ نیک باطن
ظراف و مصنفِ لطائف　　طباع و مصورِ کوائف
سرسبز ہوں گلشنِ جہاں میں　　خرم پھریں باغ و بوستاں میں
رنگیں طبعی سے گل کھلائیں　　چشمِ بد بیں کو خوں رلائیں
پیدا ہوں وہ گوہرِ مضامیں　　دریا کے ہو لب پہ شورِ تحسیں
بے ساختہ بول اٹھیں سخنور　　اللہ رے طبع و فکرِ اکبرؔ

(اودھ پنچ۔ سبحان اللہ۔ سبحان اللہ)

⊙

گفتمش تارکِ مذہب شوم و خوش باشم
منصبے چند ہوس دارم و انعامے چند
خلق را فائدہ نیست ازیں جنگ و جدال
یک دعا ہست دریں محفل و دشنامے چند
گفت خاموش کہ دیں است مدارِ ملّت
ترک ایں راہ مکن از پئے خود کامے چند
عیب مذہب ہمہ گفتی ہنرش نیز بگو
نفی حکمت مکن از بہرِ دلِ عامے چند

۱۹۰۷ء

برقِ کلیسا

رات اس مس سے کلیسا میں ہوا میں جو دوچار
ہائے وہ حسن وہ شوخی وہ نزاکت وہ ابھار
زلفِ پیچاں میں وہ سج دھج کہ بلائیں بھی مرید
قدِ رعنا میں وہ چم خم کہ قیامت بھی شہید
آنکھیں وہ فتنۂ دوراں کہ گنہگار کریں
گال وہ صبحِ درخشاں کہ ملک پیار کریں
گرم تقریر جسے سننے کو شعلہ لپکے
دل کش آواز کہ سنکر جسے بلبل جھپکے
دل کشی چال میں ایسی کہ ستارے رک جائیں
سرکشی ناز میں ایسی کہ گورنر جھک جائیں
آتشِ حسن سے تقوے کو جلانے والی
بجلیاں لطفِ تبسم سے گرانے والی
پہلوئے حسنِ بیاں شوخیِ تقریر میں غرق
ٹرکی و مصر و فلسطین کے حالات میں برق
پس گیا لوٹ گیا دل میں سکت ہی نہ رہی
سُر تھے تمکین کے جس گت میں وہ گت ہی نہ رہی

ضبط کے عزم کا اس وقت اثر کچھ نہ ہوا
یا حفیظ کا کیا ورد مگر کچھ نہ ہوا
عرض کی میں نے کہ اے گلشنِ فطرت کی بہار
دولت و عزت و ایماں ترے قدموں پہ نثار
تو اگر عہدِ وفا باندھ کے میری ہو جائے
ساری دنیا سے مرے قلب کو سیری ہو جائے
شوق کے جوش میں میں نے جو زباں یوں کھولی
ناز و انداز سے تیوری کو چڑھا کر بولی
غیر ممکن ہے مجھے اُنس مسلمانوں سے
بوئے خون آتی ہے اس قوم کے افسانوں سے
لن ترانی کی صدا لیتے ہیں نمازی بن کر
حملے سرحد پہ کیا کرتے ہیں غازی بن کر
کوئی بنتا ہے جو مہدی تو بگڑ جاتے ہیں
آگ میں کودتے ہیں توپ سے لڑ جاتے ہیں
گل کھلائے کوئی میداں میں تو اترا جائیں
پائیں سامانِ اقامت تو قیامت ڈھائیں
مطمئن ہو کوئی کیوں کر کہ یہ ہیں نیک نہاد
ہے ہنوز ان کی رگوں میں اثرِ حکمِ جہاد

دشمنِ صبر کی نظروں میں لگاوٹ پائی
کامیابی کی دلِ زار نے آہٹ پائی
عرض کی میں نے کہ اے لذّتِ جاں راحتِ روح
اب زمانے پہ نہیں ہے اثر آدم و نوح
شجرِ طور کا اس باغ میں پودا ہی نہیں
گیسوئے حور کا اس دور میں سودا ہی نہیں
اب کہاں ذہن میں باقی ہیں براق ورف رف
ٹکٹکی بندھ گئی ہے قوم کی انجن کی طرف
ہم میں باقی نہیں اب خالدِ جانباز کا رنگ
دل پہ غالب ہے فقط حافظِ شیراز کا رنگ
یاں نہ وہ نعرۂ تکبیر نہ وہ جوشِ سپاہ
سب کے سب آپ ہی پر پڑھتے ہیں سبحان اللہ
جوہرِ تیغِ مجاہد ترے ابرو پہ نثار
نور ایماں کا ترے آئینۂ رُو پہ نثار
اٹھ گئی صفحۂ خاطر سے وہ بحثِ بد و نیک
دو دلے ہو رہے ہیں کہتے ہیں اللہ کو ایک
موج کوثر کی کہاں اب ہے مرے باغ کے گرد
میں تو تہذیب میں ہوں پیرِ مغاں کا شاگرد

مجھ پہ کچھ وجہِ عتاب آپ کو اے جان نہیں
نام ہی نام ہے ورنہ میں مسلمان نہیں
جب کہا صاف یہ میں نے کہ جو ہو صاحبِ فہم
تو نکالو دلِ نازک سے یہ شبہ یہ وہم
میرے اسلام کو اک قصۂ ماضی سمجھو
ہنس کے بولی کہ تو پھر مجھ کو بھی راضی سمجھو

⊙

ڈال دے جان معانی میں وہ اردو یہ ہے
کروٹیں لینے لگے طبع وہ پہلو یہ ہے

⊙

ایک بوڑھا نحیف و خستہ و زار
اک ضرورت سے جاتا تھا بازار
ضعفِ پیری سے خم ہوئی تھی کمر
راہ بے چارہ چلتا تھا جھک کر
چند لڑکوں کو اس پہ آئی ہنسی
قد پہ پھبتی کمان کی سوجھی
کہا اک لڑکے نے یہ اس سے کہ بول
تو نے کتنے کو لی کمان یہ مول

پیر مردِ لطیف و دانشمند
ہنس کے کہنے لگا کہ اے فرزند
پہنچو گے میری عمر کو جس آن
مفت مل جائے گی تمہیں یہ کمان

⊙

میں نے اکبرؔ سے کہا آیئے حجرے میں مرے
اس چٹائی پہ نمازیں پڑھیں حسبِ دستور
چھوڑیئے آپ یہ ہنگامۂ تعلیمِ جدید
کاٹ ہی دے گا کسی طرح خداوندِ غفور
بولا جھنجھلا کے کہ ہے سہل جہنم مجھ پر
اس کی نسبت کہ میں کالج میں ہوں احمق مشہور

⊙

انگلش ڈریس انور کا جو کل بزم میں دیکھا
اکبرؔ نے کہا یہ تو خرابی کے ہیں آثار
معنی میں بھی ہو جائے گا آخر کو تغیّر
تبدیلِ صورت کے رہے گر یہی اطوار
خالق کی عبادت سے حجاب آنے لگے گا
شرماؤ گے کرتے ہوئے اسلام کا اظہار

بیگانہ وشی ہوگی عزیزانِ وطن سے
بنگلے میں نہاں ہو گے کہیں چھوڑ کے گھر بار
فاتح سے مساوات کی اٹھیں گی امنگیں
وہ زیست جو آسان تھی ہو جائے گی دشوار
آپس میں بھی تم لوگ موافق نہ رہو گے
ایک ایک کو دیکھے گا بہ اکراہ و بہ انکار
آخر کو رہو گے نہ ادھر کے نہ ادھر کے
انگریز بھی کھنچتے رہیں گے قوم بھی بیزار
انور نے کہا صلی علیٰ واہ بہت خوب
شک اس میں نہیں مدح کے قابل ہے یہ گفتار
لیکن جو یہ تعمیم ہے حضرت کے سخن میں
اس کو تو نہ تسلیم کرے گا یہ گنہ گار
ہر مذہب و ملت میں ہیں اچھے بھی برے بھی
وہ کونسا فرقہ ہے کہ سب جس میں ہوں ابرار
ملبوس و مکاں کا جو کیا آپ نے مذکور
اس کے بھی بجا ہونے کا مجھ کو نہیں اقرار
باطن سے ہے اخلاقِ حمیدہ کا تعلق
فطرت میں جو ہے نیک وہ بد ہوگا نہ زنہار

اوضاعِ زمانہ تو بدلتے ہی رہیں گے
رکتی نظر آتی نہیں دنیا کی یہ رفتار
ہے جس کو ضرورت وہ ضرورت سے ہے مجبور
ہے شوق جسے کیوں نہ کیا جائے وہ مختار
مقصود جو اصلی ہے وہ ہے دل کی درستی
یا ہیٹ و اوورکوٹ ہو یا جبہ و دستار
شبہ مرے اس قول کی صحت میں اگر ہو
سن لیجئے سعدی کا یہ ارشاد گہربار
حاجت بہ کلاہِ برکی داشتنت نیست
درویش صفت باش و کلاہِ تتری دار

۱۸۹۹ء

بہار آئی کھلے گل زیبِ صحنِ بوستاں ہو کر
عنادل نے مچائی دھوم سرگرمِ فغاں ہو کر
بچھا فرشِ زمرّد اہتمامِ سبزۂ تر میں
چلی مستانہ وش بادِ صبا عنبر فشاں ہو کر
عروجِ نشۂ نشوونما سے ڈالیاں جھومیں
ترانے گائے مرغانِ چمن نے شادماں ہو کر

بلائیں شاخِ گل کی لیں نسیمِ صبح گاہی نے
ہوئیں کلیاں شگفتہ روئے رنگینِ بتاں ہو کر

جوانانِ چمن نے اپنا اپنا رنگ دکھلایا
کسی نے یاسمن ہو کر، کسی نے ارغواں ہو کر

کیا پھولوں نے شبنم سے وضو صحنِ گلستاں میں
صدائے نغمۂ بلبل اٹھی بانگِ اذاں ہو کر

ہوائے شوق میں شاخیں جھکیں خالق کے سجدے کو
ہوئی تسبیح میں مصروف ہر پتی زباں ہو کر

زبانِ برگِ گل نے کی دعا رنگیں عبارت میں
خدا سرسبز رکھے اس چمن کو مہرباں ہو کر

نگاہیں کاملوں پر پڑ ہی جاتی ہیں زمانے میں
کہیں چھپتا ہے اکبرؔ پھول پتوں میں نہاں ہو کر

قطعہ

⊙

میں نے کہا بہت سی زبانیں ہوں جانتا
مدت تک امتحان دیئے امتحان پر

جرمن، فرنچ، لیٹن وانگلش پہ ہے عبور
ثابت مرا کمال ہے سارے جہان پر

اک شوخ طبع مس نے دکھائی زباں مجھے
بجلی تھی ابر میں کہ قمر آسمان پر
بولی رہو گے زیست کی لذّت سے بے خبر
قدرت نہ پائی تم نے اگر اس زبان پر

⊙

ہوئی جو مجھ سے یہ فرمائشِ بتِ طناز
کہ فنِ شعر میں تو آج ہے بہت ممتاز
لگا دے اس پہ کوئی مصرعِ حسین و نفیس
زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ بہ ساز
کہا یہ میں نے کہ ہے قید حسن و خوبی کی
تو سن یہ شعر نشاط آورد نگاہ نواز
پہن لے سایہ مری جان اتار کر پشواز
زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ بہ ساز

⊙

نا خوش جو ہوا میں اپنی بے قدری پر
اک ناز سے مسکرا کے بولی وہ مس
عزت کا تو کچھ بھی تجھ میں باقی نہیں وصف
افسوس کہ رہ گیا ہے تحقیر کا حس

⦿

خدا حافظ مسلمانوں کا اکبؔر
مجھے تو ان کی خوشحالی سے ہے یاس
یہ عاشق شاہدِ مقصود کے ہیں
نہ جائیں گے ولیکن سعی کے پاس
سناؤں تم کو اک فرضی لطیفہ
کیا ہے میں نے جس کو زیبِ قرطاس
کہا مجنوں سے یہ لیلیٰ کی ماں نے
اگر بیٹا تو کر لے ایم اے پاس
تو فوراً بیاہ دوں لیلیٰ کو تجھ سے
بلادقت میں بن جاؤں تری ساس
کہا مجنوں نے یہ اچھی سنائی
کجا عاشق کجا کالج کی بکواس
کجا یہ فطرتی جوشِ طبیعت
کجا ٹھونسی ہوئی چیزوں کا احساس
بڑی بی آپ کو کیا ہوگیا ہے
ہرن پر لادی جاتی ہے کہیں گھاس
یہ اچھی قدردانی آپ نے کی
مجھے سمجھا ہے کوئی ہرچرن داس

دل اپنا خون کرنے کو ہوں موجود
نہیں منظور مغزِ سر کا آماس
یہی ٹھہری جو شرطِ وصلِ لیلیٰ
تو استعفا مرا با حسرت و یاس

⦿

اگرچہ پولٹیکل بحث میں ہوئے ہیں شریک
جناب پنڈت جے چندو بابو آشوتوش
مگر ہمیں تو ہے بالکل سکوت اس مد میں
سجھا گئے ہیں یہ مضمون سیّدِ ذی ہوش
رموزِ مملکتِ خویش خسرواں دانند
گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

⦿

اک مسِ سیمیں بدن سے کرلیا لندن میں عقد
اس خطا پر سن رہا ہوں طعنہ ہائے دل خراش
کوئی کہتا ہے کہ بس اس نے بگاڑی نسلِ قوم
کوئی کہتا ہے کہ یہ ہے بد خصال و بدمعاش
دل میں کچھ انصاف کرتا ہی نہیں کوئی بزرگ
ہو کے اب مجبور خود اس راز کو کرتا ہوں فاش

ہوتی تھی تاکید لندن جاؤ انگریزی پڑھو
قومِ انگلش سے ملو سیکھو وہی وضع و تراش
جگمگاتے ہوٹلوں کا جا کے نظّارہ کرو
سوپ کاری کے مزے لو چھوڑ کر یخنی و آش
لیڈروں سے مل کے دیکھو ان کے انداز و طریق
بال میں ناچو کلب میں جا کے کھیلو ان سے تاش
بادۂ تہذیبِ یورپ کے چڑھاؤ خم کے خم
ایشیا کے شیشۂ تقویٰ کو کر دو پاش پاش
جب عمل اس پر کیا پریوں کا سایہ ہو گیا
جس سے تھا دل کی حرارت کو سراسر انتعاش
سامنے تھیں لیڈیاں زہرہ وش جادو نظر
یاں جوانی کی امنگ اور ان کو عاشق کی تلاش
اس کی چتون سحر آگیں، اس کی باتیں دل ربا
چال اس کی فتنہ خیز، اس کی نگاہیں برق پاش
وہ فروغ آتش رخ جس کے آگے آفتاب
اس طرح جیسے کہ پیشِ شمع پروانے کی لاش
جب یہ صورت تھی تو ممکن تھا کہ اک برقِ بلا
دستِ سیمیں کو بڑھاتی اور میں کہتا دور باش

دونوں جانب تھا رگوں میں جوشِ خونِ فتنہ زا
دل ہی تھا آخر نہیں تھی برف کی یہ کوئی قاش
بار بار آتا ہے اکبرؔ میرے دل میں یہ خیال
حضرت سیّد سے جا کر عرض کرتا کوئی کاش
درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردہ
باز میگوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

۲۷ اگست ۱۸۹۱ء مقام کانپور

بٹھائی جائیں گی پردے میں بیبیاں کب تک
بنے رہو گے تم اس ملک میں میاں کب تک
حرم سرا کی حفاظت کو تیغ ہی نہ رہی
تو کام دیں گی یہ چلمن کی تیلیاں کب تک
میاں سے بی بی ہیں پردا ہے ان کو فرض مگر
میاں کا علم ہی اٹھا تو پھر میاں کب تک
طبیعتوں کا نمو ہے ہوائے مغرب میں
یہ غیرتیں یہ حرارت یہ گرمیاں کب تک
عوام باندھ لیں دوہر کو تھرڈ و انٹر میں
سکنڈ و فرسٹ کی ہوں بند کھڑکیاں کب تک

جو منہ دکھائی کی رسموں پہ ہے مصرا بلیس
چھپیں گی حضرت حوّا کی بیٹیاں کب تک
جناب حضرت اکبر ہیں حامیِ پردہ
مگر وہ کب تک اور ان کی رباعیاں کب تک

⊙

وہ سودیؔ سخن گوئے شیریں مقال
جو انگریزی شاعر تھا اک بے مثال

بفرمائشِ دخترِ باتمیز
کہ رکھتا تھا جس کو وہ دل سے عزیز

لکھی اس نے ہے نظم اک لاجواب
دکھائی ہے شکل روانیٔ آب

جو بہتا ہے پانی میانِ لوڈور
اسی کا دکھایا ہے شاعر نے زور

مناسب جو انگلش مصادر ملے
مقفیٰ کیے ان کے سب سلسلے

یہ جمعیت افعال کی خوب کی
کہ درسی بھی ہے اور دلچسپ بھی

یہ اصرار کرتے ہیں بھائی حسنؔ
کہ میں بھی ہوں اس بحر میں غوطہ زن

دکھاؤں روانیِ دریائے فکر
کہ گوہر شناسوں میں ہو جس کا ذکر

عجب ہے نہیں ان کی اس پر نظر
کجا میں کجا سودیؔ نامور

سوا اس کے ہیں اور بھی مشکلیں
نہیں سہل اس راہ کی منزلیں

مرے پاس سرمایہ کافی نہیں
وہ مصدر نہیں وہ قوافی نہیں

زباں میں نہ وسعت نہ ویسا مذاق
ادھر تو ہے کچھ اور ہی طمطراق

اگر ترجمہ ہو تو مطلب ہو خبط
معانی میں پیدا نہ ہو ربط و ضبط

موانع ہیں جن سے کہ ڈرتا ہوں میں
مگر خیر کچھ فکر کرتا ہوں میں

جو تھیں دقتیں کہہ چکا بر ملا غرض دیکھیے اب یہ پانی چلا
اچھلتا ہوا اور ابلتا ہوا اکڑتا ہوا اور مچلتا ہوا
یہ بنتا ہوا اور وہ تنتا ہوا ٹپکتا ہوا اور چھنتا ہوا
روانی میں اک شور کرتا ہوا رکاوٹ میں اک زور کرتا ہوا
پہاڑوں کے روزن زمیں کے مسام یہ ہے کر رہا ہر طرف اپنا کام
ادھر پھولتا اور پچکتا ادھر رخ اس سمت کرتا کھسکتا ادھر
پہاڑوں پہ سر کو پٹکتا ہوا چٹانوں پہ دامن جھٹکتا ہوا
وہ پہلوئے ساحل دباتا ہوا یہ سبزہ پہ چادر بچھاتا ہوا
بھٹکتا ہوا غل مچاتا ہوا وہ جل تھل کا عالم رچاتا ہوا
وہ گاتا ہوا اور بجاتا ہوا یہ لہروں کو پیہم نچاتا ہوا
ادھر جھومتا اور مٹکتا ہوا ادھر گھومتا اور اٹکتا ہوا
بپھرتا ہوا جوش کھاتا ہوا بگڑ کر وہ کف منہ پہ لاتا ہوا
وہ اونچے سروں میں تموّج کا راگ وہ خود جوش میں آ کے لانا یہ جھاگ
سدھرتا ہوا اور سنورتا ہوا تھرکتا ہوا رقص کرتا ہوا
ادھر گونجتا گنگناتا ہوا ادھر خود بخود بھنبھناتا ہوا
لپٹتا ہوا اور چمٹتا ہوا یہ پھٹتا ہوا وہ سمٹتا ہوا
سماتا ہوا اور پلٹتا ہوا سرکتا ہوا اور ملتا ہوا
یہ گھٹتا ہوا اور وہ بڑھتا ہوا اترتا ہوا اور چڑھتا ہوا
یہ ہٹتا ہوا اور وہ بچتا ہوا دباتا ہوا اور لچکتا ہوا

پھسلتا ہوا ڈگمگاتا ہوا لچکتا ہوا لڑکھڑاتا ہوا
وہ روئے زمیں کو چھپاتا ہوا وہ خاکی کو سیمیں بناتا ہوا
گل و خار یکساں سمجھتا ہوا ہر اک سے برابر الجھتا ہوا
بہاتا ہوا اور بہتا ہوا ہوا کے طمانچوں کو سہتا ہوا
لرزتا ہوا تلملاتا ہوا بلکتا ہوا بلبلاتا ہوا
بلندی سے گرتا گراتا ہوا نشیبوں میں پھرتا پھراتا ہوا
اچکتا ہوا اور اڑتا ہوا اٹکتا ہوا اور مڑتا ہوا
وہ کھیتوں میں راہیں کترتا ہوا زمینوں کو شاداب کرتا ہوا
یہ تھالوں کی گودوں کو بھرتا ہوا وہ دھرتی پہ احسان دھرتا ہوا
یہ پھولوں کے گجرے بہاتا ہوا وہ چکر میں بجرے پھنساتا ہوا
لپکتا ہوا دندناتا ہوا امنڈتا ہوا سنسناتا ہوا
چمکتا ہوا اور جھلکتا ہوا سنبھلتا ہوا اور چھلکتا ہوا
ہواؤں سے موجیں لڑاتا ہوا حبابوں کی فوجیں بڑھاتا ہوا
تڑپتا ہوا جگمگاتا ہوا شعاعوں کا جوبن دکھاتا ہوا
یونہی الغرض ہے یہ پانی رواں بس اب دیکھ لیں شاعرِ نکتہ داں
وہ سودی کا سیلان آبِ لوڈور یہ بحرِ خیالاتِ اکبرؔ کا زور

⊙

برق و بخارات کا زور اے حکیم
کب ہے پئے روح رہِ مستقیم

تار پہ جاتے نہیں اہلِ نظر
ریل سے کھنچتا نہیں قلبِ سلیم

⦿

سب جانتے ہیں علم سے ہے زندگی میں روح
بے علم ہے اگر تو وہ انساں ہے ناتمام
بے علم و بے ہنر ہے جو دنیا میں کوئی قوم
نیچر کا اقتضا ہے رہے بن کے وہ غلام
تعلیم اگر نہیں ہے زمانہ کے حسب حال
پھر کیا امیدِ دولت و آرام و احترام
سیّد کے دل میں نقش ہوا اس خیال کا
ڈالی بنائے مدرسہ لے کر خدا کا نام
صدمے اٹھائے رنج سہے گالیاں سنیں
لیکن نہ چھوڑا قوم کے خادم نے اپنا کام
دکھلا دیا زمانہ کو زورِ دل و دماغ
بتلا دیا کہ کرتے ہیں یوں کرنے والے کام
نیت جو تھی بخیر تو برکت خدا نے دی
کالج ہوا درست بصد شان و احتشام
سرمایہ میں کمی تھی سہارا کوئی نہ تھا
سیّد کا دل تھا درپئے تکمیلِ انتظام

آخر اٹھا سفر کو وہ مردِ خجستہ پا
احباب چند ساتھ تھے ذی علم وخوش کلام
قسمت کی رہبری سے ملی منزلِ مراد
فرماں روائے ملکِ دکن کو کیا سلام
حالت دکھائی اور ضرورت بیان کی
خوبی سے التماس کیا قوم کا پیام
رحم آگیا حضور کو حالت یہ قوم کی
پھر کیا تھا موجزن ہوا دریائے فیضِ عام
ماہانہ دو ہزار کیا اک ہزار سے
امید سے زیادہ عطا تھی یہ لا کلام
اکبر کی یہ دعا ہے خدا کی جناب میں
تا حشر اس رئیس و ریاست کو ہو قیام
کیا وقت پر ہوئی ہے کہ بے احتیاجِ فکر
تاریخ اپنی آپ ہے فیاضیِ نظام

⊙

کہا کسی نے یہ سیّد سے آپ اے حضرت
نہ پیر کو نہ کسی پیشوا کو مانتے ہیں
نہ آپ عالمِ برزخ سے مانگتے ہیں مدد
نہ فاتحہ کے طریقِ ادا کو مانتے ہیں

نظر تو کیجیے اس بات پر جو ہیں ہندو
بہ صد خلوص ہر اک دیوتا کو مانتے ہیں

بہت وہ ہیں جو عناصر پرست ہیں دل سے
وہ آگ پوجتے ہیں یا ہوا کو مانتے ہیں

کرسچین بھی فدائی ہیں نامِ مریم کے
بہ دل مسیح علیہ الثنا کو مانتے ہیں

خود آپ ہی میں جو ہیں شیعیان با تمکین
وہ اہلِ بیت کو آلِ عبا کو مانتے ہیں

وہ لوگ جو ہیں ملقب بہ صوفیانِ کرام
فدا قبور پہ ہیں اولیاء کو مانتے ہیں

مرادیں مانگتے ہیں لوگ پاک روحوں سے
کسی بزرگ کو یا مقتدا کو مانتے ہیں

پھر آپ میں یہ ہوا کیا سما گئی ہے کہ آپ
نہ دستگیر، نہ مشکل کشا کو مانتے ہیں

جواب انھوں نے دیا ہم ہیں پیروِ قرآں
ادب ہر اک کا ہے لیکن خدا کو مانتے ہیں

سند ہماری ہے ایاک نستعین اے دوست
اسی یگانۂ حاجت روا کو مانتے ہیں

اسی کا نام زباں پر ہے حیؒ اور قیّوم
اسی کی قدرتِ بے انتہا کو مانتے ہیں
یہ بوئے شرک ہی ہے جنگ واختلاف کی جڑ
تو عقلمند کب ایسی بلا کو مانتے ہیں
جواب حضرتِ سیّد کا خوب ہے اکبؔر
ہم ان کے قولِ درست و بجا کو مانتے ہیں
ولیکن اس نئی تہذیب کے بزرگ اکثر
خدا کو اور نہ طریقِ دعا کو مانتے ہیں
زبانی کہتے ہیں سب کچھ مگر حقیقت میں
وہ صرف قوتِ فرماں روا کو مانتے ہیں

⊙

پوچھا پروانے سے کہ اے ناداں آگ میں گر کے کیوں گنواتا ہے جاں
جل کے بولا کہ اے خرد دشمن سن لے مجھ سے یہ معنیِ روشن
شعلے سے طالبِ وصال اچھا یا اندھیرے میں پائمال اچھا

⊙

کیا وجہ ہے قومی جو ترقی نہیں ہوتی
ہر چند کہ ہے شور ترقی کی صدا میں
یہ مسئلہ مشکل ہے وہی سمجھیں گے جن کو
ہے نشوونما پولیٹیکل آب و ہوا میں

اک بات تعجب سے مگر میں نے سنی تھی
کل رات کو ایک انجمنِ ذکرِ خدا میں
اسپیچِ ترقی میں تو آندھی ہے یہ فرقہ
لگتا نہیں دل ان کا ترقی کی دعا میں

⊙

بنائے ملّت بگڑ رہی ہے لبوں پہ ہے جان مر رہے ہیں
مگر طلسمی اثر ہے ایسا کہ خوش ہیں گویا ابھر رہے ہیں
ادھر ہے قومِ ضعیف و مسکیں ادھر ہیں کچھ مرشدانِ خود بیں
یہ اپنی قسمت کو رو رہی ہے وہ نام پر اپنے مر رہے ہیں
کٹی رگِ اتحادِ ملت رواں ہوئیں خونِ دل کی موجیں
ہم اس کو سمجھے ہیں آبِ صافی نہا رہے ہیں نکھر رہے ہیں
صدائے الحاد اٹھ رہی ہے خدا کی اب یاد اٹھ رہی ہے
دلوں سے فریاد اٹھ رہی ہے کہ دین سے ہم گزر رہے ہیں
قفس ہے کم ہمتی کا سیمیں پڑے ہیں کچھ دانہ ہائے شیریں
اسی پہ مائل ہے طبعِ شاہیں نہ بال ہیں اب نہ پر رہے ہیں
اگرچہ یورپ بھی مبتلا ہے وہاں بھی پھیلی یہی بلا ہے
خیال مسٹر کا بڑھ چلا ہے خدا کا انکار کر رہے ہیں
مگر وہاں کی بنا ہے نیشن رکا ہے ملحد کا آپریشن
نہیں ہے گم لفظِ سالویشن خدا سے اب بھی وہ ڈر رہے ہیں

یہاں بجائے نماز گپ ہے وہاں وہی عزتِ بشپ ہے
یہاں مساجد اجڑ رہی میں وہاں کلیسا سنور رہے ہیں
جناب اکبر سے کوئی کہہ دے کہ لوگ بیٹھے ہیں ہر طرح کے
اس انجمن میں اور ایسی باتیں یہ آپ کیا قہر کر رہے ہیں

⦿

چو اشارہ کرد ناصح کہ بیاد بشنو از من
ہمہ طرز حیلہ جس تن ہمہ فن ساز کردن
گہ امیر گبر بودہ بہ یہود عہد یاری
گہ امین دیر بودہ بہ حرم نماز کر دن
بخرابیٔ عزیزاں ہمہ امتیاز جستن
بمراد غیر بودہ ہمہ عیش و ناز کر دن
نظر فگند چشمے بہ حقارتے بہ رویش
کہ حرام با دوستے سو تو دراز کر دن
ہمہ اوّلِ تو دیدم ہمہ آخرِ تو دیدم
نہ خوش است شرح احوال و بیان راز کردن
تو بہ خویشتن چہ کردی کہ بما کنی نظیری
بخدا کہ واجب آمدزتو احتراز کردن

◉

کیا شک ہے آفتاب کے شان وجلال میں
روشن تر اس سے کون سی شے ہے خیال میں
لیکن نہیں وہ کچھ بھی مؤثر بس از غروب
لازم ہے غور کیجیے اس مسئلہ پہ خوب
ہر چند تم خیال کرو آفتاب کا
گوشہ بھی اٹھ سکے گا نہ شب کی نقاب کا
پوجو گے اس کو تب بھی وہ پھیرا نہ جائے گا
اس کو پکارنے سے اندھیرا نہ جائے گا
انساں کا حال بھی مرے نزدیک ہے یہی
تحقیق کی نظر جو کرو ٹھیک ہے یہی
کتنا ہی کوئی صاحبِ اوج و کمال ہو
کتنا ہی با اثر ہو کہ عالی خیال ہو
جب کر گیا جہاں سے وہ ملکِ عدم کو کوچ
پھر اس سے کچھ مدد کا تصور ہے ہیچ و پوچ
قیومُ حیٌ ذات ہے اللہ کی فقط
زندہ ہمیشہ بات ہے اللہ کی فقط
سن لو کہ اتباع و ادب اور چیز ہے
مطلب کی لیکن اس سے طلب اور چیز ہے

آزردہ کوئی شیخ ہو یا برہمن خفا
حقانیت یہی ہے یہی ٹھیک فلسفا

⊙

کر چکا کالج میں جب تکمیلِ فن
تب یہ بولے مجھ سے مسٹر ماریسن
گو کہ شہرت ہے تمہاری دور دور
مجھ سا تم رکھتے نہیں عقل و شعور
عرض کی میں نے کہ اے روشن ضمیر
ہے یہی تو جس کو روتا ہے بشیر
آپ نے سیکھا ہے اپنے باپ سے
اور میں نے جو پڑھا وہ آپ سے

⊙

یہ طفلِ ناداں غریقِ غفلت ہوائے ذلّت میں تن رہے ہیں
سمجھ نہیں ہے نظر نہیں ہے بنائے جاتے ہیں بن رہے ہیں
بہار ہی سے نہیں ہیں واقف خزاں کے ظلموں کو کیا وہ سمجھیں
یہ داغ تو ہیں انھیں کے دل پر جو محوِ رنگِ چمن رہے ہیں
نیا فلک ہے نئے ستارے یہ شوق سے کرتے ہیں نظارے
انھیں کو کچھ حس ہے گردشوں کا جو زیرِ چرخِ کہن رہے ہیں
یہ آخری صف میں اگنے والے بہشت سمجھے ہیں اپنے تھالے
محلِ حسرت ہیں ان کے سینے جو زینتِ انجمن رہے ہیں
رہے ہیں جو برگ و خس کے خوگر انھیں ہو کیوں خاران کا منظر
نگاہ تو ہے انھیں کی مضطر جو مستِ سرو و سمن رہے ہیں

بہت خفا تھے مسائلِ دیں کہ ہو رہی ہے ہماری توہیں
اب ان کو منطق منا رہی ہے وہ سر جھکائے ہیں من رہے ہیں
اگرچہ لفظوں کی بدلیوں میں چھپا ہے معنیٰ کا چاند اکبؔر
مگر معانی ہیں ایسے روشن کہ نور کی طرح چھن رہے ہیں

⦿

مزے کا جشن تھا کل اک شراب خانے میں
کسی نے خوب یہ گایا کسی ترانے میں
خدا کے فضل سے ہم نام کے مسلماں ہیں
وگرنہ چین سے رہتے نہ اس زمانے میں

⦿

ہستی کے شجر میں جو یہ چاہو کہ چمک جاؤ
کچے نہ رہو بلکہ کسی رنگ میں پک جاؤ
میں نے کہا قائل میں تصوّف کا نہیں ہوں
کہنے لگے اس بزم میں آؤ تو تھرک جاؤ
میں نے کہا کچھ خوف کلکٹر کا نہیں ہے
کہنے لگے آجائیں ابھی وہ تو دبک جاؤ
میں نے کہا ورزش کی کوئی حد بھی ہے آخر
کہنے لگے بس اس کی یہی حد ہے کہ تھک جاؤ

میں نے کہا افکار سے پیچھا نہیں چھٹتا
کہنے لگے تم جانبِ مے خانہ لپک جاؤ
میں نے کہا اکبؔر میں کوئی رنگ نہیں ہے
کہنے لگے شعر اس کے جو سن لو تو پھڑک جاؤ

◉

کر چکا ختم جب میں اسپنسر　　مجھ پہ پڑنے لگی ہر اک کی نگاہ
پوچھا استاد نے کہ سمجھے بھی　　ان دقائق نے دل میں کی کچھ راہ
کہہ دیا میں نے اس کا کل مطلب　　صاف ہے لا الٰہ الا اللہ
ماسٹر نے کہا تو کودن ہے　　حق پکارا کہ واہ اکبؔر واہ

◉

سنا کہ چند مسلمان جمع تھے یک جا
خدا پرست خوش اخلاق اور بلند نگاہ
کہا کسی نے یہ ان سے کہ یہ تو بتلاؤ
تمہاری عزت و وقعت کا کس طرح ہے نباہ
نظر کرو طرفِ اقتدارِ اہلِ فرنگ
کہ ان کے قبضہ میں ہے ملک و مال و گنج و سپاہ
انھیں کا سکہ ہے جاری یہاں سے لندن تک
انھیں کے زیرِ نگیں ہے ہر اک سفید و سیاہ

کلیس بنائی ہیں وہ وہ کہ دیکھ کر جن کو
زبانِ خلق سے بے ساختہ نکلتی ہے واہ
تمہارے پاس بھی کچھ ہے کہ جس پہ تم کو ہے ناز
کہا انھوں نے کہ ہاں لا الٰہ الا اللہ

⊙

نہ وہ بِک رہ گئے نہ سرسیّد　　دلِ احباب سے نکلتی ہے آہ
ذاتِ محمود سے تسلی تھی　　لی انھوں نے بھی آج خلد کی راہ
بولی عبرت کہ ہوش میں آؤ　　اے حریصانِ شان و شوکت و جاہ
مٹ گیا نقش احمد و محمود　　رہ گیا لا الٰہ الا اللہ

بنام ایڈیٹر رسالہ ”یدِ بیضا“

علم اسرارِ دل و حلِّ معما داری
برتر از نظمِ دکن نظمِ ثریا داری
تو چہ حاجت بہ جمالِ سخنِ ما داری
حسنِ یوسفؑ دمِ عیسیٰؑ یدِ بیضا داری
آں چہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

⊙

مسلمانوں میں اب تعلیمِ انگلش رک نہیں سکتی
کسی سے مشرق و مغرب کی سازش رک نہیں سکتی

وہ نزلہ رک نہیں سکتا یہ پیچش رک نہیں سکتی
بڑے بوڑھوں کی لیکن یہ بھی خواہش رک نہیں سکتی
مذاقِ قوم بیگانہ نہ ہو اللہ اکبر سے
یہ نقشِ جانفزا مٹنے نہ پائے دل کے دفتر سے

◉

اہلِ یورپ کے ساتھ ہوٹل میں چکھی سیّد نے ایک دن کاری
خانساماں نے کان میں یہ کہا آپ تو علم سے نہیں عاری
پڑھیے کوئی دعائے اکل طعام دین سے بھی رہے وفاداری
تب یہ اشعارِ حضرتِ سعدیؔ ہوئے ان کی زبان پر جاری
اے کریمے کہ از خزانۂ غیب گبرو ترسا وظیفہ خورداری
دوستاں را کجا کنی محروم تو کہ بادشمناں نظر داری

نظم مذہبی حسبِ فرمائش اڈیٹر ''دکن ریویو''
برائے نیشنل انیتھم شروع ۱۹۰۷ء

جو دل کرتے ہیں حق کی پاسبانی خدا کا ان پہ ہے لطف نہانی
سمجھتے ہیں جو قرآں کے معانی سنا ہے میں نے یہ ان کی زبانی
ہنوز آں ابرِ رحمت دُرفشاں است
خم و خمخانہ با مہرو نشاں است

سرورِ قلب و حرزِ جاں ہے اسلام　　معینِ شاہی و شاہاں ہے اسلام
جہاں میں با سروساماں ہے اسلام　　ابھی تک حافظِ ایماں ہے اسلام

ہنوز آں ابرِ رحمت دُرفشاں است
خم و خمخانہ با مہرو نشاں است

مساجد میں وہی شورِ اذاں ہے　　وہی اللہ اکبر بر زباں ہے
وہی جوشِ دلِ اسلامیاں ہے　　وہی رت ہے وہی اب تک سماں ہے

ہنوز آں ابرِ رحمت دُرفشاں است
خم و خمخانہ با مہر و نشاں است

دلوں میں ہے خدا کی یاد اب تک　　طبیعت ذکر سے ہے شاد اب تک
بہت ہیں صاحبِ ارشاد اب تک　　بہت ہیں باغِ دیں آباد اب تک

ہنوز آں ابرِ رحمت دُرفشاں است
خم و خمخانہ بامہر و نشاں است

عیاں ہے پرتوِ روئے محمدؐ　　مشامِ جاں میں ہے بوئے محمدؐ
رواں ہیں قافلے سوئے محمدؐ　　وہی ہے رونقِ کوئے محمدؐ

ہنوز آں ابرِ رحمت دُرفشاں است
خم و خمخانہ بامہر و نشاں است

دلو میں کیوں تمہارے ہے یہ خامی　　نہیں فطرت میں کچھ بد انتظامی
ابھی تک یادِ حق ہے دل کی حامی　　سنو یہ نغمۂ استاد جامی

ہنوز آں ابرِ رحمت دُرفشاں است
خم و خمخانہ بامہر و نشاں است

یہ برٹش سلطنت کے ہیں عواطف کہ مذہب کی نہیں ہے وہ مخالف
تو کیوں ہوتے نہیں تم اس سے واقف کہ کہتی ہے نگاہِ چشمِ عارف

ہنوز آں ابرِ رحمت دُرفشاں است
خم و خمخانہ بامہر و نشاں است

رسول اللہ کو دنیا نے مانا زبانوں پر ہے اب تک وہ فسانہ
نہیں اسلام سے خالی زمانا سنو اکبر کا یہ قومی ترانہ

ہنوز آں ابرِ رحمت دُرفشاں است
خم و خمخانہ بامہر و نشاں است

◉

خدا علی گڑھ کے مدرسے کو تمام امراض سے شفا دے
بھرے ہوئے ہیں رئیس زادے امیر زادے شریف زادے
لطیف و خوش وضع چست و چالاک و صاف و پاکیزہ شاد و خرّم
طبیعتوں میں ہے ان کی جودت دلوں میں ان کے ہیں نیک ارادے
کمال محنت سے پڑھ رہے ہیں کمال غیرت سے بڑھ رہے ہیں
سوار مشرق کی راہ میں ہیں تو مغربی راہ میں پیادے
ہر ایک ان میں ہے بے شک ایسا کہ آپ اسے چاہتے ہیں جیسا
دکھائے محفل میں قدِ رعنا جو آپ آئیں تو سر جھکا دے

فقیر مانگیں تو صاف کہہ دیں کہ تو ہے مضبوط جا کما کھا
قبول فرمائیں آپ دعوت تو اپنا سرمایہ کل کھلا دے
بتوں سے ان کو نہیں لگاوٹ مسوں کی لیتے نہیں وہ آہٹ
تمام قوت ہے صرف خواندن نظر کے بھولے ہیں دل کے سادے
نظر بھی آئے جو زلف پیچاں تو سمجھیں یہ کوئی پالسی ہے
الکٹرک لائٹ اس کو سمجھیں جو برق وش کوئی مسکرا دے
نکلتے ہیں کر کے غول بندی بنامِ تہذیب و درد مندی
یہ کہہ کے لیتے ہیں سب سے چندے ہمیں جو تم دو تمہیں خدا دے
انھیں اسی بات پر یقیں ہے کہ بس یہی اصل کارِ دیں ہے
اسی سے ہوگا فروغِ قومی اس سے چمکیں گے باپ دادے
مکانِ کالج کے سب مکیں ہیں ابھی انھیں تجربے نہیں ہیں
خبر نہیں ہے کہ آگے چل کر ہے کیسی منزل ہیں کیسے جادے
دلوں میں ان کی ہے نورِ ایماں قوی نہیں ہے مگر نگہباں
ہوائے منطق ادائے طفلی یہ شمع ایسا نہ ہو بجھا دے
فریب دے کر نکالے مطلب سکھائے تحقیرِ دین و مذہب
مٹا دے آخر کو وضع ملت نمودِ ذاتی کو گر بڑھا دے
یہی بس اکبر کی التجا ہے جناب باری میں یہ دعا ہے
علوم و حکمت کا درس ان کو پروفیسر دیں، سمجھ خدا دے

۱۸۹۰ء

ترجمہ قولِ یکے از اکابرِ یورپ

یہ شیخ اکبر سے اتنا کیوں خفا ہے
یہ کیوں غیظ و غضبِ جور و جفا ہے
نہیں ہے اس میں جھگڑے کی کوئی بات
یہ اک قولِ حکیمِ باصفا ہے

⊙

نہ ہو مذہب میں جب زورِ حکومت
تو وہ کیا ہے فقط اک فلسفا ہے

⊙

بلبل ہیں آج ہم چمنستانِ کمپ کے
پروانہ کل بنیں گے کلیسا کے لمپ کے
فکرِ بہشت و کوثر و تسنیم ہو چکی
اب پارک کا خیال ہے چرچے ہیں پمپ کے

رکھتی تھی جو بزرگ قدم پھونک پھونک کر
خوگر ہوئے ہیں لیپ کے، اسکپ کے، جمپ کے

⊙

نہ نماز ہے نہ روزہ نہ زکواۃ ہے نہ حج ہے
تو خوشی پھر اس کی کیا ہے کوئی جنٹ کوئی جج ہے
جو خیال ہیں نرالے تو مذاق ہیں انوکھے
نہ وہ وضع قوم کی ہے نہ وہ شان ہے نہ دھج ہے
کوئی ان میں ہے جو ایسا کہ جو دون کی ہے لیتا
جو اسے بھی چھیڑ دیکھا تو وہ کمتراز کھرج ہے
جو کر آئے سیرِ لندن ہیں اسیرِ کبرِ فیشن
جو یہیں گئے ہیں بن ٹھن انھیں اینڈ ہے گرج ہے
نہیں کوئی صاف سینہ بہم ان میں بھی ہے کینہ
یہ انہیں کہیں کمینہ وہ انھیں کہیں اپج ہے
کہیں میم کا ہے پھندہ کوئی دخترِ رز کا بندہ
ہے پھر اس پہ ناز وخندہ کہ وَیل اس میں کیا حرج ہے

⊙

پاتی ہیں قومیں تجارت سے عروج　　بس یہی ان کے لیے معراج ہے
ہے تجارت واقعی اک سلطنت　　زور یورپ کو اسی کا آج ہے
لفظ تاجر خود ہے اے اکبر ثبوت　　دیکھ لو تاجر کے سر پر تاج ہے

⊙

تمہاری اصل خدا کا کلام واضح ہے
عبث یہ ولولۂ نقلِ قوم فاتح ہے
سنو یہ بات جو مجموعۂ نصائح ہے
وہی ہے باعثِ عزت عمل جو صالح ہے

⊙

نہ ہو جو مذہب و ملّت کے ساتھ ہمدردی
زمانہ صاف کہے گا کہ ہے یہ نامردی

⊙

انھیں کے واسطے مے کا سرور زیبا ہے
انھیں کے دل میں طرب کا وفور زیبا ہے
انھیں کو روئے زمیں پر غرور زیبا ہے
مرے لئے فقط امیدِ حور زیبا ہے

⊙

اسی امید میں ساری ترقیاں سمجھیں
جو آپ حور کے معنی کی خوبیاں سمجھیں

کرزن سبھا

سبھا میں دوستو کرزن کی آمد آمد ہے
گلوں میں غیرتِ گلشن کی آمد آمد ہے

رئیس و راجہ و نواب منتظر ہیں بہ شوق
کہ نائبِ شہِ لندن کی آمد آمد ہے

وہ ہو کے آتے ہیں قائم مقامِ قیصر ہند
ستاروں میں مہِ روشن کی آمد آمد ہے

ہیں ان کے ساتھ میں اتنے اکابرِ یورپ
کہ گویا دہلی میں لندن کی آمد آمد ہے

غرض یہ ہے کہ ہو تکمیلِ زینت و رونق
ہر ایک علم کی ہر فن کی آمد آمد ہے

کمر بندھی نظر آتی ہے آب و آتش کی
ادھر سے نل ادھر انجن کی آمد آمد ہے

دکھا رہے ہیں ہنر مند خوابِ مقناطیس
دلوں میں حالتِ روشن کی آمد آمد ہے

امنڈ رہی ہے ہر اک سمت سے فراوانی
ہر ایک جنس کے خرمن کی آمد آمد ہے

ورودِ فوج سے ہے زرق برق کا عالم
جدھر کو دیکھئے پلٹن کی آمد آمد ہے
چمک ہے کرچوں کی ہر سو گمک ہے توپوں کی
چماچم اور دنادن کی آمد آمد ہے
چہل پہل ہے امنگیں ہیں، جوشِ مستی ہے
بہارِ عیش پہ جوبن کی آمد آمد ہے
جو پیر ہیں انھیں ہیں ولولے جوانی کے
جوان ہیں تو لڑکپن کی آمد آمد ہے
تمام مذہب و ملت میں ہے کشش پیدا
مغان و شیخ و برہمن کی آمد آمد ہے
گرہ میں زر نہیں اور ٹیم ٹام لازم و فرض
اسی سبب سے مہاجن کی آمد آمد ہے
ابھارے رکھتا ہے اکبؔر کے دل کو فیضِ سخن
اگرچہ پیری و پنشن کی آمد آمد ہے

آمدِ اقبال پری

اقبال پری آئی جو انداز بدل کر
دنیا کی ہوا ساتھ ہوئی ساز بدل کر

غزل زبانی اقبال پری

ہوں ناز سے معمور حکومت سے بھری ہوں
زرّیں مرا دامن ہے میں اقبال پری ہوں
ہر شعلہ مقابل مرے چہرے کے ہے بے نور
کہتا ہے کہ میں بھی تو چراغِ سحری ہوں
ہر ڈھنگ سے دکھلاتی ہوں شان اپنی جہاں کو
ہر رنگ میں میں مستِ مئے جلوہ گری ہوں
انگلینڈ پہ ہوں سایہ فگن حکم خدا سے
شاہنشہ ایڈورڈ کی صورت پہ مری ہوں

مبارک باد پنچ کی طرف سے

قومِ انگلش کو یہ دربار مبارک ہووے
لارڈ کرزن سایہ سردار مبارک ہووے
ہو مبارک شہِ انگلینڈ کو تخت و دیہیم
مجھ کو یہ طبعِ گہر بار مبارک ہووے

نصیحتِ اخلاقی

بیٹے کو لوگ کہتے ہیں آنکھوں کا نور ہے
ہے زندگی کا لطف تو دل کا سرور ہے

گھر میں اسی کے دم سے ہے ہر سمت روشنی
نازاں ہے اس پہ باپ تو ماں کو غرور ہے
خوش قسمتی کی اس کو نشانی سمجھتے ہیں
کہتے ہیں یہ خدا کے کرم کا ظہور ہے
اکبرؔ بھی اس خیال سے کرتا ہے اتفاق
اس کا بھی ہے یہ قول کہ ایسا ضرور ہے
البتہ شرط یہ ہے کہ بیٹا ہے ہونہار
مائل ہے نیکیوں پہ برائی سے دور ہے
سنتا ہے دل لگا کے بزرگوں کی پند کو
وقتِ کلام لب پہ جناب و حضور ہے
برتاؤ اس کا صدق و محبت سے ہے بھرا
اس میں نہ ہے فریب نہ کچھ مکر و زور ہے
افکارِ والدین میں ہے دل سے وہ شریک
ہمدرد ہے، معین ہے اہلِ شعور ہے
راضی ہے اس پہ باپ کی جو کچھ ہو مصلحت
صابر ہے، با ادب ہے، عقیل و غیور ہے
رکھتا ہے خاندان کی عزت کا وہ خیال
نیکوں کا دوست، صحبتِ بد سے نفور ہے

کسبِ کمال کی ہے شب و روز اس کو دھن
علم و ہنر کے شوق کا دل میں وفور ہے
لیکن جوان صفات کا مطلق نہیں پتا
اور پھر بھی ہے خوشی تو خوشی کا قصور ہے

نظم قومی حسب فرمائش نواب محسن الملک بہادر

مسلمانو! بتاؤ کہ تمہیں اپنی خبر کچھ ہے
تمہارے کیا مدارج رہ گئے اس پر نظر کچھ ہے
اگر کچھ ہے تو سوچو دل میں بھی اس کا اثر کچھ ہے
حریفوں کی تعلّی باعثِ سوزِ جگر کچھ ہے

تمہیں معلوم ہے کچھ رہ گئے ہو کیا سے کیا ہو کر
کدھر آ نکلے ہو راہِ ترقی سے جدا ہو کر

کوئی آگے نہ تھا تم سے ترقی کی تگ و دو میں
کوئی دس میں چمکتا تھا تو تم ممتاز تھے سو میں
تمہیں نے فرق بتلایا تھا سب کو گندم و جو میں
تمہیں سے سیکھ کر بنتی تھیں عالم مغربی قومیں

شرف پایا تھا تم نے امتیازِ حق و باطل سے
مخالف بھی تمہاری قدردانی کرتے تھے دل سے

تمہاری عزتیں تھیں، اوج تھا، رتبہ تھا، شانیں تھیں
تمہاری بات تھی، احکام تھے، کہنا تھا، آنیں تھیں
تمہارے ذکر میں سرگرم دنیا کی زبانیں تھیں
تمہیں تم تھے زمانہ میں تمہاری داستانیں تھیں

غرور و ناز کم کرنا پڑا تھا ایک عالم کو
سرِ تسلیم خم کرنا پڑا تھا ایک عالم کو

تمہارا اتفاقِ باہمی دیوارِ آہن تھا
مخالف ایک کا جو تھا وہ گویا سب کا دشمن تھا
تمہاری ہمتوں کا عرشِ اعظم پر نشیمن تھا
تمہارے ہاتھ میں آفاق کا ہر علم و ہر فن تھا

تم اپنی حق پرستی سے دبا لیتے تھے دنیا کو
خدا کے سامنے جھک کر جھکا دیتے تھے اعدا کو

نہ یہ آپس کے جھگڑے تھے نہ یہ ناحق پرستی تھی
طبیعت پر نہ دیوِ نفس کی یہ چیرہ دستی تھی
نہ دل میں بدگمانی تھی نہ ہمت میں یہ پستی تھی
نظر میں مظہرِ نورِ حقیقت ساری ہستی تھی

تمہاری وضع دل کش تھی تمہاری شان عالی تھی
خوش اخلاقی تمہاری مظہرِ شانِ جمالی تھی

نہیں ہے ہائے افسوس اب تمہارا وہ چلن باقی
نہ وہ حسن عمل باقی نہ اب وہ حسن ظن باقی
نہ وہ ذوقِ ہنر باقی، نہ شوقِ علم و فن باقی
نہ دل میں ہے وہ جوش حب یاران وطن باقی

جو فکریں ہیں تو اپنے نفس کو راحت رسانی کی
توقع کیا اسی پر ہے خدا کی مہربانی کی

غضب ہے حبِ اسلامی سے خالی سب کا سینا ہے
حسد ہے، ناتواں بینی ہے، بے مہری ہے، کینا ہے
بس اپنے ہی مزے کے واسطے ہر اک کا جینا ہے
یہی قومی ترقی کا ذرا سوچو تو زینا ہے

کہاں ہے اب مسلمانوں میں باہم بے غرض الفت
جو باقی شاعروں میں ہے تو ہے وہ اک مرض الفت

میں تم سے کیا کہوں اس وقت دل پر کیا گزرتی ہے
تصور دل میں آتا ہے تو آنکھ اشکوں سے بھرتی ہے
طبیعت بات کرنے کو بھی مشکل سے ٹھہرتی ہے
خلش سینے میں ایسی ہے کہ وہ بے چین کرتی ہے

مرا دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد
وگر دم درکشم ترسم کہ مغز و استخواں سوزد

وہ باتیں جن سے قومیں ہو رہی ہیں نامور سیکھو
اٹھو تہذیب سیکھو، صنعتیں سیکھو، ہنر سیکھو
بڑھاؤ تجربے اطراف دنیا میں سفر سیکھو
خواصِ خشک و تر سیکھو علومِ بحر و بر سیکھو

خدا کے واسطے اے نوجوانوں ہوش میں آؤ
دلوں میں اپنے غیرت کو جگہ دو جوش میں آؤ

سخن معقول و موزوں ہو تو سب کا دل بہلتا ہے
کلامِ خوش کلاماں رنگِ با معنی بدلتا ہے
زباں سے نعرۂ مدح و ثنا ہر دم نکلتا ہے
مگر شوقِ عمل ہو واقعی تب کام چلتا ہے
توجہ گر نہ ہو دل سے تو پھر تاثیر کیونکر ہو
کلامِ دلکش اکبر ہو یا مہدی کا لیکچر ہو

⦿

ڈارون صاحب حقیقت سے نہایت دور تھے
میں نہ مانوں گا کہ مورث آپ کے لنگور تھے
اپنی حالت کے مطابق چاہیے طرزِ عمل
اس سے کیا ہوتا ہے دادا قیصر و فغفور تھے
اس تقرب پر ہمیں کچھ فخر کا موقع نہیں
پاس گو بیٹھے تھے لیکن ان کے دل سے دور تھے

⦿

ہوائے الحاد رنگِ ملّت کو ہر روش پر بدل رہی ہے
جو بات بگڑی بنی وہ کیونکر جو چل گئی ہے وہ چل رہی ہے

ہمیں نے دارس ہوا پہ کھولا کیا اسے چپ جو کوئی بولا
ہمیں ہے خود اب تردّد اس کا طبیعت اب ہاتھ مل رہی ہے

نہ عاقبت کا کسی کو ڈر ہے نہ عزتِ قوم پر نظر ہے
سروں میں سودا سما رہا ہے دلوں سے غیرت نکل رہی ہے

جو پیشوا خود ہوں رندِ مشرب تو کیا جمے رنگِ وعظِ مذہب
قلوب شیطان کے متبع ہیں زبان قرآں پہ چل رہی ہے

کرسچین باخبر ہیں ہر جا نہیں ہے چرچوں میں اس کا چرچا
ہمیں نے سمجھا ہے مہد اس کو اسی میں اب نسل پل رہی ہے

جو قومِ ہمسایہ ہے ہماری نہیں ہے اس پر بلا یہ طاری
ہم اپنی مستی میں گر رہے ہیں وہ ہوش میں ہے سنبھل رہی ہے

ہم اپنی صورت بگاڑتے ہیں، بنا رہی ہے وہ اپنے گھر کو
ہم اپنا نقشہ مٹا رہے ہیں، وہ اپنے سانچے میں ڈھل رہی ہے

خدا کی ساعت ہیں یاں کی صدیاں چھپی نہیں ہیں ہماری بدیاں
بلائیں آئیں اور آ رہی ہیں کوئی گھڑی ہے کہ ٹل رہی ہے

زبانِ اکبر میں کب یہ قدرت کہ کہہ سکے رازِ سوزِ حسرت
وہ شمع اس کو بیاں کرے گی جو گورِ سیّد پہ جل رہی ہے

⦿

چاہا جو میں نے ان سے طریق عمل پہ وعظ
بولے کہ نظمِ ذیل کو ارقام کیجیے

پیدا ہوئے ہیں ہند میں اس عہد میں جو آپ
خالق کا شکر کیجیے آرام کیجیے

بے انتہا مفید ہیں یہ مغربی علوم
تحصیل ان کی بھی سحر و شام کیجیے

یورپ میں پھریے پیرس و لندن کو دیکھیے
تحقیقِ ملک کاشغر و شام کیجیے

ہو جایے طریقۂ مغرب پہ مطمئن
خاطر سے محو خطرۂ انجام کیجیے

پیرانِ بے فروغ کا گل ہو چکا چراغ
ناحق نہ دل کو تابعِ اوہام کیجیے

رکھیے نہ دل کو دیر و کلیسا سے منحرف
متروک قید جامۂ احرام کیجیے

الفاظِ کفر و فسق کو بس بھول جائیے
ہر ملت و طریق کا اکرام کیجیے

رہیے جہاں میں وسعتِ مشرب سے نیک نام
مجھ کو مرید ہندوؤں کو رام کیجیے

رکھیے نمود و شہرت و اعزاز پر نظر
دولت کو صرف کیجیے اور نام کیجیے
سامان جمع کیجیے کوٹھی بنایئے
باصد خلوص دعوتِ حکام کیجیے
آرائشوں سے گھر کو مہذّب بنایئے
تزئین طاق و سقف و در و بام کیجیے
یارانِ ہم مذاق سے ہم بزم ہو جیے
موقع ملے تو شغلِ مے و جام کیجیے
چشم ولبِ بتاں سے بھی غافل نہ ہوجیے
تکمیلِ شوقِ پستہ و بادام کیجیے
نظارۂ مساں سے تر و تازہ رکھیے آنکھ
تفریح پارک میں سحر و شام کیجیے
مذہب کا نام لیجیے عامل نہ ہوجیے
جو متفق نہ ہو اسے بدنام کیجیے
طرزِ قدیم پر جو نظر آئیں مولوی
پبلک میں ان کو موردِ الزام کیجیے
زنجیرِ فقہ توڑیے کہہ کر خلافِ شرع
مضمون لکھیے دعوئِ الہام کیجیے

ممنوع ہے تعددِ ازواج خاص کر
یوں گھوم پھر کے تنقیۂ عام کیجیے
قومی ترقیوں کے مشاغل بھی ہیں ضرور
اس مد میں بھی ضرور کوئی کام کیجیے
لڑکے نہ ہوں تو ہو نہیں سکتی چہل پہل
فکریں پئے وظیفہ و انعام کیجیے
تحصیل چندہ کیجیے لڑکوں کو بھیج کر
سارا علاقہ ہند کا اب خام کیجیے
بے رونقی سے کاٹیے کیوں اپنی عمر کو
کیوں انتظارِ گردشِ ایام کیجیے
جو چاہیے وہ کیجیے بس یہ ضرور ہے
ہر انجمن میں دعوئِ اسلام کیجیے
لیکن نہ بن پڑیں جو یہ باتیں حضور سے
مردوں کے ساتھ قبر میں آرام کیجیے

⊙

میں دیکھتا ہوں صلح و محبت ہے اٹھ گئی
ہر دل سے ہر گروہ سے ہر خاندان سے
اس کا سبب نہیں ہے سوا اس کے اور کچھ
یعنی کہ اٹھ گیا ہے خدا درمیان سے

⊙

تعجب سے کہنے لگے بابو صاحب
گورنمنٹ سیّد پہ کیوں مہرباں ہے
اسے کیوں ہوئی اس قدر کامیابی
کہ ہر بزم میں بس یہی داستاں ہے
کبھی لاٹ صاحب ہیں مہمان اس کے
کبھی لاٹ صاحب کا وہ میہماں ہے
نہیں ہے ہمارے برابر وہ ہرگز
دیا ہم نے ہر صیغے کا امتحاں ہے
وہ انگریزی سے کچھ بھی واقف نہیں ہے
یہاں جتنی انگلش ہے سب برزباں ہے
کہا ہنس کے اکبرؔ نے اے بابو صاحب
سنو مجھ سے جو رمز اس میں نہاں ہے
نہیں ہے تمہیں کچھ بھی سیّد سے نسبت
تم انگریزی داں ہو وہ انگریز داں ہے

⊙

طبع سمجھی کہ بلندی میں بڑھی جاتی ہے
زلف خوش ہے کہ یہ پھانسی پہ چڑھی جاتی ہے

وہ ہے نا فہم یہ عیّارِ محل ہے نازک
اہلِ بینش میں یہ اک نظم پڑھی جاتی ہے

⊙

داردآں آفتِ جاں حسن و جمالِ عجبے
چشم مست عجبے دارد فعالِ عجبے
او بتا راج دِلم مائل و من مائلِ او
او بہ فکرِ عجبے من بہ خیالِ عجبے

۱۸۷۸ء کے ایک گم شدہ مضمون کے چند اشعار

اک رنگ پہ پھریاں کوئی شے رہ نہیں جاتی
وہ شوکت و شانِ جم و کے رہ نہیں جاتی
یورپ کی ترقی کا چمکتا ہے ستارا
توقیرِ عرب عظمتِ رَے رہ نہیں جاتی
دل کش نظر آتا ہے بہت لفظِ نومبر
تزئینِ رخ بہمن و دَے رہ نہیں جاتی
گڈ بائی کا غل مچتا ہے اطرافِ جہاں میں
تسلیم نہیں رہتی ہے ہَے رہ نہیں جاتی

عالم کو لبھاتی ہیں پیانوں کی صدائیں
بلبل کے ترانوں میں وہ لَے رہ نہیں جاتی

آہنگِ طرب کے لیے چھڑتے ہیں نئے ساز
دمسازیٔ احباب کو نَے رہ نہیں جاتی

رندوں سے بدل جاتی ہیں ساقی کی نگاہیں
وہ گردشِ پیمانہ وہ مَے رہ نہیں جاتی

ہوتی ہے بہت سخت یہ منزل مگر اکبرؔ
ہمت ہو تو پھر ناشدہ طے رہ نہیں جاتی

مواقع خاص

۱۹۰۷ء حسبِ فرمائش پنچ

⊙

زمزمہ اوجِ فلک پر ہے یہی ہر برڈ کا
ہے یہی مفہوم روئے ارض پر ہر ورڈ کا
زینتِ گیتی ہے ملکِ اعظمِ برطانیہ
سکہ بیٹھا ہے دلوں میں حضرتِ اڈورڈ کا

⊙

راجہ صاحب سے شیخ جی نے کہا — اب بھروسا حضور پر نہ رہا
مجھ کو چھوڑا امام باڑے میں — پہنچے خود نیچری اکھاڑے میں
جیب خالی پھرا کیا بندہ — لے گئے غیر اس قدر چندہ
راجہ صاحب نے ہنس کے فرمایا — کیوں مزاج آپ کا ہے گرمایا
بزمِ قومی میں میں شریک ہوا — جو ہوا ہر طرح سے ٹھیک ہوا
آپ پر بار صرف ڈاڑھی ہے — یاں ریاست کی فکر گاڑھی ہے
جب حکومت کرے خود اس کا ڈفنس — کیوں نہ ہوں میں شریکِ کانفرنس

مجھ کو ہے شوق علم و دانش سے
کیوں میں رکتا پھر اپنی خواہش سے
نہ ہو تسکین وہ جو یہ توضیح
تو میں کردوں گا دوسری تشریح
مجھ پہ کرتا تھا اعتراض حریف
دل میں آیا مرے یہ شعر لطیف
دفترِ اعتراضِ سوختہ بہ
دہنِ او بہ چندہ دوختہ بہ

⊙

سن رہے تھے سماع مولانا
اسی حالت میں انتقال ہوا
واہ کیا خوش نصیب تھے حضرت
عالمِ وجد میں وصال ہوا

⊙

ہزار و نہ صد و شش از جہاں رفت
بیامد یک ہزار و نہ صد و ہفت

⊙

ممدوحِ خاص و عام ہیں لالہ نہال چند
در ان کے فیض کا کبھی رہتا نہیں ہے بند
چندے وصول کرنے کو ہیں پیشوا بہت
سب کرتے ہیں مباحثِ قرآن و وید و ژند
لیکن دقیق و سخت جو ہوتا ہے کوئی کام
اس وقت میں جناب ہی ہوتے ہیں دردمند

حکام کے حضور میں کرتے ہیں التماس
قانون سے جو ہوتا ہے کچھ شبہ و گزند
تقریر رنٹ بل پہ جو کی ملک بول اٹھا
ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

۱۹۰۷ء آغاز تشریف آوری میں کہا گیا تھا

خلافِ حق چو حریفاں زراہ میگردند
زفیضِ حکمتِ او رو براہ میگردند
مکرم است بہ ہندوستاں شہِ کابل
بتاں بہ گرد حبیبِ اللہ میگردند

⊙

موت چلدی میری مشتِ استخواں کو سونگھ کر
چونک اٹھا اکبر غرض خوابِ گراں سے اونگھ کر
یہ سمجھنا چاہیے خالق نے جو صحت یہ دی
بہرِ استغفار اپنے فضل سے مہلت یہ دی

بعلالت ۱۹۰۵ء

حضرت کی وفات سے ہے ہر اک ادرالیش
رکھتے تھے عزیزان کو بیگانہ وُ خویش

کیا کیا صفتیں تھیں جمع ان میں اکبر
حافظ، حاجی، طبیب، عالم، درویش

⊙

طلغرانے چوں فرستادی زراہ لطف و مہر
جوشِ زاد از دل سرور و لطفہا اندوختم
بسکہ شوقِ دعوت و اسپیچ در دل داشتم
محفلے ترتیب دادم شمعہا افروختم
خادمِ خاص از پئے آوردنت رفتہ بریل
نصف شب در انتظارت دیدہ بر درد وختم
چوں شنیدم فسخ کردی عزم و رفتی بیدریغ
شمع را خاموش کر دم خود سراپا سوختم

سیّد جلال الدین طہرانی ایڈیٹر جبل المتین

تھا باعثِ الم مرضِ جانگزائے قوم
مدت سے سن رہی تھی علی گڑھ میں ہائے قوم
آخر اودھ نے کالج طبّی بنا کیا
شکرِ خدا کہ ہوگئی پیدا دوائے قوم

⊙

ملال کا تو محل اے حضور کچھ بھی نہیں
خدا گواہ ہے میرا قصور کچھ بھی نہیں
براہِ لطف و کرم لایئے یہاں تشریف
الہ آباد علی گڑھ سے دور کچھ بھی نہیں
محبت آپ کی ہے میرے دل میں مستحکم
میں صاف لکھتا ہوں یہ مکروزور کچھ بھی نہیں
وہ امر آپ کی جانب سے میں نہ سمجھا تھا
یہ چاہے کہیے کہ تجھ کو شعور کچھ بھی نہیں

⊙

بعد پنشن کے تصنّع سے مجھے ساز نہیں
ہوں جو بے شغل تو اکبر یہ کوئی راز نہیں
گو اب آزاد ہوں لیکن مری صحت ہے خراب
پر کھلے ہیں مگر اب طاقت پرواز نہیں

⊙

ڈیپوٹیشن کی سر سبزی جو دیکھی اس نے شملے میں
برہمن نے کہا یہ شاخِ بید اور ایسے گملے میں
کہا مہدی نے بھائی تم کو کیوں اس درجہ حیرت ہے
تمہارے واسطے یہ کیا محلِّ رشک و غیرت ہے

تعجب کیا ہے ہم اس بت کے پہلو میں جو لیٹے ہیں
حرم کے محترم کیا دیر کے خادم سے ہیٹے ہیں
برہمن نے کہا بس آپ کی باتیں ہی باتیں ہیں
اجی یہ وصل کی راتیں نہیں ہیں ان کی گھاتیں ہیں
کہا مہدی نے ہم کو تو مزے سے اپنے مطلب ہے
محبت ہو نہ ہو ان کو امید اس کی یہاں کب ہے
برہمن نے کہا ایسا مزا اعضاء کا مضعف ہے
کہا مہدی نے ہاں اس بات سے بندہ بھی واقف ہے

وفات سر سیّد مرحوم

ہماری باتیں ہی باتیں ہیں سیّد کام کرتا تھا
نہ بھولو فرق جو ہے کہنے والے کرنے والے میں
کہے جو چاہے کوئی میں تو یہ کہتا ہوں اے اکبرؔ
خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

۱۹۰۶ء

دیکھی جو نمائش چکا گو
دل نے کہا دین سے کہ بھاگو
اتنے میں اجل پکاری سر پر
بس ہو چکا خوابِ زیست جاگو

⊙

شروع مہینہ میں آؤں گا میں تم اپنی ماں کو یہ لکھ چکے ہو
تو دیر پھر کیوں لگا رہے ہو یہ کیا تامّل ہے کیوں رکے ہو
مجھی کو سمجھو تم اپنا قبلہ سرِ ادب کو یہیں کرو خم
وہاں کی چرچوں میں لطف کیا ہے جسے اٹھانے کو تم جھکے ہو

⊙

علمِ باری میں یہ تپ موت کی تمہید نہ تھی
ورنہ ظاہر میں تو کچھ زیست کی امید نہ تھی

(۱۹۰۵ء میں شاعر کو باری سے تپ آئی تھی)

مولوی محمد کریم صاحب تحصیلدار میجا ضلع الٰہ آباد ۳ دسمبر ۱۹۰۵ء

عمدہ مچھلی مسلّم و خام ملی
تحفہ پایا مراد خدّام ملی
ممنون کریم کیوں نہ ہوں اے اکبؔر
وہ دام میں لائے مجھ کو بے دام ملی

⊙

اک دوست ہمارے ہیں تپ ان کو شدید آئی
جھیلا کئے بیماری مدت میں شفاء پائی

لاہور کے جلسے میں شرکت کو ہیں اب جاتے
حالانکہ ابھی قوت پاؤں میں نہیں پاتے
میں کہتا ہوں جاتے ہو لاہور بلا قوت
وہ اس کو سمجھتے ہیں لاحول و لاقوۃ
یہ میری غلط بندش وہ ان کی غلط فہمی
میں حد سے بڑھا شاعر، وہ حد سے سوا وہمی

⊙

آتا نہیں مجھ کو قبلہ قبلی
بس صاف یہ ہے کہ بھائی شبلی
تکلیف اٹھاؤ آج کی رات
کھانا یہیں کھاؤ آج کی رات
حاضر جو کچھ ہو دال دلیا
سمجھو اس کو پلاؤ قلیا

⊙

شبلی کا قدم علم کی منزل پہ جما ہے
رفتار پہ آنر کی قلم اس کا تھما ہے
چمکی ہوئی ہے بزمِ سلف اس کے بیاں سے
روشن ہیں یہ معنی کہ وہ شمس العلماء ہے

⦿

یہ کیا سبب ہے جو رہ رہ کے جی بھر آتا ہے
یہ کیا ہوا جو مجھے شہر کاٹے کھاتا ہے
یہ خون ہوگئی کیوں میرے دل کی رنگینی
یہ داغ دینے لگی کیوں چمن کی گل چینی
اداس ہوگئی کیوں روح خانۂ تن سے
اچاٹ ہوگئیں کیوں بلبلیں یہ گلشن سے

⦿

بحمداللہ کہ حاصل آپ کو ہر ایک نعمت ہے
ذہانت ہے، سعادت ہے، شرافت ہے، لیاقت ہے
علومِ مغربی میں نمبر اوّل آپ کا آیا
عزیز و دوست جو ہیں سب کو اس سے اک مسرّت ہے
گورنمنٹ آپ کی مداح ہے اس قابلیت پر
اکابر قوم کے خوش ہیں ہر اک کو فخر و عزت ہے
پئے تکمیلِ دانش قصد ہے اب ملکِ مغرب کا
مبارک ہو کہ لندن کا سفر ہے وقتِ رخصت ہے
مبارک آپ کے احباب کو یہ جلسۂ رخصت
حقیقت میں مبارک وقت ہے اور عمدہ ساعت ہے
بخیر و کامیابی آپ واپس آئیں لندن سے
یہی سب کی دعا اس دم بصد جوشِ طبیعت ہے

زباں پر سب کی جاری ہے یہ شعرِ حضرتِ اکبر
کہ جن کی نظم پر تظمِ ثریا کو بھی حیرت ہے
عطا کر قسمتِ تصنیفِ سعدیؔ یا رب اس گل کو
پھلے پھولے زمانے میں گلستاں بوستاں ہو کر

◉

گو دلِ بے تاب امیدِ وطن پر شاد ہے
شاق لیکن فرقتِ منشی جگن پرشاد ہے

۱۹۰۲ء

خوش پھر رہی ہے خلقِ خدا صبح عید ہے
ہر سمت زیب و زینتِ دنیا کی دید ہے
ہے جشنِ تاج پوشئ قیصر بھی آج ہی
یہ اتفاق باعثِ لطفِ مزید ہے
بازارِ دہر پُر ہے متاعِ سرور سے
با منفعت فروخت ہے، دل کش خرید ہے
کشتہ ہے کوئی طرزِ مسِ خوش خرام کا
کوئی نگاہ ناز بتاں کا شہید ہے
صوفی کی انجمن میں بھی شاہی کا ہے سماں
لطفِ نوائے مطرب و نذرِ مرید ہے

مست اپنے رنگ میں ہیں نئی روشنی کے دوست
اظہارِ جوشِ طبع بہ طرزِ جدید ہے
ڈالی کسی نے بھیجی ہے حکام کے حضور
بے تاب دل میں شوق صدورِ رسید ہے
جن کے سبوئے دل میں ہے کچھ مایۂ نشاط
اس سے شرابِ طولِ امل کی کشید ہے
مجھ کو خموش دیکھ کے پوچھا یہ چرخ نے
تو بھی اس آب و رنگ سے کچھ مستفید ہے
میں نے کہا کہ حالتِ عشاق ہے کچھ اور
پروا نہ ہو وفا کی یہ ان سے بعید ہے
پیشِ نظر ہمارے ہے شامِ شبِ فراق
اس کی جو ہو سحر تو ہماری بھی عید ہے

⊙

لندن کو چھوڑ لڑکے اب ہند کی خبر لے
بنتی رہیں گی باتیں آباد گھر تو کر لے
رہ اپنی اب بدل دے بس پاس کر کے چل دے
اپنے وطن کا رخ کر اور رخصتِ سفر لے
انگلش کی کر کے کاپی دنیا کی راہ ناپی
دینی طریق میں بھی اپنے قدم کو دھر لے

نیچر پکارتا ہے ہے اصل نسل تیری
کہتی ہے ہسٹری بھی بس جا اور اپنا گھر لے
واپس نہیں جو آتا کیا منتظر ہے اس کا
ماں خستہ حال ہو لے بے چارہ باپ مر لے
مغرب کے مرشدوں سے تو پڑھ چکا بہت کچھ
پیرانِ مشرقی سے اب فیض کی نظر لے
میں بھی ہوں اک سخنور آ سُن کلامِ اکبؔر
ان موتیوں سے آکر دامن کو اپنے بھر لے

⊙

کانفرنس احباب سے پُر ہے
جو صف ہے وہ مالکِ در ہے
سب کو یاد استاد کا گُر ہے
دلکش ہر اسپیچ کا سر ہے

⊙

قومی ترقی کی رادھا پیاری
بیٹھی ہے پہنے جوڑا بھاری
نو من تیل کی فکر ہے طاری
چندے کی تحصیل ہے جاری

◉

قوم پہ غالب کورٹ کے عملے
عملے ٹھہرے پارک کے گملے
پھر یہ چندہ کیونکر دم لے
کتنا ہی لے کوئی پھر بھی کم لے

◉

لائی ہیں سکھیاں بھر کر جھولی
خوب کھلی ہے برج میں ہولی
رنگ میں ڈوبی ہے سب کی چولی
سب نے زباں اس گیت پہ کھولی

◉

شیخ کو الفت ہوگئی مس کی
خوب پیے اب شوق سے وہسکی
اگلی دنیا دہر سے کھسکی
بیٹھا کون ہے، شرم ہے کس کی

◉

جمع ہیں ممبر بھولے بھالے
جاڑوں کا موسم پھولے پھالے

آنکھیں پھاڑے دانت نکالے
چندہ دے کر پھنسنے والے

⊙

بعض ہیں بادہ و جام کے خواہاں
بعض نمود و نام کے خواہاں
بعض فقط آرام کے خواہاں
کم ہیں فیضِ عام کے خواہاں

⊙

مدعیانِ رونقِ دیں ہیں
لیکن باہم برسرِ کیں ہیں
واقف فن و ہنر سے نہیں ہیں
کم ہیں ان میں جو آخر بیں ہیں

⊙

ہر دم قوم کا رونا کیا ہے
ان باتوں سے ہونا کیا ہے
مفت میں روپیہ کھونا کیا ہے
شور زمیں میں بونا کیا ہے

⊙

دیکھ کے اک باضابطہ بھکی
دنیا آپ کی جانب لپکی
آپ نے سب کی دولت ہپ کی
بزم جمالی خالی گپ کی

⊙

یہ وادی ہے طور سے خالی
یہ محفل ہے نور سے خالی
یہ جنت ہے حور سے خالی
پاس سے خالی دور سے خالی

⊙

دیکھتا ہے اک عمر سے بندا
بس یہی باتیں اور یہی پھندا
ہوتا ہے کچھ کام نہ دھندا
لاؤ چندا لاؤ چندا

⊙

سیّد کا جو عہد مشن تھا
اس سکّے کا ٹھیک چلن تھا

حسبِ ضرورت طرزِ سخن تھا
وقت وہ اور تھا اور ہی سن تھا

⦿

بگڑا دیکھا بیٹا بھتیجا
ایک کا چہلم ایک کا تیجا
دل کہتا ہے بات کو پی جا
ساکت ہو دکھلا کے نتیجا

⦿

بھائیوں پر منہ آئے جانا
گائے گیت کو گائے جانا
اگلا قصہ سنائے جانا
اترا ڈھول بجائے جانا

⦿

بیٹھے روتے ہیں جن کے لڑکے
دوڑتے ہیں بنگلوں پر تڑکے
دل میں یہی رہتے ہیں دھڑکے
مار نہ بیٹھے کوئی بگڑ کے

◉

کیوں رنگِ حق پوش میں آؤ
غیرت پکڑو جوش میں آؤ
مذہب کے آغوش میں آؤ
غافل بندو ہوش میں آؤ

◉

اک انگریز نے بات یہ کہہ دی
جس نے ترقی وہ دی یہ دی
اس بازی کی ہمیں نے شہ دی
کیسے سیّد کیسے مہدی

◉

گرمیوں میں بچوں کو تھکانا
شہروں شہروں بھیک منگانا
اور اس پر یہ بات بنانا
مفلس لڑکوں کا ہوگا ٹھکانا

◉

آپ کہیں معیوب نہیں ہے
ہم کو تو مرغوب نہیں ہے

عمدہ یہ اسلوب نہیں ہے
ہاں یہ طریقہ خوب نہیں ہے

⦿

اس سے بگڑتی ہے قومی حالت
جاتی رہتی ہے شرم کی خصلت
کہتے ہو ہوگی جو یہ جمعیت
ہوگا میل بڑھے گی الفت

⦿

تڑپو گے جتنا جال کے اندر
جال گھسے گا کھال کے اندر
کیا ہوا تیس ہی سال کے اندر
غور کرو اس حال کے اندر

⦿

کام بہت ہیں لوکل و ذاتی
ان کی فکر تو کی نہیں جاتی
مفت میں بچوں کو کر کے براتی
قوم کی گاتے ہیں بھائی وفاتی

⊙

کینہ ہم کو ہے نہ حسد ہے
دل میں ضد ہے نہ کوئی کد ہے
لیکن یہ ارشادِ خرد ہے
بھائی ہر شے کی اک حد ہے

⊙

آزادی کی پی کے برانڈی
آپ چلاتے ہیں ڈنڈا بانڈی
گاتا ہے قومی کشتی کا ڈانڈی
مکتب گرم ہے سرد ہے ہانڈی

⊙

بزمِ عزا میں کیوں نہ ہو شرکت
جس سے ہو دل میں پیدا عبرت
صوفیوں کی کیوں ڈھونڈیں نہ صحبت
قلب کو جس سے پہنچے فرحت

⊙

یہ بے معنی مجلس کیسی
یہ ناحق کی گھس گھس کیسی

یہ بے حکم کی آفس کیسی
بات یہ سڑم پوئیس کیسی

⊙

ہوگیا عقل میں کون اضافہ
خوشبو پھیلی نہ دیکھا نافہ
دیکھ لیا یاروں کا قیافہ
پایا بس خوش رنگ لفافہ

⊙

قوم سے اس کی گاڑھی کمائی
آپ نے فقرہ دے کے اڑائی
اور وہ یوں بے سود گنوائی
شاہِ لندن تیری دہائی

⊙

دوڑاؤ تدبیر کے ریشے
قوم میں پھیلیں فن اور پیشے
صناعی کے چلاؤ تیشے
تاکہ کٹیں افلاس کے بیشے

⊙

تم ہو فکرِ جاہ میں الجھے
شہرت و شان کی چاہ میں الجھے
نافہموں کی واہ میں الجھے
دل کیوں کر اللہ میں الجھے

⊙

خالق کی توحید سکھاؤ
عقبیٰ کی تمہید سکھاؤ
ملحد کی تردید سکھاؤ
روحانی امیّد سکھاؤ

⊙

مذہب کی تعلیم زبانی
طوطا مینا کی ہے کہانی
ملّا خود جو ہو نہ حقانی
پھر تو مکتب ہے شیطانی

⊙

جب ہوں گرو جی خود البیلے
خوب رچائیں میلے ٹھیلے

راہ پر آئیں کیونکر چیلے
مندر میں کیوں جائیں اکیلے

⊙

اگوا خود جب حق سے ہو غافل
دنیا ہی دنیا دل میں ہو داخل
ساتھی کیوں نہ چلیں رہِ باطل
کیونکر دین ہو ان کو حاصل

⊙

جس نے خیمہ یہاں پر گاڑا
اس کو مبارک ہو یہ اکھاڑا
لیکن قوم کو کیوں ہے پچھاڑا
اس نغمے پہ گلا کیوں پھاڑا

⊙

مشرقی گھر کی محبت کا مزا بھول گئے
کھا کے لندن کی ہوا عہدِ وفا بھول گئے
پہنچے ہوٹل میں تو پھر عید کی پروا نہ رہی
کیک کو چکھ کے سوئیوں کا مزا بھول گئے
بھولے ماں باپ کو اغیار کے چرچوں میں وہاں
سایۂ کفر پڑا نورِ خدا بھول گئے

موم کی پتلیوں میں ایسی طبیعت پگھلی
چمنِ ہند کی پریوں کی ادا بھول گئے

کیسے کیسے دلِ نازک کو دکھایا تم نے
خبرِ فیصلۂ روزِ جزا بھول گئے

بخل ہے اہلِ وطن سے جو وفا میں تم کو
کیا بزرگوں کی وہ سب جود و عطا بھول گئے

نقلِ مغرب کی ترنگ آئی تمہارے دل میں
اور یہ نکتہ کہ مری اصل ہے کیا بھول گئے

کیا تعجب ہے جو لڑکوں نے بھلایا گھر کو
جب کہ بوڑھے روشِ دینِ خدا بھول گئے

بنام منشی نثار حسین صاحب مہتمم "پیام یار" لکھنؤ

نامہ کوئی نہ یار کا پیغام بھیجئے
اس فصل میں جو بھیجئے بس آم بھیجئے

ایسے ضرور ہوں کہ انھیں رکھ کے کھا سکوں
پختہ اگر ہوں بیس تو دس خام بھیجئے

معلوم ہی ہے آپ کو بندے کا ایڈرس
سیدھے الٰہ آباد مرے نام بھیجئے

ایسا نہ ہو کہ آپ یہ لکھیں جواب میں
تعمیل ہوگی پہلے مگر دام بھیجئے

مرثیہ

دھرم پور آج کیوں اس درجہ وقفِ حسرت و غم ہے
یہ کیا باعث کہ برپا ہر طرف اک شورِ ماتم ہے
الٰہی کیا قیامت آگئی ہے کیا یہ عالم ہے
کہ جس کو دیکھیے مغموم ہے باچشمِ پرنم ہے
یہ ماتم ہو رہا ہے کس کی مرگِ ناگہانی پر
گری برقِ اجل بے وقت کس کی نوجوانی پر
کنور عبدالعزیز اک نوجواں ماں باپ کا پیارا
گلِ باغِ ریاست اور ہر اک کی آنکھ کا تارا
اسے دورِ فلک نے ناگہاں تیرِ اجل مارا
کسی کا بس نہیں اللہ کی مرضی میں کیا چارا
تلاطم ہے ریاست میں عزیزوں کا جگر خوں ہے
ہواخواہوں کو صدمہ ہے دلِ احباب محزوں ہے
تماشے دیکھتے ہیں آپ اس دنیائے فانی کے
ابھی ہے بات کل کی غلغلے تھے شادمانی کے

امنگیں تھیں، مزے تھے، ولولے تھے نوجوانی کے
عیاں تھے ہر طرف اسباب عیش و کامرانی کے
ابھی یہ دیکھیے آہ و بکا ہے شور و شیون ہے
جنازہ اٹھ رہا ہے اہتمامِ گور و مدفن ہے
رہو خاموش اکبر شور و فریاد و فغاں تا کے
یہ آہِ آتشیں یہ قصۂ سوز نہاں تا کے
سمجھ لو خود تمہیں کب تک یہ غم کی داستاں تا کے
اگر سارا جہاں بھی ہو تو پھر سارا جہاں تا کے
اگر تاریخ رحلت تم کو لکھنی ہے صفائی سے
رہو ساکت ملا دو صبر کو داغِ جدائی سے

۱۹۲ ۱۰۲۳ ۱۳۱۵ھ

قصیدہ مبارک باد جشن جوبلی ملکہ معظمہ قیصرہ ہند دام اقبالہا
حسبِ ایمائے مسٹر ہاول صاحب جج ۱۸۸۷ء

زمانے میں خوشی کا دور ہے عشرت کا ساماں ہے
برنگِ گل ہر اک باغِ جہاں میں آج خنداں ہے
کوئن وکٹوریہ کی جوبلی کی دھوم ہے ہر سو
ادھر ہے نغمہ عشرت ادھر نورِ چراغاں ہے

جدھر دیکھو کھلی پڑتی ہیں کلیاں صحنِ گلشن میں
بھرا جوش مسرت سے ہر اک مرغِ خوش الحاں ہے
بسانِ بوئے گل ہر اک ہے باہر اپنے جامے سے
نسیمِ گلشنِ عیش و مسرت عطر افشاں ہے
چمک کر ہوگیا زیرِ فلک رشک قمر ہر گھر
یہی شب ہے کہ جس کا نور رشکِ مہرِ تاباں ہے
فروغ اپنا جو دکھلاتی ہیں آتش بازیاں ہر سو
کواکب مضمحل ہیں، دیدۂ افلاک حیراں ہے
کہیں ہے رقص کی محفلِ کہیں ہے جلسۂ دعوت
کہیں تصویر بنتی ہے، کہیں سروِ چراغاں ہے
کہیں خیرات خانے جاری ہوتے ہیں، کہیں مکتب
کہیں تقسیم کپڑوں کی پئے فصلِ زمستاں ہے
اثر جوشِ مسرت کا ہے ہر ادنیٰ و اعلیٰ پر
کوئی فرماں روا ہے یا کوئی کم مایہ دہقاں ہے
کوئی ہے محوِ آسائش کوئی، مصروف آرائش
شگفتہ مثلِ گل چہرہ ہے، دل شاداں و فرحاں ہے
تعجب کیا اگر ایسی خوشی ہے اہلِ عالم کو
یہ حیرت کیا جو قیصر کا ہر اک دل سے ثنا خواں ہے

سریر آرائیِ پنجاہ سالہ خیر و خوبی سے
محلِ لطفِ باری ہے، مقامِ شکرِ یزداں ہے
یہی ہندوستاں سب کہتے ہیں جنت نشاں جس کو
کوئن وکٹوریہ کے عہد میں رشکِ گلستاں ہے
رئیس امن و اماں سے ناظرِ حال ریاست ہیں
ہری کھیتی زمینداروں کی ہے سرسبز دہقاں ہے
کمی بدلی کرے گر قطرہ افشانی میں کیا پروا
کہ فیض نہرو دامانِ زمیں پر گوہر افشاں ہے
نظر سلطان کی ہے خاص تعلیمِ رعایا پر
اشاعت علم کی یہ ہے کہ سب کی عقل حیراں ہے
ہزاروں مدرسے قائم ہوئے ہیں، سینکڑوں کالج
جہاں فکرِ ارسطو بھی بس اک طفلِ دبستاں ہے
جہاں چلتا نہ تھا کچھ زور واں اب ریل چلتی ہے
میسّر خاکساروں کو بھی اب تختِ سلیماں ہے
نہ کچھ کھٹکا ہے چوروں کا، نہ قزاقوں کی ہے دہشت
رواں بے زحمت و خوف و خطر ہر سمت انساں ہے
تجارت کی بھی ایسی ہو رہی ہے گرم بازاری
کہ سامانِ معیشت جنسِ دل سے بھی اب ارزاں ہے

طلسمِ تازہ دیکھا کارخانہ تارِ برقی کا
زبانِ تار پر وہ بات ہے جو دل میں پنہاں ہے

شبِ تیرہ میں بھی وہ نور ہے اقبالِ قیصر کا
کہ ہر ذرّہ نگاہِ وزد میں مہرِ درخشاں ہے

رعایا کے حقوق اب ہر طرح محفوظ رہتے ہیں
ادھر قانون حامی ہے ادھر حاکم نگہباں ہے

محبت بڑھ رہی ہے فاتح و مفتوح میں باہم
گرہ جو دل میں تھی وہ اب مثالِ درِ غلطاں ہے

پریس کو بھی ہے عہدِ امپرس میں کامل آزادی
زبانِ خامۂ مضموں نگاراں سیفِ بُرّاں ہے

توجہ ہے مفیدِ عام کاموں کی طرف سب کی
کوئی ہے علم کا طالب ہنر کا کوئی خواہاں ہے

شفا خانوں نے ثابت کر دیا ہے اس مقولے کو
پئے ہر رنج راحت ہے پئے ہر درد درماں ہے

خلوص و صدق دل سے ہے دعا ہندو مسلماں کی
کہ یارب جب تلک یہ گردشِ گردون گرداں ہے

فروغِ مہر و مہ سے جب تلک ہے زینتِ عالم
نشاط انگیز جب تک انتظامِ باد و باراں ہے

دلِ اہلِ جہاں ہے جب تلک مرکز تمنا کا
ہوائے آرزو جب تک محیطِ قلبِ انساں ہے
خدا کے نام کی عزت ہے جب تک اہلِ دانش میں
تجلّی علم کی جب تک چراغِ راہِ عرفاں ہے
ہماری حضرتِ قیصر رہیں اقبال و صحت سے
کہ جن کا آفتابِ عدل اس کشور پہ تاباں ہے

⊙

خدا اے عشرتی تم کو ہمیشہ شادماں رکھے
خلائق سے تمھیں خوش ان کو تم پر مہرباں رکھے
کرے مملو تمہاری طبع کو رنگیں خیالی سے
تمہارے دفترِ دل کو گلستاں بوستاں رکھے

⊙

ہند میں میں ہوں مرا نورِ نظر لندن میں ہے
سینہ پرغم ہے، یہاں لختِ جگر لندن میں ہے
دفترِ تدبیر تو کھولا گیا ہے ہند میں
فیصلہ قسمت کا اے اکبر مگر لندن میں ہے

⊙

آں نونہالِ خوبی ماہِ دو ہفتۂ من
در نو بہارِ عمرش رفت از فضائے ہستی

پیمانۂ مۓ غم سر شار و بہشم کرد
رفتم سرِ مزارش در بے خودی و مستی
آہے زدل کشیدم گفتم کہ اے مہِ من
با ایں کمال و رفعت حیف است میل پستی
آخر چہ پیشت آمد اے شمعِ محفلِ من
در گوشۂ نشستی وز انجمن گسستی
آخر چہ شد کہ رفتی اے رونقِ گلستاں
در موسمِ بہاراں رنگِ چمن شکستی
اے برق وش چہ داری نسبت بگورِ تیرہ
اے شعلہ رو بخاکِ تربت چرا نشستی
اے خوش نگاہ واکن چشمانِ سحر آگیں
چیزے بگو بہ عاشق لبہا چرا بہ بستی
ناگہ ندائے از غیب آمد بگوشِ جانم
کاے بے خبر ز ایماں اے محوبت پرستی
آں را کہ شعلہ خوانی وآں را کہ برق دانی
آں جملہ بود رنگِ نقشِ طلسمِ ہستی
آں رنگہا پرید و بولیش بماند رازے
رازے کہ کس نداند در بند خود پرستی

عبرت کشود چشم حیرت بہ ہوشم آورد
در سینہ دفن کردم جوش و خروش و مستی
تاریخِ فوت گفتم در صنعت عجیبے
بوٹا بروں شد اکبر از گرد باغِ ہستی
۴۰۹ ۴۰۹ ۱۲۰۷ ۱۲۹۳ء

⊙

بے کار جگر ہے مضمحل گردہ ہے
جس دوست کو دیکھیے وہ افسردہ ہے
گو نبضِ زباں سے زندگی ہے ظاہر
دل کو جو ٹٹولیے تو وہ مردہ ہے

⊙

بہتر ہے یہی کہ اب علی گڑھ چلیے
رکیے نہ کسی کے واسطے بڑھ چلیے
جس فن کا ہو درس ہو جیے اس میں شریک
جو پیش آئے سبق اسے پڑھ چلیے

⊙

مہدی سا بزرگ صاحبِ جاہ تو ہے سنجیدہ کلام کے لیے واہ تو ہے
منزل کا اگر پتا نہیں ہے نہ سہی دلکش روشیں ہیں دل کشا راہ تو ہے

یہ نظم ایک لمبی تمہید و تحسین کے ساتھ ۱۶ مئی ۱۹۰۴ء کے انسٹیٹیوٹ گزٹ میں چھاپی گئی میں نے پرائیویٹ خط لکھا تھا

"مولانائے کڑوی"

پھرے اک مولوی صاحب جو کل دربارِ دہلی سے
یہ پوچھا میں نے کچھ لائے بھی تم سرکارِ دہلی سے
وہ بولے ہنس کے اے اکبر کہوں کیا تجھ سے حال اپنا
اسی مطلع سے بس کرتا ہوں اظہارِ خیال اپنا
ادھر سرخی مئے گلگوں کی تھی انڈے کی زردی تھی
ادھر ریشِ سپید اپنی تھی اور شدّت سے سردی تھی

⊙

مولانا[1] محوِ عشق یزدانی تھے
بے شک اس عہد میں وہ لاثانی تھے
بھولیں نہ کبھی انہیں محبانِ رسولؐ
یعنی رجبی شریف کے بانی تھے

مقام آگرہ

ڈپٹی صاحب جو یہ ہیں زینتِ عباد جہاں
پختہ وضع کے ہیں انداز دکھانے والے

---

[1] خان بہادر مولانا شاہ محمد حسین صاحب

للو پتو سے الگ اور زوندا سے بری
بس مصلّے ہی پہ ہیں چھاؤنی چھانے والے

ساز پر ہاتھ پڑا اور ہوئے رخصت آپ
رہ گئے کھول کے منہ بین بجانے والے

انسپکٹر ہیں جو یہ خان بہادر صاحب
رعبِ حاکم دلِ دنیا پہ بٹھانے والے

نج کے جلسوں میں بھی تہذیب کی تصویر ہیں آپ
اگلے اسلام کے ہیں یاد دلانے والے

دوستوں کے لیے بازو کا ہیں تعویذ جناب
رہزنوں کو یہ ہیں سولی پہ چڑھانے والے

شان اللہ کی ہیں برکت[1] و اسرار[2] و مجید[3]
ان کے اخلاق کے قائل ہیں زمانے والے

فیض ان کا سببِ رونقِ عیشِ احباب
تاجِ زرّیں سرِ عشرت[4] پہ اڑھانے والے

۱۔ مولوی برکت اللہ صاحب رئیس غازی پور
۲۔ اسرار حسین خاں صاحب مدار المہام ریاست بھوپال
۳۔ خان بہادر عبدالمجید خاں صاحب مرحوم
۴۔ سید عشرت حسین

متفرقات

الف

ترے پرتو سے اے جانِ جہاں ظلمت میں نور آیا
ترے فیضِ تجلّی سے یہ ذرّوں میں شعور آیا

⊙

لطافت کو نہ چھوڑے رنگ تیری شادی وغم کا
ہنسی آئے تو پھولوں کی جو رونا ہو تو شبنم کا

⊙

ترا چہرہ ہے منظر چشمِ شوق نورِ عرفاں کا
ترا عشوہ ہے مصدر جلوہ ہائے فیض یزداں کا

⊙

شباب عمر نے کھویا، طمع نے دین لیا
فلک نے ہم سے بڑی نعمتوں کو چھین لیا

⊙

ہوائے دل بھی ہے عنبر افشاں عروج بھی ہے مہ مبیں کا
نثار ہونے کی رو اجازت محل نہیں ہے نہیں نہیں کا

◉

تا چند پرسی اے خرد ایں از کجا دیں از کجا
تو از کجائی ایں بگو تا گویمت دیں از کجا

◉

مزے سے زندگی کٹتی جو دل قابو میں آجاتا
مگر ایسا تو جب ہوتا کہ وہ پہلو میں آجاتا

◉

مرتبہ اس سے بھی دنیا میں سوا ہو آپ کا
یاد رکھیے گا کہ میں بھی ہوں دعا گو آپ کا

◉

نہ ہو یادِ خدا تو نورِ باطن ہو نہیں سکتا
نہ ہو طالع اگر خورشید تو دن ہو نہیں سکتا

◉

بنگالی ہاتھ میں قلم لے تو کیا
مسلم جو مثالِ بزمِ جم لے تو کیا
ہندی کی نجات ہے نہایت مشکل
سو مرتبہ مر کے وہ جنم لے تو کیا

⊙

نہیں ہے رحم قاتل میں یہی ہوتا تو پھر کیا تھا
کہاں ہے صبر یاں دل میں یہی تو پھر کیا تھا

⊙

ہجومِ بلبل ہوا چمن میں کیا جو گل نے جمال پیدا
کمی نہیں قدرداں کی اکبرؔ کرے تو کوئی کمال پیدا

⊙

آپ کا برتاؤ موسم کے موافق تھا حضور
واقعی اس کے اثر سے دل بخوبی پک گیا

⊙

کدھر ہے رنگِ مخالفت اب زمانہ بالاتفاق بدلا
خود اپنے نور نظر کو دیکھو نگاہ بدلی مذاق بولا

⊙

تری ترچھی نظر سے ہم کو ڈر کیا
محبت کی تو پھر دل کیا جگر کیا

⊙

اک فلسفہ ہے تیغ کا اور اِک سکوت کا
باقی جو ہے وہ تار ہے بس عنکبوت کا

باہم شبِ وصال غلط فہمیاں ہوئیں
مجھ کو پری کا شبہ ہوا ان کو بھوت کا

⊙

ہنگامِ نزع ہوش جو غائب ہوئے تو کیا
اس وقت وہ غرور سے تائب ہوئے تو کیا

⊙

مناسب ہے یہی دل پر جو کچھ گزرے اسے سہنا
نہ کچھ قصہ نہ کچھ جھگڑا نہ کچھ سننا نہ کچھ کہنا
تماشا دیکھ اکبرؔ دیدۂ عبرت سے دنیا کا
اجل کی نیند جب آئے لحد میں جا کے سو رہنا

⊙

بت نہ کہتے ہوں جسے ہے یہ ہمارا بندا
ہے بھی ایسا کوئی اللہ کا پیارا بندا

⊙

انھیں غمزوں میں آساں ہے معانی کا ادا کرنا
مجھے لفظوں میں مشکل ہے بیانِ مدعا کرنا

⊙

عشوہ و ناز و ادا سے مسکرانا آگیا
چشمِ بددور آپ کو بجلی گرانا آگیا

⦿

سرا سر جلوۂ حسنِ متاعِ زلفِ لیلےٰ تھا
محلِّ رشک اس بازار میں مجنوں کا سودا تھا

⦿

سمجھے تھے لوگ جس کو ہمارا انھیں کا تھا
کچھ غل مچا تو یہ بھی اشارہ انھیں کا تھا
اب سانس بھی نہ لیں گے دبائیں گلا وہ کیوں
ہم کو تو زندگی میں سہارا انھیں کا تھا
اٹھنے دیا نہ کیوں مرے ذرّاتِ خاک کو
اے چرخ اوج پر تو ستارا انھیں کا تھا
آزادیوں کے شوق میں ابھرا تھا دل اگر
اس کی خطا نہ تھی وہ ابھارا انھیں کا تھا

⦿

خضر سمجھے ہو جسے غولِ بیابانی ہے
غلط امید کے جنگل میں تھکا مارے گا
جانستانی میں نہ چھوڑے گا دقیقہ باقی
دلستانی کے لیے لافِ وفا مارے گا

⊙

کفر ہے معنی میں تیرے لفظ ہے اسلام کا
نفس نے اک حیلہ پایا ہے خدا کے نام کا

⊙

کہتے ہیں مغلوب ہے اکبر خیالِ حور سے
کہہ دو یہ بہتر ہے جھوٹے بسکٹوں کی چور سے

⊙

راہ وحشت میں اگر قیس سے لغزش ہو جائے
حیف لیلیٰ پہ جو آمادہِ کاوش ہو جائے

⊙

وہ دست درازیوں سے کب ہیں تائب
ہے حافظِ دیں یہ شمعِ فکرِ صائب
رخصت ہو جو علم دیں تو پھر دین بھی جائے
گل ہو جو چراغ ابھی ہو پگڑی غائب

⊙

عفو کن یا رب اگر تقویٰ نہ ماند بر قرار
دل بہ پہلو ہست و کارم باشباب افتادہ است

⊙

چراغِ دیر بھی دل کش حرم کی شمع بھی دوست
اسی سے چشمِ بصیرت نے کہہ دیا ہمہ اوست

⊙

ہیں قوسِ دماغ میں مرے سہم بہت
سینے یہ خیال جس میں ہے وہم بہت
قومی مجلس میں اب سخن فہم ہیں کم
دربار میں گو کہ ہیں گزٹ فہم بہت

⊙

دیکھ کاریگریٔ حضرتِ سیّد اے شیخ
دیکھیے لوچ وہ مذہب میں کمانی کی طرح
بحرِ ہستی کا یہی دور چلا جاتا ہے
برف کی طرح جمے بہہ گئے پانی کی طرح

⊙

بھروسا ان پہ کر کے مجھ کو پچھتانا پڑا آخر
بڑا دعویٰ کیا تھا میں نے شرمانا پڑا آخر

⊙

ولولے اٹھتے ہیں دل میں دیکھ کر ان کا جمال
حوصلے ہوتے ہیں پست ان کی نظر کو دیکھ کر

⊙

مقابل کفر کے تھی وہ نمود اسلام کی اکبؔر
مگر اب انقلابِ دہر سے باقی کہاں کافر
نصاریٰ قبلۂ مقصود ہیں ہندو "برادر" ہیں
زمینِ شعر ہی میں رہ گئی زلفِ بتاں کافر

⊙

زن زمیں زر تو ہے فساد کا گھر لیکن اتنا کہوں گا اے اکبؔر
زنِ منکوحۂ و شریف و غریب کیا عجب ہے کرے جو امن نصیب
ہو جو بس آمدِ زرِ تنخواہ تو نہیں حاجبِ وکیل و گواہ
ہو جو تھوڑی سی باغ ہی کی زمیں تو کلکٹر کا ڈر زیادہ نہیں

⊙

شرابِ دولت سے مست ہیں وہ مئے قناعت سے ہم ہیں سرخوش
نہیں ہے کچھ باہمی تعلق وہ اپنے گھر خوش اہم اپنے گھر خوش

⊙

سخن شناس سے میں چاہتا ہوں دادِ سخن
خوشی کے واسطے کافی ہے مجھ کو واہ فقط
سوسائٹی نہیں ملتی کہ جس سے دل بہلے
جو کوئی مونس و ہمدم ہے اب تو آہ فقط

شرف ہے جبۂ بیرسٹری سے جن کو یہاں
مقدموں ہی کی وہ دیکھتے ہیں راہ فقط
بیاضِ شعر سے مطلب نہیں کلرکوں کو
رجسٹروں ہی کو کرتے ہیں وہ سیاہ فقط

⊙

رزقِ مایحتاج جب دے دے تجھے اللہ پاک
کر عبادت میں بسر اور سر کو رکھ بالائے خاک
پالسی مسلم کی دیکھی اور ہندو کی ترنگ
اس میں ہے اکثر رکاکت یہ ہے اکثر خوفناک

⊙

بیٹھا رہا میں صبح سے اس در پہ شام تک
افسوس ہے ہوا نہ میسّر سلام تک

⊙

دلوں پر مارتے جاتے ہیں چھاپہ شیکسپیئر
پڑھو گے حضرت سعدؔی کی بوستاں کب تک

⊙

تمہیں سے اٹھ گیا مردی کی شرم کا پردہ
تو پھر بقائے حجابِ رخِ زناں کب تک

اس انقلاب کا اب انقلاب ہے دشوار
رہو گے منتظرِ مہرِ آسماں کب تک

⊙

نہ نرے اونٹ ہو نہ ہو بلڈاگ
نہ تو مٹی ہی ہو نہ تم ہو آگ
چال ہے اعتدال کی اچھی
سازِ حکمت کا جوڑ ہے یہ راگ

⊙

جس نے دیکھا ہوگیا عاشق
واہ رے صورت واہ رے خالق

⊙

فیضِ کالج سے جوانی رہ گئی بالائے طاق
امتحاں پیشِ نظر اور عاشقی بالائے طاق
وہ چراغوں سے ہیں جلتے ایسے ہیں روشن ضمیر
کہتے ہیں رکھیے پرانی روشنی بالائے طاق

⊙

اپنی زباں میں شمع یہ کہتی ہے رازِ دل
روشن نفس نہیں نہ ہو جس میں گدازِ دل

⦿

کیوں کرنے لگے وہ مجھ گدا سے باتیں
زوروں پہ ہیں کرتے ہیں ہوا سے باتیں
میں سجدے میں کہہ رہا ہوں سبحان اللہ
بیلون میں وہ کریں خدا سے باتیں

⦿

یہی کافی ہے مجھ کو اہلِ ایماں باصفا سمجھیں
نہیں پروا منافق بد کہیں مرتد برا سمجھیں

⦿

رقیبوں نے بہت نظمیں پڑھیں اور دُرفشانی کی
میں اشک آنکھوں میں بھر لایا بلاغت اس کو کہتے ہیں

⦿

کوئی کہتا نہیں سیاح ہوں فطرت کا ماہر ہوں
یہیں تک فخر کی حد ہے میں ڈپٹی ہوں میں ناظر ہوں
میں اپنے نوکروں کو ڈھونڈتا پھرتا ہوں بنگلے میں
کوئی ہے، لاکھ کہیے کون کہتا ہے کہ حاضر ہوں

⦿

جو محو ہیں کبر و زینت کے عقبےٰ و خدا سے غافل ہیں
اربابِ بصیرت کے آگے حشرات الارض میں داخل ہیں

⊙

ممکن نہیں ہم ان کی کوئی بات ٹال دیں
دیں حکم اگر تو سینہ سے دل کو نکال دیں

⊙

طاعتِ حق پر وہ میلانِ دلِ قوم اب کہاں
وہ نمازِ صبح دم خیر من النوم اب کہاں

⊙

پتا میرا یہی ہے منزلِ ہستی میں اے اکبؔر
مریدِ حضرتِ دل ہوں مقیمِ خانۂ تن ہوں

⊙

بصارت نے کمی کی انحطاطِ عمر میں اکبؔر
بصیرت ہے تو آنکھیں مجھ سے اب آنکھیں چراتی ہیں

⊙

مرے سازِ سخن سے پست فطرت کو تنغص ہے
پیانو بے سرا سمجھا گیا بزمِ شغالاں میں

⊙

جو بات مناسب ہے وہ حاصل نہیں کرتے
جو اپنی گرہ میں ہے اسے کھو بھی رہے ہیں

بے علم بھی ہم لوگ ہیں غفلت بھی ہے طاری
افسوس کہ اندھے بھی ہیں اور سو بھی رہے ہیں

⊙

چہرۂ یورپ کا میں پروانہ ہوں
اس کی ہر اک بات کا دیوانہ ہوں
شب میں پیدائش ہوئی ہے پیشِ شمع
جلوۂ خورشید سے بیگانہ ہوں

⊙

جو حسرتِ دل ہے وہ نکلنے کی نہیں
جو بات ہے کام کی وہ چلنے کی نہیں
یہ بھی ہے بہت کہ دل سنبھالے رہیے
قومی حالت یہاں سنبھلنے کی نہیں

⊙

حواس و فہم میں الجھے ہوئے ہیں
برات و سہم میں الجھے ہوئے ہیں
خدا تک ہے رسائی سخت دشوار
سب اپنے وہم میں الجھے ہوئے ہیں

۱۸۷۵ء

دینی پہلو کو ارے بردار دیکھو
کانٹوں سے نہ ہو محترز گلِ تر دیکھو
نظمِ اکبر ہوئی ہے منقوشِ قلوب
آنکھیں ہوں اگر خدا کا دفتر دیکھو

⊙

قرآں سے نہ واقف ہیں نہ انجیل کے پیرو
باایں ہمہ ہے شوقِ ترقی میں تگ و دو

⊙

ادبار کے ہیں یہ دن اولوالعزم نہ ہو
ہونی ہے شکست مائلِ رزم نہ ہو
رونق محفل کی اب نہیں ہے تجھ سے
گوشے ہی میں بیٹھ عازمِ بزم نہ ہو

⊙

خدا رکھے سلامت اس نظر کو
کہ جس نے سیم چھوڑا نہ زر کو

⊙

مرشد نے کہا اٹھیے حضرت معنی نہ سہی صورت تو وہ ہو
گھر چھوڑ کے بسیے بنگلے میں طاقت نہ سہی زینت تو وہ ہو

اس نقش کی کردو خانہ پری تقدیر رہے گی پھر نہ بری
راس آئے گی تم کو بادہ خوری مجلس تو وہ ہو صحبت تو وہ ہو

⊙

تصدیق ادھر بشوق ادھر بالارادہ جھوٹھ
اس سے زیادہ مکر نہ اس سے زیادہ جھوٹھ
عارض نہ ان کا گل ہے نہ دل میرا آئنہ
رنگین جھوٹھ وہ ہے اگر یہ ہے سادہ جھوٹھ

⊙

ہوا ہوں میں منحنی نہایت دبا رہا ہے فلک کا غمزہ
عرب تصرف کرے تو شاید الف کی صورت میں آئے ہمزہ

⊙

ملکی ترقیوں میں دوالے نکالیے
پلٹن نہیں تو خیر رسالے نکالیے
کافی ہے بہرِ شغل کلیسائے فکرِ رزق
اب دل سے مسجد اور شوالے نکالیے

⊙

سراسر نورِ تقویٰ سایہ پر قربان کر آئے
یہ کیا اچھا کیا تم نے اگر زر کھو کے مس لائے

⊙

فرق کیا واعظ و عشق میں بتائیں تم سے
اس کی حجت میں کٹی اس کی محبت میں کٹی

⊙

یہی فتوائے نیچر ہے کہ ہم بھی ہو رہے ان کے
زر ان کا، زور ان کا، علم ان کا، سلطنت ان کی
ملائیں کس طرح سُر صدر پر نزلہ ہے مذہب کا
بہت اونچے سُروں میں بج رہی ہے اب تو گت ان کی
مگر قومی اطبا دور ہی کردیں گے یہ نزلہ
قوی اطفال کو کر دے گی آخر تربیت ان کی

⊙

تھا شوقِ ادائے مطلب اک حسن کے ساتھ
اکبر نے جو فکر کی تو وہ بات بنی
دیوانہ تھی قوم عشق میں پریوں کے
پکڑی گئی اور غلامِ جنّات بنی

⊙

جب تک ہم میں ہے قومی خصلت باقی
بے شک پردے کی ہے ضرورت باقی

چالیس برس کی بات ہے یہ شاید
بعد اس کے رہے گی پھر نہ حجت باقی

◉

زاہد کی طبع دیکھ کے اس بت کو پچ گئی
وہ کیا تمام ملک میں اک دھوم مچ گئی
اکبرؔ ہی تھا کہ دین میں دل کو چھپا لیا
وہ بھی کہاں بچا یہ کہو جان بچ گئی

◉

شیخ و سیّد سے تو خالی نہیں ذکرِ شاعر
ذات سے ان کی مخاطب نہیں فکرِ شاعر

◉

طبعِ مجنوں مری ہے عاشقِ ملّت اے دوست
کیوں روا رکھتا ہے ناحق مری ذلّت اے دوست

◉

راہِ وحشت میں اگر قیس سے لغزش ہو جائے
حیف لیلیٰ پہ جو آمادۂ کاوش ہو جائے

◉

رہ گئے کم عربی شعر سمجھنے والے
چل بسے گیسوئے لیلیٰ میں الجھنے والے

⊙

فتویٰ کفر دنیا واعظ کی بے حسی ہے
یہ عشق بت نہیں ہے اکبر کی پالسی ہے

⊙

یہ بزم ساقی عجب جگہ ہے کہ روح بیخود پڑی ہوئی ہے
حواس و منطق کی عقل گم ہے دلیل حیراں کھڑی ہوئی ہے

⊙

خبر دل کی مس دل خواہ جانے
خبر ایماں کی حبّ جاہ جانے
رہی اب عاقبت کی بحث اکبر
تو اس کا حال تو اللہ جانے

⊙

شوقِ شہرت بھی برا، زر کی بری چاہ بھی ہے
نفرت انگیز نظر میں ہوسِ جاہ بھی ہے
ہاں مگر حسنِ بتاں زہرہ جبیں آفتِ دیں
اس سے مجبور تو یہ بندۂ درگاہ بھی ہے

⊙

کمالِ شوق میں صرف اک نظارہ کافی ہے
کہ حسن خود ہی ہے عاقل اشارہ کافی ہے

⊙

حسنِ نورِ شمع ہر محفل میں ہر شب ہے وہی
موسمِ باراں میں لیکن کثرتِ پروانہ ہے

⊙

بہ چشمِ غور دیکھو بلبل و پروانہ کی حالت
وہ اسپیچیں دیا کرتی ہے اور وہ جان دیتا ہے
وہ پھنستی ہے قفس میں اور اس کا نام روشن ہے
ہوا پر خیمۂ معنی کو اکبر تان دیتا ہے

⊙

حالت پہلی سی اب کہاں میری ہے
حیرت انگیز داستاں میری ہے
سینہ میرا ہے دل نہیں ہے مرا
میری نہیں بات گو زباں میری ہے

⊙

واعظ کا دل بھی سوزِ محبت سے گرم ہے
چپ رہنے پر نہ جائیے یہ دنیا کی شرم ہے

⊙

اڑائی خود نمائی میں اگر دولت تو کیا اکبر
خدا کو مان کر جو دیں وہی اہلِ کرم اچھے

◉

فیض حضرت بہرِ نمط ہوتا ہے
دل کو مرے حظ یہیں فقط ہوتا ہے
ہر امرِ غلط کی ہوتی ہے یاں تصحیح
اور لطف یہ ہے کہ غم غلط ہوتا ہے

◉

میں نے اکبر سا بھی وہمی نہیں دیکھا کوئی
کہتا ہے ان کی کمر مجھ کو نظر آتی ہے

◉

مایوس کر رہا ہے نئی روشنی کا رنگ
اس کا نہ کچھ ادب ہے نہ کچھ اعتبار ہے
تقدیس ماسٹر کی نہ لیڈر کا فاتحہ
یعنی نہ نورِ دل ہے نہ شمعِ مزار ہے

◉

زندگی سے اب طبیعت سیر ہے
موت کیوں آتی نہیں کیا دیر ہے

◉

کون و مکاں ظہورِ جمالِ حضور ہے
غافل اسیرِ دامِ فریبِ شعور ہے

⊙

یا اسٹیشن کے صدقے چائے دودھ اور کھانڈ لے
یا ایجیٹیشن کے بدلے تو چلا جا مانڈلے
یا قناعت اور طاعت میں بسر کر زندگی
رزق کی کشتی کو کھے پتوار لے اور ڈانڈ لے

⊙

دنیا کی حرص وآز کا واعظ شہید ہے
گو پیر ہو گیا ہے مگر زن مرید ہے

⊙

جب تک رہے زندہ آرزو مند رہے
جب مر گئے ہم تو قبر میں بند رہے
اب حشر میں خلد و نار کا ہے جھگڑا
دیکھیں یہ امید و بیم تا چند رہے

⊙

حاصل ہو کچھ معاش یہ محنت کی بات ہے
لیکن سرورِ قلب یہ قسمت کی بات ہے
آپس کی واہ واہ لیاقت کی بات ہے
سرکار کی قبول یہ حکمت کی بات ہے

وہ مخبرِ رقیب ہے میں ہوں شہیدِ عشق
یہ اپنی اپنی ہمت و غیرت کی بات ہے
جاپان و روس سے نہیں کچھ واسطہ ہمیں
خرچے کی یاں تو بحث ہے تبت کی بات ہے
بی اے بھی پاس ہوں ملے بی بی بھی دل پسند
محنت کی ہے وہ بات یہ قسمت کی بات ہے
تہذیب مغربی میں ہیں بوسے تلک معاف
اس سے اگر بڑھو تو شرارت کی بات ہے

⊙

بچانا نشۂ طولِ امل سے دل کا مشکل ہے
سرورِ بادۂ امیدِ فردا آ ہی جاتا ہے

⊙

تان اس بت نے اڑائی ہمیں الا بھولے
ہم تو کیا شیخ بھی توحید کا کلمہ بھولے
صنمِ ہند کو ہم یاد رہیں اے اکبر
غم نہیں ہے جو عرب میں ہمیں سلما بھولے

⊙

جان آچکی ہے لب پر ہیں منتظر فنا کے
اب تک ہے واں تغافل قربان اس ادا کے

⊙

فغاں کرنے کا بھی یارا نہیں ہے
سوا افسوس کے چارہ نہیں ہے

⊙

ہم نشیں ظلمِ بتاں پر چپ نہ رہنا چاہیے
بات جب کچھ بن نہ آئے شعر کہنا چاہیے

⊙

بدل گئی ہے ہوا ایسی کچھ زمانے کی
دعائیں مانگتا ہوں ہوش میں نہ آنے کی

⊙

مجنوں کی پیاس کو بجھاتی
لیلیٰ کچھ باؤلی نہیں تھی

عمر ۲۲ سال

طے ہوئی بات نہ قیمت ابھی اس کی ٹھہری
دل مرا لے کے چلے آپ یہ اچھی ٹھہری

⊙

مشتاق تو ہستم کہ عزیزی و حبیبی
لیکن چہ تواں کرد کہ مہمان رقیبی

⊙

دستِ فلک سے ہند کی خلقت بہت پٹی
جو کچھ تھی اس کی عظمت و وقعت وہ سب مٹی
اس کی دوا قناعت و نیکی ہے بس فقط
ہاں مشغلے کے واسطے ہو یونیورسٹی

⊙

باقی نہیں رہی وہ دنیا سے گرم جوشی
اب میں ہوں اور عزلت اور عالمِ خموشی

⊙

اپنے ہی دل کے ہاتھ میں بک گیا ہوں اکبر
سر میں نہیں رہا وہ سودائے خود فروشی

حسبِ فرمائش عالی جناب خان بہادر شیخ احمد حسین صاحب
مذاق تعلق دار پریانواں ضلع پرتاب گڑھ

کچھ اپنا سوچا نہ کام آیا وہی ہوا جو خدا نے چاہا
عجب ہے تسلیم و صبر کی خو اگر نہ پیدا ہو دل میں اب بھی
خدا سے بیگانہ تھی طبیعت دلی ارادوں پہ تھا بھروسہ
عزیمتیں فسخ ہو گئیں جب عرفت ربّی عرفت ربّی

◉

تاثیر ہوائے باغ ہستی نہ گئی
صورت کی ادا نظر کی مستی نہ گئی
ہوتے ہی رہے جمالِ دلکش پیدا
طبعِ انسان سے بت پرستی نہ گئی

◉

نہ گئی دل سے مرے حسن پرستی نہ گئی
بجھ گیا خون مگر روح کی مستی نہ گئی

◉

شاخ میں پھل کا لگا رہنا ہے خامی کی دلیل
عقل پختہ ہو کے میرے سر سے زائل ہوگئی

◉

ہوئی جو عمران کی مجھ سے سینے کہ پندرہ میں ہے ایک باقی
عجب ہے نیچر کی اقتضا سے جو رکھے نیت کو نیک باقی

◉

موت کو دیکھا تو دنیا سے طبیعت پھر گئی
اُٹھ گیا دل دہر سے دولت نظر سے گر گئی

⊙

دنیا سے تعلق رکھنے میں ہرگز نہیں یہ تمہید بری
کیا خوب کہا ہے اکبؔر نے احسان اچھا امید بری

⊙

فلسفہ حریف کا دین کا ہے عدو بنا
اس طرف ہے قیدِ سخت اور ترا ہے بچپنا
صبح و شام صدق سے کر دعا کہ ربّنا
لا تزغ قلوبنا بعد از ھدیتنا

متعلق لڑکی

متضاد گئے جو دو طرف سے دوتار
کیا جانیے کس کو اس نے اچھا سمجھا
لیکن اس بات کا سمجھنا تو ہے سہل
سرکار نے کس کو ان میں سچا سمجھا

⊙

بدبو مرے گھر نہ اے شرابی پھیلا
ہے تیرا ذہن نجاستوں کا تھیلا
ہر لحظہ طلب شراب کی ہے تجھ کو
ہر دم ترے منہ سے ہے نکلتا ے لا

⊙

مصحف مسلم نے کھولنا چھوڑ دیا
بنیے نے ٹھیک تولنا چھوڑ دیا
حاکم نے کہا نہ بولو ان سے ہرگز
ہم نے بھی سب سے بولنا چھوڑ دیا

⊙

پیچ مذہب کا کسی صاحب نے ڈھیلا کردیا
سادہ طبعوں کو بھی بالآخر رنگیلا کردیا
شوق پیدا کر دیا بنگلے کا اور پتلون کا
وہ مثل ہے مفلسی میں آٹا گیلا کردیا
تھا بنارس پہلے ہی سے اے صنم رس میں بھرا
چشم مس اپنی نے اور اس کو رسیلا کردیا

⊙

مرے نزدیک یہ پنجاب کا بلوا بھی برا
ساتھ ہی اس کے علی گڑھ کا یہ حلوا بھی برا
آپ اظہارِ وفا کیجیے تمکین کے ساتھ
لپٹ جانا بھی برا ناز کا جلوا بھی برا

⊙

جب اپنے ہاتھ میں لی غیر نے عنانِ سمند
تو پھر سوار سے اکبر پیادہ پا اچھا

⊙

سر رشتۂ اتحاد ہم سے چھوٹا
آپس ہی کی خانہ جنگیوں نے لوٹا
قرآن کے اثر کو روک دینے کے لیے
ہم لوگوں پہ راویوں کا لشکر ٹوٹا

⊙

یہ قومی ترقی بھی ہے پریوں کا فسانہ
کانوں سے سنا سب مگر آنکھوں سے نہ دیکھا

⊙

اٹھانا پڑتا تھا دن رات بارِ الفتِ خوباں
جوانی کیا تھی نیچر نے مجھے بیگار پکڑا تھا

⊙

اب ان قصوں کا کیا حاصل اب ان باتوں کا کیا رونا
یہی مرضی خدا کی تھی یہی قسمت میں تھا ہونا
کہاں کی دولت و ثروت کہاں کی عزت و حشمت
میسر ہیں تجھے دو روٹیاں بس گھر کا لے کونا

◉

ہنگامۂ ترقیِ قومی کو دیکھ کر
ادراکِ حال کے لیے میں ہوگیا کھڑا
کوئی ہوا نہ مجھ سے مخاطب وہاں مگر
چپکے سے میرے کان میں اک غیر نے کہا

◉

اکثر وہی بزرگ ہیں جو ہیں پیے ہوئے
باہوش کم ہیں ان کے بھی منہ ہیں سیے ہوئے
ہرگز کوئی کہے گا نہ اس انجمن کا راز
کیوں اپنے آپ کو ہے پریشاں کیے ہوئے

◉

پہلے تھا قوم میں سب کچھ مگر اب کچھ نہ رہا
کسی شاعر نے ہے واللہ یہ کیا خوب کہا
شیخ کے پاس ہے اب صرف مصلّےٰ باقی
اور مرے پاس ہے اردوئے معلّیٰ باقی

◉

معنیِ قرآن کا لو کچھ مزا
پڑھو لن تصنی و کم الا اذیٰ

⊙

نہ حرفِ شکوہ بہتر ہے نہ اچھا اشک کا بہنا
ہمارے دن یہی ہیں رنج سہنا اور چپ رہنا
خدا کے واسطے اکبر کوئی ذکر اور ہی چھیڑو
سنی باتوں کا کیا سننا کہی باتوں کا کیا کہنا

⊙

کالج میں کسی نے کل یہ نغمہ گایا
قومی خصلت کا سر سے اٹھا سایا
کہتے تھے ولد کو لوگ سرٌّ لابیہ
سرِّ للماسٹر کا اب وقت آیا

⊙

بڑھا پاتا ہوں بنگالی کا درجہ ہر طرف صاحب
زمانے میں نیا یہ دور ہے ماہی مراتب کا

⊙

تیروں نے غم کے قلب کو کم بخت کردیا
سوزِ دروں نے سینہ کو دم پخت کردیا

⊙

طفلِ دل محوِ طلسمِ رنگِ کالج ہوگیا
ذہن کو تپ آگئی مذہب کو فالج ہوگیا

⊙

سعادت روح کی کس بات میں ہے آپ کیا جانیں
کہ کالج میں کوئی اس علم کا ماہر نہیں ہوتا

⊙

واہ اے سیّدِ پاکیزہ گہر کیا کہنا
یہ دماغ اور یہ حکیمانہ نظر کیا کہنا
قوم کے عشق میں یہ سوزِ جگر کیا کہنا
ایک ہی دھن میں ہوئی عمر بسر کیا کہنا

⊙

قوم کا اوج ہو منظور خدا خواہ نہ ہو
غیر ممکن ہے کہ دنیا میں تری واہ نہ ہو

⊙

قوم کی تاریخ سے جو بے خبر ہو جائے گا
رفتہ رفتہ آدمیّت کھو کے خر ہو جائے گا

⊙

بھائے جو نگاہ کو وہی رنگ اچھا
لائے جو راہ پر وہی ڈھنگ اچھا
قرآن و نماز سے اگر دل نہ ہو گرم
ہنگامۂ رقص و مطرب و چنگ اچھا

⦿

میرے منصوبے ترقی کے ہوئے سب پائماں
بیج مغرب نے جو بویا وہ اگا اور پھل گیا
بوٹ ڈاسن نے بنایا میں نے اک مضموں لکھا
ملک میں مضموں نہ پھیلا اور جوتا چل گیا

⦿

ساتھ ان کے مرا شیخ تو چل ہی نہیں سکتا
بندر کی طرح اونٹ اچھل ہی نہیں سکتا

⦿

پوچھا کہ شغل کیا ہے کہنے لگے گرو جی
بس رام رام جپنا چیلوں کا مال اپنا

⦿

کیا شور و فغاں نے میری اس کو مضمحل کتنا
بہت شوخی شرارت تھی مگر عورت کا دل کتنا

⦿

خواہشِ ایواں نہ شد واعظِ اسلام را
حاجتِ مشاطہ نیست روئے دلآرام را

◉

جو پاس بھی ہو بصد فضیلت تو نفس میں کچھ نہیں فضیلت
اگر ہو طالب کمال کے تم تو چھوڑ دو امتحان ایسا

◉

پیری سے کمر خم ہے وہ فرماتے ہیں تن جا
قابو میں نہیں ہاتھ تو کیا ہو سکے پنجا
وسعت ہے درِ علم میں ہے راہِ عمل بند
ہے صاف سڑک پاؤں پہ لیکن ہے شکنجا

◉

کیا کہوں اس کو میں بدبختیِ نیشن کے سوا
اس کو آتا نہیں اب کچھ امیٹیشن کے سوا

◉

اس قدر تھا کھٹملوں کا چار پائی میں ہجوم
وصل کا دل سے مرے ارمان رخصت ہو گیا
لات دنیا نے جو ماری بن گیا دیں دار وہ
تھی بری ٹھوکر مگر شیطان رخصت ہو گیا

◉

مری تقریر کا اس مس پہ کچھ قابو نہیں چلتا
جہاں بندوق چلتی ہے وہاں جادو نہیں چلتا

کمر باندھی بھی یاروں نے جو راہِ حبِّ قومی میں
وہ بولے تو نہیں چلتا وہ بولے تو نہیں چلتا
کہا پیرِ طریقت نے اکڑ کر اپنی ٹمٹم پر
یہی منزل ہے جس میں شیخ کا ٹٹو نہیں چلتا
لطیف الطبع ساتھی چاہیے فیاض طینت کا
چمن سے بے ہوا کے کاروانِ بُو نہیں چلتا

⊙

درس تھا یکساں مگر وہ تو مسیحی ہی رہے
تجھ پہ مذہب کے عوض شیطاں کا قابو ہو گیا
ایک ہی بوتل سے پی ہوٹل میں دونوں نے شراب
لطفِ مستی ان کو آیا اور تو اُلّو ہو گیا

⊙

ہر قدم ان کا شہیدِ لغزشِ مستانہ تھا
سر میں تھا سیّد کے قرآں زیرِ پا مے خانہ تھا

⊙

تجھے انگلش سے جب موقع نہیں ہے گرم جوشی کا
تو پھر کیا لطف ہے اے ہم نفس اس بادہ نوشی کا
تکلف سے جواب اس نے دیا سن کر کہ اے اکبر
ادا کرتا ہوں میں یہ حق فقط پتلون پوشی کا

◉

چھوڑ کر رنج اپنے مٹنے کا
منتظر ہوں اب ان کے پٹنے کا

◉

سرسیّد کو فلک نے تننے نہ دیا
تہذیب کو پھر دوبارہ جننے نہ دیا
ملّت کی شکست میں مدد دی کامل
بننے لگی قوم جب تو بننے نہ دیا

◉

گھر میں ہمیں چرخ نے ٹہلنے نہ دیا
باہر کی طرف چلے تو چلنے نہ دیا
کالج نے بٹھا دیا جو مانندِ شجر
کچھ پھول چلے تھے اس نے پھلنے نہ دیا

◉

کچھ بھی نہیں چاہتے وہ چندے کے سوا
اس باغ میں کیا دھرا ہے پھندے کے سوا
گلچیں ہے ہر اک نہیں ہے بلبل کوئی
اس نکتے کو کون سمجھے بندے کے سوا

⦿

اپچ ہے یہ رئیسوں کی ترانہ ہے نہ عملے کا
نہ یہ پودا ہے گلشن کا نہ یہ بوٹا ہے گملے کا
ہمارے حضرتِ شیخِ مہذب کی ذہانت ہے
خدااس میں چمک دے یہ بھی اک طرّہ ہے شملے کا

⦿

دل چھوڑ کر زبان کے پہلو پہ آپڑے
ہم لوگ شاعری سے بہت دور جا پڑے

⦿

معنی کے ساتھ ہو تو مزہ ہے زبان کا
انجم نہ ہوں تو لطف نہیں آسمان کا

⦿

ہے صاف عیاں حرم سرا کا مطلب
بیگانوں کے واسطے ہے اک حدِّ ادب
ممکن ہو اگر تو اس کو قائم رکھو
عزت کے نشاں اور تو مٹ گئے سب

⦿

پنڈت نے خوب بات کہی جوشِ طبع میں
ناحق گزشتہ عہد پہ یوں طعنہ زن ہیں آپ

پتھر کے بدلے اب تو دھرم ٹوٹنے لگا
محمود بت شکن تھا برہمن شکن ہیں آپ

⊙

محتاجِ درِ وکیل و مختار ہیں آپ
سارے عملوں کے ناز بردار ہیں آپ
آوارہ و منتشر ہیں مانندِ غبار
معلوم ہوا مجھے زمیندار ہیں آپ

⊙

جاتی رہی وعظ مذہبی کی قوت
ہر سر میں سمائی خود سری کی قوت
اطفال کو ناز ہے مگر قومی آنکھ
روتی ہے کہ ہے یہ خودکشی کی قوت

⊙

حاضر ہوا میں خدمت سیّد میں ایک رات
افسوس ہے کہ ہو نہ سکی کچھ زیادہ بات
بولے کہ تجھ کو دین کی اصلاح فرض ہے
میں چل دیا یہ کہہ کے کہ آداب عرض ہے

◉

مہمان آئے تو اس کو گھیرو نہ بہت
اس کی راہوں سے اس کو پھیرو نہ بہت
مجلس ہوئی ختم اب میں گھر جاتا ہوں
بھائی مجھے میرا حصہ دے رو نہ بہت

◉

عینک آنکھوں پہ منہ میں مصنوعی دانت
نیچر نے سکھا کے کردیا جسم کو تانت
اب تک ہے مگر وہی ہوس حضرت کی
ہے طولِ امل ہنوز شیطان کی آنت

◉

عزیزوں کی اعانت گم، بزرگوں کا ادب رخصت
جو دل بدلا تو سب بدلا خدا رخصت تو سب رخصت

◉

ڈیلی گیٹوں نے جو شملے میں بہم کی ہے صلاح
بعد عمدہ کھانے کے ایسی ڈکاریں ہیں مباح

◉

سنٹرل بھی ہو کمیٹی اور پراونشل بھی ہو
حامیِ پبلک بھی ہو رخ جانبِ کونسل بھی ہو

◉

بابوؤں کی طرح لیکن غل سے کچھ مطلب نہ ہو
کر دیں بس توضیح جز و کل سے کچھ مطلب نہ ہو

◉

ولولے ایسے نہیں محتاج کچھ تصریح کے
کیوں نہ ہو دانے تو ہیں ٹوٹی ہوئی تسبیح کے

◉

گندھ کے اب قومی گلے کا ہار ہو جائیں گے یہ
پالسی کے طرۂ دستار ہو جائیں گے یہ

◉

بحثِ ملکی میں تو پڑنا ہے نری دیوانگی
پالسی ان کی رہے قائم ہماری دل لگی

◉

ہم یہ کہتے ہیں کرو جو استخارہ راہ دے
تم فقط پتلے بنا سکتے ہو جان اللہ دے

◉

طفلِ مکتب کہ سخن ہاز زباں میگوید
شکوہ کم کن کی چنیں گفت و چناں میگوید

طبعِ اوفونوگراف است و سرودش سبقش
آں چہ بستند بر و نقش ہماں میگوید

⊙

یہ بات غلط کہ ملک اسلام ہے ہند
یہ جھوٹ کہ ملک لچھمن ورام ہے ہند
ہم سب ہیں مطیع و خیر خواہِ انگلش
یورپ کے لیے بس ایک گودام ہے ہند

⊙

گفتم ایران را سر جنگ نہ ماند
آں مردی و آں رنگ نہ ماند
آغا خندید و گفت رنجے دگر است
کامروز برائے ساغرم بنگ نہ ماند

⊙

شکرِ چشم و گوش کرتا ہوں مگر یا رب یہ کیا
آنکھ بھینگے کے حوالے، کان مچھر کے سپرد

⊙

افسوس ہے بدگماں کی آزادی پر
خالق کبھی خوش نہ ہوگا بربادی پر

طاعون سے کیوں ہے اتنی وحشت اکبؔر
یہ تو اک ٹیکس ہے اس آبادی پر

⊙

پنڈت بیٹھا ہے اپنی پوتھی لے کر
بنیا بیٹھا ہے موٹھ موتھی لے کر
سودا اس کو ہے جو سدھارا لندن
وہ دولت و جنس گھر میں جوتھی لے کر

⊙

یہ وقت شکستِ قوم کا ہے بخدا
کرتا ہوں میں تجھ کو اس کی تنبیہہ اکبؔر
ایسی مسجد ہو جس پہ اطلاقِ ضرآر
قرآن کو مان لا تقم فیہ اکبؔر

⊙

کرو نہ تعمیر گھر کی اکبر حدود میونسپل کے اندر
یہ اہلکاران بددیانت بنیں گے پھوڑا ابغل کے اندر

⊙

ہوئے اس قدر مہذّب کبھی گھر کا منہ نہ دیکھا
کٹی عمر ہوٹلوں میں مرے اسپتال جا کر

میں رعیّت ہوں وہ شاہانہ دلیری ہے کہاں
مجھ کو کیوں رشک آئے وضعِ ملتِ انگریز پر
کانٹے بچھ جاتے ہیں ان لوگوں کی راہِ رزق میں
خوف آتا ہے چھری چلتی ہے ان کی میز پر

مُعمّا

ممکن نہیں عبور مرا ان کے راز پر
بالفصل ہے مقامِ عدالت جہاز پر

⊙

کیا اس کی خوشی کہ تم کو ہے عقلِ کثیر
ہم کو تو اسی سے کر دیا تم نے فقیر
ہرگز یہ نہیں ہے حسنِ قانونِ خدا
کہتے ہیں حضور اس کو حسنِ تدبیر

⊙

تہذیب نو کے رنگ پہ بلبل بنے ہیں سب
واللہ کیا بہار ہے اس سبز باغ پر

⊙

شیخ ملتے ہی رہیں گے تجھ سے بہرِ اخذِ زر
دین خود تجھ کو نہ چھوڑے گا جو تو دنیا نہ چھوڑ

⦿

جس طرح ہے تجھے الم جسم کی تمیز
دیکھے گا دردِ جاں کو بھی اک دن تو اے عزیز

⦿

ہرگز نہیں ہم کو سلطنت کا افسوس
ہے ابتری معاشرت کا افسوس
انگریزوں پہ ہے بہت کم الزام اس کا
ہے اپنے ہی میلِ معصیت کا افسوس

⦿

سیاہ کرنا دلوں کا اسے ہے کیا مشکل
تمہارا علم لگاتا ہے آفتاب میں داغ

⦿

یار نے پوچھا کدھر جاتا ہے تو
عرض کی میں نے ہلاکت کی طرف
پوچھا اس جانب لئے جاتا ہے کون
میں نے دیکھا اس کی صورت کی طرف

⦿

بن گئی ہے خضرِ راہِ دوستاں قیدِ حریف
ہے نمازِ گربۂ زاہد سے خوش کبکِ نحیف

ہم کو یہ سجدہ ملایا چاہتا ہے خاک میں
کون سمجھے شاعروں کے یہ اشاراتِ لطیف

◉

ہم کو نہیں ان کے عیش و راحت پر رشک
بے غیرت وکودن اس پہ برساتے ہیں اشک
کافی ہے ہمیں عبادتِ حق کے لیے
ایک اونٹنی، ایک پال نئی، اک مشک

◉

کونسل میں شریک ہوگا کل ملک
اب تھینکس کا باندھ دے گا پل ملک
یارب کل سلطنت ہے تیری
تو تی الملک اور تنزع الملک
اونچا سنتی ہے کیا گورنمنٹ
کیوں کرتا ہے اتنا شور و غل ملک
گائیں نا حق بھڑک رہی ہیں
ویراں نہ کریں گے جان بل ملک
ہوتی ہے روش جو سلطنت کی
جاتا ہے اسے طرف کو ڈھل ملک

⊙

زندہ جس سے ہے بزمِ قومی
وہ کون ہے صرف محسن الملک
غنچے کی طرح سمٹ کے ابھرو
اس وقت کھلے گا مثل گل ملک

⊙

اکبر اس اندیشہ میں رہتا ہے غرق
کافر و نیٹو میں ہے تھوڑا ہی فرق
کافری کا ہے علاج ایمان سے
نیٹویت تو ہے لپٹی جان سے

⊙

بنامِ خیالاتِ پاٹ آفریں
زبانوں پہ بسکٹ کی چاٹ آفریں

⊙

اس قوم کو یک دلی کی رغبت ہی نہیں
جو ایک کرے ادھر طبیعت ہی نہیں
اکبر کہتا ہے میل رکھو باہم
وہ کہتے ہیں میل کی ضرورت ہی نہیں

⊙

کیسا اسلام ان میں غیرت ہی نہیں
ایمان کہاں کہ جب بصیرت ہی نہیں
طرز تعلیم پر ہے لیکن الزام
وہ علم نہیں تو وہ طبیعت ہی نہیں

⊙

واں شوکت وزینت کے جو اسباب بہت ہیں
معنی کے یہاں گوہرِ نایاب بہت ہیں
صاحب کی سی محفل تو میسر نہیں لیکن
صد شکر کہ اکبر کے بھی احباب بہت ہیں

⊙

ترقی پاتے ہیں لڑکے ہمارے نورِ دیں کھوکر
یہ کیا اندھیر ہے بجھ لیتے ہیں یہ تب چمکتے ہیں

⊙

دنیا میں ضرورت زور کی ہے اور آپ میں مطلق زور نہیں
یہ صورتِ حال رہی قائم تو امن کی جا جز گور نہیں
تاریخ ہم اپنی جانتے ہیں اور آپ کو بھی پہچانتے ہیں
کب آپ کی باتیں مانتے ہیں کچھ فہم تو ہے گو زور نہیں

اے بھائیوں بابو صاحب سے کھنچنے کا نہیں ہے کوئی محل
گونسلِ علاء الدین میں ہو مسکن تو تمہارا غور نہیں

⊙

مشتاق تھا ہوں در پہ حاضر ہوں میں
منظور نہیں کہ بارِ خاطر ہوں میں
حضرت کو جو فرصتِ ملاقات نہ ہو
بوسے پر آستاں کے شاکر ہوں میں

⊙

ہوائے طوبیٰ ہے اب نہ سر میں نہ موجِ کوثر ہے اب نظر میں
ہوس اگر ہے تو بس یہی ہے کہ ہم بھی چھپ جائیں پانیر میں

⊙

دلچسپ ہوائیں سوئے گلشن پہنچیں
زلفیں شملے سے تابہ دامن پہنچیں
دُرگا بائی سے راجہ جی جب روٹھے
صدقے ہونے کو بی نصیبن پہنچیں

⊙

جھنجھلا کے بولے ان سے جو لپٹا اندھیر میں
اندھیر اس طرح کا تو دیکھا کہیں نہیں

آغازِ تحریکِ سودیشی میں یہ نظم کہی گئی تھی مصنف شور و شر سے متفق نہیں

داخل مری دانست میں یہ کام ہے پن میں
پہنچائے گا قوت شجر ملک کی بن میں
تحریکِ سودیشی پہ مجھے وجد ہے اکبر
کیا خوب یہ نغمہ ہے چھڑا دیس کی دھن میں

⊙

عنایت مجھ پہ فرماتے ہیں شیخ و برہمن دونوں
موافق اپنے اپنے پاتے ہیں میرا چلن دونوں
ترانے میرے ہم آہنگ دیر و کعبہ ہیں یکساں
زباں پر میری موزوں ہوتی ہے حمد اور بھجن دونوں
مجھے الفت ہے سنّی سے بھی شیعہ سے بھی یاری ہے
اکھاڑے میں دکھا سکتے ہیں دل کش بانکپن دونوں
مجھے ہوٹل بھی خوش آتا ہے اور ٹھاکر دوارا بھی
تبرّک ہے مرے نزدیک پرشاد اور مٹن دونوں

⊙

ایک سیّد کیا کریں یا بیٹھ کر دس کیا کریں
حضرت حالیؔ کے اشعارِ مسدّس کیا کریں

سچ تو یہ ہے مہربانی آپ کی درکار ہے
ہم غریب وناتواں وزار وبے کس کیا کریں

⊙

روشنی سر میں گدازِ غم دلِ مایوس میں
شمع ساں ہم جل رہے ہیں مغربی فانوس میں
روکتا ہوں زورِ دریا سے تو فرماتے ہیں وہ
آج کل برکت بڑی ہے خرقۂ سالوس میں

⊙

گولیوں کے زور سے کرتے ہیں وہ دنیا کو ہضم
اس سے بہتر اس غذا کے واسطے چورن نہیں

⊙

ہم نیک خصال ہیں یہ تسلیم نہیں
دنیا میں اس روش کی تکریم نہیں
لیکن یہ ہیں طریق و عاداتِ عجم
واللہ کہ یہ عرب کی تعلیم نہیں

⊙

چو مسٹر نہ باشد ترا میہماں
چہ بر میز خوردن چہ بر روئے خواں

⦿

مہدیؔ نے گھر کیا ہے دلِ شیخ ورند میں
سیّد کا جانشین ہے وہ آج ہند میں

⦿

یہ بولے رو کے پیرو اور گیا دین
دھرم دنیا سے اٹھا اور گیا دین

⦿

نوکر سکھاتے ہیں میاں اپنی زباں
مطلب یہ ہے کہ سمجھے ان کے فرماں
مقصود نہیں میاں کی سی عقل و تمیز
اس نکتہ کو کیا وہ سمجھیں جو ہیں ناداں

⦿

نیچریت چیست ازدیں گم شدن
نے قمیص و کوٹ و پتلون و بٹن

⦿

بھوک سے زاید ہو جس کے پاس کھانا اس کے پاس
اتنی دولت ہے کہ رکھنے کی جگہ ملتی نہیں

⊙

ناصح نے کہا کہ جلد مذہب چھوڑو
ورنہ سائنس پیس ڈالے گا تمہیں
مذہب نے کہا کہ مجھ کو چھوڑو گے تو وہ
کیا گود میں اک طرف بٹھا لے گا تمہیں

⊙

پورا سائنس تم کو آنے کا نہیں
کچھ آیا تو پیشوا بنانے کا نہیں
وہ کمپنیاں نہ ہیں نہ کوئلے کی وہ کاں
بے ختم ہوئے یہ دور جانے کا نہیں

⊙

سوجھا نہیں خود غرض کو آئین صواب
جتنا چھوڑو گے ہم کو تم ہو گے خراب
واللہ یہی نتیجہ ہوگا پیدا
دنیا میں حقارت اور عقبیٰ میں عذاب

⊙

اب قوم میں زندگی کے آثار نہیں
جو اہلِ نظر ہیں اس سے شرمندہ ہیں

حکام کی ہے یہ صرف عیسیٰ نفسی
اعضاء کالج کے کچھ اگر زندہ ہیں

⊙

حدیں قوموں کی قسمت کی کیا کرتا ہے یہ قائم
زمانہ دیکھ کر چلیے طریقِ زندگانی میں
محبت کس طرح اس قوم میں باہم رہے قائم
زبانیں صرفِ غیبت دل ہیں ڈوبے بدگمانی میں

⊙

میں نے کہا کہ اپنا سمجھے مجھے غلام
بولا وہ بت یہ ہنس کے فرنگی نہیں ہوں میں

⊙

ہندو و مسلم ایک ہیں دونوں
یعنی یہ دونوں ایشیائی ہیں
ہم وطن، ہم زبان و ہم قسمت
کیوں نہ کہدوں کہ بھائی بھائی ہیں

⊙

پڑھتے نہیں نماز یہ خود رائے کیا کروں
قومہ نہیں تو قوم نہیں ہائے کیا کروں

⊙

باپ سے مانگو نہ عشرت نہ چچا سے مانگو
سعیِ بازو پہ کرو تکیہ خدا سے مانگو
حسنِ تدبیر بڑی چیز ہے اس دنیا میں
مدد اس کام میں تم عقلِ رسا سے مانگو

⊙

دل سے دھرم اٹھا ہے تو اب ذات بھی توڑو
ویراں ہوئی کھیتی تو عمارات بھی توڑو
برباد کرو خوب منوجی کے چمن کو
باقی نہ رہے پھول تو اب پات بھی توڑو

⊙

یا کس کے کمر پے خوشامد باندھو
یا حجرے میں گھس کے بیٹھو تہمد باندھو
کیا فائدہ بے قرینگی سے اے شیخ
بہتر ہے یہی کہ اپنی اک حد باندھو

⊙

پانیر کے صفحۂ اوّل میں جس کا ذکر ہو
میں ولی سمجھوں جو اس کو عاقبت کی فکر ہو

شملہ بمقدارِ علم

افسوس ہے کہ مر گئے بک اب نہیں کوئی
اس درجہ جس میں علم ہو اس درجہ حلم ہو
شملے پہ جان دی تو تعجب ہے اس میں کیا
لازم تھی وہ جگہ جو بمقدار علم ہو

⊙

زندگی اور قیامت میں ریلیشن سمجھو
اس کو کالج اور اسے کا نووکیشن سمجھو
ہو جنھیں مقدرتِ وضع و نفاذِ قانون
بس انھیں کو صفِ اقوام میں نیشن سمجھو
آہ و فریاد سے قابو میں نہ آئے گا وہ یار
تپشِ قلب کو بنگال کی ایجی ٹیشن سمجھو

⊙

دیں دار بنو درست دیں ہو کہ نہ ہو
قدر اس کی زمانے میں کہیں ہو کہ نہ ہو
مذہب پہ جمے رہو یہ ہے شیخ کا قول
کہہ دو کہ یقیں ہے یقیں ہو کہ نہ ہو

⦿

افسوس ان پر فلک نے پایا قابو
مطلق نہیں ان میں رنگ ڈھونڈو یا بو
شیخی کو چھوڑ میرزا پہلے بنے
بنتے جاتے ہیں اب یہ مسلم بابو

⦿

لطفِ سخن تو ہے یہی ٹرس بھی ہو وٹی بھی ہو
ذہن کا وصف ہے یہی اور ٹیچیلیٹی بھی ہو

⦿

مرشد نئی روشنی کا ہے قابلِ قدر
تزئین بھی خوشنما ہے تنویر کے ساتھ
طالب جمعے کا لیکن اس سے رہے دور
اتوار لگا ہوا ہے اس پیر کے ساتھ

⦿

عقلِ سیّد بود از انوارِ حکمت بافتہ
زور بازویش عدو را پنجہا بر تافتہ
مشکلے درپیش ہست اورا اگر گویم بنی
زابنیا ہرگز کسے نگذشت پنشن یافتہ

◉

پردہ اٹھ جانے سے اخلاقی ترقی قوم کی
جو سمجھتے ہیں یقیناً عقل سے فارغ ہیں وہ
سن چکا ہوں میں کہ کچھ بوڑھے بھی ہیں اس میں شریک
یہ اگر سچ ہے تو بے شک پیرِ نابالغ ہیں وہ

◉

اکبر کو ہے الفتِ بتانِ گمراہ
کرتا ہے انھیں کے وصف میں نامہ سیاہ
احباب سنیں جو اس سے ایسے اشعار
تردید کریں کہیں کہ سبحان اللہ

◉

لے لے کے قلم کے لوگ بھالے نکلے
ہر سمت سے بیسیوں رسالے نکلے
افسوس کہ مفلسی نے چھاپا مارا
آخر احباب کے دوالے نکلے

◉

سچ ہے کہ انھوں نے ملک لے رکھا ہے
ہم لوگوں سے کمپ کو پرے رکھا ہے

لیکن ہے ادائے شکر ہم پر لازم
کھانے بھر کو ہمیں بھی دے رکھا ہے

⦿

پوچھتے کیا ہو مسلمانوں کا حال
منتشر اجزا سب ان کے ہوگئے
معتصم کب ہیں یہ حبل اللہ سے
دیکھ لو جھاڑو سے تنکے ہوگئے

⦿

غضب ہے وہ ضدّی بڑے ہو گئے
میں لیٹا تو اٹھ کر کھڑے ہو گئے
نہیں ان کو کچھ شرمِ لاحول قوم
یہ ملحد تو چکنے گھڑے ہو گئے

⦿

ہر ایک کو ایک دن اجل آنی ہے
دنیا گزراں ہے یہ ہے فانی ہے
لیکن مرنا جو عالم وجد میں ہو
گویا کہ شعاعِ نورِ یزدانی ہے

⊙

تم کتنے ہی محوِ کج ادائی رہتے
تم پر دل و جاں سے ہم فدائی رہتے
صد شکر تم آئے بڑھ گئی لذّتِ طبع
لیکن جو نہ ملتے تب بھی بھائی رہتے

⊙

مسلمانوں نے کالج کی بری کیا راہ پکڑی ہے
وہی تو اک ٹھکانہ ہے وہی اندھے کی لکڑی ہے

⊙

نہ گئی دل سے مرے حسن پرستی نہ گئی
بجھ گیا خون مگر روح کی مستی نہ گئی

⊙

مجھ کو کچھ حیرت نہ ہوگی تم کو ہو جائے گا فخر
کہہ دو اک بدمست گورے کو کہ بندہ زادہ ہے
مغربی تہذیب میں کس کو میں سمجھوں مستند
اس تماشا گاہ میں جو ہے وہ صاحبزادہ ہے

⊙

اسیرِ دامِ زلفِ پالسی مدت سے بندہ ہے
فصاحت نذرِ لکچر ہے ریاست نذرِ چندہ ہے

⊙

ان کی سب باتوں کو اکبر سیکھ لے
خود وہ فرمائیں گے پھر آ بھیک لے

⊙

جو لوگ طرفدار علی گڑھ کے رہیں گے
اس دور میں بیشک وہی بڑھ چڑھ کے رہیں گے
مفلس رہیں، گمنام رہیں، خیر جو کچھ ہو
کالج کے یہ سب علم تو ہم پڑھ کے رہیں گے

⊙

داد قرآن کی نہ دو بھائی عمل اس پہ کرو
پیشِ درگاہِ خدا واہ کی حاجت کیا ہے

⊙

ظاہر میں اگرچہ رازِ سربستہ ہے
مضمون لطیف و خوب برجستہ ہے
پودا نہیں پھول کا علی گڑھ کالج
گلدان میں مسلموں کا گلدستہ ہے

⊙

سرحد پہ باغیوں کو سکھ ماریں گے
گردنِ اردو کی رام رِکھ ماریں گے

قائم رہے البشیر کا یہ پرچہ
ہم بھی مضمون کوئی لکھ ماریں گے

⊙

کونسل سے ہر طرح کا قانون آرہا ہے
مطبع سے ہر طرح کا مضمون آرہا ہے
لیکن پڑھوں میں کیونکر آنکھوں کی ہے یہ حالت
اشک آرہے تھے پہلے اب خون آرہا ہے

⊙

باغوں میں تو بہار درختوں کی دیکھ لی
کالج میں آکے کانووکیشن کو دیکھیے
لیموے کاغذی تو بہت دیکھے آپ نے
اب کاغذی ترقیِ نیشن کو دیکھیے

⊙

اپنے بھائی کے مقابل کبر سے تن جایئے
غیر کا جب سامنا ہو بس قلی بن جایئے
فلسفہ الحاد کا کر لیجئے فوراً قبول
دین کی ہو بات تو ابطال پر ٹھَن جایئے
چندے کی مجلس میں پڑھیے رو کے قرآنِ مجید
مذہبی محفل میں لیکن مثلِ دشمن جایئے

شیخ صاحب ہے یہی قومی ترقی کی شناخت
روٹھنے سے کچھ نہیں ہے فائدہ من جائیے

◉

پڑا ہے قحط بشر مر رہے ہیں فاقوں سے
خوشی ہو کیا مجھے شبرات میں پڑاقوں سے
بجھی ہوئی ہے طبیعت یہ روشنی ہے فضول
اتار لیجیے صاحب چراغ طاقوں سے

◉

دنیا ہی اب درست ہے قائم نہ دین ہے
زر کی طلب میں شیخ بھی کوڑی کا تین ہے

◉

اک دن وہ تھا کہ دب گئے تھے لوگ دین سے
اک دن یہ ہے کہ دین دبا ہے مشین ہے

◉

گزرے مری نگاہ سے یاروں کے جمگھٹے
مطلب یہ تھا سرور بڑھے اور غم گھٹے
کھانے بھی خوب کھائے اڑیں گل چھرے بھی خوب
لیکن ہوا یہی کہ بڑھے آپ ہم گھٹے

ہم تو اسی کو بات سمجھتے ہیں کام کی
عشقِ صمد زیادہ ہو عشقِ صنم گھٹے

⦿

جس سے جو بنے پڑے وہی کام کرے
صاحب بنے کھائے کھیلے آرام کرے
لیکن رہے قومی بھائیوں کا ہمدرد
ہر حال میں ادعائے اسلام کرے

⦿

چرچے ہیں نہ مذہب کے نہ وہ قصۂ دل ہے
پرچے ہیں اب اخبار کے آرٹیکل ہے
اس عہد میں مائل سوئے الحاد جو دل ہے
اس کی تو گورنمنٹ ہی رسپانسبل ہے

⦿

تل کھیت میں مل جائے تو گودام میں لے جائیں
کیا فائدہ عارض پہ کسی بت کے جو تل ہے
تنخواہ کے بل سے ہمیں ہوتی ہے مسرت
اور شیخ یہ کہتا ہے کہ یہ سانپ کا بل ہے
غزالیؔ و رومیؔ کی بھلا کون سنے گا
محفل میں چھڑا نغمۂ اسپنسر و مل ہے

⊙

سابق کے طریقوں پہ عمل کر نہیں سکتے
کل آج نہ تھا، آج کو کل کر نہیں سکتے
الزام کہیں مشقِ قواعد کا نہ لگ جائے
صوفی بھی بہت کود اچھل کر نہیں سکتے

تائید کانفرنس

جمعیتِ عاقلانِ قوم اچھی ہے
گلہائے سخن کے باغ کھل جائیں گے
کہتا ہے یہ معترض کہ ملنا کیا ہے
کچھ اور نہیں تو دل ہی مل جائیں گے

⊙

چالیس سال سے ہے نئی روشنی کا دور
کیونکر اسے کہوں کہ سراسر فضول ہے
البتہ ایک عرض کروں گا دبی زباں
گو خوشنما بہت ہے مگر بے اصول ہے

⊙

دنیا کی ہوا راس جو آئی بھڑک اٹھے
انگارے ہوئے جاتے ہیں اب کول کے کالے

کمزور کی ہانڈی جو زبردست نے دیکھی
دل نے کہا بے پوچھے ہوئے کھول کے کھالے

⊙

تسبیح مری تو ہے عطا کردۂ مرشد
ان برہمنوں کے پاس تو ہیں مول کے مالے

⊙

ترکیب تو دیکھو یہ زمانے کے چلن کی
افسوس کہ اس سے کوئی واقف بھی نہیں ہے
گرجا میں تو کرنیل و کمشنر بھی ہیں موجود
مسجد میں کوئی ڈپٹی و منصف بھی نہیں ہے

⊙

بزمِ اکبر دانش آموز و نشاط انگیز ہے
ہر سخن اس کا لطیف و خوب و معنی خیز ہے
بالارادہ اس سے جو کرتا ہے اعراض و گریز
ناتواں ہیں وہ ہے یا کودن ہے یا انگریز ہے

⊙

سخن سازی کی چالوں میں تو خامہ ان کا شاطر ہے
مگر جو حالتِ اصلی ہے وہ پبلک پہ ظاہر ہے

⊙

اس زمانے میں جو دل دہر سے پھر جاتا ہے
آدمی پایۂ تہذیب سے گر جاتا ہے

⊙

میں کچھ واقف نہیں آرام دہ اب کون بندر ہے
کہ پل موہوم امیدوں کا لفظوں کا سمندر ہے

⊙

معاملہ تھا عرب کا خدائے واحد سے
عجم نے واسطہ رکھا شراب و شاہد سے
ادھر تھی حمدِ خدا ہی سے آشتی دل کی
ادھر تھی بحث نزاعِ حمید و حامد سے

⊙

ہے نئی روشنی اک لوکل و ذاتی ترکیب
لفظ ہی لفظ ہیں جتنے ہیں زوائد اس کے
لمپ بجلی کا ہے یہ مہرِ جہاں تاب نہیں
جب اندھیرا ہو تو ظاہر ہوں فوائد اس کے

⊙

بے علم اگر عقل کو آزاد کریں گے
دنیا تو گئی دین بھی برباد کریں گے

جب خود نہیں رہنے کے کسی اصل پہ قائم
کیا خاک وہ قائم کوئی بنیاد کریں گے
بارک کوئی کردے گی عطا ان کو گورنمنٹ
یا کالونی اپنی کوئی آباد کریں گے

⦿

صوتِ ہزار طائرِ بدلحن نے سنی
کہنے لگا کہ بھاڑ میں بلبل کی چونچ جائے
اس نے کہا مقابلہ کا کب تھا یاں خیال
یہ تو وہی مثل ہے کہ کانا ہو کونچ جائے

⦿

مسجد کا ہے خیال نہ پروائے چرچ ہے
جو کچھ ہے اب تو کالج و ٹیچر میں خرچ ہے

⦿

عزت کا ہے نہ اوج نہ نیکی کی موج ہے
حملہ ہے اپنی قوم پہ لفظوں کی فوج ہے
اس طرزِ تربیت پہ ہیں اغیار خندہ زن
لاحول باپ کی ہے تو ماؤں کی نوج ہے

◉

اسلام کی بو وہاں نہیں ہے مطلق
مسجد بھی ہے مولوی بھی ہیں ٹاٹ بھی ہے
دریا میں نہیں ہے، جوہرِ تیغ اکبر
گو آب بھی اس میں دھار بھی کاٹ بھی ہے

◉

پیری نے دانت مجھ پہ لگایا ہے گھات سے
بائیں طرف کی ڈاڑھ میں ہے درد رات سے
بارہ مسالے ایک طرف درد اک طرف
پیپل سے فائدہ ہے نہ کچھ تیج پات سے

◉

نہ یہ قیدِ شریعت ہے نہ یہ غفلت کا پردہ ہے
رواج و مصلحت کی بات ہے حکمت کا پردہ ہے
تمہیں دھوکے میں ڈالا ہے مثالِ اہلِ یورپ نے
ادھر سایہ حکومت کا ہے یاں عزت کا پردہ ہے

◉

کہتے ہیں ترک ملت انساں کو بات کیا ہے
تحقیق تو کرو تم حضرت کی ذات کیا ہے

⦿

خوب فرمایا یہ شاہِ جرمنی نے پوپ سے
وعظ ہم بھی کہتے ہیں لیکن دہانِ توپ سے
جدِّ امجد خود میں کرتے تھے یہ موسم بسر
ہم کو اپنے عہد میں پالا پڑا کنٹوپ سے

⦿

رہ گئے نا آشنا احباب غائب ہو گئے
ہم نفس دو اک جو باقی تھے وہ صاحب ہو گئے
وقت بد میں کون رکھتا ہے رفاقت کا خیال
ہم نشیں اپنے رقیبوں کے مصاحب ہو گئے

⦿

کدھر جاتی ہے طبعِ قوم اس کو کوئی کیا جانے
بصیرت جن کو ہے وہ جانیں اکبرؔ یا خدا جانے

⦿

طریقِ حق میں بھی بہرِ خداؔ ذرا چلیے
فٹن کی راہ نہیں ہے پیادہ پا چلیے

⦿

کہا جب غیر کو کیوں تو نے اے گلرو پھنسایا ہے
تو بولا دل لگی کے واسطے الّو پھنسایا ہے

ادھر چاہِ ذقن ہے اس طرف ہیں جال گیسو کے
ہمارے دل کو اس نے کر کے بے قابو پھنسایا ہے

⊙

عاشقوں کے بھی معیّن ہو گئے ہیں اب حقوق
عہدِ انگریزی ہے یہ اے جانِ جاں شاہی گئی

⊙

قوم اور سلطنت ہیں دو چیزیں
نیچرل وہ ہے یہ ہے مصنوعی
نیچرل چیزیں بن نہیں سکتیں
آئیں کیونکر صفاتِ مجموعی

⊙

نہ رنگِ انجمن وہ ہے نہ وہ میکش نہ وہ ساقی
یہ دعوت کیا ہے بس ہے اک ادائے فرضِ اخلاقی
نہ وہ مکتب' نہ وہ ملاّ' نہ وہ صورت' نہ وہ سیرت
سوا نامِ خدا کے اب رہا کیا قوم میں باقی
کہاں وہ دعوتِ احباب کی تیاریاں اکبؔر
خموشی سے ادا کرتا ہوں بس اک فرضِ اخلاقی

⦿

بے بصیرت ہے مگر تو منکرِ شیخ و ولی
نا شگفتہ رہ گئی بیشک ترے دل کی کلی
چشم پیدا کن کہ بینی آشکار و ہم نہاں
در قبائے گلرخاں رنگِ نبیؐ بوئے علی

⦿

بلا طاقت تہِ افلاک انساں کی نہیں چلتی
وہاں تو ریل چلتی ہے یہاں روٹی نہیں چلتی

⦿

پہلے تو دکھاتی تھی چمک اپنی گنی
اب پیشِ نگاہ ہیں فقط پنس و پنی
کہتے ہیں حریف ہنس کے اب از رہِ طعن
جب دین کو کھو دیا تو دنیا بھی چھنی

⦿

ہم نے واعظ کی خوب ڈاڑھی نوچی
یہ بات مگر نہ اپنے دل میں سوچی
مذہب کو شکست دے کے کیا پائیں گے
آخر کو رہیں گے موچی ہی کے موچی

⦿

فضلِ خدا سے عزت پائی آج ہوئے ہم سی ایس آئی
شیخ نہ سمجھے لفظ انگریزی بولے ہوئے ہیں یہ عیسائی

⦿

اب تک جو کہیں ہماری قسمت نہ لڑی
ناحق تجھے ہم نشین ہے فکر اس کی پڑی
انگریز کے ملک میں لڑائی کیسی
یہ ہند ہے یہاں خوش انتظامی ہے بڑی

⦿

روشنی جن میں نئی ہے وہ مری سنتے نہیں
لاکھ سمجھاؤ کہ صاحب ہے یہ فانی روشنی
انجم و شمس و قمر لیکن ہیں میرے ہم طریق
وضع پر قائم ہیں ان میں ہے پرانی روشنی

⦿

انگریزوں میں عادتِ سحر خیزی تھی
انداز و روش میں اک دلآویزی تھی
مشرق کی ہوا سے وضع اب ہے بدلی
پہلے اچھی تھی خالص انگریزی تھی

⊙

تھے کیک کی فکر میں سو روٹی بھی گئی
چاہی تھی شے بڑی سو چھوٹی بھی گئی
واعظ کی نصیحتیں نہ مانی آخر
پتلون کی تاک میں لنگوٹی بھی گئی

⊙

مہدی کو برا بھلا جو چاہو وہ کہو
لیکن دکھلا دی اس نے بیوٹی اپنی
لاکھوں ہی کے ڈھیر کر دیے کالج میں
پوری کردی یہ اس نے ڈیوٹی اپنی

⊙

حقیقت میں تو سب جلوہ تھا ان کا رہی اک حالتِ فرضی ہماری
خدا ہی سے دعا پر تھا بھروسا کہیں گزری نہیں عرضی ہماری
خدا سے جب کہا مرتا ہے اکبرؔ کہا ہم کیا کریں مرضی ہماری

⊙

اقبال کے ساتھ اے خرد تو بھی گئی
غیرت کے ساتھ مذہبی بو بھی گئی
سچ کہتے ہیں حضرتِ کرامت اکبرؔ
رخصت ہوئی فارسی تو اردو بھی گئی

◉

کیا پوچھنا ہے حکمتِ مغرب کا واہ واہ
فطرت بھی اس کو دیکھ کے حیران رہ گئی

سمجھے تھے یہ کہ ایک ہیں ہم اور ہماری جاں
دیکھا مگر کہ ہم نہ رہے جان رہ گئی

قطعہ

جو پائی ترکِ عبادات میں مثال بری
شروع ہی نے پکارا کہ ہے یہ فال بری

جنابِ حضرتِ سیّد پہ کھل گیا ہو گا
کہ ہو ہی جاتی ہے بےقاعدگیوں سے چال بری

یہ بحث جانے دے اکبرؔ کچھ اور باتیں کر
عبث ہے جب تو یقیناً یہ قیل و قال بری

◉

خواہانِ نوکری نہ رہیں طالبانِ علم
قائم ہوئی ہے رائے یہ اہلِ شعور کی

کالج میں دھوم مچ رہی ہے پاس پاس کی
عہدوں سے آ رہی ہے صدا دور دور کی

⊙

پاؤں کو بہت چھٹکا پٹکا زنجیر کے آگے کچھ نہ چلی
تدبیر بہت کی اے اکبرؔ تقدیر کے آگے کچھ نہ چلی
یورپ نے دکھا کر رنگ اپنا سیّد کو مرید بنا ہی لیا
سب پیروں سے تو وہ بچ نکلے اس پیر کے آگے کچھ نہ چلی

⊙

جہاں نے ساز بدلا ساز نے نغموں کی گت بدلی
گتوں نے رنگ بدلا رنگ نے یاروں کی مت بدلی
فلک نے دور بدلا دور نے انسان کو بدلا
گئے ہم تم بدل قانون بدلا سلطنت بدلی

⊙

عجب حیرت آگیں ہے یہ انقلاب
ہماری سمجھ کیا سے کیا ہوگئی
سمجھتے تھے سب جس کو بے جا صریح
وہی بات بالکل بجا ہوگئی

⊙

جو کام تھا گھنٹے کا نکلتا ہے وہ پل سے
خوش کیوں نہ رہیں لوگ فرنگی کے عمل سے

تاریخ تو خالدؓ کی پڑھو رات کو گھر پر
اور دن کو کچہری میں دلو نیل کمل سے

◉

تماشا دیکھیے بجلی کا مغرب اور مشرق میں
کلوں میں ہے وہاں داخل یہاں مذہب پہ گرتی ہے

◉

ایماں کی ہے تاک کافری ہے تو یہ ہے
تقویٰ بے دام ہے ساحری ہے تو یہ ہے
نظم اکبر ہے دافعِ جادو و کفر
ماشاء اللہ شاعری ہے تو یہ ہے

ظرافت

الا یا ایہا الطفلک بجو راحت بہ نا ولہا
کہ قرآں سہل بود اوّل ولے افتادِ مشکلہا
بکن تزئین پائے خود بہ بوٹِ ڈاسن وپتلوں
کہ سر سیّد خبرداری زراہ و رسمِ منزلہا

⊙

دیکھیے قوّال بیچارے کا اب کیا حشر ہو
شیخ صاحب کو تو لیکچر پر بھی وجد آنے لگا
کیوں کرے گا پیش ہم پر جلوۂ حورِ بہشت
جب تھیئٹر کا سماں واعظ کو تڑپانے لگا

⊙

پردے کا کیا ہے خود اڑنگا پیدا
خود ہم نے کیا ازار اور انگا پیدا
کیا خوب کہا ہے مولوی مہدی نے
نیچر نے کیا ہم کو ننگا پیدا

دیگر

مس کو دیکھا عاشقِ زلفِ چلیپا ہوگیا
مست تھا دل پھول کر وہسکی کا پیپا ہوگیا

مخمس

بکری کو ساگ پات کا سودا نہیں رہا
بنگالیوں کو بھات کا سودا نہیں رہا
چوروں کو اپنی گھات کا سودا نہیں رہا
اور شاطروں کو مات کا سودا نہیں رہا
الجھا ہوا ہے چندہ و اسکول میں ہر ایک

بنیوں کو اخذِ سود کی فرصت نہیں رہی
منعم کو داد وجود کی فرصت نہیں رہی
لڑکوں کو کھیل کود کی فرصت نہیں رہی
کودن کو غتر بود کی فرصت نہیں رہی
الجھا ہوا ہے چندہ و اسکول میں ہر ایک

گاہک کو مول بھاؤ کی پروا نہیں رہی
مانجھی کو اپنی ناؤ کی پروا نہیں رہی

دل کو کہیں لگاؤ کی پروا نہیں رہی
چوہوں کو نان پاؤ کی پروا نہیں رہی
الجھا ہوا ہے چندہ واسکول میں ہر ایک

بچے فراغِ طبع سے اب کھیلتے نہیں
ابھرے ہوئے جوان بھی ڈنڈ پیلتے نہیں
عشاق رنجِ ہجرِ بتاں جھیلتے نہیں
پاپڑ فروش پاپڑوں کو بیلتے نہیں
الجھا ہوا ہے چندہ واسکول میں ہر ایک

لیتا ہے کون گرمیٔ دل سے خدا کا نام
اب کون دھیان باندھ کے کرتا ہے رام رام
مذہب کو دور ہی سے کیا جاتا ہے سلام
کوٹھی کو ہے فروغ نہ رونق پہ ہے گدام
الجھا ہوا ہے چندہ واسکول میں ہر ایک

کم ہوگیا ہے لوگوں میں آپس کا میل جول
وہ ٹولیاں نظر نہیں آتیں نہ اب وہ غول
تاشے نہ شادیانے کے بجتے کہیں ہیں ڈھول
مخبوطؔ بدحواس، پریشان، گول مول
الجھا ہوا ہے چندہ واسکول میں ہر ایک

اسکول ہی میں علم ہے جس سے کہ ہے شرف
لڑکا نہ سیکھے علم تو کہتے ہیں نا خلف
لیکن کچھ اور دھندے بھی ہیں پیش صف بہ صف
یہ کیا کہ ساری قوم ہی جھک جائے اک طرف
الجھا ہوا ہے چندہ و اسکول میں ہر ایک

پنڈت پرا جما کے بنارس پہ آ رہے
مرکٹ کے شیخِ شہر بھی نولیس پہ آ رہے
حالؔی غزل کو چھوڑ مسدّس پہ آ رہے
ہم فرد تھے سو ہم بھی مخمس پہ آ رہے
الجھا ہوا ہے چندہ و اسکول میں ہر ایک

کونسل میں نکتہ چینوں کی ٹولی بہت پٹی
اچھا ہوا سنبھل گئی اب یونیورسٹی
بیکار کالجوں سے بھرے گا نہ ہر ستی
اس بل سے یہ شکایتِ احباب بھی مٹی
الجھا ہوا ہے چندہ و اسکول میں ہر ایک

⊙

مری نظروں میں یکساں ہیں شتر ہوں یا گئو ماتا
مجھے کرتے جو وہ مدعو کتھا میں، میں بھی جھوم آتا

⦿

ہم میں کیوں ضعف ہو جب دین سے یورپ نہ پھرا
مسجدیں کیوں جھکیں جب توپ سے گرجا نہ گرا

⦿

پیرِ مغاں سے رات کیا میں نے یہ گلا
مغموم ہوں یہاں بھی مزا کچھ نہیں ملا
اس نے یہ مسکرا کے کہا ازرہِ مزاح
جینے کی کس نے تم کو بڑھاپے میں دی صلاح
میں نے کہا کہ بعض نوو سالہ پیر مرد
اب تک اڑا رہے ہیں درِ مے کدہ کی گرد
کہنے لگا کہ ان پہ عبث ہے تری نظر
غفلت کا ہے وہ نشہ جوانی سے تیز تر

⦿

زمانہ کہہ رہا ہے سب سے پھر جا
نہ مندر جا نہ مسجد جا نہ گرجا

⦿

ایسا شوق نہ کرنا اکبؔر
گورے کو نہ بنانا سالا

بھائی رنگ یہی ہے اچھا
ہم بھی کالے یار بھی کالا

⊙

کرتے تھے بتوں سے خوب جوڑا ماںجھا
رہتے تھے مشیر برہمن اور اوجھا
برکت ہے اس کی اس صدی میں حضرت
بیٹھے ہوئے کر رہے ہیں چاچھا جاجھا

⊙

رحیمن پکاری کہ نیدھا بوا
عجب جانور ہے یہ کاکا توا
بتاؤ ذرا عقل ہے میری گم
کدھر چونچ ہے اور کدھر اس کی دُم

⊙

کرزن و کچز کی حالت پر جو کل
وہ صنم تشریح کا طالب ہوا
کہہ دیا میں نے کہ ہے یہ صاف بات
دیکھ لو تم زن پہ نر غالب ہوا

◉

بات سیّد کی کچھ ایسی تھی کہ جس نے اس کو
کاٹنا چاہا زمانے میں وہ بس آپ کٹا
کہتے پھرتے ہیں یہ اب کانگرسی سب ہر سو
مرگیا کول کا بوڑھا یہ چلو پاپ کٹا

◉

پانی پینا پڑا ہے پائپ کا
حرف پڑھنا پڑا ہے ٹائپ کا
پیٹ جلتا ہے آنکھ آئی ہے
شاہ ایڈورڈ کی دہائی ہے

◉

نیچر نے دے دیا ہے پٹہ رجولیت کا
کیونکر نہ ہوں بتوں سے طالب قبولیت کا

◉

پرچہ رکھا جو اس نے میں یہ سمجھا
پاکٹ میں یہ بیس روپیہ کا نوٹ گیا
گھر پر کھولا تو بس یہی لکھا تھا
کیا شعر تھے واہ واہ میں لوٹ گیا

◉

اشتال نہیں گریٹ ہونا اچھا
دل ہونا برا ہے پیٹ ہونا اچھا
پنڈت ہو کہ مولوی ہو دونوں بیکار
انسان کو گریجوایٹ ہونا اچھا

◉

بن پڑے تو قبلہ ہی بننا مناسب ہے تجھے
دقتوں میں وہ پھنسا جو اسکوائر ہوگیا
دیدنی ہے یہ تماشائے مشینِ انقلاب
باپ تو قبلہ تھے بیٹا اسکوائر ہوگیا
شیخ صاحب یہ تو اپنے اپنے موقع کی ہے بات
آپ قبلہ بن گئے میں اسکوائر ہوگیا
تخلیے میں آج میں نے ان کا بوسہ لے لیا
دیکھیے ڈگری جو ہو دعویٰ تو دائر ہوگیا
اب تو مجھ کو بھی مناسب ہے کہ پٹواری بنوں
یار کو شوقِ حسابِ مال و سائر ہوگیا
فکر دنیا نے بھلایا سب وہ قرآن وحدیث
مولوی بھی محوِ قانون و نظائر ہوگیا

◉

دکھائی فلسفۂ مغربی نے وہ مردی
کہ پردہ کھل لیا اس قوم میں زنانوں کا
پری کی زلف میں الجھا نہ ریش واعظ میں
دلِ غریب ہوا لقمہ امتحانوں کا
وہ حافظہ جو مناسب تھا ایشیا کے لیے
خزانہ بن گیا یورپ کی داستانوں کا

◉

یہی سبب ہے اب ان کی باتوں پہ کان دھرتے نہیں ہیں لڑکے
کھنچا نہ ہو دستِ مولوی سے نہ تھا یہاں کوئی کان ایسا
مچائی سینوں میں اس نے سوزش اڑائے اس نے زباں کے ٹکڑے
میں جلد رخصت ہوا وہاں سے کہ حقہ ایسا تھا پان ایسا
وہ ہنس کے بولا جگہ کہاں ہے دکھاؤں کاریگری جو اپنی
کہا تھا منکر سے میں نے اک دن بنا تو لے آسمان ایسا

◉

عہدِ اسلام و عہدِ انگلش میں
سنیے قولِ اکبرِ سخن گو کا
پہلے توحید تھی تو اب تحصیل
آگے غل ایک کا تھا اب دو کا

◉

پکا لیں پیس کر دو روٹیاں تھوڑے سے جو لانا
ہمارا کیا ہے اے بھائی نہ مسٹر ہیں نہ مولانا

◉

ممکن نہیں ان کے حکم سے سر پھیروں
دل میں مرے اب تو ڈر ان کا بیٹھ گیا
ان کو یہ خوشی کہ اب رہے گا یہ غلام
مجھ کو یہ خوشی کہ قافیہ بیٹھ گیا

◉

سنتا نہیں کچھ کسی سے بڑھ بڑھ کے سوا
کہتا نہیں کوئی کچھ بھی پڑھ پڑھ کے سوا
پڑھنے کا نہ ٹھیک اصول پڑھنے کی نہ راہ
اور قبلہ کوئی نہیں علی گڑھ کے سوا

◉

ہر ایک کو خوش کروں میں کیونکر صاحب
اپنے ہی طرف بلاتے ہیں ہر صاحب
آسائشِ عمر کے لیے کافی ہے
بی بی راضی ہوں اور کلکٹر صاحب

⊙

تم نے جو سنا صحیح ہے ہاں صاحب
عربی سے گریز کرتے ہیں خاں صاحب
سچ کہتے ہیں وہ کہ ہم کو اس سے کیا کام
ہیں کمپ میں ہم تو خانساماں صاحب

⊙

اندھیر مچا ہے زیرِ فلک خلقت بھی ہے چپ اور راج بھی چپ
ہم دیکھ رہے ہیں آنکھوں سے پر کل بھی تھے چپ اور آج بھی چپ
صاحبزادے نشہ میں ہیں اور بیٹی کنور جی کی ہے ٹن
ہیں مولوی صاحب قبلہ بھی چپ اور پنڈت جی مہراج بھی چپ

⊙

سکۂ زر بابوئے در دھوتیِ زر تار داشت
باوجودش نالہائے زار در اخبار داشت
گفتمش در عین وصل ایں نالۂ و فریاد چیست
گفت مارا خوف فیس و ٹکس درایں کار داشت

⊙

اسلام کو جو کہتے ہیں پھیلا بزورِ تیغ
یہ بھی کہیں گے پھیلی خدائی بزورِ موت

⊙

می دمد آں بت کنارِ گنگ ناقوس طرب
ندوہِ شبنم مگر در گومتی افتادہ است

⊙

در پسِ ہر گریہ آخر خندہ ایست
بعد ہر اسپیچ آخر چندہ ایست
یاد دار ایں قولِ مولانائے روم
مردِ آخر بیں مبارک بندہ ایست

⊙

پشہ بیدارست و پنکھا کش بخواب افتادہ است
اکبرِ بیچارہ امشب در عذاب افتادہ است

⊙

زر قوم سے لے کے ایسا سامان کرو
جس سے کہ بزم بن جائے بہشت
حلوے مانڈے سے کام رکھو بھائی
مردہ دوزخ میں جائے یا پائے بہشت

⊙

پردہ میں ضرور ہے طوالت بے حد
انصاف پسند کو نہیں چاہیے ہٹ

تشبیہ بری نہیں اگر میں یہ کہوں
بیگم ہے پیچوان لیڈی سگرٹ

⊙

ہر رنگ کی باتوں کا مرے دل میں ہے جھرمٹ
اجمیر میں کلچا ہوں علی گڑھ میں ہوں بسکٹ
پابند کسی مشروب و ملت کا نہیں ہوں
گھوڑا مری آزادی کا اب جاتا ہے بگٹٹ

⊙

شیطان نے دیا یہ شیخ جی کو نوٹس
بالکل ہی گیا ہے زور اب آپ کا ٹوٹ
آئندہ پڑھیں گے آپ لاحول اگر
فوراً داغوں گا ایک ڈفیمیشن سوٹ

⊙

شیطان کا سنا جو شیخ صاب نے یہ قول
بولے کہ فضول تجھ کو آتا ہے یہ ہول
میں خود ہوں بدل گیا زمانے کے ساتھ
پڑھتی ہے مجھی پہ اب تو دنیا لاحول

⦿

حضرتِ اکبر سے سن کر یہ لطیفہ بزم میں
سب ہنسے کچھ رہ گئے خونِ جگر کے پی کے گھونٹ
شیخ جی رفرف بنے پھرتے تھے پہلے چرخ پر
چشم بددور اب بنے ہیں آپ مکسریٹ کے اونٹ

⦿

کودتے پھرتے ہیں یہ باغ میں ملّھو کی طرح
باغباں دبکے ہوئے بیٹھے ہیں اُلو کی طرح
ان نئی روشنی والوں سے نہیں ہے کچھ فیض
شب تاریک میں چمکا کریں جگنو کی طرح
آگئی زلفِ مساں زلفِ بتاں پر غالب
پیچ ہوتے تھے بہم افعی و راسو کی طرح
اکبر اس عہد میں لو صبر و تحمل سے جو کام
اس سے بہتر ہے کہ غصّہ کرو بابو کی طرح

⦿

سیّد کی طرف تو چندہ لانے کی ہے چخ
اور شیخ کے گھر میں پنجگانے کی ہے چخ
بہتر ہے یہی کہ بت پرستی کیجے
گو اس میں بھی صبح کو نہانے کی ہے چخ

⊙

سحر مسلم شکایت باخدا کرد
کہ تفسیرش بما دیدی چہا کرد
من از بیگانگاں ہر گز نہ نالم
کہ بامن آں چہ کرد آں آشنا کرد

⊙

اکبر اگرچہ موسم باراں خوش است خوب
لیکن چہ گوش و چشم دریں فصل را کید
مچھر رود کہ گوش بفریاد بندہ نیز
بھنگا رسد کہ گوشۂ چشمے بما کید

⊙

بگوبہ سیٹھ کہ اُورا بھرم نخواہد ماند
بگوبہ برہمن اُورا دھرم نہ خواہد ماند
من ازچہ در نظرِ یار شرم سار شدم
رقیب نیز چنیں محترم نہ خواہد ماند

⊙

تھم پہ ہے شبہ و حقارت کی نظر
پتلون پہ غصہ و شرارت کی نظر

بہتر ہے یہی برہنہ پھریے اکبر
شاید پڑ جائے ان کی رغبت کی نظر

⊙

جو دونوں ساتھ پڑیں تو یہی مناسب ہے
کہ اپنے گھر میں کرسمس بھی کر تو عید بھی کر
خدا کرے کوئی بت آ کے یہ کہے مجھ سے
بٹھا بھی لے مجھے گھر میں مجھے مرید بھی کر
جو سن چکے مری غزلیں تو بولے لا چندہ
جو ہنہنایا ہے اتنا تو آج لید بھی کر

⊙

اس بت کے لیے دہر میں فصلِ بہار
اک تختِ رواں پہ پھرتا ہے لیل و نہار
کہتا ہے اٹھاؤ اس کو یہ ہے مرا عرش
کہہ دو اکبر کہ میں فرشتہ نہ کہار

⊙

انھیں شوقِ عبادت بھی ہے اور گانے کی عادت بھی
نکلتی ہیں دعائیں ان کے منہ سے ٹھمریاں ہو کر
تعلق عاشق و معشوق کا تو لطف رکھتا تھا
مزے اب وہ کہاں باقی رہے بی بی میاں ہو کر

نہ تھی مطلق توقع بل بنا کر پیش کر دو گے
مری جاں لٹ گیا میں تو تمہارا میہماں ہو کر

حقیقت میں میں بلبل ہوں مگر چارے کی خواہش میں
بنا ہوں ممبرِ کونسل یہاں مٹھو میاں ہو کر

نکالا کرتی ہیں گھر سے یہ کہہ کر تو تو مجنوں ہے
ستا رکھا ہے مجھ کو ساس نے لیلیٰ کی ماں ہو کر

رقیبِ شعلہ خو ٹھہرے نہ میری آہ کے آگے
بھگایا مچھروں کو ان کے کمروں سے دھواں ہو کر

⊙

پائے در پتلون و دل در پیشواز
چند روزے باہمیں حالت بساز

⊙

سنتا ہوں محال ہے خدائی سے گریز
لیکن کہتا تھا مجھ سے کل اک انگریز
تم مانگ لو اپنے شاعروں سے گھوڑا
فطرت کے حدود سے زیادہ ہے وہ تیز

⊙

آگے انجن کے دین ہے کیا چیز
بھینس کے آگے بین ہے کیا چیز

◉

ہند میں شیخ رہ گیا افسوس
اونٹ گنگا میں بہہ گیا افسوس
دیکھ کر ہم کو ایسے دلدل میں
راہ چلتا بھی کہہ گیا افسوس

◉

عاشق کا خیال ہے بہت نیک معاش
ہونے نہیں دیتا حسن کے راز کو فاش
کیوں وصل میں جستجو کمر کی وہ کرے
حاضر میں نہ حجت اور نہ غائب کی تلاش

◉

بی شیخانی بھی ہیں بہت ذی ہوش
کہتی ہیں شیخ سے بجوش و خروش
خواہ لنگی ہو خواہ ہو تہمد
در عمل کوش و ہرچہ خواہی پوش

◉

دل نے یہ کہا کہ دین کے جو نہ ہوں دوست
ہرگز رکھوں گا میں نہ ایسوں سے غرض

میں نے یہ کہا کہ خیر بہتر ہے مگر
اب شیخ کو بھی ہے چار پیسوں سے غرض

⊙

مذہب کے جو ہو رہیں تو سرکار کا خوف
مذہب سے اگر پھریں تو پھٹکار کا خوف
دونوں سے اگر بچیں تو احباب کو ہے
بے رونقیِ دکان و دربار کا خوف

⊙

اونچے ہیں رذیل اور ہیں زیر شریف
قسمت کا یہ دیکھتے ہیں اب پھیر شریف
اکبرؔ کو یہ مجتبیٰ نے دی خوب صلاح
چل دیجیے بھائی صاحب اجمیر شریف

⊙

پشّے نے کہا سبک نشینی میری
ہے قابل داد اگر کریں آپ انصاف
میں نے یہ کہا بجا ہے لیکن یہ نیشن
ہے بارِ گراں و تلخ تقصیر معاف
فرمائیں مرا قصور حضرت جو معاف
جو امر ہے واقعی گزارش کروں صاف

انکار نہیں نماز روزے سے مجھے
لیکن یہ طریق اب ہے فیشن کے خلاف

⊙

عالم بنے تو کیجیے مات کا شوق
مسٹر بنے تو ہو مساوات کا شوق
چکر ہی میں آپ کو پھنسا رکھوں گا
مجھ کو بھی ہوا ہے اب اسی بات کا شوق

⊙

شمع سے تشبیہ پا سکتے ہیں یہ عیاش امیر
رات بھر پگھلا کریں دن بھر رہیں بالائے طاق

⊙

ہندو تنتے ہیں تھام کر گائے کے سینگ
آغا گرمی دکھاتے ہیں بیچ کے ہینگ
لیکن حضرت کو ہے یہ کس چیز پہ ناز
کالج میں ڈٹے ہوئے اڑاتے ہیں جوڈینگ

⊙

کیسی ترقی کیسا میل
ہم سے سن لو اس کا کھیل

جس کی لاٹھی اس کی بھینس
فعلن فعلن فعلن فعل

◉

اکابر سے حساب دوستانہ نبھ نہیں سکتا
غلط فہمی بہت ہوتی ہے پڑتی جاتی ہے مشکل
یہ کہہ کر پیش کردے فردِ اخراجات اے اکبر
حسابِ دوستاں در دل، حسابِ خادماں در بل

◉

کہتی ہے زراہِ کبر مجھ سے وہ گرل
کیا تجھ سے ملوں کہیں تو ڈیوک نہ ارل
اکبر نے کہا دکھا کے داغِ دل و اشک
ہے میری گرہ میں بھی یہ روبی یہ پرل

◉

خوشی سے میں نے کیے یہ نفیس آم قبول
ادائے شکر میں اب ہو مرا سلام قبول
نہ میں سخن کا ہوں تاجر نہ طالبِ شہرت
اسی سے کرتی ہے پبلک مرا کلام قبول
زمانہ دیکھیے کہتے ہیں پنڈت ازرہِ طعن
میاں ہماری بھی ہو جائے رام رام قبول

وحید صبح بنارس کی موج میں ہیں پڑے
بھلا وہ کرنے لگے کیوں اودھ کی شام قبول
سنی جو ہوں بتِ کم سن کی بول اٹھے آغا
کہ معتبر نہ شماریم نا تمام قبول
مسوں کے ہوتے ہوئے کیوں بتوں کو میں دل دوں
ملے حلال تو پھر کیوں کروں حرام قبول
منیر صورتِ مہر منیر تاباں ہوں
کریں خواص و عوام ان کا احترام قبول
نہ ہو جو وہسکیِ لندن تو گھر کا ٹھرّا ہو
نہیں ہے بنگ کا مجھ کو تو کوئی جام قبول

۱۸۱۷ء

اس قدر رنگ اڑا ہو گئے رنگیں اوراق
چوک میں پادری صاحب نے جو کھولی بیبل
ہنس کے اکبر نے کہا رنج نہیں کچھ اس کا
ہو گئی اب تو حقیقت میں یہ ہولی بیبل

⊙

شیخ صاحب کو نہیں شاعروں کی بات سے کام
حسن کی قید نہیں بس ہے مسماۃ سے کام

یاں تو بریانی کے افسانوں سے دل بریاں ہے
بابو ہی اچھے کہ ان کو ہے فقط بھات سے کام
کہتے ہیں ہم کو جو چندہ دے مہذب ہے وہی
اس کے افعال سے مطلب ہے نہ عادات سے کام

⊙

ماسٹر صاحب کا علم اس وقت گو ہے نیک نام
اہلِ دانش میں مگر میرا فزوں ہے احترام
بات بالکل صاف ہے پیچیدگی کچھ بھی نہیں
میں ہوں سعدؔی کا بھتیجا وہ ہیں ملٹن کے غلام

⊙

مذہب نے کر دیا تھا ہر ک کو غریقِ نوم
تھے مبتلائے حج و صلوٰۃ و زکوٰۃ و صوم
دنیا و دیں کا فیصلہ آخر کو یہ ہوا
عشقِ بتاں شباب میں، پیری میں عشقِ قوم

⊙

من العلم قلیلاً، کو بھی دیکھو بعدِ اوتیتم
نہ مانو گے تو اک دن بھائیو کھاؤ گے جوتی تم

⊙

تجھ کو کیا کسی کی ہوا نے فدائے گل
مجھ کو کیا کسی کی ادا نے فدائے قوم
آعندلیب مل کے کریں آہ وزاریاں
تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے قوم

⊙

آپ کی فرقت میں میں کل رات بھر سویا نہیں
لیکن اتنی بات تھی گاتا رہا رویا نہیں
نوشِ جاں فرمائیں حضرت شوق سے یہ ناشتا
چھ بجے ہیں میں نے تو منہ بھی ابھی دھویا نہیں

⊙

بوسا کیسا کہ گلوری بھی نہیں پاتا ہوں
بس کلام اپنا انھیں جا کے سنا آتا ہوں
وہ یہ فرماتے ہیں کیا خوب کہا ہے واللہ
میں یہ کہتا ہوں کہ آداب بجا لاتا ہوں

⊙

ہم کیا خالی ہوائی گولا چھوڑیں گے
کس جوگ کے بل پر اپنا چولا چھوڑیں گے

حضرت نے تو چھاؤنی میں رکھی ہے دکان
ہم کیوں اپنا محلّہ ٹولہ چھوڑیں گے

⊙

خلافِ شرع کبھی شیخ تھوکتا بھی نہیں
مگر اندھیرے اجالے یہ چوکتا بھی نہیں

⊙

سوپ کا شائق ہوں یخنی ہوگی کیا ‏ ‏ چاہیے کٹلٹ یہ قیما کیا کروں
لیپتھرج کی چاہیے ریڈر مجھے ‏ ‏ شیخ سعدی کی کریما کیا کروں
کھینچتے ہیں ہر طرف تانیں حریف ‏ ‏ پھر میں اپنے سر کو دھیما کیا کروں
ڈاکٹر سے دوستی لڑنے سے بَیر ‏ ‏ پھر میں اپنی جان بیما کیا کروں
چاند میں آیا نظر غارِ مہیب ‏ ‏ ہائے اب اے ماہِ سیما کیا کروں

⊙

زور پر ہے شہر میں طاعون، چارا کیا کروں
لاٹ صاحب تک ہیں چپ پھر میں بیچارا کیا کروں

⊙

نیچری وعظِ مہذّب کو لیے پھرتے ہیں
شیخ صاحب ہیں کہ مذہب کو لیے پھرتے ہیں
ہم کو ان تلخ مباحث سے سروکار نہیں
ہم تو اک شوخِ شکرلب کو لیے پھرتے ہیں

⊙

بے سود اشعار اور کبت ہوتے ہیں
مفلس سے کہاں وہ ملتفت ہوتے ہیں
کر پیچ تو عشق کے اکھاڑے میں ہزار
یہ بت تو بزورِ زر ہی چت ہوتے ہیں

⊙

سچ کہا اکبر نے ہاتھا پائی کا ہے کیا علاج
زورِ منطق سے تو ممکن ہے انھیں ساکت کریں
بدگماں ہرگز نہ ہوں وہ ہم جواں کو چت کریں
ہے فقط یہ مدعا ان کی کمر ثابت کریں
شیخ جی فربہ تھے ان کی طبع میں جدت کہاں
مغربی جوہر مگر بلغم کو چاہیں پت کریں

⊙

چپکوں دنیا سے کس طرح میں
عورت نے کہا کہ گوند میں ہوں
قومی چندے کدھر سمائیں
کالج نے کہا کہ توند میں ہوں

◉

ماشاء اللہ وہ ڈنر کھاتے ہیں
بنگالی بھائی ان کا سر کھاتے ہیں
بس ہم ہیں خدا کے نیک بندے اکبر
ان کی گاتے ہیں اپنے گھر کھاتے ہیں

◉

یورپ والے جو چاہیں دل میں بھر دیں
جس کے سر پر جو چاہیں تہمت دھر دیں
بچتے رہو ان کی تیزیوں سے اکبر
تم کیا ہو خدا کے تین ٹکڑے کر دیں

◉

کوٹھی میں جمع ہے نہ ڈپازٹ ہے بینکس میں
قلاش کر دیا مجھے دور چار تھینکس میں

◉

لذت چاہو تو وصلِ معشوق کہاں
شوکت چاہو تو زر کا صندوق کہاں
کہتا ہے یہ دل کہ خودکشی کی ٹھہرے
خیر اس کو بھی مان لیں تو بندوق کہاں

⊙

شبوں میں کورس دن میں فارمولا ورک کرتے ہیں
عدیم الفرصتی سے ان کی الفت ترک کرتے ہیں

⊙

آپ کی صورت بہت اچھی ہے اس میں شک نہیں
پھر مجھے کیا ذہن میں اس کا جواب اب تک نہیں
مجھ سے آخر آپ کو کیوں اس قدر وحشت یہ خوف
آپ بنگالی نہیں ہیں اور میں ازبک نہیں

⊙

گو کہ وہ کھاتے پڈنگ اور کیک ہیں
پھر بھی سیدھے ہیں نہایت نیک ہیں
جب میں کہتا ہوں کہ 'گِو می کِس ڈیئرَ'
سر جھکا کر کہتے 'یُو مے ٹیک' ہیں

⊙

تن رہے ہیں آپ فکرِ جاہ کے پتلون میں
میں گھلا جاتا ہوں فکرِ رزق کی افیون میں

⊙

جالِ دنیا سے بے خبر ہیں آپ گو تقدس مآب بے شک ہیں
شیخ جی پر یہ قول صادق ہے چاہِ زمزم کے آپ مینڈک ہیں

شیخ جی کو جو آگیا غصہ لگے کہنے یہ پھینک کر دھسّا
تم ہو شیطان کے مطیع و مرید تم کو ہر ایک جانتا ہے پلید
ہے تمہاری نمود بس اتنی جس طرح ہو پڑی پریڈ پہ لید

◉

کل مست عیش وناز تھے ہوٹل کے ہال میں
اب ہائے ہائے کر رہے ہیں اسپتال میں
دنیا اسے قرار دو اور آخرت یہ ہے
سن لو کہ سازِ معنیِ اکبر کی گت یہ ہے

◉

سنا کے مصرع یہ شیخ صاحب بہت زیادہ ہنسا چکے ہیں
ہماری گردن وہ کیوں نہ ماریں جو ناک اپنی کٹا چکیں ہیں

◉

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جاجا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

مے کی طرف سے معذرت

قسمت وہ کہاں کہ اب وہ تقسیم نہیں
کیونکر وہ اثر ہو جب وہ تعلیم نہیں

لغزش پہ مری برا نہ مانو اے شیخ
وہسکی کی ہے لہر موجِ تسنیم نہیں

⊙

مچھروں نے بہت ستایا رات
میں نے کوسا کہ ہو تمہیں طاعون
بولے اس کا ہمارا منبع ایک
کیوں وہ کرنے لگا ہمارا خون

⊙

گئے کول حافظ محمد حسن — تو مہدی سے بولے یہ حاجی مدن
کہ کر دیجیے ان کی دعوت ضرور — وہ ہیں صاحبِ دانش و علم و فن
وہ ہیں مولوی آپ بھی مولوی — ذرا دیکھ لیں رونقِ انجمن
وہ بولے مرا ان کا کیا جوڑ ہے — میں گلڈنگ ہوں وہ ہیں اسٹیلین

⊙

وہ لطف اب ہندو و مسلماں میں کہاں
اغیار ان پر گزرتے ہیں خندہ زناں
جھگڑا کبھی گائے کا زباں کی کبھی بحث
ہے سخت مضر یہ نسخۂ گاؤزباں

⊙

چندوں ہی کے سوجھتے ہیں ان کو مضموں
دل شاد ہو اس سے قوم یا ہو محزوں
لڑکے انھیں دیکھ کر مچاتے ہیں دھوم
یہ ہیں نئی روشنی کے چندا ماموں

⊙

اعزاز نسب کے مٹتے جاتے ہیں نشاں
اگلے سے خیال ہند میں اب وہ کہاں
سیّد بننا ہو تو بنو سر سیّد
ہونا ہو خان تو تم ہو انگریزی خواں

متفرق شعر ہیں قطعہ نہیں ہے

پردہ اٹھا ہے ترقی کے یہ سامان تو ہیں
حوریں کالج میں پہنچ جائیں گی غلمان تو ہیں
کٹ گئی ناک حرم میں تو نہیں کچھ پروا
تھینک یو دیر میں سننے کے لیے کان تو ہیں
خاصدان آگے بڑھا کر مری باتوں پہ کہا
آپ کیوں جان مری کھا رہے ہیں پان تو ہیں

ان سے ملنے میں ہے ایمان کا نقصان اکبرؔ
خیر جو کچھ ہو نکلتے مرے ارمان تو ہیں

⊙

وہ ایسی ریش والے کو بھلا کب پان دیتے ہیں
جنابِ شیخ ناحق اس ہوس میں جان دیتے ہیں

⊙

کیوں کرتا ہے اعراض بے شرم — اس کا جو میں ہم زباں نہیں ہوں
گو ہوں نئی روشنی کا شیدا — گو میں شرعی جواں نہیں ہوں
کرتا نہیں لیکن اس کی عظمت — اس کا افسانہ خواں نہیں ہوں
کرتا نہیں قوم پر اسے پیش — عیاش ہوں قلتباں نہیں ہوں

⊙

فخر یہ میں نے جو اشعار پڑھے سعدیؔ کے
فخر یہ آپ سنانے لگے نظمِ ملٹن
شیخ سعدی تو بزرگوں میں مرے تھے اے دوست
آپ کے کون تھے ملٹن یہ سنوں حضرتِ من

⊙

بولے جاڑوں میں لالہ گنگا دین
دھوپ سے مجھ کو ہوتی ہے تسکیں

ڈاڑھی سورج کی تھام لیتا ہوں
مدعا یہ کہ گھام لیتا ہوں

⊙

مذہب نے پکارا اے اکبر اللہ نہیں تو کچھ بھی نہیں
یاروں نے کہا یہ قول غلط تنخواہ نہیں تو کچھ بھی نہیں
ہر بات پہ تم قسمیں کھانا جب یاد کریں راجہ صاحب
دربار اودھ میں اے اکبر واللہ نہیں تو کچھ بھی نہیں
ملنے کا کسی سے ہے یہ مزا اک جوشِ طبیعت ہو پیدا
اس بزم میں میرے پہنچے پر آخاہ نہیں تو کچھ بھی نہیں

⊙

تھا تصور مالکِ آزادئ رندانہ ہوں
لیکن اب بالکل اسیرِ انتظامِ خانہ ہوں
پہلے تھا اس بت کے گرداب ساتھ ہے بچوں کی فوج
عشق میں دیوانہ تھا اب فکر میں دیوانہ ہوں

⊙

ہم ایسی کل کتابیں قابلِ ضبطی سمجھتے ہیں
کہ جن کو پڑھ کے لڑکے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

⦿

مذہب نے کہا کہ جان سے عاری ہیں
آپس ہی کے لوگ باعث خواری ہیں
گویا قزاق تھے ہوئے ہیں اب اسیر
اپنوں ہی میں کچھ گواہ سرکاری ہیں

⦿

حیراں ہیں اس زمانے میں، ہم جی کے کیا کریں
جائز سہی شراب مگر پی کے کیا کریں
تعلیم اونچے درجہ کی ہوتی نہیں نصیب
پھر گھر میں بیٹھ کر بجز اے. بی کے کیا کریں

⦿

شیخ کی وہ دھج نہیں وہ شیخ کی ڈاڑھی نہیں
دوستی مذہب سے ہے پر اس قدر گاڑھی نہیں

⦿

اکبر مجھے شک نہیں تری تیزی میں
اور تیرے بیان کی دلآویزی میں
شیطان عربی سے ہند میں ہے بے خوف
لاحول کا ترجمہ کر انگریزی میں

◉

ہیں عمل اچھے مگر دروازۂ جنت ہے بند
کر چکے ہیں پاس لیکن نوکری ملتی نہیں

◉

گورنمنٹ کی خیر یارو مناؤ
گلے میں جو اتریں وہ تانیں اڑاؤ
کہاں ایسی آزادیاں تھیں میسر
انا الحق کہو اور پھانسی نہ پاؤ

◉

شیخ اس درجہ اناڑی ہے جو گھوڑے پہ چڑھے
باگ گردن میں رکاب آ کے پھنسی ران میں ہو
لات دنیا پہ نہ مارو ابھی اے حضرتِ شیخ
بیٹھکیں کر لو ذرا زور تو کچھ ران میں ہو

◉

شوقِ لیلائے سول سروس نے مجھے مجنوں کیا
اتنا دو دوڑایا لنگوٹی کر دیا پتلون کو
جامۂ ہستی کے ٹکڑے اڑ رہے ہیں نزع میں
پھینکیے اب کوٹ کو تہ کیجیے پتلون کو

⊙

دقیانوسی طریق سے منہ موڑو
شیرازہ مذہبی لغت کا توڑو
بھوکے سے کہو کہ حدِ تہذیب میں رہ
آنتوں سے کہو کہ قُل ھو اللّٰہ چھوڑو

⊙

فقط مذہب سے تم میں عزت ووقعت کی ہے یہ بو
وگرنہ اور کیا نسبت کجا ویم کجا کلو

⊙

بے ہنر ہو کر جو بیٹھو طعنۂ حالی سنو
باہنر ہو کر جو چمکو قوم سے گالی سنو
ہم کو تو پیر طریقت نے یہی دی ہے صلاح
قصۂ منصور دیکھو اور قوالی سنو

⊙

اونٹ نے گایوں کی ضد پر شیر کو ساجھی کیا
پھر تو مینڈک سے بھی بدتر سب نے پایا اونٹ کو
جس پہ رکھنا چاہتے ہو باقی اپنی دسترس
منہ میں ہاتھی کے کبھی اے بھائی وہ گنا نہ دو

◉

تکلفات سے للہ اپنا سر نہ پھراؤ
جو دال روٹی ہو موجود وقت پر وہ کھلاؤ
مجھے بھی چکھو گے کیا رکھ کے خوانِ نعمت پر
کباب کرتا ہے اب مجھ کو انتظارِ پلاؤ

◉

نیکی کے حق میں کج ادائی نہ کرو
اللہ کے ساتھ بے وفائی نہ کرو
نیٹو بھی رہو گے اور مرو گے بھی ضرور
کہتا ہوں کہ دعوائِ خدائی نہ کرو

◉

صاحب سے اذن لے کے کروں گا میں عشقِ چشم
لیسنس ہے ضرور ہرن کے شکار کو

◉

جب بڑی قومی مصیبت تو کسی نے کیا کیا
سب ہوئے اندوہ گیں خونِ جگر سب نے پیا
ہاں جو شاعر تھے انھوں نے نالۂ موزوں کے ساتھ
داغِ دل کو آسمانِ نظم پر چمکا دیا

◉

پیتا ہوں شراب آبِ زم زم کے ساتھ
رکھتا ہوں اک اونٹنی ٹم ٹم کے ساتھ
ہے عشق حقیقی اور مجازی دونوں
قوال کی بھی صدا ہے چھم چھم کے ساتھ

◉

قوم سے مے کی سفارش کیا کروں
نیک کو شیطان کر دیتی ہے یہ
ایک جوہر ہے فقط اس میں مفید
خودکشی آسان کر دیتی ہے یہ

◉

غزل میری سنتے نہیں شیخ جی — تقدس کی بھی انتہا ہوگئی
تکلف کے پکوان میں دن ڈھلا — ہماری تو پوری سزا ہوگئی
اضافہ ہوئی مجھ سے گندم پہ مَے — یہ پوتے سے بھی اک خطا ہوگئی
یہ تھی قیمتِ رزق ٹوٹے جو دانت — غرض کوڑی کوڑی ادا ہوگئی

◉

پیارا ہے ہم کو شیخ ہمارا برا سہی
چاقو ولایتی نہیں دیسی چھرا سہی

اکبر کا نغمہ قوم کے حق میں مفید ہے
دل کو تو گرم رکھتا ہے وہ بے سرا سہی

⊙

رہا کرتا ہے مرغِ فہم شاکی
نئی تہذیب کے انڈے ہیں خاکی
چھری سے ان کی کٹوا کر فلک نے
خدا جانے ہماری ناک کیا کی

⊙

ابھی انجن گیا ہے اس طرف سے
کہے دیتی ہے تاریکی ہوا کی
رہی رات ایشیا غفلت میں سوتی
نظر یورپ کی کام اپنا کیا کی

⊙

ہے عجب انقلاب دنیا میں
کیا کہوں بات بھائی صاحب کی
اب وہ تسبیح پر بجائے درود
پڑھ رہے ہیں دہائی صاحب کی

⦿

ہوئی جب آمدِ پیری ہوا میں سر کہ پیشانی
ترشروئی کی چٹنی جوڑ ہے ڈاڑھی ہو جب کھچڑی
سوال اب یہ عبث ہے جب ہے پتلونوں کی ارزانی
چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

⦿

کچھ سین خوش آتے ہیں نہ بھاتے ہیں بنرجی
میں زیل کا طالب ہوں نہ خواہان انرجی
سنتا نہیں لیکچر میں پڑا رہتا ہوں دن رات
لگتا ہے فقط لیڈیوں میں وقت ڈنرجی

⦿

کمپ میں محروم ہوں میں لطفِ خاطر خواہ سے
آگیا ہوں تنگ مذہب کی معاذ اللہ سے

⦿

وضعِ مغرب سیکھ کر دیکھا تو یہ کافور تھی
اب میں سمجھا واقعی ڈاڑھی خدا کا نور تھی

⦿

علم پر بھی عشق کی تاثیر آخر پڑ گئی
تخلیے کی بات پبلک کے دلوں میں گڑ گئی

وصل کی شب میں نے اس بت سے لڑائی تھی زباں
یہ اثر اس کا ہوا اردو سے ہندی لڑ گئی

⊙

سائنس سے زیادہ ہے مذہب کی جڑ بڑی
توپوں کی مار سے بھی خدا کی پکڑ بڑی
بابو یہ کہتے ہیں کہ دھرم جیت جائے گا
اس وقت گو ملکش نے ڈالی ہے گڑ بڑی

⊙

کچہریوں میں ہے پرسش گریجویٹوں کی
سڑک پہ مانگ ہے قلیوں کی اور میٹوں کی
نہیں ہے قدر تو بس علمِ دین و تقویٰ کی
خرابی ہے تو فقط شیخ جی کے بیٹوں کی

⊙

مقصود ہے شغل کوئی مضمون سہی
پیمانۂ مے نہیں تو افیون سہی
ہنگامۂ موت بھی ہے اک جشن اکبؔر
گر جنگ نہیں تو خیر طاعون سہی

◉

لذتِ نانِ جویں تجھ کو مبارک اے شیخ!
مجھ گنہگار کو ہے صرف تمنجن کافی
حضرتِ خضر ٹکٹ مجھ کو دلا دیں اکبر
رہنمائی کے لیے ہے مجھے انجن کافی

◉

وحشت نئی روشنی سے آخر کو گھٹی
فکرِ روزی میں شیخ کی طبع ڈٹی
کرکٹ جمناسٹک ٹریننگ کالج
مولانا سیکھتے ہیں بالفعل نٹی

◉

امورِ ملکی کی بحث میں تم جو ہندوؤں کے بنو کے ساتھی
نہ لاٹ صاحب خطاب دیں گے نہ راجہ جی سے ملے گا ہاتھی
نہ اپنا مکھن وہ تم کو دیں گے نہ اپنی پوری وہ بانٹ دیں گے
پڑے گا موقع جو کوئی آ کر تو دونوں ہی تم کو چھانٹ دیں گے
مگر وہ رہتے ہیں دور تم سے یہ لوگ ساتھی ہیں اور پڑوسی
ملے جلے ہیں سوسائٹی میں اہیر ان میں تو ہم میں گھوسی
ہزل کو اپنی جو چھوڑ کر تم انھیں کی شکرت کرو زٹل میں
تو یہ تو کوئی نہ کہہ سے گا تمہارے دشمن کہاں بغل میں

نہ ہوگی حکام کو بھی دقت جو ہوگی اک جا ہر اک کی خواہش
ضرورت ان کو بھی یہ نہ ہوگی کریں ہر اک سے علیحدہ عرضش
جو مانگو گے ایک پھل مسلّم وہ کاٹ کر ایک پھانک دیں گے
چلاؤ گے پھر بھی منہ تو سب کو وہ ایک لاٹھی سے ہانک دیں گے

⊙

ان کے دستِ نازنیں سے پائی ٹی
اب کہاں باقی ہے ہم میں پائٹی

⊙

آخر کو ہوئی بات جو تھی ہونی
مذہب مٹی ہے یا ہے مٹی ڈھونی

⊙

جو سست تھے ہوگئے ہیں وہ شترِ حلیم
جو تیز تھے بن گئے ہیں پولو پونی

⊙

مذہب اور مولوی پہ گالی ہولی
اسپیچ پہ انجمن میں تالی ہولی
دروازۂ منصفی ہے ہم پر کیوں بند
ہر بات تو اے جنابِ عالی ہولی

⦿

معنیِ جنگ اردو و ہندی
میں یہ سمجھا بہ عالم رندی
یعنی ہے اس میں لطفِ وصلِ بتاں
خوب مل کر لڑی زباں سے زباں

⦿

اخلاقوں کو خوش تمیزی نہ سہی
القابِ حبیبی و عزیزی نہ سہی
میٹھے پانی سے ہے زباں شیریں کام
جاں بخش حرارتِ عزیزی نہ سہی

⦿

بھائی مجھے کل یہ بات بی منی کی
تفریق اڑا دو شیعہ و سنی کی
جیسا موقع ہو بس بٹھا دو وہ نگیں
ہیرے کی نہ شرط ہو نہ ضد چنی کی

⦿

ملتا نہیں گوشت خیر ہڈی ہی سہی
کچھ کھیل ضرور ہے پھسڈی ہی سہی

موقع جو ہو بس پریڈ قواعد کا نہیں
چندہ تحصیل کر کبڈی ہی سہی

⊙

واہ کیا دھج ہے میرے بھولے کی
شکل کولے کی ہیٹ سولے کی

⊙

مری فغاں پہ مسِ ناشناس بولی اٹھی
کہ بابوؤں میں تو عادت ہے غل مچانے کی
بجائیں شوق سے ناقوس برہمن اکبرؔ
یہاں تو شیخ کو دھن ہے بگل بجانے کی

⊙

کوئی شورش نہیں ہے ہر طرح سے خیر سلّا ہے
نہ سرگرمی پولس کی ہے نہ جاری مارشلّا ہے
یہ کلکتہ کی شوخی اور یہ ڈھاکہ کی ادا سنجی
وہ اک فرشی کبڈی ہے یہ لفظی گیند بلّا ہے
یہ دیسی ورزشیں ہیں مغربی جمناسٹک ہے وہ
نئے سن کی طنابیں ہیں کرسمس کا پچھلا ہے

⊙

مہمانِ فلک کہاں سکون پاتا ہے
آسودہ جو ہیں انھیں بھی ٹہلاتا ہے
ہے ہضم کی فکر میں یہ نقل و حرکت
ظاہر ہے صریح پیٹ دوڑاتا ہے

⊙

در پر مظلوم اک پڑا روتا ہے
بے چارہ بلا میں مبتلا روتا ہے
کہتا ہے وہ شوخ تال سم ٹھیک نہیں
کیا اس کی سنوں کہ بے سرا روتا ہے

⊙

نہ وہ قسمیں نہ وہ رسمیں نہ چٹیا ہے نہ لیٹا ہے
مگر ہیں محنتی، کوئی قلی ہے، کوئی میٹا ہے

⊙

اٹھا تو تھا ولولہ یہ دل میں کہ صرف یادِ خدا کریں گے
معاً مگر یہ خیال آیا ملی نہ روٹی تو کیا کریں گے
کہاں کے قبلہ کہاں کی قبلی جنید کیسے کہاں کے شبلی
عوض تصوف کے ہم نے طب لی بنیں گے سرجن مزا کریں گے

اجل سے بھی پھر نہ ہوں گے خائف مزاج سے اپنے ہوں گے واقف
اثر کرے گی ہوا مخالف تو آپ اپنی دوا کریں گے

⊙

پوچھا میں نے کہ تیرا مذہب کیا ہے
کہنے لگا اس سے تیرا مطلب کیا ہے
میں نے یہ کہا کہ غول بندی کے لیے
بولا کہ شکست کھا چکے اب کیا ہے

⊙

اپنی گرہ سے کچھ نہ مجھے آپ دیجیے
اخبار میں تو نام مرا چھاپ دیجیے
دیکھو جسے وہ پانیر آفس میں ہے ڈٹا
بہرِ خدا مجھے بھی کہیں چھاپ دیجیے
چشمِ جہاں سے حالتِ اصلی چھپی نہیں
اخبار میں جو چاہیے وہ چھاپ دیجیے
دعویٰ بہت بڑا ہے ریاضی میں آپ کو
طولِ شبِ فراق کو تو ناپ دیجیے
سنتے نہیں ہیں شیخ نئی روشنی کی بات
انجن کی ان کے کان میں اب بھاپ دیجیے

اس بت کے در پہ غیر سے اکبرؔ نے کہہ دیا
زر ہی میں دینے لایا ہوں جان آپ دیجیے

⊙

شیخ صاحب دیکھ کر اس مس کو ساکت ہو گئے
ماسٹر صاحب بہت کمزور تھے چت ہو گئے

⊙

نہ کچھ انتظارِ گزٹ کیجیے
جو افسر کہے بس وہ جھٹ کیجیے
بہت بھاتی ہے اس کی پھرتی مجھے
دعا ہے کہ لڑکی یہ نٹ کیجیے
کہاں کا حلال اور کیسا حرام
جو صاحب کھلائیں وہ چٹ کیجیے
سکھاتے ہیں تقلیدِ انگلش جو آپ
کہیں مفلسوں کو نہ پٹ کیجیے
بگڑ جائے گا میم سے سارا کھیل
بس ان لعبتوں پر نہ ہٹ کیجیے
بہت شوق انگریز بننے کا ہے
تو چہرے پہ اپنے گلٹ کیجیے
اجل آئی اکبرؔ گیا وقتِ بحث
اب اف کیجیے اور نہ بٹ کیجیے

⊙

نہایت حکمت آگیں آپ کی اسپیچ ہوتی ہے
مزا شربت کا دے جاتی ہے گو وہ پیچ ہوتی ہے

⊙

نبض آپ کی ہے سست بدن آپ کا یخ ہے
شاید چلی بیگم سے کسی بات پہ چخ ہے

پہنچا میں فلک پر جو نظر تم نے ملائی
شاید کہ میں تکل ہوں نظر آپ کی نخ ہے
اپنے شجرِ حسن کی وہ خیر منائیں
عشاق کی کثرت ہے کہ یہ فوج ملخ ہے
جزیئے کو سدھارے ہوئے مدت ہوئی اکبر
البتہ علی گڑھ کی لگی ایک یہ پخ ہے

⊙

رندی و شراب و بزمِ شاہد بھی ہے
منطق بھی ہے دلیلِ ملحد بھی ہے
لیکن قربانِ حکمتِ پیرِ مغاں
دو مولوی بھی ہیں ایک مسجد بھی ہے

⊙

دھن نوکری کی ہے نہ پری ہے نہ حور ہے
اب فکر پاس کی ہے قیامت تو دور ہے
آئین بھی بدلتے ہیں نیت کے ساتھ روز
امیدِ بے اصول سے اب دل نفور ہے

⊙

دن تو جنات کی خدمت میں بسر ہوتا ہے
رات پریوں کی خوشامد میں گزر جاتی ہے

سلف رسپکٹ کا وقت آئے کہاں سے اکبرؔ
دیکھ تو غور سے دنیا کو کدھر جاتی ہے

◉

نوکروں پر جو گزرتی ہے مجھے معلوم ہے
بس کرم کیجے مجھے بیکار رہنے دیجیے
راہ میں لیسنس ہی کافی ہے عزت کے لیے
بس یہی لے لیجیے تلوار رہنے دیجیے
ڈاکٹر صاحب سے ملنا آپ کا اچھا نہیں
بیٹھے گھر میں مجھے بیمار رہنے دیجیے
تیزیٔ مے کا اثر تھا نزع کی آمد نہ تھی
خیر اٹھیے توبہ استغفار رہنے دیجیے

◉

کامیابی کا سودیشی پر ہر اک در بستہ ہے
چونچ طوطا رام نے کھولی مگر پر بستہ ہے

مقام آگرہ

شو میکری شروع جو کی اک عزیز نے
جو سلسلہ ملاتے تھے بہرام گور سے

پوچھا کہ بھائی تم تو تھے تلوار کے دھنی
مورث تمہارے آئے تھے غزنی و غور سے
کہنے لگے ہے اس میں بھی اک بات نوک کی
روٹی ہم اب کماتے ہیں جوتے کے زور سے

◉

موکل چھٹے ان کے پنجے سے جب
تو بس قومِ مرحوم کے سر ہوئے
پپیہے پکارا کیے 'پی' کہاں
مگر وہ پلیڈر سے لیڈر ہوئے

◉

پردے کے واسطے تو عبث بے قرار ہے
پردہ دروں کا راز تو خود آشکار ہے
آغا تقی میں حسن نہ اب وہ سنگار ہے
پردہ اٹھا کے دیکھو تو کوّا گھار ہے

◉

زاہد ایسے بے خبر ہیں ابروئے خم دار سے
جس طرح بابو کو ہے بیگانگت تلوار ہے

⊙

پریوں کا شوق ہے نہ مجھے فکرِ حور ہے
کالج سے ہے نجات تو ذکرِ حضور ہے

⊙

بابو صاحب نے کہا اک باغ ہے میرا کلام
اس میں کیا شک ہے مگر یہ باغ شالا مار ہے

⊙

سوئے فلک چلے جو غبارے میں بیٹھ کر
منہ حاسدوں کے غصہ و غیرت سے مڑ چلے
احباب نے کہا کہ مبارک ہو یہ عروج
شکرِ خدا کہ اب تو یہ بابو بھی اڑ چلے

⊙

سینۂ مس کا ابھار اے دل فساد انگیز ہے
لوگ سچ کہتے ہیں بادنجان باد انگیز ہے
عدل انگلش من سے تو نیند آرہی ہے شیخ کو
بابوؤں کی شورش البتہ جہاد انگیز ہے
علم کی حد تک عقیدے سب یقیں کے ساتھ ہیں
اس کے آگے کی ہوس صرف اعتقاد انگیز ہے

⦿

شیخ جی گھر سے نہ نکلے اور مجھ سے کہہ دیا
آپ بی اے پاس ہیں اور بندہ بی بی پاس ہے

⦿

ممکن نہیں اے مس ترا نوٹس نہ لیا جائے
گال ایسے پری زاد ہوں اور کس نہ لیا جائے

⦿

لندن میں بگڑ جاؤ گے وسواس یہی ہے
تم پاس رہو میرے بڑا پاس یہی ہے

⦿

ہر اک رمارک آپ کا عقرب کا نیش ہے
مجھ کو بھی رنج، غیر کا سینہ بھی ریش ہے
مجھ سے کہا کہ گوزِ شتر ہے ترا سخن
اس سے یہ کہہ دیا کہ تو گوبر گنیش ہے

⦿

یاروں کو فکرِ روزِ جزا کچھ نہیں رہی
بس کام ہے انھیں رہِ عیش و نشاط سے
کہتے ہیں حرج کیا ہے جو باریک ہے وہ پل
بائیسکل پہ گزریں گے ہم پل صراط سے

◉

خلقت اسی سمت صف بہ صف جاتی ہے
باعود و رباب و چنگ و دف جاتی ہے
ہے نورِ خدا بھی طالبِ رزق کا دوست
ڈاڑھی بھی تو پیٹ کی طرف جاتی ہے

◉

کچھ شک نہیں کہ حضرتِ واعظ ہیں خوب شخص
یہ اور بات ہے کہ ذرا بے وقوف ہیں

◉

اردو کے تین ربع کے مالک ہیں خود ہنود
پھر کیا سبب جو اس سے انھیں انحراف ہے
یعنی ارد ہے چیز انھیں کے مذاق کی
اردو کے تین جزو یہی صاف صاف ہے

◉

ذوقِ معنی نہیں تجھے اکبر
سن لے یہ بات گر تجھے شک ہے
شیخ سے چھوٹے اُلجھے انجن میں
اُس میں بک بک تھی اس میں بھک بھک ہے

◉

ہر چند کہ مجھ کو اعتقاد اب تک ہے
تاہم بلحاظِ وقت دل میں شک ہے
بیٹھے تو بہت ہی سر جھکا کر ہیں حضور
کیا جانے مراقبہ ہے یا پینک ہے

◉

کی ہے معدے نے کمیٹی پیٹ میں
بائی لاء ہر رگ کے اندر ٹھیک ہے
حضرتِ نزلہ ہیں صدرِ انجمن
دم بدم ان کی بھی اک تحریک ہے

◉

تیرے قدم سے رونقِ شہرِ پراگ ہے
یعنی ترے ہی دم سے بتوں کا سہاگ ہے
بھڑکی ہے دل کی آگ گوالن کے عشق میں
احباب ہنستے ہیں کہ یہ کنڈے کی آگ ہے

◉

سب سمجھتے ہیں کہ یہ عشقِ بتاں اک روگ ہے
لیکن اس کو کیا کریں ملتا جو موہن بھوگ ہے

شاہدانِ مغربی کرتے نہیں مجھ کو قبول
ٹال دیتے ہیں یہ کہہ کر آپ کالا لوگ ہے

⊙

دیکھو عروسِ دہر کو کیوں آنکھ کھول کے
بہتر یہی ہے کام نکالوں ٹٹول کے

⊙

جو مرد ہیں وہ پاک ہیں دنیا کے میل سے
سچ ہے خبیث ملتے ہیں ایسی چڑیل سے
چہرے کے نیچے قہر ہے ڈاڑھی کا جھول جھال
اس فرد کو بچایئے تفصیلِ ذیل سے

⊙

جب کہا گیسو کا بوسہ دیجیے دل لیجیے
ہنس کے بولے آپ کو سودا ہے مسہل لیجیے

⊙

دل میں جو پڑ گئی ہے گرہ کھول ڈالیے
اک دم میں کل متاعِ سخن تول ڈالیے
ترکیب ہے ترقیِ اردو کی بس یہ خوب
جو آپ بول سکتے ہیں سب بول ڈالیے

⊙

واہ اکبر بس مقیمِ کول ہو کر رہ گئے
خود فروشی کی نہیں انمول ہو کر رہ گئے
عرض وطولِ ہند میں تم نے نہ دوڑائے خطوط
دل کشی مرکز میں پائی گول ہو کر رہ گئے

⊙

ہم سے شب وصال وہ بے میل ہو گئے
افسوس انٹرنس میں ہم فیل ہو گئے
درگاہ کے چراغ کو چھوڑا برائے لمپ
سب کی نظر میں گھی سے مگر تیل ہو گئے
بوڑھوں نے پہلے لڑکوں کو خود ہی بنایا کھیل
ان کی نظر میں آپ ہی اب کھیل ہو گئے
اے شیخ جب نکیل نہیں دستِ قوم میں
پھر کیا خوشی جو اونٹ ترے ریل ہو گئے
ہم بھی کلیل کرنے لگے گائے کی طرح
اس ملک میں بھی حضرتِ گو کھیل ہو گئے

⊙

میں نے جو کہا کل انتظام آپ کا ہے
بے فائدہ آپ کا یہ کام آپ کا ہے

کہنے لگے مسکرا کے یہ سب ہے صحیح
لیکن خوش ہو جیے کہ نام آپ کا ہے

⊙

مذہب جس کی نظر سے بالکل گم ہے
کیونکر میں کہوں وہ داخلِ مردم ہے
شائستہ جو ہو تو اس کو پونی سمجھو
ایسا جو نہ ہو تو اک خرِ بے دم ہے

آیندہ اردو زبان کا نمونہ

بابو جی کا وہ بت ہوا نوکر
غیر اس کو پیام دیتا ہے
بابو کہتے ہیں وہ نہ جائے گا
میرے انڈر میں کام دیتا ہے

⊙

واسطہ کم ہوگیا اسلام کے قانون سے
دب گئی آخر مسلمانی مری پتلون سے

⊙

اب کہاں تک بت کدے میں صرفِ ایماں کیجیے
تا کجا عشقِ بتانِ سست پیماں کیجیے

ہے یہی بہتر علی گڑھ جا کے سیّد سے کہوں
مجھ سے چندہ لیجیے مجھ کو مسلماں کیجیے

⊙

جب اگلا کورس خارج ہو گیا تعلیمِ طفلاں سے
تو اب اعراض ہم کیونکر کریں تعلیمِ نسواں سے

⊙

ان کو کیا کام ہے مروت سے
اپنے رخ سے یہ منہ نہ موڑیں گے
جان شاید فرشتے چھوڑ بھی دیں
ڈاکٹر فیس کو نہ چھوڑیں گے

⊙

اس اکھاڑے میں اڑ نگے دیکھ کر قانون کے
شیخ نے تہمد سے ہجرت کی طرف پتلون کے

⊙

نہیں کچھ گفتگو اس میں یقیناً شیر ہیں حضرت
بس اتنی بحث باقی ہے یہ بھینسا ہے کہ انجن ہے
چمک تیغوں کی ہاتھوں کی صفائی واہ کیا کہنا
مگر یہ دیکھ لو گٹھا ربر کا ہے کہ گردن ہے

مدارِ کار جب ہو اتفاق و عقل و حکمت پر
تو اس سے جو کرے غفلت وہ اپنا آپ دشمن ہے

⊙

راہ تو مجھ کو بتا۔ دی خضر نے
اونٹ کا لیکن کرایہ کون دے
اب تو جاگو ایشیائی بھائیو
نیند میں غفلت کی صدیوں سو لیے
ہو مبارک جستجوئے خضر انھیں
ہم تو اب انجن کے پیچھے ہو لیے
اب تھیٹر میں ہنسیں گے جا کے خوب
خانقاہوں میں تو برسوں رو لیے

⊙

ہوتا ہے نفع یورپین نان پاؤ سے
میں خوش ہوں ایشیا کے خیالی پلاؤ سے
ایمان بیچنے پہ ہیں اب سب تلے ہوئے
لیکن خرید ہو جو علی گڑھ کے بھاؤ سے
دھمکا کے بوسہ لوں گا رخِ رشکِ ماہ کا
چندہ وصول ہوتا ہے صاحب دباؤ سے

◉

چھٹی اس مس کی ہے کہ یہ جادو ہے
دل جوشِ مفاخرت سے بے قابو ہے
ایسی پری اور مجھ کو پیارا لکھے
القاب میں دیکھیے ڈیئر کلو ہے

◉

ہندی مسلم میں ہند کی نیو بھی ہے
افطار میں ہے کھجور تو سیو بھی ہے
اللہ اللہ ہے زباں پر بیشک
لیکن اک رنگ بم مہادیو بھی ہے

◉

برا ہوا کہ رقیبوں میں بڑھ گئے بابو
ذرا سی بات ہوئی اور یہ سوئے تھانہ چلے

◉

حریصِ زر کی میت پر یہ بولا طالبِ قوت
جو مل جائے تو اس کو کھاؤں یہ سونے کا کشتہ ہے

◉

ہیں لمپ عزیز شمع بیگانہ ہے
جلتا ہے چراغ سے جو فرزانہ ہے

سب کی ہے مسوں کے روئے روشن پہ نگاہ
جو ہے نئی روشنی کا پروانہ ہے

◉

عبث ان کا گلہ ہے مستغیثہ بولتی کیوں ہے
کوئی پوچھے تو ناحق تم نے ڈالی اولتی کیوں ہے

◉

آپ کی انجمن کی ہے کیا بات — آہ چھپتی ہے واہ چھپتی ہے
حکمتوں سے ہوئی ہے جزوِ شکم — روح بھی اب تو کورس جپتی ہے
اس غرض سے کہ سینہ پوش نہ ہو — شیخ کی ریش روز نپتی ہے
پائے خامہ ٹھہر نہیں سکتا — کس قدر یہ زمین تپتی ہے

◉

جو عقل کھری تھی کی وہ کھوٹی اس نے
اچھے اچھوں سے چھینی روٹی اس نے
مستوں پہ شراب فاقہ مستی لائی
پتلون کو کر دیا لنگوٹی اس نے

◉

کہا جو میں نے کہ ان کی ادا انوکھی ہے
کہا بتوں نے کہ اردو میاں کی چوکھی ہے

◉

نکتہ یہ سنا ہے ایک بنگالی سے
کرنا ہو بسر جو تم کو خوش حالی سے
خالی ہو جگہ تو اپنے بھائی کو دلاؤ
غصہ آئے تو کام لو گالی سے

◉

ان کی تحریکوں سے یوں رہتی ہے دنیا بے چین
جس طرح پیٹ میں بیمار کے بائی دوڑے
ممبری کے لیے لپکا مری جانب وہ غول
گائے موٹی نظر آئی تو قصائی دوڑے

◉

مار و کژدم رہ گئے کیڑے مکوڑے رہ گئے
صورتیں تو ہیں مگر انسان تھوڑے رہ گئے
خضر عنقا ہو گئے موذی بنے ہیں سدِّ راہ
گر گئے سنگِ نشاں سڑکوں پہ روڑے رہ گئے
پردہ در کی رائے سن کر بیبیاں کہنے لگیں
اب ہمارے وارث ایسے ہی نگوڑے رہ گئے
شیخ صاحب چل بسے کالج کے لوگ ابھرے ہیں اب
اونٹ رخصت ہو گئے پولو کے گھوڑے رہ گئے

⊙

جو وقتِ ختنہ میں چیخا تو نائی نے کہا ہنس کر
مسلمانی میں طاقت خون ہی بہنے سے آتی ہے

⊙

عاشقی کا ہو برا اس نے بگاڑے سارے کام
ہم تو اے۔ بی میں رہے اغیار بی۔ اے ہو گئے

⊙

پردہ کا مخالف جو سنا بول اٹھیں بیگم
اللہ کی مار اس پہ علی گڑھ کے حوالے

⊙

کھائی مژگان و نظر کی جو قسم بولا وہ شوخ
آپ اب قسمیں بھی کھاتے ہیں چھری کانٹے سے

⊙

دیکھ لو حال مرا آہ کی حاجت کیا ہے
دو اور اک تین پہ واللہ کی حاجت کیا ہے
پیچھے انجن کے بس اب ہو لیں مسلماں بھائی
اب انھیں خضر کی اور راہ کی حاجت کیا ہے
داد قرآں کی نہ دو بھائی عمل اس پہ کرو
پیشِ درگاہِ خدا واہ کی حاجت کیا ہے

⊙

ناک رگڑی برسوں اس ارمان میں
سن لیں میری بات اک دن کان میں

⊙

قصۂ منصور سن کر بول اٹھی وہ شوخ مس
کیسا احمق لوگ تھا پاگل کو پھانسی کیوں دیا
کاش اے اکبر وہی حالت مجھے بھی پیش آئے
اور یہ کافر پکارے درپناہِ من بیا

⊙

کہتے ہیں اکبر یہ تیری عقل کا کیا پھیر ہے
طبع تیری اس نئی تہذیب سے کیوں سیر ہے
عرض کرتا ہوں کہ میں بھی ہوں گا حاضر عنقریب
ہو چکا ہوں پیر بس نابالغی کی دیر ہے

⊙

ملتا نہیں گھی تو خشک روٹی ہی سہی
نعمت جو بڑی نہیں تو چھوٹی ہی سہی
میں قوم کی فربہی کا مشتاق نہیں
بس جائیے میری عقل موٹی ہی سہی

⊙

نفرت تھی مجھ کو بیشک مچھر کے بولنے سے
کہتا تھا اپنے دل میں بیچارہ کیا برا ہے
آخر کھلا یہ عقدہ نفرت کا مجھ کو اکبر
آواز بے تکی ہے کم بخت بے سرا ہے

⊙

چند ذرّے کیمیا سے رنگ کی پڑیا بنے
شیخ صاحب ہوش ہی کھو بیٹھے اور گڑیا بنے

⊙

مغربی کل نے مجھ کو پیسا ہے
میرا چونا ہے اور کلیسا ہے
آپ ہی گا کے جھوم لیتے ہیں
بار بُد ہے نہ اب نکیسا ہے

⊙

نکالا شیخ کو مجلس سے اس نے یہ کہہ کر
یہ بے وقوف ہے مرنے کا ذکر کرتا ہے

⊙

تم ناک چڑھاتے ہو مری بات پہ اے شیخ
کھینچوں گا کسی روز میں اب کان تمہارے

⦿

عادت جو پڑی ہو ہمیشہ سے وہ دور بھلا کب ہوتی ہے
رکھی ہے چنوٹی پاکٹ میں پتلون کے نیچے دھوتی ہے

⦿

نہ تو انگریز بنے ہم نہ مسلمان رہے
عمر سب مفت میں کھویا کیے نادان رہے
طاقت اسلام کی کہتی تھی مسلمانوں سے
جب میں جانوں کہ مرے بعد مرا دھیان رہے
ان کی سب سنتے ہیں اپنی نہیں کہہ سکتے کچھ
کیا قیامت ہے زباں کٹ گئی اور کان رہے
تھی بہت ان کو مسلمانوں کی تہذیب کی فکر
بولے مسجد کے تلے مے کا بھی سامان رہے
راحتِ جاں ہے تری نظمِ دلآویز اکبؔر
تندرستی رہے ایمان رہے جان رہے
ہم تو کالج کی طرف جاتے ہیں اے مولویو
کس کو سونپیں تمہیں، اللہ نگہبان رہے

⦿

انگریز میں عظمتِ جہاں بانی ہے
ہم میں اک شانِ علمِ روحانی ہے
لیکن تم لوگ تو کسی میں بھی نہیں
بازو نہ قوی نہ قلب نورانی ہے

حصہ دوم

کلیات اکبرالہٰ آبادی

معروف بہ

لسان العصر

⊙

ذہن میں جو گھر گیا لا انتہا کیونکر ہوا
جو سمجھ میں آگیا پھر وہ خدا کیونکر ہوا
دل کو جو پہنچائے ایذا وہ نہیں ہے اہلِ دل
ظلم کا باعث جو ہو درد آشنا کیونکر ہوا
طالبِ دنیا کو اکبرؔ کس طرح سمجھوں میں خضر
خود جو گم ہے فکر میں وہ رہنما کیونکر ہوا

⊙

وقتِ طلوع دیکھا وقتِ غروب دیکھا
اب فکر آخرت ہے دنیا کو خوب دیکھا
اس نے خدا کو مانا وہ ہو رہا بتوں کا
یا اس نے خوب سمجھا یا اس نے خوب دیکھا
نامِ خدا کو اکثر زیبِ زباں تو پایا
عشقِ بتاں کو لیکن نقشِ قلوب دیکھا
اوروں پہ معترض تھے لیکن جو آنکھ کھولی
اپنے ہی دل کو ہم نے گنجِ عیوب دیکھا

⊙

کوئی طاقت نہیں اب آپ کی طاقت کے سوا
کچھ بچا ہی نہیں میرے لیے جنت کے سوا

ہر ارادے میں نظر آتی ہے اک صورتِ یاس
شغل اب کچھ بھی نہیں فسخِ عزیمت کے سوا

اس کو تھا ناز کہ حاصل ہے مجھے راحت و عیش
میں نے جانچا تو نہ تھا کچھ بھی وہ غفلت کے سوا

سکھ ملا جس کو زمانے میں مبارک ہو اسے
ہم نے تو کچھ بھی نہ پایا غم و حسرت کے سوا

مطمئن ہو کے لگاتا ہوں لحد میں بستر
اب اٹھاتا ہے مجھے کون قیامت کے سوا

عکس دنیا کے مرقع کا پڑا آنکھوں میں
دل میں اتری نہ کوئی شے تری صورت کے سوا

⊙

نہ یہ رنگِ طبع ہوتا نہ یہ دل میں جوش ہوتا
یہ جنوں اگر نہ ہوتا تو کہاں یہ ہوش ہوتا

غمِ دہر سے بچاتا ہے بشر کو مست رہنا
مجھے شاعری نہ آتی تو میں بادہ نوش ہوتا

تمہیں دیکھ سن کے فطرت نے یہ نقش کھینچے ورنہ
نہ یہ ہوتی چشمِ نرگس نہ یہ گل کا گوش ہوتا
دل ودیں ہیں سب کے صدقے جو وہ خودنما بنا ہے
کوئی زندہ ہی نہ رہتا جو وہ خود فروش ہوتا
نہ ابھارتا جو گردوں تو وہ کیوں یہ ظلم کرتے
کچھ اثر فغاں میں ہوتا تو میں کیوں خموش ہوتا
حسنِ نظامی اکبر کا کلام سن کے بولے
میں تجھے ولی سمجھتا جو تو خرقہ پوش ہوتا

⊙

نہ کہہ کہ شمع سے پروانہ دور ہی اچھا
اگر ہے عشق تو قربِ حضور ہی اچھا
لبھا لیا مجھے اے شیخ چشمِ ساقی نے
غرورِ زہد سے مے کا سرور ہی اچھا
ہزار ہوش ہیں قربان ایسے جلوے پر
جنابِ حضرتِ موسیٰ کو طور ہی اچھا
رہے نہ دل کے لیے کوئی مستقل مرکز
یہی ہے عقل تو دل اس سے دور ہی اچھا
دلِ شکستہ میں رہتا ہے بادۂ عرفاں
سنا ہے میں نے کہ یہ شیشہ چور ہی اچھا

⦿

وہ مے نہیں رہی نہ وہ پیمانہ رہ گیا
دنیا میں بزمِ جم کا اک افسانہ رہ گیا
غائب ہوئی پری دلِ دیوانہ رہ گیا
افسوس شمع بجھ گئی پروانہ رہ گیا

⦿

ہرور و نور و وجد و حال ہو جائے گا سب پیدا
مگر لازم ہے پہلے تیرے دل میں ہو طلب پیدا
نہ گھبرا کفر کی ظلمت سے تو اے نور کے طالب
وہی پیدا کرے گا دن بھی کی ہے جس نے شب پیدا

⦿

فرقتِ یار میں جینے کا سہارا کیا تھا
خوب تھی موت سوا موت کے چارا کیا تھا
جان اللہ نے لی، جسم ہوا داخلِ گور
ہم نے بھی دل میں یہ سمجھا کہ ہمارا کیا تھا

⦿

دنیا کا دیدنی وہ تماشا نکل گیا
اب گرد رہ گئی ہے یہ میلا نکل گیا

اب مادیت کے چھاننے والے ہی رہ گئے
روحانیات کا وہ اکھاڑا نکل گیا

موت آئی عشق میں تو ہمیں نیند آگئی
نکلی بدن سے جان تو کانٹا نکل گیا

میں خوش ہوا جو آپ نے دیں مجھ کو گالیاں
اچھا ہوا بخار تو دل کا نکل گیا

کیا دل لگاؤں موسمِ گل سے میں اے صبا
اس کو بھی کچھ ثبات ہے آیا، نکل گیا

بازارِ مغربی کی ہوا سے خدا بچائے
میں کیا مہاجنوں کا دِوالا نکل گیا

⊙

کام کوئی مجھے باقی نہیں مرنے کے سوا
کچھ بھی کرنا نہیں اب کچھ بھی نہ کرنے کے سوا

حسرتوں کا بھی مری تم کبھی کرتے ہو خیال
تم کو کچھ اور بھی آتا ہے سنورنے کے سوا

موت سے ڈرتے ہیں اب پہلے یہ تعلیم نہ تھی
کچھ نہیں آتا تھا اللہ سے ڈرنے کے سوا

محوِ حیرت ہی رہی بحر میں ہر چشمِ حباب
کچھ نہ تھی ہستیِ امواج گزرنے کے سوا

میرے شکووں کو نہ پوچھیں رہیں خاموش حضور
کچھ نہ بن آئے گی واللہ مکر نے کے سوا
عشق کے فن میں ہے اکبر کا بھی درجہ عالی
عیب کچھ اس میں نہیں ضبط نہ کرنے کے سوا

⊙

نہ باشد معتبر دل راسکون و اضطراب اینجا
غم وشادی ست گردِ کاروانِ انقلاب اینجا
میا سادر ہجومِ جلوۂ دنیا کہ می بینم
سکونِ یک نفس سرمایۂ صد اضطراب اینجا
فریب بحرِ ہستی مایۂ کبر است غافل را
بہ اوجِ چرخ خواہد سر کشیدن ہر حباب اینجا
زقرآں بے خبر نشیں و از عقبیٰ مشو غافل
چہ خوش گفت اکبرِ خوشگو حساب آنجا کتاب اینجا

⊙

تو نے جسے بنایا اس کو بگاڑ ڈالا
اے چرخ میں نے اپنی عرضی کو پھاڑ ڈالا
برباد کیا اجل نے مجھ کو کیا؟ یہ کہیے
روحِ رواں نے اپنے دامن کو جھاڑ ڈالا

بنیادِ دیں ہوائے دنیا نے منہدم کی
طوفان نے شجر کو جڑ سے اکھاڑ ڈالا
اچھا ملا نتیجہ مجھ کو مراسلت کا
قاصد کو قتل کر کے نامے کو پھاڑ ڈالا

⊙

پیغام آرہا ہے دلِ بے قرار کا
قائم ہے سلسلہ مرے اشکوں کے تار کا
شائق ہوا ہے بوسۂ دامانِ یار کا
اللہ رے حوصلہ مرے مشت غبار کا
باغِ جہاں میں کوئی روش بے خلش نہیں
دوڑاؤں گل پہ ہاتھ تو کھٹکا ہے خار کا

⊙

شمس و قمر کو دیکھتے ہیں تجھ کو بھول کر
کیا شعبدہ ہے گردشِ لیل و نہار کا
آماجگاہِ تیر و حوادث ہوں رات دن
پتلا بنا ہوا ہوں غمِ روزگار کا

⊙

اے جنوں دور ہے فطرت کی خود آرائی کا
دیدنی ہے یہ سماں لالۂ صحرائی کا

بڑھتا جاتا ہے ادھر شوق خود آرائی کا
حوصلہ پست ہے یہاں ضبط و شکیبائی کا
آپ کی یاد کو اللہ سلامت رکھے
مجھ پر احسان ہے اس مونسِ تنہائی کا
سبز باغ آپ مرے اشکِ رواں کو نہ دکھائیں
موج پر رنگ جمے گا نہ کبھی کائی کا

⦿

اے جاں شبِ فرقت میں، میں سو ہی نہیں سکتا
تجھ بن مجھے نیند آئے یہ ہو ہی نہیں سکتا
اس بحر میں ہوں مثلِ حباب اے غمِ ہستی
طوفاں مری کشتی کو ڈبو ہی نہیں سکتا
خاکِ قدم اس نے مری آنکھوں میں لگادی
اب اور مصیبت ہے کہ رو ہی نہیں سکتا

⦿

ہوائے دل بھی ہے عنبر افشاں عروج بھی ہے مہِ مبیں کا
نثار ہونے کی دو اجازت محل نہیں ہے نہیں نہیں کا
اگر ہو ذوقِ سجود پیدا، ستارہ ہو اوج پر جبیں کا
نشانِ سجدہ زمین پر ہو تو فخر ہے وہ رخِ زمیں کا

صبا بھی اس گل کے پاس آئی تو میرے دل کو ہوا یہ کھٹکا
کوئی شگوفہ نہ یہ کھلائے پیام لائی نہ ہو کہیں کا

نہ مہر و مہ پر مری نظر ہے نہ لالہ و گل کی کچھ خبر ہے
فروغِ دل کے لیے ہے کافی تصور اس روئے آتشیں کا

نہ علمِ فطرت میں تم ہو ماہر نہ ذوقِ طاعت ہے تم سے ظاہر
یہ بے اصولی بہت بری ہے، تمہیں نہ رکھے گی یہ کہیں کا

◉

جسے اپنے کام کا پا گئی اسے اک نظر میں ملا لیا
تری چشمِ مست ہے وہ غضب مرے شیخ کو بھی پلا لیا

وہ فنا کے رنگ سے خوش نہ تھا اسے کب تھا میلِ شگفتگی
یہ فریب لطفِ نسیم تھا کہ کلی کو جس نے کھلا لیا

یہ گہر فشانیِ متصل، ہے فقط نتیجۂ جوشِ دل
نہ ہوا میں طالبِ انجمن نہ کسی سے میں نے صلا لیا

◉

جو دیکھی ہسٹری اس بات پر کامل یقیں آیا
اسے جینا نہیں آیا جسے مرنا نہیں آیا

علی گڑھ کو شرف بخشا ہے اقبالِ نصاریٰ نے
کہ جو مسلم اٹھا شوقِ ترقی میں یہیں آیا

وہ اک دن تھا میاں کو عار تھا صاحب بھی بننے میں
پڑا اب سایۂ مغرب تو بی بی بھی بنیں آیا
ترقی مستقل وہ ہے جو روحانی ہو اے اکبرؔ
اڑا جو ذرۂ عنصر وہ پھر سوئے زمیں آیا

⊙

چھا گئی زردی چمن پر جلوۂ گل ہو چکا
جورِ صرصر کے دن آئے دورِ بلبل ہو چکا
واعظا تجھ کو مبارک سنبلِ تقویٰ کے پیچ
اب تو دل میرا اسیرِ دامِ کاکل ہو چکا
بحرِ عرفاں کے لیے ہے کشتیٔ دل لازمی
سود مند اس راہ میں الفاظ کا پل ہو چکا
کیا دلِ آگاہ سینوں میں نہیں باقی رہے
سنتے ہیں سرمایۂ اہلِ توکل ہو چکا
سانس لینے میں بھی اے اکبرؔ کرو اب احتیاط
موقعِ فریاد و آہِ بے تامل ہو چکا

⊙

یہ جلوۂ حق سبحان اللہ یہ نورِ ہدایت کیا کہنا
جبریل بھی ہیں شیدا انؐ کے یہ شانِ نبوت کیا کہنا

وہ کفر کی ظلمت دور ہوئی اور محفلِ دیں پرنور ہوئی
یہ مہرِ ہدیٰ سبحان اللہ یہ صبحِ سعادت کیا کہنا
جس دل میں ہو پرتو کرسی و عرش اس دل کی بلندی صلِ علیٰ
جس سینے میں قرآں اترا ہوا اس سینے کی عظمت کیا کہنا
تسبیح سے دنیا گونج اٹھی تکبیر کا غل تا عرش گیا
تاثیرِ ہدایت صلِ علیٰ یہ جوشِ عبادت کیا کہنا
نغمہ ہے ترا دل کش اکبر مضموں ہے ترا پاکیزہ و تر
بلبل کے ترانے صلِ علیٰ پھولوں کی لطافت کیا کہنا

⊙

عمل ان سے ہوا رخصت عقیدوں میں خلل آیا
کوئی پوچھے کہ ان کے ہاتھ کیا نعم البدل آیا
بیاں کرتا تھا بربادی کا اک برگِ خزاں دیدہ
رہا میں باغ میں دو دن کفِ افسوس مل آیا
محلّے میں نہ کی جب شیخ کی وقعت عزیزوں نے
تو بے چارہ کمیٹی ہی میں جا کر کود اچھل آیا
جہانِ بے بقا سے کیا لگائے دل کوئی اکبر
گیا وہ آج پر حسرت جو ارماں لے کے کل آیا

⊙

اشارہ ہے یہی بادِ صبا کا
چمن اک رنگ ہے اس کی ادا کا
نسیمِ صبح گاہی وجد میں ہے
عجب مطلب ہے بلبل کی صدا کا

⊙

عجیب برق بلا تھا نظارہ اس مس کا
وجود ہی نہ رہا دل میں دین کے حس کا
نسیم و گل کے تعلق پہ یہ نہیں غماز
خدا زیادہ کرے نور چشمِ نرگس کا

⊙

خرد کی تفرقہ جوئی سے انتشار رہا
ہمیشہ مجھ پہ یہ کم بخت ہوش بار رہا
نشانِ شوکتِ انساں بنے تو مٹ بھی گئے
خدا کا نام ہی عالم میں برقرار رہا

⊙

بانکپن دل میں، عقیدوں پہ وہ جوبن نہ رہا
کی ترقی تو بہت پر وہ میاں پن نہ رہا

لان ٹینس کے لیے بن گئے شاہی گلزار
ساتھ سبزے کے ہجومِ گل و سوسن نہ رہا

⊙

راز کھل جاتا ہمارے نالہ و فریاد کا
آپ سنتے ہی نہیں قصہ دلِ ناشاد کا
آسماں نے دل کی بربادی کی کچھ پروانہ کی
کھیل تھا ویران کرنا خانۂ آباد کا
اس نگاہِ حسرت آگیں سے نہایت تنگ ہوں
ہاتھ اٹھتا ہی نہیں مجھ پر کسی جلّاد کا
مس ہوائے باغ کا ہے اب پروں کو ناگوار
اتنا خوگر ہوگیا ہوں پنجۂ صیّاد کا
میری نظروں سے گری رہتی ہے دنیائے دنی
عرشِ منزل ہے یہ پہلو طبع کی افتاد کا
ان کے پرچے کے لیے اکبرؔ نے کہہ دی یہ غزل
شکر ہے اترا تقاضا حضرتِ آزادؔ کا

⊙

اب تو ہے عشقِ بتاں میں زندگانی کا مزا
جب خدا کا سامنا ہوگا تو دیکھا جائے گا

ہے سبب جوشِ جنوں کا رنجِ ہجراں اے حضور!
آپ تو تشریف لائیں ہوش بھی آجائے گا

⊙

عشق بت میں کفر کا مجھ کو ادب کرنا پڑا
جو برہمن نے کہا آخر وہ سب کرنا پڑا
صبر کرنا فرقتِ محبوب میں سمجھے تھے سہل
کھل گیا اپنی سمجھ کا حال جب کرنا پڑا
تجربے نے حبِّ دنیا سے سکھایا احتراز
پہلے کہتے تھے فقط منہ سے اور اب کرنا پڑا
شیخ کی مجلس میں بھی مفلس کی کچھ پرسش نہیں
دین کی خاطر سے دنیا کو طلب کرنا پڑا
کیا کہوں بے خود ہوا میں کس نگاہِ مست سے
عقل کو بھی میری ہستی کا ادب کرنا پڑا
اقتضا فطرت کا رکتا ہے کہیں اے ہم نشیں
شیخ صاحب کو بھی آخر کارِ شب کرنا پڑا
شعر غیروں کے اسے مطلق نہیں آئے پسند
حضرتِ اکبرؔ کو بالآخر طلب کرنا پڑا

◉

تیغیں نیام میں ہیں اندازِ جنگ بدلا
خاموش ہیں زبانیں محفل کا رنگ بدلا
مائی کو پوت کی اب مطلق خبر نہیں ہے
اسٹیمروں سے مل کر اندازِ گنگ بدلا

◉

مجھ سے غمِ پنہاں کا بیاں ہو نہیں سکتا
دل سینے میں ہے منہ میں زباں ہو نہیں سکتا
تم غیر کے پہلو میں ہو میں بزم میں بیٹھوں
مجھ سے تو یہ اے جانِ جہاں ہو نہیں سکتا
آنکھوں نے جو دیکھا ہے ترے حسن کا عالم
واللہ زبانوں سے بیاں ہو نہیں سکتا
معنی کی شعاعوں سے جو لکھ جاتا ہے دل پر
سچ یہ ہے وہ لفظوں میں بیاں ہو نہیں سکتا
کس طرح کلیسا میں پڑھوں سورۂ اخلاص
ظاہر ہے کہ یہ کام یہاں ہو نہیں سکتا
بہتر ہے کہ ہو صبر کی قوت میں ترقی
ان پر اثرِ آہ و فغاں ہو نہیں سکتا

اکبؔر تری باتیں کبھی ہوتی ہی نہیں ختم
کیا حال ہے تیرا کہ بیاں ہو نہیں سکتا

⊙

یقیں خدا کا بتِ نکتہ چیں نے کیوں نہ کیا
نہ پوچھ کارِ نبی دوربیں نے کیوں نہ کیا
جو دل میں آتی ہے اے واعظو نہیں رکتی
سکوت خوب ہے لیکن تمھیں نے کیوں نہ کیا
اٹھائی میرے ڈرانے کو زحمتِ دشنام
یہ کام آپ کی چینِ جبیں نے کیوں نہ کیا
مجھے تو ملتے ہیں افشائے عشق کے طعنے
نہاں جمال کو اپنے انھیں نے کیوں نہ کیا
ہمیں ہنسے تھے زیادہ گناہِ اکبؔر پر
ہمیں کو اب ہے یہ حسرت ہمیں نے کیوں نہ کیا

⊙

جان ہی لینے کی حکمت میں ترقی دیکھی
موت کا روکنے والا کوئی پیدا نہ ہوا
کوئی حسرت مرے دل میں کبھی آئی ہی نہیں
تھا ہی ایسا یہ کہ مقبولِ تمنا نہ ہوا

اس کی بیٹی نے اٹھا رکھی ہے دنیا سر پر
خیریت گزری کہ انگور کے بیٹا نہ ہوا

دل فریبی مری دنیا نے تو بے حد چاہی
میری ہی ہمت و غیرت کا تقاضا نہ ہوا

ضبط سے کام لیا دل نے تو کیا فخر کروں
اس میں کیا عشق کی عزت تھی کہ رسوا نہ ہوا

مجھ کو حیرت ہے یہ کس پیچ میں آیا زاہد
دامِ ہستی میں پھنسا زلف کا سودا نہ ہوا

بے دریغ آپ پہ دی جان کیا یہ میں نے
مرحبا منہ سے کہیں آپ سے اتنا نہ ہوا

⦿

جو ہنس رہا ہے وہ ہنس چکے گا جو رو رہا ہے وہ رو چکے گا
سکونِ دل سے خدا خدا کر جو ہو رہا ہے وہ ہو چکے گا

فلک چلے ظالمانہ چالیں مچائے اندھیر جتنا چاہے
زمانہ لے گا کوئی ہی کروٹ نصیب بے کس کا سو چکے گا

ہماری منزل کا ہے وہ دشمن ہماری راہیں بگاڑتا ہے
کھلیں گے کچھ قدرتی شگوفے جب اپنے کانٹے وہ بو چکے گا

مراد اکبر بتانِ کافر سے مل ہی جائے گی شاید اک دن
مراد ملنے سے پہلے لیکن یہ امتیاز اپنا کھو چکے گا

⊙

حیا سے سر جھکا لینا ادا سے مسکرا دینا
حسینوں کو بھی کتنا سہل ہے بجلی گرا دینا

یہ طرز احسان کرنے کا تمہیں کو زیب دیتا ہے
مرض میں مبتلا کر کے مریضوں کو دوا دینا

بلائیں لیتے ہیں ان کو ہم ان پر جان دیتے ہیں
یہ سودا دید کے قابل ہے کیا لینا ہے کیا دینا

خدا کی یاد میں محویتِ دل بادشاہی ہے
مگر آساں نہیں ہے ساری دنیا کو بھلا دینا

⊙

دنیا سے میں نے کچھ بھی نہ چاہا
دل ہی نہ ابھرا جی ہی نہ چاہا

اس میں برائی کیا تھا جو میں نے
احیائے رسمِ دیرنیہ چاہا

⊙

ہر اک کو موت کا اک دن پیام آئے گا
خدا کا نام لیے جاؤ کام آئے گا

ڈریں نہ حشر کی گرمی سے عاشقانِ رسولؐ
لگے گی پیاس تو کوثر کا جام آئے گا

رہے گا خوانِ فلک پر ضرر سے وہ محفوظ
جسے خیالِ حلال و حرام آئے گا
اگرچہ صبح کو پھیکے ہیں مثلِ مہ صائم
چمک اٹھیں گے یہ جب وقتِ شام آئے گا

⊙

غالباً خاتمہ بالخیر سمجھ لو اس کا
جس کے مرنے کا نئی روشنی نے غم نہ کیا
لاکھ روئے کہ رہے جاتے ہیں اللہ و رسولؐ
دیر کا کورس برہمن نے مگر کم نہ کیا
ایک اس عہد میں دو دل بھی نہیں اے اکبرؔ
یہی باعث ہے کہ میں نے کبھی ہم ہم نہ کیا

⊙

یہ کیا صورت ہوئی پیدا یہ ان کا اِدّعا کیسا
بتانِ دیر کہتے ہیں ہمیں دیکھو خدا کیسا
ہمیں تو رنگ و بوئے گل پہ محویت ہے مستی ہے
مریضوں کو خبر ہونی کہ ہے اس کا مزا کیسا
بس آنکھیں بند ہوئی تھیں کہ بدلا ہوش کا عالم
کسے اب یاد نقشہ عالمِ ہستی کا تھا کیسا

حلاوت زندگانی کی کہاں اس تلخ کامی میں
خدا کا حکم ہے جیتے ہیں اے اکبر مزا کیسا

⊙

اے دورِ فلک دنیا میں مجھے اب لطف ذرا باقی نہ رہا
جب ہم نفس اپنے اٹھ گئے سب جینے کا مزا باقی نہ رہا
محرومی کا شکوہ بھول گئے یکتائی پر اپنی فخر کیا
پیشِ درِ دولت میرے سوا جب کوئی گدا باقی نہ رہا

⊙

یہ پروانہ ہے جس نے دیدہ بازی کا ہنر جانا
اسی کا کام ہے ذوقِ نظر میں جل کے مر جانا
یہی باتیں ہیں جن کی یاد تڑپا دیتی ہے دل کو
مرا انگڑائیاں لینا اور اس ظالم کا ڈر جانا
ہمارے دیر میں آ کر کبھی اے شیخ بیٹھو تو
نظر بت پر نہ کرنا اللہ ہی اللہ کر جانا
دل مشتاق اندیشوں سے کہتا ہے یہی ہر دم
اسی کو ڈھونڈھتے رہنا جہاں ہونا جدھر ہونا

⊙

کھلے گل، بہار آئی، چمن کا سماں بدلا
ادھر آ، میرے ساقی، پلا دے مجھے صہبا

غموں سے رہائی ہو تردد نہ رہ جائے
مزے میں غزل گاؤں کسی کا نہ ہو کھٹکا
سمجھ میں مضرت ہے مزا ہے جو مستی ہو
خدا پر بھروسا کر عبث ہے غم فردا
کہاں ہیں، جم و کسریٰ، کدھر ہے وہ بزم ان کی
فنا کا تسلسل ہے، کسی کو نہیں رہنا

⊙

زمزموں سے کیوں نہیں ہے تجھ کو سیری عندلیب
کون سنتا ہے صدا گلشن میں تیری عندلیب
پارک میں ان کے دیا کرتا ہے اسپیچِ وفا
زاغ ہو جائے گا اک دن آنریری عندلیب

⊙

سب سے کر قطعِ نظر بہرِ خیالِ روئے دوست
یا ہر اک شے کو سمجھ عکسِ جمالِ روئے دوست
گوشِ عارف کے لیے قائم ہے صوتِ سرمدی
ذرّہ ذرّہ کہہ رہا ہے اس سے حالِ روئے دوست
گردشِ ارض و سما ہے خضرِ راہِ معرفت
مہر و مہ ہیں شاہدِ اوجِ کمالِ روئے دوست

⊙

صد ہزاراں گلشنِ معنی بہ رہ افتادہ است
تا مرا بر صورتِ خویشِ نگہ افتادہ است
خار از دستت زلیخا را بہ رہ افتادہ است
مژدہ بادا اے عشقِ یوسف ہم بہ چہ افتادہ است

⊙

بباغِ طبع زعشقِ تو رنگ و بوئے ہست
مرا بہ سینہ دلے ہست وآرزوئے ہست
زشور عالم ایجاد بے خبر ہستم
کہ حیرت ست ونگاہ من ست وروئے ہست

⊙

شورِ بلبل جوشِ گل موجِ نسیم انوارِ صبح
اللہ اللہ کس قدر ہیں دل کشا آثارِ صبح
آفتاب اوجِ سعادت کا ہے وہ روشن نفس
نورِ طاعت جس سے ظاہر ہو دمِ آثار صبح
جلوۂ حق کے مقابل روئے بت ہے بے فروغ
ہے پیام مرگ شمعوں کے لیے دیدارِ صبح
واہ کیا کہنا ہے تیرا اے نسیمِ صبح خیز
تیرے دم سے ہے چمن میں گرمیِ بازارِ صبح

شب گزرتے ہی ہوئی برخاست بزمِ میکشی
گردنِ مینا سے شاید اٹھ نہ سکتا بارِ صبح

مدتوں سے آج کل پر ٹالتے ہیں وہ مجھے
صبح کو اقرارِ شام اور شام کو اقرارِ صبح

عاشقِ دنیا کو کیوں آئے خیالِ آخرت
کس نے پروانے کو پایا شائقِ دیدارِ صبح

خوابِ نوشیں سے ترا بیدار ہونا الاماں
یہ خمارِ نرگسِ مستانہ یہ آثارِ صبح

عہدِ پیری آگیا اکبر سنبھالو اپنے ہوش
خوابِ غفلت سے اٹھو پیدا ہوئے آثارِ صبح

⊙

کروں میں کس طرح اس دورِ انقلاب کی مدح
ہنوز نثر میں جائز نہیں شراب کی مدح
مجال کیا کوئی کہہ دے خوشامدی مجھ کو
اسی سبب سے بہت سہل ہے جناب کی مدح

⊙

بقیہ صیغے بھی ماضی بنیں گے حال کے بعد
رہا جو زندہ وہ دیکھے گا تیس سال کے بعد

نظارۂ بتِ بے دیں میں ہے ہلا کی روح
اب اختیار ہے تم کو اس احتمال کے بعد
ہنسی خوشی سے ہے بہتر کنارہ کش ہونا
یہ لطف کیا کہ جدا ان سے ہوں ملال کے بعد
رہے نہ اہلِ بصیرت تو بے خرد چمکے
فروغِ نفس ہوا عقل کے زوال کے بعد
خدا سے مانگ جو کچھ مانگنا ہو اے اکبر
یہی وہ در ہے کہ ذلت نہیں سوال کے بعد

⊙

رنج ہے زیرِ فلک عیش کی تمہید کے بعد
دیکھیے ماہِ محرم ہی پڑا عید کے بعد
جلوۂ حسن کچھ آساں نہیں اے دیدۂ شوق
حور کا ذکر بھی ہے حشر کی تمہید کے بعد

⊙

فریاد ہے اسی کی طپش سے زبان پر
پہلو میں دل نہیں ہے مصیبت ہے جان پر
دونوں کا ارتباط خدا ہی کے ہاتھ ہے
دانہ تو زیرِ خاک ہے ابر آسمان پر

دن کو بھی ان کے ملنے سے بہتر ہے احتراز
ملتے نہیں جو رات کو اپنے مکان پر
قبروں سے دوستوں کی بھرے ہیں سوادِ شہر
لوں کتنے نام، روؤں میں کس کس نشان پر
بت سے مراسلت ہے تو عنوان سادہ چھوڑ
ناخوش کہیں نہ ہوں وہ ھوالمستعان پر
جو ہے زباں پہ دل کو نہیں اس سے فائدہ
جو دل میں ہے وہ لا نہیں سکتے زبان پر
شکرِ خدا کہ شرم کی تکلیف سے بچے
یاروں کی اب تو بھیڑ ہے مے کی دکان پر
افسانۂ بہار و زبانِ نسیم واہ
گل جامہ چاک کرتے ہیں اس داستان پر
جوش اس کو کہتے ہیں کہ جو پیری میں بھی رہے
تقویٰ وہ ہے کہ جس کا اثر ہو جوان پر

⊙

از جمالت می ترا دہرِ زماں شانے دگر
وز خیالت می دہد ہر دم گلستانے دگر
انقلابے ہست در ذرّات و ہوشم ہر نفس
ہر زماں دارم زتو جسمے دِگر جانے دگر

دل عطا کردی بمن قربان احسانت شوم
درد بخشیدی بہ دل ایں باشد احسانے دگر

⊙

تہذیب کے خلاف ہے جو لائے راہ پر
اب شاعری وہ ہے جو ابھارے گناہ پر
کیا پوچھتے ہو مجھ سے کہ میں خوش ہوں یا ملول
یہ بات منحصر ہے تمہاری نگاہ پر
چہرے نے دی شہادتِ غم زرد تر ہوا
سختی یہ کیوں ہوئی مرے سچے گواہ پر

⊙

جو دیکھا غور سے یہ بات ثابت ہوگئی آخر
وہی ظاہر وہی باطن وہی اوّل وہی آخر
وہی غالب رہے مجھ کو ہوئی شرمندگی آخر
نہ مانا آپ نے اور خاطرِ اغیار کی آخر

⊙

وہاں الفاظ خضرِ رہ ہیں یاں معنی ہیں منزل پر
زباں کا ان کو دعویٰ ہے تو مجھ کو ناز ہے دل پر

◉

مذہب کا ہو کیونکر علم و عمل دل ہی نہیں بھائی ایک طرف
کرکٹ کی کھلائی ایک طرف کالج کی پڑھائی ایک طرف

کیا ذوقِ عبادت ہو ان کو جو مس کے لبوں کے شیدا ہیں
حلوائے بہشتی ایک طرف ہوٹل کی مٹھائی ایک طرف

طاعون و تپ اور کھٹمل مچھر سب کچھ ہے پیدا کیچڑ سے
بمبے کی روانی ایک طرف اور ساری صفائی ایک طرف

مذہب کا تو دم وہ بھرتے ہیں بے پردہ بتوں کو کرتے ہیں
اسلام کا دعویٰ ایک طرف یہ کافر ادائی ایک طرف

ہر سمت تو ہے اک دامِ بلا رہ سکتے ہیں خوش کس طرح بھلا
اغیار کی کاوش ایک طرف آپس کی لڑائی ایک طرف

کیا کام چلے کیا رنگ جمے کیا بات بنے کون اس کی سنے
ہے اکبرؔ بے کس ایک طرف اور ساری خدائی ایک طرف

فریاد کیے جا اے اکبر کچھ ہو ہی رہے گا آخر کار
اللہ سے توبہ ایک طرف، صاحب کی دہائی ایک طرف

◉

محفوظ ذہن رکھیں ہر دور ہم کہاں تک
اوراقِ ہسٹری میں نقشِ قلم کہاں تک

ہر قطرہ اور ذرّہ ہے مورثِ حوادث
دفتر ترا کہاں تک، زور رقم کہاں تک
شخصی ہوں خواہ قومی سب حالتیں ہیں فانی
کبر و غرور کب تک، جاہ و حشم کہاں تک
فطرت دکھا ہی دے گی ملحد کی بے ثباتی
عجز عرب کہاں تک، نازِ عجم کہاں تک
ناقص مقدّموں سے نکلیں گے جو نتیجے
ان پر وثوقِ صحت اے محترم کہاں تک
اے چرخ بد دماغی کی تجھ کو کیا ضرورت
ناکامیوں پر اپنی روئیں گے ہم کہاں تک
نعمت سمجھ بلا کو لے لذّتِ تماشا
آخر یہ مخزنِ اشک اے چشمِ نم کہاں تک
کہتے ہیں دوست اکبرؔ کو دیکھ کر بہ حسرت
ہے اس کا دم غنیمت، لیکن یہ دم کہاں تک

◉

قربِ منزل کا مجھے دیتا ہیں مژدہ کیا خضر
ضعف سے یاں تو ہے دو گام بھی چلنا مشکل
ناتوانی سے مٹا جاتا ہے آپس کا وہ میل
نبض کے ساتھ ہے اب سانس کو چلنا مشکل

⊙

ہیں ہوا پر کفر کے گیسو پریشاں ان دنوں
کوئے دل میں کیونکر آئے بوئے ایماں ان دنوں

علمِ دیں مفقود ہے گم ہے صراطِ مستقیم
خضرِ رہ بنتا ہے ہر غول بیاباں ان دنوں

اپنے اشتر کو یہ کیا لیجائے گا سوئے حجاز
مست خود ہے بینڈ کی گت پر حدی خواں ان دنوں

بڑھ رہا ہے کفر زلفِ علت و معلول سے
حسنِ فطرت ہے حجابِ روئے یزداں ان دنوں

شارحِ دیوانِ ہستی ہے قیاسِ مغربی
ہے ازل بھی تجزیوں کے زیرِ فرماں ان دنوں

یاد کرتا ہے گذشتہ بااثر لاحول کو
شیخ کو طعنے دیا کرتا ہے شیطاں ان دنوں

کفر نے سائنس کے پردے میں پھیلائے ہیں پاؤں
بے زباں ہے بزمِ دل میں شمعِ ایماں ان دنوں

صورتِ امروز میں گم ہے نگاہِ ناتواں
نقشِ فردا چشمِ باطن سے ہے پنہاں ان دنوں

زندگانی کی چمک سے دیدۂ عبرت ہے بند
کم نظر ہے جانبِ گورِ غریباں ان دنوں

ہے رولیوشن بس اک تفسیرِ ربّ العالمین
کاش اس نکتہ سے واقف ہوں مسلماں ان دنوں
من علیہا فان ہی پر ختم ہو قولِ فلسٹ
کیوں عبث برپا ہے اتنا شورِ طفلاں ان دنوں
ہیں مشاغل محفلِ احباب کے ناگفتہ بہ
دم بخود بیٹھا ہے اکبرؔ سا سخن داں ان دنوں
ہیں ترے ہی واسطے اکبرؔ یہ سارے شعبدے
دیکھ تو ان کے یہاں مذہب کا ساماں ان دنوں

⊙

جن کے جلوے نہ سما سکتے تھے ایوانوں میں
ان کی خاک آج پڑی پھرتی ہے ویرانوں میں
کان نے ہوش کو الجھایا ہے افسانوں میں
آنکھ نے دل کو پھنسا رکھا ہے ارمانوں میں
مسجدیں چھوڑ کے جا بیٹھے ہیں مے خانوں میں
واہ کیا جوشِ ترقی ہے مسلمانوں میں
شیخ جی آپ کو اللہ سلامت رکھے
آپ کا دم بھی غنیمت ہے مسلمانوں میں
نام اللہ و رسولؐ اب تو میں سنتا ہوں کم
پہلے رائج تھے یہ الفاظ مسلمانوں میں

پڑھ کے منصور کی حالت مجھے وجد آتا ہے
خوب مضمون ہیں اللہ کے دیوانوں میں
گرمیِ دل جو ہے منظور تو منطق پہ نہ جا
عشق ہے آگ لگانے کے لیے جانوں میں
جس نے رکھا نہ فضولی سے سروکار اکبؔر
مردِ عاقل ہے وہی دہر کے مہمانوں میں

⊙

صاحبِ حسن مری آہ سے خوش رہتے ہیں
جس طرح اہلِ سخن واہ سے خوش رہتے ہیں
ہر مصیبت کی یہ توجیہ کیا کرتا ہے
اس لیے ہم دلِ آگاہ سے خوش رہتے ہیں
قابلِ قدر طبیعت ہے ہماری اکبؔر
ہیں مصیبت میں اور اللہ سے خوش رہتے ہیں

⊙

یہ نکتہ ہائے بصیرت افزا جمالِ معنی میں کم نہیں ہیں
کہ شکلِ ظاہر جو دیکھتے ہو ہمارا پرتو ہے ہم نہیں ہیں
کنارہ کش ہو گئے ہر اک سے نہ سو تعلق نہ سو تردّد
خوشی نہیں ہے یہی ہے اک غم طرح طرح کے الم نہیں ہیں

⊙

کچھ آج علاجِ دلِ بیمار تو کرلیں
اے جانِ جہاں آؤ ذرا پیار تو کرلیں

منہ ہم کو لگاتا ہی نہیں وہ بتِ کافر
کہتا ہے یہ اللہ سے انکار تو کرلیں

سمجھے ہوئے ہیں کام نکلتا ہے جنوں سے
کچھ تجربۂ سبحہ و زنار تو کرلیں

سو جان سے ہو جاؤں گا راضی میں سزا پر
پہلے وہ مجھے اپنا گنہگار تو کرلیں

حج سے ہمیں انکار نہیں حضرتِ واعظ
طوفِ حرمِ کوچۂ دلدار تو کرلیں

منظور وہ کیوں کرنے لگے دعوتِ اکبر
خیر اس سے ہے کیا بحث ہم اصرار تو کرلیں

⊙

یہ خیر اندیش بھی حاضر ہے مداحوں کے زمرے میں
ادھر بھی اک نظر اپنی خوش اخلاقی کے صدقے میں

تمہارے مصرعِ قامت کو لکھ کر کلکِ قدرت نے
دکھا دی خوبیِ انشائے ہستی ایک جملے میں

اگر ڈھونڈو تو اکبر میں بھی پاؤ گے ہنر کوئی
اگر چاہو نکالو عیب تم اچھے سے اچھے میں

⊙

کیا کہیں اوروں کو یہ ایسے ہیں وہ ایسے ہیں
سچ جو پوچھو تو ہمیں کون بہت اچھے ہیں
جانتے ہیں کہ اجل سر پہ کھڑی ہے لیکن
محو ہیں انجمنِ دہر میں خوش بیٹھے ہیں
عقل حیران ہے پروانوں کی اس حالت پر
شمع کو حس نہیں یہ جان دیئے دیتے ہیں

⊙

منہ دیکھتے ہیں حضرت احباب پی رہے ہیں
کیا شیخ اسی لیے اب دنیا میں جی رہے ہیں
میں نے کہا جو اس سے ٹھکرا کے چل نہ ظالم
حیرت میں آکے بولا کیا آپ جی رہے ہیں
احباب اٹھ گئے سب اب کون ہم نشیں ہو
واقف نہیں میں جن سے باقی وہی رہے ہیں
پریوں کے عاشقوں کو سودا ہوا مسوں کا
جو پھاڑتے تھے جامہ اب کوٹ سی رہے ہیں

⊙

دل کو خود چھیڑے جو وہ ترچھی نظر تو کیا کروں
چین سے رہنے نہ دے دردِ جگر تو کیا کروں
جانتا ہوں میں کہ خواہش موت کی اچھی نہیں
زندگی بے لطف ہو جائے مگر تو کیا کروں
سینے سے پرسوز آہیں اٹھتی ہیں اے ہم نشیں
لب پر آکر جو یہ نکلیں بے اثر تو کیا کروں
ہے خطا میری جو نکلے منہ سے لفظِ آرزو
آنکھ سے نکلے محبت کی نظر تو کیا کروں
دیر کیسا دل ہی میں کر لیتے ہیں یہ بت گذر
جلوہ گاہ ان کا خدا ہی کا ہو گھر تو کیا کروں

⊙

کھل گیا مجھ پر درِ دل اے حضور
غم نہیں گر آپ کا در وا نہیں
آ گیا فضلِ خدا سے فنِّ صبر
اب مصیبت کی مجھے پروا نہیں

⊙

کروں ان سے اس کا میں کیا گلا کہ توجہ ان کی ادھر نہیں
مرا حال تو ہے یہ ہم نشیں کہ خود آپ اپنی خبر نہیں

⊙

گردش گردوں سے ہر دم وہم رنج افزا میں ہیں
یہ بھی اک سودا ہے ورنہ کیا ہمیں دنیا میں ہیں

⊙

ناصح ناداں نے مطلب میرا سمجھا ہی نہیں
کیا سمجھتا؟ عالمِ دل میں تو وہ تھا ہی نہیں

⊙

عالم ہے بیخودی کا مے کی دکان پر ہیں
ساقی پہ ہیں نگاہیں ہوش آسمان پر ہیں
دل اپنی ضد پہ قائم وہ اپنی آن پر ہیں
جتنی مصیبتیں ہیں سب میری جان پر ہیں
دنیا بدل گئی ہے وہ ہیں ہمیں کہ اب تک
اپنے مقام پر ہیں اپنے مکان پر ہیں
میرا وہ دل نہیں ہے جو ہم نشینِ لب ہو
یہ آپ ہیں کہ ہر دم اپنی زبان پر ہیں
پا مال ہیں مگر ہیں ثابت قدم وفا میں
ہم مثل سنگِ در کے اس آستان پر ہیں
اب تک ہے یاد ہم کو اپنی بلند نامی
اب بھی مٹے ہوئے ہم مٹتے نشان پر ہیں

ہر در کو ہم نے پایا ہے جلوہ گاہ تیرا
نقش جبیں ہمارے ہر آستان پر ہیں

یہ صورتیں تمہاری، یہ ناز، یہ ادائیں
قربان اے بتو! ہم خالق کی شان پر ہیں

انداز وہ نظر کے جو آرزو کو روکیں
باتیں جو کردیں ساکت ان کی زبان پر ہیں

شکرِ خدا کہ ان کے قدموں پہ سر ہے اپنا
اس وقت کچھ نہ پوچھو ہم آسمان پر ہیں

یہ قطرہ ہائے شبنم ہیں زینتِ گلِ تر
یا موتیوں کی لڑیاں اس گل کے کان پر ہیں

ہر ذرہ کوئے عشقِ احمدؐ کا کہہ رہا ہے
جو اس زمین پر ہیں وہ آسمان پر ہیں

اب تک سمجھ رہے ہیں دل میں مجھے مسلماں
قائم ہنوز یہ بت اپنے گمان پر ہیں

اسلوبِ نظمِ اکبرؔ فطرت سے ہے قریں تر
الفاظ ہیں محل پر، معنی مکان پر ہیں

⊙

اک نقش مٹ گیا ہے روتے نشان پر ہیں
دل میں ہیں داغِ حسرت قصے زبان پر ہیں

خلقت میں جلوۂ حق پاتے ہیں اہلِ عرفاں
آنکھیں زمین پر ہیں دل آسمان پر ہیں

ہے دیدنی یہ گرمیِ بازارِ کافری کی
گاہک بنا ہے تقویٰ بت بھی دکان پر ہیں

کرتا ہوں میں جو آہیں، کہتے ہیں یہ ہیں مہمل
یہ اعتراض ان کے دل کی زبان پر ہیں

کرتی ہے بیخودی میں سوزِ دروں کو ظاہر
اے شمع ہم تو عاشق تیری زبان پر ہیں

فریادِ مرغِ بسمل سمجھو تڑپ کو اس کی
اس وقت بے کسی میں گویا زبان پر ہیں

آزاد بے نوا ہیں کیسا مکان و مسکن
بس جس نے دل میں جادی اس کے مکان پر ہیں

دیکھ اے نگاہِ حیراں یہ عشوۂ حوادث
لے مول اے زلیخا یوسف دکان پر ہیں

مرحوم دل بھی کیا تھا کیا حسرتیں تھیں اس میں
اب تک کچھ اس کی باتیں میری زبان پر ہیں

دنیا کی غفلتوں کی تصویر ہیں بگولے
بنیاد ہے ہوا پر سر آسمان پر ہیں

امید ہے دعا کی اہلِ سخن سے اکبر
میرے حقوق بھی کچھ اردو زبان پر ہیں

◉

وفا بتوں میں نہیں ہے خدا کو پائیں کہاں
اسی فراق میں کٹتے ہیں دن کہ جائیں کہاں

سکونِ دل کی طلب میں اٹھے ہیں گھبرا کر
پہنچ رہیں گے کہیں تم سے کیا بتائیں کہاں

جنوں کی مشق بھی ہے عاقلی بھی آتی ہے
یہ سوچتے ہیں کہ کس فن کو آزمائیں کہاں

خرد نے رخ تو کیا بحرِ معرفت کی طرف
بشر کے دل میں یہ موجیں مگر سمائیں کہاں

یہ کہہ کے خونِ جگر مانگتا ہے غم دل سے
کہ تیرے گھر میں رہیں رات دن تو کھائیں کہاں

امیدِ بوسۂ ابرو و زلف و چشم کسے
مرے نصیب کہاں اور یہ بلائیں کہاں

مفر نہیں ہے ہمیں خانقاہِ سیّد سے
قفس میں ہیں تو اس اڈے کو چھوڑ جائیں کہاں

⊙

خدا کے واسطے دنیائے دوں سے منہ جو موڑے ہیں
وہی ہیں مستند انساں مگر افسوس تھوڑے ہیں
مرے خط بے اثر ہیں اس نگاہِ تیز کے آگے
وہاں ہے تار بجلی کا یہاں کاغذ کے گھوڑے ہیں
بتوں پر دسترس آساں نہیں اے اکبرِ ناداں
چھوئے ہیں پاؤں ان کے جبکہ برسوں ہاتھ جوڑے ہیں

⊙

ہم کب شریک ہوتے ہیں دنیا کی جنگ میں
وہ اپنے رنگ میں ہے ہم اپنی ترنگ میں
مفتوح ہو کے بھول گئے شیخ اپنی بحث
منطق شہید ہوگئی میدانِ جنگ میں
وہسکی کی بو سے شیخ کی چتون بدل گئی
ان کی نظر بھی مل گئی ساقی کے رنگ میں
تحقیر مولوی کی نہ کر اے گریجویٹ
واللہ اب بھی فرد ہیں یہ اپنے ڈھنگ میں

⊙

بلبلِ دل کے لیے ہر داغِ گلشن ہے یہاں
ہر نفس راہِ جنوں میں گل بداماں ہے یہاں

ہے تجلی نورِ حیرت کی ہر آہِ شعلہ بار
ہر طپش سینے کی برقِ طورِ ایماں ہے یہاں
شعلہ ہائے غم سے ہے نشو ونمائے باغ دل
دامنِ ابرِ کرم ہر برقِ خرمن ہے یہاں
راحت وآرامِ جاں پر ہے مقدم یادِ دوست
راہِ غفلت جو چلے وہ سانس دشمن ہے یہاں
منزلِ ذوقِ نظر ہے سالکوں کو پر خطر
عکسِ نقشِ عالمِ ایجاد رہزن ہے یہاں
شعلہ غم سے دِل سوزاں میں اک جان آگئی
روح پرور اختلاطِ برق وخرمن ہے یہاں

⊙

کتابِ دل میں میرے عاشقانہ دیکھ کر مضموں
کیا اس چشم نے ایما کہ ہم بھی صاد کرتے ہیں
مری بے تابیِ دل پر ادا سے مسکراتے ہیں
قیامت کرتے ہیں بجلی پہ بجلی وہ گراتے ہیں

⊙

فانی ہے حسنِ بت یہ میں کیا جانتا نہیں
مشکل یہ آپڑی ہے کہ دل مانتا نہیں

فریاد ہی کے کاش طریقے ہوں منضبط
یک لخت ظلم کی بھی تو وہ ٹھانتا نہیں

اس انقلاب پر جو میں روؤں تو ہے بجا
مجھ کو وطن میں اب کوئی پہچانتا نہیں

کس رخ چلوں رسولؐ تو دنیا سے اٹھ گئے
اللہ ہے سو اس کو میں پہچانتا نہیں

میرے لیے شراب یہاں بھی ہے کیا حرام
اس شہر میں تو کوئی مجھے جانتا نہیں

اکبؔر ہنوز ان سے ہے امیدوارِ لطف
بدلی ہوئی نگاہ کو پہچانتا نہیں

⊙

جب وقف ہے زبان بتوں ہی کی راہ میں
دل بھی نہ رہ سکے گا خدا کی پناہ میں

⊙

بدلے ہی گا اک دن دورِ فلک مایوس یہ ناحق ہم تم ہیں
گلزار میں ہے پھولوں کی دمک افلاک پہ تاباں انجم ہیں
کیسا یہ اثر اس دور میں ہے ساقی کی نظر بھی غور میں ہے
جو مست ہیں ان کو ہوش نہیں جو ہوش میں ہیں وہ گم صم ہیں

ہر حال میں ہے خالق پہ نظر ہم ان میں نہیں ہیں اے اکبؔر
جب نعمت ہو تو منطق ہے، جب آفت ہو تو گم صم ہیں

⊙

ظلم جتنے ہیں ہمیں پردہ کیے جاتے ہیں
ہم بھی ایسے ہیں کہ اس پر بھی جیے جاتے ہیں
شیخ کے حق میں اٹھا رکھا ہے کیا رندوں نے
ظرف انھیں کا ہے کہ سب کچھ یہ پیے جاتے ہیں

⊙

زمانِ حال میں اگلے فسانے امرِ ماضی ہیں
جو تلواریں چلاتے تھے وہ اب ٹھوکر پہ راضی ہیں
شراب اڑتی ہے پبلک میں، روا ہے خونِ تقویٰ کا
مزا ہے اب تو رندوں کا، نہ مفتی ہیں، نہ قاضی ہیں

⊙

وہ شرارت سے مرے گھر سرِ شام آتے ہیں
یہ دکھانا ہے کہ غیروں کے پیام آتے ہیں
غیر کے ذکر میں کرتے نہیں وہ میرا لحاظ
تذکرے آتے ہیں اور نام بنام آتے ہیں
اعتبار ان کا کر اکبؔر جو ہیں پابندِ نماز
ہیں یہی لوگ کہ جو وقت پہ کام آتے ہیں

وعظ کالج میں جو کہہ آتے ہیں اکثر اکبر
کیا یہ گرتی ہوئی دیوار کو تھام آتے ہیں

⊙

حور مس کو مئے گلگوں کو پری کہتے ہیں
شیخ خوش ہوں کہ خفا، ہم تو کھری کہتے ہیں
اللہ اللہ یہ نورِ فلک و رنگِ زمیں
سچ تو یہ ہے کہ اسے جلوہ گری کہتے ہیں
حسن کے باب میں اکبر کی سند ٹھیک نہیں
یہ تو ہر اک بتِ کم سن کو پری کہتے ہیں

⊙

میں نے دیکھی ہیں غزالوں کی بہت چالاکیاں
ہائے ان آنکھوں کی سی ان میں کہاں بے باکیاں
روک دیں ان میں حیا نے نشہ کی بے باکیاں
رہ گئیں میری تمنا کی وہ سب چالاکیاں
ایک گردش میں کیا خونِ دو عالم کو مباح
چشمِ مستِ ناز کی اللہ رے سفاکیاں
بحرِ غم کو کردیا افسردگی نے منجمد
ہو چکیں دردِ آشنا دل کی وہ سب تیراکیاں

دیکھ تو لے دستِ ساقی میں مئے گلگوں کا جام
شیخ کی نیت کی رہ جائیں گی ساری پاکیاں
عیش باغ اکبر کا جو تھا اب وہ اک غم خانہ ہے
ذکرِ مرگِ آرزو اور وہ گروہِ باکیاں

⊙

کچھ غم نہیں اگر میں مایوس ہوگیا ہوں
اب یاس ہے بہت کچھ مانوس ہوگیا ہوں
کافی ہے سوزِ باطن انوارِ معرفت کو
اپنی ہی شمعِ دل کا فانوس ہوگیا ہوں

⊙

کتنی باتیں پیہم اس دورِ فنا میں ہو چکیں
ابتدائیں کتنی داخل انتہا میں ہو چکیں
سوچ تو دل میں تو اے مصروفِ حال صبح و شام
کتنی صبحیں ہو چکیں اور کتنی شامیں ہو چکیں
فکرِ دنیا انبساطِ دل سے ہے ناآشنا
آپ کی کلیاں شگفتہ اس ہوا میں ہو چکیں

⊙

ہر اک یہ کہتا ہے اب کارِ دیں تو کچھ بھی نہیں
یہ سچ بھی ہے کہ مزا بے یقیں تو کچھ بھی نہیں

تمام عمر یہاں خاک اڑا کے دیکھ لیا
اب آسمان کو دیکھوں زمیں تو کچھ بھی نہیں

مری نظر میں تو بس ہے انھیں سے رونقِ بزم
وہی نہیں ہیں جو اے ہم نشیں، تو کچھ بھی نہیں

حرم میں مجھ کو نظر آئے صرف زاہدِ خشک
مکان خوب ہے لیکن مکیں تو کچھ بھی نہیں

ترے لبوں سے ہے البتہ اک حلاوتِ زیست
نبات، قند، شکر، انگبیں تو کچھ بھی نہیں

دماغ اب تو مِسوں کا ہے چرخِ چارم پر
بڑھا دیا مری خواہش نے تھیں تو کچھ بھی نہیں

بہ قولِ حضرتِ محشؔر کلام شاعر کا
پسند آئے تو سب کچھ، نہیں تو کچھ بھی نہیں

وہ کہتے ہیں کہ تمھیں ہو جو کچھ ہو اے اکبرؔ
ہم اپنے دل میں ہیں کہتے ہمیں تو کچھ بھی نہیں

⊙

ہے دلیلوں سے نہیں پیدا یقیں کیونکر کریں
سارا عالم کہہ رہا ہے ہاں نہیں کیونکر کریں

کس طرح دنیا کو چھوڑیں ہے بِنائے زندگی
ہے مدارِ کارِ ملت ترکِ دیں کیونکر کریں

مغربی علم و ہنر تو خوب ہے اکبر مگر
اپنی اس تعلیم پر ہم آفریں کیونکر کریں

⊙

غضب ہیں ظاہری صورت کے جلوے بزمِ ہستی میں
حقیقت پر نظر رہتی نہیں غفلت کی مستی میں
فلک دیتا ہمیں کچھ اوج رخ کرتے جو پستی کا
خیالوں کی بلندی نے بٹھا رکھا ہے پستی میں

⊙

کسی کو یاں بقا نہیں، کوئی سدا رہا نہیں
یہاں کا رنگ ہی یہ ہے ہمیں تو کچھ گلا نہیں
ہمارا دور ہو چکا، زمانہ اب گیا بدل
جہاں کا وہ چلن نہیں، فلک کی وہ ادا نہیں
بڑے وہ ہیں جو بے ثمر، جو خرد ہیں وہ خیرہ سر
عطا نہیں، کرم نہیں، ادب نہیں، وفا نہیں
جو مال ہی پہ ہے نظر تو خوں ہے اور ترا جگر
مرض ہے جس کو حرص کا، کبھی اسے شفا نہیں
یہی تھی شرطِ عاشقی کبھی مری خبر نہ لی
یہ کیا سبب نظر تری مری طرف ذرا نہیں

غرور تھا، نمود تھی، ہٹو بچو کی تھی صدا
اور آج تم سے کیا کہوں لحد کا بھی پتا نہیں

⦿

بوسۂ زلفِ سیہ فام ملے گا کہ نہیں
دل کا سودا ہے مجھے دام ملے گا کہ نہیں
خط میں کیا لکھا ہے قاصد کو خبر کیا اس کی
پوچھتا ہے مجھے انعام ملے گا کہ نہیں
میں تری مست نظر کا ہوں دعا گو ساقی
صدقہ آنکھوں کا کوئی جام ملے گا کہ نہیں
قبر پر فاتحہ پڑھنے کو نہ آئیں گے وہ کیا
جان دینے کا کچھ انعام ملے گا کہ نہیں
بو کسی سمت سے آتی نہیں ہمدردی کی
مجھ کو مجھ سا کوئی ناکام ملے گا کہ نہیں
جستجو ہی میں وہ لذّت ہے کہ اللہ اللہ
کیوں میں پوچھوں وہ دل آرام ملے گا کہ نہیں
آرزو مرگ کی تم کرتے ہو اکبر لیکن
سوچ لو قبر میں آرام ملے گا کہ نہیں

⊙

جس خرابی کا نہیں باقی رہا غم کیا کریں
مرگِ دل سے ہوگئی تسکین، ماتم کیا کریں

تیغ قاتل چل رہی ہے ان دنوں مثلِ نسیم
ہے بہارِ زخم دل کش فکرِ مرہم کیا کریں

مرشدوں میں سے تو ہر اک جانتا ہے اپنا کام
ہاں مرید اب تک نہیں واقف ہوئے ہم کیا کریں

شیخ کے آگے نہ مے پینا نہیں ازراہِ خوف
گردنِ مینا کو اس کے سامنے خم کیا کریں

خوفِ حق عشقِ بتاں، نازک ہیں دونوں مسئلے
سخت مشکل ہے زیادہ کیا کریں کم کیا کریں

کچھ مزا گیہوں کا کچھ حوّا کے کہنے کا خیال
آپ ہی کہیے کہ اس موقع پہ آدم کیا کریں

میری یہ بے چینیاں اور ان کا کہنا ناز ہے
ہنس کے تم سے بولتے ہیں اور اب ہم کیا کریں

⊙

بے وقت کا راگ ہے نہ سنیے
واعظ کو مگر جھنجوڑیے کیوں

اکبر سے نہ کہیے رائے سرجن
امید مریض توڑیے کیوں

◉

ہے تگاپو اس قدر مرکز مگر کوئی نہیں
فرنچر ہم لے رہے ہیں اور گھر کوئی نہیں
کہتی ہیں آہیں کریں گے تیرے دل کا ہم رفارم
سب مگر شہرت طلب ہیں بااثر کوئی نہیں
کیمپ میں پاتا ہوں یاروں کو جو کو دن بیشتر
یہ اثر ہے اصطبل کا ورنہ خر کوئی نہیں

◉

ادھر اترا ہے چہرہ کوہکن کا کوہ پر چڑھ کر
ادھر کب تخت پر سے حضرتِ پرویز اترے ہیں
حرم والوں سے کیا نسبت بھلا ہم اہلِ ہوٹل کو
وہاں قرآن اترا ہے یہاں انگریز اترے ہیں
مرے الفاظ کا رنگ آج مستانِ سخن دیکھیں
یہ شیشے بادۂ مضموں کے کتنے تیز اترے ہیں

◉

دہر میں سوختۂ گرمیٔ بازار نہ ہو
دل میں ہو خون تو سودا کا خریدار نہ ہو

نقشِ دل ہو صفتِ معنیِ رنگیں اے دوست
رنگِ ظاہر پہ نہ جا نقش بہ دیوار نہ ہو

جنگجوئی فصحا رکھ نہیں سکتے جائز
ان کی خواہش ہے کہ لفظوں کی بھی تکرار نہ ہو

سانس کی طرح چلے منزلِ ہستی میں بشر
مدعا یہ ہے کہ دم بھر کو بھی بے کار نہ ہو

نہیں آزاد جو اپنوں سے تعلق کرے قطع
وہ ہے آزاد جو غیروں کا گرفتار نہ ہو

سرو سے بھی رہوں آزاد تر اس گلشن میں
نخلِ ہستی پہ مرے برگ کا بھی بار نہ ہو

مقدرت شرط ہے ہر چند کہ ہو قدر شناس
بے بصیرت نہ سمجھ لو جو خریدار نہ ہو

بزم ہے شعلہ مزاجوں کی سنبھل اے اکبرؔ
برقِ خرمن کہیں یہ گرمیِ گفتار نہ ہو

⊙

اے بتو بہرِ خدا درپئے آزار نہ ہو
خیر راحت نہ سہی زیست تو دشوار نہ ہو

یارب ایسا کوئی بت خانہ عطا کر جس میں
ایسی گزرے کہ تصوّر بھی گنہگار نہ ہو

معترض ہو نہ مری عزلت و خاموشی پر
کیا کروں جبکہ کوئی محرمِ اسرار نہ ہو
کیا وہ مستی کہ دمِ چند میں تکلیف شمار
مست وہ ہے کہ قیامت میں بھی ہشیار نہ ہو
جان فرقت میں نہ نکلے تو مجھے کیوں ہو عزیز
دوست وہ کیا جو مصیبت میں مددگار نہ ہو
ناز کہتا ہے کہ زیور سے ہو تزئینِ جمال
نازکی کہتی ہے سرمہ بھی کہیں بار نہ ہو
دل وہ ہے جس کو ہو سودائے جمالِ معنی
آنکھ وہ ہے کہ جو صورت کی خریدار نہ ہو
دلِ پُر داغ کو ارماں کہ گلے ان کو لگائے
ان کو یہ ڈر کہ گلے کا یہ کہیں ہار نہ ہو
عاشقِ چشمِ سیہ مست تو زنہار نہ ہو
دیکھ اس جان کی گاہک کا خریدار نہ ہو
ہر غبارِ رہِ الفت ہے مرا سرمۂ چشم
دل یہ کہتا ہے کہ یہ خاکِ درِ یار نہ ہو
لن ترانی کی خبر عشق نے سن رکھی ہے
پھر بھی مشکل ہے کہ وہ طالبِ دیدار نہ ہو

تم کو سودائے ستم کیوں ہے جو ہے شوقِ فروغ
کیا تلطّف سببِ گرمئی بازار نہ ہو
قیمتِ دل تو گھٹانے کا نہیں میں اکبؔر
بے بصیرت نہیں ہوتا جو خریدار نہ ہو

⊙

قلزم کی تہ ٹٹولو یا ایئر شپ میں جھولو
جب بھی یہی ہوں گا اللہ کو نہ بھولو
زخمی کیا جو تم نے ترچھی نظر سے مجھ کو
برچھی کا یہ تو پھل ہے اس پر بہت نہ پھولو
باغِ چمن چھڑایا دورِ فلک نے ہم سے
سائے میں اپنے ہم کو لے لو اب اے ببولو
خاکی نہاد ہم ہیں مائل ہیں خاک ہی پر
شعلوں سے کوئی کہہ دے تم آسمان چھولو
برباد و منتشر بھی ہوگے اسی ہوا سے
کس زعم میں اٹھے ہو تن کر تم اے بگولو
ہنگامۂ جہاں سے آزردہ ہو کے اکبؔر
گوشے میں جا کے بیٹھو اور جام لو سبو لو

⦿

ہو اگر ہمّت عالی دلِ آگاہ کے ساتھ
غیر ممکن ہے محبت نہ ہو اللہ کے ساتھ

طفلِ دل چھوڑے نہ دامانِ قناعت ہرگز
یہی بہتر ہے رہے اپنے ہی خواہ کے ساتھ

اس ترقی کو ترقی میں کہوں گا اکبؔر
خود بھی بڑھتے رہیں احباب جو تنخواہ کے ساتھ

بے بصیرت پہ ہدایت نے کیا کچھ نہ اثر
ہے یہ افسوس کہ آنکھیں نہ کھلیں راہ کے ساتھ

رنگ تیرا ہمیں مطبوع نہیں اے دنیا
تجھ میں ہم جی تو رہے ہیں مگر اکراہ کے ساتھ

دوست کہتے ہیں تغزّل نہیں تجھ میں اکبؔر
دل لگانا ہی پڑا اب بتِ گمراہ کے ساتھ

دیکھیے ربطِ نسیمِ سحر و غنچہ و گل
یونہی دل کھول کے ملتے ہیں ہوا خواہ کے ساتھ

شورِ تحسیں تو سخن پر ہے تمہارے اکبؔر
زر کی جھنکار بھی سنتے ہو کہیں واہ کے ساتھ

⦿

ہو گیا عشق تری زلفِ گرہ گیر کے ساتھ
سلسلہ دل کا ملا تھا اسی زنجیر کے ساتھ

لذّتیں کرتی ہیں انسان کو دنیا میں الگ
زہر دیتی ہے یہ ظالم شکر و شیر کے ساتھ

پیار کے ساتھ خوشامد بھی کروں گا شبِ وصل
ہے یہ لازم کہ دعائیں بھی ہوں تدبیر کے ساتھ

جنبشِ ابروئے قاتل کا اشارہ ہے یہی
کام چلتا ہے جو دنیا میں تو شمشیر کے ساتھ

عمر زنداں میں کٹی شوقِ رہائی رخصت
ہوگیا انس مرے پاؤں کو زنجیر کے ساتھ

یاں کے معشوق کو مرشد نہ کریں کیوں آزاد
زہرہ جب ناچ رہی ہے فلکِ پیر کے ساتھ

مست ہے نغمۂ بلبل سے چمن میں اکبر
آپ محفل میں سنیں راگ مزامیر کے ساتھ

⦿

میری تقدیر موافق نہ تھی تدبیر کے ساتھ
کھل گئی آنکھ نگہباں کی بھی زنجیر کے ساتھ

کھل گیا مصحفِ رخسارِ بتانِ مغرب
ہو گئے شیخ بھی حاضر نئی تفسیر کے ساتھ

ناتوانی مری دیکھی تو مصوّر نے کہا
ڈر ہے تم بھی کہیں کھنچ آؤ نہ تصویر کے ساتھ

ہوگیا طائرِ دل صیدِ نگاہ بے قصد
سعی بازو کی یہاں شرط نہ تھی تیر کے ساتھ

لحظہ ہے ترقی پہ ترا حسن و جمال
جس کو شک ہو تجھے دیکھے تری تصویر کے ساتھ

بعد سیّد کے میں کالج کا کروں کیا درشن
اب محبت نہ رہی اس بتِ بے پیر کے ساتھ

میں ہوں کیا چیز جو اس طرز پہ جاؤں اکبرؔ
ناسخؔ و ذوقؔ بھی جب چل نہ سکے میرؔ کے ساتھ

⊙

رات پروانہ یہ کہتا تھا عجب ناز کے ساتھ
خضر کا کام نہیں سالکِ جانباز کے ساتھ

شانِ مذہب پہ رہا فلسفہ حیران مدام
اس قدر جوشِ جنوں اور اس اعزاز کے ساتھ

کیا ہوا کوئی جو اکبرؔ کا ہم آہنگ نہیں
باغ میں نغمۂ بلبل بھی نہیں ساز کے ساتھ

⊙

مجھ کو محبت اب نہ رہی زندگی کے ساتھ
کیا زندگی گزر نہ سکے جب خوشی کے ساتھ
خلقِ نکو کو سب نے خوشامد سمجھ لیا
کیا کیا مصیبتیں ہیں غریب آدمی کے ساتھ

⊙

یہ ابرِ زلف یہ برقِ نظر معاذاللہ
اگرچہ حسین ہے دل کش مگر معاذاللہ
میں کیا کہوں شبِ فرقت میں مجھ پہ کیا گزری
عجیب حال رہا رات بھر معاذاللہ
بتوں کے عشق میں کیا کچھ نہیں کیا میں نے
بہت رہی ہے لبِ شیخ پر معاذاللہ
طلسمِ حسنِ بتاں کے نہ پوچھیے احوال
دہن کا ذکر ہی کیا، ہے کمر معاذاللہ
جنابِ شیخ پھر آخر بسر کروں کیونکر
جدھر اٹھاتا ہوں آنکھیں ادھر معاذاللہ
جو منہ لگائے وہ بت، شیخ بھی پڑھیں الحمد
یہ دور ہی سے ہے بس اس قدر معاذاللہ

فریبِ چشم ہے خوانِ جہاں کا رنگ اکبر
مزا زبان کا فتنہ اثر معاذاللہ

⊙

یہ عمر یہ حسن اور ناز و ادا، اس پر یہ سنگار اللہ اللہ
مستیِ نگہ اف اف کی جگہ، سینے کا ابھار اللہ اللہ
یہ گیسوئے پیچاں دامِ خرد، یہ نرگسِ فتاں دشمنِ دیں
یہ عارضِ رنگیں غیرتِ گل، ہستی کی بہار اللہ اللہ
گالوں میں ترے کندن کی دمک بالوں میں ترے عنبر کی مہک
سینے پہ جواہر کی یہ چمک اور اس پہ یہ ہار اللہ اللہ
بکھری ہوئی زلفیں دامِ بلا یہ جنبشِ مژگاں، تیرِ قضا
تقویٰ کی عدو یہ لغزشِ پا یہ رنگِ خمار اللہ اللہ
خود خلعۂ قدرت نازاں ہے ہر چشمِ تماشا حیراں ہے
اس صفحۂ عنصرِ خاکی پر یہ نقش و نگار اللہ اللہ
اسلام میں اکبر کو یہ غلو یہ رنگ ورع یہ زہد کی بو
اور اس بتِ کافر کا ان کو، یہ عشق یہ پیار اللہ اللہ

⊙

کیا رہے دورِ فلک میں کوئی تمکین کے ساتھ
جب زمانہ نہ چلے ایک ہی آئین کے ساتھ

غرب کی مدح بھی ہے، شرق کی تحسین کے ساتھ
ہم پیانو بھی بجانے لگے اب بین کے ساتھ

اس تماشا گہِ ہستی میں مجھے حیرت ہے
اک نیا فلسفہ ہو جاتا ہے ہر سین کے ساتھ

شیخ ڈرتے ہیں کہیں دم نہ نکل جائے مرا
انس اس وجہ سے کم رکھتے ہیں یاسین کے ساتھ

مخلصانہ جو نہ ہو مدح تو کیا لطف آئے
چشمِ غماز کی گردش بھی ہے تحسین کے ساتھ

دل دیا، مال دیا، پیار کیا ان کو مگر
ان بتوں کو وہی کاوش ہے مرے دین کے ساتھ

⊙

جب میں کہتا ہوں کہ یا اللہ میرا حال دیکھ
حکم ہوتا ہے کہ اپنا نامۂ اعمال دیکھ

سوچ تجھ کو ہے اگر آیندہ پالیٹکس کی
لے نتائج سے مدد اور ہسٹری میں فال دیکھ

شوقِ طول و پیچ اس ظلمت کدہ میں ہے اگر
بات بنگالی کی سن بنگالنوں کے بال دیکھ

دل یہ کہتا ہے کہ ہجرت ہند سے لازم ہے اب
عقل کہتی ہے کہ اکبر اور دو اک سال دیکھ

حسنِ مِس پر کر نظر مذہب اگر جاتا ہے جائے
قدرداں کو نرخ کی کیا بحث اکبؔر مال دیکھ

◉

ہنر سے بھی فوائد ہم کو حاصل ہو نہیں سکتے
سبب یہ ہے کہ ہم آپس میں یکدل ہو نہیں سکتے
حکومت ایشیا پر قسمتِ مغرب میں ہے جب تک
کمالات اس کے جو ہیں ہم کو حاصل ہو نہیں سکتے
اثر ہے طاعت و حسنِ عمل کا گو کہ قسمت پر
مگر اس انجمن میں لوگ داخل ہو نہیں سکتے
معیّن ہی نہیں جن کے اصول و ماخذ اے اکبؔر
قیامت تک وہ سرداری کے قابل ہو نہیں سکتے

◉

اگر اندازۂ قوت سے تمنا نہ بڑھے
رنج پیدا بھی جو ہو دل میں تو اتنا نہ بڑھے
حرص گھٹ جائے وہی نعمتِ عظمیٰ ہوگی
میری دولت نہیں بڑھنے کی تو اچھا نہ بڑھے

◉

اسی مٹی کو دیکھ اکبؔر اگر ذوقِ تعقل ہے
کہیں ٹہنی، کہیں پتی، کہیں غنچہ، کہیں گل ہے

وہی انساں، وہی آنکھیں، وہی جینا، وہی مرنا
کہیں اللہ اکبر ہے کہیں الحاد کا غل ہے
گلستانِ سخن ہے بزمِ ساقی فیضِ معنی سے
زبانِ خامۂ اکبر ہے یا منقارِ بلبل ہے

⊙

منظور مجھے شکوۂ بے دادِ بتاں ہے
للہ بتا دے کوئی اللہ کہاں ہے

⊙

بنا ہوں شاہ، جنوں کی خوش انتظامی سے
خدا بچائے مجھے ہوش کی غلامی سے
نشان کھو کے بگولے کی طرح اٹھتے ہیں
تو خاک خوش ہوں ہم ایسی بلند نامی سے
اٹھے گا فتنۂ محشر تو ان کا کیا نقصان
وہ باز آئیں گے کیوں مشقِ خوش خرامی سے

⊙

رنگ دیکھے جہانِ فانی کے
کھیل ہیں دورِ آسمانی کے
شیخ سے مجھ کو اب نہیں ہے بگاڑ
ہو چکے ولولے جوانی کے

⊙

منزلوں دور اُن کی دانش سے خدا کی ذات ہے
خرد بیں اور دور بیں تک ان کی بس اوقات ہے

⊙

تکلّف انھیں کے لیے کیجیے
فقیروں کی کیا ہے جہاں پڑ رہے
بتوں سے بھی لڑتی نہیں یاں تو آنکھ
برہمن ہیں لندن تلک لڑ رہے

⊙

طلب ہے حق کی تو مل آ کے ہم سے مستوں سے
نہیں ہے میکدہ خالی خدا پرستوں سے

⊙

حلقے نہیں ہیں زلف کے حلقے ہیں جال کے
ہاں اے نگاہِ شوق ذرا دیکھ بھال کے
پہنچے ہیں تا کمر جو ترے گیسوئے رسا
معنی یہ ہیں کمر بھی برابر ہے بال کے
بوس و کنار و وصلِ حسیناں ہے خوب شغل
کم تر بزرگ ہوں گے خلاف اس خیال کے

قامت سے تیرے صانعِ قدرت نے اے حسیں
دکھلا دیا ہے حشر کو سانچے میں ڈھال کے
شانِ دماغ عشق کے جلوے سے یہ بڑھی
رکھتا ہے ہوش بھی قدم اپنے سنبھال کے
زینت مقدّمہ ہے مصیبت کا دہر میں
سب شمع کو جلاتے ہیں سانچے میں ڈھال کے
ہستی کے حق کے سامنے کیا اصلِ این وآں
پُتلے یہ سب ہیں آپ کے وہم و خیال کے
تلوار لے کے اٹھتا ہے ہر طالبِ فروغ
دورِ فلک میں ہیں یہ اشارے ہلال کے
پیچیدہ زندگی کے کرو تم مقدّمے
دکھلا ہی دے گی موت نتیجہ نکال کے

⊙

دل کش صدائے صور تو ایسی نہ تھی مگر
تعظیمِ حشر کے لیے سب اٹھ کھڑے ہوئے
تہذیبِ مغربی کی بھی ہے وارنش غضب
ہم کیا، جناب شیخ بھی چکنے گھڑے ہوئے

⦿

نکل جائے دم غم سے جب آہ نکلے
مصیبت میں ہوں کوئی تو راہ نکلے
میں سمجھا تھا کنجِ قناعت کا ساتھی
مگر آپ تو شائقِ جاہ نکلے
مزاجِ شریف ان میں باقی نہیں ہے
تو کیا منہ سے الحمدُللہ نکلے
ترے بعد اکبرؔ کہاں ایسی نظمیں
وہ دل ہی نہ ہوں گے کہ یہ آہ نکلے

⦿

دل زلف کے کوچے میں شاداں نہ رہا پھر کے
صد شکر کہ بچ نکلا احسان سے کافر کے
ایمان کے دشمن ہیں جلوے بتِ کافر کے
فتنے تو ذرا دیکھو ترکیبِ عناصر کے
اے غولِ ہوس کب تک یہ شمعِ فریب آخر
رہرو تو ترے سب ہیں ظلمت ہی میں ہر پھر کے
بھائے جو نہ ہم تجھ کو کر ناز نہ اے دنیا
ہم عرش پہ پہنچے ہیں نظروں سے تری گر کے

باطن نہ کرے تیرہ مقبول ہے وہ ظاہر
رکھتے ہیں نظر ہم بھی منکر نہیں ظاہر کے

گزرے جب ادھر سے وہ سرگرمِ فغاں تھا میں
تسکین تو کیا دیتے دیکھا بھی نہیں پھر کے

اسٹیج پہ دنیا کے کیا سین دکھاؤ گے
کیا لطف اٹھا پردہ درجے سے اگر گر کے

دنیا کو اقامت کا سمجھے ہو محل شاید
ایسے تو نہیں ہوتے سامان مسافر کے

حصے میں بتوں ہی کے آئی تری عمر اکبرؔ
اللہ کو اب دے دے دو دن تو یہ آخر کے

⊙

میں شیفتہ ہوں آپ سے بے مثل حسیں کا
حیراں ہوں مرے کام سنور کیوں نہیں جاتے

جب کہتا ہوں مرتا ہوں مری جان میں تم پر
فرماتے ہیں مرتے ہو تو مر کیوں نہیں جاتے

وہ نیند میں ہیں، شہر میں پھرنے لگے پہرے
پوچھے کوئی اکبرؔ سے یہ گھر کیوں نہیں جاتے

◉

دشمنِ راحت جوانی میں طبیعت ہوگئی
جس حسیں سے مل گئیں آنکھیں، محبت ہوگئی
باغِ ہستی میں مری ناکامیوں کا رنگ دیکھ
جو تمنا دل میں آئی داغِ حسرت ہوگئی
کھو دیا تمکینِ دیں کو تو نے اے شوقِ نمود
عزتِ اصلی نثارِ نامِ عزت ہوگئی
شیخ دمسازِ پیانو ہو کے بھولے اپنی لے
گو سریلے ہوگئے لیکن بری گت ہوگئی

◉

ہر جنبشِ نگاہِ خرد اک حجاب ہے
عارض پر ان کے جلوۂ ہستی نقاب ہے
آرام کی تلاش نے رکھا ہے بے قرار
ہر خواہشِ سکوں سببِ اضطراب ہے

◉

نہ روحِ مذہب، نہ قلبِ عارف، نہ شاعرانہ زبان باقی
زمیں ہماری بدل گئی ہے اگرچہ ہے آسمان باقی
شبِ گزشتہ کے ساز و ساماں کے اب کہاں ہیں نشان باقی
زبانِ شمعِ سحر پہ حسرت کی رہ گئی داستان باقی

جو ذکر آتا ہے آخرت کا تو آپ ہوتے ہیں صاف منکر
خدا کی نسبت بھی دیکھتا ہوں یقین رخصت گمان باقی
فضول ہے ان کی بدمغاغی کہاں ہے فریاد اب لبوں پر
یہ وار پروار اب عبث ہیں کہاں بدن میں ہے جان باقی
میں اپنے مٹنے کے غم میں نالاں ادھر زمانہ ہے شاد و خنداں
اشارہ کرتی ہے چشمِ دوراں جو آن باقی' جہان باقی
اسی لیے رہ گئی ہیں آنکھیں کہ میرے مٹنے کا رنگ دیکھیں
سنوں وہ باتیں جو ہوش اڑائیں اسی لیے ہیں یہ کان باقی
تعجب آتا ہے طفلِ دل پر کہ ہوگیا مستِ نظمِ اکبر
ابھی مڈل پاس تک نہیں ہے بہت سے ہیں امتحان باقی

⊙

ہنگامہ ہے کیوں برپا تھوڑی سی جو پی لی ہے
ڈاکا تو نہیں مارا چوری تو نہیں کی ہے
ناتجربہ کاری سے واعظ کی ہیں یہ باتیں
اس رنگ کو کیا جانے پوچھو تو کبھی پی ہے
اس مے سے نہیں مطلب دل جس سے ہے بیگانہ
مقصود ہے اس مے سے دل ہی میں جو کھنچتی ہے
اے شوق وہی مے پی' اے ہوش ذرا سو جا
مہمانِ نظر اس دم اک برقِ تجلّی ہے

واں دل میں کہ صدمے دو یاں جی میں کہ سب سہ لو
ان کا بھی عجب دل ہے، میرا بھی عجب جی ہے

ہر ذرّہ چمکتا ہے انوارِ الٰہی سے
ہر سانس یہ کہتی ہے ہم ہیں تو خدا بھی ہے

سورج میں لگے دھبّا فطرت کے کرشمے ہیں
بت ہم کو کہیں کافر اللہ کی مرضی ہے

تعلیم کا شور ایسا، تہذیب کا غل اتنا
برکت جو نہیں ہوتی نیت کی خرابی ہے

سچ کہتے ہیں شیخ اکبر ہے طاعتِ حق لازم
ہاں ترکِ مے و شاہد یہ ان کی بزرگی ہے

⊙

دیکھیں یہ پروانے کو دعووں پہ ابھرنے والے
عشق اسے کہتے ہیں یوں مرتے ہیں مرنے والے

نہ رہا یاد انھیں کیا اثرِ فصلِ خزاں
کیوں جوانانِ چمن پھر ہیں سنورنے والے

تیز رفتار نہ ہو اس قدر اے موجِ فنا
تجھ میں کچھ قطرے ہوا سے ہیں ابھرنے والے

حیرت انگیز ہے یہ رعبِ بتاں اے اکبر
ان سے اب ڈرتے ہیں اللہ سے ڈرنے والے

⦿

جلوۂ گل نے چمن میں مجھے بے چین کیا
مل ہی جاتے ہیں تری یاد دلانے والے

دیدنی آج ہے اس بزم میں دنیا کا جمال
دم بخود بیٹھے ہیں عقبیٰ سے ڈرانے والے

چشمِ بددور، جنوں کی ہے ترقی مجھ میں
کیوں نہ ہو مست ہیں خود ہوش میں لانے والے

آج بنگلے میں مرے آئی تھی آوازِ اذاں
جی رہے ہیں ابھی کچھ اگلے زمانے والے

نہ انھیں ساز کی حاجت ہے نہ سامع کی تلاش
خوب ہیں فصلِ بہاری کے یہ گانے والے

تیغِ قاتل نے یہ کیا اپنے دکھائے جوہر
سربکف پھرتے ہیں اب جان چرانے والے

⦿

ذوقِ عرفاں جو نہ ہو بادہ پرستی اچھی
ہوش اگر دین سے غافل ہو تو مستی اچھی

بت جو مہنگے ہیں تو ہم یادِ خدا کیوں نہ کریں
ہم غریبوں کو وہی شے جو ہے سستی اچھی

بحث اس وقت نہیں مقبرہ و مسجد کی
مگر الحاد سے ارواح پرستی اچھی
شیخ ہوں میں، شہر اور کمپ میں سیّد ہوں، یہ کیا
جس میں مل جل کے رہیں سب وہی بستی اچھی

⊙

مرید دہر ہوئے وضع مغربی کرلی
نئے جنم کی تمنا میں خودکشی کرلی
نگاہِ نازِ بتاں پر نثار دل کو کیا
زمانہ دیکھ کے دشمن سے دوستی کرلی
جو حسنِ بت کی جگہ حکمِ مِس ہوا قائم
تو عشق چھوڑ کے ہم نے بھی نوکری کرلی
زوالِ قوم کی تو ابتدا وہی تھی کہ جب
تجارت آپ نے کی ترک نوکری کرلی

⊙

شکوۂ بیداد سے مجھ کو توڑنا چاہیے
دل میں لیکن آپ کو انصاف کرنا چاہیے
ہو نہیں سکتا کبھی ہموار دنیا کا نشیب
اس گڑھے کو اپنی ہی مٹی سے بھرنا چاہیے

جمع سامانِ خود آرائی ہے لیکن اے عزیز
جس کی صورت خوب ہو اس کو سنورنا چاہیے

کیوں نہ لوں نامِ خدا اس بت کی صورت دیکھ کر
لوگ کہتے ہیں کہ کلمہ پڑھ کے مرنا چاہیے

بر سرِ فرزندِ آدم ہر چہ آید بگذرد
ہجر کی شب کو بھی اے گردوں گزرنا چاہیے

عاشقی میں خندہ روئی سالکوں کو ہے محال
ہے یہی منزل کہ چہرہ کو اترنا چاہیے

ہر عمل تیرا ہے اکبر تابعِ عزمِ حریف
جب یہ موقع ہو تو بھائی کچھ نہ کرنا چاہیے

◉

رہی نہ قلب میں قوت زمانہ سازی کی
دعا کرو نہ مری عمر کی درازی کی

فلک نے ہم کو کیا منتخب مٹانے کو
ہمیں سے داد بھی چاہیں خوش امتیازی کی

مجرّب ایسا ملا نسخہ قوم بازی کا
کہ قدر اٹھ گئی دنیا سے عشق بازی کی

بہت خلوص سے حاضر رہا میں خدمت میں
مگر حضور نے مجھ سے زمانہ سازی کی

خیال کیا ہو کسی کو بنائے مسجد کا
کہ مسجدوں کو ضرورت ہے اب نمازی کی
ہمیشہ پیشِ نظر ہیں وضو شکن منظر
اس انجمن میں نبھے کس طرح نمازی کی
ہم اپنے حال پہ افسوس کیا کریں اکبر
خدا نے شان دکھائی ہے بے نیازی کی

⦿

چھڑا ہے راگ بھونرے کا ہوا کی ہے نئی دھن بھی
غضب ہے سال کے بارہ مہینوں میں یہ پھگن بھی
یہ رنگِ حسنِ گل یہ نغمۂ مستانۂ بلبل
اشارہ کرتی ہے فطرت ادھر آ دیکھ بھی سن بھی
بڑے درشن تمہارے ہوگئے راجا کے سیوا سے
مگر من کا پنپنا چاہتے ہو تو کرو پن بھی
ہوئے روشن یہ معنی چاند کیوں شاعر کو پیارا ہے
کمال اس میں یہ ہے عارض بھی ہے ابرو بھی ناخن بھی

⦿

جوش میں لائے صبا جس کو وہ خون اچھا ہے
بوئے گل جس کو ابھارے وہ جنون اچھا ہے

جوش میں آئے جو قرآں سے وہ خون اچھا ہے
کفر پر غصہ دلائے وہ جنون اچھا ہے
دل دھڑکنے لگا آئی جو نظر اس کی جھلک
بہرِ تاثیرِ محبت یہ شگون اچھا ہے
ہاتھ اٹھائیں گے نہ یہ دامنِ منصوری سے
اہلِ تہذیب کو دنیا میں یہ دون اچھا ہے
دو پہر کو مرے گھر آئی مِس رشکِ قمر
کہہ دیا میں نے کہ یہ نون کا مون اچھا ہے

⊙

مرا دل ان بتوں کے ہاتھ سے واللہ ٹوٹا ہے
خدا ہی ان سے سمجھے گا خدا کے گھر کو لوٹا ہے
خوشی کا رنگ ہے دل میں نہ سرسبزی امیدوں کی
ہمارا باغ ویراں ہوگیا' گل ہے' نہ بوٹا ہے
ترے کوچے میں دل نالاں اگر ہے دین سے چھٹ کر
تعجب کیا ہے اس میں مدتوں کا ساتھ چھوٹا ہے

⊙

تو نے کب دل کی مرے اے بتِ عیّار سنی
جو سنی بات بلا کر سرِ دربار سنی

چھوڑ اس بحث کو کچھ اور بیاں کر اکبرؔ
یہ کہانی تری یاروں نے کئی بار سنی

⊙

ابھرا ہے رنگِ سودا دیوانگی ہری ہے
ہے جوشِ موسمِ گل جو پھول ہے پری ہے
شمع اور پتنگ سے ہے ہر صبح وعظِ عبرت
یہ بھی مرے پڑے ہیں وہ بھی بجھی دھری ہے

⊙

دورِ گردوں میں کسی نے میری غم خواری نہ کی
دشمنوں نے دشمنی کی، یار نے یاری نہ کی
حشر کا سودا ہوا ذوقِ جمالِ دوست میں
ہم نے بازارِ جہاں میں کچھ خریداری نہ کی
غم دیا اپنا مگر پروائے غم خواری نہ کی
دلستانی آپ نے فرمائی دلداری نہ کی
قہقہوں کی مشق سے میں نے نکالا اپنا کام
جب کسی نے قدرِ آہ و نالہ وزاری نہ کی
شوق کی مستی میں میں دیوانہ ہو کر رہ گیا
حسن کے نشہ نے اس پر بے ہوشی طاری نہ کی

کوئے جاناں کا پتہ دے کر میں پہنچا خلد میں
مجھ سے کچھ رضواں نے بحث ناجی وناری نہ کی
شیخ بھی کھسکے مریدوں کو جو دیکھا منتشر
جب محیط آوارہ تھا مرکز نے خودداری نہ کی
وقت سائے کا ابھی آیا نہیں مغرب ہے دور
کیوں پسند اس برق وش نے مشرقی ساری نہ کی
جامہ زیبوں کی نظر بھی دلقِ اکبر پر پڑی
شان ہی کچھ اور تھی اس خرقۂ پارینہ کی

⊙

ایک صورت سرمدی ہے جس کا اتنا جوش ہے
ورنہ ہر ذرّہ ازل سے تا ابد خاموش ہے
مستیِ نشوونما ہے فصلِ گل کا جوش ہے
ہے ہوا میں فیضِ ساقی ہر کلی مے نوش ہے
بزم میں ایمائے چشمِ ساقیِ مے نوش ہے
وہ بہک جانے کے خطرے میں ہے جس کو ہوش ہے
شوقِ وصلِ شعلہ خویاں کیوں نہ ہو برسات میں
ابر کو بھی دیکھتا ہوں برق در آغوش ہے
حال میری بے قراری کا بھی کچھ سن لیجیے
یہ بھی ایک آویزہ ہو بجلی جو زیبِ گوش ہے

تا بکَے دیدِ حسیناں؟ تا بکَے وارفتگی؟
آنکھ میں جب تک نظر ہے سر میں جب تک ہوش ہے

آئنے سے بھی وہ بچتے ہیں کہ پڑ جائے نہ عکس
شرم کہتی ہے کہ یہ بھی صاحبِ آغوش ہے

کیوں نہ اپنے بل پہ ناز اں ہو وہ زلفِ پرشکن
اس کی خود بینی کو آئینہ صفائے دوش ہے

ہے اگر امیدِ فردا ہی پہ صرف اس کی بِنا
کل نہ ہوگا آج اکبؔر کے جو دل میں جوش ہے

نورِ باطن کی تجلّی حرصِ دنیا میں کہاں
دامن طولِ امل اس راہ میں حق پوش ہے

جس کے آنکھیں ہیں وہ ہے دیوانۂ چشم آفریں
عالمِ عرفاں میں جو ذی ہوش ہے، بے ہوش ہے

جب ضرورت ہوگی تقویٰ کی تو دیکھا جائے گا
اب تو بزمِ مغربی ہے اور نوشا نوش ہے

ان کا تیر پالسی اور شیخ و بابو کا گریز
خوب ہی لطفِ شکارِ روبہ و خرگوش ہے

اتحادِ باہمی اس ملک میں آساں نہیں
کوئی سرسیّد ہے کوئی بابو آشو توش ہے

کیسے کیسے زرنگار ایواں ملے ہیں خاک میں
ریزہ ریزہ اب بھی ویرانوں میں اطلس پوش ہے
حضرتِ منصور انا بھی کہہ رہے ہیں حق کے ساتھ
دار تک تکلیف فرمائیں جب اتنا ہوش ہے
مفلسی میں بھی تکلفِ دوست ہے طبعِ بلند
سروِبستاں بے بضاعت ہے مگر خوش پوش ہے

⦿

دشمن بھی ہیں افسوس میں، یا رب یہ ہے حالت مری
جینا تو اب دشوار ہے، کب آئے گی ساعت مری
طاقت نہ ہو جب ضبط کی اظہارِ غم کیونکر نہ ہو
ہر دم ہے اب آتش فگن، سینے میں ہے حسرت مری
شوخی تو یہ دیکھو ذرا مجھ پر ستم، بے حد کیا
پوچھا کہ اتنا کیوں ستم، بولا یہ ہے عادت مری
پہلو میں وہ ہوں گے کبھی، خوشیوں کی آئے گی گھڑی
جاگے ہی گی اک وقت میں سوتی ہے گو قسمت مری

⦿

اب بھی جو کہہ رہا ہو کہ پینا نہ چاہیے
اس دورِ عہد میں اسے جینا نہ چاہیے

نادیدنی کی دید سے ہوتا ہے خونِ دل
بے دست و پا کو دیدۂ بینا نہ چاہیے
میں بت کا ہو رہا تو عبث شیخ کو ہے رنج
ایسے معاملات میں کینا نہ چاہیے

⊙

دنیا میں امرِ حق کو کس طرح صاف کہیے
کرتا ہے دشمنی وہ جس کے خلاف کہیے
یہ سرسری اشارہ کافی نہیں ہے حضرت
اپنی زبان سے بھی لفظِ معاف کہیے!

⊙

بے دشمنِ دیں راحتِ دنیا ہے تو کیا ہے
قاتل ہو کوئی آنکھ تو جینے کا مزا ہے

⊙

ساتھ یاروں کے ہماری راحتِ دل اٹھ گئی
ایک دو کا ذکر کیا محفل کی محفل اٹھ گئی
قتل ہونے کی کسے امید تھی قسمت کی بات
اتفاقاً میری جانب چشمِ قاتل اٹھ گئی

⊙

زلف میں دل کی گرفتاری بری | سب مرض اچھے یہ بیماری بری
ہوش سے عاشق کو بچنا چاہیے | راہِ دل میں یہ گراں باری بری
آج سینے آ کے اکبر سے کبیر | شیخ جی ہولی میں خودداری بری

⊙

رکتے ہیں دستِ دعا اٹھتے ہوئے | ہے جو ہونا کیوں رہے گا بے ہوئے
کچھ بھی ہمدردی جوانوں سے نہیں | شیخ صاحب اب بہت بوڑھے ہوئے
ناچ ہے مغرب کا بزمِ دہر میں | جھومتے ہیں مشرقی بیٹھے ہوئے
نام یوسف سے ہوا یعقوب کا | یوں تو حضرت کے بہت بیٹے ہوئے

⊙

اللہ کا حال کچھ نہ پوچھو | دیکھا نہیں نام رکھ لیا ہے
واللہ ستم ہے یہ تکلّف | کھایا کیا تم نے چکھ لیا ہے
سِکّہ ہے کھرا مرے سخن کا | سب نے اس کو پرکھ لیا ہے

⊙

لن ترانی سے عیاں انوارِ عرفاں ہوگئے
ایک فقرے میں ہزاروں طور پنہاں ہوگئے
اے صبا اس باغ میں تیرا عمل ہے مشتبہ
ہنس دیے گل ہو کے غنچے یا پریشاں ہوگئے

اس نے آنکھوں کے اشارے سے بڑھایا دل مرا
خواب میں دیکھا تھا دو کافر مسلماں ہوگئے

ناتوانی سے قناعت پر ہوئے مجبور ہم
ضعف کے اسباب عزت کے نگہباں ہوگئے

صبر، خودداری، دلیری، حق پرستی اب کہاں
رکھ لیا اچھا سا اک نام اور مسلماں ہوگئے

ہوگیا آخر شکستِ دل سے کارِ دیں درست
داغ سینے کے چراغِ راہِ عرفاں ہوں گئے

جلوہ ہائے منظرِ ہستی ہیں راحت میں مخل
وہم جب یکجا ہوئے خوابِ پریشاں ہوگئے

جو کہا اس نے کیا منظور کیا حرفِ نفی
ہم سراپا اب تو اس محفل میں جی ہاں ہوگئے

ہم تو انساں سے بنے جاتے ہیں بندر اے حضور
آپ خوش قسمت تھے بندر سے جو انساں ہوگئے

ناز تھا ان کو بہت اپنی بدن کی ساخت پر
اگزبیشن میں مرے اک دوست عریاں ہوگئے

صورتِ لیلیٰ نہ دیکھی پڑھ لیا دیوانِ قیس
شاعری آئی نہیں لیکن زباں داں ہوگئے

⊙

گرے جاتے ہیں، ہم خود اپنی نظروں سے ستم یہ ہے
بدل جاتے تو کچھ رہتے، مٹے جاتے ہیں غم یہ ہے
طریقِ نو کو کیا سمجھا ہے تو منزل ترقی کی
نگاہِ پیش بیں میں جادۂ راہِ عدم یہ ہے
تحمل نالہ و فریاد کا ان سے کہاں ممکن
نہ ہوں برہم مری افسردگی پر مغتنم یہ ہے
نہ بے مہری کا شکوہ ہے، نہ ہے سوزِ غمِ فرقت
تعارف آپ سے کیوں ہو گیا رنج والم یہ ہے
کہاں تک رشک اکبر ساقیِ بزمِ حریفاں پر
سنبھالو دل کو تم اپنے تمہارا جامِ جم یہ ہے

⊙

جاری طریقِ فضل و عطا سب کے ساتھ ہے
دیکھو جو غور سے تو خدا سب کے ساتھ ہے
بے حد رسا ہیں گیسوئے دنیائے دوں کے پیچ
سب اس میں ہیں پھنسے یہ بلا سب کے ساتھ ہے
کم بخت دل کو کیوں ہے لگاوٹ انھیں کے ساتھ
ان کو تو شوقِ ناز و ادا سب کے ساتھ ہے

⊙

انھیں کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات ان کی
انھیں کی محفل سنوارتا ہوں چراغ میرا ہے رات ان کی
سنے جو اس کو اسے تحیّر جو اس کو برتے اسے تردّد
ہماری نیکی اور ان کی برکتِ عمل ہمارا' نجات ان کی

⊙

بھلا دو میرے منہ سے بات اگر کوئی بری نکلی
یہ بے دردی ہے کہنا آہِ بسمل بے سری نکلی
عدو جمعیتِ ملّت کا جو ہو' لعن تھی اس پر
یہ کیا سمجھا عزیزوں نے' مجھی پر کیوں چھری نکلی
عرب کہتے تھے تم جس کو وہ کمسریٹ کا خچر تھا
جسے شائستگی سمجھے تھے آخر کرکری نکلی
مجھے اس درس سے خواہش تھی روحانی ترقی کی
یہاں ہر چیز لیکن مادّی و عنصری نکلی

⊙

بتوں سے میلِ خدا پر نظر یہ خوب کہی
شبِ گناہ و نمازِ سحر یہ خوب کہی
فٹن نفیس' سڑک خوشنما' ڈنر ہر شب
یہ لطف چھوڑ کے حج کا سفر یہ خوب کہی

تمہاری خاطرِ نازک کا ہے خیال فقط
وگرنہ مجھ کو رقیبوں کا ڈر یہ خوب کہی

جنابِ شیخ کا ہو جاؤں معتقد معقول
نگاہِ یار رہے بے اثر یہ خوب کہی

شباب و بادہ و فکرِ مآلِ کار چہ خوش
جنونِ عشق و خیالِ خطر یہ خوب کہی

سوالِ وصل کروں یا طلب ہو بوسے کی
وہ کہتے ہیں مری ہر بات پر یہ خوب کہی

⊙

حرفِ مطلب کی رسائی کیوں زباں تک ہو سکے
دل کو خودداری سکھا اکبر جہاں تک ہو سکے

وعدہٗ اقرارِ مفصل کا تو کرتے ہو مگر
دیکھ لینا وقت پر تم سے جہاں تک ہو سکے

سن رہا ہوں شوق سے دنیا کے قصوں کو مگر
دیکھیے رہنا جو ختمِ داستاں تک ہو سکے

نالہ و فریاد جائز ہے مصیبت میں مگر
صبر ہی بہتر ہے انساں کو جہاں تک ہو سکے

⊙

افسوس ہے گلشن کو خزاں لوٹ رہی ہے
شاخِ گلِ تر سوکھ کے اب ٹوٹ رہی ہے
اس قوم سے وہ عادتِ دیرینۂ طاعت
بالکل نہیں چھوٹی ہے مگر چھوٹ رہی ہے
وہ راہ شریعت کی جہاں بچھتی تھیں آنکھیں
یہ کفر کے کنکر سے اسے کوٹ رہی ہے

⊙

فکرِ فردا میں عبث روز اک نئی تمہید ہے
آج تک ہم کیا ہوئے آئندہ کیا امید ہے
غافلوں کو جلوۂ ہستی بہارِ عید ہے
چشمِ بینا میں مگر یہ حشر کی تمہید ہے
قدِ موزوں دیکھیے جوڑے کی بندش دیکھیے
کس قیامت کا ہے مصرع اور کیا تعقید ہے
مجھ کو اور ان کے مضامینِ کمر پر دسترس
ذہن کیسا بس یہ کہیے غیب کی تائید ہے

⊙

خوش ہے سب کو کہ آپریشن میں خوب نشتر یہ چل رہا ہے
کسی کو اس کی خبر نہیں ہے مریض کا دم نکل رہا ہے

فنا اسی رنگ پر ہے قائم فلک وہی چال چل رہا ہے
شکستہ و منتشر ہے وہ کل جو آج سانچے میں ڈھل رہا ہے
یہ دیکھتے ہو جو کاسۂ خو غرورِ غفلت سے کل تھا مملو
یہی بدن ناز سے پلا تھا جو آج مٹی میں گل رہا ہے
سمجھ ہو جس کی بلیغ، سمجھے نظر ہو جس کی وسیع، دیکھے
ابھی یہاں خاک بھی اڑے گی جہاں یہ قلزم ابل رہا ہے
کہاں کا شرقی کہاں کا غربی تمام دکھ سکھ ہے یہ مساوی
یہاں بھی اک بامراد خوش ہے، وہاں بھی اک غم سے جل رہا ہے
ہوس پرستوں کو کیوں یہ کد ہے ان انقلابوں کی کیا سند ہے
اگر زمانہ بدل رہا ہے بدلنے ہی کو بدل رہا ہے
عروجِ قومی، زوالِ قومی خدا کی قدرت کے ہیں کرشمے
ہمیشہ ردّ و بدل کے اندر یہ امر پولٹیکل رہا ہے
جنھوں نے طاعت میں جان دی ہے انھیں کے حصہ میں زندگی ہے
مقدموں کی ہوں لاکھ شکلیں یہی نتیجہ نکل رہا ہے
خدا سے تم دل ملاؤ اپنا، زبان کو پھر ملاؤ دل سے
تو دیکھ لینا کہ پر اثر ہے زبان سے جو نکل رہا ہے
جھکائیں اکبر سرِ ارادت ہمیں تو امید کچھ نہیں ہے
ادھر وہ شمشیر کھنچ رہی ہے، ادھر یہ خنجر سنبھل رہا ہے

مزا ہے اسپیچ میں، ڈنر میں، خبر بھی چھپتی ہے پائنیرَ میں
فلک کی گردش کے ساتھ ہی ساتھ کام یاروں کا چل رہا ہے

⊙

جب آسمان اہلِ دغا ہی کا ہو رہے
مومن کو چاہیے کہ خدا ہی کا ہو رہے
مجھ کو تو حبِّ جاہ ہی ہے وجہ انتشار
دل میں تمہارے شوق جو شاہی کا ہو رہے
اکبر مریض ہے تو دعا بھی اسے سکھاؤ
ایسا نہ ہو کہ صرف دوا ہی کا ہو رہے

⊙

گردن رفارمر کی ہر اک سمت تن گئی
بگڑی ہو قوم ملک کی ان کی تو بن گئی
لڑکے نئے طریق کی جانب جو کھنچ گئے
بوڑھوں کی آہ جانب چرخِ کہن گئی
دم بھر میں جسم و روح کا قصہ تمام تھا
مٹی میں مل گیا وہ یہ اپنے وطن گئی

⊙

دنیا میں بھی مستِ اثرِ نغمۂ کُن ہے
پردیس میں ہے روح مگر دیس کی دُھن ہے

کی میں نے لگاوٹ تو بتِ شوخ یہ بولا
کیوں کفر ہے بدنام جب ان میں بھی یہ گن ہے
ہنس دیتے ہیں بت سن کے یہ اکبؔر کا لطیفہ
جب آپ کے درشن ہوں تو پھر پاپ بھی پن ہے

⊙

جانتی تھیں کہ ہنر شرط ہے قاتل کے لیے
دل لیے آپ کی آنکھوں نے مگر مل کے لیے
دل مرا ان کے لیے ہے وہ مرے دل کے لیے
ماسوا اس کے سب اندیشۂ باطل کے لیے
ہر قدم پر ہے فزوں لذّتِ سرگرمیِ سعی
شوق نے خوب مزے دوریٔ منزل کے لیے
ہے یہ وہ عہد کہ کی بزم کی تزئیں لیکن
آدمی مل نہ سکے رونقِ محفل کے لیے
دیدِ دنیا ہے رہِ عشق میں سالک کو مضر
خوب ہے قطعِ نظر قطعِ منازل کے لیے
مغربی کورس میں ہوتی ہے جوانی رخصت
اب تو پیری ہی ہے رندانہ مشاغل کے لیے
کیا ضرورت رہِ الفت میں سخن سازی کی
صدق کافی ہے بس اکبؔر اثرِ دل کے لیے

⊙

نہ پالسی وہ رہی اور نہ آں جناب رہے
نئے طریق فقط جان پر عذاب رہے
اس انجمن میں اشارہ ہے چشمِ ساقی کا
وہی مزے میں رہے جو یہاں خراب رہے
خزاں میں ہوش جب آئے گا خیر رولیں گے
بہار تک تو ہمیں نشۂ شراب رہے
امیدیں ہوتی تھیں پیدا تری لگاوٹ سے
نہ اب وہ لہر رہی اور نہ وہ حباب رہے
کہاں کا نام مجھے ہے نشان سے بھی گریز
مبارک آپ ہی کو خواہشِ خطاب رہے
اس اک گناہ کو منظور کیجیے تو مجھے
تمام عمر گناہوں سے اجتناب رہے

⊙

مرے عشق کے سوز میں ہو نہ کمی اجل آئے تو ایسی جفا نہ کرے
مری جان کو جسم سے کر دے الگ مرے درد کو دل سے جدا نہ کرے
بتِ شوخ کی دیکھ رہا ہوں نظر، مرے عشق کا کچھ بھی نہیں ہے اثر
جو میں کہتا ہوں کاش ہو تجھ میں وفا، تو وہ کہتا ہے ہنس کے خدا نہ کرے

مجھے عشق و وفا کی سند نہ ملے جو میں ضبط سے، صبر سے کام نہ لوں
وہاں حسن کے ناز میں آئے کمی، جو وہ حقِ ستم کو ادا نہ کرے

⊙

عدو فلک بھی رہا گردش زمیں بھی رہی
مگر وہ در بھی رہا اور مری جبیں بھی رہی
نظر میں آیتِ ایاک نستعیں بھی رہی
صنم کے پاؤں پہ لیکن مری جبیں بھی رہی
تری اداؤں سے بڑھنے نہ پائی جرأتِ دل
ہنسی جو لب پہ رہی تو جبیں پہ چیں بھی رہی
ہزاروں ظلم ہوئے بے کسوں پہ یاں لیکن
وہی فلک بھی رہا اور وہی زمیں بھی رہی
خلوص ان میں نہ تھا اس سبب سے دل نہ ملا
گپیں تو خوب اڑیں اور چناں و چنیں بھی رہی
کچھ انتظار کے موقع پہ طولِ ہجر ہوا
کچھ ابتدائے محبت میں ہاں نہیں بھی رہی
میں کیا ہوں خوش اگر ان کو رہی نہ الفتِ غیر
ملیں گے اس سے محبت اگر نہیں بھی رہی
اسی کو ہم تو سمجھتے ہیں مستند اکبرؔ
جسے مشاغلِ دنیا میں فکرِ دیں بھی رہی

⦿

ہو رہا اس کا کہ جو بے مہر و کافر کیش ہے
دل ہمارا کس قدر نا عاقبت اندیش ہے

⦿

ترے سحرِ نظر سے ہوا یہ جنوں، مرے دل کی تو اس میں خطا ہی نہ تھی
ترے کوچے میں آ کے میں بیٹھ رہا بجز اس کے کچھ اور دوا ہی نہ تھی
ہوئی طبع مائلِ دامِ بلاؑ میں تمہاری ہی زلفِ سیہ میں پھنسا
مرے دامنِ دل کو جو کھینچ سکے، کوئی اور تو ایسی بلا ہی نہ تھی
کیا صحبتِ غیر نے قہر و غضب مجھے کوئی امید رہی نہیں اب
دمِ چند کو مجھ سے ملے بھی جو کل، وہ نظر ہی نہ تھی وہ ادا ہی نہ تھی
نہ نبھی تو پھر اس میں تھی کس کی خطا، یہ گلا ہے مری ہی طرف سے بجا
مرے عشق کا رنگ تو خوب رہا مگر آپ میں بوئے وفا ہی نہ تھی
میں وطن سے حزین و ملول پھرا، نہ وہ بزم ملی، نہ وہ یار ملے
گل و لالہ و سرو کا ذکر کجا، وہ چمن ہی نہ تھا، وہ ہوا ہی نہ تھی
غمِ ہجر میں جی سے گیا جو گزر تو یہ اکبرِ زار نے خوب کیا
کہ علاجِ فراق تو تھا ہی یہی بجز اس کے کچھ اور دوا ہی نہ تھی

⦿

اللہ رے کامیابی اس چشمِ پرفسوں کی
عقلیں ہزار ابھریں تابع رہیں جنوں کی

تنویر چاہتا ہے گر آتشِ دروں کی
ہو اس کا محو جس نے مٹی میں روح پھونکی
نشتر لگائے جا تو اے رنجِ نا امیدی
دل کو ابھی شکایت باقی ہے جوشِ خوں کی
اس وقت کوئی دیکھے تاثیرِ سازِ مغرب
جب ناچ ہو مسوں کا اور گت ہو ارغنوں کی
آفاق پر ہیں طاری آثار شامِ غم کے
اللہ دل کو قوت دے صبر کی، سکوں کی
فطرت نے باغِ ہستی پیشِ نظر کیا ہے
دیکھو بہار اکبرؔ اس روئے لالہ گوں کی

⊙

کیا پا گئے جو حرص کے کوچے میں سگ رہے
وہ کیا برے رہے کہ جو اس سے الگ رہے
اپنی جگہ سے تم نہ ہٹو گو ہوں گردشیں
ایسے رہو کہ جیسے انگوٹھی میں نگ رہے
اکبرؔ انھیں کو لذتِ یادِ خدا ملی
سمجھے جو کافری کو اور اس سے الگ رہے

⊙

دن رات کی یہ بے چینی ہے یہ آٹھ پہر کا رونا ہے
آثار برے ہیں فرقت میں معلوم نہیں کیا ہونا ہے
دنیا کے لیے ہنگامے تھے خلق ایک طرف آپ ایک طرف
اب شہرِ خموشاں، عالمِ ہُو مٹی ہے، لحد کا کونا ہے
کیوں پست ہوئی ہے جنتِ دل، کیوں روک رہی ہے مایوسی
کوشش تو ہم اپنی سی کرلیں ہوگا تو وہی جو ہونا ہے
ترکیب و تکلف لاکھ کرو فطرت نہیں چھپتی اے اکبر
جو مٹی ہے وہ مٹی ہے جو سونا ہے وہ سونا ہے

⊙

نظرِ لطف سے بس اک ہمیں محروم رہے
اور کیا عرض کریں آپ کو معلوم رہے

⊙

جوششِ سودا کو طبعِ لااُبالی چاہیے
منظرِ مجنوں کو تصویرِ خیالی چاہیے
ان کے مضمونِ کمر کا باندھنا آساں نہیں
مدتوں مشاقِ نازک خیالی چاہیے
ہر درِ مے خانہ اکبر کے لیے دل کش نہیں
بادہ صافی چاہیے اور ظرف عالی چاہیے

◉

نظر کن سوئے او تا نورِ چشمِ قدسیاں باشی
بنہ سر بر زمینِ کوئے او تا آسماں باشی
شریکِ بیکسی بودن ترا با ہمدماں اکبؔر
ازاں بہتر کہ در بزمِ حریفاں شادماں باشی
زفیضِ راستی چوں سرو گشتی اندریں گلشن
بزن گامے براہِ سعی تا سروِ رواں باشی

◉

چل رہی ہے جس طرح دنیا کو چلنے دیجیے
مل رہی ہے ہاتھ اگر منطق تو ملنے دیجیے

◉

قوم اب کہاں ہر اک کی خوشی غم کے ساتھ ہے
سچ تو یہ ہے کہ میں کا مزا ہم کے ساتھ ہے

◉

دل کو آماجگہِ تیرِ قضا کرتی ہے
حسن کا حق وہ نظر خوب ادا کرتی ہے

◉

تمہاری چشمِ فتّاں سب کے دل سے ساز کرتی ہے
ہماری آرزو کو کیوں نظر انداز کرتی ہے

بہار آئی ہے گویا اب نہ جائے گی گلستاں سے
کھلی پڑتی ہیں کلیاں بھی، ہوا بھی ناز کرتی ہے
اگر دیکھو تو ہر گل ایک دفتر ہے معانی کا
اگر سمجھو تو ہر پتی بیانِ راز کرتی ہے

⊙

شیخ نے ناقوس کے سر میں جو خود ہی تان لی
پھر تو یاروں نے بھجن گانے کی کھل کر ٹھان لی
مدتوں قائم رہیں گی اب دلوں میں گرمیاں
میں نے فوٹو لے لیا اس نے نظر پہچان لی
رو رہے ہیں دوست میری لاش پر بے اختیار
یہ نہیں دریافت کرتے کس نے اس کی جان لی
میں تو انجن کی گلے بازی کا قائل ہو گیا
رہ گئے نغمے حدی خوانوں کے ایسی تان لی
حضرتِ اکبرؔ کے استقلال کا ہوں معترف
تا بہ مرگ اس پر رہے قائم جو دل میں ٹھان لی

⊙

اب خاک پہ ہیں کل تخت پہ تھے اک زیست کی حالت وہ بھی تھی
اللہ کی قدرت یہ بھی ہے، اللہ کی قدرت وہ بھی تھی

پریاں بھی لگاوٹ کرتی تھیں اور دیو بھی مجھ سے کھنچتے ہیں
فطرت ہی کی صورت یہ بھی ہے فطرت ہی کی صورت وہ بھی تھی

⊙

انسان فقط عجز و دعا ہی کے لیے ہے
جو عزت و عظمت ہے خدا ہی کے لیے ہے

⊙

حیرت میں ختم ہو گئی انشائے زندگی
حل ہو سکا نہ ہم سے معمّائے زندگی
اس زندگی نے خود ہی کیا ہے تجھے اسیر
تجھ کو یہ کیوں ہے شوق و تمنائے زندگی

⊙

جانتے ہیں کہ سدا خونِ جگر پینا ہے
پھر خوشی کیا کہ ابھی ہم کو بہت جینا ہے

⊙

تجھے ان سے ہے سرِ دوستی، تری آرزو بھی عجیب ہے
وہ ہیں تخت پر، تو ہے خاک پر، وہ امیر ہیں، تو غریب ہے
پئے حفظِ جاں ہیں جو کوششیں، وہ اجل کے ساتھ ہیں سازشیں
اور اسی روش پہ ہیں خواہشیں یہ معاملہ بھی عجیب ہے

ترا جلوہ زیبِ خیال ہے وہی وجد ہے وہی حال ہے
تری انجمن سے ہوں دور اگر مرا دل تو مجھ سے قریب ہے
اسے انجنوں کا خیال کیا جو ہو محو تاروں کی چال کا
وہ نظر زمین پہ کیوں جھکے کہ جو آسماں سے قریب ہے
جو خدا کا حکم ہے خوب ہے مجھے توبہ کرنے میں عذر کیا
مگر ایک بات ہے واعظا کہ بہار اب تو قریب ہے

⊙

پیش آجائے جو مسجد تو نمازی بھی سہی
بت جو موقع پہ ملیں دست درازی بھی سہی
گالیاں اس نے جو دیں وصل کا طالب میں ہوا
کہہ دیا صاف کہ ترکی ہے تو تازی بھی سہی
تارک الوضعوں میں دو چار نے پایا ہے عروج
خیر اتنے شہداء تھے تو یہ غازی بھی سہی
اس نے یہ کہہ کے تھیٹر میں غزل گائی مری
تیری خاطر سے اک آہنگِ حجازی بھی سہی
ایک دن چشمِ کرم بھی ہو ادھر اے قاتل
ظلم کے ساتھ کبھی بندہ نوازی بھی سہی

◉

آرزو دنیا میں کب نکلی اولوالابصار کی
چشمِ موسیٰ کو بھی حسرت رہ گئی دیدار کی

سوزِ جاں ہوتی ہے جنبش ابروئے خمدار کی
آگ کر دیتی ہے دل کو آب اس تلوار کی

ہے گرانی قلب پر اوہام کے انبار کی
حاجت اس خرمن کو ہے برقِ نگاہِ یار کی

دھوم ہے زیرِ فلک حسن و جمالِ یار کی
ذرّے ذرّے سے عیاں ہے آرزو دیدار کی

دستِ گل چیں پھر رہا ہے شاخِ گل پر بے دریغ
کون سنتا ہے چمن میں عندلیبِ زار کی

الفت ان کی نرگسِ فتاں کی ہے آرام سوز
نیند اڑا دیتی ہے یاد اس فتنۂ بیدار کی

دستِ گل چیں کے لیے فطرت میں ہیں یہ کاوشیں
چشمِ بلبل کے لیے زحمت نہیں ہے خار کی

وہ ادا اس وقت تم نے کی کہ دل تڑپا دیا
اب نہ کہنا بے محل کیا تھی ضرورت پیار کی

خوش ہے دنیا جانتی ہے یہ بھی یونہی ہوں گے خوش
خلق و عالم کو خبر کیا میرے حالِ زار کی

سر جھکا کر یاد کرلیتا ہوں اپنی موت کو
حاضری ہو جاتی ہے اللہ کے دربار کی

غیرِ بے ترکیب کیا جانے بھلا آدابِ عشق
کیجیے گا آپ اک دن قدر میرے پیار کی

ہے زلیخا کا سا گاہک حضرتِ یوسف سا مال
دیدنی ہے آج رونق مصر کے بازار کی

شعرِ تر اکبر کے سن اے سامعِ عالی دماغ
قدر کر اے آسماں اس ابرِ گوہر بار کی

⊙

کیا ہے مذہب، ایک ملکی اور سوشل انتظام
یہ نہیں پہچان ہرگز کافر و دیں دار کی

صورت و الفاظ کا اکثر نہیں ہے اعتبار
ہیں فقط یہ عادتیں رفتار کی گفتار کی

ہیں ہر اک مذہب میں کچھ کافر بھی کچھ دیں دار بھی
یاد رکھ تو بات یہ اک محرمِ اسرار کی

⊙

مفتون ہو گئے ہم اس بے بقا چمن کے
آنکھوں میں خاک ڈالی مٹی نے پھول بن کے

ہستی کو اپنی سمجھیں، بنیاد اپنی دیکھیں
اٹھے جو ہیں بگولے برباد ہوں گے تن کے

گونجی بہت ہے اس میں فریاد بے کسوں کی
ٹکڑے اڑیں گے اک دن اس گنبدِ کہن کے

غربت میں عمر گزری نام و نشاں نہ پوچھو
نقشے بھی ذہن میں اب باقی نہیں وطن کے

زخموں سے چور ہیں ہم اس کا خیال کس کو
چرچے ہیں ہر طرف بس تیرے ہی بانکپن کے

تھی نیک سعی تیری اے بادِ صبح گاہی
تجھ کو کیا معطر کلیوں نے پھول بن کے

مغرب کا وعظ ادھر بھی اے پیرِ ملّتِ نو
اس شہر میں بھی مردے محتاج ہیں کفن کے

⊙

آہ جو دل سے نکالی جائے گی
کیا سمجھتے ہو کہ خالی جائے گی

یاد ان کی ہے بہت عزلت پسند
آہ بھی دل سے نکالی جائے گی

نزع کہتی ہے کہ روٹھی تجھ سے جان
حشر کہتا ہے منا لی جائے گی

اس نزاکت پر یہ شمشیرِ جفا
آپ سے کیوں کر سنبھالی جائے گی

بے تکلف چاہیے سوز و گداز
شمع کیوں سانچے میں ڈھالی جائے گی

کیا غمِ دنیا کا ڈر مجھ رند کو
اور اک بوتل چڑھا لی جائے گی

زندگی کی کل ہے پیچیدہ تو خیر
سانس لے لے کر چلا لی جائے گی

شیخ کی دعوت میں مے کا کام کیا
احتیاطاً کچھ منگا لی جائے گی

یادِ ابرو میں ہے اکبر محو کیوں
کب تری یہ کج خیالی جائے گی

⦿

پاسِ خاطر تھا اگر تو رنج کیوں ہم کو دیے
اب عبث ہے اس کی پرسش دل بھر آیا رو دیے
بوسۂ رخ کی طلب تیرِ مژہ سے رک گئی
اس نے شوخی سے رہِ گل چیں میں کانٹے بو دیے

◉

مری رسائی ہے دیر میں بھی حرم میں بھی میری منزلت ہے
بتوں سے بوسے کی ہے توقع خدا سے امیدِ مغفرت ہے
جھکا ہے سر اپنا پائے بت پر زبان پر ہے گلا جفا کا
مرے عمل میں ہے طرزِ سیّد غزل میں اندازِ لاچت ہے

◉

وصل نے کب مجھے سلایا ہے
ہجر ہی نے سدا رلایا ہے
میں نے کب کی نگاہ گل کی طرف
تم نے کیوں مجھ سے منہ پھلایا ہے
کیا خوشی ہو جو کوئی آ کے کہے
کہ انھوں نے تمھیں بلایا ہے

◉

نہ وہ بتکدے کہیں رہ گئے نہ وہ دلبری کو صنم رہے
نہ وہ دن رہے نہ وہ ہم رہے نہ وہ دل رہا نہ وہ غم رہے
اب انھیں کے کوچہ کی دھوم ہے نہیں کرتا ذکرِ ارم کوئی
انھیں ضد بھی تھی اسی بات کی کہ نہ ذکرِ باغِ ارم رہے
مری رندیوں کا ہے خاتمہ، نہ وہ مستیاں نہ وہ ولولے
نہ مئے کہن کا رہا نشاں، نہ طریقِ محفلِ جم رہے

مجھے کیا امید فروغ کی کہ بتوں کی تو ہے یہی خوشی
نہ یہ دل رہے، نہ زباں رہے، نہ خدا رہے، نہ حرم رہے

⊙

کہاں وہ اب لطفِ باہمی ہے محبتوں میں بہت کمی ہے
چلی ہے کیسی ہوا الٰہی کہ ہر طبیعت میں برہمی ہے
مری وفا میں ہے کیا تزلزل مری اطاعت میں کیا کمی ہے
یہ کیوں نگاہیں پھری ہیں مجھ سے مزاج میں کیوں یہ برہمی ہے
وہی ہے فضل خدا سے اب تک ترقیِ کارِ حسن و الفت
نہ وہ ہیں مشقِ ستم میں قاصر نہ خونِ دل کی یہاں کمی ہے
عجیب جلوے ہیں ہوش دشمن کہ وہم کے بھی قدم رکے ہیں
عجیب منظر ہیں حیرت افزا نظر جہاں تھی وہیں تھمی ہے
نہ کوئی تکریم باہمی ہے نہ پیار باقی ہے اب دلوں میں
یہ صرف تحریر میں ڈیئر سر ہے یا جنابِ مکرمی ہے
کہاں کے مسلم کہاں کے ہندو بھلائی ہیں سب نے اگلی رسمیں
عقیدے سب کے ہیں تین تیرہ نہ گیارہویں ہے نہ اشٹمی ہے
نظر مری اور ہی طرف ہے ہزار رنگِ زمانہ بدلے
ہزار باتیں بنائے ناصح جمی ہے دل میں جو کچھ جمی ہے
اگرچہ میں رندِ محترم ہوں مگر اسے شیخ سے نہ پوچھو
کہ ان کے آگے تو اس زمانے میں ساری دنیا جہنمی ہے

⊙

جلوۂ دہر اپنا تماشا کرے
فلسفہ الفاظ تراشا کرے
تجربہ اور جانچ ضروری سمجھ
لاکھ کوئی کلا و حاشا کرے
اردو پہ یہ خدمتِ برگڈ ہے بار
خیر اب اس کام کو بھاشا کرے

⊙

ہوس میری بصد حسرت بتوں کے منہ کو تکتی ہے
نہیں معلوم اب کیوں کافری مجھ سے کھٹکتی ہے

⊙

خموشی سے طریقِ راست پر قائم رہ اے اکبرؔ
نہ جا گفت و شنودِ دہر پر خلقت ہے، بکتی ہے

⊙

نہیں سائنس واقف کار دیں سے
خدا باہر ہے حدِّ دوربیں سے
مشینوں نے کیا نیکوں کو رخصت
کبوتر اڑ گئے انجن کی پیں سے

بساطِ حلقۂ میونسپل دیکھ
تجھے کیا کام ہے جاپان و چیں سے

⊙

مہوشوں کی مہربانی ہو چکی چار دن کی چاندنی تھی ہو چکی
عاقبت کا اب خیال آنے لگا شورشِ عہدِ جوانی ہو چکی
قوم کی مسجد میں کچھ جھاڑ پھونک اسپتالوں میں وہ اچھی ہو چکی
آج تم کرتے ہو ذکرِ انحطاط مدتیں گزریں کہ وہ بھی ہو چکی

⊙

بہرِ عمل کوئی رہ اب اے خدا نہیں ہے
میں کچھ سند نہیں ہوں ہم کا پتہ نہیں ہے
تعلیم و تربیت کا ہے اختلاف ہر جا
جو کورس ایک کا ہے وہ اور کا نہیں ہے
ہر سر میں ہے یہ سودا دانم چرا نہ گویم
وہ کون ہے جو واعظ بن کر اٹھا نہیں ہے
اونچے بہک رہے ہیں نیچے دبک رہے ہیں
ہے پیٹ ہی کا سودا دل کا پتا نہیں ہے
جس کو بقا نہیں ہے وہ دل کشا نہیں ہے
جس کو فنا نہیں ہے اس کا پتا نہیں ہے

اے وہ کہ بے کسوں کو آتی ہے یاد تیری
میرا بھی کچھ سہارا تیرے سوا نہیں ہے

⊙

نہیں ہے علم ان میں جہل کی مستی کا جھگڑا ہے
یہ باتیں غیر ثابت ہیں زبردستی کا جھگڑا ہے
فقط اک ہستیِ اعلیٰ کا پرتو دل میں پڑتا ہے
جو کچھ اس کے سوا ہے وہم کی ہستی کا جھگڑا ہے

⊙

مسرت ہوئی ہنس لیے دو گھڑی
مصیبت پڑی رو کے چپ ہو رہے
اسی طور سے کٹ گیا روزِ زیست
سلایا شب گور نے سو رہے

⊙

رشی ماشا سے نمبر پائیں کیوں خیر الامم پہلے
ہمیں دل میں کریں انصاف تم پہلے کہ ہم پہلے
جماعت اور صف بندی کا ایما بعد کو ہو گا
عزیزوں سے کہو مسجد میں تو رکھیں قدم پہلے
مقلد لیڈرِ مرحوم کے اتنا نہیں سمجھے
غریبی اور محنت پہلے یا جاہ و حشم پہلے

کوئی صاحب نہ ہوں للہ ناخوش سن کے یہ مصرعہ
خیالِ حبِّ قومی پیچھے اور فکرِ شکم پہلے
نہ جوتی ہے زمیں تم نے نہ تم نے بیج بوئے ہیں
یہ کیا معنی کہ ہو لے بارشِ ابرِ کرم پہلے

⊙

نہیں ملنے کا لطف اس قوم بے تقویٰ و بے حس سے
مگر یہ بھی تو مشکل ہے کہ پھر آخر ملیں کس سے
سنور نے کے سوا یہ بے بصیرت کرتے ہی کیا ہیں
چمن کی کیا حفاظت ہو رہی ہے چشمِ نرگس سے
محبت کا تو عنصر ہی نہیں ان کی طبیعت میں
لگاوٹ ہے فقط وہ بھی کبھی اس سے کبھی اس سے

⊙

خیال دوڑا نگاہ اٹھی، قلم نے لکھا، زبان بولی
مگر وہی دل کی الجھنیں ہیں کسی نے اس کی گرہ نہ کھولی
لطافتوں کے، نزاکتوں کے، عجیب مضمون ہیں چمن میں
صبا نے جھٹکا ہے اپنا دامن مسک گئی ہے کلی کی چولی
خیال شاعر کا ہے نرالا یہ کہہ گیا ایک کہنے والا
شباب کے ساتھ یوں ہے رندی کہ جیسے پھاگن کے ساتھ ہولی

کہو یہ رندانِ ایشیا سے کہ بزمِ عشرت کے ٹھاٹھ بدلیں
اڑن کھٹولا ہے اب مِسوں کا گئی پری جان کی وہ ڈولی

⊙

خوشی کیا ہو جو میری بات وہ بت مان جاتا ہے
مزا تو بیحد آتا ہے مگر ایمان جاتا ہے
بنوں کونسل میں اسپیکر تو رخصت قرأتِ مصری
کروں کیا ممبری جاتی ہے یا قرآن جاتا ہے
زوالِ جاہ و دولت میں بس اتنی بات ہے اچھی
کہ دنیا کو بخوبی آدمی پہچان جاتا ہے
نئی تہذیب میں دقّت زیادہ تو نہیں ہوتی
مذاہب رہتے ہیں قائم فقط ایمان جاتا ہے
تھیئٹر رات کو اور دن کو یاروں کی یہ اسپیچیں
دہائی لاٹ صاحب کی مرا ایمان جاتا ہے
جہاں دل میں یہ آئی کچھ کہوں وہ چل دیا اٹھ کر
غضب ہے فتنہ ہے ظالم نظر پہچان جاتا ہے
چناں بردند صبر از دل کے قصے یاد آتے ہیں
تڑپ جاتا ہوں یہ سن کر کہ اب ایران جاتا ہے

⊙

معزز مسلم مے نوش اَب ہے گو وہ فاسق ہے
شریک اس کے ہیں فاتح اور فیشن کے مطابق ہے
یہ دعویٰ ہے غلط تو ڈارون صاحب خطا بخشیں
خدا انسان کا خالق خدا بندر کا خالق ہے

⊙

نہیں ہے خضر کی حاجت جو شوقِ دل محرک ہے
کوئی حامی نہیں میرا تو خیر اللہ مالک ہے
قلم کھینچے کہاں تک صورتیں دنیا کی حالت کی
تصور ہی میں طاقت ہے وہی عمدہ گرافک ہے
مجھے اک بوسہ دینے میں بھی وہ مِس بخل کرتی ہے
نصیب اچھے نہیں میرے لیے حاتم بھی ممسک ہے
یہاں حدِ سماعت کو نہیں کچھ دخل اے صاحب
یہ مانا آپ قابض ہیں مگر اللہ مالک ہے
خدا ہی کو فقط حاصل ہے حقِ دلبری اکبؔر
دیا دل جس نے دنیا کو حقیقت میں وہ مشرک ہے
جو گزرو گے ادھر سے میرا اجڑا گاؤں دیکھو گے
شکستہ ایک مسجد ہے بغل میں گورا بارک ہے

خیال آخرت کا حس نہیں جس کی طبیعت میں
اسے کیوں منطقی دنیا میں کہتے ہیں یہ مدرک ہے

⦿

زخمی نہ ہوا تھا دل ایسا سینہ میں کھٹک دن رات نہ تھی
پہلے بھی ہوئے تھے کچھ صدمے روئے تھے مگر یہ بات نہ تھی

⦿

اب نشو ونما کا وقت نہیں اب عمر نہیں امیدوں کی
دنیا سے لگاوٹ کیا میں کہوں قوت ہی نہیں تمہیدوں کی

⦿

تفریح وسفر کا شوق نہیں دہلی ہے نہ اب کلکتہ ہے
عشرت کے لیے کافی ہے دعا ہاشم کا خیال البتہ ہے

⦿

آپ سے بے حد محبت ہے مجھے
آپ کیوں چپ ہیں یہ حیرت ہے مجھے
شاعری میرے لیے آساں نہیں
جھوٹ سے واللہ نفرت ہے مجھے
زورِ رندی ہے نصیبِ دیگراں
شاعری کی صرف قوت ہے مجھے

نغمۂ یورپ سے میں واقف نہیں
دیس ہی کی یاد ہے بس گت مجھے
دے دیا میں نے بلاشرط ان کو دل
مل رہے گی کچھ نہ کچھ قیمت مجھے
برہمن سے میں نے کرلی دوستی
بت بھی اب کہنے لگے حضرت مجھے

⊙

قبل از غرور و ناز حکومت کی فکر کر
فرعونیت کے واسطے سامان چاہیے
میں نے جو دل کو پیش کیا اس کے سامنے
کہنے لگا وہ شوخ مجھے جان چاہیے
پنڈت کو بھی سلام ہے اور مولوی کو بھی
مذہب نہ چاہیے مجھے ایمان چاہیے

⊙

نہیں دشوار کچھ صحت پر اس کی شرط بدنا ہے
جو دنیا دار ہے وہ قاعدے کی رو سے ادنیٰ ہے
سند مجھ کو ملی تو جل گئے واعظ لگے کہنے
خری کی ہوگئی تکمیل باقی صرف لدنا ہے

⊙

کسی محفل میں تم اکبرؔ اگر چمکے تو کیا چمکے
سند جب ہے کہ ابھرے ذکرِ حق نامِ خدا چمکے

یہ جگنو بھی نئی ہی روشنی سے ملتے جلتے ہیں
اندھیرا ہی رہا جنگل میں گو یہ جا بجا چمکے

⊙

رنگِ شراب سے مری نیت بدل گئی
واعظ کی بات رہ گئی ساقی کی چل گئی

تیار تھے نماز پہ ہم سن کے ذکرِ حور
جلوہ بتوں کا دیکھ کے نیت بدل گئی

مچھلی نے ڈھیل پائی ہے لقمہ پہ شاد ہے
صیاد مطمئن ہے کہ کانٹا نگل گئی

چمکا ترا جمال جو محفل میں وقتِ شام
پروانہ بیقرار ہوا شمع جل گئی

عقبیٰ کی باز پرس کا جاتا رہا خیال
دنیا کی لذتوں میں طبیعت بہل گئی

حسرت بہت ترقیِ دختر کی تھی انھیں
پردہ جو اٹھ گیا تو وہ آخر نکل گئی

⊙

کامیابی خارج از ملّت سے ناکامی بھلی
لطفِ دشمن ہی سے شہرت ہو تو گمنامی بھلی
بے وفا سمجھیں تمھیں اہلِ حرم اس سے بچو
دیر والے کج ادا کہہ دیں یہ بدنامی بھلی
چشمِ غفلت کی ہے دنیاوی نتائج پر نظر
دیدۂ تحقیق میں دینی خوش انجامی بھلی
پختہ ہو کر اپنی شاخ و بن سے ہوتا ہے جدا
اے ثمر چشمِ محبت میں ترے خامی بھلی

⊙

میدانِ عمل لیگ کا محدود ہے بیشک
ہاں رقبۂ مجلس کی کوئی ناپ نہیں ہے
ہے کاما ہی کاما جو پڑھے دہر کا نامہ
جز موت کہیں اس میں فل اسٹاپ نہیں ہے

⊙

یہ دنیا رنج و راحت کا غلط اندازہ کرتی ہے
خدا ہی خوب واقف ہے کہ کس پر کیا گزرتی ہے
نئے عنصر نہیں آتے چمن میں گل کھلانے کو
یہی ذرّے ابھرتے ہیں یہی مٹی سنورتی ہے

وہ دو ذرّے بلا اذنِ خدا مل ہی نہیں سکتے
کہ جن کے میل سے سائنس کی قوت ابھرتی ہے
جو ہیں اہلِ بصیرت اکثر آنکھیں بند رکھتے ہیں
نظر اچھے دلوں کو بھی کبھی بد نام کرتی ہے
زبانیں مختلف بھی ہوں اگر دو حق پرستوں کی
بہم نبھ جاتی ہے نیت کی خوبی کام کرتی ہے

⊙

آج وہ ہنستے ہیں میرے جُبّہ و شلوار پر
ایک دن ان کو فلک بندھوائے دھوتی تو سہی
اپنی اسکولی بہو پر ناز ہے ان کو بہت
کمپ میں ناچے کسی دن ان کی پوتی تو سہی
اپنی دھن میں آبرو کی کچھ نہیں پروا انھیں
نذرِ معجونِ ترقی ہو یہ موتی تو سہی

⊙

فساد اٹھتا ہے فتنہ آپ کی محفل سے اٹھتا ہے
عدو پہلو میں ہو لیکن تو وہ مشکل سے اٹھتا ہے
ہمارے شعلۂ غم کا یقیں تم کو نہیں آتا
تمھیں کیونکر دکھائیں دل میں بجھتا دل سے اٹھتا ہے

اٹھانا بارِ الزامِ ستم کا شاق ہے سب پر
بآسانی مگر یہ بار اس قاتل سے اٹھتا ہے
سخن وہ دل نشیں ہے جوشِ خاطر سے جو پیدا ہو
کہ دل میں بیٹھ جاتا ہے وہی جو دل سے اٹھتا ہے
سوا میرے کہ بیٹھا ہوں تو اٹھ جانے کا ایما ہے
بٹھایا جاتا ہے پھر جو تری محفل سے اٹھتا ہے
نزاکت پر ستم ہے ان کا جوڑا اس قدر بھاری
دوپٹہ ہے مصیبت پائنچہ مشکل سے اٹھتا ہے
بتِ زہرہ جبیں نے بھیرویں چھیڑی ہے اے اکبر
نمازِ صبح کو اس وقت تو محفل سے اٹھتا ہے

⊙

عجب فتنہ خرامِ نازکِ قاتل سے اٹھتا ہے
سنبھلتا ہی نہیں دامن قدم مشکل سے اٹھتا ہے
تحمل تا کجا ٹوٹا ہے اک لشکر مصیبت کا
مدد یا رب قدم اب صبر کی منزل سے اٹھتا ہے
ہوئی مدت کہ دنیا سے مرا دل اٹھ گیا لیکن
ہنوز اک شعلہ یادِ رفتگاں میں دل سے اٹھتا ہے

اٹھاتے یوں تو سب ہیں بارِ دنیا طوعاً و کرہاً
خوشی کے ساتھ لیکن یہ فقط غافل سے اٹھتا ہے

نہ پائے گا کبھی اصلی مسرت طالبِ دنیا
پر اس کا ہاتھ کب اس سعیِ لاحاصل سے اٹھتا ہے

ترقی کی ادھر گھوڑ دوڑ، ادھر یہ پیرِ ناطاقت
وہ آسانی سے کیا دوڑے گا جو مشکل سے اٹھتا ہے

سراپا اک نگاہِ شرمگیں ہے وہ پری پیکر
کجا آنکھیں اٹھانا آپ وہ مشکل سے اٹھتا ہے

ہجومِ آرزو اس دودِ آہِ دل سے ہے ثابت
ورود کارواں ہو تب دھواں منزل سے اٹھتا ہے

فغاں ہی کی صدا گرداب کی جانب ہے اب اکثر
خوشی کا غلغلہ کمتر لبِ ساحل سے اٹھتا ہے

اثر ہے شوق کا صحرائے مجنوں میں یہ اے لیلیٰ
بگولے پر بگولا سایۂ محمل سے اٹھتا ہے

کچھ ایسی دل فریبی ہوتی ہے اشعارِ اکبر میں
کہ شورِ مرحبا ہر گوشۂ محفل سے اٹھتا ہے

ظرافت

پڑھ کے انگریزی میں دانا ہوگیا
کم کا مطلب ہی کمانا ہوگیا

⊙

چھوڑ لٹریچر کو اپنی ہسٹری کو بھول جا
شیخ و مسجد سے تعلق ترک کر اسکول جا
چار دن کی زندگی ہے کوفت سے کیا فائدہ
کھا ڈبل روٹی کلرکی کر خوشی سے پھول جا

⊙

شاعرانہ داد اچھی دی یہ مجھ کو چرخ نے
تیغ ابرو کا تھا عاشق خاں بہادر کردیا

⊙

لیلیٰ نے سایہ پہنا مجنوں نے کوٹ پہنا
ٹوکا جو میں نے بولے بس بس خموش رہنا
حسن و جنوں بدستور اپنی جگہ ہیں لیکن
ہے لطف بحر ہستی نیشن کے ساتھ بہنا

⊙

کہتے ہیں شاعری یہ تری بے اصول ہے
کہتا ہوں صاف میں تو نہیں تجھ کو مانتا
میں نے کہا کہ آپ کی کرتا جو پیروی
تو آپ کے سوا کوئی مجھ کو نہ جانتا

⊙

بی اے کی کمال کامیابی ہے یہی
سروس کے لگاؤ سے معزز بنتا

⊙

بہتر ہے یہی اے دل کہہ لیت نہ تو لولا
دنیا کے حوادث پر واللہ سکوت اولیٰ

⊙

شائق تحقیق کے یہ مضموں سن لیں
انسان کی شکل جیسے میمون بنا
پاجامہ بھی یوں ہی ارتقاء سے بدلا
سمٹا ابھرا غرض کہ پتلون بنا

⊙

حکم انگلش کا ملک ہندو کا
اب خدا ہی ہے بھائی صلو کا

⊙

بوزنے کو ارتقا نے کردیا انساں تو کیا
انقلابِ حرف نے مولی کو ولیم کردیا

⊙

ناواقفِ وزن شعر مجھ کو جو کہے
اس کے آگے ضرور ہے چپ رہنا
بلبل کو بھی بے سرا وہ کہدے گا کبھی
ایسے سنجیدہ شخص کا کیا کہنا

⊙

مغرب کی لعبتوں نے اسٹیج کو سنوارا
بجنے لگا پیانو چپ ہوگیا چکارا
بے تاب ہو کے آخر یہ شیخ نے پکارا
دل میرو ز دستم صاحب دِلاں خدارا
دردا کہ رازِ پنہاں خواہد شد آشکارا

گم ہیں مری نظر سے وہ ساحلِ دل آویز
ناکامیوں کی موجیں بہنے لگیں بہت تیز
اسٹیمر اپنی ہم کو دیتے نہیں یہ انگریز
کشتیِ شکستگانیم اے باد شرط برخیز
باشد کہ باز بینم آں یارِ آشنا را

مشرق کے حق میں مہلک مغرب سے ہے یہ پیوند
بدنامیوں سے بچ تو اے مصلحِ ہنر مند
مصلح یہ بولا اکبر کی سعی میں نے ہر چند
در کوئے نیک نامی مارا گزر نہ دادند
گر تو نمی پسندی تغیر کن قضارا

خوش چشم آہوؤں کی صحرا میں یہ اچھل کود
موسم بھی روح پرور ساقی بھی حسبِ مقصود
فطرت کا حکم نافذ تقویٰ کی فکر بے سود
حافظ بخود پوشید ایں خرقۂ مے آلود
اے شیخ پاک دامن معذور دار مارا

فہمیدنِ معانی ہر طبع گے تواند
لذت بیابد آں دل کو رازہا بداند
موجے بسینہ خیزد در شوق غرق ماند
گر مطربِ حریفاں ایں نظمِ من بخواند
در وجد و حالت آرد پیران پارسا را

◉

یہ صندوقِ کتب بھاری ہے یارب اٹھ نہیں سکتا
یہ ہے مذہب تو مجھ سے بارِ مذہب اٹھ نہیں سکتا

ہوا پردی جگہ اللہ نے غربی مشینوں کو
زمیں سے غمزۂ انجینئری اب اٹھ نہیں سکتا

⦿

مشرق پہ ہے گو کہ ضعفِ پیری غالب
ہر چند کہ ہے غمِ اسیری غالب
مستیِ اکبر کی رقصِ مس سے نہ رکی
بھونرے پہ نہ ہو سکی بھنبھیری غالب

⦿

اکثر اسی ہوس میں بنے ہیں کلوخِ کمپ
اس کے خوشا نصیب جسے ہو رسوخِ کمپ
اب شیخِ شہر رہ گئے مردوں کے واسطے
زندوں کو لے مریں گے ہمارے شیوخِ کمپ

⦿

شیعۂ من بے محیط و سنیم بے مرکز است
میروم سوئے کلیسا طالبم دخت رزست

⦿

اسلام کو جو کہتے ہیں پھیلا بزورِ تیغ
یہ بھی کہیں گے پھیلی خدائی بزورِ موت

⊙

پہلے ہم لوگ یہ سمجھتے تھے
ہرچہ ازباپ می رسد نیکوست
ہو گئی اب خیال کی اصلاح
ہرچہ از آپ می رسد نیکوست

⊙

بہ دین نیچری بستیم امید
ترقی را چو آمادہ بر آمد
ولے از تجربہ ثابت شدہ ہیچ
چودم برداشتم مادہ برآمد

⊙

مارا فلک نشاند بہ پہلوئے آں صنم
مدہوش لذتیم و ندانم دگر چہ کرد
اکنوں کرا دماغ کہ پرسد ز پانیر
کرزن چہ گفت ول چہ شنید دلر چہ کرد

⊙

رفت دنبال ڈارون آں شوخ
بوزنہ ماند و آدمی گم شد

سگِ اصحابِ کہف روزے چند
پئے نیکاں گرفت مردم شد

⊙

مانیچری شدیم و نداریم آگہی
با دیگراں نوشتۂ کلکِ قضا چہ کرد
اکنوں کرا دماغ کہ پرسد زجبرئیل
احمد چہ گفت و اوچہ شنید و خدا چہ کرد

⊙

ہیٹ رانہ برسرِ من جائے دستار اے عزیز
مرد تا مسٹر تواند شد چرا قبلہ شود

⊙

خدا کا گھر نہ رکھا دل کو بنگلوں میں مکیں ہوکر
بھلایا عرش کو اس قوم نے کرسی نشیں ہوکر

⊙

عہد انگلش میں ہے ہر چیز کے اندر نمبر
کیا تعجب ہے جو نکلا ہے پیمبر نمبر

⊙

بے پاس کے تو ساس کی بھی اب نہیں ہے آس
موقوف شادیاں بھی ہیں اب امتحان پر

⊙

مصارفِ مئے لندن نہ ہو سکے برداشت
غرض کہ یاروں میں افیون ہی گھلی آخر

⊙

شیخ نے عشق بتاں کے وہ طریقے سوچے
کہ ہوئے دَیر میں بھی اب بڑے حضرتِ مشہور

⊙

مشرق سے تجھے اگر ہوئی ہے نفرت
للہ اکبر نمازِ مغرب تو نہ چھوڑ

⊙

شیخ صاحب کا نکل سکتا ہے مطلب کیونکر
نظر آسکتی ہے اب رونقِ مذہب کیونکر
کارِ دنیا سے فراغت ہی عزیزوں کو نہیں
پھر کہیں ان سے الی ربک فرغب کیونکر

⊙

میں ہوا رخصت ان سے اے اکبر
وصل کے بعد تھینک یو کہہ کر

⊙

پائے در پتلون و دل در پیشواز
چند روزے باہمیں حالت بساز

⊙

لاٹھی شباں اٹھائے اگر ذیب کے خلاف
ہے ظلم اس کو کہیے جو تہذیب کے خلاف

⊙

موجِ نصیحت اک طرف دل کی روانی اک طرف
کل شیخ پورہ اک طرف میری جوانی اک طرف

⊙

فقط بسکٹ ہی کھاتا ہوں بلا چائے
نئی ملت کا ہوں میں زاہدِ خشک

⊙

انجن کو یہ آگ ہو مبارک
انگریز کو بھاگ ہو مبارک
دہلی کو سہاگ ہو مبارک
قومی ہمیں راگ ہو مبارک

⊙

کمیٹی میں جتنے ہیں ارکان لیگ
بفضلِ خدا سب ہیں میرے کلیگ
مگر ان سے ہے مجھ کو تخصیص خاص
کہ ہے نام کے ساتھ جن کے علیگ

⊙

بنگلہ دیکھو تو صرف واحد حاضر
اس پر یہ غضب کہ جمع غائب بالکل

⊙

بدلی کے سبب سے چاند آیا نہ نظر
بیٹھے رمضان کے نمازی ہیں ملول
سائنس نے کرلیا تھا منظور انتیس
نیچر نے کہا کہ تو سہی تیس وصول

⊙

ہیٹ ہی کو کرلیا جب قوم کے سر نے قبول
دخل انگریزی پہ اردو کی شکایت ہے فضول

⊙

ختنہ قائم ہے مگر وہ مذہبی تعلیم گم
مہرِ ابراہیمؑ باقی، دینِ ابراہیمؑ گم

حسرتِ عشاق بازارِ جہاں میں کچھ نہ پوچھ
زر مہیا زر ندارد مِس کی کثرت سیم گم
شہرِ دل کے واسطے اب ان بتوں سے کیا لڑیں
کر چکے ہیں بھائی صاحب ہم تو ہفت اقلیم گم

⊙

وہ منانے میں بھی بناتے ہیں
کہتے ہیں مان جاؤ منسا رام

⊙

دانم کی سادگی و خاموشی است اولیٰ
تقلیدِ دہر لیکن بربودہ است ہوشم
سودائے گفت درسر، وضع صلیب در بر
دانم چرا نہ گویم دارم چرا نہ پوشم

⊙

کریما بہ بخشائے بر حالِ قوم
صلوٰۃ است رائج در ایشاں نہ صوم

⊙

مرے شکووں سے کیوں بھرتے ہیں وہ اخبار کے کالم
کوئی یہ شیخ سے کہہ دے کہ سنیے قبلۂ عالم

◉

جدھر صاحب ادھر دولت، جدھر دولت ادھر چندہ
جدھر چندہ ادھر آنر، جدھر آنر ادھر بندہ

◉

رہ گیا دل ہی میں شوقِ سایۂ الطافِ خاص
مجھ کو آنے کی اجازت دی نہیں بڈروم میں
کھانے کے کمرے سے رخصت کر دیا بعد از ڈنر
تھیں فقط چھریاں ہی اور کانٹے مرے مقسوم میں

◉

مغربی ڈھول کا سر میں نہ پہنچتا تھا اثر
اس قدر بات بہت خوب تھی عمامے میں

◉

ابھرے ہیں عیب ان کے اور خوبیاں دبی ہیں
بے دیں اگر نہیں میں تو شیخ جی غبی ہیں
اپنوں کو بد بنایا بندر کو جد بنایا
بت کو صمد بنایا کیا خوب قرطبی ہیں
اپنی ہوس کے آگے ملّت کو چھوڑ بھاگے
اور کہہ دیا کہ ہم تو اس عہد کے نبی ہیں

⊙

حرم میں مسلموں کے رات انگلش لیڈیاں آئیں
پئے تکریم مہماں بن سنور کر بیبیاں آئیں
طریقِ مغربی سے ٹیبل آیا کرسیاں آئیں
دلوں میں ولولے اٹھے ہوس میں گرمیاں آئیں

⊙

امنگیں طبع میں ہیں شوقِ آزادی کا بلوا ہے
کھلیں گے گل تو دیکھو گے ابھی کلیوں کا جلوا ہے

⊙

مجھے سنا کے یہ کہتا تھا ایک طفلِ ذہیں
یہ سچ ہے، ہم میں وفا و ادب کی بو بھی نہیں
سبب ہے اس کا مگر صرف ضعفِ ملّت ودیں
جنابِ قبلہ و کعبہ ہیں خود ہی دیر نشیں

⊙

کسی میں دم ہی نہیں ہے تو دم بھریں کس کا
بزرگ ہی نہیں باقی ادب کریں کس کا

⊙

دین و تقویٰ سے بہت دور ہوا جاتا ہوں
بادۂ عیش سے مخمور ہوا جاتا ہوں

میری گردن پہ ہیں شیطان کے احسان بہت
ترکِ لاحول پہ مجبور ہوا جاتا ہوں

⊙

جسے موقع ملا وہ جابسا بستی سے بنگلے میں
مزا دیتی ہے ٹھمری الفتِ قومی کی جنگلے میں

⊙

شیخ جی دیر میں بیٹھے ہوئے گاتے تھے بھجن
نگراں سوئے برہمن تھے بشوقِ بھوجن
میں نے ٹوکا تو لگے کہنے مناسب نہیں کد
ہر کسے مصلحتِ خویش نکو می داند

⊙

بہت روئے وہ اسپیچوں میں حکمت اس کو کہتے ہیں
میں سمجھا خیر خواہ ان کو حماقت اس کو کہتے ہیں

⊙

نئے شیخوں کو کفر سے پا کے قریں، یہی کہتی تھی گوہرِ زہرہ جبیں
یہ موئے تو صریح ہیں دشمنِ دیں، ارے ان کا تو کوئی خدا ہی نہیں
نئی سڑکوں پہ چال کے تھکیں گے بہت، بڑے لوگوں کے منہ کو تکیں گے بہت
یہ کمیٹیوں میں تو بکیں گے بہت، ولے سجدے میں شوقِ دعا ہی نہیں

⊙

سنا کے مصرع میں شیخ صاحب بہت زیادہ ہنسا چکے ہیں
ہماری گردن وہ کیوں نہ ماریں جو ناک اپنی کٹا چکے ہیں

⊙

شیخ تثلیث کی تردید تو کرتے نہیں کچھ
گھر میں بیٹھے ہوئے والتّین پڑھا کرتے ہیں

⊙

تنہائی و طاعت کا یہ دور ہے اب دشمن
پیڑوں پہ نہ وہ طائر صحرا پہ نہ وہ جو بن
جنگل کے جو تھے سائیں وہ ریل کے ہیں پائیں
املی کی جگہ سگنل قمری کی جگہ انجن
اسلام کی رونق کا کیا حال کہیں تم سے
کونسل میں بہت سیّد مسجد میں فقط جمن

⊙

جورِ فلک کا ماجرا آپ سے کیا بیاں کریں
تفرقہ دیکھیے ذرا ہم پہ یہ ہیں عجیب دن
عقل سپردِ ماسٹر، مال سپردِ آں جناب
جان سپردِ ڈاکٹر، روح سپردِ ڈارون

⊙

پڑے گنگناتے تھے لالہ نرنجن
نہ آنکھوں میں انجن نہ دانتوں میں منجن
چھٹے ہم سے بالکل وہ اگلے طریقے
کہاں کھینچ لے جائے گا ہم کو انجن

⊙

دین سے دور ہیں مسجد سے پھرے جاتے ہیں
پھر بھی اس بت کی نگاہوں سے گرے جاتے ہیں
میں نے مانا کہ کلیں تیز چلی ہیں لیکن
آپ شہتیر نہیں ہیں کہ چرے جاتے ہیں
دو خبر ان کو خدا سے جو پھرے جاتے ہیں
کہ بتوں کی بھی نظر سے وہ گرے جاتے ہیں

⊙

پریڈ پر شیخ جی پکارے کہ ہم تو اب بھی مطیعِ رب ہیں
کہا کسی نے یہ مسکرا کر بڑے میاں تو بڑے غضب ہیں
گریجویٹ ایک بڑھ کے بولا حضور پروا کریں نہ ان کی
ضعیف و خستہ خراب و رسوا یہ میہمانِ دو چار شب ہیں

⦿

اکؔبر کے کلام میں مزا کچھ بھی نہیں
گو اس نے بہت کہا، کہا کچھ بھی نہیں
زلف و کمرِ بتاں کا مفقود ہے ذکر
شیطان پہ طعن کے سوا کچھ بھی نہیں

⦿

بتوں نے وہ ترقی کی جمالِ روح پرور میں
کہ پھر ان کو جگہ دی قوم نے اللہ کے گھر میں
یہ معنی ہیں کہ پھر سب دل سے عاشق ہوگئے ان کے
مزا ہُرّے میں اب وہ ہے جو تھا اللہ اکبر میں

⦿

شیخ پر گو کہ رشک آتا ہے
اونٹ کے سو لغات جانتے ہیں
ہیں مگر اونٹ پر ہمیں قابض
کام کی ہم یہ بات جانتے ہیں

⦿

بنے بندر سے ہم انساں ترقی اس کو کہتے ہیں
ترقی پر بھی نیٹو، بدنصیبی اس کو کہتے ہیں

⦿

یہ نہ پوچھو مجھ سے یہ کیوں ہے اور ایسا کیوں نہیں
شیخ یہ سوچو تمہارے پاس پیسا کیوں نہیں

⦿

سامنے کوچ پر جو لیٹی ہیں
کین صاحب کی پیاری بیٹی ہیں
ہوں علالت سے میں جو زیرِ علاج
روزہ میرا قضا ہوا ہے آج
حکم دیتا ہے مجھ کو اس کا دین
اس لیے کی ہے دعوتِ مسکین

⦿

ہماری محفلیں اب بھی لطیف اجزا سے مملو ہیں
بڑِ اخفش تھے قبل اس کے اب اسپنسر کے ٹٹو ہیں

⦿

نیست کس مصروفِ کارِ دیں بہ قلبِ مطمئن
یک فنائی اللہ نرست و یک فنامی الڈارون

⦿

جب کہا میں نے خدا سے آپ ڈرتے کیوں نہیں
وہ بگڑ کر بول اُٹھے آپ مرتے کیوں نہیں

جب یہ حالت ہے طبائع کی تو کیوں کہتے ہیں لوگ
اکبر اٹھتے کیوں نہیں واعظ ابھرتے کیوں نہیں

⊙

نہ لیسنس ہتھیار کا ہے نہ زور
کہ ٹرکی کے دشمن سے جا کر لڑیں
تہِ دل سے ہم کوستے ہیں مگر
کہ اٹلی کی توپوں میں کیڑے پڑیں

⊙

حکومت سے سبکدوشی ہے حاصل
رکھو بحثِ ترقی کو نظر میں
غنیمت ہے شبِ فرقت کی فرصت
رسالہ لکھو تحقیقِ کمر میں

⊙

بے نمازوں میں ہیں وہ اور اس پہ شرماتے نہیں
یہ غنیمت ہے کوئی ٹوکے تو گرماتے نہیں

⊙

ان کے حسن اپنی ضرورت پہ نظر کرتے ہیں
گو خوشامد ہے بری چیز مگر کرتے ہیں

⊙

نہ دل پستا ہے بسکٹ پر نہ میں پوری سے لچتا ہوں
مذاقی حاشیے کو چھوڑ کر دونوں سے بچتا ہوں

دلِ رنگیں یہاں لیلا رچانے کی ضرورت کیا
اکیلا بیٹھ کر لیلا کی صورت خود ہی رچتا ہوں

یہ بنگالی ہیں جو ثابت ہوئے ہیں اس قدر اثقل
بحمد اللہ کہ غربی پیٹ میں میں خوب پچتا ہوں

⊙

'ح' حکومت کی جب یہاں نہ رہی
حنفی نفی ہیں معطل ہیں

ہر طرح اب ہے عاجزی ہم میں
اب ہمارے امام حنبل ہیں

⊙

آنر اگر ملے جو ہے نام و نمود میں
کیا حرج زندگی ہو اگر حالِ زشت میں

دوزخ کے داخلے میں نہیں ان کو عذر کچھ
فوٹو کوئی لگادے جو ان کا بہشت میں

⊙

کرتب دکھائیں ممبری کے کیونکر
جو پیرِ ضعیف قومِ مفتوحہ ہیں
بی لیگ سے کہدے کوئی حالت میری
کیوں مجھ سے خفا جناب ممدوحہ ہیں

⊙

مدِّ نظر ہے ان کو مری صحت کا خیال
افسوس ہے یہی کہ حریص و خسیس ہیں
خود چکھ رہے ہیں اور مجھے دیتے ہیں یہ حکم
ایمان لایئے کہ یہ لڈو نفیس ہیں

⊙

ورچوس دیکھتے ہیں وہ نہ مسر دیکھتے ہیں
فرنچر دیکھتے ہیں اور ڈنر دیکھتے ہیں

⊙

حریفوں نے رپٹ لکھوائی ہے جاجا کے تھانے میں
کہ اکبر ذکر کرتا ہے خدا کا اس زمانے میں
انوکھے ہیں مشاغل حضرتِ اکبر کے ان روزوں
الم ترکیف بیٹھے پڑھ رہے ہیں فیل خانے میں

مرید اُن کے تو شہروں میں اڑے پھرتے ہیں موٹر پر
نظر آتے ہیں لیکن شیخ جی اب تک میانے میں

⊙

ووٹوں کے خواستگاروں میں شیخ جی گھرے ہیں
بارہ برس پر آخر گھوڑے کے دن پھرے ہیں

⊙

لینا تھا کام جن سے وہ مسخ ہو گئے ہیں
جو عزم تھے ہمارے وہ فسخ ہو گئے ہیں

⊙

میں یہ کہتا ہوں مجھے اچھا کرو احسان ہو
وہ یہ کہتے ہیں کہ مر جاؤ تو کیا نقصان ہو

⊙

مانتے ہی جاتے ہیں ناداں جب اس کے قول کو
ہے یہی بہتر کہ واپس لیجیے لاحول کو

⊙

ہر آرزوئے دلی کی تم پچ نہ کرو
لالچ میں بہت ضرر ہے لالچ نہ کرو
سینے پہ بتوں کے دسترس مشکل ہے
پوائنٹ یہ سخت ہے اسے ٹچ نہ کرو

⊙

بابو کہنے لگے بجٹ پہ لڑو
ملک کو دیکھو اپنے حق پہ اڑو

⊙

کہہ دیا صاف ہم نے اے مہراج
ہو مبارک تمہیں یہ کام یہ کاج

⊙

ما مقیمان کوئے دلداریم
یا ڈیپوٹیشن ست یا غمِ میم

⊙

باتیں ہرگز خلافِ عزت نہ کرو
دم بھر بھی شرارت و بغاوت نہ کرو
بدنام کرو نہ وضعِ انگریزی کو
پتلون پہن کے ترکِ طاعت نہ کرو

⊙

انھیں دھوتی مبارک ہو انھیں تہمد مبارک ہو
مجھے پتلون اور یاروں کو مجھ سے کد مبارک ہو

⊙

قسمت کا نام لے کر اب بھی گلا ہے جائز
لیکن اسی کو بی۔ اے ایم۔ اے جو ہو چکا ہو

⊙

لڑیں کیوں ہندوؤں سے ہم یہیں کے ان سے پینے ہیں
ہماری بھی دعا یہ ہے کہ گنگا جی کی بڑھتی ہو
مگر ہاں شیخ جی کی پالسی سے ہم نہیں واقف
اسی پر ختم کرتے ہیں کہ جو صاحب کی مرضی ہو

⊙

نون تنبا کو میں ہے کیوں میم سے لکھتے ہیں لوگ
مدتوں تک میں نہیں سمجھا تھا اس مضمون کو
آج لٹریری لطیفہ یہ سنا اک دوست سے
میم نے ماہی کے نگلا حضرتِ ذوالنون کو

⊙

ان کی کل کوششیں پولٹیکل
اس کو خالق کی جستجو نہ کہو
کمپ کے شیخ کو کہو مرحوم
قدس اللہ سرہٗ نہ کہو

◉

ذرّہ ذرّہ سے لگاوٹ کی ضرورت ہے یہاں
عافیت چاہے تو انسان زمیندار نہ ہو

شیخ صاحب یہ مئے سرخ مجھے تو ہے مفید
شغل کچھ آپ بھی فرمائیں جو انکار نہ ہو

مے بھی ہوٹل میں پیو چندہ بھی دو مسجد میں
شیخ بھی خوش رہیں شیطان بھی بیزار نہ ہو

پھیر سکتی نہیں تقویٰ سے مجھے کوئی صدا
شرط یہ ہے کہ وہ پازیب کی جھنکار نہ ہو

توپ کی طرح چل اس عہد میں گو منہ ہو سیاہ
سرخروئی اب اسی میں ہے کہ تلوار نہ ہو

آپ کی جنبشِ ابرو سے ہوئے شیخ بھی چپ
سچ تو یہ ہے نہ چلے کام جو تلوار نہ ہو

ابرِ فکر آپ کا برسا تو بہت اے اکبرؔ
اعتراضات کی احباب میں بوچھار نہ ہو

کہہ دو اکبرؔ سے یہی لوگ ہیں اس وقت کے شیخ
آلِ سیّد کو برا کہہ کے گنہگار نہ ہو

دل ہے پیغام رساں جاتے ہیں خالق کی طرف
ہم کو کیا غم ہے اگر ریل نہ ہو تار نہ ہو

گو تبرک ہے یہ اے شیخ ولیکن ہے ثقیل
دیکھیے شب کی عبادت کہیں دشوار نہ ہو
شیخ صاحب کی تملّق کی نہ قلعی کھل جائے
لاٹ صاحب کا کہیں حشر میں اظہار نہ ہو

⊙

مغرب نے سایہ ڈالا بتوں پر اثر کے ساتھ
ساری بھی ان کی ہوگئی غائب کمر کے ساتھ
ہستی ہی تیری کیا ہے کہ ہو ان کا ہم سفر
موجوں کا اے حباب نہ دے تو ابھر کے ساتھ

⊙

احتمالِ فتنہ ہے ہر مجمعِ ملت کے ساتھ
گشت کرتی ہے پولس بھی شیخ کی جنت کے ساتھ
چھوڑ کر صحنِ حرم اکبرؔ ہے محوِ طوفِ دَیر
عزتیں گو اب بھی ہوتی ہیں مگر ذلت کے ساتھ

⊙

گھر سے جب پڑھ لکھ کے نکلیں گی کنواری لڑکیاں
دل کش و آزاد خوش رو ساختہ پرداختہ
یہ تو کیا معلوم کیا موقعے عمل کے ہوں گے پیش
ہاں نگاہیں ہوں گی مائل اس طرف بے ساختہ

مغربی تہذیب آگے چل کے جو حالت دکھائے
ایک مدت تک رہیں گے نوجواں دل باختہ
اوجِ قومی سے شرافت کا ہما گر جائے گا
ماکیاں سے پست تر دکھلائی دے گی فاختہ
ڈال دے گا سینۂ غیرت سپر میدان میں
تیغِ ابرو ہی نظر آئے گی ہر سو آختہ

⊙

کریما بخشائے بر حال بندہ
کہ ہستم اسیرِ کمیٹی و چندہ

نئی پرانی روشنی کی مکالمت

نئی روشنی کی تعلّی

پھرتے ہیں تذکرہ کالج و اسکول کے ساتھ
خیر مقدم ہے ہمارا ڈنر اور پھول کے ساتھ
معترض گو نہیں دینے کے کبھی بھول کے ساتھ
مستقل چال میں ہم اپنی ہیں معمول کے ساتھ
عمر گزری ہے اسی بزم کی طرّاری میں
دوسری پشت ہے چندے کی طلبگاری میں

پرانی روشنی کا جواب

بے ضرورت نظر آتا ہے تعلّیٰ کا یہ فیر
معترض کون ہے جب آپ کی نیت ہے بخیر
اب تو سب آپ کے اپنے ہی ہیں کم رہ گئے غیر
نہ حرم آپ کو بیگانہ سمجھتا ہے نہ دیر
آپ کو لطف گورنمنٹ سلامت رکھے
مستفید اس سے ہمیں تابقیامت رکھے

غرباء بھی ہیں مگر قوم کے اجزا اکثر
غرباء ہی سے تعلق میں ہے ان کو تو مفر
دور ہے ان سے خود آرائیِ مغرب کا اثر
بحث ان کی بھی اسی بات پہ ہے ختم مگر

آپ کا دل رہِ مغرب کا اگر سالک ہے
کیجیے چین غریبوں کا خدا مالک ہے

آپ بنگلوں میں ہیں مسرور تو پھر ہم کو کیا
آپ مسجد سے ہوئے دور تو پھر ہم کو کیا
آپ عہدوں پہ ہیں مغرور تو پھر ہم کو کیا
جاہ ہے آپ کو منظور تو پھر ہم کو کیا

ہمیں ابھریں گے کبھی گو ابھی پستی میں ہیں
آپ دھبّوں کی طرح دامنِ ہستی میں ہیں

⊙

ہر گھڑی فکر ہے بازاری بھی درباری بھی
اک مصیبت ہے جوانی بھی زمینداری بھی

⊙

ہے طریقِ جدید خشک مزاج
میرے حق میں قدیم چال اچھی

گو کہ اس میں ذرا ثقالت ہے
پھر بھی بسکٹ سے شیرمال اچھی

⊙

مچھر بدن سے سب کے پیتا ہے خون خالص
فضلہ اسے نہ سمجھو صاحب یہ پیچیں کیوں ہے
اڑنے کی طاقت اس کو فطرت نے کیوں عطا کی
یہ نشترِ ملائم ایروپلین کیوں ہے

⊙

مشرقی مغربی جھپیٹ میں ہے
دل سینے میں تھا سو پیٹ میں ہے

⊙

کیوں اس کو ہے مولوی پر ترجیح
کیا بات گریجویٹ میں ہے
کیسہ خالی ہے بکس خالی
جو کچھ ہے یہاں پلیٹ میں ہے

⊙

زباں اکبر کی اس طرزِ سخن پر ناز کرتی ہے
بھجن کی دھن میں تردیدِ بتِ طنّاز کرتی ہے

معزز کرتی ہے ان کی نظر ممتاز کرتی ہے
بس اتنا ہے درِ الحاد کو بھی باز کرتی ہے
معاشر کمپ میں کیوں جا بسے مجھ سے نہ پوچھ اے دل
مثالِ اوّلیں خود تجھ پہ کشفِ راز کرتی ہے

⊙

تدبیر حفظ جان بقیہ ضرور ہے
اس وقت مومنوں کو تقیہ ضرور ہے

⊙

لپٹ بھی جا، نہ رک اکبؔر غضب کی بیوٹی ہے
نہیں نہیں پہ نہ جا یہ حیا کی ڈیوٹی ہے

⊙

جو پوچھا میں نے ہوں کس طرح ہے پی
کہا اس مِس نے میرے ساتھ مے پی

⊙

چیز وہ ہے بنے جو یورپ میں
بات وہ ہے جو پانیر میں چھپے

⊙

چکر آیا اک ایسا جھولا جھولے
قومی عزت کی ہسٹری کو بھولے

جنت کا خیال ہے نہ باغِ دل کا
گملوں ہی پہ اب تو رہتے ہیں ہم پھولے

⊙

روح پرور نہ سہی نشہ ذرا تیز تو ہے
نوجوانوں کے لیے ولولہ انگیز تو ہے
نہ سہی معنیِ قومی فقط الفاظ سہی
چند احباب کا اک شغلِ دلآویز تو ہے

⊙

اب تو اکبرؔ بار ہے ہم پر نمازِ عید بھی
تم اگر رکھ سکتے ہو روزہ خدا روزی کرے

⊙

بنیاد ڈالتے ہیں وہ حکمت کے باغ کی
وہسکی سے ہو رہی ہے صفائی دماغ کی

⊙

دربارِ سلطنت میں ہے کبر و خود پسندی
مذہب میں دیکھتا ہوں جنگ اور گروہ بندی
رندی و عاشقی کا ہے شغل سب سے بہتر
لیمنڈ ہے اور وہسکی بندہ ہے اور بندی

⊙

الفت نہ ہو شیخ کی تو عزت ہی سہی
مرشد نہ بناؤ ان کو دعوت ہی سہی
بگڑا ہے جو دل زباں ہی کو روکو
رونا جو نہ آئے غم کی صورت ہی سہی

⊙

رفتارِ ترقی یہ کہیں ناچ نہ ہو جائے
یہ قرأتِ مصری کہیں کھماچ نہ ہو جائے
توحید کی تحریک سے زندہ ہے ترا دل
مغرب کی مگر کوک سے یہ واچ نہ ہو جائے

⊙

اذانوں سے سوا بیدار کن انجن کی سیٹی ہے
اسی پر شیخ بیچارے نے چھاتی اپنی پیٹی ہے
کہاں باقی رہے ہم میں وہ اورادِ سحر گاہی
وظیفے کی جگہ یا پانیر یا آئی ڈی ٹی ہے
گئے شربت کے دن یاروں کے آگے اب تو اے اکبر
کبھی سوڈا، کبھی لیمنڈ، کبھی وِسکی، کبھی ٹی ہے

◉

گل پھینکے ہے یورپ کی طرف بلکہ ثمر بھی
اے نیچر و سائنس بھلا کچھ تو ادھر بھی
اغیار تو دنیا ہیں اٹھائے ہوئے سر پر
ہم بیٹھے ہیں اس طرح کہ اٹھتا نہیں سر بھی
اغیار تو رگ رگ سے ہماری ہوئے واقف
ہم وہ ہیں کہ پاتے نہیں اس بت کی کمر بھی

◉

رات افسوس سے کہتے تھے یہ بنسی بھائی
ہم سے ناحق ہیں الگ کانفرنسی بھائی

◉

ساحل نظر آتا ہے نہ مچھلی ہے نہ بنسی
کیا لہریں لیا کرتے ہیں یہ کانفرنسی

◉

دیر میں محوِ بت بھی ہے، وعظ میں قبلہ رو بھی ہے
شیخ ہمارا خوب ہے پیر بھی ہے گرو بھی ہے
بت پہ جو پھر پڑے تو خوش سجدے میں گر پڑے تو جا
وضع نئی، چلن نیا، مست بھی ہے، وضو بھی ہے

⊙

یورپ میں گو ہے جنگ کی قوت بڑھی ہوئی
لیکن فزوں ہے اس سے تجارت بڑھی ہوئی

⊙

ممکن نہیں لگا سکیں وہ توپ ہر جگہ
دیکھو مگر پیرس کا ہے سوپ ہر جگہ

⊙

غلطی مجھ سے ضرور یہ ایک ہوئی
پیدا وجہِ نصیحتِ نیک ہوئی
لینا تھا لغت سے اور ہی لفظ کوئی
مس جو لیا یہ مجھ سے مسٹیک ہوئی

⊙

وہ تو گرجا پر رکا اور یہ گیا کعبہ کو پھاند
شیخ کا ٹٹو تو انجن سے بھی بڑھ کر تیز ہے

⊙

وضعِ مغرب سے مجھے کچھ بھی تسلی نہ ہوئی
ناز تو بڑھ گئے دولت کی ترقی نہ ہوئی

⊙

مسمریزم کے عمل میں دہر اب مشغول ہے
مغرب و مشرق میں اک عامل ہے اک معمول ہے
جسم و جاں کیسے کہ عقلوں میں تغیّر ہو چلا
تھا جو مکروہ اب پسندیدہ ہے اور مقبول ہے
مطلعِ انوارِ مشرق سے ہے خلقت بے خبر
مستند پرتو وہ ہے مغرب سے جو منقول ہے
گلشنِ ملت میں پامالی سرافرازی ہے اب
جو خزاں دیدہ ہے برگ اپنی نظر میں پھول ہے
کوئی مرکز ہی نہیں پیدا ہو پھر کیونکر محیط
جھول ہے پیچیدگی ہے، ابتری ہے، بھول ہے

⊙

حکام پہ بم کے گولے ہیں اور مولویوں پر گالی ہے
کالج نے یہ کیسے سانچوں میں لڑکوں کی طبیعت ڈھالی ہے

⊙

قابلِ رشک ہے زمانے میں
دن وکیلوں کا، رات عاشق کی

⦿

سدیشی گورنمنٹ سے لچ گئی
یہ بائی پرمنٹ سے بچ گئی

⦿

افسردگی پر اس کے لگا دل جو تڑپنے
کل شب کو کہا میں نے یہ محبوب سے اپنے
گو پاس ترے رہ نہ گئی دولت وحشمت
ہے حسنِ خدا داد وہی اور وہی صورت
سونے ہی کی بدھی پہ فقط مجھ کو نہیں غش
پھولوں کی بھی بدھی ہے ترے سینے پہ دلکش
جو دل کہ تری پھولوں کی بدھی کو نہ پوچھے
برباد ہو ایسا کوئی ادھی کو نہ پوچھے

⦿

نہیں بدلی زباں اس شوخ کی یہ کون کہتا ہے
میں جب جاتا ہوں اس کی بزم میں سٹ ڈاون کہتا ہے

⦿

وضع سابق سے بتِ ہندی کو سیری ہوگئی
ہو مبارک ملک کو مینا کنیری ہوگئی

⊙

ہیبت پہنچی شیخ کے سر پر جو دل کے جوش سے
اور بھڑکے شعلہ ہائے فتنہ اس سر پوش سے
بن گئے صاحب، ہنر صاحب کا کیا ہے آپ میں
کیا کلیں ٹپکیں گی سقفِ بنگلۂ خس پوش سے

⊙

باغِ امید کے پھل ہوتے ہیں روز ضائع
ہم کو خدا بچائے اولادِ ڈارون سے

⊙

بیدل ہمیں بروز سلو نو نہ کیجیے
للہ بات مانیے نو نو نہ کیجیے
کل کی صدا نہ خوبیِ فطرت نہ لطفِ دید
بہتر یہی ہے خواہشِ فونو نہ کیجیے

⊙

مجھ خستہ کی ہستی نہیں کچھ آپ کے آگے
بھرتے کی ہے کیا اصل مٹن چاپ کے آگے

⊙

ملک پر تاثیرِ چشمِ ووٹ طاری ہوگئی
مفت شیخ و برہمن میں فوجداری ہوگئی

ہندوؤں کو کیوں نہ اب بھائی بنائیں صلح دوست
آریہ مذہب میں بھی توحید جاری ہو گئی
ممبری پر جنگ ہو اس میں گئو کا کیا قصور
ملک میں بدنام ناحق یہ بچاری ہو گئی
کرتے ہیں بائیسکل پر خوب وہ دفعِ ریاح
اب تو بیلن ارغنوں کا یہ سواری ہو گئی

⊙

ہم کیا کہیں احباب کیا کارِ نمایاں کر گئے
بی اے ہوئے، نوکر ہوئے، پنشن ملی پھر مر گئے

⊙

جن لوگوں نے مسلموں کو جھکایا ہے
کامل کب ان کو علم و فن آیا ہے
جو فلسفی ہیں اصیل وہ ہیں خاموش
الحاد تو ٹٹپوں نے پھیلایا ہے

⊙

لیا صبحِ شبِ وصل اس کا بوسہ میں نے یہ سچ ہے
اسی پر بول اٹھی وہ شوخ مِس، یہ فائنل کچ ہے

◉

تھا امن کسی قدر سو وہ دن بھی چلے
ظاہر ہی کے سمت اہلِ باطن بھی چلے
مجلس پہ ہوا اضافہ کانفرنس
مسلم تو جا چکے تھے مومن بھی چلے

◉

اس مس کی زباں رات جو لی میں نے دہن میں
بولی کہ تری راہِ ترقی میں یہ ہج ہے
میں نے کہا اسکالرِ مشرق ہوں میں اے مس
چپ رہ کہ یہی میری سیکنڈ لینگوا یج ہے

◉

دنیا آخر کو تم سے لپٹی
ہو ہی گئے تم غرض کہ ڈپٹی
کرتے کیا ان سے بھینٹ خالی
کر آئے ہم اپنی ٹینٹ خالی

◉

شیعہ و سنی میں جنگ اک دھوم دھامی ہو گئی
چار یار اور پنجتن کی نیک نامی ہو گئی

کیا شرف بخشیں گی تم کو عرش پر یہ کاوشیں
جب زمیں پر تم کو غیروں کی غلامی ہوگئی

ایک قرآں، ایک قبلہ، ایک اللہ، اک رسولؐ
بدنصیبی ہے کہ تفریقِ دوامی ہوگئی

مومنانِ امن جو، کو دیر کی سوجھے گی اب
جب حرم کے صحن میں بدانتظامی ہوگئی

اشتعالِ آتشِ افسردہ اس طوفان میں
پختہ طبعوں سے الٰہی کیوں یہ خامی ہوگئی

جس نے کھولی بہرِ صلح و آشتی اپنی زبان
پیشِ حق مقبول اس کی خوش کلامی ہوگئی

⊙

مکہ تک ریل کا سامان ہوا چاہتا ہے
اب تو انجن بھی مسلمان ہوا چاہتا ہے

⊙

اکبؔر بھی قومی کام کو اٹھے بشوقِ مغفرت
ہز ہانس کے ہم عناں ہز لولینس بھی ہوگئے

⊙

مجھ کو ہے پسند اس سبب سے یو. پی
یعنی یو. پی کا قافیہ ہے روپی

ہے فصلِ بہاری بھی ہم آہنگ اس کی
جب آتی ہے کرتی ہے اشارہ ٹُو پی

⊙

دوز یونیورسٹی میں ان کی قرقی ہے ضرور
شیخ جی مدیون ہیں اور قوم ڈگری دار ہے

⊙

شیخ کو گانٹھ لے سلیقے سے
چین کر مغربی طریقے سے

⊙

متفق اس پہ ہوگئے کہہ و مہ
اب تو یہ مسئلہ ہے مفتیٰ بہ

⊙

ٹامی کے آگے ٹیمز کا دلچسپ پاٹ ہے
گنگو کی جانفزائی کو گنگا کا گھاٹ ہے

⊙

ڈوبے ہوئے ہیں یہ بھی مگر اپنی بات میں
پیرو بھی بہ رہے ہیں خیالی فرات میں

⊙

یہ اتنی ستر پوشی تیری اے شرقی غنیمت ہے
دیے جا چندہ بس تعلیم کی غرقی غنیمت ہے

⊙

انظر الی الا بل کا تصور جو دل میں ہے
یہ وجہ ہے کہ آج تک آنریبل میں ہے
کمسریٹ اب بھی اس کا ہے محتاج دیکھیے
معذور اگرچہ اس کا قدم آب و گل میں ہے

⊙

کچھ الٰہ آباد میں ساماں نہیں بہبود کے
یاں دھرا کیا ہے بجز اکبر کے اور امرود کے

⊙

راہِ مغرب میں یہ لڑکے لٹ گئے
واں نہ پہنچے اور ہم سے چھٹ گئے

⊙

شوق ہے پن کا نہ طاقت پاپ کی
سب ہیں بس بڑھتی مناتے آپ کی
ہو چکے ہگلی کے لکچر اب ہمیں
فکر ہے گنگا کنارے جاپ کی

قطر جو کچھ ہو محیط اک انچ ہے
دھوم ہے ان کی کمر کی ناپ کی
شیخ جی قانع کے گھر میں لو جنم
ورنہ اب مٹتی ہے ہستی آپ کی

⊙

مل جاتا ہے دنیا سے اس کو جس شخص کا جتنا حصہ ہے
ہے اتنی بات ٹھکانے کی باقی تو کہانی قصہ ہے

⊙

وہ فرماتے ہیں اے اکبرؔ یہ روزہ اک قیامت ہے
بجا ارشاد ہوتا ہے مگر افطار جنت ہے

⊙

میں نے جو کہا دیکھو تو ذرا اب قوم پہ کیسا جوبن ہے
وہ ہنس کے لگے کہنے صاحب یہ قوم نہیں ہے پلٹن ہے

⊙

عزیزان وطن کو پہلے ہی سے دیتا ہوں نوٹس
چرٹ اور چائے کی آمد ہے حقہ پان جاتا ہے
یہ اتنی گوشمالی طفلِ مکتب کی نہیں اچھی
زباں آتی ہے اس کو سچ ہے لیکن کان جاتا ہے

مری ڈاڑھی سے رہتا ہے وہ بت انکار پر قائم
مگر جب دل دکھاتا ہوں تو فوراً مان جاتا ہے

⊙

وہ مس بولی میں کرتی آپ کا ذکر اپنے فادر سے
مگر آپ اللہ اللہ کرتا ہے پاگل کا مافک ہے
نہ مانا شیخ جی نے، چکھ گئے دس پانچ یہ کہہ کر
اگر قابض ہیں یہ بسکٹ تو ہوں اللہ مالک ہے

⊙

لگی لپٹی ہر اک سے یہ بری عادت تمہاری ہے
مری جاں اس میں اک دن احتمالِ فوجداری ہے

⊙

ترقی پر خدا کے فضل سے ہے بزمِ رنداں بھی
فقط پیرِ مغاں تھے آ گئے اب پیرِ نسواں بھی

⊙

شیخ بھی ہیں دیر کے سائل بس اتنا فرق ہے
مجھ کو بوسا چاہیے ان کو سموسا چاہیے

⊙

کیا تعجب ہے دیا ووٹ جو لالہ کے لیے
بت تو تھے ہی مرے معشوق برہمن بھی سہی

کھول کر در کو کہا اس بتِ اسکولی نے
جب نقاب اٹھ گئی آگے سے تو چلمن بھی سہی
کاش کر لے مجھے وہ شاہدِ ہوٹل منظور
کیک تو روز ہے اک رات تمنجن بھی سہی
سنتا ہوں قبر مری ریل میں آجائے گی
خود مٹا ہوں جب اسی راہ میں مدفن بھی سہی

⊙

قلی اک اس طبیعت کا ملا جو کل یہ کہتا تھا
مرے دل میں خیالاتِ بلند آنے نہیں پاتے
سڑک پر کام میں تکلیف ہے بنگلے پہ بے لطفی
یہاں سایہ نہیں ہے اور وہاں گانے نہیں پاتے

⊙

کھٹملوں پر زجر و طعن و غیظ سے منہ موڑیے
گرم پانی ڈالیے یا چار پائی چھوڑیے

⊙

زندگی تھی ہی مصیبت موت بھی برباد ہے
کس قدر اس دور میں بگڑا ہوا ہے دین ہائے
ماسٹر ہیں نزع میں لڑکوں کی شامت دیکھیے
ان کا فوٹو لیتے ہیں پڑھتے نہیں یاسین ہائے

⊙

کیا خوشی اس کی مجھے ان کو جو نوابی ملی
روغنی صاحب نے لی مجھ کو وہی آبی ملی

⊙

جیب سے مفروریِ زر بے تحاشا دیکھیے
جلوۂ بازارِ مغرب کا تماشا دیکھیے

⊙

نکلا بآب و تاب بنارس سے اولڈ بوائے
اللہ اس کو گولڈ بھی دے اور پرل بھی
خواہش ہے اب یہ بعض محبانِ قوم کی
نکلے کسی طرف سے یونہی اولڈ گرل بھی

⊙

اکبر دبے نہیں کسی سلطاں کی فوج سے
لیکن شہید ہوگئے بیگم کی نوج سے

⊙

وہ ہیں ذی علم و معزز جن کا ارشاد و عمل
طالبانِ حق کے دل کی کر رہا ہے رہبری
بعض اسپیکر نظر آتے ہیں تم کو یہ تو ہیں
نوکری اور ممبری کی منڈوی کے چودھری

⦿

یہ غنچے میل کی امید کے کھلنے نہیں پاتے
خدا اس پیٹ سے سمجھے کہ دل ملنے نہیں پاتے

⦿

ان سے بی بی نے فقط اسکول ہی کی بات کی
یہ نہ بتلایا کہاں رکھی ہے روٹی رات کی

⦿

نہ ان میں رنگ باغی کا، نہ ان میں بو ہے داغی کی
یہ حجت ہے فقط درگاہِ قومی پر چراغی کی

⦿

یہ پردہ در کو سوئے قوم کس نے بھیجا ہے
کہ جس کی بحث سے مجروح ہر کلیجا ہے
یہی ہے عقیدہ کشائیِ قوم تو اک دن
ازار بند کو کہہ دیں گے حبسِ بے جا ہے

⦿

سدا سرحد پہ حاجت ہے رفل کی اور کاٹھی کی
چلی جاتی ہے گستاخی نعبذے خاں کی لاٹھی کی

⊙

باز آئیں گے نہ پولٹیکل انٹریگ سے
جب کچھ نہیں تو لگا لگائیں گے لیگ سے
اک شغلِ زندگی ہے بہارِ نمود ہے
منظور دشمنی نہیں اپنے کلیگ سے

⊙

نہیں کچھ اس کی پرسش الفتِ اللہ کتنی ہے
یہی سب پوچھتے ہیں آپ کی تنخواہ کتنی ہے

⊙

اب کہاں دستِ جنوں تارِ گریباں اب کہاں
پانیر اور دستِ مجنوں اور خبر ہے تار کی
لے لیا شیریں نے کمسریٹ میں ٹھیکہ دودھ کا
ریل بنوانے لگے فرہاد اب کہسار کی

⊙

آزاد ہوں نہیں ہے کوئی مدعائے خاص
جس رخ ہے قافیہ مرا مطلب بھی ہے وہی
مذہب کو شاعروں کے نہ پوچھیں جناب شیخ
جس وقت جو خیال ہے مذہب بھی ہے وہی

◉

ڈنر سے تم کو کم فرصت یہاں فاقے سے کم خالی
چلو بس ہو چکا ملنا نہ تم خالی نہ ہم خالی

◉

کب حاضریِ شب کی اجازت طلب ہوئی
کیوں ضبط شوقِ دل کی ضمانت طلب ہوئی

ضمیمۂ ظرافت

بحرِ آزادی میں یہ کیسا تموّج ہوگیا
قاصرات الطرف کو شوقِ تبرّج ہوگیا

◉

بتاؤں آپ سے مرنے کے بعد کیا ہوگا
پلاؤ کھائیں گے احباب فاتحہ ہوگا

◉

مرا کینہ نتیجہ ہے جفائے چرخِ گرداں کا
مرا پینا ہے منبع سیلِ اشکِ چشمِ گریاں کا
مرا جینا ہے بس اک سلسلہ انفاسِ سوزاں کا
مرا سینہ ہے مشرق آفتابِ داغِ ہجراں کا
طلوعِ صبحِ محشر چاک ہے میرے گریباں کا

خدا سر دے تو سودا دے کسی دلچسپ میداں کا
خدا زر دے تو دل کو ذوق دے یورپ کے ساماں کا
خدا پَر دے تو ہد ہد کر دے بلقیس و سلیماں کا
خدا سر دے تو سودا دے تری زلفِ پریشاں کا
جو آنکھیں ہوں تو نظارہ ہو ایسے سنبلستاں کا

⊙

دورِ گردوں نے ابھارا دَیر کو سچ ہے مگر
یہ نہ کہیے حضرتِ سیّد نے پھر کیا کر لیا
ان نگاہوں کو کہ جو تھیں خوگرِ طوفِ حرم
آفریں کہیے کہ بت خانے کو اپنا کر لیا

⊙

رشتہ در گرد نم افگندہ پیٹ
می برد ہر جا کہ میزاست و پلیٹ

⊙

بزرگان ملت نے کی ہے توجہ
کمی پر رہیں گے نہ عالم نہ عابد
ترقیِ دیں ہوگی اب روز افزوں
علی گڑھ کا کالج ہے لندن کی مسجد

⊙

دونوں صاحب ہیں محبِّ قوم کس کو ووٹ دوں
پیش کر سکتا ہوں کیونکر کوئی دعویٰ بے دلیل
بس دعا میری یہ ہے اللہ فرمائے عطا
کامیابی ایک کو اور ایک کو صبر جمیل

⊙

ہوا آج خارج جو میرا سوال
کہا میں نے صاحب سے با صد ملال
کہاں جاؤں میں اب ذرا یہ بتاؤ
وہ جھنجلا کے بولے جہنم میں جاؤ
یہ سن کر بہت طبع غمگیں ہوئی
مگر اس تصور سے تسکیں ہوئی
کہ جب اہلِ یورپ میں بھی ذکر ہے
تو بیشک جہنم بھی ہے کوئی شے

متفرقات

مبارک ہو فلک کو مائلِ جور و ستم رہنا
طریقِ حق پہ لازم ہے ہمیں ثابت قدم رہنا

⦿

مسلم ہے مگر بات نبیؐ کی نہیں سنتا
لڑکا ہے مگر اپنے ولی کی نہیں سنتا
ہاں آپ جو فرمائیں تو سب ہیں ہمہ تن گوش
آپس میں تو اب کوئی کسی کی نہیں سنتا

⦿

من نگویم کہ دریں باغ پئے جنگ درآ
آخرت پیشِ نظر دار و بہر رنگ درآ

⦿

اس دور فلک میں کوئی کیا دیکھے گا
جو کچھ دکھلائے گا خدا دیکھے گا
رنجیدہ ہے جس نے ابتدا دیکھی ہے
بے حس ہوگا جو انتہا دیکھے گا

⦿

اثباتِ خدا کو منطقی اٹھ نہ سکا
خاک حیرت سے ذہن ہی اٹھ نہ سکا
اللہ رے نزاکتِ وجودِ باری
ثابت ہونے کا بار بھی اٹھ نہ سکا

⦿

ایسے غمزوں سے دلِ خوں گشتہ کیا ہوگا بحال
اب تو جو ہونا تھا وہ اے چشمِ کافر ہو چکا

⦿

بوئے گل میں فسوں ہی وہ نہ رہا
موسم بدلا جنوں ہی وہ نہ رہا
سینے میں وہ دل کہاں سے آئے اکبرؔ
جب اپنی رگوں میں خون ہی وہ نہ رہا

⦿

بگڑا میں بہت ان پہ مگر بات بنی کیا
آنا بہ تکلف جو ہوا بھی شدنی کیا

⦿

زمزمہ اوجِ فلک پر ہے یہی ہر برڈ کا
ہے یہی مفہوم روئے ارض پر ہر ورڈ کا

زینتِ گیتی ہے ملکِ اعظمِ برطانیہ
سکّہ بیٹھا ہے دلوں پر حضرتِ اڈورڈ کا

⊙

ہم کو ابرو کی کجی نے مارا
شیخ صاحب کو حجی نے مارا
خانۂ دیں ہوا القصّہ تباہ
آئی آواز کہ انا للّٰہ

⊙

گئی حق پرستی بھی اس دور سے
شرافت کو بھی چرخ نے تہ کیا
یہی شرطِ دعوت ہے اب قوم میں
اگر سیم داری بیار و بیا

⊙

پیدا ہوا دماغ میں جوشِ نشاط کیا
ننھا سا پھول دیکھیے اس کی بساط کیا

⊙

اثر سب پر پڑا ہے انقلابِ رنگِ عالم کا
نہ اب ہے طعن کا موقع نہ ہے اب وقت ماتم کا

بسر کر با قناعت زندگانی کنجِ عزلت میں
نظر میں پر مناسب ہے تصوّر چھوڑ دے ہم کا

⊙

کیا زور تھا وعظِ نیچر میں دیوتاؤں کا بھی جی چھوٹ گیا
تقویٰ کی بنائیں ہو گئیں شق، شیرازہ ملّت ٹوٹ گیا

⊙

ایک اس عہد میں دو دل بھی نہیں اے اکبر
یہی باعث ہے کہ میں نے کبھی ہم ہم نہ کیا

⊙

شکر ادا کرنا ہے واجب ان کی طبعِ نیک کا
ہر ڈنر سے بھیجتے ہیں مجھ کو فوٹو کیک کا
ضعف سے رعشہ ہے یا غربی ہوا کا ہے اثر
ہینڈ کو میرے مرض لاحق ہوا ہے شیک کا

⊙

ہم تو ہر حال کو ماضی ہی سمجھ لیتے ہیں
لوگ مر جائیں گے اور وقت گزر جائے گا

⊙

شیخ لندن میں بھی مسجد کی بنا پر ٹھن گیا
کعبۂ دل میں کلیسا عشقِ مس کا بن گیا

⊙

ہے بے اثر، کیا نہیں جس نے، فقط کہا
اکبؔر نے یہ کہا تو کہو کیا غلط کہا

⊙

فتح عرب پہ گو ہے تمھیں شوق ناز کا
بہتر ہے اس سے ذوق درود و نماز کا
گردن اٹھائیے نہ بہت پالیٹکس میں
مسجد میں اب ہے کام جبینِ نیاز کا

⊙

ہو جاگتوں میں شامل یا تو ہو سونے والا
ہو کر رہے گا اکبؔر جو کچھ ہے ہونے والا

⊙

وقت ہی پر ہر ایک کام اچھا
آسماں کا پروگرام اچھا
قرب ہے جن کو تختِ شاہی سے
دور ہی سے انھیں سلام اچھا

⊙

فضول بحث میں وقت اپنا کھو نہیں سکتا
زیادہ اب شب غفلت میں سو نہیں سکتا

گزر گیا دلِ دنیا پسند دنیا سے
اس انجمن کا میں اب رکن ہو نہیں سکتا

◉

مصیبت آ پڑی تو سہل ہے شدّت سے غم کرنا
مگر مشکل ہے جینا با خبر غفلت کو کم کرنا

◉

کرتا نہیں کوئی ان میں ذکرِ مولیٰ
ہے مانگ روپے کی غل ہے دس لاؤ سولا
مجلس ہے یہی تو اس سے عزلت بہتر
دنیا ہے یہی تو ترکِ دنیا اولیٰ

◉

اپنی منقاروں سے حلقہ کس رہے ہیں جال کا
طائروں پر سحر ہے صیاد کے اقبال کا

◉

بے زور نمود کا اثر کیا
جب مغز نہیں تو لفظِ سر کیا

◉

صوفی کا مذہب مختصر سب سے کھرا سب سے جدا
ہم تم کے جھگڑے لغو ہیں یا کچھ نہیں یا سب خدا

⊙

نہیں اہلِ یقیں جب وہ تو یہ کیا مذہبی ہوں گے
اثر پڑتا ہے شاگردوں پہ استادوں کے باطن کا

ضعفِ مشرق نے تو رکھا پاؤں کو چھکڑا وہی
مغربی فقروں نے لیکن منہ کو انجن کر دیا

⊙

طلبِ زر ہے جن کو اے اکبؔر
وہ رہیں منکرِ خزانۂ غیب
ہم تو مضموں وہیں سے پاتے ہیں
معتقد ہم تو اس کے ہیں لاریب

⊙

نہیں مناسب کہ ہو یہ مہوا کبھی حریفِ مونیز صاحب
بجا ہے فرما رہے ہیں جو کچھ حکیم عبدالعزیز صاحب

⊙

حکیم اور بید یکساں ہیں اگر تشخیص اچھی ہو
ہمیں صحت سے مطلب ہے بنفشہ ہو کہ تلسی ہو

⊙

حواس مختل، سمجھ پریشاں، عمل میں سستی، قدم میں لغزش
کبھی کوئی شوق رہنما ہے، کبھی کوئی پالسی ہے غالب

مرے مشاغل کی کچھ نہ پوچھو کہ میں ہوں دورِ فلک میں اکبر
مقیمِ دیر و مریدِ شیخ و اسیرِ قانون و محوِ مغرب

⊙

اگلی روش جو تھی وہ تھی پیغمبری کی بات
موجود ہر طریق ہے کاریگری کی بات

⊙

پڑا تھا چٹائی پہ گوشہ میں مَیں
نہ اٹھا جو آئے مرے ایک دوست
شکایت انھوں نے جو کی کہہ دیا
تواضع زگردن فرازاں نکوست

⊙

در کار چندہ سیم و زر از جیب دور رفت
مالِ حضور بود براہِ حضور رفت

تضمین بر غزل حافظ

واقفِ سرِ خفی حافظِ اسرار بماند
حدِ بیگانہِ باطن صفِ اظہار بماند

خلق صدرہ طرفِ شبہ و اقرار بماند
ہر کہ شد محرمِ دل در حرمِ یار بماند
دانکہ ایں کار ندانست در انکار بماند

شش و پنج اس میں کسی کو ہے نہ ہے، ہفت نہ ہشت
بے خطر کوچۂ رندی میں لگاتے رہے گشت
نہ تو گلشن ہی ہوا معترض ان پر نہ تو دشت
خرقہ پوشاں ہمگی مست گزشتند و گزشت
قصۂ ماست کہ بر ہر سرِ بازار بماند

قیس و فرہاد کے قصوں سے بھرے ہیں دفتر
آج تک ان کے فسانوں کا دلوں پر ہے اثر
خوب فرما گئے ہیں حضرتِ حافظ اکبر
از صدائے سخنِ عشق نہ دیدم خوشتر
یادگارے کہ دریں گنبدِ دوار بماند

⦿

میں نے کہا کہ اب تو مسجد سے ہے مجھے کد
گرجا ابھر کے بولا میں اس سے خوش ہوں بیحد
میں نے کہا مخالف تیرا بھی ہوں تو بولا
میری ہی پالسی کی واللہ ہے یہ ابجد

شادم کی از رقیباں دامن کشاں گزشتی
گو مشتِ خاک ماہم برباد رفتہ باشد

◉

غمِ عشق تو دلے راچو لطیف و پاک سازد
غمِ دہر راچہ یارا کہ ورا ہلاک سازد
مس من فگند برمن نظرے کہ کس نہ داند
دلِ من گرفت از وے اثرے کہ کس نداند
چو سوال کردم از وے زمآلِ کار کالج
ز پروفیسر شنیدم خبرے کہ کس نداند

◉

طفلِ مکتب کہ سخن ہا زِ زباں میگوید
شکوہ کم کن کہ چنیں گفت و چناں میگوید
طبعِ او فوٹو گراف ست و سرِودش سبقش
انچہ بستند بروں نقشِ ہماں میگوید

◉

نہ سنی ہے خوش اور نہ شیعہ ہے شاد
ہے دونوں کے مرکز میں برپا فساد
غمِ ٹرکی و ماتمِ پرشیا
مسدّس ادھر ہے ادھر مرثیا

⊙

ہے دل روشن مثالِ دیوبند
اور ندوہ ہے زبانِ ہوشمند
ہاں علی گڑھ کی بھی تم تشبیہ لو
اک معزز پیٹ بس اس کو کہو
پیٹ ہے سب پر مقدم اے عزیز
گو کہ فکرِ آخرت ہے اصل چیز

⊙

نہ ہر کہ ووٹ بدید وخت ممبری داند
نہ ہر کہ بحث بیا موخت لیڈری داند
نہ ہر کہ ہیٹ بپوشید و کوٹ در بر کرد
ادائے مغربیؔ آئینِ مسٹری داند

⊙

تھی مرے پیش نظر وہ مسِ تہذیب پسند
کبھی وہسکی مجھے دیتی تھی کبھی شربتِ قند
ملک الموت نے ناگاہ بھری ایک زقند
پارک کو چھوڑ کے ہونا ہی پڑا قبر میں بند

⊙

حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

⊙

آمادگی مجھے تو رہی ہر گناہ پر
فضلِ خدا سے بت ہی نہیں آئے راہ پر

⊙

ہیں اہلِ جہاں منکرِ اللہ سے کد پر
دو پھول بھی رکھتے نہیں ملحد کی لحد پر
ہنگامے انھیں کے لیے ہیں صلِّ علیٰ کے
جو زیست میں عاشق تھے ہوا اللہ احد پر

⊙

حضرتؐ کی نبوّت میں ہو کس طرح مجھے شک
ہر ذرّہ کو ہے ورد رفعنالک ذکرک
تھی شانِ جلالی کہ عدو رک گئے آخر
وہ نور تھا عالی کہ صنم جھک گئے آخر

⊙

میں بھی ہوں بدل مؤیدِ آزادی کا
لیکن اک نکتہ سن لے اے پاک ضمیر

آزاد ہو اس لیے کہ اغیار ہوں قید
مطلب یہ نہیں کہ خود ہو غیروں کے اسیر

◉

شتر روباہ سے کمتر ہیں بن میں محتبس ہو کر
بنے ہیں شیر کتّے زینتِ آغوشِ مس ہو کر
قرارِ دل نہیں تو نورِ عرفاں کیا جگہ پکڑے
وہ شکل مہر و مہ موجوں میں کب ہے منعکس ہو کر

◉

احباب نے طویل مضامیں وہاں پڑھے
لیکن مری زبان کا تھا حصہ مختصر
میں نے تو بزمِ نعت میں اتنا ہی پڑھ دیا
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

◉

پیری و افسردگی سب کچھ سہی اکبرؔ مگر
ظلم ہے تیری خموشی شوخیِ گفتار پر

◉

یاروں کی دوڑ دھوپ ہے دنیا کی چیخ پر
اور دین ہے کباب ضرورت کی سیخ پر

⊙

نہ سن تو قرآں کا وعظ بھائی خوشی سے تقلیدِ ہکسلے کر
پھرے گا کمپوں میں آخر اک دن دیا سلائی کا بکس لے کر

⊙

فاقہ سمجھو نہ اسے اس میں ہیں اسرار نہاں
عالمِ دیں جو ہیں وہ جانتے ہیں صوم کے سر
نہ تجارت کا سلیقہ، نہ عبادت سے لگاؤ
یا گورنمنٹ کے دفتر میں ہیں یا قوم کے سر

⊙

اس نظم کا نقطہ نقطہ منبع نور
ہر حرف سے ہے تجلّیِ حق کا ظہور
اوجِ ملکوت کا ہے عالم ہر لفظ
ہر بیت اقبال کی ہے بیت المعمور

⊙

اللہ رے انقلابِ طرز و مذاقِ مشرق
حافظ کے شعر کیسے سب پڑھ رہے ہیں ریڈر
لیلیٰ کا ناز رخصت، اسکول مسٹرس ہیں
سودائے قیس غائب اب وہ بنے ہیں لیڈر

◉

ناتوانی در جہاں طالب مشو مطلوب باش
با معاشر سہل باش و نیک باش و خوب باش
مذہبے در گردنم افتاد اکؔبر چارہ نیست
باہمہ آزاد گیہا با یکے منسوب باش

◉

اک شاعری وہ ہے جو بڑھاتی ہے عقل و ہوش
اک شاعری وہ ہے جو دلاتی ہے دل کو جوش
ارشاد ہو تو قسمِ سوم کو بھی کردوں عرض
اک شاعری وہ ہے کہ جو ہے صرف واہ نوش
لیکن کوئی بھی قسم ہو اچھا ہے شعر اگر
محفل کو غالباً ہمہ تن پایئے گا گوش

◉

پیش آئے ہمیں امور عادت کے خلاف
پایا انھیں ہم نے اپنی راحت کے خلاف
اولاد کو غالباً تکلیف نہ ہو
وہ خود ہی ہیں مورثوں کی خصلت کے خلاف

⊙

آنے والے نہ رہے انجمنِ دل کی طرف
کوئی کالج کی طرف ہے، کوئی کونسل کی طرف

⊙

بل کھاؤ ہزار خواہ چھانٹو منطق
نیچر تو ہے اپنی اصل ہی پر عاشق
لکھی ہے صحیح اک فرنگی نے یہ بات
مغرب مغرب ہے اور مشرق مشرق

⊙

وسعت ہو زبان کی ادھر جھک
متروک کو دیکھ کر تو مت رک

⊙

ہے لیڈر قوم کون جب ہو یہ سوال
کہہ دو اکبر کہ بس برٹش اقبال

⊙

فطرت سے الگ اگر تمہارا ہے خیال
تاثیر کچھ اس میں ہو یہ ہے امرِ محال
گو طرزِ بیاں پہ شورِ تحسین اٹھے
مقبول نہ ہوگے پیشِ اربابِ کمال

⊙

کوئی کہتا ہے رکھو صاحب سے میل
کہ آنر کی گھر میں رہے ریل پیل

کسی کی صدا ہے کہ ہندو بھلے
مری انجمن بھی اسی رخ چلے

کسی سمت کونسل کی ہے دل میں چوٹ
عوض لٹھ کے آپس میں چلتے ہیں ووٹ

کسی سر میں ہے لیڈری کی ہوس
کوئی شہدِ اسپیچ کی ہے مگس

کوئی شوقِ تحقیق میں غرق ہے
کوئی راہِ تقلید میں برق ہے

کسی کو ہے مضموں نگاری کی دھن
کوئی چندہ دینے کو سمجھا ہے پن

کسی کو عمارت بنانے کا شوق
کسی کو نمود و نمائش کا ذوق

کسی کو کوئی ٹوک سکتا نہیں
سڑک کو کوئی روک سکتا نہیں

جدھر بحرِ ہستی بہائے بہیں
خدا سے دعا ہے کہ سب خوش رہیں

مگر شیخ سعدی کی ہے ایک بات
مسلماں کو ہے فرض ادھر التفات

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہر گز بمنزل نخواہد رسید

⊙

ہوئے جمع بہرِ دعا و سلام
کلیسا میں انگریز عالی مقام
کہا میں نے ہوں میں تو مسجد سے دور
تو گرجا میں ان کا ہے کیوں اژدہام

⊙

خدا جانے آئی کدھر سے صدا
کہ اے بے خرد مسلمِ ناتمام
کسے راکہ اقبال باشد غلام
بود میل خاطر بہ طاعت مدام

⊙

انوار اس دور کے دل افروز ہیں کم
گویا کہ شبیں بہت ہیں اور روز ہیں کم
ہر چرب زباں نہیں ہے شمعِ اخلاص
جلنے والے بہت ہیں دل سوز ہیں کم

⊙

صوم ہے ایمان سے‘ ایمان رخصت‘ صوم گم
قوم ہے قرآن سے‘ قرآن رخصت‘ قوم گم

⊙

جلوۂ قدرتِ باری ہے صدا پیشِ نگاہ
نہ حکومت کا ہے ماتم‘ نہ غمِ مال سے کام
کوئی ماضی میں ہے الجھا کوئی مستقبل میں
صوتِ سرمد پہ مجھے تو ہے فقط حال سے کام

◉

مغالطے میں پڑے ہیں ہمارے اہلِ وطن
کہ قوم کے لیے مذہب کا کوئی کام نہیں
قوام قوم کا مذہب ہی ہے زمانے میں
کہاں کی قوم جب اس کا کوئی قوام نہیں

◉

بت کی سی اگر کہیں تو اللہ کہاں
اللہ کا نام لیں تو یہ واہ کہاں
خاموش رہیں تو دل کو بے چینی ہو
بھاگیں تو سکت کسے ہے اور راہ کہاں

◉

قولِ ملحد ہے کہ نیچر ہوگیا میرا معیں
اور فلک کی ہے صدا واللہ خیر الما کریں
ہم خموشی سے تماشا دیکھتے ہیں دہر کا
دیکھنا ہے کون سچ کہتا ہے دنیا یا کہ دیں

◉

کمیٹیوں میں ہے رونے کا خوب شوق انھیں
مگر نماز و دعا کا نہیں ہے ذوق انھیں

بغیرِ طاعتِ حق ہے محال یک جہتی
خدا کرے کہ نظر آئے تحت و فوق انھیں

⊙

دخل ان کو نہیں عشق و محبت کے فنوں میں
بے ہمت و بے سوز یہ جانیں ہیں تنوں میں
بے شمع کے پروانے ہیں واللہ یہ اکبؔر
رقصاں ہی انھیں دیکھ لو بس انجمنوں میں

⊙

اسیرِ بحث کب باغیرت و ذی ہوش رہتے ہیں
مٹا دیتے ہیں مٹ جاتے ہیں یا خاموش رہتے ہیں
معانی گرم رکھتے ہیں جنھیں اللہ اکبر کے
انھیں سینوں میں اے اکبؔر دلِ پرجوش رہتے ہیں
عجب میدان ہے جس میں ہے مشقِ سعیِ بے حاصل
عجب بستی ہے جس میں مردِ ناحق کوش رہتے ہیں

⊙

کیجے جو صرف طاعت و روحانیت سے بحث
مجھ کو ہنوز امید سے بیگانگی نہیں
مکر و فریب و ظلم یہ سب اس میں ہے مگر
شیطان میں دلیری و مردانگی نہیں

◉

کہنا مجھ کو جو کچھ ہے وہ کہنے دیں
دینی علموں کی موج کو بہنے دیں
شبلی کی دعا بتانِ مغرب سے یہ ہے
ندوہ کو حضور قبلہ رخ رہنے دیں

◉

تسبیح وہ اب کہاں وہ تہلیل کہاں
قرآن مجید کی وہ ترتیل کہاں
کل کے آگے خیالِ فردا کس کو
جب ریل ہے سامنے تو جبریل کہاں

◉

اس پیڑ میں خوب ہی کٹھل آئے ہیں
ہر شاخ میں پانچ سات پھل آئے ہیں
اکبؔر نے کہا کہ ہم غریبوں کے لیے
نیچر کی طرف سے پارسل آئے ہیں

◉

نہ ہوں جو شعر مرے آپ کو پسند نہیں
پسند فرض نہیں اور مجھے گزند نہیں

بجز خطائے نظر اور سہو کاتب کے
کچھ اعتراض اگر ہیں تو سود مند نہیں
حدود میں نے معین کیے ہیں اپنے لیے
اور ان حدود کے اندر کہیں میں بند نہیں

⊙

یہ قولِ کفر جو مانو بھی تم بفرضِ محال
کہ روح ہیچ ہے اور بعد مرگ کچھ بھی نہیں
خدا کا نام ہے جب بھی بشر کو اک نعمت
وگرنہ دل کے لیے ساز و برگ کچھ بھی نہیں

⊙

آپ کی کل میں مرا سوت تو کتنے کا نہیں
کفر کے ساتھ میں اخلاق برتنے کا نہیں

⊙

وہ کبھی مجھ کو جوابِ نامہ لکھتا ہی نہیں
جب گلا کرتا ہوں کہہ دیتا ہے پہنچا ہی نہیں

⊙

شیخ اپنی رگ کو کیا کریں ریشے کو کیا کریں
مذہب کے جھگڑے چھوڑیں تو پیشے کو کیا کریں

فرہاد سے کہا کہ مناسب ہے تجھ کو صبر
کہنے لگا بتایئے تیشے کو کیا کریں

⊙

میں نے کچھ اختلاف کیا آپ سے اگر
غصہ عبث ہے آپ کا نوکر نہیں ہوں میں
اے قبلہ آپ مجھ پہ چڑھے آتے ہیں یہ کیوں
ممبر اس انجمن کا ہوں۔ منبر نہیں ہوں میں

⊙

روپے کو اپنے کریں صرف وہ جو غلے میں
تو کام آئے غریبوں کے اس محلے میں
یہ بات مجھ کو تو اے ہاشمی پسند نہیں
کہ صرف دولتِ عشرت ہو گیند بلے میں

⊙

ڈیپوٹیشن کی سرسبزی جو دیکھی اس نے شملے میں
برہمن نے کہا یہ شاخ بید اور ایسے گملے میں

⊙

کہا مہدی نے بھائی تم کو کیوں اس درجہ حیرت ہے
تمہارے واسطے یہ کیا محلِ رشک و غیرت ہے

تعجب کیا ہے ہم اس بت کے پہلو میں جو لیٹے ہیں
حرم کے محترم کیا دیر کے خادم سے ہیٹے ہیں
برہمن نے کہا بس آپ کی باتیں ہی باتیں ہیں
اجی یہ وصل کی راتیں نہیں ہیں ان کی گھاتیں ہیں
کہا مہدی نے ہم کو تو مزے سے اپنے مطلب ہے
محبت ہو نہ ہو ان کو امید اس کی یہاں کب ہے
برہمن نے کہا ایسا مزا اعضا کا مضعف ہے
کہا مہدی نے ہاں اس بات سے بندہ بھی واقف ہے

⦿

مفقود ہے گو کہ آج یارو نیشن
صد شکر ہوا ظہور کارو نیشن
مانگو خالق سے حضرتِ جارج کی خیر
تم بھی ہو جاؤ گے ٹومارو نیشن

⦿

حضرت خود واقعات تصنیف کریں
ہم بیٹھ کے انجمن میں تعریف کریں
فطرت پہ نگاہ جن بزرگوں کی ہو
بہتر ہے یہی کہ وہ نہ تکلیف کریں

◉

صلح رہی اب نہ گوارا ہمیں سلف گورنمنٹ نے مارا ہمیں

کام تو جو کچھ ہے وہ ہے آپ کا نام ہی نے صرف ابھارا ہمیں

درد کسی کا نہ رہا دل میں اب خوب دیا تم نے بھپارا ہمیں

قوم کی تفریق میں ٹکڑے اڑے ملک سے اب کیا ہے سہارا ہمیں

آئینہ ہے حسرتِ دنیا کا دال یاد ہیں اسکندر و دارا ہمیں

جلوہ دکھانے کا انھیں شوق ہے کاش مبارک ہو نظارا ہمیں

◉

غضب کی آتش فشاں ہوا ہے پڑے ہیں بستر پہ جل رہے ہیں

عرق میں ڈوبے ہوئے سراپا، تڑپ رہے ہیں، ابل رہے ہیں

◉

مٹاتے ہیں جو وہ ہم کو تو اپنا کام کرتے ہیں

مجھے حیرت تو ان پر ہے جو اس مٹنے پہ مرتے ہیں

◉

انجینئری نہ آئے تو ایجاد کیا کریں

قائم عروجِ قوم کی بنیاد کیا کریں

خامے سے کام لیتے ہیں، بیکار عقل ہے

یا ترجمہ ہے یا تو کتابوں کی نقل ہے

⊙

یہ تو مشکل ہے کہ آپ اسپیچ دیں ہم چپ رہیں
ہاں مگر اس میں نہیں کچھ عذر جو کہیے کہیں
مرد جنٹل مین ہو کر پا رہے ہیں جب عروج
بیبیاں پھر گھر میں رنجِ کس مپرسی کیوں سہیں
مطمئن رہیے نہ رہ جائے گا عورت کا حجاب
چادرِ قومی کی آخر کھلتی جاتی ہیں تہیں
اک طرف دامِ ترقی اک طرف موجِ شراب
ہر طرح حاضر ہیں ہم کہیے پھنسیں، کہیے بہیں

⊙

اگر مذہب خلل انداز ہے ملکی مقاصد میں
تو شیخ و برہمن پنہاں رہیں دیر و مساجد میں

⊙

ترقی کی پتیں ہم پر چڑھا کیں
گھٹا کی دولت اسپیچیں بڑھا کیں
رہیں ہر پھر کے آیا بی نصیبن
وہ گو اسکول میں برسوں پڑھا کیں

⊙

مرے طرزِ فغاں کی بوالہوس تقلید کرتے ہیں
خجل ہوں گے اثر کی بھی اگر امید کرتے ہیں

⊙

جہاں کے انقلابوں کے بھی کیا کیا رنگ ہوتے ہیں
بشر کی کیا حقیقت ہے فرشتے دنگ ہوتے ہیں

⊙

گزر ان کا ہوا کب عالم اللہ اکبر میں
پلے کالج کے چکر میں، مرے صاحب کے دفتر میں

⊙

ہمیں تو چاہتے ہیں کھینچنا خود ہم سے کھنچتے ہیں
یہ ان کی پالسی کے باغ کس پانی سے سنچتے ہیں

⊙

نہ وہ اب طشتِ زرّیں ہیں نہ وہ چاندی کے کلسے ہیں
کمیٹی خوانِ نعمت ہے فقط لفظوں کے جلسے ہیں

⊙

فلک پر شان و عظمت سے ستارے جگمگاتے ہیں
خدا کی سلطنت کی جوبلی ہر شب مناتے ہیں

یہی نظارہ ہم کو محو رکھتا ہے سدا اکبرؔ
فرشتے بے ٹکٹ یہ منظرِ اعظم دکھاتے ہیں

⦿

قدم انگریز کلکتے سے دہلی میں جو دھرتے ہیں
تجارت خوب کی اب دیکھیں شاہی کیسی کرتے ہیں

⦿

خدا ہی کی عبادت جن کو ہو مقصود اے اکبرؔ
وہ کیوں باہم لڑیں گو فرق ہو طرزِ عبادت میں

⦿

فلک کو ضد ہے کہ منت کروں پئے راحت
مجھے یہ ہٹ ہے کہ ایذا سہوں اور اُف نہ کروں
وہ کہہ رہا ہے کہ ذلّت سہو تو جاؤ چمک
مری یہ آن کہ ایسی چمک پہ تف نہ کروں

⦿

پیارا ہے فقط اللہ کا نام آرام اسی سے روح کو ہے
اور یوں تو حوادث بے حد ہیں دنیا میں بہت افسانے ہیں

⦿

عجب کیا شیخ برگد میں جو مشتاقِ غلامی ہیں
ہمارے اونٹ صاحب خود کمسریٹ کے حامی ہیں

⊙

غیر کو نامے میں وہ مائی ڈیئر لکھتے ہیں
مجھ سے بیگانہ وشی ہے مجھے سر لکھتے ہیں

⊙

ہوٹل سے بھلا پرہیز تمھیں اب پنڈت جی مہراج کہاں
سچ بات کہی جس نے یہ کہا جب لاگ لگی تب لاج کہاں
نظروں میں بسا ہے رنگ وہی آنکھیں وہی گلشن ڈھونڈھتی ہیں
موسم وہ نہیں ہے اے اکبر جو بات تھی کل وہ آج کہاں

⊙

سر جھکا کر ان کی سیوا کر تو، گردن کو نہ تان
برہمیں یورپ کو مان اور ایشیا کو شودر جان
وزنِ لائلٹی پہ نازاں ہیں مرے اشعار شعر
فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلان

⊙

اک برگِ مضمحل نے یہ اسپیچ میں کہا
موسم کی کچھ خبر نہیں اے ڈالیو تمھیں
اچھا جوابِ خشک یہ اک شاخ نے دیا
موسم سے باخبر ہوں تو کیا جڑ کو چھوڑ دیں

⦿

اگر ڈوبے ہوئے ہیں آپ سچ مچ حق پرستی میں
تو کرتے رہیے کام اپنا انھیں حالاتِ پستی میں

⦿

آپس میں رہنا صلح سے خوئے بنی آدم نہیں
اکثر اسی پر ہے عمل یا تم نہیں یا ہم نہیں

⦿

بیان اپنی مصیبت کا تھا مجھے منظور
خیال تھا سوئے تشبیہ جستجوئیں تھیں
ہوا جو ٹائی ٹنک غرق، کہہ دیا میں نے
کہ دل مرا تھا اور اس دل کی آرزوئیں تھیں

⦿

تم شوق سے کالج میں پھلو، پارک میں پھولو
جائز ہے غباروں میں اڑو چرخ پہ جھولو
بس ایک سخن بندۂ عاجز کا رہے یاد
اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو

⦿

کونسل میں اگر پرسش نہ ہوئی مغموم نہ تم اے یار رہو
اللہ بلانے والا ہے مرنے کے لیے تیار رہو

⦿

الاپو مغربی سر میں کوئی راگ
اٹھو مسجد سے اور دامن کو جھاڑو
خموشی اور قناعت ناروا ہے
فلک کو کد ہے بگڑو اور بگاڑو

⦿

کیوں جلا رکھا ہے اس دور نے پیری میں مجھے
ستمِ غیر ضروری یہ فلک کا دیکھو
کہا گردوں نے نہیں غیر ضروری یہ بات
اپنے مٹنے کا بتدریج تماشا دیکھو

⦿

ہادیٔ قوم بنو، قوم کے مہمان بنو
خود تو پہلے اگر اے یار مسلمان بنو

⦿

ہستی ہی تیری کیا ہے کہ ہو ان کا ہم سفر
موجوں کا اے حباب نہ دے تو ابھر کے ساتھ

⦿

فلسفے میں کیا دھرا ہے گھر کا ہو یا لندنی
سعیٔ کا موقع ملے تو آرٹ یا سائنس سیکھ

دشمنِ دانا سے بچ، پہچان لے نادان دوست
صرف لفّاظی سے ان روزوں نہیں ملنے کی بھیکھ

⊙

دلا دے ہم کو بھی صاحب سے لائلٹی کا پروانہ
قیامت تک رہے سیّد ترے آنر کا افسانہ
اڈیٹر بول اُٹھے دیکھ کر شبلی کے فوٹو کو
اسی کے دم سے اب زندہ ہے مشرق کا کتب خانہ
مبصر کہہ رہے ہیں وضعِ ملت کے تغیّر پر
بندھی یہ دھن تو بس اب ہو چکا مسلم کا اترانا
بہت مشکل ہے نبھنا مشرق و مغرب کا یارانہ
اِدھر صورت فقیرانہ، اُدھر سامان شاہانہ
مبارک شیخ کو نانِ جویں کے ساتھ یہ قرأت
ہمیں تو دَیر میں پرشاد کھانا اور بھجن گانا
یہ یونیورسٹی کا مسئلہ کیا کم تھا اے گردوں
کہ چھیڑا تو نے ہم میں ٹرکی واٹلی کا افسانہ

⊙

یہ قسمت شیخ جی کی ورنہ اکبر
کجا وہ بت، کجا آمنت باللہ

⊙

مرشد کی طلب میں جو میں اٹھا تو یہ بولے
اک پیرِ ڈنر خوردہ و ہرسمت دریدہ
مردہ سمجھ ان کو کہ جو پہنچے ہوں خدا تک
مرشد ہیں وہی جو ہیں گورنمنٹ رسیدہ

⊙

مجھ کو حسرت نہیں اس کی کہ کریں یاد مجھے
یاد آئی بھی تو کیا آئی جو تحقیر کے ساتھ
مسمریزم کی ہو تدبیر تڑا دوں ہی پہ مشق
چھوڑ دیں مجھ کو وہ آنکھیں مری تقدیر کے ساتھ

⊙

گو یہ عزت ہے کہ پائی تری محفل میں جگہ
لذت اس میں ہے کہ مل جائے ترے دل میں جگہ

⊙

ہر ایک مسلم پکارتا ہے وہ خواہ اِنسی ہو خواہ جنّی
خدا کی طاعت سے جو ہے باہر فلیس منّی فلیس منّی

⊙

الحاد کی بنیاد ہے جس چیز نے ڈالی
دشمن اسے سمجھے گی نظر دیکھنے والی

اکبر کی فغاں کو نہ کہو خام خیالی
فرماتے ہیں رو رو کے یہ خود حضرتِ حالیؔ
اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے
امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے

⊙

شیطان ہے دل جو نورِ ایماں نہ رہے
دشمن ہے زباں جو وردِ قرآں نہ رہے
کہتی ہے یہ ہسٹری بہ آوازِ بلند
تم کچھ نہ رہے اگر مسلماں نہ رہے

⊙

نہایت سچ یہ قولِ میرزا سلطان احمد ہے
کہ مذہب خود دعا ہے پھر دعا سے کیوں تمہیں کد ہے

⊙

روز افزوں ہے بلاشبہ برٹش اقبال
جو خلاف اس کے تصور کرے وہ وہمی ہے
اپنا اقبال مگر اس نے جو سمجھا ہے اسے
یہ نئی روشنی کی سخت غلط فہمی ہے

⊙

بہت ہے ذکرِ مذہب کمپ میں ذکرِ خدا کم ہے
فغاں کا شوق بے حد ہے مگر ذوقِ دعا کم ہے

⊙

حفظِ عصمت بھی سہی لیکن یہ پردہ ہند میں
مسلموں کی جاہ و شان و تمکنت کی بات تھی
پردہ در کہتا ہے اب اس کی ضرورت ہی نہیں
میرزایانہ ادا تھی سلطنت کی بات تھی
خون میں غیرت رہی باقی تو سمجھے گا کبھی
خوب تھا پردہ نہایت مصلحت کی بات تھی

⊙

دونوں کو اگرچہ ہے طلب آنر کی
رخ ان کے جدا ہیں اس کی علت کے لیے
بنیاد وہ اپنا چاہتا ہے مضبوط
بے چین ہے یہ نمودِ حالت کے لیے
ہندو عزت طلب ہے زر کی خاطر
مسلم کو طلب ہے زر کی عزت کے لیے

⊙

احسان نہ کچھ الحاد کا ہے، امداد نہ کچھ شیطان کی ہے
اکبر کی دلیری حق پہ یہ ہے یہ زندہ دلی ایمان کی ہے

⊙

وہ نیو قوم کی ہے نہ پشتہ نہ بھیت ہے
بگڑے جو بن رہے ہیں یہ دنیا کی ریت ہے
ہنگامۂ طرب نہیں یہ شورشِ رفارم
رنج و محن کا ساز ہے چکی کا گیت ہے

⊙

ممدوحِ شرق و غرب و شمال و جنوب تھے
تعریف تھی ہنر کی، بری از عیوب تھے
اب کچھ نہیں تو کیا کہیں تم سے کہ کیسے ہیں
ہاں اس میں شک نہیں ہے کہ جب تھے تو خوب تھے

⊙

نقشِ ماضی منظرِ بے معنی و مفہوم ہے
مصلحت فطرت کی ہے یا ذہن کا مقسوم ہے
بہہ رہا ہے لاکھوں ہی موجوں میں یہ بحرِ فنا
وِرد کے قابل فقط یا حی یا قیوم ہے

⊙

اب بات میں ہے اک رمز نہاں اس قافیے میں چالاکی ہے
جب آہ و بکا کا ذکر نہ ہو تو وہ مجلس بے باکی ہے

⊙

مجھ گدا کو کر دیا رخصت جو دے کر عطر پان
فاقہ تو ٹوٹا نہیں، ہاں عزت افزائی ہوئی
مرکزِ دل بزمِ مشرق میں کوئی ملتا نہیں
ہر طبیعت مغربی چکر میں ہے آئی ہوئی
مذہب و وضع و زبان و قوم کا کس کو خیال
جب اکابر کی نظر آنر کی شیدائی ہوئی
نظمِ اکبؔر کو سمجھ لو یادگارِ انقلاب
یہ اسے معلوم ہے ٹلتی نہیں آئی ہوئی

⊙

نئے مسلم کا اب کوئی نہ ماخذ ہے نہ مرکز ہے
یہ ہے گے دن کی سروس اور وہ کب تک معزّز ہے
جو مستی اس سے پیدا ہوگی دختر ہوگی وہ کس کی
یہ میں سمجھا کہ معشوقہ تمہاری دخترِ رز ہے
نہ پھیلا پاؤں تو اتنا حیاتِ چند روزہ میں
سمجھ لے قبر میں تیرے لیے جا صرف دو گز ہے

⊙

نہیں ہے کچھ شدنی بے اصول ارادوں سے
خدا بچائے مجھے ان زمانہ زادوں سے

⊙

وہ وقعت اٹھ گئی جب دل سے آئینِ حجازی کی
امامِ قوم بننے کو ضرورت کیا نمازی کی
بتوں سے اب تو ہیں سرگوشیاں واعظ کی محفل میں
نہ کوئی مجلسی کی بات سنتا ہے نہ رازی کی

⊙

ٹھیک پڑھ سکتا نہیں کہتا ہے ناموزوں مجھے
خود زبانِ معترض ہی خارج از تقطیع ہے

⊙

مشرق کے جو ہو رہے وہ پستی میں پڑے
مغرب سے سبق لیا تو مستی میں پڑے
پیدا ہی نہ ہوتے کاش اطفال یہاں
آخر یہ کیوں بلائے ہستی میں پڑے

⊙

مادہ نہیں اتنی مضطرب نر کے لیے
آمادہ ہیں جس قدر وہ آنر کے لیے

نو حصے تم اپنی نوکری کو دے دو
دسواں حصہ تو ہو پیمبر کے لیے

⊙

ہوش آیا ہے تو ہنگامۂ ہستی بھی سہی
حسِ لذت ہے طبیعت میں تو مستی بھی سہی
اصل مقصود ہے خالق کی پرستش لیکن
صورت اچھی ہو تو انسان پرستی بھی سہی

⊙

تو حشر کا منکر ہے جو اے فتنۂ دوراں
کہتا ہے کہ نیچر میں پتہ اس کا کہاں ہے
نیچر ہی سے ابھرا ہے ترا قامتِ رعنا
نیچر ہی میں واللہ قیامت بھی نہاں ہے

⊙

بے دینوں کو جوش مستی کیا ہے
بندوں میں یہ خود پرستی کیا ہے
کہتی ہے فلک کی گردش ان سے
تم کیا ہو تمہاری ہستی کیا ہے

⊙

کہتے ہیں وہ کہ اکبر کچھ باؤلا ہوا ہے
مذہب میں بات کیا ہے، مسجد میں کیا دھرا ہے
اک روز لاٹ صاحب سے بھی تو پوچھ دیکھیں
گرجا میں کیا دھرا ہے جمتا جو واں پرا ہے

⊙

مجھ کو بے دل کر دے ایسا کون ہے
یاد مجھ کو انتم الا علون ہے

⊙

عامل ہے ہوا باغ کی معمول ہے مٹی
مٹی ہے کبھی پھول، کبھی پھول ہے مٹی

⊙

ہے جلوۂ مہر پرتوِ ماہ تو ہے
سینے میں تمہارے قلبِ آگاہ تو ہے
ظاہر جو نہیں ہے حامئ دین کوئی
بیدل کیوں ہو رہے ہو اللہ تو ہے

⊙

رخصت وہ ہوا جو آیا تھا، وہ جائے گا جو آیا ہے
حیرت ہو تو کیا صدمہ ہو تو کیا دنیا میں یہی ہوا آیا ہے

⊙

سینے پہ بحرِ حسن کے سونے کی چین ہے
سیمیں ہیں دو حباب طلائی یہ چھین ہے

⊙

زمانے میں مجھے خواہش نہ اس کی ہے نہ اس کی ہے
سرورِ طبع کو کافی فقط اک جامِ وہسکی ہے

حسب فرمائش اڈیٹر نظام المشائخ دہلی

کیونکر کہوں طریقِ عمل ان کا نیک ہے
جب عید میں بجائے سوتوں کے کیک ہے
مجبور ہوں مگر نہ ملوں ان سے کس طرح
اب تک وہ کہہ رہے ہیں کہ اللہ ایک ہے

⊙

اکبر کی صاف گوئی کو میں نے کیا پسند
کل کہہ رہے تھے بار میں اپنے کلیگ سے
اللہ سے لگائے رہیں لَو جنابِ شیخ
ہم نے تو دل کی لاگ لگائی ہے لیگ سے

⊙

موٹر سے نہ گردن کبھی اے یار نکالی
تو نے نہ مری حسرتِ دیدار نکالی

⊙

بت کدے میں جو ملکشا تھے وہ بالم ہو گئے
تھے جو کافر وہ حرم میں جانِ عالم ہو گئے
قصد یہ تھا کردوں اس مطلع کی شرحِ مختصر
لکھنے کو بیٹھا جو میں کالم کے کالم ہو گئے

⊙

شمشیر زن کو اب نئے سانچے میں ڈھالیے
شمشیر کو چھپایئے زن کو نکالیے

⊙

نقد و جنس انجمنِ قوم میں موجود نہیں
یاں تو نقشوں کی فقط خانہ پری ہوتی ہے

⊙

دارالاسلام اب تو شیدائے بتانِ غرب ہے
اب انھیں کے زیرِ سایہ ان کا دارالحرب ہے

◉

کشتِ دل کو نفع پہنچے اشک ایسی چیز ہے
دیدۂ گریاں پہ واٹر ٹیکس کی تجویز ہے

◉

نہیں اب شیخ صاحب کی وہ عادت
وضو کی اور مناجاتِ سحر کی
مگر ہاں چائے پی کر حسبِ دستور
تلاوت کرتے ہیں وہ پانیر کی

◉

جب نئے عشووں کے نقشے زیبِ ٹیبل ہو گئے
بیسیوں بندے خدا کے آنریبل ہو گئے

◉

ہمارے شیخ شرعی زندگی بے سود کاٹیں گے
مرے ویلفیئر میں بھی انٹرسٹ اب وہ نہیں لیتے

◉

اب کہاں نشو و نما پائے نہالِ معنی
کس زمیں پر دلِ پر جوش کی بدلی برسے
بزمِ حافظ ہے نہ میدان ہے فردوسی کا
قوم کو کام ہے باضابطہ لٹریچر سے

◉

اس بت کی محبت نے چھڑایا ہمیں سب سے
باقی رہی الفت نہ عجم سے، نہ عرب سے

◉

لطفِ امروز اور ہے اور فکرِ فردا اور ہے
راہِ دنیا اور ہے اور راہِ عقبیٰ اور ہے
نوجوانوں سے بزرگوں کو نہ کیوں ہو اختلاف
چشمِ بینا اور ہے چشمِ تماشا اور ہے

◉

بادہ و رندی کا ذکر اب شعر میں بے سود ہے
کیا ضرورت نقل کی جب اصل ہی موجود ہے

◉

ابھرا ہے رنگِ سودا دیوانگی ہری ہے
ہے جوشِ موسمِ گل جو پھول ہے، پری ہے
شمع اور پتنگ سے ہے ہر صبح وعظِ عبرت
یہ بھی مرے پڑے ہیں وہ بھی بجھی دھری ہے

◉

کعبے میں جلوہ گر وہی، دیر میں مستقر وہی
لیتے ہیں ہم خدا کا نام کہتے ہیں رام رام بھی

بولی وہ مس کی شیخ جی پہلے مرے حریف تھے
اب سمجھ ان کو آ گئی دوست بھی ہیں غلام بھی

⊙

مہمان فلک کہاں سکون پاتا ہے
آسودہ جو ہیں انھیں بھی ٹہلاتا ہے
ہے ہضم کی فکر میں یہ نقل و حرکت
ظاہر یہ ہے کہ پیٹ دوڑاتا ہے

⊙

منظور اے دل ہماری عرضی ہوگی
اس وقت کہ جب خدا کی مرضی ہوگی
اس دورِ فنا میں ہوگی لیکن جو بات
وہ صرف برائے نام و فرضی ہوگی

⊙

بہتر یہی ہے پھیر لیں آنکھوں کو گائے سے
کیا فائدہ ہے روز کی اس ہائے ہائے سے

⊙

کمزوریوں کو روک دیں زوروں کو کیا کریں
مسلم رہے تو فوج کے گوروں کو کیا کریں

⊙

منہ بند ہو سکے گا مسلماں شریف کا
چسکا مگر نہ جائے گا صاحب سے بیف کا

⊙

دنیا ہی اب درست ہے قائم نہ دین ہے
زر کی طلب میں شیخ بھی کوڑی کا تین ہے

⊙

عاشقوں کے بھی معیّن ہو گئے ہیں اب حقوق
عہدِ انگریزی ہے یہ اے جان جاں شاہی گئی

⊙

بجا ہے جائے جو مٹ یونیورسٹی کے لیے
جنون قوم کو جائز ہے اس پری کے لیے

⊙

قائم یہی بوٹ اور موزا رکھیے
دل کو مشتاقِ مس ڈسوزا رکھیے
ان باتوں پہ معترض نہ ہوگا کوئی
پڑھیے جو نماز اور روزہ رکھیے

◉

نغمۂ قومی کا مطرب آج کل ہے ہرسٹی
تال ہے ذکرِ ترقی سم ہے یونیورسٹی
دین کی الفت دلوں سے ان کے یوں ہی گرمٹی
مسلم اُٹھ جائیں گے رہ جائے گی یونیورسٹی
ہے ضروری لیڈروں میں غیرت وتقویٰ ودیں
خود جوان میں نقص ہوتو ہے یہ اے اکبرپٹی

◉

فرق آیا رنگ و بو میں ہوا کو ترس گئے
ایسے بھنچے کہ ہند میں مسلم ابس گئے

◉

کالج و ٹیچر و حکام ہمہ در کارند
تا تو پا سے بکف آری و کنی عہدہ پری
طاعتِ حق بھی مگر شرط ہے روٹی جو ملے
شیخ سعدی نے کہا ہے کہ بغفلت نخوری

◉

دیکھ آئے قوم سنتے تھے جسے
چند لڑکے ہیں مشن اسکول کے

بار آور پارک میں یہ ہوں گے کیا
گملوں ہی پر رہ گئے ہیں پھول کے

⊙

ترقی ہو الٰہی شاہدِ مغرب کے جوبن کی
عجب خوش فعلیاں ہیں آج کل شیخ و برہمن کی
نہ چندہ ہے نہ بندہ ہے فقط مغرب کا خندا ہے
اگر چندے یہی حالت رہی شیخ و برہمن کی

⊙

کالج ہے دنیوی فوائد کے لیے
قائم ہے یہ ایسے ہی مقاصد کے لیے
مسجد میں یہاں جو مولوی صاحب ہیں
کپتان ہیں مذہبی قواعد کے لیے

⊙

کہتا ہوں تو تہمتِ حسد ہوتی ہے
خاموشی میں دل کو سخت کد ہوتی ہے
دنیا طلبی ضرور ہے انساں کو
لیکن ہر شے کی ایک حد ہوتی ہے

⊙

ایامِ شباب اور موسمِ گل تقویٰ کی یہاں کیا ہستی ہے
ہر عضوِ بدن ہے لذت جُو ہر قطرۂ خون میں مستی ہے

⊙

خیال آتا ہے اکثر اے خدا کیا ہونے والا ہے
قریب المرگ ہیں ہم پر بھی کوئی رونے والا ہے

⊙

جس کو خدا سعید کرے وہ سعید ہے
روزے ہوئے ہوں جس کے قبول اس کی عید ہے

⊙

قوم کیسی کس کو اب اردو زباں کی فکر ہے
غم غلط کرنا ہے بس اور آب وناں کی فکر ہے
ایک پر اجماعِ اکثر کا بہت مشکل ہے اب
سب ہیں مضطر اپنے منہ مٹھو میاں کی فکر ہے
ہو نہیں سکتی مرتب کوئی بزمِ سامعیں
ہر زباں کو ایک تازہ داستاں کی فکر ہے

⊙

عزم کر تقلیدِ مغرب کا ہنر کے زور سے
لطف کیا ہے لد لیے موٹر پہ زر کے زور سے

غیر ملکوں میں ہنر کو سیکھ تکلیفیں اٹھا
روکتے ہیں وہ اگر اپنے اثر کے زور سے
نسخۂ امنت بالمغرب سے چمکے نیچری
بابوؤں کا کام نکلا شور و شر کے زور سے
نغمۂ شب پر حریفوں کو نہایت ناز ہے
وہ نہیں واقف مری آہِ سحر کے زور سے

⊙

کالج بنا عمارتِ فخر النسا بنی
شکرِ خدا کہ مل گئے آخر بنا بنی
بے پردگی کی ہو نہ یہ در پردہ اک بنا
جن کو یہ ڈر ہے ان کی تو جانوں پہ آ بنی
لیکن نگاہِ نبض شناسانِ وقت میں
امراضِ قوم کے لیے عمدہ دوا بنی

⊙

طلب اپنی نہ بڑھنے دو ضروری رزق کی حد سے
بچائے گی قناعت تیری تجھ کو کفر کی زد سے

⊙

دم تم میں ہے خدا ہی کی حمد و سپاس سے
دینِ خدا جدا نہ کرو اپنے پاس سے

عہدے جو سو پچاس کو اچھے ملے تو کیا
قائم نہ ہوگی قوم کبھی سو پچاس سے

⦿

کیوں خدا کے باب میں بحثوں کی اتنی دھوم ہے
ہست میں شبہ نہیں ہے، چیست نا معلوم ہے
اس تغیر پر بھی ہے ذہنوں میں قائم کوئی چیز
اور وہ کیا ہے فقط یا حی یا قیوم ہے

⦿

گئے وہ دن کہ ہم سب سے بڑے تھے، ہم سے سب کم تھے
ہمیں اب کچھ نہیں ہیں، اک زمانے میں ہمیں ہم تھے

⦿

مسجدیں سنسان ہیں اور کالجوں کی دھوم ہے
مسئلہ قومی ترقی کا مجھے معلوم ہے

⦿

روح کا پہچاننا سب سے بڑا سائنس ہے
اس لیے ہادیٔ دیں مطلوب جن وانس ہے

⦿

موسمِ گل میں خبر شورِ عنادل کی کہی
خوش رہے بادِ صبا اس نے مرے دل کی کہی

⦿

اشعارِ غیر سے تو مجھے کم سند ملی
من گفتم و محاورہ شد سے مدد ملی

⦿

عشاق وقتِ مرگ قریں کیوں ہوں یاس سے
خوش ہیں، نجات مل گئی بارِ حواس سے

⦿

یہ کیا تم نے کہا اب کوئی ملجا ہے نہ ماویٰ ہے
خدا کے فضل سے بھائی علی گڑھ ہے، اٹاوہ ہے

⦿

ذوقِ لقائے حق سے دل کو تمہارے بھر دے
باطن کی ہے یہ خوبی مشتاقِ مرگ کر دے

⦿

ہو خیر یا رب اکبرِ آشفتہ حال کی
سرجن رقیب اور دوا اسپتال کی

⦿

دل میں قوت ہے کچھ نہ جان میں ہے
زندگی اب فقط زبان میں ہے

⊙

جانتا ہوں ہو رہا ہے جو نہ ہونا چاہیے
بحث یہ ہے کب تلک اس غم میں رونا چاہیے

⊙

اظہارِ مصیبت میں اکبرؔ تجھے کیوں کد ہے
اب بہرِ خدا چپ ہو رونے کی بھی اک حد ہے

⊙

جنہیں نہیں فکر آخرت کی، یہ بن سنور کر ادھر گئی ہے
اسی سبب سے عروسِ دنیا مری نظر سے اتر گئی ہے

⊙

اظہار اس معنیِ نازک کا الفاظ کی حد سے باہر ہے
ہر پھر کے سمجھ ہے گرد اس کے جو حدِ خرد سے باہر ہے

⊙

اک شاعری وہ ہے جسے فطرت سے میل ہے
اک شاعری وہ ہے جو اکھاڑے کا کھیل ہے
دونوں ہیں گو کہ اپنی جگہ مستحقِ داد
منزل سے اس کو کام ہے، اس کو کلیل ہے

⊙

گلِ تصویر کس خوبی سے گلشن میں لگایا ہے
مرے صیاد نے بلبل کو بھی اُلّو بنایا ہے

⊙

تعلیم ہے لڑکوں کی کہ اک دامِ بلا ہے
اے کاش کہ اس عہد میں ہم باپ نہ ہوتے
یہ آپ کی برکت ہے کہ پیچیدگیاں ہیں
بہتر تھا کمیٹی میں اگر آپ نہ ہوتے

⊙

یہ جو ہنگامۂ تزئینِ عیش و کامرانی ہے
تماشا غافلوں کا آج ہے کل اک کہانی ہے

⊙

مداحوں کو خوش ہو کے تو کیا دیکھ رہا ہے
جو حالتِ اصلی ہے خدا دیکھ رہا ہے

⊙

بانیِ طرزِ نو کے طریقوں کے متبع
خلق نکو نہ چھوڑیں گے اولاد کے لیے
البتہ ان بلاؤں سے جن کے لیے ہے سعی
کچھ جال چھوڑ جائیں گے صیاد کے لیے

⊙

ہم اظہارِ خودی سے کوئی دم ساکت نہیں ہوتے
مگر جب غور کرتے ہیں تو خود ثابت نہیں ہوتے

⊙

خدا کے باب میں منطق کو پھر کیوں یہ تگاپو ہے
جہاں عشوے ہیں فطرت کے فقط اور عالمِ ہُو ہے

⊙

گردوں کا نہ کر شکوہ اچھی نہیں خود غرضی
ہر حال میں پڑھ الحمدُ للہ کی جو مرضی
اکؔبر نے کہا واپس لیتا ہوں میں ہر خواہش
الحمد رہے. قائم منظور ہو یہ عرضی

⊙

زندگی ہی میں بتدریج ہیں مرتے جاتے
وقت کے ساتھ ہی ہم بھی ہیں گزرتے جاتے

⊙

ہم میں وہ خوبی و نکوئی نہ رہی
پاکیزگی و خجستہ خوئی نہ رہی
تعلیم جدید سے ہوا کیا حاصل
ہاں کفر کے ساتھ جنگجوئی نہ رہی

⊙

نئی نئی لگ رہی ہیں آنچیں یہ قوم بے کس پگھل رہی ہے
نہ مشرقی ہے، نہ مغربی ہے، عجیب سانچے میں ڈھل رہی ہے

⊙

شکلیں جو بن گئی ہیں ذرّوں کا میل ہے
جھگڑے جو ہو رہے ہیں یہ فطرت کا کھیل ہے
اس روشنی میں خاک ہو نشو ونمائے شیخ
زیتون کا نہیں ہے یہ مٹی کا تیل ہے

⊙

موجودہ ترقی سے خوشی کیوں نہ ہو پیدا
امید کے انجن کا بھپارا بھی بہت ہے
خوش ہیں قلمی وعدوں پہ جو ڈوب رہے ہیں
ان کے لیے تنکے کا سہارا بھی بہت ہے

⊙

میں بہت اچھا ہوں جی ہاں قدر دانی آپ کی
غیر پر پھر کیوں ہے اتنی مہربانی آپ کی

⊙

اوکھیاں میں نے سنائی تھی حریفوں کو فقط
شیخ کیوں کود پڑے ان کو خجالت کیا تھا

شیخ بولے کہ میاں یہ تو بتاؤ ہم سے
تم کو اس دیس میں پشتوں کی ضرورت کیا تھا

⊙

مری سمجھ سے ہے باہر محیطِ بے مرکز
ترقیاں ہوئیں کس کی جو قوم ہی نہ رہی
تمام قوم اڈیٹر بنی ہے یا لیڈر
سبب یہ ہے کہ کوئی اور دل لگی نہ رہی

⊙

چھائی جاتی ہے مرے دل پہ اداسی کیسی
ہم نشیں ہے یہ بڑی بات ذرا سی کیسی
کیا ملے دادِ سخن بنگلہ نشینوں سے مجھے
وہ سمجھتے ہی نہیں قدر شناسی کیسی

⊙

قرآن کو زبان سے دل میں اتاریے
علمی نمود چھوڑ عمل کو سنواریے
چشم و زباں میں کیجیے پیدا اثر جناب
بعد اس کے بندگانِ خدا کو پکاریے

◉

انگریز خوش ہے مالکِ ایروپلین ہے
ہندو مگن ہے اس کا بڑا لین دین ہے
بس اک ہمیں ہیں ڈھول میں پول اور خدا کا نام
بسکٹ کا صرف چور ہے لیمنڈ کا پھین ہے

◉

حامیٔ صبر و طاعت حیران و مضمحل ہیں
طمّاع غافلوں کی مضبوط پارٹی ہے
رحمان کے فرشتے گو ہیں بہت مقدس
شیطان ہی کی جانب لیکن مجارٹی ہے

◉

ضرورت کچھ نہ تھی اس کی کہ آپس میں بھی ہو جائے
سلام و رحمۃ اللہ کی جگہ گڈ نائٹ اور گڈ ڈے
حیاتِ مذہبی سے بھاگنا تھا کھیل گڑیوں کا
کہاں کی قوم ہاں کچھ بن گئے ہیں نازنیں گڈے

◉

بعدِ مردن کچھ نہیں یہ فلسفہ مردود ہے
قوم ہی کو دیکھیے مردہ ہے اور موجود ہے

شیخِ کالج چاہیے دیں دار اور صاحب اثر
ورنہ کیسا ہی ہو عمدہ کورس وہ بے سود ہے

⊙

مجھ سے ہے عذر غیر کو کونسل کا ووٹ ہے
واللہ اس ستم کی مرے دل پہ چوٹ ہے
ترکیبِ صلح کل نہ نبھی دل پہ چوٹ ہے
سب سے بچے تو لیجیے کونسل کا ووٹ ہے

⊙

ٹے ٹنک ٹکڑے ہوا ٹکرا کے آئس برگ سے
دب گیا سائنس بھی آخر پیامِ مرگ سے

⊙

وہ دِلی احباب وہ مسجد کے ساتھی اب کہاں
دشمنوں کے دشمنوں سے گپ اڑایا کیجیے
ٹھیکہ داروں نے کیا نیلام قومی روح کو
چھاؤنی میں اب فقط روٹی کمایا کیجیے
مر رہا ہوں مجھ کو بد خواہی کی قوت ہی نہیں
خیر خواہی آپ ہی ہر دم جتایا کیجیے
عیش کا بھی ذوق، دیں داری کی شہرت کا بھی شوق
آپ میوزک ہال میں قرآن گایا کیجیے

⦿

گناہوں سے نہ باز آئے گی اور بستی سے بھاگے گی
جہنم سے سوا طاعون سے یہ قوم ڈرتی ہے

⦿

لندن سے دہلی آئے ہیں دس یوم کے لیے
یہ زحمتیں اٹھائیں فقط قوم کے لیے

⦿

دیکھ حضور جارج ہیں کیسے خدا پرست
گرجا میں سر جھکا ہے دسمبر ہو یا اگست
رکھتا نہیں نماز سے تو اپنے دل کو گرم
اے مدعیِ دینِ خدا شرم شرم شرم
بابو گریجویٹ ہیں کالی کے ساتھ ہیں
اک آپ ہیں کہ ہوٹلوں والی کے ساتھ ہیں
بڑھتا رہا جو طاعت و مسجد سے یونہی بیر
کچھ خاک میں ملیں گے تو کچھ ہوں گے جزوِ غیر
کہتے ہو تم جو we تو انھیں آتی ہے ہنسی
یعنی زبانِ شوق غلط لفظ میں پھنسی
we کا پتہ کہاں ہے وہ کتنے ہیں، کون ہیں
مرکز سے ہیں جدا نہ سوا ہیں نہ پون ہیں

آنر کے ساتھ نامِ گرامی بھی لکھ گیا
لیکن ادھر سے خطِ غلامی بھی لکھ گیا

موقع کا ہے خیال نہ اب کانشنس ہے
ارشاد ہو غلط بھی تو اس کا ڈفنس ہے

ارشادِ لاجواب تو قرآن ہی کا ہے
قانونِ بے مثال تو رحمان ہی کا ہے

وقعت تمہاری شاہ کی منزل میں کچھ نہیں
کاغذ پہ اعتراف مگر دل میں کچھ نہیں

نقلی کمیٹیوں میں نہ دل ہے نہ دین ہے
یہ پانیر پری کی فقط اک مشین ہے

اک دل لگی ہے کانگرس ہو کہ لیگ ہو
ذاتی ہے اک نمود جو کوئی علیگ ہو

طاعت سے نیکیاں ہیں تو نیکی سے عزتیں
شبہے کی کوئی بات نہیں اس اصول میں

وقعت مگر محال ہے مسجد کو چھوڑ کر
ممکن نہیں کہ پایئے پھل جڑ کو توڑ کر

اک برگِ گل کہے گا کہ ہم گل کے جزو ہیں
تم خود کو کیا کہو گے کہ کس کل کے جزو ہیں

لاٹھی بھلی ملی ہو اگر اس کی رگ سے رگ
بیکار توپ جس کے ہوں پرزے الگ الگ

پھل پھول پتیوں پہ ہے تیری نظر نثار
جڑ پر نظر نہیں ہے کہ جس کی ہے سب بہار

گھر چھوڑ چھاڑ کر جو بغل چاپ بن گئے
کانٹوں میں اب پھنسو کہ مٹن چاپ بن گئے

مانوں گا میں یہ بات کہ مجبوریاں بھی ہیں
پر بالارادہ دین سے کچھ دوریاں بھی ہیں

کلفت اسی کی مجھ کو ہے ہر آن ہر نفس
لاکھوں کی سدِّ راہ ہے دس بیس کی ہوس

گو اپنے ساتھ آپ کا ہُرّا نہ لے گیا
اکبر مگر خدا کی گواہی تو دے گیا

عاصی ہوں میں فقط یہ تقاضائے 'میوز' ہے
یاروں سے التجائے 'پلیز ایکسکیوز' ہے

ضمیمہ متفرقات

اے اکبر ہمارے دل کا تڑپانا نہیں آتا
کہ جس کو علم تو آتا ہے، شرمانا نہیں آتا

⊙

رنگ ہی کچھ اور اب تو روز شب کا ہو گیا
جس طرف دیکھو دگرگوں حال سب کا ہو گیا
اس تغیر سے مگر اس کو نہیں پہنچا ضرر
انقلاب آیا بھی اکبر پر تُو رب کا ہو گیا

⊙

بہت دشوار ہے مسلم کو قومی پیشوا بننا
مصیبت جھیلنا اور ہادیٔ راہِ خدا بننا
مشینوں سے لپٹ کر اس قدر البتہ ممکن ہے
بباطن خود گھٹنا اور بہ ظاہر رہنما بننا

⊙

جب ایسی قوم ہے تو پیشوا بھی اس کے ایسے ہیں
مثل سچ ہے کہ جیسی روح ہے ویسے فرشتے ہیں

⊙

جو حکم واعتصموا ہم کو ہے بحبل اللہ
بتایئے کہ کہاں ہے وہ حبل عالم میں
ادب میں دین کے اور مسجدوں کی صف میں ہے
کہ لیگ میں ہے وہ اور پانیر کے کالم میں

⊙

اسبابِ طرب یہاں وہاں سے لائیں
ہر طرح کا فرنیچر دکاں سے لائیں
قائم نہ رہے ادب تو کیا اس کا علاج
انگریز کا رعب ہم کہاں سے لائیں

⊙

بگڑ جائے گی میری اس بت کی اک دن
الی اصد یرجع کلی شئً

⊙

بدن میں روح آجاتی ہے جب بے گوری رنگت کے
تو بے انگلش پڑھے روزی بھی مل سکتی ہے نیٹو کو

بلینک ورس یعنی بلا قافیہ

اجسام کے فنون کا کرتے ہیں خود عمل
اجرام کے علوم کا دیتے ہیں ہم کو درس
ہوتا ہوں معترض تو وہ کہتے ہیں واہ واہ
میں نے تو کردیا ترا رتبہ بلند تر

از صحنِ خانہ تا بلبِ بام ازانِ من
وز بامِ خانہ تا بہ ثریا ازانِ تو

خود فنِ حرب سیکھ رہے ہیں پریڈ پر
میرے لیے چمن میں شٹل کاک کا ہے کھیل
اظہارِ ناخوشی پہ وہ فرماتے ہیں کہ دیکھ
تیرا ہی مشغلہ ہے بہت صاف و بے ضرر
آں اشترِ ضعیف و لکدزن ازانِ من
واں گربۂ مصاحبِ بابا ازانِ تو

ضمیمۂ غزل

عبث بالکل ہے حالِ دل کسی سے آج کل کہنا
بہت جوشِ طبیعت ہو تو جائز ہے غزل کہنا
فقط تعمیرِ کالج پر میں پھولوں یہ نہیں ممکن
مبارک آپ ہی لوگوں کو ہو پتی کو پھل کہنا

⊙

طامع کو گدا پایا قانع کو غنی دیکھا
اوروں کی نہیں کہتے ہم نے تو یہی دیکھا
عقدے بھی کھلے تجھ سے منظر بھی نظر آئے
آنکھیں بھی کبھی کھولیں دل کو بھی کبھی دیکھا

⊙

سازِ قومی پر جو ظاہر ان کا ایما ہوگیا
جو مخالف تھا وہ اپنے سر میں دھیما ہوگیا

پیش تو میں نے بھی دل کو کر دیا بہرِ کباب
تھا عدو چالاک تر بالکل ہی قیما ہوگیا

ہے تلوّن میں مرا آئینہ رو ہم رنگِ چرخ
مہرِ طلعت دن کو، شب کو ماہِ سیما ہوگیا

عشقِ قومی میں بھی خطرہ ہے ہلاکت کا مجھے
لیڈروں کے مشورے سے جانِ بیما ہوگیا

⊙

جب یاس ہوئی تو آہوں نے سینے سے نکلنا چھوڑ دیا
اب خشک مزاج آنکھیں بھی ہوئیں دل نے بھی مچلنا چھوڑ دیا

ناوک فگنی سے ظالم کی جنگل میں ہے اک سناٹا سا
مرغانِ خوش الحاں ہوگئے چپ آہو نے اچھلنا چھوڑ دیا

کیوں کبر و غرور اس دور پہ ہے کیوں دوست فلک کو سمجھا ہے
گردش سے یہ اپنی باز آیا یا رنگ بدلنا چھوڑ دیا

بدلی وہ ہوا، گزرا وہ سماں، وہ راہ نہیں، وہ لوگ نہیں
تفریح کہاں اور سیر کجا گھر سے بھی نکلنا چھوڑ دیا

وہ سوز و گداز اس محفل میں باقی نہ رہا اندھیر ہوا
پروانوں نے جلنا چھوڑ دیا، شمعوں نے پگھلنا چھوڑ دیا

ہر گام پہ چند آنکھیں نگراں، ہر موڑ پہ اک لیسنس طلب
اس پارک میں آخر اے اکبر میں نے تو ٹہلنا چھوڑ دیا

کیا دین کو قوت دیں یہ جواں جب حوصلہ افزا کوئی نہیں
کیا ہوش سنبھالیں یہ لڑکے خود اس نے سنبھلنا چھوڑ دیا

اقبال مساعد جب نہ رہا رکھے یہ قدم جس منزل میں
اشجار سے سایہ دور ہوا چشموں نے ابلنا چھوڑ دیا

اللہ کی رہ اب تک ہے کھلی آثار و نشاں سب قائم ہیں
اللہ کے بندوں نے لیکن اس راہ میں چلنا چھوڑ دیا

جب سر میں ہوائے طاعت تھی سرسبز شجر امید کا تھا
جب صرصرِ عصیاں چلنے لگی اس پیڑ نے پھلنا چھوڑ دیا

اس حور لقا کو گھر لائے ہو تم کو مبارک اے اکبر
لیکن یہ قیامت کی تم نے گھر سے جو نکلنا چھوڑ دیا

⊙

جوابِ شیخ میں یہ تو کبھی کہا جاتا
کہ وعظ ٹھیک ہے لیکن نہیں رہا جاتا
طمع نے دین کو کھویا جو ہوتے ہم قانع
کبھی نہ ہاتھ سے یہ دُرِّ بے بہا جاتا

میں پوچھوں کیوں مرے مرنے پہ لوگ کہتے ہیں کیا
یہ کیا یقین کہ ہے کچھ نہ کچھ کہا جاتا
امیدِ وصل جو ہوتی نہ جانفزا اکبؔر
بھلا یہ صدمۂ فرقت کبھی سہا جاتا

◉

ترا دل تو ہمیشہ امرِ خاطر خواہ چاہے گا
مگر ہوگا وہی اکبؔر کہ جو اللہ چاہے گا
غزل سنی ہوا اکبؔر کی تو اس کو عذر ہی کیا ہے
مگر ہر شعر پر وہ انجمن میں واہ چاہے گا

◉

کیسے وعدے تھے یہ اس دن کے سرِ راہ جناب
آپ سے پھر نہ ملاقات ہوئی واہ جناب
میرے اشعار پہ کہتے ہیں بہت واہ جناب
نہیں کرتے مگر افزائشِ تنخواہ جناب
ابھی سو تک نہیں پہنچی مری تنخواہ جناب
آپ مجھ کو نہ کہا کیجیے للہ جناب
ووٹ بازی کے سوا رکھا ہی کیا ہے اس میں
ممبری کے لیے کرتے ہیں عبث آہ جناب

بنتے جاتے ہیں غبارا وہ نئی روشنی کے
ہو ہی جائیں گے ثریا حشم و ماہ جناب

⊙

سامنا اک نگہِ ناز کا ہے جان کی خیر
مہرباں اک بتِ عیّار ہے ایمان کی خیر
یہ تو زینت ہے کہ پہنے ہیں جڑاؤ بالے
یہ قیامت ہے کہ اللہ مرے کان کی خیر
گوشۂ دامنِ لیلیٰ بھی ہے تر اشکوں سے
ہم یہی کہتے تھے مجنوں کے گریبان کی خیر
ٹھن گئی آج یہی دل میں کہ پہنچوں ان تک
یا مری خیر نہیں یا نہیں دربان کی خیر
ناز سے دامن اٹھاتی تھی جو اپنا لیلےٰ
زیرِ لب کہتی تھی مجنوں کے گریبان کی خیر
آپ کے ناوکِ غمزہ کی توجہ ہو جدھر
موت ہے دل کی منائے جو کوئی جان کی خیر
ادبِ سبحہ و زنار اٹھا جاتا ہے
خیر ہندو کی نہ اب ہے نہ مسلمان کی خیر
تُرکِ شیراز سے خوش تر ہیں بتانِ مغرب
ظاہرا اب نظر آتی نہیں ایران کی خیر

دلگی دین کی باتوں میں عیاذاً باللہ
شیخ لاحول پڑھیں تم پہ تو شیطان کی خیر

اس نے میدان میں سر دے کے کیا قوم کا نام
آپ بنگلے میں منایا ہی کیے جان کی خیر

پارٹی کچھ بھی نہیں جب نہ ہو ذوقِ طاعت
قوم کی خیر نہیں جب نہیں ایمان کی خیر

اس مسِ برقِ کلیسا کا ہے لکچر اکبر
آج تو علم بھی مانگے گا مسلمان کی خبر

⊙

مزا آتا ہے گردوں کو مجھے بے چین رکھنے میں
مصائب جان دیتے ہیں مرے حس کی ذکاوت پر

جمالِ لم یزل کی معرفت کیونکر میسر ہو
کہ حس غالب ہے فانی انقلابوں کا طبیعت پر

یہ غیرت دیکھیے ضبطِ فغاں ہے اس لیے مجھ کو
کہیں ناز اں نہ ہو تکلیف میری اپنی شدت پر

⊙

کس طرح پردے میں رہے اے شیخ عورت اک طرف
سارے خیالات ایک طرف، ملکی ضرورت ایک طرف

مشرق کے واعظ اک طرف' مغرب کی زینت اک طرف
عقلی دلیلیں اک طرف اور دل کی رغبت اک طرف
اسپنسر و مل کے ورق ہیں کس قیامت کے سبب
گُل توپ خانہ اک طرف' بابو کی جرأت اک طرف
اکبؔر درِ بت خانہ پر ایسا جما ٹلتا نہیں
ساری خدائی اک طرف اس بت کی صورت اک طرف
ذکرِ خدا' یادِ اجل کافی ہیں اس کے واسطے
میدانِ آخر اک طرف' اکبؔر کی ہمت اک طرف

⊙

ہمیں گھیرے ہوئے ہیں ہر طرف اصلاح کی موجیں
مگر یہ حس نہیں ہے ڈوبتے ہیں یا ابھرتے ہیں
مرا یہ شعر اکبؔر ایک دفتر ہے معانی کا
کوئی سمجھے نہ سمجھے ہم تو سب کچھ کہہ گزرتے ہیں

⊙

معنی کا حس نہیں تو ترے دل میں کچھ نہیں
لیلیٰ اگر نہیں ہے تو محمل میں کچھ نہیں
کارِ جہاں کو دیکھ لیا میں نے غور سے
اک دلگی ہے سعی میں' حاصل میں کچھ نہیں

اے آفتاب خضرِ رہِ معرفت ہے تو
اتنے ستارے اور تری محفل میں کچھ نہیں

لیتے ہیں لوگ اپنی دلی بات کے مزے
میرا مزا یہ ہے کہ میرے دل میں کچھ نہیں

ان کی سنو خدا نے کہا جن سے صاف صاف
اوہام کے فسانۂ باطل میں کچھ نہیں

افسانہ حسنِ گل کا بڑی چیز ہے حضور
کہتے ہیں آپ شور عنادل میں کچھ نہیں

اسپیچِ مذہبی میں بھی یکتا ہیں شیخِ کمپ
لیکن یہ سب زبان پہ ہے دل میں کچھ نہیں

حلوا کھلایا شیخ نے اور وعظ بھی کہا
حلوا تو پیٹ میں ہے مگر دل میں کچھ نہیں

دل کش بہت ہے افعیِ گیسوئے اختلاف
کونسل سے یوں کہوں کہ ترے بل میں کچھ نہیں

⦿

مٹاتے ہیں جو وہ ہم کو تو اپنا کام کرتے ہیں
مجھے حیرت تو ان پر ہے جو اس مٹنے پہ مرتے ہیں

⊙

جس طرف اٹھ گئی ہیں آہیں ہیں
چشمِ بددُور کیا نگاہیں ہیں
ذرّہ ذرّہ ہے خضرِ شوق تو ہو
چلنے والے کو لاکھ راہیں ہیں

⊙

لطف چاہو اک بتِ نوخیز کو راضی کرو
نوکری چاہو کسی انگریز کو راضی کرو
لیڈری چاہو تو لفظِ قوم ہے مہماں نواز
گپ نویسوں کو اور اہلِ میز کو راضی کرو
طاعت و امن و سکوں کا دل کو لیکن ہو جو شوق
صبر پر طبعِ ہوس انگیز کو راضی کرو
زق زق و بق بق میں دنیا کے نہ ہو اکبرؔ شریک
چپ ہی رہنے پر زبانِ تیز کو راضی کرو

⊙

اتنی رغبت دل کی جب مے کی طرف ہے پی نہ لو
مدرسہ مانع نہیں مسجد کا نوٹس ہی نہ لو
دم نکل جانے کا اندیشہ تو ہے مجھ کو مگر
نزع میں تم ہو تو میں کیونکر کہوں ہچکی نہ لو

بوسہ و سنبوسہ ارزاں بک رہے ہیں دیر میں
ہے کوئی جس سے کہوں یہ بھی نہ لو وہ بھی نہ لو

⊙

دل ترا ہو کہ نہ ہو ہوشربا راز کے ساتھ
صورِ سرمد تو ازل سے ہے اسی ساز کے ساتھ
کیا وہ خواہش کہ جسے دل بھی سمجھتا ہو حقیر
آرزو وہ ہے جو سینے میں رہے ناز کے ساتھ
گردشِ چرخ بدل دیتی ہے دنیا کے طریق
ہو ہی جاتے ہیں سب اس شعبدہ پرداز کے ساتھ
ہاں عطا کی ہے جنھیں چشمِ بصیرت حق نے
ان کے کان اب بھی ہیں قرآن کی آواز کے ساتھ
اس گلستاں میں نہیں کوئی ہوا خواہ مرا
سب کی سازش ہے اسی نرگسِ غماز کے ساتھ
پر شکستہ ہوں قفس میں نہ رہا ذوقِ چمن
ولولے دل کے گئے قوتِ پرواز کے ساتھ
دلِ رنگیں کے ابھرنے میں تصنع کیسا
فصلِ گل آتی ہے سامانِ خدا ساز کے ساتھ
سعی پر اپنی بہت فخر نہ کر اے اکبر
طے منزل بھی ہے مشروط تگ و تاز کے ساتھ

نیچری سے کوئی الحاد کی پوچھے ترکیب
دین چھوڑا ہے تو کس ٹھاٹھ کس اعزاز کے ساتھ
پارٹی بندی میں ہوتا ہے یہی اے اکبرؔ
کیا تعجب ہے نظر آئیں جو گدھ باز کے ساتھ

⦿

خدا کے کام دیکھو بعد کیا ہے اور کیا پہلے
نظر آتا ہے مجھ کو بدر سے غارِ حرا پہلے
نہ رکھے گا خدا بیگانہ تجھ کو نورِ باطن سے
مگر لازم ہے پیدا کر دلِ حق آشنا پہلے
تری تعلیم جو کچھ ہو ہمارا تو سبق یہ ہے
یہ سب فانی' خدا باقی' خودی پیچھے' خدا پہلے

⦿

غیر کی حسرت نکلنے دیجیے
خیر میرے دل کو جلنے دیجیے
پارک میں کیا جاؤں ہے وقتِ نماز
بابو صاحب کو ٹہلنے دیجیے

⦿

طفلِ دل کو الفتِ زلفِ بتاں اک کھیل ہے
خیر ہو ایماں کی یارب کافروں سے میل ہے

مغربی چکر میں تفرّ یحیں بھی ہیں ایذا کے ساتھ
امتیاز اس کا ہے مشکل پارک ہے یا جیل ہے
برکتیں ساکت، سعادت دم بخود، مذہب خموش
دل دعا سے بے خبر تدبیر ہی سے میل ہے
کہتے ہیں راہِ ترقی میں ہمارے نوجواں
خضر کی حاجت نہیں ہم کو جہاں تک ریل ہے

⊙

وضع بدلی، گھر کو چھوڑا، کاغذوں میں چھپ گئے
چند روزہ کھیل تھا آخر کو سب مر کھپ گئے
مِٹ گئے نقش و نگارِ دیرِ فانی کے مرید
نام انھیں کا رہ گیا روشن، جو ہر کو جپ گئے
دل کا ٹکڑا تو رہا باقی پئے راہِ خدا
ریل میں کیا غم جو اکبر کھیت تیرے نپ گئے

⊙

دلوں کو لذّتِ معنی کا اب حس ہی نہیں باقی
جسے دیکھو قتیلِ صورتِ دنیائے فانی ہے
حدیثِ آرزوئے قربِ باری پر نظر کس کی
خدا اک لفظ ہے اور شوقِ موسیٰ اک کہانی ہے

ہوائے وادیٔ ایمن کہاں اب گلشنِ دل میں
نہ وہ ارنی کا خرم ہے نہ شوقِ لن ترانی ہے

معاذ اللہ، غفلت بار یاں یہ ابرِ مغرب کی
کوئی آلودۂ آز کوئی صرفِ جوانی ہے

مٹا دے اپنی ہستی اشتیاقِ حسن باقی میں
جو اے اکبر تجھے ذوقِ حیاتِ جاودانی ہے

⦿

آفتِ جاں ہے تجلّی آتشِ رخسار کی
خیر ہو یا رب نگاہِ شوقِ سہل انگار کی

مست کر دیتی ہے مجھ کو فصلِ گل میں بوئے گل
وجد میں لاتی ہے حالت سبزہ و اشجار کی

بھینی بھینی ہائے وہ نارنج کے پھولوں کی بو
جس پہ سو جانیں فدا ہوں طبلۂ عطار کی

قطرہ ہائے شبنمِ پاکیزہ پھولوں پر نہیں
سبز پریوں پر چمک ہے موتیوں کے ہار کی

ہر شگوفے پر تڑپ جاتی ہے طبعِ حسن دوست
پتّی پتّی پر نگاہیں ڈالتا ہوں پیار کی

ناچتا ہوں صحنِ گلشن میں ہوا کے ساتھ ساتھ
ہم نوائی چاہتا ہوں بلبلِ گلزار کی

مجھ کو دیوانہ بنا دیتا ہے فطرت کا جمال
عارضِ گل سے خبر ملتی ہے روئے یار کی
سر جھکا کر یاد کرلیتا ہوں اپنی موت کو
حاضری ہو جاتی ہے اللہ کے دربار کی
نکہتِ گل ہائے شاخِ گل میں یہ مستی کہاں
اور ہی خوشبو ہے کچھ تیرے گلے کے ہار کی

متعلق امورخاص

⊙

ڈاکٹر مینارڈ ہیں اپنے ہنر میں لاجواب
ہاتھ ان کا برق ہے، نشتر شعاعِ ماہتاب
ہفت سالہ تھا مرض دم بھر میں زائل ہوگیا
آنکھ روشن ہوگئی جاتا رہا سارا حجاب
پانچ ہی دن میں نہ پٹی تھی نہ بستر کی وہ قید
حسن کلکتہ تھا اور میری نگاہِ انتخاب
ڈاکٹر مینارڈ کو اللہ رکھے شاد کام
اور رہے خلقِ خدا ان کے ہنر سے فیض یاب

⊙

مدرسہِ الٰہیات خوب ہے کانپور میں
قوم کی سچ جو پوچھیے خدمتِ واقعی یہ ہے
حمدِ خدا کے غلغلے ہوں گے بلند اب یہاں
اس میں ذرا بھی شک نہیں دین کی بہتری یہ ہے
حضرتِ رعد کا یہاں جوش و خروش دیکھ کر
سب نے کہا یُسبحِ الرَّعد بِحَمُدِہٖ یہ ہے

⊙

عنبر فشاں ہوا ہے معطر مکان ہے
کیوڑے کا یہ عرق نہیں کیوڑے کی جان ہے
کیوڑہ بنے گا پندرہ قطروں سے اک گلاس
اس کی یہی ہے جانچ یہی امتحان ہے

⊙

صنعت صانع کو دیکھ اس روغنِ بادام میں
یاسمن کی روح پھونکی ہے تنِ بادام میں

تاریخ وفات والدۂ سیّد عشرت حسین ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۱۰ء ماہِ عید ۱۳۲۹ھ

مرا راحت رسان و محرمِ اسرار ما بودی
ہمیں تاریخ فوتت گفتہ ام غم خوار ما بودی

مادۂ تاریخ ولادت سیّد ہاشم سلمہ اللہ تعالیٰ

تیغِ فاتح
ظہورِ بدر

۱۸۹۹ع
۱۳۱۶ھ

مادۂ تاریخ ولادت سیّد عقیل سلمہ ابن سیّد عشرت حسین سلمہ

محمد عقیل ابن عشرت

۱۳۲۵ھ

تاریخ وفات جناب سیّد تفضل حسین صاحب پدر مصنف

چو شد واصلِ ذاتِ ربِ ذاتِ او
بجو سال تاریخش از ذاتِ رب

۱۳۰۳ھ

تاریخ وفات جناب سیّد ہادی علی صاحب رئیس و آنریری مجسٹریٹ الہ آباد

ان کے مرنے کا نہ کیوں ہو سب کو غم
سچ تو یہ ہے لاکھوں ہی میں ایک تھے

سنیے الہامی یہ تاریخِ وفات
میر ہادیؔ صلح جو تھے نیک تھے

۱۳۱۷ھ

ایضاً متفرق مصرعے

پاکیزہ سرشت صائب رائے
میر ہادی از جہاں مردانہ رفت
شد اہلِ بہشت میر ہادی

قطعات و مثنویات

⊙

مسلّم ہے جب سب کو الا قلیلا
تو ہر علم ہے ذہنِ انساں میں ڈھیلا
مگر مست کر جاتا ہے ہو کے پیدا
اسی فیضِ فطرت سے کوئی رسیلا
مذاہب کی مستی، حریفوں کی شوخی
رہے گی رچی یوں ہی دنیا کی لیلا

⊙

الا یا ایھا الساقی بدہ دو ٹے بہ محفلہا
کہ سیٹ آساں نمود اوّل ولے افتاد مشکلہا
رفیقاں ست و طاقت سلب و دولت صرف و دل بمیں
چرا افتی پئے نامے دریں گرداب مشکلہا
رہِ پیچیدہ سر حکومت بر تو نکشاید
مگر چوں مارِ کاہل حلقہ زن باشی دریں بلہا

عبث اے بے ہنر قربِ مشینِ مغربی خواہی
کہ جُز دودے ترا حاصل نمی گردد ازیں ملہا

حکومت پارلیمنٹی بنا شد اندریں کشور
ولے نیٹو بجنگ آید بہم از بہرِ کونسلہا

ہوس در سینہ می جوشد کہ جاں دہ اندریں منزل
خرد در گوش می گوید کہ بر بندید محملہا

زحرصِ ممبری نقصاں پذیرد قوت ملت
بجائے قوم آنر دخل یا بد بردرِ دلہا

چو ذوق خدمت ملک ست حاجت نیست با کونسل
بکن تحریر در اخبار و نطقے دہ بہ محفلہا

اگر جوشِ مضامیں ہست درِ طبعِ بلیغ تو
بگو افسا نہائے در دلِ در شکل نا دلہا

نمی گویم کہ موج شوق عزت ہست بے معنی
ہمی گویم نگہداریٔ کشتیہا و ساحل ہا

برآر از دل یکے دستِ دعا در حضرتِ باری
کہ تا بخشد دلت را امتیازِ حق و باطلہا

اگر حاکم کند ایما طلب کن ووٹ و خوش بنشیں
کہ سالک بے خبر بنود زِ راہ و رسمِ منزلہا

بوئے شہرت کا خر گزٹ زاں طرہ بکشاید
حریفاں مضطرب گردند و شور افتد بہ محفلہا
چو در کونسل رسی با صد ادب مشغولِ خدمت شو
متی ماتلق من تھوی دع الدنیا وامھلھا

⊙

بے سبب زیں لائبریریہا مرا اکراہ نیست
ہر کتابے را کہ بکشادیم بسم اللہ نیست
کورس راہر سال تغیرست و باہم اختلاف
اتحادِ معنوی راسوئے دلہاراہ نیست
از مذاقِ مشرقی، ہر طبع را بیگانگی
چیزے ازمغرب بدلہاہست وخاطرخواہ نیست
صف نشیناں چشم یاری میکنند از ہم دریغ
کودکاں را اندریں محفل جنونِ ماہ نیست
گشتہ ام مایوس ازیں اندازِ آغازِ شما
لا الٰہیت نمایاں ہست اِلا اللہ نیست
صورت مذہب کہ می سازند تحسیں میکنیم
معنیِ دیں را کہ می سوزند خلق آگاہ نیست

برائے رسالہ "زمانہ"

جو اڈورڈ نے چھوڑا شاہی کا چارج
ہوئے جلوہ آرا شہنشاہ جارج
خوشی ان کی ہے اور ان کا الم
دو دل ہو رہی ہے زبانِ قلم
قصیدہ کہے یا کہ نوحہ لکھے
کدھر رخ کرے، کیا کہے، کیا لکھے
لحد بھی ہے اور مسندِ جاہ بھی
مبارک سلامت بھی ہے آہ بھی
بڑے شور ایوانِ دولت میں ہیں
وہ تربت میں ہیں اور یہ حیرت میں ہیں
شہنشاہِ مرحوم تھے صلح جو
نئے امپرر ہیں بہت نیک خو
وفا و ادب سے ہے یاں رابطہ
ہماری دعا ہے یہ باضابطہ
خدا ان سے خوش ہو انھیں دے فروغ
بڑھیں نیک اور بد رہیں بے فروغ

رہے تختِ برطانیہ برقرار
رہے ہند یوں ہی اطاعت شعار
وہ سنبھلیں جو رہتے ہیں غفلت میں مست
یہاں تو ہے پہلے ہی سے دل شکست
بگڑتا ہے دنیا میں جو گھر بنا
مسلسل ہے رفتارِ موجِ فنا
خوشی کی بھی لیکن ہے پیہم نمود
بلا ہے تو نعمت کا بھی ہے ورود
ہمیں است آئینِ چرخِ کہن
چہ خوش گفت سعدیِ شیریں سخن
یکے را چو پایاں رسد دورِ عہد
جواں دولتے سربر آرد ز مہد

⊙

فرض عورت پر نہیں ہے چار دیواری کی قید
ہو اگر ضبطِ نظر کی اور خودداری کی قید
ہاں مگر خوداری و ضبطِ نظر آساں نہیں
منہ سے کہنا سہل ہے کرنا مگر آساں نہیں
تم میں وہ ضبطِ نظر ان میں وہ خودداری کہاں
رعبِ قومی مثلِ فاتح ملک پر طاری کہاں

اب رہی تعلیم کون اس امر کا مفتوں نہیں
بیبیوں پر مغربی سانچا مگر موزوں نہیں
یہ تو ظاہر ہے حریفِ شوخ کیوں رکنے لگا
شوق سے لیکن خرابی پر میں کیوں جھکنے لگا

⦿

چل بسے وہ جنھیں مقدور تھا خوداری کا
نہ وہ تقویٰ، نہ وہ تعلیم، نہ وہ دل کی امید
ولولے لے کے نکلنے لگے کالج کے جواں
شرمِ مشرق کے عدو شیوۂ مغرب کے شہید
ئے انداز عبادت ہیں، نئی صورتِ عیش
رمضاں ساعت کرکٹ ہے تھیٹر میں ہے عید
نئی تہذیب، نئی راہ، نیا رنگِ جہاں
دورِ گردوں کی کہاں تک کوئی کرتا تردید
بحث میں آہی گیا فلسفۂ شرم و حجاب
زہرہ ممبر ہوئیں ووٹر تھے جنابِ خورشید
دبی آواز کہا بھی جو کسی نے کہ جناب
کچھ مناسب نہیں اس وقت میں ایسی تمہید
شیخ صاحب ہی کا ہے بزم میں کیا رعب و وقار
کہ خواتین کو پبلک میں ہو وقعت کی امید

نعرے تحقیر کے اس پر ہوئے یاروں میں بلند
لڑکیاں بول اٹھیں خود بہ طریقِ تائید
جب حکومت نہیں باقی تو یہ غمزے کیسے
کون کونے میں کرے بیٹھ کے مٹی کو پلید
تم نے شلوار کو پتلون سے بدلا اے شیخ
پھر مرے واسطے محرم رہے کیوں حبلِ ورید
خود تو گٹ پٹ کے لیے جان دیے دیتے ہو
ہم سے کہتے ہو کہ پڑھ بیٹھ کے قرآن مجید
لال جب خود ہی کنیری کا ہوا ہے بندہ
تو یہ مینار ہے کیوں گوشۂ عزلت میں شہید
دولہا بھائی کی ہے یہ رائے نہایت عمدہ
ساتھ تعلیم کی تفریح کی حاجت ہے شدید
درِ نظارہ مقفل رہے کب تک ہم پر
کیوں نہ غنچوں کے لیے بادِ صبا کی ہو کلید
اکبر افسردہ شد از گرمیِ ایں طرزِ سخن
شیخ بگریخت و در صومعۂ خویش خزید
کھل گئے در نہ رہا شاہد مشرق میں حجاب
غل مچا ہُرّے کا بول اٹھے یہ مغرب کے مرید

للہِ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست
آخر آمد زپسِ پردۂ تقدیر پدید

دربار ۱۹۱۱ء

دیکھ آئے ہم بھی دو دن رہ کے دہلی کی بہار
حکمِ حاکم سے ہوا تھا اجتماعی انتشار
آدمی اور جانور اور گھر مزین اور مشین
پھول اور سبزہ چمک اور روشنی ریل اور تار
کیروسین اور برق اور پٹرولیم اور تارپین
موٹر اور ایروپلین اور جمگھٹے اور اقتدار
مشرقی پتلوں میں تھی خدمت گزاری کی امنگ
مغربی شکلوں سے شانِ خود پسندی آشکار
شوکت و اقبال کے مرکز حضورِ امپرر
زینت و دولت کی دیوی امپرس عالی تبار
بحرِ ہستی لے رہا تھا بیدریغ انگڑائیاں
ٹیمز کی امواج جمنا سے ہوئی تھیں ہم کنار
انقلابِ دہر کے رنگین نقشے پیش تھے
تھی پئے اہلِ بصیرت باغِ عبرت میں بہار

ذرّے ویرانوں سے اٹھے تھے تماشا دیکھنے
چشمِ حیرت بن گئی تھی گردشِ لیل و نہار
مصلحت آمیز ہر طرزِ طریقِ انتظام
حکمت آگیں ہر ادائے حاکمانِ نامدار
جامے سے باہر نگاہِ نازِ فتاحانِ ہند
حدِ قانونی کے اندر آنریبلوں کی قطار
خرچ کا ٹوٹل دلوں میں چٹکیاں لیتا ہوا
فکرِ ذاتی میں خیالِ قوم غائب فی المزار
دعوتیں، انعام، اسپیچیں، قواعد، فوج، کمپ
عزتیں، خوشیاں، امیدیں، احتیاطیں، اعتبار
پیش رو شاہی تھی پھر ہز ہائنس، پھر اہلِ جاہ
بعد اس کے شیخ صاحب ان کے پیچھے خاکسار

⊙

میں نے مرشد سے کیا جا کر یہ اک دن التماس
کارِ دنیا نے بہت مجھ کو کیا ہے اب اداس
جلوۂ دنیا نے مجھ کو کر دیا ہے بے بصر
آخرت پر اب نہیں باقی رہی میری نظر
فلسفہ نے مجھ کو دکھلایا فقط دنیا کا فیکٹ
میری چشمِ طبع کو عارض ہے غربی کیٹریکٹ

میرے حق میں کوئی فکرِ سالویشن کیجیے
ہو سکے تو مغربی اک آپریشن کیجیے
کی توجہ حضرتِ مرشد نے میرے حال پر
اک نظر ڈالی مرے اقوال اور اعمال پر
چشمِ باطن میں دیا نشتر نگاہِ تیز کا
کٹ گیا وہ رنگ محسوساتِ کفر انگیز کا
پھر درِ دل پر مرے تقویٰ کی ٹٹی باندھ دی
آنکھ پر شوقِ لقائے حق کی پٹی باندھ دی

⊙

دربارِ دہلی اک طرف لوکل مجالس اک طرف
مرزا کا چم اک طرف بدھو کی گھس گھس اک طرف
راجا میں ہندی فربہی موٹر کی طینت آتشی
مرطوب و بارد اک طرف اور حار و یابس اک طرف
ہر چند دل کے نرم ہیں تاہم بہت سرگرم ہیں
سردی کا احساس اک طرف اعزاز کا حس اک طرف
یہ رنگ و بُو یہ زینتیں، یہ پر تکلف صنعتیں
ہر گوشۂ کمپ اک طرف اور سارا پیرس اک طرف
آنکھوں کو تم کھولو ذرا دیکھو تو یہ پولو ذرا
تیزی فرس کی اک طرف اور ناز فارس اک طرف

جو بن پہ باغ دہر ہے گلشن ہر اک سو شہر ہے
واگوشِ گل ہے اک طرف حیرت میں نرگس اک طرف

بھولے ہیں سب کبر و منی ہے شانِ دہلی دیدنی
دلکش دکانیں اک طرف بارعب آفس اک طرف

سرکش کو فکرِ حفظ جاں، اکبر کا شورِ الاماں
سائنس کا زور اک طرف حسنِ رخِ مس اک طرف

جانِ جہاں بانی ہیں یہ، عظمت میں لاثانی ہیں یہ
ہفت آسماں ہیں اک طرف اور جارج خامس اک طرف

⊙

شاہِ کابل آں سراجِ ملّت و روشن خرد
کرد نہضت از رہِ حکمت سوئے ہندوستاں

کول کالج را شرف بخشید از اسپیچ خویش
مرحبائے گفت و دستِ فیضِ اوشد زرفشاں

مرشدِ کالج بہ وجد آمد ز تحسینش ولے
مدحتِ ایں طائفہ برقلبِ شیخ آمد گراں

گفت شاہ ازعیب اینان چشم پوشی میکند
یا فریبے خوردہ از زرّیں طباقِ میزباں

مسلک و اعمال ایشاں یک دو سالے دید نیست
گے کند کشفِ حقیقت یک دو ساعت امتحاں

ہمدریں معنی سخن می گفت باطبعِ ملول

چو بدید ندش کہ در بند غم ست ایں ناتواں

عاقلے فرمود قول شہ مفید ست و نکو

ہم نشیں خندید و گفت ایں مطلعِ حافظ بخواں

دوش از مسجد سوئے میخانہ آمد پیر ما

چیست یارانِ طریقت بعد ازیں تدبیر ما

⊙

یہ پوچھا شیخ سے میں نے کہ کہیے کیا گزرتی ہے

یہ سن انیس سو دس ہے نئے مقصود و منظر ہیں

نہایت یاس وحسرت سے وہ بولے کیا کہوں تم سے

یہ دو مصرعے سنو جن میں نہاں دفتر کے دفتر ہیں

نئے تعلیم کے مردے تو زندہ ہیں تماشوں میں

پرانی وضع کے رندے مگر مردوں سے بدتر ہیں

⊙

دو تیتریاں ہوا میں اڑتی دیکھیں

اک آن میں سو طرف کو مڑتی دیکھیں

بھولی، خوش رنگ، چشت، نازک، پیاری

پہنے ہوئے فطرتی منقش ساری

پھرتی ہے کہ برق کی طبیعت کا ابھار
تیزی ہے کہ آنکھ کو تعاقب دشوار
جو فاصلہ کرلیا ہے باہم قائم
وہ بھی ہے بلا زیادت و کم قائم
گو تابع جوشِ برق پروازی ہیں
دونوں کے خطوط طیر متوازی ہیں
کیونکر میں کہوں کہ یہ نظر بندی ہے
اللہ اللہ کیا ہنر مندی ہے
ان جانوروں میں گرل اسکول کہاں
فطرت کے چمن میں صنعتی پھول کہاں
کس بزم سے ایسا ناچ سیکھ آئی ہیں
پریاں اندر کی جس سے شرمائی ہیں
اس سمت اگر خیالِ انساں بڑھ جائے
دامانِ نظر پہ رنگِ عرفاں چڑھ جائے

⊙

نہ مسجد میں نظر آتے نہ رہتے ہیں محلّوں میں
ترقی پا کے بس مل جاتے ہیں برگد کے گلّوں میں
یہی یورش رہی آزادی و تقلیدِ بے جا کی
تو غائب قوم کی تمکین ہے دو چار ہلّوں میں

⊙

جوشِ قومی کا تو اظہار ہے ہر شام و پگاہ
لب پہ الفاظ بہت خوب ہیں ماشاء اللہ
دیکھتا کچھ نہیں لیکن ریزولیوشن کے سوا
بحث کچھ تم میں نہیں ہے اوولیوشن کے سوا
نہ وہ مسجد، نہ جماعت، نہ وہ طاعت، نہ دعا
نہ وہ گل ہیں، نہ وہ گلشن، نہ وہ سبزہ، نہ ہوا
نہ قناعت، نہ توکل، نہ وہ خوداری ہے
جاہ و شہرت کی تمنا میں گرفتاری ہے
کیا غرض مرکزِ تسبیح و دعا قائم ہو
بس یہ مطلب ہے کہ اک اپنی سبھا قائم ہو

⊙

بہت ہی عمدہ ہے اے ہم نشیں برٹش راج
کہ ہر طرح کے ضوابط بھی ہیں اصول بھی ہے
جو چاہے کھول لے دروازۂ عدالت کو
کہ تیل پیچ میں ہے ڈھیلی اس کی چول بھی ہے
نگاہ کرتے ہیں حاکم بہت تعمق سے
تمہاری عرض میں گو کچھ زیادہ طول بھی ہے

خلل نہ شغل میں بدھو کے ہے نہ جسو کے
کہ شیخ سدو بھی ہیں اور قدم رسول بھی ہے
عطا ہوئی ہے یہ اسپیکروںؔ کو آزادی
کہ حاکموں میں ہے قال تویاں اقول بھی ہے
محلِ صلِ علیٰ ڈاک و تار کی ہے روش
اگرچہ دل میں نہاں عظمتِ رسولؐ بھی ہے
جگہ بھی ملتی ہے کونسل میں آنریبلی کی
جو التماسِ ہو عمدہ تو وہ قبول بھی ہے
چمک دمک کی وہ چیزیں ہیں ہر طرف پھیلی
کہ آنکھ محو ہے خاطر اگر ملول میں ہے
طرح طرح کے بنالو لباسِ رنگا رنگ
علاوہ روئی کے ریشم بھی اور وول بھی ہے
اندھیری رات میں جنگل میں نہ ہے رواں انجن
کہ جس کو دیکھ کے حیران چشمِ غول بھی ہے
شگفتہ پارک ہیں ہر سمت رہروؤں کے لیے
نظر نواز ہے پتی، حسین پھول بھی ہے
جب اتنی نعمتیں موجود ہیں یہاں اکبر
تو حرج کیا ہے جو ساتھ اس کے ڈیم فول بھی ہے

⊙

شکوہِ جلوۂ قیصر عیاں ہے — زمیں پر آج اترا آسماں ہے
کرم فرما ہوا ہے شاہِ انگلینڈ — کہ جو شاہنشہِ ہندوستاں ہے
عظیم الشان ہے دربارِ دہلی — سراپا چشم ہر پیرو جواں ہے
چمک دکھلا رہا ہے ذرّہ ذرّہ — منور ہر سڑک اور ہر مکاں ہے
بپا کل ملک میں ہے جشنِ شادی — جدھر دیکھو مسرت کا سماں ہے
تکلف کی نہیں باقی کوئی حد — ہراک سو صرفِ زر صرفِ زباں ہے
نہایت فخر ملکِ ہند کو ہے — کہ اس کا شاہ اس کا میہماں ہے
مکنزی اور پلومر کا ہے وہ لطف — کہ ہر طفل دبستاں شادماں ہے
الٰہ آباد کا یہ ہائی اسکول — انھیں کے دم سے رشکِ بوستاں ہے
خدا اس عہد کو رکھے مسلسل — کہ حاصل نعمتِ امن و اماں ہے
کلکٹر کا بھی ہے دربارِ عالی — یہاں بھی خاطرِ ننکو میاں ہے

⊙

جن بزرگوں کی طلب سابق و دیرینہ ہے
ان کو الطافِ گورنمنٹ کا گنجینہ ہے
جن بزرگوں کو نئی راہ میں ہے سعی کا شوق
قوم سے ان کو بلاواسطہ لینے کا ہے شوق
دونواں راہوں میں ہے عزت بھی رکاکت بھی ہے
موقعِ مدح بھی ہے وجہِ شکایت بھی ہے

شدتِ حرص سے ہاں سوئے رکاکت جو جھکے
غیر ممکن ہے کہ دل خلق کا رکنے سے رکے
نہ اچھل کود کا حاصل نہ تملق کا اثر
بجز اس کے کہ گھٹو زور میں باہم لڑکر
خوب ہے وہ جو قناعت کی طرف سالک ہے
کس مپرسی ہے تو ہو اس کا خدا مالک ہے
امرِ طاعت ہی ہے اللہ کے پیاروں کے لیے
ماسوا اس کے جو ہے شغل ہے یاروں کے لیے
طلبِ رزق ضروری سے تو مجبوری ہے
اس کے آگے ہے جو کچھ اس سے مجھے دوری ہے
ہم نشیں جب مرے ایام بھلے آئیں گے
بن بلائے مرے وہ آپ چلے آئیں گے

جنگ ٹرکی اور اٹلی کے متعلق رائیں

کوئی کہتا ہے

دکھائے گی نیا اب رنگ ٹرکی
نہ ہوگی مبتلائے جنگ ٹرکی

وہاں بھی آ گئیں مغرب کی لہریں
ہوئی اب ہم کنارِ گنگ ٹرکی
بہت خود رائے تھے سلطانِ سابق
رہا کرتی تھی ان سے تنگ ٹرکی
ہوئے رخصت وہاں سے اولڈ فیشن
ترقی اب کرے گی ینگ ٹرکی

بعض یہ کہتے ہیں

بدلی وہ ہوا وہ سنبل و گل رخصت
ساقی رخصت وہ ساغر مل رخصت
اب دل میں ہیں دوستانِ ٹرکی شاداں
لو ہو گئے پانیر کے عبدل رخصت

لیکن بعض یہ فرماتے ہیں

یلدیز سدِ راہ مخالف کنوں نماند
اندیشۂ حریف بحالِ زبوں نماند
آں تیغ عقل و آں نگہ پر فسوں نماند
سودا بجوش آمد و آں رنگِ خوں نماند

چوں رخت خود بہ بست و بروں از مقام شد
عبدالحمید گفت کہ ترکی تمام شد

آں فکر مصر و کابل و جاپان و چیں کجا
آں خوض و التفات پئے کارِ دیں کجا
آں پالسی و آں نگہ دور بیں کجا
آں خاتمِ حمید کجا آں نگیں کجا
در دل گزار بیم بجائے امید شد
گوئی خلا بماند و خلافت شہید شد

بہت لوگ یہ کہتے ہیں

مجھ پہ ہے تقلید واجب ہند کے دربار کی
رائے میری ہے وہی جو رائے ہے سرکار کی

کوئی انقلاب زمانہ کی یوں شکایت کرتا ہے

حالت ایں چیست کہ من پیشِ نظر می بینم
در پسِ کارِ بتاں فتح و ظفر می بینم
در حرم سوز دل و خون جگر می بینم
چرخ را وضعِ دگر رنگِ دگر می بینم
ایں چہ شوریست کہ در دورِ قمر می بینم
ہمہ آفاق پر از فتنہ و شر می بینم

شاہِ سلطاں سے رعایا کی مروت نہ رہی
پاسِ ملت نہ رہا دین کی غیرت نہ رہی
وہ عقیدے نہ رہے اور وہ حکومت نہ رہی
دل کا مرکز نہ رہا ہاتھ کی طاقت نہ رہی

ایں چہ شوریست کہ در دورِ قمری بینم
ہمہ آفاق پر از فتنہ و شری بینم

خار الحاد سے ہر گل کی یہ کاوش کیسی
ترکِ ایماں کی دلِ خلق میں خواہش کیسی
کفر سے دعویٰ اسلام کی سازش کیسی
اے فلک کیا یہ ترا رنگ یہ گردش کیسی

ایں چہ شوریست کہ در دورِ قمری بینم
ہمہ آفاق پر از فتنہ و شری بینم

اب تو رکھ دی گئی تہ کر کے ادب کی چادر
پہلے قبلہ تھے تو اب صرف ڈیئر ہیں فادر
امرِ تعظیم کو اطفال نے سمجھا بادر
ماؤں کو لینے کو ہرگز نہیں جاتیں تادر

دختراں را ہمہ جنگ و جدل با مادر
ہیچ الفت نہ پسر را بہ پدر می بینم

اور میں کہتا ہوں

کیا بحث ہے ایران سے یا ترک و عرب سے
اس وقت تجھے قطعِ نظر چاہیے سب سے
یا تخت پہ بیٹھے کوئی یا تخت سے اترے
رکھ کام تو دن رات فقط طاعتِ رب سے
تاریخ نے دیکھے ہیں بہت رنگ فلک کے
خورشید نکلتا ہے سدا پردۂ شب سے

⊙

ہم کو سنبھالتی ہے ملت جو لا بنائے
میں کو نباہتی ہے غیرت جو دل میں آئے
کیا حالِ قوم مجھ سے تو پوچھتا ہے ہمدم
ہم کا پتہ نہیں ہے میں ہیں مگر بہت کم
کفر اس کو ہے قناعت محنت کی راہ بھولی
تقریر میں فضولی، کوشش میں بے اصولی
جب پیشوا نے اپنا کعبہ جدا بنایا
اپنے مزے کو سب نے اپنا خدا بنایا
اپنی ہی یہ خطا ہے ہم نے تو خوب جانچا
لڑکے ڈھلے ہیں ویسے جیسا بنا تھا سانچا

شر جس سے پھیلتا ہے یادش بخیر بھی ہے
اپنا ہی کیا کہ ہنستا اب ہم پہ غیر بھی ہے
جھوٹی لگاوٹوں سے ہرگز نہیں ہے سیری
حرص و طمع نے کھو دی اس قوم کی دلیری
آثار کہہ رہے ہیں گوشِ دلِ حزیں میں
جیتا رہا تو تُو بھی مل جائے گا انھیں میں
بچنا اگر ہے تجھ کو اس دور میں تو سو رہ
بے رونقی پہ کر صبر اللہ ہی کا ہو رہ

حصہ سوم

کلیات اکبرالٰہ آبادی

لسان العصر

کلامِ بلاغت نظام عالیجناب خان بہادر سیّد اکبر حسین صاحب مرحوم

پنشنر جج آنریری فیلو

الٰہ آباد یونیورسٹی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ عمر کب تک وفا کرے گی زمانہ کب تک جفا کرے گا
مجھے قیامت کی ہیں امیدیں جو کچھ کرے گا خدا کرے گا

فلک جو برباد بھی کرے گا بلند ارادے مرے رہیں گے
جو خاک ہوں گا تو خاک سے بھی سدا بگولا اٹھا کرے گا

خدا کی پاکی پکارتا ہوں ہوا کرے ناخوشی بتوں کو
مری غرض کچھ نہیں کسی سے تو پھر مرا کوئی کیا کرے گا

جہان فانی کا حشر ہی کو خیال کر مستقل نتیجہ
یہاں تو پیہم یہی تردد یہی تغیر ہوا کرے گا

اگرچہ ہے درد و غم سے مضطر یہی ہے وردِ زبانِ اکبر
یہ درد جس نے دیا ہے ہم کو وہی ہماری دوا کرے گا

⊙

زندگانی کا مزا دل کا سہارا نہ رہا
ہم کسی کے نہ رہے کوئی ہمارا نہ رہا

بولنے کی ہے نہ قوت نہ اشارے کی سکت
اتنا بس بھی مرا فطرت کو گوارا نہ رہا

پوچھتا کوئی دمِ مرگِ سکندر اکبر
کتنے دن کی یہ تعلّی تھی کہ دارا نہ رہا

⊙

جب یہ دیکھا کہ جہاں میں کوئی میرا نہ رہا
شدتِ یاس سے میں آپ بھی اپنا نہ رہا

آپ تصنیفِ شرائط کی نہ تکلیف کریں
مجھ کو خود ولولۂ عرضِ تمنا نہ رہا

اس کی پروا نہ رہی خوش رہے دنیا مجھ سے
عاقلوں میں مری گنتی ہو یہ سودا نہ رہا

منتشر رہنے میں پاتے ہیں اب آرام حواس
شوقِ مجموعۂ ہوشِ خرد افزا نہ رہا

حیرت افزا ہے مرا حال مگر کون سنے
دیدنی بھی ہے مگر دیکھنے والا نہ رہا

دیکھنے کی تو ہے یہ بات رہا کیا اس میں
آپ اکبؔر سے عبث پوچھتے ہیں کیا نہ رہا

⊙

غم کیا جو آسمان ہے مجھ سے پھرا ہوا
میری نظر سے خود ہے زمانہ گرا ہوا

مغرب نے خوردبیں سے کمر ان کی دیکھ لی
مشرق کی شاعری کا مزا کرکرا ہوا

⦿

شیخ کو بھی اس بتِ کافر نے اپنا کرلیا
دین سے کیا ہو سکا، ایمان نے کیا کرلیا

⦿

دیکھ کر رنگِ فنا خونِ جگر پینا پڑا
زندگی سے سخت گھبرایا مگر جینا پڑا

⦿

خانۂ امید آتا ہے نظر اجڑا ہوا
دل کو حیرت ہے کہ یا اللہ کیا تھا کیا ہوا
کیا کسی بزمِ طرب میں ہوں میں اے اکبر شریک
آنکھ بھی روئی ہوئی ہے، دل بھی ہے تڑپا ہوا

⦿

بزمِ ہستی میں مرے پیشِ نظر کیا کچھ نہ تھا
دیکھتے ہی دیکھتے لیکن جو دیکھا کچھ نہ تھا
بے تعلق منزلِ ہستی سے گزرا دل مرا
اس کی نظروں میں سزاوارِ تمنا کچھ نہ تھا

⦿

تنہائی اور شبِ غم، ہم اور دل ہمارا
اللہ سے دعائیں امید کا سہارا

⊙

ذہانت آپ کی کھلتی ہے مجھ پر ملنے جلنے سے
ادب کی جب ضرورت ہے تو بہتر ہے جدا رہنا

⊙

اِطباء کو تو اپنی فیس لینا اور دوا دینا
خدا کا کام ہے لطف و کرم کرنا' شفا دینا

⊙

خدا کا نام گو اکثر زبانوں پر ہے آجاتا
مگر کام اس سے جب چلتا کہ یہ دل میں سما جاتا

⊙

نہیں ہے کام زباں کا کچھ اب دعا کے سوا
نظر کسی پہ نہیں ہے مری خدا کے سوا
کبھی کریں گے نہ وہ میرے دل سے ہمدردی
کوئی علاج نہیں ترکِ مدعا کے سوا

⊙

کروں کیا غم کہ دنیا سے ملا کیا — کسی کو کیا ملا دنیا میں تھا کیا
یہ دونوں مسئلے ہیں سخت مشکل — نہ پوچھو تم کہ میں کیا اور خدا کیا
رہا مرنے کی تیاری میں مصروف — مرا کام اور اس دنیا میں تھا کیا

بہت روئے مگر ان سے ہوا کیا　　وہی صدمہ رہا فرقت کا دل پر
ذرا سوچو کہا کیا تھا کِیا کیا　　وہاں قالوبلیٰ' یاں بت پرستی ہے
تمہیں سمجھو برا کیا اور بھلا کیا　　تمہارے حکم کے تابع ہیں ہم سب
یہ چرچے ہو رہے ہیں جا بجا کیا　　الٰہی اکبر بے کس کی ہو خیر

⊙

عبث ہے نظمِ بلیغ فطرت جو رخ نہیں حسن بدعا کا
حدیثِ عقبیٰ اگر غلط ہے تو کیا نتیجہ ہے ارتقا کا

⊙

میرے دل سے امتیازِ حال و فردا اٹھ گیا
حشر بھی ماضی نظر آیا جو پردا اٹھ گیا

⊙

بتوں کی مدح سے کل شاعری اردو کی مملو ہے
شکستِ اردو جو پائے گی تو میں سمجھوں گا بت ٹوٹا

⊙

اکبر کے کفر کا نہ رہا قدر داں کوئی
اس بت کو شیخ جی نے مسلمان کرلیا

⊙

حق کی ہے کم محبت ہے صرف خود فروشی
ذلت ہی ہے مناسب راضی جو دل ہو تیرا

⊙

ملنے سے یہ خرابی پیدا ہوئی بالآخر
اب معترض ہے مجھ پر مشتاق تھا جو میرا

⊙

صاحبِ الفاظ کو دفتر سے بھی سیری نہیں
صاحبِ معنی کو صرف اک لفظ کافی ہوگیا

⊙

جہانِ فانی کی حالتوں پر بہت توجہ عبث ہے اکبرؔ
جو ہو چکا ہے وہ پھر نہ ہوگا جو ہو رہا ہے وہ ہو چکے گا

⊙

مصیبت ہے مجھے اس بت سے الفت ہوگئی اکبرؔ
کہ جس کو بت کدے میں بھی کوئی اچھا نہیں کہتا

⊙

متحد احساس سے ہم کو معرّا کر دیا
ٹکڑوں کے ریزے کیے، ریزوں کو ذرّہ کر دیا

⊙

ناموں کو ہادیوں کے بے انتہا جھنجھوڑا
یاروں نے بت شکن کو بت ہی بنا کے چھوڑا

◉

کسی کے مرنے سے یہ نہ سمجھو کہ جان واپس نہیں ملے گی
بعید شان کریم سے ہے کسی کو کچھ دے کے چھین لینا

◉

ترکِ دنیا کے خیالات کو دھوکا پایا
غور جب ہم نے کیا سانس کو دنیا پایا
دامِ تقریرِ بتاں سے حذر اے اہلِ نظر
بخدا میں نے تو ہر لفظ کو پھندا پایا
جس کے ہر پیچ میں سو دامِ بلا ہیں اکبؔر
ایک عالم کو اسی زلف کا شیدا پایا

◉

رزولیوشن کی شورش ہے مگر اس کا اثر غائب
پلیٹوں کی صدا سنتا ہوں اور کھانا نہیں آتا
خدا کے فضل سے بی بی میاں دونوں مہذب ہیں
حجاب اس کو نہیں آتا، انھیں غصہ نہیں آتا

◉

جو کچھ تم کہہ رہے ہو جس نے وہ کہنا نہیں سیکھا
یہ سچ کہتے ہو اس نے مطمئن رہنا نہیں سیکھا

⊙

ہستیِ بے ثبات نے جانِ بشر کو کیا دیا
نفس میں حرص آگئی ہوش نے میں بنا دیا
نفس نے کہہ دیا غلط عقل نے بھی ملائی ہاں
منزلِ ذوقِ روح کا دل نے اگر پتا دیا
چشمِ خرد سے عار تھی حسنِ جنوں پسند کو
عقل نے آنکھ بند کی اس نے حجاب اٹھا دیا

⊙

حالِ دل میں سنا نہیں سکتا — لفظ معنیٰ کو پا نہیں سکتا
عشق نازک مزاج ہے بے حد — عقل کا بوجھ اٹھا نہیں سکتا
ہوشِ عارف کی ہے یہی پہچان — کہ خودی میں سما نہیں سکتا
پونچھ سکتا ہے ہم نشیں آنسو — داغِ دل کو مٹا نہیں سکتا
مجھ کو حیرت ہے اس کی قدرت پر — علم اس کو گھٹا نہیں سکتا

⊙

آتشیں روئے بتاں دیکھ کے واعظ نے کہا
کارِ اکبر ہی ہے دوزخ سے لگاوٹ کرنا

⊙

ہے دو روزہ قیامِ سرائے فنا، نہ بہت کی خوشی ہے، نہ کم کا گلا
یہ کہاں کا فسانۂ سود و زیاں، جو گیا وہ گیا، جو ملا وہ ملا

نہ بہار جمی، نہ خزاں ہی رہی، کسی اہل نظر نے یہ خوب کہی
یہ کرشمۂ شان ظہور ہیں سب، کبھی خاک اڑی کبھی پھول کھلا
نہیں رکھتا میں خواہشِ عیش و طرب، یہی ساقیِ دہر سے بس ہے طلب
مجھے طاعت حق کا چکھا دے مزا نہ کباب کھلا نہ شراب پلا
ہے فضول یہ قصۂ زید و بکر ہر اک اپنے عمل کا چکھے گا ثمر
کہو ذہن سے فرصتِ عمر ہے کم جو دلا تو خدا ہی کی یاد دلا

⊙

رازِ ہستی کو کوئی آج تلک پا نہ سکا
پا گیا کچھ تو کسی غیر کو سمجھا نہ سکا

⊙

ناشگفتہ ہی رہا غنچۂ خاطر میرا
ساخت ایسی تھی کہ دنیا کی ہوا کھا نہ سکا
حسنِ گل سے ہے سوا ناز کا موقع کس کو
وہ بھی دو دن سے زیادہ کبھی اترا نہ سکا
بزمِ جاناں کے تصور سے رہا میں قاصر
دور کی بات تھی اندیشہ وہاں جا نہ سکا

⊙

کیا حرج ہے پڑھوں جو یہ مصرعہ میں برملا
دینِ خدا حسینؓ ہے دنیا ہے کربلا

⊙

فلک کو میں نے مجھے دی فلک نے داد اکبرؔ
اسے ستم تو مجھے صبر آزمانا تھا

⊙

اس ستم گر نے بگڑنے ہی کو جب بننا کہا
رفعِ شر کے واسطے ہم نے بھی آمنّا کہا

⊙

میں کیا کہوں اسے اور کیا کروں گلہ اس کا
مجھے ہنوز پتا ہی نہیں ملا اس کا
اگرچہ دل کو ہے سودا اسے برا نہ کہو
کسی کی زلف سے ملتا ہے سلسلہ اس کا

⊙

انھیں حسرت ہے اکبرؔ کاش میرا ہم نوا ہوتا
میں کہتا ہوں ذرا سوچو جو ہوتا بھی تو کیا ہوتا

⊙

غریب اکبرؔ نے بحث پردے کی کی بہت کچھ، مگر ہوا کیا
نقاب الٹ ہی دی اس نے کہہ کر، کہ کرہی لے گا مرا موا کیا
رہا تو مردوں سے حال بدتر جیا بھی اکبرؔ تو وہ جیا کیا
نئے طریقوں کے حامیوں نے کہا بہت کچھ مگر کیا کیا

یہ چائے ہرگز نہیں ہے کافی نہیں ہے لیمنڈ کا بندہ قائل
شراب ہی حلق سے نہ اتری تو شیخ صاحب نے پھر پیا کیا

⊙

میں نام سعی کا اپنی خدا نہ رکھوں گا
جو بن پڑے گا مگر وہ اٹھا نہ رکھوں گا
ادائے شکر تو سمجھوں گا فرض وعدوں پر
امید آپ سے لیکن ذرا نہ رکھوں گا

⊙

نئے طریقوں سے مقصدِ شرع کارفرما نہ ہو سکے گا
ادھر جو پردہ نہ ہو سکے گا ادھر بھی تقویٰ نہ ہو سکے گا
تمام دینا نئی روش میں جو چھوڑ بیٹھے گی دینِ حق کو
جو ایک مومن بھی ہو گا زندہ تو اس سے ایسا نہ ہو سکے گا
دوا ترقی کی میں نے دیکھی بصد ادب ہے یہی گزارش
مرض ترقی کرے گا اس سے مریض اچھا نہ ہو سکے گا

⊙

جدائی نے مَیں بنایا مجھ کو جدا نہ ہوتا تو میں نہ ہوتا
خدا کی ہستی ہے مجھ سے ثابت خدا نہ ہوتا تو میں نہ ہوتا

⦿

خدا ہی کی قدرت کا ہر سو عمل ہے
تفکر میں کیوں جان اپنی ہے کھوتا
ہوا جو کچھ اکبر سمجھ ٹھیک اس کو
ضروری نہ ہوتا تو ہر گز نہ ہوتا

⦿

نظر کو ہو ذوق معرفت کا' کرے تو شوق اضطراب پیدا
سوال پیدا جو ہوں گے دل میں انھیں سے ہوں گے جواب پیدا
نہ آس کو ٹوٹنے کا موقع' نہ شوق گستاخیوں کا حامی
اداؤں میں کچھ لگاوٹیں ہیں نگاہ سے ہے عتاب پیدا
ہر اک کے لائق ہے اس کی زینت زہے تری شان تیری قدرت
کہ آنکھ کو اشک سے ہے بھرتی گہر میں کرتی ہے آب پیدا
یہ منزلِ حرص مال و دولت نہ دے گی دنیا میں تم کو راحت
ہوس بڑھائے گی تشنگی کو نظر کرے گی سراب پیدا

⦿

اک تماشا ہے یہ قربِ ضعف یہ بُعدِ اجل
مدتیں گزریں اسی میں اب مرا اور اب مرا
دفن کر دو فاتحہ پڑھ دو سدھارو دوستو
یہ نہ پوچھو تم کہ میں کیونکر مرا اور کب مرا

اس کو پروانہ نہ کہہ دن کو ہوا جو پائمال
وہ ہے پروانہ جو پیشِ شمع وقتِ شب مرا

⊙

بہت دشوار ہے شائستۂ راہِ طلب ہونا
نظر کا حد میں رہنا شوقِ دل کا با ادب ہونا
تعجب انقلابوں کا ہے کیا اس دورِ گردوں میں
یہاں تو رات دن ہے شب کا دن اور دن کا شب ہونا
تڑپنے کا سلیقہ کیوں کیا تھا ثابت اس دل نے
تعجب کیا ہے اب بہرِ مصیبت منتخب ہونا

⊙

حرصِ دنیا کا اثر طبع پہ غالب نہ رہا
دیکھ کر حالتِ مطلوب میں طالب نہ رہا
کہیں اس عہد میں دو دل نظر آتے نہیں ایک
اثرِ معنیِ یک جان و دو قالب نہ رہا
کہہ چکا ان سے بہر حال ہوں راضی بہ رضا
اب کوئی موقعِ اظہارِ مطالب نہ رہا

⊙

ہوش نے کرلیے اغراض و مطالب پیدا
نقش سے ہوگئے اطراف و جوانب پیدا

⊙

خوشی سے شیخ کالج سوئے مسجد اب نہیں چلتا
جہاں روٹی نہیں چلتی وہاں مذہب نہیں چلتا

⊙

کونسلوں میں سوال کرنے لگے
قومی طاقت نے جب جواب دیا

⊙

معانی کی نظر سے جو تری صورت کو دیکھے گا
نہ وہ دوزخ کو دیکھے گا نہ وہ جنت کو دیکھے گا

⊙

دوں گا ذرا سمجھ کے جواب ان کی بات کا
رُخ دیکھتا ہوں سلسلۂ واقعات کا

⊙

اے دوست مجھے تو ہے خدا ہی پہ بھروسا
دشمن کو مبارک ہو مری گھات میں رہنا

⊙

آنے دو مصیبت کو درِ خانۂ دل پر
جو بند ہے غفلت میں وہ عبرت میں کھلے گا

محفل ہی میں خاموش ہے اور بند ہے اکبر
تنہا کبھی ملیے گا تو خلوت میں کھلے گا
کیا علم کی لذت سے بھی بڑھ کر ہے کوئی چیز
یہ حال تو بس محفلِ حیرت میں کھلے گا

⊙

خدا طالب نہیں تم سے مقفّیٰ بات کرنے کا
وہ اس سے خوش ہے جس کو شوق ہے خیرات کرنے کا

⊙

خلاصہ ہے یہی ساری شریعت اور حکمت کا
وہی بندہ ہے اچھا شوق ہو جس کو عبادت کا

⊙

احساس جو ہوتا ہے روایات سے پیدا
ہوتا نہیں اصلی اثر اس بات سے پیدا

⊙

کام اس ملک میں ہو "سلف گورنمنٹ" سے کیا
زہر کو ہضم کرے کوئی پپرمنٹ سے کیا

⊙

ناحق جو وہ مجھ سے کد کرے گا
اللہ مری مدد کرے گا

دعویٰ تو مرا ہے صرف توحید
کیونکر کوئی اس کو رد کرے گا
دنیا کی طرف بلا نہ اے شیخ
نیکوں کو یہ وعظ بد کرے گا

⦿

جسے حکومت کا نشہ ہوگا فلک سدا اس سے کد کرے گا
جو صبر و طاعت سے کام لے گا خدا اسی کی مدد کرے گا

⦿

اکبر نہ تھا بت خانے میں زحمت بھی ہوئی اور زر بھی گیا
کچھ نامِ خدا سے انس بھی تھا، کچھ ظلمِ بتاں سے ڈر بھی گیا
پروانے کا حال اس محفل مین ہے قابل رشک اے اہل نظر
اک شب ہی میں یہ پیدا بھی ہوا عاشق بھی ہوا اور مر بھی گیا
کعبے سے جو بت نکلے بھی تو کیا کعبہ ہی گیا جب دل سے نکل
افسوس کہ بت بھی ہم سے چھٹے قبضے سے خدا کا گھر بھی گیا
جو گونج رہا تھا خوشیوں سے اس قصر پہ کل رویا میں بہت
کوئی متنفس تھا نہ وہاں باہر بھی پھرا، اندر بھی گیا
کیا گزری جو اک پردے کے عدو ور و کے پولس سے کہتے تھے
عزت بھی گئی، دولت بھی گئی، بی بی بھی گئی، زیور بھی گیا

اکبر کے جو مر جانے کی خبر ساقی نے سنی تو خوب کہا
مرنا تو ضروری تھا ہی اسے رندوں کے لیے کچھ کر بھی گیا

⊙

کیا خبر کون سا قانون سزا دے گا مجھے
مجھ پہ الزام ہے مذہب کی طرف داری کا
مال گاڑی پہ بھروسا ہے جنہیں اے اکبر
ان کو کیا غم ہے گناہوں کی گراں باری کا

⊙

سعادت ہے تری دھن میں خودی سے بے خبر ہونا
ترے ہوں کے آگے کچھ نہیں ہونا ہے ہر ہونا
تعجب خیز ہے انشائے ہستی پر نظر ہونا
خبر کا شوق رکھنا مبتدا سے بے خبر ہونا
زمیں زیرِ قدم پا کر بشر نے پاؤں پھیلائے
نہ رکھا یاد اس نے چرخ کا بالائے سر ہونا
قیامت ہے مرا جوشِ طبیعت ان کی کم عمری
مرا بے چین ہونا اور ان کا بے خبر ہونا
پریشاں ہو کے کھو جانے میں اک معنی ہیں اے اکبر
نہیں تو بات کیا ہے عاشقِ زلف و کمر ہونا

سیہ خانہ وہی ہے اور وہی سوزِ غمِ فرقت
مرے کس کام آیا آپ کا رشک قمر ہونا
مٹا دو رنگِ وحدت میں خودی کا نقش اے اکبرؔ
اگر ثابت کیا چاہو تم اپنا معتبر ہونا

⊙

جلوہ عیاں ہے قدرتِ پروردگار کا
کیا دل کشا یہ سین ہے فصلِ بہار کا
نازاں ہیں جوشِ حسن پہ گلہائے دل فریب
جو بن دکھا رہا ہے یہ عالم ابھار کا
ہیں دیدنی بنفشہ و سنبل کے پیچ و تاب
نقشہ کھنچا ہوا ہے خط و زلفِ یار کا
سبزہ ہے یا یہ آبِ زمرد کی موج ہے
شبنم ہے بحر یا گہرِ آبدار کا
مرغانِ باغ زمزمہ سنجی میں محو ہیں
اور ناچ ہو رہا ہے نسیمِ بہار کا
پرواز میں ہیں تتریاں شاد اور چست و مست
زیبِ بدن کیے ہوئے خلعت بہار کا
موجِ ہوا و زمزمۂ عندلیب مست
اک سازِ دلنواز ہے مضراب و تار کا

ابرِ تنک نے رونقِ موسم بڑھائی ہے
غازہ بنا ہے روئے عروسِ بہار کا
افسوس اس سماں میں بھی اکبرؔ اداس ہے
سوہانِ روح ہجر ہے اک گلعذار کا

⊙

کل کی اُمیدوار ہے دنیا
عالمِ انتظار ہے دنیا
بے خبر رکھتی ہے حقیقت سے
ہوش پر میرے بار ہے دنیا

⊙

خلقت کی یہ موجیں ہیں ازلی ممکن نہیں ضبط اس منظر کا
اے ہوشِ بشر کب تک یہ جنوں ہر ذرّے کے 'کب اور کیونکر' کا
اغراض جو یہ ہیں نفسانی کھو دیتے ہیں نورِ ایمانی
موقع ہی نہیں ملتا دل کو جویاں ہو وہ اپنے جو ہر کا

⊙

پیدا کیا ہے جس نے امید ہے اسی سے
کچھ شک نہیں ہے اس میں بس ہے وہی ہمارا

⦿

سمجھا تھا میں کہ وقت جو آیا گزر گیا
کہتا ہے فلسفہ کہ تجھی میں ٹھہر گیا
کہتا ہے جس کو وقت ترا ہی ظہور ہے
دامانِ عمر تیری ہی ہستی سے بھر گیا

⦿

کمالِ شوق سے لپٹا ہوا ہوں دنیا سے
سنا جو ہیچ اسے آپ کی کمر سمجھا

⦿

ہے اختیار خود کو مختار تم سمجھ لو
لیکن ہوئے یقیناً بے اختیار پیدا
دستِ اجل سے آخر بگڑی ہے بات اس کی
مٹی نے کرلیا تھا اک اعتبار پیدا

⦿

ہزاروں ہی مصائب جھیل کر پائی ہے یہ نعمت
نہ تھا کچھ سہل دنیا سے مرا بیزار ہو جانا
نہ ہو مشہور تو دنیا طلب غوغائے ہستی میں
یہ کچھ اچھا نہیں رسوا سرِ بازار ہو جانا

سوا دل کے کہ اس کی زندگی رہ سکتی ہے قائم
یقینی اک دن ان اعضاء کا ہے بیکار ہو جانا

⊙

ان کو مرا عریضہ پہنچا ضرور ہوگا
لیکن جواب کیسا مانع غرور ہوگا

⊙

کرو سکوت نہیں وقتِ اعتراض اکبرؔ
فضول بحث سے اپنوں کو تم نے غیر کیا

⊙

افسوس ہے کہ زندہ ہوں کہنا پڑا ہے حال
کیا مختصر جواب یہ ہوتا کہ مر گیا

⊙

زباں سے بے تعلق دل کو بزمِ یار میں دیکھا
تعجب خیز ضبط اس محرمِ اسرار میں دیکھا
ادھر تسبیح کی گردش میں پایا شیخ صاحب کو
برہمن کو ادھر الجھا ہوا زنار میں دیکھا
مگر عشقِ حقیقی کا کوئی رشتہ نہ تھا دل میں
فقط نفسانیت کا پیچ و خم ہر تار میں دیکھا

وہ بانکا قاتل آئینے کی کچھ پروا نہیں کرتا
کبھی دیکھا بھی اپنا عکس اگر تلوار میں دیکھا
زمانے نے مرے آگے بھی دنیا پیش کردی تھی
مگر میں نے تو اپنا فائدہ انکار میں دیکھا
صفِ مسجد میں جو آئے نظر عزت کرو اس کی
یہ سمجھو تم اسے اللہ کے دربار میں دیکھا

⊙

طرزِ عمل پہ ہم نے کبھی غور کیا کِیا
جو نفس نے کہا وہ کیا اور کیا کِیا
ہم سے گناہ گار کی قوت جو چھین لی
بیشک خدا نے رحم کیا جور کیا کِیا

⊙

راہِ خدا میں صبر کی منزل کی دھوم ہے
میں بھی کروں گا قصد اگر دل ٹھہر سکا
آئینِ نو کے ہوں گے نتیجے بہت برے
بچ جاؤں گا میں ان سے اگر جلد مر سکا

⊙

قوت ہی تعلق کی نہ رہی ہر طرح مرا دل توڑ دیا
دنیا کو کروں گا ترک میں کیا دنیا ہی نے مجھ کو چھوڑ دیا

⊙

دنیا کو بت بنائے رہا تادمِ اخیر
کیا احتساب اس نے کیا توڑ کیا گیا
کوئی مرے تو پوچھ کہ کیا لے گیا وہ ساتھ
بالکل فضول بحث ہے یہ چھوڑ کیا گیا

⊙

کیا عجب ہو گئے مجھ سے مرے دمساز جدا
دورِ فونو میں گلے سے ہوئی آواز جدا
وجد یاروں کو ہے اس بزم میں حیران ہوں میں
سر سے آواز جدا راگ سے ہے ساز جدا
آسماں کی نہ یہ چالیں ہیں نہ جادو کے یہ رنگ
سب سے اس نرگسِ فتاں کے ہیں انداز جدا
ان کی آنکھوں کی لگاوٹ سے حزر اے اکبر
دین سے کرتی ہے دل کو یہی غماز جدا

⊙

پولیٹیکل سروں سے ہرگز نہ ساز کرنا
وہ چغد ہے جو چاہے بلبل کو باز کرنا
موسم جو ہو مخالف ہرگز نہیں مناسب
منقار کو قرینِ آہنگِ ناز کرنا

⊙

مٹی کو آگیا ہے روحوں کو پھانس لینا
سب کے گلے پڑا ہے دن رات سانس لینا
ہوش و خرد کا نزلہ تکلیف دے رہا ہے
جائز سمجھ لیا ہے یاروں نے کھانس لینا

⊙

کرتے پھرتے ہو یہی تحقیق کس نے کیا کہا
اپنے دل کی بھی خبر تو لو کہ اس نے کیا کہا
خانساماں دونوں نے سمجھا انھیں انداز سے
کیا بتاؤں کیا کہا بیگم نے مِس نے کیا کہا
معدے نے تو کر لیا سوڈے سے اقرار وفا
برف سے لیکن ریاحِ متجسس نے کیا کہا
لیجیے اس بت سے سن کر میں تو بولا ہی نہیں
وہ بالآخر پھنس گیا وقت میں جس نے کیا کہا
کہہ گئے واعظ فسانے یہ بھی اکبر غور کر
تجھ سے فطرت کی زباں میں تیری حس نے کیا کہا

⊙

رہتا ہے بہت شوق دلیل و قیاس کا
مالک مگر نہیں ہوں میں اپنے حواس کا

⦿

کل جور چرخ میرے ہی حصے میں بس پڑا
دنیا پڑی تھی پر وہ مجھی پر برس پڑا

⦿

منتشر ذرّوں کو یکجائی کا جوش آیا تو کیا
چار دن کے واسطے مٹی کو ہوش آیا تو کیا
عارضی ہیں موسمِ گل کی یہ ساری مستیاں
لالہ گلشن میں اگر ساغر بدوش آیا تو کیا
دورِ آخر بزمِ دنیا کا ہے جامِ خونِ دل
عیش اس محفل میں بن کر بادہ نوش آیا تو کیا
حدِ حیرت ہی میں رکھا ضعف نے ادراک کو
پیکرِ خاکی کو اس عالم میں ہوش آیا تو کیا

⦿

جان کو نفس کے آغوش میں رہنے نہ دیا
عشق نے دل کو مرے ہوش میں رہنے نہ دیا
بوئے فردا تو ہوئی دافعِ افسردہ دلی
رنگِ امشب نے مگر جوش میں رہنے نہ دیا
میں تو بدلا نہیں لیکن تری بے مہری نے
زور کچھ طبعِ وفا کوش میں رہنے نہ دیا

⊙

پری سے ان کا دل بے ربط نکلا
جنوں سمجھے تھے جس کو خبط نکلا

⊙

بتانِ دہر سے مجھ کو تمتع ہو نہیں سکتا
خلوص امکان سے باہر تصنع ہو نہیں سکتا
محیطِ دہر میں کتنا خطوں کا ہے غلط راہی
جو رخ ہو جانبِ مرکز تقاطع ہو نہیں سکتا

⊙

اس قدر زیست سے بیزار کیا تھا غم نے
ملک الموت نے پایا مجھے مشتاق اپنا
مدح سن سن کے کھنچا جاتا ہے دل اس کی طرف
کر ہی لے گا مجھے وہ شہرۂ آفاق اپنا
دل گیا، صبر گیا، ہوش گیا، جان گئی
مژدہ اے عشق حساب اب تو ہے بیباق اپنا

⊙

پا کر خطاب ناچ کا بھی ذوق ہو گیا
سر ہو گئے تو بال کا بھی شوق ہو گیا

◉

جہد یہ ہے کہ زمانے کو موافق کر لے
سب کو آتا ہے زمانے کے موافق ہونا
عزتِ عقل ہے ہو جائے جو وہ خادمِ عشق
شاذ و نادر ہے مگر عقل کا عاشق ہونا

◉

معذور ہوں میں حضرت کو اگر ہے مجھ سے گلہ بے باکی کا
نیکی کا ادب تو آساں ہے، مشکل ہے ادب چالاکی کا

◉

وہ میرے پیشِ نظر تھے فلک نہ دیکھ سکا
چھٹے تو پھر میں انھیں آج تک نہ دیکھ سکا

◉

تنگ دنیا سے دل اس دورِ فلک میں آ گیا
جس جگہ میں نے بنایا گھر سڑک میں آ گیا
آسماں کو تو غلط ثابت کیا سائنس نے
عرش باقی تھا سو وہ بھی مدِ شک میں آ گیا

◉

قریبِ سمع و بصر میں آ کر قوائے دل کا ہلاک ہونا
کسی نے سمجھا اسے ترقی، کسی نے سمجھا ہے خاک ہونا

◉

خدا کی ہستی کو یاد رکھنا اور اپنی ہستی کو بھول جانا
نظر اسی پر ہے اور باتوں کو میں نے بالکل فضول جانا
جنوں ہم ایسوں کو کیا تعجب' بہار کا ہے سماں ہی ایسا
صبا کا اٹھکھیلیوں سے چلنا' خوشی سے کلیوں کا پھول جانا
جہانِ فانی کی انجمن میں یہی تسلسل ہمیشہ دیکھا
امید کے ساتھ شاد آنا' اٹھا کے صدمے ملوں جانا

◉

شبِ حسرت میں کل یوں مجھ سے سرگرمِ سخن دل تھا
گئے وہ دن کہ میں دنیا میں خوش رہنے کے قابل تھا

◉

ایک ساعت کی یہی کہہ نہیں سکتا کوئی
یہ بھلا کون بتائے تمھیں کل کیا ہوگا
بڑھتا ہی جاتا ہے سوزِ غمِ فرقت یا رب
آج یہ حال ہمارا ہے تو کل کیا ہوگا
ایک دن اور قیامت کھسک آئے گی ادھر
اور کیا عرض کروں آپ سے کل کیا ہوگا

⊙

یہ فکر چھوڑ کہ دنیا کا حال کیا ہوگا
اسی کو سوچ۔ کہ تیرا مآل کیا ہوگا

⊙

کھلا دیواں مرا تو شورِ تحسیں بزم میں اٹھا
مگر سب ہوگئے خاموش جب مطبع کا بل آیا

⊙

زمانہ جانبِ انصاف ڈھل ہی جائے گا
زبان بند کرو حال کھل ہی جائے گا

⊙

کیا کروں اظہار اپنے حال کا
آئنہ ہے آپ کے اقبال کا

⊙

حدیثِ عافیت کیسی، امیدوں کا محل کیسا
ہجومِ یاس میں دل کے لیے طولِ امل کیسا
تعجب جوشِ رندی پر نہ کر اس دیرِ دل کش میں
جہاں یہ حسنِ صورت ہے وہاں حسنِ عمل کیسا
یہ موجِ فیض ہے تہذیب کی یا اس کا طوفاں ہے
کنواں موجود ہے گھر میں تو پھر پانی کا نل کیسا

⦿

رکھ مرگ کو محبوب تامل نہیں اچھا
اس ہستیِ ناقص کا تسلسل نہیں اچھا
تحقیر جو ہو پیشِ بتاں جی سے گزر جا
رندی کے بھی حق میں یہ تحمل نہیں اچھا
خاموش رہا میں گلِ تصویر کے آگے
ہر چند مچا غل کہ یہ بلبل نہیں اچھا
یہ ٹھیک نصیحت ہے کہ ہے ہم پہ عمل فرض
یہ وعظ غلط ہے کہ توکل نہیں اچھا
دنیا کے تعلق کو بہت غور سے دیکھا
جز اس کا ضروری ہے مگر کل نہیں اچھا

⦿

شیخ صاحب جمع بندی میں نہ کیوں الجھے رہیں
ہند کا اسلام ہی کھوٹ میں داخل ہو گیا

⦿

نہ پائی دل نے راحت اس قدر بزمِ احبا میں
انھوں نے جب درِ تحسیں مرے اشعار پر کھولا
ہوئی جس درجہ کلفت کمپ میں ایسے سوالوں سے
یہ تم کس واسطے لکھا' یہ تم کس واسطے بولا

◉

واقف کبھی خوشی سے مرا دل نہ ہوسکا
لیکن یہ غم ہی کیا ہے کہ غافل نہ ہوسکا
توہین سہہ کے دیر میں پاتے ہی کچھ عروج
افسوس ہے کہ دل متحمل نہ ہوسکا

◉

مزا آسودگیِ نفس کا کتنا ہی اچھا ہو
حریف لذتِ بے تابیِ دل ہو نہیں سکتا
وہ کیا پابند آئیں ہو پڑے جس پر نظر تیری
مرتب بہرِ منطق ہوشِ بسمل ہو نہیں سکتا
شمولِ خوں نہیں اے ابرِ نیساں تیرے قطرے میں
دُرِ تاباں تو بن سکتا ہے یہ دل ہو نہیں سکتا
نظر اپنی خودی پر کر کے کہتا ہے یہی اکبر
یہ ٹکڑا ہوش کا ہستی میں کامل ہو نہیں سکتا

◉

دلِ زخمی سے خوں اے ہم نشیں کچھ کم نہیں نکلا
تڑپنا تھا مگر، قسمت میں لکھا دم نہیں نکلا
ہمیشہ زخم دل پر زہر ہی چھڑکا خیالوں نے
کبھی ان ہمدموں کی جیب سے مرہم نہیں نکلا

ہمارا بھی کوئی ہمدرد ہے اس وقت دنیا میں
پکارا ہر طرف منہ سے کسی کے ہم نہیں نکلا
تجسس کی نظر سے سیرِ فطرت کی جو اے اکبر
کوئی ذرّہ نہ تھا جس میں کہ اک عالم نہیں نکلا

◉

فراغِ طبع ہم کو اپنے ہی غم سے نہیں ملتا
کسی سے ہم نہیں ملتے کوئی ہم سے نہیں ملتا
کیا ہے ذوقِ ترکِ ماسوا نے مجھ کو دیوانہ
دل اپنا اس سے ملتا ہے جو عالم سے نہیں ملتا

◉

مجھے آتا نہیں اچھی طرح اظہارِ غم کرنا
مگر کچھ منحصر اس پر نہیں اس کا کرم کرنا
رہِ عرفاں میں حس حظ و الم کا نامناسب ہے
پسندِ طبعِ اکبر ہے نہ خوش رہنا نہ غم کرنا

◉

بساطِ دل تو یہ اور اس پہ یا اللہ غم اتنا
نہ تھی طاقت زباں میں رہ گئے بس کہہ کے ہم اتنا
نہ ہو نازاں مجھے بے جاں سمجھ کر یہ بتِ ظالم
خدا کا نام لیتا ہوں ابھی باقی ہے دم اتنا

خیالاتِ عدوئے ہوش کا سودا ہے اکبر کو
حریص بے خودی ہوگا کوئی دنیا میں کم اتنا

⊙

یاس ہی یاس تھی جب موت کا پیغام آیا
میں نہ سمجھا کہ یہ جینا مرے کس کام آیا

⊙

عقبیٰ کا یقیں تجھ کو نہ ہوتا جو کم اتنا
دنیا کے حوادث پہ نہ ہوتا الم اتنا

⊙

غور سے دیکھو زمین و آسماں کو منکرو
چل بھی سکتا بے خدا کے انتظام اتنا بڑا
سنتے ہیں اکبر کو ہے عشقِ دہانِ تنگِ بت
کام اتنا چھوٹا اور حضرت کا نام اتنا بڑا

⊙

چلنا جو میں چاہوں تو قدم اٹھ نہیں سکتا
لکھنے کی ہو خواہش تو قلم اٹھ نہیں سکتا
ہو عزم فغاں کا تو زباں ہل نہیں سکتی
چپکا جو رہوں بارِ الم اٹھ نہیں سکتا

◉

امتیازِ حسرت و رنج و الم جاتا رہا
غم ہوا اتنا کہ اب احساسِ غم جاتا رہا

بزمِ دنیا میں کہاں سامان حشمت کو ثبات
گم ہوئی مہر سلیماں جامِ جم جاتا رہا

جس سے تھا خودداریِ اربابِ حاجت کا نباہ
وہ سلیقہ تم سے اے اہلِ کرم جاتا رہا

نقلِ مغرب میں جو چھوڑی ایشیا نے اپنی اصل
گھٹ گئی شانِ عرب حسنِ عجم جاتا رہا

نقشِ صورت ہی کی تزئیں پر رہی جس کی نظر
اس سخن سے حسنِ معنی یک قلم جاتا رہا

◉

کہاں ہیں ہم میں اب ایسے سالک کہ راہ ڈھونڈی، قدم اٹھایا
جو ہیں تو ایسے ہی رہ گئے ہیں، کتاب دیکھی قلم اٹھایا

اگرچہ راحت کا بھی تھا موقع، مجھے تھا لیکن خیالِ فردا
سبک نہ ہونا تھا چشمِ دل میں، اسی سے بارِ الم اٹھایا

فلک کی گردش کے رنگ ہیں یہ کہ ہم جھکے ہیں بتوں کے آگے
خدا کی قدرت کے ہیں کرشمے، عرب نے نازِ عجم اٹھایا

⊙

ہمیشہ ہوتے ہیں دنیا کی راحت سے الم پیدا
وہ کیا شادی کہ جس شادی سے ہوں اسبابِ غم پیدا

⊙

فلک سے گو کہ مجھے شکوۂ مظالم تھا
مگر میں خود طلبِ عافیت سے نادم تھا
کھنچے جو دار پہ منصور راہ ہی تھی غلط
خدا بنے تھے تو چھپنا بھی ان کو لازم تھا
ہمیشہ کہتا تھا ہر بات پر "نمید انم"
کچھ اس میں شک نہیں اکبر بڑا ہی عالم تھا

⊙

سخت طینت ہے تو نیک انجام کیوں ہونے لگا
انشراح صدر للاسلام کیوں ہونے لگا

⊙

فلک سے شکوۂ جور و ستم کیا
زمیں چکر میں جب خود ہے تو ہم کیا
ہمیں دنیا میں بحثِ بیش و کم کیا
زیادہ خود نہیں ہے وہ تو ہم کیا

⊙

تھا زور کبھی خود بینی کا، کرتے ہی تھے کیا ہم ہم کے سوا
اب اپنی زباں پر کچھ بھی نہیں ہے، ربِّ اغفور الرَّحم کے سوا
ہو جوشِ سرشکِ شوق اگر، رنگینیِ دل کی زینت ہو
غازہ رخِ گل کا کون بنے اس گلشن میں شبنم کے سوا
غفلت سے ہے کارِ دل میں خلل، گو آتی ہے سب کو یادِ اجل
مجھ کو تو کوئی مصلح نہ ملا داغوں کے سوا اور غم کے سوا

⊙

محافل میں بہت آساں ہے برسوں پیچ و خم کھانا
مگر مشکل ہے واعظ کے لیے دو دن بھی کم کھانا

⊙

جو مرغِ صبح کی آواز کو بانگِ اذاں سمجھا
اسی بیدار دل نے دہر کا رازِ نہاں سمجھا
جو اپنی زندگانی کو فقط اک امتحاں سمجھا
اسی نے راحت و تکلیف کا رازِ نہاں سمجھا

⊙

تھی فقط غفلت ہی غفلت عیش کا دن کچھ نہ تھا
ہم نے سب کچھ اس کو سمجھا تھا وہ لیکن کچھ نہ تھا

طالبِ دنیا کو وقتِ نزع کیوں روتی نہ یاس
تھا جو ظاہر ہوگیا وہ ختم باطن کچھ نہ تھا

⊙

بنی فطرت اسی کی برہمن جو بت حسیں نکلا
نظر نے راز جوئی کی، نتیجہ کچھ نہیں نکلا

⊙

آتشِ غم سے چمکنے لگے اشعار مرے
داغِ دل کرنے لگے معنیِ روشن پیدا

⊙

گھٹتا جاتا ہے مری نظروں سے مقدور مرا
بڑھتا جاتا ہے شمار ان کے خریداروں کا
بحث میں عفوِ سزا کے یہ لڑے مرتے ہیں
فیصلہ کرہی دو اب اپنے گنہگاروں کا
بے خطر پھرتا ہوں بازارِ جہاں میں ہر سو
کیسہ خالی ہے تو کیا خوف ہے عیاروں کا
فطرت اٹھی ہے شفاعت کو ملائک ہیں خموش
حشر ہے عشق و محبت کے گنہگاروں کا

◉

جہاں میں حال مرا اس قدر زبون ہوا
کہ مجھ کو دیکھ کے بسمل کو بھی سکون ہوا
غریب دل نے بہت آرزوئیں پیدا کیں
مگر نصیب کا لکھا کہ سب کا خون ہوا
وہ اپنے حسن سے واقف میں اپنی عقل سے سیر
انھوں نے ہوش سنبھالا' مجھے جنون ہوا
امیدِ چشمِ مروّت کہاں رہی باقی
ذریعہ باتوں کا جب صرف ٹیلیفون ہوا
نگاہِ گرم ''کرسمس'' میں بھی رہی ہم پر
ہمارے حق میں دسمبر بھی ماہ ''جون'' ہوا

◉

جدا رہتا تو ہوں تم سے مگر دل خوش نہیں رہتا
جو بس ہوتا' جہاں رہتے ہو تم' میں بھی وہیں رہتا

◉

خوشی تو ایسی کوئی نہ دیکھی کہ اس کی مستی زیادہ رہتی
مگر غم ایسا ہوا مجھے اب کہ حشر تک ہوش میں رہوں گا
گلوں کی فرقت کے داغ اب تک ہرے ہیں سینے میں اے گلستاں
چمن میں میں خاک اڑا چکا ہوں تو پھول کس دل سے اب چنوں گا

⊙

پائے رفتار تو ہو جاتے ہیں ہم میں پیدا
رہنما بننے کو ہوتی نہیں آنکھیں پیدا
ان نگاہوں سے تعلق کی یہ جلدی کیا ہے
حضرتِ دل ابھی کچھ خون تو کرلیں پیدا

⊙

غوغائیوں سے اس کے سوا اور کہیں کیا
تاریخ میں سب کچھ ہے یہ بتلاؤ تمہیں کیا

⊙

عبث طولِ اَمل یہ ہے چناں ہوگا چنیں ہوگا
نہیں ہے دور وہ ساعت کہ تو زیرِ زمیں ہوگا

⊙

یہ بت مجھے نہیں دیتے امان شکرِ خدا
خدا کی راہ میں جاتی ہے جان، شکرِ خدا
اجل کے شوق میں پروائے زندگی نہ رہی
نظر میں ہیچ ہے سارا جہان، شکرِ خدا
برائے مشقِ ستم پالیا مرے دل کو
عجب نہیں جو کرے آسمان، شکرِ خدا

وفا نہ کی بتِ بے دیں نے ہم سے اے اکبر
غلط ہی تھا وہ ہمارا گمان، شکرِ خدا

⊙

معنی کو چھوڑ کر جو ہوں نازک بیانیاں
وہ شعر کیا ہے رنگ ہے لفظوں کے خون کا

⊙

نہ رازِ آسماں جانا نہ کچھ حالِ زمیں جانا
رہیں بحثیں بہت اور در حقیقت کچھ نہیں جانا

⊙

دوا جو غیر نے بھیجی ہے وہ ہرگز نہ کھاؤں گا
اگر ہے زندگی باقی تو اچھا ہو ہی جاؤں گا

⊙

موسمِ گل ہی سہی، چاک گریباں اتنا
کل کچھ اس سے بھی سوا آج تو جی ہاں اتنا
برہمی زلف مصیبت کے ہے حسن رخ عشق
قدرداں دل ہے تو پھر کیوں ہے پریشاں اتنا

⊙

مری آہوں کو وہ فرعون طینت کچھ نہیں سمجھا
مگر جس کو سمجھ تھی اس نے موسیٰ آفریں سمجھا

◉

جو بعد مرنے کے رہ گیا کچھ سمجھ سکا یہ کہ مر گیا ہوں
تو زندگی سے نجات پانے کی میں تو بے حد خوشی کروں گا

◉

خلعت کے لیے وضع قانون ہی اچھا
جو چل نہ سکے اس پہ وہ مجنون ہی اچھا
کیا سختیِ موسم جو ہو مطلب کے موافق
ان برف فرشوں کے لیے جونِ ہی اچھا
دعوت بھی بہت خوب ہے احباب کی خاطر
لیکن جو اڈیٹر ہو تو مضمون ہی اچھا

◉

منطق کو فائدہ کیا ان سینہ کاویوں کا
مطلب میں اپنا حس ہے مذہب میں راویوں کا

◉

بساطِ حس ہے کم انساں ہوا ہے ناتواں پیدا
اسی کم مائیگی نے کر دیے کب اور کہاں پیدا
اگر موجِ نفس میں آئیں موجیں جوشِ معنی کی
حبابِ زندگی ہی سے ہو بحرِ بیکراں پیدا

کہاں سے اس میں خوئے جور آئی میں نہیں واقف
میں جب پیدا ہوا تو ہو چکا تھا آسماں پیدا

⊙

ادھر خیال نہیں مصلحانِ "نیشن" کا
کہ فرطِ ضعف نہیں وقت آپریشن" کا

⊙

مجھی پر جب گزرتی ہے تو اب انکار کیا معنی
جو کوئی دوسرا کہتا تو مشکل سے یقیں آتا
حیات اب مجھ سے کہتی ہے کہ میں مجبور ہوں ورنہ
کسی پر بار ہو کر مجھ کو رہنا خوش نہیں آتا

⊙

میں کب کہتا ہوں اے واعظ کہ میں نے رازِ دیں سمجھا
فقط اتنا ہی سمجھا ہوں کہ تو بھی کچھ نہیں سمجھا
مگر اظہارِ عجزِ عقل میں بھی ایسی لذت ہے
کہ خونِ فکر پر میں اس کو رشکِ انگبیں سمجھا
روش ذہنِ بشر کی مدعی مطلق نہیں سمجھا
ترقی سے رہا محروم عادت کو یقیں سمجھا

⊙

فنا کے دور میں اس آسماں سے کیا ہو گا
چنیں سے ہوگا چناں پھر چناں سے کیا ہو گا

⊙

ایمان جیت کر بھی ایمان ہی رہے گا
شیطان ہار کر بھی شیطان ہی رہے گا

⊙

تہمد میں بٹن جب لگنے لگے جب دھوتی سے پتلون اگا
ہر پیڑ پر اک پہرا بیٹھا ہر کھیت میں اک قانون اگا

⊙

اے فلک دل کی ترقی کا جو ساماں ہوتا
طاعتِ حق کا ستارا بھی درخشاں ہوتا
جان لیتا جو شبستانِ فنا کا انجام
صورتِ شمع ہر اک بزم میں گریاں ہوتا
غنچہ مرجھا کے گرا شاخ سے افسوس نہ کر
کھل بھی جاتا تو یہی تھا کہ پریشاں ہوتا
ناصحا نالہ و زاری پہ ملامت ہے عبث
چپ بھی ہوتا تو مرا راز نہ پنہاں ہوتا

کس مپرسی کا گلہ کچھ نہیں مجھ کو اکبرؔ
حال ہی کیا تھا کہ جس کا کوئی پرساں ہوتا
چمنِ دہر میں مایوس رہا میں اکبرؔ
کاش اک پھول بھی تو زینتِ داماں ہوتا

⊙

رضائے حق پہ راضی رہ یہ حرفِ آرزو کیسا
خدا خالق خدا مالک خدا کا حکم تو کیسا
خزاں پھرتی ہے آنکھوں میں چمن کا کیا مزا آئے
فنا جب ہے نگاہوں میں تو لطف رنگ و بو کیسا
مئے گلرنگ سے جس مسلمِ ناداں کو رغبت ہے
خدا جانے رگوں میں اس کی بہتا ہے لہو کیسا
گھٹا کر دین کو عزت تری بڑھ سکتی ہے کیونکر
طریقِ کفر میں اے دوست حفظِ آبرو کیسا

⊙

اس کو نہ پا سکا مگر اس غم میں رو سکا
یہ بھی ہے اس کا فضل کہ اتنا تو ہو سکا
کوشش یہ تھی خودی کو میں گم کردوں عشق میں
دقت یہ ہوگئی کہ فقط عقل کھو سکا

⦿

ہنس کے دنیا میں مرا کوئی، کوئی رو کے مرا
زندگی پائی مگر اس نے جو کچھ ہو کے مرا
جی اٹھا مرنے سے وہ جس کی خدا پر تھی نظر
جس نے دنیا ہی کو پایا تھا وہ سب کھو کے مرا
تھا لگا روح پہ غفلت سے دوئی کا دھبّہ
تھا وہی صوفیِ صافی جو اسے دھو کے مرا

⦿

اب غم کا بھی حق مجھ سے ادا ہو نہیں سکتا
ہوں مضمحل اتنا کہ بہت رو نہیں سکتا
افسوس کہ راحت تو مجھے مل نہیں سکتی
اور جان بِلا حکمِ خدا کھو نہیں سکتا

⦿

خرد سے انکشافِ رازِ ہستی ہو نہیں سکتا
یہ امر اس راز کی عظمت کو لیکن کھو نہیں سکتا
جو ہے آرام دہ بستر تو دروازہ شکستہ ہے
مصیبت دیکھیے نیند آ رہی ہے سو نہیں سکتا

⊙

مرنے والا مر گیا اور رونے والا رو چکا
وائے بر ہستی اگر مقصودِ ہستی ہو چکا
اب جنوں سے کام لوں گا میں رہِ تحقیق میں
عقل کے پیچھے تو اتنا وقت اپنا کھو چکا

⊙

جان بچنے کی نہیں وقت جب آ جائے گا
دوستی بھی ملک الموت سے ہو جائے تو کیا
تازگی طبع کی ممکن ہی نہیں ہجر کی شب
قصہ سن کر بہ تکلف کوئی سو جائے تو کیا

⊙

مرتبہ دنیا میں اس سے بھی سوا ہو آپ کا
یاد رکھیے گا کہ میں بھی ہوں دعا گو آپ کا
شیخ صاحب میں ضرورت سے فقط مجبور ہوں
ورنہ میرا بھی عقیدہ ہے وہی جو آپ کا
ہم کو اپنے البم پر ناز کا ہے کیا محل
بے حد ارزاں ہو گیا ہے اب تو فوٹو آپ کا
آپ کے درشن مصور کے بھی حصے میں نہیں
بس لیا جاتا ہے فوٹو ہی سے فوٹو آپ کا

اپنی ہستی پر عبث ہے آپ کو اکبر وثوق
اس کا مالک اور ہی ہے نام ہے گو آپ کا

⊙

اس سے تو اس صدی میں نہیں ہم کو کچھ غرض
سقراط بولے کیا اور ارسطو نے کیا کہا
بہرِ خدا جناب یہ دیں ہم کو اطلاع
صاحب کا کیا جواب تھا بابو نے کیا کہا

⊙

لگاوٹوں سے یہ دل لبھانا' فریب دے کر تباہ کرنا
غضب ہے ہم کو سمجھ نہ آئی' انھیں کو آیا نگاہ کرنا
ستم سے وہ دل مراد کھائیں اور اپنے عشووں کی داد چاہیں
عجب تماشا ہے دل کا' رونا زبان کا واہ واہ کرنا
یہ داغ پر داغ دل کے اندر یہ ناتوانی یہ جانِ مضطر
مرے مشاغل کی کچھ نہ پوچھو اداس رہنا اور آہ کرنا

⊙

شکلِ تسکیں مرے دل کو مرے اللہ دکھا
راہیں سب بند ہوئیں اپنی طرف راہ دکھا
چمکے وہ مہر کہ گم ہوں یہ چراغِ اوہام
نورِ عرفاں سے ہو مملو وہ شبِ ماہ دکھا

آنکھ کو صورتِ فانی نے کیا ہے پُر خوں
چشمِ باطن کو مرے معنیِ دل خواہ رکھا

⦿

خدا کا چاہنا ہے چاہنا، میں کچھ نہ چاہوں گا
جہاں تک ہو سکے گا بندگی کا حق نباہوں ہوگا

⦿

ہند میں بت کو چاہنا ہی پڑا
برہمن سے نباہنا ہی پڑا
اس قدر درد ہو تو ضبط کہاں
دل کو آخر کراہنا ہی پڑا

⦿

آپ کے ہاتھ میں مَیں ہاتھ نہیں دے سکتا
داد دیتا ہوں مگر ساتھ نہیں دے سکتا

⦿

کل مدح مری وہ کرتے تھے اور بزم میں مَیں شرمندہ تھا
میں کچھ بھی نہ تھا اور تھا بھی اگر اس وقت میں تھا جب زندہ تھا
تھا کیا ہی سماں تھی کیا ہی وہ شب سینے ہی میں تھے اسبابِ طرب
ہر حرکتِ دل اک نغمہ تھی ہر تارِ نفس سازندہ تھا

گو دیر میں طالب میرے تھے بت کعبے ہی میں پایا میں نے مفر
اس وقت تو صورت اچھی تھی خطرے کا محل آئندہ تھا
افسوس ہے اس نے قدر نہ کی اور دل کو مرے برباد کیا
بامعنی تھا، پائندہ تھا، اک گوہر تھا، تابندہ تھا

⊙

مانا کہ معذرت سے وہ رو براہ ہوگا
اس سوءِ ظن میں لیکن کب تک نباہ ہوگا
بیدادِ بت کو اکبر سہتا ہے بے تردّد
کوئی تو ہے کہ جس سے وہ داد خواہ ہوگا

⊙

جیسی دل میں ترنگ آ جائے
عشق و مستی کا قاعدہ کیا ہے
رکھ اپنی نظر سوئے ھو اللہ
تو، تو، میں، میں، سے فائدہ کیا ہے

⊙

گرم و سرِ ددہرے سے سالک کبھی رکتے نہیں
چلتی رہتی ہیں ہوائیں ماگھ کیا بیساکھ کیا

◉

تو ہی ہے ناز مرے دل کا اٹھانے والا
اے جنوں اب میں نہیں آپ میں آنے والا
ہوش اڑا دیتا ہے ان خاک کے پتلوں کا جمال
خود وہ کیا ہوگا انھیں ہوش میں لانے والا
داغِ دل ہی کا سہارا ہے فقط اے اکبر
قبر پر کوئی نہیں شمع جلانے والا
اپنے غم خانہ کا دروازہ کرو بند اکبر
اب نہیں کوئی سوا موت کے آنے والا

◉

زمانہ میرے زخم دل کو ہرگز سی نہیں سکتا
جیوں شاید مگر آرام سے اب جی نہیں سکتا
بشر کو زندگی میں غفلتِ امیدِ فردا ہے
مگر دم بھر بھی اپنے قصد سے وہ جی نہیں سکتا
خدا ہی سے بالآخر کام پڑ جاتا ہے اے اکبر
نہیں ہوتا کسی کا کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا

◉

عشق میں حسنِ بتاں وجہِ تسلی نہ ہوا
لفظ چمکا مگر آئینۂ معنی نہ ہوا

دل میں کہتے تھے کہ یہ ہوگا وہ ہوگا لیکن
کٹ گئی عمر امیدوں ہی میں کچھ بھی نہ ہوا

⦿

غم و تکلیف سے خالی فقط اک حس ہو ہستی کا
نہ چشمِ غیر بیں ہو اور نہ سودا خود پرستی کا
یہی حالت ہے جس کی آرزو ہے اہلِ باطن کو
یہی لذت ہے جس کا حس فلک ہے اوجِ مستی کا

⦿

مذہبی جنگ اب ہے دنیا کے لیے
دین بھی کچھ ہو اگر نقلی تو کیا

⦿

نفس ہی کی خواہشوں کا ہے نفاذ
روح نے مذہب کو ڈگری دی تو کیا
آنز و دولت میں خود واعظ ہیں غرق
دوسروں پر نکتہ چینی کی تو کیا
بزمِ ساقی کی کہاں وہ مستیاں
چھپ کے اکبر نے اگر پی بھی تو کیا

⦿

اگرچہ تلخ ملا جامِ عمرِ فانی کا
مگر محل نہیں ساقی سے بدگمانی کا
میں آہ کرنا سکا ضبط کی ہوئی تعریف
رہوں گا شکر گزار اپنی ناتوانی کا
بعید روح کے خالق سے ہے ہلاکِ شوق
اگرچہ حق ہے اسے نازِ لن ترانی کا
سوا خدا کے کسی کا خیال آنہ سکا
غموں نے کام دیا دل کی پاسبانی کا

⦿

یہ بات ہے صاف مجھ سے سن لے کتاب میں اس کو کیا پڑھے گا
حدود دنیا کے ہیں معیّن جو یہ گھٹے گا تو وہ بڑھے گا

⦿

خدا کی یاد میں گو جان کو ہے شوق مستی کا
بدن کو کیا کریں جوہر ہے جس میں بت پرستی کا

⦿

جو اہلِ دنیا کا رخ کرو گے سکونِ خاطر کبھی نہ ہوگا
شریکِ غفلت بہت ملیں گے شریکِ عبرت کوئی نہ ہوگا

یہی ہے مذہب کا جزوِ اعظم کو دین دنیا پہ ہو مقدّم
نئے طریقے میں لیکن اے دوست ہوگا سب کچھ یہی نہ ہوگا

⦿

حالِ دل خوب کہا، ہے یہ زباں کا دعویٰ
دل سے پوچھو تو وہ کہتا ہے کہ کچھ بھی نہ کہا

⦿

ہے بدگماں جو وہ بت پرواہ نہیں کچھ اس کی
ہر برہمن ہے شیدا اکبر کی کافری کا

⦿

حسن دیکھو بتانِ کاشی کا چہرہ ہے چاند پورن ماشی کا
چشمِ تر دیکھ کر وہ مِس بولی محکمہ ہے یہ آب پاشی کا
آپ کی متن واہ صلِّ علیٰ سارا فتنہ ہے ان حواشی کا
ہوگیا "فیل" امتحانوں میں اب ارادہ ہے بدمعاشی کا

⦿

پوچھو گے جب فلک سے تم سے یہی کہے گا
جو تھا نہ رہ گیا وہ، جو ہے وہ کیوں رہے گا
ہوں گے حباب ابھر کر یوں ہی فنا ہمیشہ
موجیں گھٹیں بڑھیں گی، دریا یونہی بہے گا

ذکرِ خدا کا ہوگا جس دل میں ذوق اکبؔر
وہ مطمئن رہے گا غم بھی اگر سہے گا

⊙

علامت روحِ شخصی کی ہوئی کس شے سے تھی پیدا
حوادث یہ کہاں تھے اب ہوئی جن سے خودی پیدا
نگاہیں ہوں تو ویرانے میں بھی آبادیاں دیکھیں
اگر دل ہو تو ہر پہلو سے کر لے دل لگی پیدا

⊙

کچھ نہیں کارِ فلک حادثہ پاشی کے سوا
فلسفہ کچھ نہیں الفاظ تراشی کے سوا

⊙

لکھو ''لائف'' مری ایامِ جوانی کے سوا
سب بتا دوں گا تمہیں ''افتدوانی'' کے سوا

⊙

خبر ان کو کچھ نہ آئے پھانس لینے کے سوا
مجھ کو اب کرنا ہی کیا ہے سانس لینا کے سوا
تھی شبِ تاریک چور آئے جو کچھ تھا لے گئے
کر ہی کیا سکتا تھا بندہ کھانس لینے کے سوا

⊙

جو ہے بلند باطن پستی سے وہ بچے گا
گو پستیوں میں پائے افزونیِ مراتب
ہر چند شیر عاجز اور طالبِ غذا ہو
لیکن نہ کھا سکے گا کتوں کے ساتھ راتب

⊙

یہ اسے کرتی ہے روشن وہ مٹاتا ہے اسے
رات سے پوچھو کہ بہتر شمع ہے یا آفتاب

⊙

محاورات کو بدلیں "براہِ ریل" جناب
"ٹکٹ بدست" کہیں اب بجائے پا بہ رکاب

⊙

پہلے تھا نورِ عرفاں خالق سے لو لگی تھی
قومی مباحثوں سے روشن ہوا دماغ اب
وقعت پہ اب ہیں نازاں سوز و گداز رخصت
قبل اس کے شمع تھے وہ ہیں لعلِ شب چراغ اب

⊙

نزع میں انسان سکھ پائے تو خوب
زندگی مرنے کے کام آئے تو خوب

⊙

پنجۂ شیخ سے نکلے تو پریشان ہیں اب
ٹوٹی تسبیح کے دانے یہ مسلمان ہیں اب

⊙

ضبط کی تکلیف جو کچھ ہو اسے سہہ لوں گا اب
جو مجھے کہنا ہے دل ہی میں اسے کہہ لوں گا اب

⊙

ہر دم خیال رکھے حق کا اگر ہے طالب
ہر سانس کھنچتی ہے جاں آفریں کی جانب

⊙

عاشقانہ آپ کی وحشت نہیں ہے اے جناب
چغد سے جب پوچھتے ہیں راہ ویرانے کی آپ

⊙

بالائے عرش ہیں کہ تہِ آسماں ہیں آپ
دعوے سے قبل دیکھ تو لیجے کہاں ہیں آپ

⊙

کیا جرم ہے یہ حال تو جانے خدائے موت
ہر نفس کے لیے ہے مگر یاں سزائے موت

کہتی ہے عقل موت یہ ہے بہرِ زندگی
وہ زندگی کہ جو نہیں ہوگی برائے موت
دنیا کی زندگی تو ہے اک جزوِ موت ہی
اس کا نتیجہ ہو نہیں سکتا سوائے موت
سانچا یہ زندگی ہے فقط روح کے لیے
جب ڈھل چکے تو سانچے کو جائز ہے آئے موت
کیسی ڈھلی، اسی کا ہے لازم ہمیں خیال
نعمت بنائیں موت کو کیوں ہو جفائے موت
ہوتا ہے غم ضرور مگر کچھ ہے مصلحت
اللہ کردے طبع کو راز آشنائے موت

⊙

ماضیست کہنہ نقشے مستقبلست وہے
درحالش از نہ بینی اے وائے بر نگاہت

⊙

بگذار بہ حالِ خودم اے بزمِ تعلّی
عبرت زدہ را کار بہ "آز" زدگاں نیست

⊙

اگرچہ ذکرِ شہادت پہ جان دیتے ہیں
جو دیکھیے تو ہیں آرام جُو حیات پرست

وہ تیتری ہے یہ بلبل وہ گونج بھونرے کی
بہارِ باغ نے پیدا کیے نبات پرست

⊙

ایں فتنہ کہ برپا شد وایں شور کہ برخاست
الزام بہ گردوں منہ از ماست کہ بر ماست

⊙

وعظ کہنے کو تو موجود ہیں اکبرؔ لیکن
کیا اثر رکھتی ہے اس وقت مسلمان کی بات
کہے دیتا ہوں بتوں کو میں عدوئے دل ودیں
آ ہی جاتی ہے زباں پر کبھی ایمان کی بات

⊙

شرط انساں کو سلیقہ ہے سخن گوئی میں
باغباں سے ہو مخاطب تو کرے پھول کی بات
عقلمندی نہیں دیوانۂ دنیا ہونا
نہ کرو رد یہ ہے اک بندۂ مقبول کی بات
"پروفیسروں" سے ہمیں کچھ نہیں حاصل اکبرؔ
دلِ عاشق میں سماتی نہیں اسکول کی بات

⦿

مغربی ذوق ہے اور وضع کی پابندی بھی
اونٹ پر چڑھ کے 'تھیئٹر' کو چلے ہیں حضرت

⦿

معترض بھی کوئی حق گو کبھی ہو جاتا ہے
مگر اس بزم میں یہ سچ ہے کہ جی ہاں ہے بہت
وعظِ تقویٰ نہ کہو رحم کرو اکبرؔ پر
چشمِ بد دور ابھی طاقتِ عصیاں ہے بہت

⦿

حالِ ما ماضی نہ شد مستقبلِ ماحال ماست
ہستی دارم کہ ہر دم گم بہ ہستیِ خداست

⦿

مشرب مرا قناعت' مذہب مرا طریقت
ملیے اگر تو خادم رکیے اگر تو رخصت

⦿

عقلِ زاہد' عشقِ صوفی میں بس اتنا فرق ہے
اس کو خوفِ آخرت ہے اس کو ذوقِ آخرت

◉

از "کمیٹی" طمعِ "جلسہ" نداریم اکبر
شعر اندر پسِ من مدح سرایم باقیست

◉

بھائیو تم کبھی ہندی کے مخالف نہ بنو
بعد مرنے کے کھلے گا کہ یہ تھی کام کی بات
بسکہ تھا نامۂ اعمال مرا ہندی میں
کوئی پڑھ ہی نہ سکا مل گئی فی الفور نجات

◉

جی کے مرنے میں کیا ہے ناز کی بات
مر کے جینا ہے امتیاز کی بات
چاہتی تھی زباں کرے توضیح
دل پکارا کہ ہے یہ راز کی بات

◉

اس سے بڑھ کر کون ہے راہِ فنا میں بے قرار
خضر کی حد سے ہے باہر تیزیِ رفتارِ وقت

◉

اٹھتی ہیں تجھ سے یہ آہیں دل ناشاد عبث
سننے والا نہیں کوئی تو ہے فریاد عبث

چرخ کہتا ہے ضروری ہے تڑپنے کے لیے
ورنہ گزری ہوئی باتوں کی ہے اب یاد عبث

⊙

شیخ ''آنر'' کے لیے آتے ہیں میدان کے بیچ
''ووٹ'' ہاتھوں میں ہے ''اسپیچ'' قلمدان کے بیچ
وہی قسمت، وہی قانون اور اس پر یہ بھیڑ
اے خدا عقل ہے حیران تری شان کے بیچ

⊙

عابدوں کے دم سے ہے یہ رونقِ دربارِ صبح
نعرۂ تکبیر سے ہے گرمیِ بازارِ صبح
جھانکتا ہے اس کی جانب دور سے مہرِ مبیں
خوش نصیب آنکھیں وہ ہیں جن پر کھلیں اسرارِ صبح

⊙

یوں تو ہر شے پر اداسی سی نظر آتی ہے
کسمپرسی میں کوئی شے نہیں مذہب کی طرح
مولوی گو کہ ہیں ''شمس العلما'' پھر بھی ہیں سست
رینگتے پھرتے ہیں پروانۂ بے شب کی طرح

⊙

جسم میں یا تو کبھی تھا شوق سے ہیجانِ روح
یا تعلق جسم سے اب ہوگیا سوہانِ روح
عقلِ انساں کیوں نہ عاجز ہو ترے ادارک میں
روح ہی کو یہ نہ سمجھی اور تو ہے جانِ روح

⊙

گراں نظر پہ ہے مسجد کا با ادب سجدہ
وہ بے خطر ہے جو ہے بزم میں زباں گستاخ
دلوں کا زور نہ باقی رہے خدا کی طرف
اسی سے لیگ میں جائز رہی زباں گستاخ

⊙

زباں ہے ناتوانی سے اگر بند
مرے دل پر نہیں معنی کے در بند
ہماری بے کسی کب تک چھپے گی
خدا پر تو نہیں راہِ خبر بند
بہ یادِ رنجِ یارانِ نظر بند
کیا ہم نے بھی اب ملنے کا در بند
دلوں میں درد ہی کی کچھ کمی ہے
نہیں ہے آہ پر راہ اثر بند
بتِ ''مشرق'' نہیں محتاجِ ساماں
کمر ہی جب نہیں کیسا کمر بند
کہوں گا مرثیہ اس غم میں ایسا
کھلے معنی دکھائے جس کا ہر بند
خیال چشمِ فتّاں میں ہوا محو
مرا دل اب ہے سینے میں نظر بند

◉

بہ کارِ دیں ہم آمادہ دلِ پر جوش من باشد
مسلماں میشوم غلماں چو در آغوش من باشد

◉

زبان بند ہے اس عہد پر نگاہ کے بعد
سکوت ہی مجھے رہتا ہے اب تو آہ کے بعد
رکا ہوا ہے جو سائنس لاالہ کے بعد
خدا کو مان ہی لے گا زوالِ جاہ کے بعد
شگفتہ پایا طبیعت کو بعدِ کارِ ثواب
دلیر دل کو نہ پایا کبھی گناہ کے بعد
تمہارے عارضِ روشن نے کھول دیں آنکھیں
میں کہہ رہا تھا کہ اب کیا ہے مہر و ماہ کے بعد

◉

ہے منتظم جہان کا پروردگار خود
حیرت میں ہیں حوادثِ بے اختیار خود

◉

عزتِ اکبر نہ مثلِ برہمن در دَیر بود
قشقہ بودش بر جبیں لیکن زدستِ غیر بود

⊙

مارا ازیں چہ کار بہ "جرمن" چہ میرود
دریاب از نگاہ کہ برمن چہ می رود

⊙

ہوائے گلشنِ طبعِ تو دل کش است اکبؔر
کہ از گلِ سخنت بوئے یار می آید

⊙

بظاہر تھا براقِ راہ عرفاں
چودم برداشتم "لیڈر" برآمد

⊙

گو رہتے ہیں ممبری فانی پر شاد
لیکن نہیں اپنی نا توانی پر شاد
کونسل میں بڑھا رہے ہیں طاقت اپنی
عاقل ہیں مکرمی بھوانی پر شاد

⊙

علمِ ہم از عشق یک اظہار بود
چشم بر زلف و دہانِ یار بود

⊙

مرنے والے ہی کو عزرائیل آتے ہیں نظر
دوسرے دیکھیں تو برپا ہو بڑا دنگا فساد

⊙

پادری سے وہ ملے پہلے تو کیا شیخ کو عذر
دیکھیے پیر کا نمبر تو ہے اتوار کے بعد

⊙

میری سمجھ میں تو یہی آیا نظر کے بعد
تفتیش علتوں کی یہاں ہے اثر کے بعد
کچھ روک مبتدا کی کسی سے نہ ہوسکی
ترکیب سوچتیں ہیں مگر کب خبر کے بعد

⊙

غافل یہاں کے لذت و آرام پر نہ ہو
دنیا میں ہائے ہائے بہت ہے مزے کے بعد
اک اضطراب دل کو مرے کرگیا خراب
کیا پوچھتے ہو حالِ زمیں زلزلے کے بعد

⊙

مجھ کو تو اکبر کا یہ مصرع رہا کرتا ہے ورد
جمع ہیں اولادِ آدم ہند کے گیہوں کے گرد

⊙

نہ تنہا وجد میں بلبل ہے میری خوش بیانی پر
گریباں چاک گل بھی ہے مرے رنگِ معانی پر
تری چوٹی جو پہنچی ایڑیوں تک اس پہ حیرت کیا
یہ پابوسی تو واجب تھی بلائے آسمانی پر

⊙

جمتا نہیں یقین کوئی میرے ہوش پر
کاموں کی یاں بنا ہے فقط دل کے جوش پر
کیونکر دلیل دیکھ سکے اس جمال کو
جس کا خیال برق گراتا ہے ہوش پر

⊙

تو وضع پر اپنی قائم رہ قدرت کی مگر تحقیر نہ کر
دے پائے نظر کو آزادی خود بینی کو زنجیر نہ کر
گو تیرا عمل محدود رہے اور اپنی ہی حد مقصود رہے
رکھ ذہن کو ساتھی فطرت کا بند اس پہ درِ تاثیر نہ کر
باطن میں ابھر کر ضبطِ فغاں، لے اپنی نظر سے کارِ زباں
دل جوش میں لا فریاد نہ کر، تاثیر دکھا تقریر نہ کر
تو خاک میں مل اور آگ میں جل جب خشت بنے تب کام چلے
ان خام دلوں کے عنصر پر بنیاد نہ رکھ تعمیر نہ کر

⦿

پینا وہ ہے کہ ہستی، ہو اوجِ معرفت پر
جینا وہ ہے کہ جو ہو امیدِ آخرت پر
کیا ہو بنائے الفتِ آخر مناسبت کیا
میں خاک بے کسی پر، وہ تخت سلطنت پر

⦿

قیامت ہے یہ ضد ضبطِ فغاں ہے اس لیے مجھ کو
کہیں ناز اں نہ ہو میری مصیبت اپنی شدت پر
زبان و چشم و دل اور دست و پا سے کام لو ایسے
کہ روزِ حشر نازاں ہوں یہ اپنی اپنی حالت پر

⦿

اثر اس کا ہے کم ہم بادۂ وحدت کے مستوں پر
عدو نے فتح پائی ہے تو تم سے بت پرستوں پر

⦿

بہت مشکل ہے نوعمروں کا بچنا اس کے عشووں سے
نئی آنکھوں کے آگے آتی ہے دنیا نئی ہو کر

⦿

ناز اس ظاہر طہارت پر نہ اے مغرور کر
حرصِ دنیا خود نجس ہے یہ نجاست دور کر

⊙

تمہارے کھیت سے لے جاتے ہیں بندر چنے کیونکر
یہ بحث اچھی ہے اس سے حضرتِ آدم بنے کیونکر

⊙

گلا جور فلک کا تو بہت کچھ رو چکا اکبرؔ
سرِ تسلیم خم کر زورِ بازو ہو چکا اکبرؔ

⊙

نہ پوچھو کیا اثر اس مصرعۂ اکبرؔ کا ہے ہم پر
ہر اک کے علم کا ہے خاتمہ واللہ اعلم پر

⊙

فلسفی بھی نوحہ گر ہیں ذہن کے مقسوم پر
پاتے ہیں معلوم کی بنیاد نا معلوم پر

⊙

مجھ کو جائز نہیں یہ عرض کہ بیداد نہ کر
ان کو زیبا ہے یہ ارشاد کہ فریاد نہ کر
شیخ کہتے ہیں کہ پیروں کی پرستش بھی ہے فرض
ماسٹر کہتے ہیں اللہ کو بھی یاد نہ کر
وحشت انگیز ترقی ہے تہِ چرخ اس وقت
تو بگولا نہ بن اور عمر کو برباد نہ کر

حسنِ سنبل سے جو ہو زلف بتاں کا سودا
چھوڑ دے سیر چمن کفر کی امداد نہ کر

⊙

جواہر ریزیاں میری زباں کی
زمیں بھی سن رہی ہے کان بن کر
جو قالب بن گئی ہے یہ تو مٹی
یہ کیا شے ہے جو چمکی جان بن کر
پئے شوقِ بقا تھا خانۂ دل
فنا کیوں بس گئی ارمان بن کر

⊙

وہ دولت کیا رہی دو دن جو تجھ سے متصل ہو کر
ترقی تو وہ ہے رہ جائے دل میں جزوِ دل ہو کر
ہوائے نفس کے تابع ہیں جن کے جسم اے اکبر
انھیں کی روح رہتی ہیں بدن میں مضمحل ہو کر

⊙

فکرِ منزل ہوگئی ان کا گزرنا دیکھ کر
زندہ دل میں ہوگیا اوروں کا مرنا دیکھ کر
آسماں کی چھت بہت نیچی سرِ نخوت کو ہے
کِبر سے کہہ دو کہ دنیا میں ابھرنا دیکھ کر

زیست بے وقعت ہوئی ہے میرے شوقِ زیست سے
موت حیراں ہے مرا مرنے سے ڈرنا دیکھ کر

⊙

بھروسا باغِ ہستی میں نہیں کچھ نخلِ قامت کا
نفس کیا ہے ہوا کی بیل ہے دھوکے کی ٹٹی پر

⊙

مبتلائے بحث کو رازِ خدا کی کیا خبر
معنیِ بے لفظ و لفظِ بے صدا کی کیا خبر
پایا اک ہنگامہ ہم بھی ہو گئے اس میں شریک
ابتدا کا علم کیسا انتہا کی کیا خبر

⊙

ظاہر ہوئی کمیٹی و کالج کی اک لکیر
آخر اسی لکیر کے سب ہو گئے فقیر
مرکز جو فطرتی تھے انھیں اب نہیں قرار
چکر میں خود پھنسے ہیں ہمارے امیر و پیر

⊙

سوجھتا لیکچر ترقی کا تو ہے ہر بات پر
ختم لیکن ہو کے رہ جاتا ہے میری ذات پر

◉

وہ ٹال دیتے ہیں مجھ کو "وری بزی" کہہ کر
میں اٹھ ہی آتا ہوں الفاظِ عاجزی کہہ کر

◉

فطرت کی یہ سازش دیکھ ذرا الزام نہ دے پھنس جانے پر
یہ سوچ پڑی طائر کی نظر کیوں دام سے پہلے دانے پر

◉

مشکل ہی کیا ہے گرنا پائے بتاں پہ رو کر
لیکن میں پاؤں گا کیا اپنا وقار کھو کر

◉

میں کیا پاؤں گا اکبر بت کدے میں حاضری دے کر
یہ بت رہ جائیں گے تھوڑی سی دادِ کافری دے کر
کہاں تک اہلِ دنیا سے کرو گے معذرت اکبر
یہی بہتر ہے چل دو اک جوابِ آخری دے کر

◉

جب مسرت منحصر ہو سعیٔ کفر آمیز پر
صبر کرنا چاہیے حالاتِ درد انگیز پر

⦿

ہستی میں رہے مستی وحدت میں فنا ہو کر
عالم کو میں کیوں دیکھوں عالم سے جدا ہو کر
فتوائے خرد جو ہو دل کی تو صدا یہ ہے
فانی ہے جدا ہو کر باقی ہے خدا ہو کر

⦿

مزا ہے عالمِ حیرت میں پاک طینت کو
عجیب نور برستا ہے چشمِ نرگس پر
فروغِ دل جو ہو منظور بزمِ ہستی میں
اشارہ شعلے کا دیکھ اور ہوا کی سن وِہسپر

⦿

چشمِ بددور آپ تو ہیں آپ ہی اپنی نظیر
ناتوانی سے غلام اور علم سے روشن ضمیر

⦿

اکبر خدا کو مان زمان و مکاں کو چھوڑ
عرفاں کا ذوق اگر ہے تو کب اور کہاں کو چھوڑ
پابند کر نہ ساعت و ساحت کا ذہن کو
دارِ فنا میں حسرتِ نام و نشاں کو چھوڑ

رنگِ زمانہ رائے کی کثرت سے ڈر نہ جا
سارا جہاں ہو شرک تو سارے جہاں کو چھوڑ

⊙

مسجد نے کہا میرا فسانہ بھی ہے اک چیز
کالج نے پکارا کہ زمانا بھی ہے اک چیز
واعظ کی بلاغت بھی بڑی چیز ہے لیکن
سچ بات یہ ہے دل میں سمانا بھی ہے اک چیز

⊙

جیسی حالت پیش آتی ہے زمانہ میں جسے
ذہنِ انسانی میں ویسا ہی اتر آتا ہے عکس
یہ مواقع ہیں کہ ہو جاتے ہیں وجہِ اختلاف
آئینے کا رخ جہاں بدلا بدل جاتا ہے عکس

⊙

چیستی اکبر بگو مجموعۂ اعمالِ خویش
بعد ازاں بنگر بیادِ آخرت در حالِ خویش

⊙

ہے یہ رفتارِ جہاں کون سی حالت کی طرف
بس جواب اس کا یہی ہے کہ قیامت کی طرف

⦿

وضع و روش اطفال کی ہے قوم پر بارِ گراں
رسموں کا شکوہ اک طرف، مذہب کا رونا اک طرف
کہتے ہیں لڑکے بھی مگر کالج سے فرصت ہے کہاں
یہ ساری باتیں اک طرف اور پاس ہونا اک طرف

⦿

نشاطِ طبع پہ تھی خوبیِ بیاں موقوف
دلِ فگار نے کی شوخیِ زباں موقوف

⦿

الاماں اے زخمِ دل اے شدتِ روزِ فراق
المدد اے مرگ مجھ پر زندگانی اب ہے شاق
روشنیِ طبع وہ مجھ میں کہاں ہے دوستو
شمعِ مردہ ہوں مجھے رہنے دو اب بالائے طاق

⦿

یہ سوزِ داغِ دل یہ شدتِ رنج و الم کب تک
ہمارے ہی لیے یہ جورِ گردوں ہے تو ہم کب تک
یہ دفتر ختم ہو گا ہی، بھلا ہی دے گا دہر اس کو
یہ حس کب تک نظر کب تک زباں کب تک قلم کب تک

جو ہیں اہلِ بصیرت کہتے ہیں اکثر یہ اکبر سے
غنیمت ہے ترا دم ہند میں لیکن یہ دم کب تک

⊙

نگاہِ اوّلیں کے دام میں الجھی ہے اک دنیا
نصیبِ ہر نظر کب ہے پہنچنا حدِ حیرت تک

⊙

من از تیغ جفائے چرخ گرواں گشتہ ام بسمل
مخواں مارا بہ بزمِ عیش خود اے منعمِ غافل
ترا سر داست شمشاداست و مارا آہ وفریاداست
ترا باغیست اندر دہ مرادا غیست اندر دل

⊙

کوئی سنتا نہیں تیری تو اس بکنے کا کیا حاصل
کوئی منزل نہیں در پیش پھر تھکنے کا کیا حاصل
اشارہ چشمِ شوقِ مشرقی سے ہے یہ مغرب کا
جو قوت ہو تو بسم اللہ منہ تکنے کا کیا حاصل

⊙

کھلتا بہت سکوت سے رنگِ بہارِ دل
لیکن نہ اٹھ سکے گا خموشی سے بارِ دل

◉

کچھ نہ سمجھا شبِ فراق کا حال
کھل گیا یار کے مذاق کا حال
اعتبار آپ کو نہ آئے گا
کیا کہوں اپنے اشتیاق کا حال

◉

فکر ہے دنیائے فانی کی خلافِ شانِ دل
کیجیے ذکرِ خدا سے حاصل اطمینانِ دل
یار نے پوچھا میں کیا ہوں دل سے نکلی یہ صدا
حاصلِ دل مقصدِ دل مطلبِ دل جانِ دل

◉

سر تراشا ان کا، کاٹا ان کا پاؤں
وہ ہوئے ٹھنڈے، گئے یہ بھی پگھل
شیخ کو یخ کردیا مومن کو موم
دونوں کی حالت گئی آخر بدل

◉

واعظا ایں نہ جنوں است نہ کافر شدہ ام
اولت ناشدہ ختم است و من آخر شدہ ام

⊙

کردیں جو بے کسوں سے ذرا یہ غرور کم
جب بھی نہیں رہیں گے کسی سے حضور کم

⊙

دکھا رہی ہے یہ ترکیبِ حسنِ طبعِ سلیم
علی کی تم میں جگہ ہو تو بس وہ ہے تعلیم

⊙

عقل مذہب سے دوستی رکھے
نہ تو دشمن ہو اس کی اور نہ غلام

⊙

زبان علم کی گو متبع ہے وقتِ کلام
مگر یہ تابعِ حکمت نہیں ہے وقتِ طعام

⊙

کبھی اسلام لائے تھے کہ ہو دینِ خدا قائم
اور اب مشرب بدلتے ہیں کہ ہو اپنا جتھا قائم

⊙

بت پوچھتے ہیں مجھ سے کیوں اللہ اللہ ہر دم
میرا جواب یہ ہے دانم چرا نگویم

⊙

مولوی ہو ہی چکے تھے نذرِ کالج اس سے قبل
خانقاہیں رہ گئی تھیں اب ہے ان کا انہدام
لیکچرر مضمون لکھتے ہیں تصوف کے خلاف
الوداع اے ذوقِ باطن الوداع اے فیضِ عام

⊙

بند ٹاپے میں تھے وہ بنگلے پر
صبح کے وقت ہنس پڑی اک "میم"
جب وہ بولے بجائے کوکڑوں کوں
مرغ شاخِ درخت لاہوتیم"

⊙

اب جسم میں باقی ہے مسرت کا لہو کم
احباب میں مرحوم بہت "سلمہ" کم

⊙

اس دارِ فنا کی بحثوں میں کیا صرفِ زباں کیا صرفِ قلم
دنیا کو بقا کیا اے اکبر گے دن کی خوشی گے دن کا الم
دم بھر میں نشاطِ طبع فنا اک آن میں نازِ جاہ ہوا
کیا بزمِ طرب کیا شانِ شہی کیا بربط و دف کیا طبل و علم

⊙

کوئی موقع نہیں ہے بننے کا
سب کو معلوم ہے کہ میں کیا ہوں
ہوگئی ہے امیدِ مرگ قوی
کل کی نسبت تو آج اچھا ہوں

⊙

دست بستہ پا شکستہ دل فسردہ لب پہ مہر
کچھ نہ کچھ کرتا ہے ہر اک اے خدا میں کیا کروں
یہ دلِ بے تاب مجھ کو کر رہا ہے کیوں تباہ
ہوگئی اک بات، تھا حکمِ قضا میں کیا کروں
نزع میں پیکِ اجل سے کہہ رہا تھا اک حسیں
تو قضا لایا ہے سر پر اب ادا میں کیا کروں
شکوۂ بیداد کرتا ہوں تو کہتا ہے فلک
خود بخود مجھ سے ٹپکتی ہے جفا میں کیا کروں

⊙

حسنِ فانی کے لیے میرا درِ دل وا نہیں
نازِ عکسِ بے بقا آنکھوں سے اب اٹھتا نہیں

⊙

یہ شاعر رنگِ شب کو گیسوئے لیلیٰ بھی کہتے ہیں
یہی حسنِ تصور ہے جسے سودا بھی کہتے ہیں
بتوں کے ناز پر اس عہد میں لازم ہے خاموشی
برا کہتے ہیں دو ان کو تو دس اچھا بھی کہتے ہیں

⊙

جہاں سوئی گھڑی کی ہوتی تھی وقت اس کو کہتے تھے
گئی چوری تو ہم سمجھے زمانہ اس کو کہتے ہیں

⊙

میں اپنے آپ میں، ان شاعروں میں فرق پاتا ہوں
سخن ان سے سنورتا ہے سخن سے میں سنورتا ہوں

⊙

نہیں ہے گو مرے پائے ثبات کو لغزش
ہوائے دہر سے میں دم بدم پگھلتا ہوں
بسانِ شمع فروغ اپنا ہے ہر اک پہ عیاں
مگر مجھی کو فقط ہے یہ حس کہ جلتا ہوں

⊙

کوئی مونس نہیں ہے بے کسی میں جان کھوتا ہوں
جو روتے میرے مرنے پر انھیں کو اب میں روتا ہوں

⊙

یہ شان بے نیازی اور یہ ہنگامۂ فطرت
گلہ کیا مرگِ ہاشم کا وہی کیا تھا ہمیں کیا ہیں

⊙

جان دینا منع ہے اور دل سے غم ٹلتا نہیں
سانس لیتا ہوں مگر کام اس سے کچھ چلتا نہیں
تپ نہ ہونے سے نہ سمجھو یہ کہ میں راحت میں ہوں
دل میں انگارے بھرے ہیں گو بدن جلتا نہیں
یہ بتِ خودبیں خلاف اکبر کے جو چاہیں کہیں
کفر کے سانچے میں تو بالفعل وہ ڈھلتا نہیں

⊙

تمہارا اور ان پھلوں کا مجھ پر نہیں کچھ احسان اے درختو
خدا اگاتا ہے اگ رہے ہو، خدا کھلاتا ہے کھا رہا ہوں

⊙

مجھ سے رکتی ہے تو میں شیدائے دنیا کیوں رہوں
یاس کا جب دور ہے محوِ تمنا کیوں رہوں
ہم نشینی خلق کی ہے اب تو وحشت آفریں
اک زمانہ میں یہ سودا تھا کہ تنہا کیوں رہوں

خوب مصرعہ ہے مگر کس کی زباں سے ہو ادا
یار ہوں اعزاز سے دنیا میں میں یا کیوں رہوں
اب ہے بیماری ہی اکبر میرا شغلِ زندگی
جب فقط مرنا ہی باقی ہے تو اچھا کیوں رہوں

⊙

بوڑھوں کے ساتھ لوگ کہاں تک وفا کریں
لیکن نہ موت آئے تو بوڑھے بھی کیا کریں

⊙

میں جس کے خامۂ قدرت کا نقشِ حیرت افزا ہوں
وہی جانے کہ وہ کیا ہے، وہی جانے کہ میں کیا ہوں
کوئی سنتا نہیں میری تو پھر اس کی شکایت کیا
میں ہی کیا کر سکا ہوں آج تک اور سب کی سنتا ہوں
جنابِ حضرتِ اکبر کی کوئی نبض تو دیکھے
یہ کہنے کو تو ہر حالت میں کہہ دیتے ہیں اچھا ہوں

⊙

قدرت کا رنگ دیکھ نہ ڈھونڈ اس کی ماہیت
تصویر کو ٹٹولنے میں کچھ مزا نہیں

⊙

آخرت کے لیے کافی ہے فقط ذکرِ خدا
"سوشل" اغراض کو کچھ پیر بنا رکھے ہیں

⊙

اس موت کے آگے اے اکبرؔ مشغولیٔ دنیا کچھ بھی نہیں
سب کچھ جسے ہم سمجھے تھے ابھی دم بھر میں جو دیکھا کچھ بھی نہیں
تدبیر کی کوئی حد نہ رہی اور بالآخر کہنا ہی پڑا
اللہ کی مرضی سب کچھ ہے بندے کی تمنا کچھ بھی نہیں

⊙

اس گلستاں میں بہت کلیاں مجھے تڑپا گئیں
کیوں لگی تھیں شاخ میں کیوں بے کھلے مرجھا گئیں

⊙

ہم اردو کو عربی کیوں نہ کریں اردو کو وہ بھاشا کیوں نہ کریں
بحثوں کے لے اخباروں میں مضمون تراشا کیوں نہ کریں
آپس میں عداوت کچھ بھی نہیں لیکن اک اکھاڑا قائم ہے
جب اس سے فلک کا دل بہلے ہم لوگ تماشا کیوں نہ کریں

⊙

کیوں مجھ سے پوچھتے ہیں وہ کیا چاہتا ہوں میں
کیا دیکھتے نہیں کہ مرا چاہتا ہوں میں

⦿

تجھے ہم شاعروں میں کیوں نہ اکبر منتخب سمجھیں
بیاں ایسا کہ دل مانے زباں ایسی کہ سب سمجھیں
نتیجے ترکِ خودداری کے سب پر ہو گئے ظاہر
ترقی خواہِ ملت جب نہ سمجھے تھے تو اب سمجھیں

⦿

شیخ جی بھی وہی کرتے ہیں جو سب کرتے ہیں
اب تو ہم مصلحتاً ان کا ادب کرتے ہیں
طلب جاہ پہ وہ کرتے ہیں کس کو مجبور
سچ تو یہ ہے کہ ہمیں لوگ غضب کرتے ہیں

⦿

یہ انقلاب بھی ہے اور آں جناب بھی ہیں
میں دیکھتا ہوں کہ موچیں بھی ہیں جناب بھی ہیں
ہے میرے دل کو خدا ہی کی رحمتوں کی طلب
کہ وہ سیع بھی ہیں اور بے حساب بھی ہیں
عجب اصول ہیں رندانِ عشق کے اکبر
گناہ کرتے ہیں اور طالبِ ثواب بھی ہیں

◉

ہوٹل میں جو وہ مطلوب رہے، اسٹیج پہ یہ مرغوب رہیں
ان کے بھی قوافی خوب ملے، ان کی بھی ردیفیں خوب رہیں

◉

تم کو مبارک یہ ہوس جو ہم کہیں وہ سب کہیں
ہم کو تو ہے اس میں مفر سب کی سنیں یا رب کہیں
سورج تو ہے لیکن نہاں ظلمت کے اندر ہے جہاں
تقویم میں تم دن پڑھو ہم حس کے اندر شب کہیں

◉

آج کل اس انجمن کے کچھ عجب اسلوب ہیں
میں جو کہتا خوب ہوں وہ چپ بھی کرتے خوب ہیں

◉

جو شیخ کی ہے یہ خود فروشی کروں کہاں تک میں عیب پوشی
یہ اتنی دنیا سے گرم جوشی حرم ہیں وہ ہیں کہ "شاپ" میں ہیں
زمیں کی کوئی کرے نہ چوری بڑھی ہے "انجینئری" کی ڈوری
اسی کے پیوند ہوں گے آخر ابھی تو مصروف ناپ میں ہیں

◉

گو بہت اونچی ہے پروازِ حریف
شیخ برگڈم کم نہیں ہیں "جمپ" میں

ان کا طوطی بولتا ہے عرش پر
ان کی مرغی بولتی ہے کمپ میں

⊙

کسی سے وہ محبت ہو محبت جس کو کہتے ہیں
پھراس سے ایسی فرقت ہو کہ فرقت جس کو کہتے ہیں
دلی حالات کا اندازہ ہو کیا اس وقت غافل کو
مصیبت ہی نہیں دیکھی مصیبت جس کو کہتے ہیں

⊙

بولے شگفتگی سے مگر بات کی نہیں
خواہش مجھے اب ان سے ملاقات کی نہیں
میرے سکوت سے مجھے بے حس نہ جانیے
الفاظ کی کمی ہے خیالات کی نہیں
اس کے سوا کہ شکر کا موقع نہیں ملا
مجھ کو شکایت ان سے کسی بات کی نہیں

⊙

شعر اکبر میں کوئی کشف و کرامات نہیں
دل پہ گزری ہوئی ہے اور کوئی بات نہیں

◉

دل کو اک غم نے گھیر رکھا ہے
کیا کسی سمت التفات کروں
ہم نشیں مجھ سے کچھ نہ پوچھ اس وقت
جی نہیں چاہتا کہ بات کروں

◉

کیوں گفتگو کسی کو ہو اس ٹھیک بات میں
شیخی زبان میں ہے حکومت ہے ہاتھ میں

◉

حسن فانی جو لبھائے اسے بت کہتے ہیں
گزراں فصلِ دلآویز کو رت کہتے ہیں

◉

کیا عذر قوم کو ہے ترقی کی بات میں
رغبت کے ساتھ خود ہے وہ "لیڈرز" کے ہاتھ میں
تعلیمِ دختراں سے یہ امید ہے ضرور
ناچے "دلہن" خوشی سے خود اپنی برات میں

◉

سیر ہوں سَیر سے اس دارِ کہن کی اکبر
اب یہاں میرے لیے کوئی نئی بات نہیں

◉

بسے برگد میں مغرب کی رفاقت اس کو کہتے ہیں
ہوئے مدفون تکیے میں اصالت اس کو کہتے ہیں
سمجھ میں صاف آجائے فصاحت اس کو کہتے ہیں
اثر ہو سننے والے پر بلاغت اس کو کہتے ہیں

◉

مایوس ہوں مریضِ غمِ لاعلاج ہوں
کل بھی جیا تو کیا وہی ہوں گا جو آج ہوں
افسردہ ہو کے کہتی ہے گل کی زبانِ حال
صرصر سے کیا کہوں کہ میں نازک مزاج ہوں
اس زندگی میں ترکِ تعلق کا ذکر کیا
جب تن میں جان ہے ہمہ تن احتیاج ہوں

◉

مذہبی تلقین اور ایسے شدائد الاماں
ایک نامِ حق کے ساتھ اتنے زوائد الاماں

◉

ہر شیخ یہ کہتا ہے عقائد ہیں تو یہ ہیں
توحید یہ کہتی ہے زوائد ہیں تو یہ ہیں

⊙

بے بصر وہ ہیں جو بحثوں میں یہاں خرسند ہیں
جن کی آنکھیں کھل گئیں ان کی زبانیں بند ہیں

⊙

وہ اپنی حد سے باہر، قائم یہ اپنی حد میں
یہ عمدہ فرق میں نے پایا ہے نیک و بد میں
تیری ہی حد میں تیری ساری مسرتیں ہیں
مشکل ہے بحث کرنا میرے سخن کے رد میں

⊙

بوزنے کو رقص پر کس بات کی میں داد دوں
ہاں یہ جائز ہے مداری کو مبارک باد دوں

⊙

الگ خیال سے یہ دینوی مظاہر ہوں
نماز کا ہے مزا جب حواس طاہر ہوں
مخالفین کو ہم کہہ تو دیتے ہیں کافر
مگر یہ ڈرتے ہیں دل میں ہمیں نہ کافر ہوں

⊙

حواسِ ظاہری کے دام میں اوہام حاضر ہیں
مگر یہ صید خود صیادِ اطمینانِ خاطر ہیں

مرا اسلام ہی کیا ہے کہ حکم کفر دوں اکبر
وہی کافر ہیں جو اللہ کے نزدیک کافر ہیں

⊙

بادۂ عرفاں کہاں یہ بحث کا دفتر کہاں
کفر ہے اس انجمن میں کون، کیا، کیونکر، کہاں
خانۂ تن کے بھی اجزاء میں ہے پیہم انقلاب
کیا بتائیں ہم کسی سے ہے ہمارا گھر کہاں

⊙

جن کو جینا ہے بنیں بجلی ہوس کے ابر میں
پاؤں لٹکائے ہوئے بیٹھے ہیں یاں تو قبر میں
چند مومن بھی اسیرِ زلفِ دنیا ہو گئے
چاندنی تو ہے مگر لپٹی ہوئی ہے ابر میں
ہاتھا پائی شاہدِ مغرب سے ہم کرتے نہیں
بابوؤں ہی کو مزا ہے بوسۂ بالجبر میں

⊙

گو مجھ میں ہے بلاغت، گو شعر با اثر ہیں
لیکن مرے مصائب مجھ سے بلیغ تر ہیں

⊙

کس طرح جانچے گا اپنے آپ کو اے فلسفی
فرق کیا لازم نہیں ہے ناظر و منظور میں

⊙

آپ کی 'ہرگز نہیں' کے آگے کیا بس ہے مرا
لیکن اتنا تو ذرا سن لوں کہ آخر کیوں نہیں
ان کے گھر کی آگ بجلی، میرے گھر مٹی خراب
یا الٰہی مجھ پہ الطافِ عناصر کیوں نہیں
اس قدر دل کش ہے رنگِ طبعِ اکبرؔ دیر میں
بت کو حسرت ہے کہ یہ کم بخت کافر کیوں نہیں

⊙

ہم کیوں یہ مبتلائے بے تابیِ نظر ہیں
تسکینِ دل کی یارب وہ صورتیں کدھر ہیں
ذرّے جو گل بنے تھے وہ بن گئے بگولے
جو زینتِ چمن تھے وہ خاکِ رہ گزر ہیں
دنیا کی کیا حقیقت اور ہم سے کیا تعلق
وہ کیا ہے اک جھلک ہے ہم کیا ہیں اک نظر ہیں
ہم نے سنا بہت کچھ حالِ جہانِ فانی
افسانہ گو غضب ہیں، قصے تو مختصر ہیں

پیدا کیے فلک نے نادیدنی مناظر
نیچی ہیں ان کی نظریں جو صاحبِ نظر ہیں
غم خانۂ جہاں میں وقعت ہی کیا ہماری
اک ناشنیدہ اُف ہیں اک آہِ بے اثر ہیں
کیا مشرقی کفن بھی وہ ترک کرسکیں گے
اوضاعِ مغربی میں جو غرق سر بسر ہیں
اکبر کے شعر سن کر کہتے ہیں اہلِ باطن
اب بھی خدا کے بندے کچھ صاحبِ اثر ہیں

⊙

اپنی مرضی کے موافق دہر کو کیوں کر کروں
بے حد آتا ہے مجھے غصہ مگر کس پر کروں
چل بسے چھوٹے بڑے تھا جن سے لطفِ زندگی
مجھ پہ کس کو ناز ہے میں ناز اب کس پر کروں
وصل کی شب حسبِ موسم ہو ہی جائے گی سحر
لطف اٹھاؤں یا درازی کی دعا شب بھر کروں
دورِ بے مہری ہے امیدِ محبت کس سے ہو
اڑ رہی ہے خاک ہر سو کس کے دل میں گھر کروں

⊙

داغِ دل پر نظرِ یاس نہ کر اے اکبرؔ
کوئی ذرّہ چمنِ دہر میں بیکار نہیں
تجھ پہ گلزار کھلائے گا یہی داغ کبھی
آج گو طبع تری محرمِ اسرار نہیں

⊙

یہ جتنے ذرّے جہانِ فانی کے اتنی شکلوں میں جلوہ گر ہیں
خدا کی ہستی کے سب ہیں شاہد اور اپنی ہستی سے بے خبر ہیں
تغیر اتنا کہ کم تعین، تعین ایسا کہ اپنی ہی دھن
کمال ایسا کہ سب ہیں حیرت، جمال ایسا کہ سب نظر ہیں
حواس کچھ نیک کام کرلیں کہ جیب و دامن کو اپنے بھرلیں
مرے معانی کی حد نہیں ہے اگرچہ الفاظ مختصر ہیں

⊙

دنیا میں ہوں دنیا کا طلب گار نہیں ہوں
بازار سے گزرا ہوں خریدار نہیں ہوں
زندہ ہوں مگر زیست کی لذت نہیں باقی
ہر چند کہ ہوں ہوش میں ہشیار نہیں ہوں
اس خانۂ ہستی سے گزر جاؤں گا بے لوث
سایہ ہوں فقط، نقش بہ دیوار نہیں ہوں

افسردہ ہوں عبرت سے دوا کی نہیں حاجت
غم کا مجھے یہ ضعف ہے بیمار نہیں ہوں
وہ گل ہوں خزاں نے جسے برباد کیا ہے
الجھوں کسی دامن سے میں وہ خار نہیں ہوں
یارب مجھے محفوظ رکھ اس بت کے ستم سے
میں اس کی عنایت کا طلب گار نہیں ہوں
گو دعویٰ تقویٰ نہیں درگاہِ خدا میں
بت جس سے ہوں خوش ایسا گنہگار نہیں ہوں
افسردگی و ضعف کی کچھ حد نہیں اکبر
کافر کے مقابل میں بھی دیں دار نہیں ہوں

⊙

حرج کیا وقعت نہیں میری جو بزمِ غیر میں
عزتِ مسلم ہے اس کی کس مپرسی دیر میں
تارِ برقی سے ہوا معلوم حالِ زارِ روس
شور برپا ہے کلیسا میں حرم میں دیر میں
آسمانی توپ چلتی ہے کہیں صدیوں کے بعد
لیکن اڑ جاتی ہیں ساری غفلتیں دو فیر میں

⊙

چرخ نے پیش کمیشن کہہ دیا اظہار میں
قوم کالج میں اور اس کی زندگی اخبار میں

⊙

حواس سب ہو گئے معطل اور آنکھ بھی بند کر چکے ہیں
لحد میں گرنا ہے صرف باقی زمانہ گدزا کہ مر چکے ہیں

⊙

کارگر اس بت کی تدبیریں بالآخر ہو گئیں
گو ہوں مسلم خواہشیں میری بھی کافر ہو گئیں

⊙

بت سے حاصل کی موافق اپنے رائے
نشۂ نخوت میں اب سرشار ہیں
پوچھے کوئی حضرتِ والا سے یہ
آپ فاتح ہیں کہ ڈگری دار ہیں

⊙

اب میں سرگرمی سے کوئی سعی کرتا ہی نہیں
بعد ان مایوسیوں کے دل ابھرتا ہی نہیں
سلسلہ ہے بے قراری کا ہماری زندگی
سانس رکتی ہی نہیں اور دل ٹھہرتا ہی نہیں

منزلِ صبر و رضا کو سمجھے تھے آباد ہم
لیکن اس جانب سے اب کوئی گزرتا ہی نہیں

افعیِ حرص و ہوا پر عبرتیں ہیں بے اثر
ٹوٹتی ہیں لاٹھیاں کم بخت مرتا ہی نہیں

یاس اب خوبانِ مشرق کو ہوئی عشاق سے
اس قدر افسردہ ہیں کوئی سنورتا ہی نہیں

⦿

اس سرو قد پہ اکبؔر مدت سے مر رہا ہوں
اللہ راست لائے کوشش تو کر رہا ہوں

⦿

نمبر اوّل کا دعویٰ ہو جنھیں باہم لڑ کپن
خوش نصیبی سے یہاں تو دوسرے نمبر پہ ہیں

⦿

جان مردہ ہے، بدن افسردہ ہے مانند خاک
میں رہا ہوں گا کبھی لیکن اب اپنی قبر ہوں

⦿

مجبور بدل جانے پہ یہاں اقبال و حشم کے دور بھی ہیں
یکتائی کا دعویٰ خوب نہیں اللہ کے بندے اور بھی ہیں

⊙

قوت سیر جو حاصل ہو تو دیوار نہ بن
پنجۂ غیر میں رہنا ہو تو تلوار نہ بن
دل کی خاطر تو ہے لازم تجھے بک جانا بھی
صرف آنکھوں کا مزا ہو تو خریدار نہ بن
آتشِ شوقِ بتاں میں نہ جلا دل اپنا
کافری کا سبب گرمیِ بازار نہ بن
بت پرستی میں بھی رکھ حسن کے پہلو پہ نظر
ہار بن، دیر سے رشتہ ہو تو زنار نہ بن
دل سے کہہ سکتے ہیں ہاں شمعِ بصیرت نہ بجھے
وقت سے کہہ نہیں سکتے کہ شبِ تار نہ بن
دستِ قدرت میں ہے یہ خاکِ چمن اے اکبرؔ
اس سے کیونکر یہ کہوں پھول ہی بن خار نہ بن

⊙

ہے ہم سے چرخ برسرِ کیں غور کیا کریں
بیٹھے ہیں سر جھکائے ہوئے اور کیا کریں
ہے صبر میں تو دیر وہ فرصت کی بات ہے
للہ یہ بتایئے فی الفور کیا کریں

اپنے جو تھے مشیر وہ سب ان سے مل گئے
کرنا پڑا سکوت بہر طور کیا کریں
"پائپ" کوئی کھلا نہیں گھر میں لگی ہے آگ
اب بھاگنا ضرور ہوا غور کیا کریں

⊙

وہ تھے آئینِ ملت لاکھوں ہی کو ایک کرتے تھے
یہ کیا جو ایک کو دو اور دو کو چار کرتے ہیں
یہ پروانوں کا شمعوں سے لپٹنا اور جل مرنا
محبت کی روش یہ بھی ہے یوں بھی پیار کرتے ہیں
بڑھانا شوق کا منظور ہے یا مضمحل کرنا
نزاکت کا جو مجھ سے اس قدر اظہار کرتے ہیں
ترقّی کی تماشا گاہ میں اس وقت اے اکبر
وہ منظر ہیں کہ مجھ کو ہوش سے بیزار کرتے ہیں

⊙

حشر تک کھل نہ سکے راز اسے کہتے ہیں
جستجو پھر بھی کرو ناز اسے کہتے ہیں

⊙

وجدِ عارف کی حقیقت کچھ سنا دوں آپ کو
گو کہ میری اصل کیا اک بندۂ ناچیز ہوں

ناچتی ہے روحِ انسانی بدن میں شوق سے
جب کبھی پا جاتی ہے پر تو کہ میں کیا چیز ہوں

⊙

کچھ اعتبار نہیں مجھ کو اپنے ہونے کا
یقین میں مَیں نہیں ہوں فقط قیاس میں ہوں
ثواب کہتا ہے مل جاؤں گا، کران کی مدد
چھپا ہوا میں غریبوں کی بھوک پیاس میں ہوں

⊙

خدا شناس تو ہونا نہیں ہے سہل اکبؔر
یہی بہت ہے جو دنیا شناس ہو جاؤں

⊙

جہاں درشن تمہارے ہوں وہیں دھونی رماؤں گا
الٰہ آباد کا قیدی نہ پابندِ بنارس ہوں

⊙

کسی سے پوچھتا میں کیوں تصوف کس کو کہتے ہیں
خود اپنے دل کو دیکھا اور سمجھا اس کو کہتے ہیں

⊙

مرے دل کا نہ سمجھا حال کچھ بھی ''ڈاکٹر مِس'' نے
تو پھر دعویٰ یہ کیا ہے میں تری رگ رگ سے واقف ہوں

⊙

وہ دل کا رنگ نہیں گو حرم کے طوف میں ہوں
مقامِ شوق میں تھا اب محلِّ خوف میں ہوں

⊙

موت سے ڈرتا ہوں میں گو موت کا شائق بھی ہوں
یعنی شبہ ہے کہ ایسے شوق کے لائق بھی ہوں
ہو نہیں سکتا بیانِ حالِ دل الفاظ میں
جوش بھی ہے طبع میں اور شعر میں فائق بھی ہوں

⊙

زیادہ گوئی سے اب ہم اسی سے رکتے ہیں
جو خوب کہتے ہیں اکبر وہ کہہ بھی چکتے ہیں

⊙

خشک ہے بالکل شجر امید کا
گل میں سرخی ہے نہ سبزی برگ میں
شغل اپنا کیا بتاؤں آپ سے
جی رہا ہوں انتظارِ مرگ میں

⊙

مسرت مجھ کو اب دشوار ہے دنیا کی محفل میں
خوشی کی قابلیت ہی نہیں باقی رہی دل میں

◉

جھکا کر سر کو سجدے میں جو اپنے دل میں پہنچے ہیں
نہ پوچھو وہ کہاں ابھرے ہیں، کس منزل میں پہنچے ہیں

◉

ذوقِ ہوائے کوچۂ قاتل کو کیا کروں
مہلک سہی یہ شوق مگر دل کو کیا کروں
اظہارِ اضطراب کا شائق نہیں ہوں میں
پہلو میں لیکن اس دلِ بسمل کو کیا کروں
قطعِ نظر گلوں سے نہیں مانعِ جنوں
بوئے بہار و شورِ عنادل کو کیا کروں

◉

مقبول جو ہوں شاذ ہیں، قابل تو بہت ہیں
آئینے کے مانند ہیں کم دل تو بہت ہیں
وہ کم ہیں تڑپنے میں جنھیں ملتی ہے لذت
یوں آپ کی شمشیر کے بسمل تو بہت ہیں

◉

علمِ دیں حاصل کیا لیکن قباحت یہ ہوئی
صرف سلجھانے میں لذت ہے عمل میں کچھ نہیں

زیست کا مصرعہ بنے خود آہِ سوزاں تب ہے لطف
ورنہ اے اکبر تری نظم و غزل میں کچھ نہیں

⊙

لوگ کہتے ہیں کہ ہیں آپ نہایت قابل
میں اسی سوچ میں رہتا ہوں کہ کس قابل ہوں

⊙

لذت ہے روح کو تنِ خاکی سے میل میں
فطرت نے مست رکھا ہے قیدی کو جیل میں
فتح و شکست پر نظریں آپ ہی کی ہوں
اپنی تو دل لگی ہے فقط پاس فیل میں

⊙

ذلت اٹھا رہا ہوں میں قلیوں کے غول میں
اچھے وہی جو لکھ گئے آنر کے رول میں

⊙

وہی زندہ ہیں طاقت سے جو صرف عقل کرتے ہیں
ہماری زندگی کیا زندگی کی نقل کرتے ہیں

⊙

باطن بہت ہیں ایسے جو مشتعل نہیں ہیں
سینے میں سب کے دل ہے، سب اہلِ دل نہیں ہیں

⊙

خدا جانے مرا کیا وزن ہے ان کی نگاہوں میں
سنا ہے آدمی کو وہ نظر میں تول لیتے ہیں

⊙

تفرقوں کے یہ جو طوفاں ہیں بپا کچھ کم تو ہوں
ہم کو کرنا چاہیے سب کچھ مگر ہم ہم تو ہوں
دیکھ لے گا خود کہ کس عالم میں لے جاتا ہے دل
مجھ کو جتنے ہیں مگر اتنے کسی کو غم تو ہوں
جام کی صورت جو ساقی خود ہوں گردش میں تو کیا
شانِ محفل تمکنت ہی میں ہے پہلے جم تو ہوں

⊙

خدا کے نام کا ہے احترام عالم میں
نہ صرف آپ ہیں، ہم ہیں تمام عالم میں
اسی کا نام نہ کیوں مرکزِ زباں ہو جائے
کہ اختلاف سے خالی ہو کام عالم میں
خدا پرست کو کافی ہے مثلِ ابراہیمؑ
زوالِ شمس و قمر صبح و شام عالم میں
یہی مشن تھا جنابِ رسولؐ اکرم کا
اور آج انھیں کا تو روشن ہے نام عالم میں

◉

حسنِ آغاز تو رکھتا ہے یہ عیشِ دنیا
مگر افسوس یہ ہے خوبیِ انجام نہیں

◉

تعلّی کی نہیں لیتے ہم ایسے ہیں ہم ایسے ہیں
مگر ہم جتنے ہیں بیزار دنیا سے کم ایسے ہیں
مری ہر وقت کی افسردگی ہے بار یاروں پر
مگر میں کیا کروں اس کو خدا شاہد غم ایسے ہیں

◉

سینے میں تپش ہے دل میں غم ہیں
اللہ اللہ ہے اور ہم ہیں
جن میں للہ دوستی ہو
اب ایسے بزرگوار کم ہیں

◉

حقیقت کیا مری ہستی کی اک ذرّے سے بھی کم ہوں
تعجب اس پہ آتا ہے کہ میں بھی جزوِ عالم ہوں
بحمد اللہ مری ہستی نہیں ہے بار فطرت پر
زمیں پر ہوں تو سبزہ ہوں گلوں میں ہوں تو شبنم ہوں

◉

کتنے ہی بے وقار ہوں مرزا کو غم نہیں
کافی ہے یہ شرف کہ وفاتی سے کم نہیں

◉

مس سے بیگم نے کہا کل تو کہاں اور ہم کہاں
بوٹ کی چرچر میں کیا رکھا ہے یہ چم چم کہاں
مس یہ بولی پڑھ کے نکلو تو ذرا اسکول سے
اور ہی چالیس نظر آئیں گی یہ عالم کہاں

◉

اولڈ مرزا ہر طرف بدنام ہیں
ینگ بدھو وارثِ اسلام ہیں
گردشِ گردوں کے آگے کس کا زور
کون دم مارے، خدا کے کام ہیں

◉

ناچیز ہے سکوں تو تلاطم بھی کچھ نہیں
ہم کچھ نہیں یہ سچ ہے مگر تم بھی کچھ نہیں
کیا نور تھا نگاہِ جنابِ خلیل میں
شمس و قمر میں کچھ نہیں، انجم بھی کچھ نہیں

⦿

شکم ہوتا تو میں اس عہد میں پھولا ہوا رہتا
سراپا دل بنا ہوں اس سبب سے کشتۂ غم ہوں

⦿

نہ واعظ کی کوئی سنتا نہ پڑھتا ہے مصنف کی
زباں بکتی ہی رہتی ہے، قلم چلتے ہی رہتے ہیں
جو تھک کر بیٹھ جاتا ہوں زمیں کہتی ہے یہ مجھ سے
ترے رکنے سے کیا ہوتا ہے ہم چلتے ہی رہتے ہیں

⦿

نئی تعلیم میں تقویٰ کا وہ اکرام کہاں
ناز بے حد ہیں مگر غیرتِ اسلام کہاں

⦿

نئے زمانے کی ہسٹری کے عجیب مفہوم بن رہے ہیں
کہ خدمتِ دَیر کی بدولت حرم کے مخدوم بن رہے ہیں

⦿

مفتیِ شرع نہ ہوں لیڈرِ اسلام تو ہیں
بوئے مسجد نہ سہی کمپ کے گلفام تو ہیں

⦿

منہ لگایا جنھیں اس بت نے بنے وہ ناقوس
سازِ ملت میں تو اب سرہی اسلام کے ہیں
نہ نظر آئے جبیں پر جو نشانِ سجدہ
تو سمجھ لو یہ مسلمان فقط نام کے ہیں

⦿

یہ اختلافِ صورت فطرت کی مستیاں ہیں
یہ انکشافِ معنی ذہنوں کی ہستیاں ہیں
دیوانۂ چمن کی سیریں نہیں ہیں تنہا
عالم ہیں ان گلوں میں غنچوں میں بستیاں ہیں
ساقی سے بے خبر ہیں مستانِ بزمِ ہستی
یا بے ہُشی ہے طاری یا خود پرستیاں ہیں
اس منزلِ فنا کو اکبرؔ نے خوب دیکھا
جتنی بلندیاں ہیں نظروں کی پستیاں ہیں

⦿

ہے جو لب پر شکوہ سمجھیں اس کو یا آہیں کہیں
میں ہوں مستِ بادۂ غم لوگ جو چاہیں کہیں
جو طریقے کامیابی کے بتاتے ہیں یہ بت
ہیں یہ سب دامِ ہلاکت آپ انھیں راہیں کہیں

⦿

وہ چیزیں نفس کو جن سے مسرت ہے نمایاں ہیں
جو اخلاقی نتیجے دل پہ گزریں گے وہ پنہاں ہیں

⦿

جس طرف اٹھ گئی ہیں آہیں ہیں
چشم بددور کیا نگاہیں ہیں
ذرّہ ذرّہ ہے خضرِ شوق تو ہو
چلنے والے کو لاکھ راہیں ہیں
ماسٹر کی مشیخیتں دیکھو
اب تو کالج ہی خانقاہیں ہیں

⦿

روح ہے تن میں مگر دل میں مرے جان نہیں
داغ ہی داغ ہیں اب اور کوئی ارمان نہیں
سخت مشکل ہے مسلمان کو اس وقت فروغ
اور قناعت کی جو کہیے تو وہ آسان نہیں

⦿

ہیں سخت مصیبت میں آرام کہاں پائیں
دنیا سے ملیں کیونکر چھوڑیں تو کہاں جائیں

⊙

جب خدمتِ دل میں رہنے کو خالق نے زبانیں دیں منہ میں
اچھے ہیں وہی دل اے اکبر اللہ کی باتیں جن سے اٹھیں
اس بزم میں مجھ سے کہتے ہیں سب موقع کے مطابق بات کہو
اور ہم نے یہ دل میں ٹھانی ہے یا دل کی کہیں یا کچھ نہ کہیں

⊙

صورت گل ہمہ تن گوش ہوں اس محفل میں
کہ جہاں بلبل و قمری ہیں غزل خوانوں میں

⊙

ہے موت یہ ضرور کوئی رازِ دل نشیں
سب کچھ کے بعد کچھ بھی نہیں یہ تو کچھ نہیں

⊙

طالب العلموں کو نہ لے جاؤ کمیٹی میں تم
کہیں ایسا نہ ہو یہ قوم پہ عاشق ہو جائیں

⊙

فرقت میں شوقِ دیدِ گل اے باغباں نہیں
راحت کہاں نظر کو جب آرام جاں نہیں

⊙

کتنا ہی غم ہو رہتی ہے امید بہتری
شکرِ خدا کہ قلب مرا بدگماں نہیں
اصرارِ شوق ہے کہ کیے جاؤ عرضِ حال
ایمائے ناز ہے کہ چلی جائے ہاں، نہیں

⊙

بنگلوں ہی کی چھتوں پہ کریں شاعراب نگاہ
دورِ جدید میں کوئی شے آسماں نہیں

⊙

جوخوش کرے گا چاہے گا مجھ کو بھی خوش کرو
اس کو سمجھ کے تو کوئی منت قبول کر

⊙

ہوگیا ہوں اس قدر افسردہ و زار و حزیں
چل دیے ہیں چھوڑ کر مجھ کو کراماً کاتبیں

⊙

اب کیا دنیا سے دل لگے گا
آنکھیں چھت سے لگی ہوئی ہیں

⊙

پڑ جائیں ابھی آبلے اکبر کے بدن میں
پڑھ کر جو کوئی پھونک دے "اپریل مئی جون"

⊙

اس شرط پر ہم سے فلک سے صلح آخر ہوگئی
قبریں مہیا وہ کریں تزئین ان کی ہم کریں

⊙

بتوں میں حسن نہیں برہمن میں جان نہیں
وہی جگہ ہے مگر دیر کی وہ شان نہیں

⊙

ہو رہا ہے نفاذِ حکمِ فنا
نہ مکیں اس سے بچتے ہیں نہ مکان
توپیں خود آ کے اب تو میداں میں
کہتی ہیں کلُّ من علیھا فان

⊙

دنیا کو خوب دیکھا جتنی محبتیں ہیں
موقع کی سازشیں ہیں مطلب کی ساعتیں ہیں
البتہ جو تعلق دینی خیال سے ہے
اس میں وفا ہے شامل اور دل کو راحتیں ہیں

⊙

وہ رنگِ بزم نہیں ہے تو رند کیا ابھریں
بہار ہی نہیں باقی تو پھر جنون کہاں

⊙

مدت سے ہوش میں ہوں نذرِ دل وزباں ہوں
لیکن کھلا نہ اب تک میں کون ہوں کہاں ہوں
پیری سے اب ہوں راضی لب پر ہے ذکرِ ماضی
پہلے فسانہ جو تھا اب اپنی داستاں ہوں
ہر بت کہ جس کو سمجھا آنکھوں نے صدرِ ہستی
آخر میں بول اٹھا میں سنگِ آستاں ہوں

⊙

وہ چاہتے ہیں اس کو دم دے کے میں بلاؤں
یاں دل میں یہ ٹھنی ہے مر جاؤں اور نہ جاؤں
اظہارِ عقل میں ہیں احباب گرمِ کوشش
اور مجھ کو فکر یہ ہے اپنا جنوں چھپاؤں
سازِ طرب ملا کر بیٹھے ہیں سننے والے
پھر میں فسانۂ غم کیونکر انھیں سناؤں
میری طرف سے کیوں وہ مایوس ہو رہے ہیں
بیمار تو پڑا ہوں ممکن ہے مر بھی جاؤں

◉

باقی نہیں وہ رنگ گلستانِ ہند میں
محنت کا اب ہے کام قلستانِ ہند میں

◉

لکھا تھا کہ مشتاق ملاقات ہوں بے حد
پاؤں جو اجازت تو دمِ چند کو آؤں
آیا یہ جواب آیئے جب چاہیے لیکن
افسوس کہ میں آپ کا مشتاق نہیں ہوں

◉

دنیا کی یہ قدیمی کوتہ خیالیاں ہیں
جیتے تو تالیاں ہیں، ہارے تو گالیاں ہیں

◉

کسی کو بحث نہیں آج پاپ اور پن میں
سیاسیات کے نغمے ہیں دیس کی دھن میں
وہ بدگماں مرے جوشِ نگاہِ شوق سے ہیں
نہ احتیاط ہے مجھ میں نہ حسنِ ظن ان میں

◉

عزلت ہی ہے مناسب کیوں دل میں یہ نہ ٹھانوں
دنیا مجھے نہ جانے دنیا کو میں نہ جانوں

میری نصیحتوں کو سن کر وہ شوخ بولا
نیٹو کی کیا سند ہے صاحب کہیں تو مانوں

⦿

کہوں کچھ ان سے اثر ہو تو اعتبار آئے
سنا تو میں نے بھی یہ ہے کہ خوب کہتا ہوں

⦿

دست و پابستہ ہوں میں ظاہر کوئی گن کیا کروں
دوسروں کے بس میں ہوں فکرِ تمدن کیا کروں
آگ برسانے لگی جب اس گلستاں کی :
خواہشِ نشو و نمائے نخل و گلبن کیا کروں
مہربانی سے مجھے گودام کی کنجی تو دی
لیکن اب گیہوں نہیں باقی فقط گھن کیا کروں
دَیر میں کل گا رہی تھی اک زنِ زہرہ جبیں
جب پیا پاپی ملے مجھ کو تو اب پن کیا کروں
عقل روتی ہے کہ یہ گتھی سلجھتی ہی نہیں
ہر گرہ لوہا بنی ہے شکرِ ناخن کیا کروں

⦿

سنی سنائی کہانیاں ہیں زبان کی خوش بیانیاں ہیں
وہ جانفشانی کہاں ہے باقی جو ہیں وہ بس گل فشانیاں ہیں

نہ تجربے کی فغاں کا سامع نہ ذوقِ عقبےٰ کا کوئی طامع
نئی نگاہیں نئے مناظر زمانہ ہے اور جوانیاں ہیں
یہ بت ہیں بالکل ذلیل واحقر جنھیں بصیرت نہیں ہے اکبر
انھیں سے ان کا غرور ہے یہ انھیں سے یہ لن ترانیاں ہیں

⊙

ہرگز نہ چلیں بے دینی سے اور شرک کی ضد پر تن جائیں
اللہ کے جتنے بندے ہیں ہے فرض کہ بھائی بن جائیں
اللہ و نبیؐ کی مرضی ہے یعنی یہ مسلماں آپس میں
دشمن بھی جو ہیں وہ دوست بنیں، روٹھے بھی جو ہیں وہ من جائیں
ہر چند کہ ان پر تنگی ہو کتنا ہی ہوا کا رخ بد لے
طاعت کو مقدم گردانیں اور نیک عمل پر ٹھن جائیں

⊙

انکشاف راز ہستی عقل سے ممکن نہیں
متصل ہو سطحِ ظاہر سے یہ وہ باطن نہیں

⊙

قابلِ روپیشِ دانش مند یہ مضموں نہیں
ہر زباں ہر گفتنی کے واسطے موزوں نہیں

◉

بے گانگی نہیں ہے بس اتنی دوستی ہے
میں ان کو جانتا ہوں وہ مجھ کو جانتے ہیں

◉

دیکھ کر مجھ کو وہ کہتے ہیں کہ اچھے تو رہے
زندہ ہیں سانس لیے جاتے ہیں اچھے کیا ہیں

◉

خوب اکبؔر نے یہ اڑائی تان
دین ہے آنکھ اور مذہب کان

◉

غم خانۂ جہاں سے آگاہ ہو چکا ہوں
داغوں سے دل بھرا ہے کتنوں کو رو چکا ہوں

◉

کیا خوشی سے ہم آہ کرتے ہیں
کیوں وہ ایسی نگاہ کرتے ہیں
پھیرتے ہیں نگاہ دنیا سے
آنکھ کو روبراہ کرتے ہیں

⊙

خوشی سے واہ کرتا ہوں نہ غم سے آہ کرتا ہوں
محل حیرت کا ہے بس اللہ ہی اللہ کرتا ہوں
قناعت ہے مری دولت دیانت ہے مری عزت
نہ حرصِ مال رکھتا ہوں نہ فکرِ جاہ کرتا ہوں

⊙

دنیوی کاموں کے گو ہیں قاعدے
قاعدوں کا قاعدہ کوئی نہیں
جو مشیت اس کی ہے وہ قاعدہ
بحث کیجے فائدہ کوئی نہیں

⊙

جیسا موسم ہو مطابق اس کے میں دیوانہ ہوں
مارچ میں بلبل ہوں جولائی میں میں پروانہ ہوں
حال میرا پوچھتے ہیں کیا یہ مستقبل طلب
کشتۂ ماضی ہوا ہوں صرف اک افسانہ ہوں

⊙

اب اپنے دل کو بجز غم کے کوئی راہ نہیں
خدا کا شکر یہی ہے کہ غم گناہ نہیں

اب اپنے دل کو عقیدت پہ رحم آتا ہے
یہ دیکھتا ہوں کہ وہ آپ کی نگاہ نہیں

مرے سکوت پہ غصہ نہ کیجیے للہ
فغاں ہے جرم، خموشی تو کچھ گناہ نہیں

⊙

دن گزرتے ہی چلے جاتے ہیں
لوگ مرتے ہی چلے جاتے ہیں

جانتے ہیں کہ یہ غفلت کے ہیں کام
پھر بھی کرتے ہی چلے جاتے ہیں

⊙

چرخ سے کچھ امید تھی ہی نہیں
آرزو میں نے کوئی کی ہی نہیں

چاہتا تھا بہت سی باتوں کو
مگر افسوس اب وہ جی ہی نہیں

جرأتِ عرضِ حال کیا ہوتی
نظرِ لطف اس نے کی ہی نہیں

اس مصیبت میں دل سے کیا کہتا
کوئی ایسی مثال تھی ہی نہیں

آپ کیا جانیں، قدرِ یااللہ
جب مصیبت کوئی پڑی ہی نہیں
شرک چھوڑا تو سب نے چھوڑ دیا
میری کوئی سوسائٹی ہی نہیں

⦿

مذہبی بحث میں نے کی ہی نہیں
فالتو عقل مجھ میں تھی ہی نہیں
پوچھا، اکبر ہے آدمی کیسا
ہنس کے بولے وہ آدمی ہی نہیں

⦿

جلوۂ ساقی و مے جان لیے لیتے ہیں
شیخ جی ضبط کریں ہم تو پیے لیتے ہیں
دل میں یادان کی جو آتے ہوئے شرماتی ہے
درد اٹھتا ہے کہ ہم آڑ کیے لیتے ہیں
دورِ تہذیب میں پریوں کا ہوا دور نقاب
ہم بھی اب چاک گریباں کو سیے لیتے ہیں
خود کشی منعِ خوشی گم، یہ قیامت ہے مگر
جینا ہی کتنا ہے اب خیر جیے لیتے ہیں

لذتِ وصل کو پروانے سے پوچھیں عشاق
وہ مزا کیا ہے جو بے جان دیے لیتے ہیں

⦿

دیر میں عاشقوں پہ ظلم یہ ہے
بعد مرنے کے بھی جلاتے ہیں
جب تمہارا خیال آتا ہے
ساری دنیا کو بھول جاتے ہیں
مجھ کو کچھ پوچھنا ہے اکبر سے
یہ کبھی ہوش میں بھی آتے ہیں

⦿

بزرگیوں کے مقابلے میں فلک کے برچھے تنے ہوئے ہیں
یہی سبب ہے جناب اکبر جو طفلِ ناداں بنے ہوئے ہیں

⦿

مرے اشعارِ رنگیں آپ کے سننے کے قابل ہیں
اسی گلزار کے ہیں پھول جو چننے کے قابل ہیں

⦿

فلک کی گردش سے آج ہم کیا خراب وخستہ بڑے بڑے ہیں
اجڑ گئے ہیں مگر کریں کیا جہاں بسے تھے وہیں پڑے ہیں

نہ پائمالی سے ہے حفاظت، نہ حس و حرکت کی ہم میں طاقت
ہوئے ہیں سایہ اگر گرے ہیں، بنے ہیں دیوار اگر کھڑے ہیں
حرم کی صف میں شریک ہو کر نماز پڑھنے کا شوق رخصت
بتانِ ترسا کی جلوہ گاہوں میں دست بستہ مگر کھڑے ہیں

⦿

چال دنیا کی تمہیں محسوس ہو دشوار ہے
یہ زمیں چلتی ہے تیزی سے مگر ہلتی نہیں
دل کے جو دشمن ہیں ان کے شوق میں رہتی ہے آنکھ
جان کا مالک جو ہے اس سے نظر ملتی نہیں

⦿

زندگی کہتی ہے دنیا سے تو اپنا دل لگا
موت کہتی ہے کہ ایسی دل لگی اچھی نہیں
چاہتے ہو تم کسی کو چاہتا ہو وہ تمہیں
زندگی یہ ہے، نہیں تو زندگی اچھی نہیں

⦿

اس کی باتوں سے سمجھ رکھا ہے تم نے اسے خضر
اس کے پاؤں کو تو دیکھو کہ کدھر جاتے ہیں

⊙

اٹھے تو بہت ہیں بہرِ مدد اس پر بھی تو لیکن غور کرو
شیطان کے حامی کتنے ہیں، اللہ کے پیارے کتنے ہیں

⊙

ان کے دل میں جو کچھ آتا ہے وہ کہہ جاتے ہیں
ہم بھی سن لیتے ہیں منہ دیکھ کے رہ جاتے ہیں

⊙

کھانے پینے سے جو ہوتی زندگی مرتا ہی کون
سچ یہ ہے زندہ فقط اللہ کی مرضی سے ہوں

⊙

خدا کی یاد میں دنیائے دوں سے منہ جو موڑے ہیں
وہی انسان اچھے ہیں مگر افسوس تھوڑے ہیں

⊙

جہاں ہستی ہوئی محدود لاکھوں پیچ پڑتے ہیں
عقیدے، عقل، عنصر، سب کے سب آپس میں لڑتے ہیں

⊙

گم ہیں نظر سے نورِ حقیقت کی ہستیاں
اندھیر ہیں حواس کی ظاہر پرستیاں

⊙

کورس تو لفظ ہی سکھاتے ہیں
آدمی آدمی بناتے ہیں
جستجو ہم کو آدمی کی ہے
وہ کتابیں عبث منگاتے ہیں

⊙

دہر نے نشترِ غم دل پہ مرے مارے ہیں
شعرِ رنگیں یہ نہیں خون کے فوارے ہیں

⊙

فلسفی تجربہ کرتا تھا ہُوا مَیں رخصت
مجھ سے وہ کہنے لگا آپ کدھر جاتے ہیں
کہہ دیا میں نے ہوا تجربہ مجھ کو تو یہی
تجربہ ہو نہیں چکتا ہے کہ مر جاتے ہیں

⊙

دلِ بے تاب نے کیا کیا دکھائے ہیں مجھے عالم
یہ پرزہ بھی قیامت ہے خدا کے کارخانے میں

⊙

اوروں پہ جب ہے وعظ تو پہلی صدی میں ہیں
اپنی غرض ہے جب تو نئی جنتری میں ہیں

⊙

ستم کی کامیابی پر مبارک باد دیتا ہوں
یہ ان کی بدگمانی ہے کہ فریادی سمجھتے ہیں

⊙

آج جو کفر سے مصروف ہیں سرگوشی میں
ہوش آئے گا انھیں موت کی بے ہوشی میں
عشق پاتا ہی نہیں موقعِ فریاد بجا
حسن کو دخل بہت کچھ ہے ستم پوشی میں

⊙

ہمارے باغ میں پیڑ اب کہاں مالی لگاتے ہیں
انھوں نے بھی تو دیکھا یہ فقط ڈالی لگاتے ہیں

⊙

ہمارے دم سے تابندہ بتوں کے بالے بندے ہیں
ہمیں نے ان کو چمکایا ہمیں دوزخ کے کندے ہیں

⊙

بس اللہ اللہ ہی بہتر ہے اللہ کے وعدے سچے ہیں
نبیوں ہی کی باتیں پکی ہیں اس وقت کے لیڈر کچے ہیں

⊙

مستیِ موسم میں کہتا ہے پپیہا پی کہاں
سب یہی کہتے مگر ہر اک نے ایسی پی کہاں

⊙

فلک مشاق ہے پیہم نئی دنیا بسانے میں
زمیں کو دیر کیا گزرے ہوؤں کو بھول جانے میں

⊙

دوستوں کے ساتھ اگلی گرمجوشی اب کہاں
خونِ دل پینا پڑا ہے بادہ نوشی اب کہاں
باغباں کانٹوں میں الجھانے کا رکھتا ہے خیال
صحنِ گلشن میں بہارِ گل فروشی اب کہاں

⊙

فوجِ خدا نہیں تو دعا ہی کے ساتھ ہیں
ملتے نہیں نبی تو خدا ہی کے ساتھ ہیں
تم بہتری کی فکر کرو بزمِ غیر میں
عزلت میں ہم تو اپنی تباہی کے ساتھ ہیں
دل وہ ہے جو فریبِ نظر کو سمجھ سکے
آنکھیں وہ ہیں جو ژرف نگاہی کے ساتھ ہیں

ترکِ وفا کے ہوگئے عازم نیاز مند
حضرت ہنوز ناز و ادا ہی کے ساتھ ہیں
علمی ترقیوں سے زباں تو چمک گئی
لیکن عمل فریب و دغا ہی کے ساتھ ہیں

⊙

میکدے میں رہ کے ہم تقویٰ کو راضی کیا کریں
محتسب کی جب قضا آجائے، قاضی کیا کریں
حال ہی سے لے مددیا حیُّ یا قیوم پڑھ
ہسٹری تو ہو چکی ایامِ ماضی کیا کریں

⊙

زبانیں شاخِ طوبیٰ اور دل غفلت کے تھالے ہیں
بہت ہے اللہ اللہ کم مگر اللہ والے ہیں

⊙

امید دل میں نہیں سانس ہی ہے سینے میں
مجھے تو اب کوئی لذت نہیں ہے جینے میں

⊙

جوشِ خاطر کو سبیلِ حق نما ملتی نہیں
جان حاضر ہے مگر راہِ خدا ملتی نہیں

◉

کون پا سکتا ہے مکروہاتِ دنیا سے نجات
زندگی جب تک ہے جھگڑے زندگی کے ساتھ میں

◉

درد تو موجود ہے دل میں دوا ہو یا نہ ہو
بندگی حالت سے ظاہر ہے خدا ہو یا نہ ہو

جھومتی ہے شاخِ گل کھلتے ہیں غنچے دم بدم
با اثر گلشن میں تحریکِ صبا ہو یا نہ ہو

وجد میں لاتے ہیں مجھ کو بلبلوں کے زمزمے
آپ کے نزدیک بامعنے صدا ہو یا نہ ہو

کردیا ہے زندگی نے بزمِ ہستی میں شریک
اس کا کچھ مقصود، کوئی مدعا ہو یا نہ ہو

کیوں سول سرجن کا آنا روکتا ہے ہم نشیں
اس میں ہے اک بات آنر کی شفا ہو یا نہ ہو

مولوی صاحب نہ چھوڑیں گے خدا گو بخش دے
گھیر ہی لیں گے پولس والے سزا ہو یا نہ ہو

ممبری سے آپ پر تو وارنش ہو جائے گی
قوم کی حالت میں کچھ اس سے جلا ہو یا نہ ہو

معترض کیوں ہو اگر سمجھے تمہیں صیاد دل
ایسے گیسو ہوں تو شبہ دام کا ہو یا نہ ہو

⊙

غم میں ہوتا ہی ہے کچھ امیدِ فردا سے سکون
وائے برحالش جسے امیدِ فردا بھی نہ ہو
محترز فریاد سے ہوں زیرِ لب کرتا ہوں آہ
آپ کی مرضی یہ ہے شاید کہ اتنا بھی نہ ہو
رہ گئے وہ پوچھ ہی کر جس کو، اس کو ہے گلا
اس کے دل سے پوچھیے جس کو کہ پوچھا بھی نہ ہو

⊙

حالِ دل کس سے کہوں پوچھنے والا بھی تو ہو
کن امیدوں پہ جیوں کوئی سہارا بھی تو ہو
سب سے کھنچنے کے نہیں عالمِ دل کے نقشے
کبھی گزرے ہوں ادھر سے، کبھی دیکھا بھی تو ہو
دل ہی باقی نہیں اے دوست مضامیں کیسے
آپ موتی کے طلب گار ہیں دریا بھی تو ہو
بندگی میں تو ہے وہ لطف جو شاہی میں نہیں
دل سے کوئی مگر اللہ کا بندا بھی تو ہو

کون کہتا ہے جنوں میں مجھے کامل اکبر
مگر انصاف کہے گا کوئی اتنا بھی تو ہو

⊙

اڑا جاتا ہے رنگِ عاشقی گلزارِ دنیا سے
عجب کیا بلبلِ تصویر بھی اک روز عنقا ہو

⊙

اگر ملا نہیں ملنے کا آسرا ہے تو
ہمیں اسی میں ہے تسکینِ دل خدا ہے تو
اجل کو دیکھ کے زیرِ فلک قرار آیا
مصیبتوں کی بالآخر اک انتہا ہے تو

⊙

چھٹویں صدی کی بدیاں کب تک گنا کروگے
تم بیسویں صدی کی نیکی کا جائزہ لو
نیت کو اپنی دیکھو اعمال اپنے جانچو
دوزخ بنو نہ سب پر جنت کا راستہ لو

⊙

مسجد میں خدا خدا کیے جاؤ مایوس نہ ہو دعا کیے جاؤ
ہرگز نہ قضا کرو نمازیں مرتے مرتے ادا کیے جاؤ

سمجھو یہ وقت امتحاں ہے ہوں بھی جو ستم وفا کیے جاؤ
کتنا ہی ہو وقتِ بے حجابی تم پیروِیِ حیا کیے جاؤ
امید شفا خدا سے رکھو کیوں ترک کرو دوا کیے جاؤ

⊙

یہ نہیں کہتا کہ ایسا ہی ہو اور ایسا نہ ہو
یہ دعا ہے ان حوادث کی مجھے پروا نہ ہو
دل امید و بیمِ فردا سے نہ ہو زیر و زبر
ہے یہی کافی حصولِ مدعا ہو یا نہ ہو

⊙

ہرگز نہ سمجھ مستقل اس انقلاب کو
رکھ راہِ راست، بھونکنے دے ان کلاب کو

⊙

ہوں میں پروانہ مگر شمع تو ہو رات تو ہو
جان دینے کو ہوں موجود کوئی بات تو ہو
دل بھی حاضر سرِ تسلیم بھی خم کو موجود
کوئی مرکز ہو کوئی قبلۂ حاجات تو ہو
دل تو بے چین ہے اظہارِ ارادت کے لیے
کسی جانب سے کچھ اظہارِ کرامات تو ہو

دل کشا بادۂ صافی کا کسے ذوق نہیں
باطن افروز کوئی پیر خرابات تو ہو
گفتنی ہے دل پر درد کا قصہ لیکن
کس سے کہیے کوئی مستفسرِ حالات تو ہو
داستانِ غمِ دل کون کہے کون سنے
بزم میں موقعِ اظہارِ خیالات تو ہو
وعدے بھی یاد دلانے ہیں، گلے بھی ہیں بہت
وہ دکھائی بھی تو دیں، ان سے ملاقات تو ہو
عدمِ نشو و نما سے نہ کہو تخم کو بد
وقتِ بالیدگیِ نخل و نباتات تو ہو
کوئی واعظ نہیں فطرت سے بلاغت میں سوا
مگر انسان میں کچھ فہمِ اشارات تو ہو
نظر اللہ پہ رکھ ہو نہ پریشاں اکبرؔ
لے مصلّے کو ذرا صرف مناجات تو ہو

◉

قوتِ نشو و نما اس میں بھی ہے اس میں بھی ہے
خواہ شاخِ پر ثمر ہو خواہ شاخِ بید ہو

⊙

وہ ملے اکبر سے دنیا جس کے دل پر سرد ہو
عیش و آز کا طلب گار اس کا کیوں ہمدرد ہو
پھول جب کمہلا گیا پھر کیا تکلف کی امنگ
ہم بغل اس سے ہوا ہو یا چمن کی گرد ہو
جب بہار آئی تو ہر رنگ اپنی شوخی میں ہے مست
ہر گل رنگیں ہے دل کش سرخ ہو یا زرد ہو

⊙

پاؤں پھیلاؤ نہ اتنا بے خطر اے خودسرو!
خوفِ حق کم ہے تو قانونِ فنا ہی سے ڈرو
قابل دریافت رازِ ہستیِ پروانہ ہے
کیوں اسے یہ حکمِ فطرت ہے جلو، تڑپو، مرو
خودکشی کی ہم تمہیں دیتے نہیں اکبر صلاح
لیکن اپنی زندگی دنیا پہ ظاہر کیوں کرو

⊙

میں تو اٹھتا ہوں توکلت علی اللہ کہہ کر
نہیں ہوتا جو کوئی میرا مدد گار نہ ہو
ذلت و رنج کا خوگر مجھے کر دے اے حرص
یا ضرورت سے زیادہ کی طلب گار نہ ہو

⊙

ایسی بزموں سے جو پھل پانے کی رکھتا ہے امید
کیا شجر سمجھا ہے اس نے برگ کے انبار کو

⊙

ترکیبِ دعا کے لیے پیروں کے ہو پَیرو
جب وقتِ دعا ہو تو خدا ہی کو پکارو
محفوظ رہو شرک سے، ہادی کو بھی مانو
میرا تو یہی قول ہے سن لو اسے یارو

⊙

یہ چاہتا ہوں طبیعت کو انتشار نہ ہو
کسی پہ بار نہ ہوں، کوئی مجھ پہ بار نہ ہو

⊙

یہ کیا ضرور ہے کہ ہمیشہ بڑے رہو
کہتا ہے اب یہ چرخ کہ کھاؤ پڑے رہو
اے شیخ ہم ہیں خوش جو رہو تم ہمارے پاس
مشکل ہے یہ مگر کہ کہیں بے لڑے رہو
ممتاز راستی سے ہوئے ہیں چمن میں سرو
یہ بھی مگر ہے حکم کہ یونہی کھڑے رہو

⊙

بے مثل بلیغ اس کو سمجھو
فطرت کی زبان حس کو سمجھو

⊙

با اثر قوت عمل کی سو میں ہو یا دس میں ہو
سب سے پہلی شرط یہ ہے اتفاق آپس میں ہو

⊙

اٹھ جاؤں سامنے سے جو کچھ شک ہو آپ کو
آئینہ اور حسن مبارک ہو آپ کو

⊙

بارِ دل پاتا ہوں اپنی ہستیِ غم ناک کو
حس لذت سے ہے یاس اب قوتِ ادراک کو
بے تمیزی حس کی ہے اور نقشِ محسوسات ہے
دیکھتا ہے کون حسنِ صفحۂ ادراک کو
طالبِ دنیا نسیمِ عشق سے بیگانہ ہے
نفس سے کیا واسطہ ایسی ہوائے پاک کو

⊙

ہر لحظہ ہے جس کی یاد تمہیں ہے جس کا خیال اتنا دل کو
دیکھو ہی گے اے اکبر اک دن اس ماضی کے مستقبل کو

ذرّوں کو ملا کر ذرّوں سے صناعی کی عزت پاتے ہو تم
کس درجہ کا حق حاصل ہے انھیں جو دل سے ملاتے ہیں دل کو

⊙

قاصد ملا جب ان سے وہ کھیلتے تھے پولو
خط رکھ لیا یہ کہہ کر اچھا سلام بولو
روٹی ملے جو سکھ سے کافی ہے اللہ اللہ
ظلمت کدہ ہے دنیا ہر شے کو کیوں ٹٹولو

⊙

شوق بجلی سے سوا تیز ہے کامل بھی تو ہو
دل کی تاثیر میں کیا شک ہے مگر دل بھی تو ہو
ناز دنیا کا اٹھانے کی ضرورت تسلیم
طبعِ نازک کو کروں کیا متحمل بھی تو ہو

⊙

ہسٹری کی کیا ضرورت دین کی تعلیم کو
انجم و شمس و قمر کافی تھے ابراہیم کو
انتظام و قبضۂ دنیا نہیں ہے جب سپرد
گوشِ دل پھر کیوں سنے غوغائے ہفت اقلیم کو
جس نے چھوڑا شوق جاہ و مال میں ذکرِ خدا
وہ حقیقت میں اٹھا شیطان کی تعظیم کو

رشک وہ ہے اتحادِ ذرّہ ہائے گرد باد
ایک ساتھ اٹھے ہوائے دہر کی تعظیم کو

⊙

مجلسِ نسواں میں دیکھو عزت تعلیم کو
پردہ اٹھا چاہتا ہے علم کی تعظیم کو

⊙

چھاپے کی تقویت پر "لیڈر" بنو نہ اکبر
اپنی بساط دیکھو اپنا مقام دیکھو
ان کا مرا تعلق ہے اس سے صاف ظاہر
ان کا اشارہ دیکھو میرا سلام دیکھو

⊙

قاعدوں میں حسنِ معنی گم کرو
شعر میں کہتا ہوں ہجے تم کرو

⊙

حدیث وفقہ پڑھ کر شیخ بننا خوب ہے لیکن
زمین و آسماں کو دیکھ کر پہلے مسلماں ہو

⊙

ساتھی ملے جب ایسے نازک خیالیاں کیا
سینا ہے جب گزی کا سوئی مہین کیوں ہو

⊙

یوں جلد نہ رخصت ہو جو گل باغ سے چن لو
انصاف یہ کہتا ہے کہ بلبل کی بھی سن لو

⊙

دنیا میں مصیبت جانا ہے ہر اک نے اجل کے آنے کو
ہم نے تو تماشا سمجھا ہے اس بھیڑ میں گم ہو جانے کو

⊙

تم ملو یا نہ ملو مجھ سے منو یا نہ منو
ساتھ رہنا ہے اسی ملک میں اے ہم وطنو
اہلِ مغرب سے بھی کہتا ہوں مبارک ہو یہ قد
آسماں تنگ ہو تم پر مگر اتنا نہ تنو

⊙

جہاں کی بات ہوا کبرا سے جا کر وہیں دیکھو
عوض اخبار کے تم صفحۂ روئے زمیں دیکھو

⊙

کسی کو بھی کسی سے کچھ نہیں اس باب میں جھگڑا
کرو تم دھیان پر مشیر کا دل کو اس کا درشن ہو
مگر مشکل تو یہ ہے نام سب لیتے ہیں مذہب کا
غرض لیکن یہ ہوتی ہے جتھا ہو اور بھوجن ہو

⊙

نورِ عبرت سے منور ہیں دل و چشم و دماغ
آپ تاریک نہ سمجھیں مرے ویرانے کو

⊙

دل پہ مشکل کردیا دنیا نے اب تمکین کو
سہل کر مجھ پر الٰہی اپنے سچے دین کو

⊙

دل وہ اچھا ہو جو محوِ چشم یار
شعر وہ اچھا کہ جس پر صاد ہو

⊙

جو اصلِ کارِ دیں ہے وہ فقط وحدت فقط اک ہُو
مذاہب کو بہت جانچا بس اپنے منہ میاں مٹھو
جو سچی بات تھی کہہ دی وہ میں نے دو ہی مصرعوں میں
پڑھیں اب اپنی تصنیفوں کو لا کر پیروِ حشو

⊙

خوب یہ بات کہی اس نے پکارو اس کو
بد دعا سانپ کو کیا دیتے ہو مارو اس کو

⦿

جس صحبت کے تم اہل نہ ہو
اس صحبت میں شرکت نہ کرو

⦿

خوب لڑوایا بہم دل کھول کر
مار ڈالا راویوں نے قوم کو

⦿

نہیں مزا صرف اسی میں اکبرؔ کہ قافیوں کی رواوی ہو
غزل اگر ہو تو عاشقانہ، جو مثنوی ہو تو معنوی ہو
کہو یہ اکبرؔ سے بیٹھ چپکا حرم کے اندر خدا خدا کر
ہر ایک کا یہ مشن نہیں ہے کہ دیرِ دنیا میں غزنوی ہو

⦿

شرک چاہے بہائے میرا لہو
میں نہ چھوڑوں گا لاشریک لہٗ

⦿

خو تحمل کی بہت خوب ہے لیکن انساں
ظلم کو ڈھونڈ کے اس کا متحمل کیوں ہو

⊙

تابع ہوں ہادیانِ طریقِ صواب کا
لیکن طلب کروں گا خدا کی پناہ کو
اس کے خلاف آپ کی بحثیں ہیں نادرست
فرمایئے چراغ کو دیکھوں کہ راہ کو

⊙

نامِ خدا زبان پہ گو ہے دعا کے ساتھ
ممکن نہیں خیالِ خدا ماسوا کے ساتھ
اس دیرِ بے ثبات میں اللہ کو نہ بھول
بدلا نہ کر بتوں کی نگاہ و ادا کے ساتھ
اظہارِ وجد کے لیے محفل کی کیا تلاش
بن خاکِ راہِ ناچ لیا کر ہوا کے ساتھ

⊙

وہ بت کرم کے ساتھ ہو یا ہو جفا کے ساتھ
ہم ہیں خدا کے ساتھ رہیں گے خدا کے ساتھ

⊙

سن لیجیے بس یہ چند الفاظ کہنا مجھ کو نہیں ہے اب کچھ
ہر اک کو ہے صبر کی ضرورت کوئی نہیں جو پائے سب کچھ

◉

عیش دنیا کا رہے شوق سے اغیار کے ساتھ
دل مرا شاد ہے سینے میں غمِ یار کے ساتھ
کام نکلے گا نہ اے دوست کتب خانوں سے
رہیے کچھ روز کسی محرمِ اسرار کے ساتھ
مادہ ہی نہیں الفت کا بتِ بے دیں میں
مجھ کو کچھ رشک نہیں وہ رہے اغیار کے ساتھ

◉

بڑھاتا جاتا ہے ضعف اپنا زور آہستہ آہستہ
لیے جاتی ہے پیری سوئے گور آہستہ آہستہ
تمہاری احتیاطیں مطمئن کرتیں نہیں مجھ کو
سمجھتا ہوں قدم رکھتا ہے چور آہستہ آہستہ

◉

سینہ پُرغم ہے دل کے چور کے ساتھ
ہنس رہا ہوں مگر حضور کے ساتھ
مرا احسان کیوں نہ ہو مغموم
شکر ادا کرتے ہیں غرور کے ساتھ
خضر تو رہبری کو تھے موجود
راہ چلدی مگر حضور کے ساتھ

سونے جاتے ہیں قبر میں اکبر
اب اٹھیں گے صدائے صور کے ساتھ

⦿

کیا جلوے ہیں اس کے پیشِ نظر سبحان اللہ سبحان اللہ
یہ ارض و سماں یہ شمس و قمر سبحان اللہ سبحان اللہ
ہر آن کا ہے اک رنگ نیا ہر رنگ کی ہے اک شان جدا
وحدت کا شجر کثرت کے ثمر سبحان اللہ سبحان اللہ
یہ زمزمہ ہائے مرغِ چمن یہ نشوونمائے سرو و سمن
یہ سبزہ و گل یہ سنبلِ تر سبحان اللہ سبحان اللہ
یہ ابرِ رواں یہ برقِ تپاں یہ پرتوِ انجمِ نور فشاں
یہ پردۂ شب یہ حسنِ سحر سبحان اللہ سبحان اللہ
اس درجہ ترقی خاک کو دی وہ ہوش میں آ کر شوقِ نبیؐ
اس شوق کا خود منظورِ نظر سبحان اللہ سبحان اللہ
بس جائے گی اس میں سانس تری ہو جائے گا تو پاکیزہ نفس
دن رات کہا کر اے اکبر سبحان اللہ سبحان اللہ

⦿

اکبر اس فطرت خاموش کو بے حس نہ سمجھ
ہاں بصیرت سے تہی دیدۂ نرگس نہ سمجھ

راحتِ زیست کے سامان سے دھوکے میں نہ آ
امتحاں گاہ کو تو عیش کی مجلس نہ سمجھ
جاہ و منصب میں نظر عاقبتِ کار پہ رکھ
خاتمہ جس کا ہو افسوس اسے آفس نہ سمجھ
صبر کے ساتھ مصیبت میں جو ہو حسنِ عمل
بہرِ انجام یہ امرت ہے اسے بِس نہ سمجھ
دل کا دنیا کی امیدوں سے بہلنا ہے برا
زندگی تلخ کریں گی انھیں مونس نہ سمجھ

⊙

خدا سے غافل اور اس پر یہ نعمتِ دنیا
اسی کی شان ہے احسانِ ناسپاس کے ساتھ
کہاں جہنم و جنت کہاں عذاب و ثواب
دل اب تو رہتے ہیں کالج کے فیل پاس کے ساتھ
قدم بہت نہ بڑھا غیر کے قیاس کے ساتھ
وہ خوب ہے جو رہے اپنے ہی حواس کے ساتھ

⊙

انسان نے انسان سے کی جنگ ہمیشہ
دنیا کے نظر آئے یہی رنگ ہمیشہ

⊙

دنیا میں لطفِ زیست ہے طولِ امل کے ساتھ
پیری میں اب کہاں وہ خیالِ اجل کے ساتھ

⊙

کوئی عرب کے ساتھ ہو یا ہو عجم کے ساتھ
کچھ بھی نہیں ہے تیغ نہ ہو جب قلم کے ساتھ

⊙

جویائے رازِ حسنِ ازل سے کہے کوئی
سن صوتِ سرمدی کو کلامِ مبین کو دیکھ
ارشاد ہے کہ شرک نہ کر اور نماز پڑھ
معنی یہ ہیں کسی کو نہ دیکھ اور ہمیں کو دیکھ

⊙

گو سانس چل رہی ہے خوں اب نہیں جہندہ
مشرق بہ دستِ مغرب مردہ بہ دستِ زندہ

⊙

زورِ بازو نہیں تو کیا اسپیچ
ہاتھ بھی دے خدا زبان کے ساتھ
کون جانے یہ قبر ہے کس کی
نام رہتا نہیں نشان کے ساتھ

آپ گنوائیں شہد و شیر و کباب
یاں نمک بھی نہیں ہے نان کے ساتھ
اس زمانے میں غیرتِ ملت
رہتی ہے جان کی امان کے ساتھ

⊙

جو یہ سچ ہو کہ جو چاہوں وہی ہو
تو چاہوں گا وہی ہونا ہے جو کچھ
ہنساتے ہیں وہ کیوں غیروں کو مجھ پر
یہی رونا ہے اب رونا ہے جو کچھ

⊙

کچھ پتا اللہ کی مرضی کا پا جائے گا تو
حالتِ موجودہ کا کیا اقتضا ہے اس کو دیکھ

⊙

لاکھ نظریں میں دکھادوں کہ جو ہیں جانبِ بت
ایک دل آپ دکھادیں جو ہو اللہ کے ساتھ
تری تنخواہ بڑھی شکر ہے لیکن اے دوست
تیری تو کچھ نہ ترقی ہوئی تنخواہ کے ساتھ

⊙

عاشق کی طبع لاکھوں ہی موجوں میں ہے رواں

الفاظ کر سکیں گے نہ ان کا محاصرہ

اے عقل اعتراض سے کچھ فائدہ نہیں

کیوں کرتی ہے زبان سے دل کا مقابلہ

⊙

ایں سخن مقبول اہلِ دل بود ہر آئنہ

بے خودی در سجدہ جا خواہد خودی در آئنہ

⊙

کیا ہے جس نے اس عالم کو پیدا اس کو کیا کہیے

خرد خاموش ہے اور دل یہ کہتا ہے خدا کہیے

اسی حیرت میں عمریں کٹ گئیں اربابِ نیشن کی

کسے اللہ کہیے اور کس کو ماسوا کہیے

سرافرازی ہو اونٹوں کی تو گردن کاٹیے ان کی

اگر بندر کی بن آئے تو فیضِ ارتقا کہیے

مری قرآن خوانی سے نہ ہوں یوں بدگماں حضرت

مجھے تفسیر بھی آتی ہے اپنا مدعا کہیے

یہ ان کا کورس کیا کم ہے کہ میں بھی کچھ کہوں ان سے

مری جانب سے بس کالج کے لڑکوں کو دعا کہیے

نئی ترکیب اب شیطان کو سوجھی ہے اغوا کی
خدا کی حمد کیجے ترک بس مجھ کو برا کہیے

⊙

اگر میں ہوں تو سب کچھ ہے جو سب کچھ ہے تو جھگڑا
''اسی میں'' کی خبر لینا ہے کچھ ہے بھی کہ دھوکا ہے
جو روز افزوں نہیں ترکِ تعلق آپ کا اکبر
تو پھر یہ شاعری کیا واہ وا کا اک تماشا ہے

⊙

معاذ اللہ دورِ چرخ کیا کیا رنگ لاتا ہے
جنھیں آتا تھا ہم پر رشک اب ان کو رحم آتا ہے
نسیمِ صبح اور کلیاں تو دیکھیں اس گلستاں میں
ہم ایسے دل گرفتوں کو بھی یاں کوئی بناتا ہے

⊙

طبع پر عبرت کی بدلی ایک دن چھا جائے گی
شوخیِ برقِ فنا ان کو بھی تڑپا جائے گی
دل نئے ہیں اور تمنائیں ابھی کم عمر ہیں
رفتہ رفتہ نوجوانوں کو سمجھ آجائے گی

⊙

شادی کی کیا خوشی ہے غم کا بھی رنج کیا ہے
وہ بھی تھی ایک بجلی اور یہ بھی اک ہوا ہے
آنکھوں نے خوب دیکھا اور دل نے خوب سمجھا
کچھ بھی نہیں ہے جو کچھ اللہ کے سوا ہے
معنیٰ کا آئنہ ہے اکبرؔ کا یہ لطیفہ
ہنسنا بھی اک مرض ہے، رونا بھی اک دوا ہے

⊙

ایک پاتا ہے ایک کھوتا ہے
ایک ہنستا ہے ایک روتا ہے
سارے اسباب ہیں اسی کے مطیع
جو خدا چاہتا ہے ہوتا ہے

⊙

دل کو جنبش نہیں چلتی ہیں زبانیں بے سود
بے عمل علم کی تکرار سے ہوتا کیا ہے
جب قدم راہِ طلب میں نہ بڑھے اے اکبرؔ
بیٹھ کر پاؤں ہلانے کا نتیجہ کیا ہے

◉

میں نے تو اپنے دل کو روکا ہے
آپ کو بھی کسی نے ٹوکا ہے

◉

جو کہا میں نے کہ پیار آتا ہے مجھ کو تم پر
ہنس کے کہنے لگے اور آپ کو آتا کیا ہے
عام الزام ہے اکبرؔ پہ کہ پیتا ہے کیوں
اس کی پرسش نہیں ہوتی کہ یہ کھاتا کیا ہے

◉

خدائی تیری ہے ہم بھی ہیں اے خدا تیرے
مصیبتوں میں پکاریں کسے سوا تیرے

◉

گزری بہار پھول تماشا دکھا گئے
آنکھیں کھلی ہی رہ گئیں کیا آئے کیا گئے

◉

اکبرؔ جگر افگار ہے رسوا بھی بہت ہے
عزت کے لیے عشق میں اتنا بھی بہت ہے
مطلوب نہیں زینتِ دنیا کا نظارا
اب دیکھ بھی سکتا نہیں، دیکھا بھی بہت ہے

⊙

نشانِ ظلم مٹا دے مجھے مٹا کے فلک
خدا کے علم کو کیونکر مٹا سکے گا کوئی
وہ مستغیثوں کی سننے کو آئے تیغ بہ کف
بھلا زبانِ شکایت ہلا سکے گا کوئی

⊙

د و باراں مدد کریں جس کی وہی پودا یہاں پنپتا ہے
طرف سے جو ٹوٹتی ہے آس آدمی "ہر" کا نام جپتا ہے
رمیِ موسمِ شباب اُف اُف یہ سمجھیے کہ جیٹھ تپتا ہے
رقتِ دائمی "معاذ اللہ" آدمی مدتوں تڑپتا ہے
نکلنا پڑا سڑک کے ساتھ آج تو میرا گھر بھی نپتا ہے

⊙

عبث اس زندگی پر غافلوں کا فخر کرنا ہے
یہ جینا کوئی جینا ہے کہ جس کے ساتھ مرنا ہے
جو مستقبل کے شائق ہیں انھیں الجھن مبارک ہو
ہمیں تو صرف اب گزرا زمانہ یاد کرنا ہے
گلِ پژمردہ سے غنچے کو ہمدری نہیں ممکن
ابھی تو اس کو کھلنا ہے ابھی اس کو سنورنا ہے

مرا دل مجھ سے کہتا ہے مرے سینے میں اے اکبر
تعجب ہے کہ رہنا سہل ہے، مشکل ٹھہرنا ہے
خدا جانے وہ کیا سمجھے کہ بگڑے اس قدر مجھ پر
کہا تھا میں نے اتنا ہی مجھے کچھ عرض کرنا ہے

⊙

فطرت میں کہاں وہ شکلیں ہیں جو وہم دکھا دیتا ہے کبھی
فطرت ہی کا جزو اک وہم بھی ہے دل یہ بھی سکھا دیتا ہے کبھی

⊙

جہاں کے حادثوں پر اک نہ اک روتا ہی رہتا ہے
مگر جو اقتضا فطرت کا ہے ہوتا ہی رہتا ہے

⊙

نہ کھول آنکھ کسی عکسِ بے بقا کے لیے
صفائے دل پہ نظر رکھ فقط خدا کے لیے
رضا کی شرط یہی ہے کہ کچھ طلب نہ کرو
دعا سے ہاتھ اٹھاتا ہوں میں خدا کے لیے

⊙

اے بتو! کیا میں بتاؤں مجھے کیا آتا ہے
بس تمہیں ہیچ سمجھنے میں مزا آتا ہے

◉

کانپ جاتا ہوں جو سنتا ہوں کسی سے زندہ باش
بعد اس غم کے مرا جینے سے ڈرنا دیکھیے
رنج دینے کے لیے کیا کچھ نہیں کرتے حریف
حضرت اکبر کا اس پر کچھ نہ کرنا دیکھیے

◉

شیخ جی کی نظر میں میں ہوں فقط
میری نظروں میں ساری دنیا ہے
بس یہی وجہ ہے کہ اے اکبر
مجھ کو حیرت ہے ان کو غصہ ہے
ایک جمتا ہے، اک پگھلتا ہے
کام دنیا کا یونہی چلتا ہے
دل تعلق بڑھا کے پچھتایا
پاؤں پھیلا کے ہاتھ ملتا ہے

◉

غفلت کی ہنسی بھی خوب ہنسا اور رنج میں اکثر رویا بھی
دنیا کو بہت کچھ اے اکبر حاصل بھی کیا اور کھویا بھی

◉

حقیقت زیست کی پیری میں ہم سمجھے تو کیا سمجھے
بڑا دھوکا دیا ظالم نے دنیا سے خدا سمجھے

◉

ہزار آرائشیں صدقے ہیں اس کی سادہ وضعی پر
نہیں محتاجِ ''فیشن'' علم نے جس کو سنوارا ہے

⦿

کھلتی نہیں کوئی راہِ عمل اور وقت گزرتا جاتا ہے
الجھی ہوئی ہے غفلت میں زباں اور دل ہے کہ مرتا جاتا ہے
مایوسی نے محفوظ کیا امیدوں کی بے تابی سے
اب اشک بھی تھمتے جاتے ہیں اور دل بھی ٹھہرتا جاتا ہے

⦿

خدا کا نام روشن ہے خدا کا نام پیارا ہے
دلوں کو اس سے قوت ہے زبانوں کو سہارا ہے
خدا ہی ہے زمین و آسماں کا خالق و مالک
اسی کی قدرت و صنعت نے عالم کو سنوارا ہے
تماشا اس کی قدرت کا ہے برّ و بحر میں ہر دم
اِدھر موجیں ہوا کی ہیں اُدھر پانی کا دھارا ہے
اسی کے حکم سے ہے رات دن کی یہ کمی بیشی
اسی کے حکم کا تابع فلک پر ہر ستارا ہے
اسی کے حکم سے پھل اور غلّے کی ہے پیدائش
زمیں پر بدلیوں سے اس نے پانی کو اتارا ہے
اسی کے انتظام و حکم سے موسم بدلتے ہیں
وہی ہے وقت پر جس نے ہواؤں کو ابھارا ہے

زمیں پر سبزۂ گل کی نمودیں کیسی پیاری ہیں
فلک پر چاند سورج کا بھی کیا دل کش نظارا ہے
کوئی ذرّہ نہیں عالم میں اس کے علم سے باہر
جو مرضی اس کی ہے دخل اس میں دے یہ کسی کو یارا ہے
وہی دنیا میں ہے اس زندگی و موت کا خالق
ہر اک کو اپنی مرضی سے جلایا اور مارا ہے
دو روزہ زندگی ہے جاہ و حشمت پر نہ ہو غافل
فریدوں ہے نہ کیخسرو، سکندر ہے نہ دارا ہے
یہ جب تک سانس چلتی ہے سمجھتے ہو ہمیں ہم ہیں
اجل جب سر پہ آ پہنچی تو پھر کیا بس ہمارا ہے
کرو طاعت خدا کی بس وہی معبودِ برحق ہے
اسی کی شانِ یکتائی جہاں میں آشکارا ہے
اگر اعمال اچھے ہیں تو پاؤ گے بڑے درجے
سمجھ لو امتحاں اس دارِ فانی میں تمہارا ہے
بزرگوں کا ادب، اللہ کا ڈر، شرم آنکھوں میں
انھیں اوصاف کی نسبت مذاہب میں اشارا ہے

⊙

فقیروں ہی کی سبھا ہے بہتر جو مستمند ہے یہی جتھا ہے
ہمارے صوفی کا رنگ اچھا کہ وجد ہے اور بہم کتھا ہے

⦿

وہ اس کو محوِ کلیسا بنا کے چھوڑیں گے
اس اونٹ کو خرِ عیسیٰ بنا کے چھوڑیں گے
کریں گے شوق سے مسلم غذا میں مے داخل
شراب کو بھی ہریسا بنا کے چھوڑیں گے
کہا یہ شیخ سے اکبر نے روک اپنی زباں
کہ تجھ کو بھی وہ مجھی سا بنا کے چھوڑیں گے

⦿

فریبِ امواجِ بحرِ ہستی سکھا ہی دیتا ہے خود پرستی
ہوا نے دم بھر جو کی لگاوٹ حباب بھی سر اٹھا کے ابھرے

⦿

نظر وہ ہے جو دل پر نقشِ حسنِ مدعا کھینچے
نفس وہ ہے کہ جو سینے سے آہِ دل کشا کھینچے
وہ جاں اچھی جو مستِ وعدہ دیدارِ فردا ہو
وہی دل خوب جو یہ انتظارِ جانفزا کھینچے
محبانِ الٰہی خلق سے نخوت نہیں کرتے
کھنچے بندوں سے کیوں اپنی طرف جس کو خدا کھینچے
نہ چھوڑا صفحۂ روئے زمیں تعمیرِ غفلت نے
ہزاروں نقشِ عبرت گو فلک نے جا بجا کھینچے

حرم میں دم بخود بیٹھا تو اکبرؔ نے کیا اچھا
وہ کیوں بے سود بت خانے میں آہِ نارسا کھینچے

⊙

نگاہ اٹھی ہے احساس ماسوا کے لیے
کہاں ہے دل اسے روکے ذرا خدا کے لیے
رواں ہو کارِ جہاں کیوں ہماری مرضی پر
خدا ہمارے لیے ہے کہ ہم خدا کے لیے
عمل خدا کے لیے ہو تو اس کا کیا کہنا
مگر ریا یہ بری صرف واہ وا کے لیے

⊙

شبِ تاریک عزلت میں جو خوفِ حق سے روتا ہے
وہ گویا اپنی زلفِ سعی میں موتی پروتا ہے

⊙

متاعِ حسنِ یوسف ہے نہ وہ شوقِ زلیخا ہے
ریا کی گرم بازاری، زبردستی کا سودا ہے

⊙

اپنے عیبوں کی نہ کچھ فکر نہ کچھ پروا ہے
غلط الزام بس اوروں پہ لگا رکھا ہے

یہی فرماتے رہے تیغ سے پھیلا اسلام
یہ نہ ارشاد ہو تو آپ سے کیا پھیلا ہے

⦿

خزاں آتی ہی ہے اور خاک میں ملنا ہی پڑتا ہے
مگر کلیوں کو اس گلزار میں کھلنا ہی پڑتا ہے
جگر کو زخم سے زخموں کو آہوں سے بچاتا ہوں
مگر ہوتے ہی ہیں زخم اور انھیں چھلنا ہی پڑتا ہے
فنا کے رنگ سے دل خون ہوتا ہے مگر اکبر
زباں کو واہ کرنے کے لیے ہلنا ہی پڑتا ہے

⦿

توپ کھسکی پروفیسر پہنچے
جب بسولا ہٹا تو رندا ہے

⦿

خاصانِ حق کو حشر میں کیسی شکایتیں
عالم ہی دوسرا ہے وہ دنیا نہیں رہی
ایسے ہوئے ہیں محوِ تماشائے حسنِ دوست
دشمن سے انتقام کی پروا نہیں رہی

⊙

طبیعت سے خیالاتِ غم افزا جا نہیں سکتے
برا ہو حافظے کا داغِ دل مرجھا نہیں سکتے
فلک کیا اس چمن میں جوشِ دل کا مجھ سے طالب ہے
کہ شاخیں ہل نہیں سکتیں، عنادل گا نہیں سکتے

⊙

کس طرح کہتا کہ جو چاہوں وہ ہونا چاہیے
کچھ سمجھ ہی میں نہ آیا چاہنا کیا چاہیے
کہہ دیا میں نے کہ ہوں اور یہ نہیں سمجھا کہ کیا
اس خودی کا حشر کیا ہوتا ہے دیکھا چاہیے

⊙

کیا اثر اس پہ مرا ہوگا یہی رونا ہے
یہ تو ظاہر ہے مرے بعد بھی کچھ ہونا ہے

⊙

نہ پھول اس پر کہ یہ اور وہ تجھے اچھا سمجھتا ہے
تو اپنے دل میں اپنے آپ کو کیسا سمجھتا ہے

⊙

حرصِ دنیا سے نہیں ہر صاحبِ عزلت بری
خانقاہیں اور ہیں اور دل کا کونا اور ہے

مدحتِ گفتار کو سمجھو نہ اخلاقی سند
خوب کہنا اور ہے اور خوب ہونا اور ہے

⦿

شکم پرور ہنر تو باپ سے بیٹے تک آتا ہے
مگر انسان بننا یہ فرشتہ ہی سکھاتا ہے

⦿

خدا ہی ہے نہیں اس کے سوا حاجت روا کوئی
خلاف اس کے جو ہر مشرک ہے میں ہوں تم ہو یا کوئی

⦿

ہر وقت ہے جس پر غم طاری ہر روز جسے عاشورا ہے
سمجھا ہے وہی معنیِ عزا ایمان اسی کا پورا ہے

⦿

گو رفل اپنا کام کرتا ہے
شیر بھی موت ہی سے مرتا ہے

⦿

بس یہی کام سب کو کرنا ہے　　یعنی جینا ہے اور مرنا ہے
اب رہی بحث رنج و راحت کی　　یہ فقط وقت کا گزرنا ہے
سب سے بدتر بتوں سے ہے امید　　سب سے بہتر خدا سے ڈرنا ہے

گل سے پوچھو، کس انتظار میں ہے غنچے کو تو ابھی سنورنا ہے
نشہ جن کو چڑھا ہے نخوت کا ان کے چہروں کو بھی اترنا ہے

⊙

کمیٹی میں چندہ دیا کیجیے
ترقی کے ہجے کیا کیجیے

⊙

یہ تو سچ ہے جی لگا کر چاہیے پڑھنا نماز
یہ بھی سن لو جی لگا کر سانس لینا چاہیے
دیکھ من حبل الورید اور ہر نفس رکھ یادِ حق
زندگی کو دستِ غفلت میں نہ دینا چاہیے

⊙

بس کدورت سے دل اس تیرہ دروں کا ہے بھرا
یہ تو بربادیٔ اربابِ وَغا چاہتی ہے
لگی لپٹی نہ لگا رکھتی تھی تلوار کی جنگ
توپ کیا چاہتی ہے، صرف دغا چاہتی ہے

⊙

جسم و جان و گروہ بندی میں مبتلا یاں کا ذرّہ ذرّہ ہے
طب میں پرہیز، شرع میں تقویٰ ''پالٹک'' میں وہی تبرّا ہے
مدعا سب کا جو نہ سمجھے ایک غالباً عقل سے معرّا ہے

⊙

تقاضا اضطرابِ شوق کا بڑھتا ہی جاتا ہے
یہ پارہ شیشۂ دل میں مرے چڑھتا ہی جاتا ہے

⊙

جو ہم کو برا کہتے ہیں معذور ہیں اکبر
حق یہ ہے کہ ہم بھی انھیں اچھا نہیں کہتے
ہم حضرتِ عیسیٰ کا ادب کرتے ہیں بے حد
لیکن انھیں اللہ کا بیٹا نہیں کہتے

⊙

جس نے اس ضعف پہ بھی مجھ کو جلا رکھا ہے
میں نے بھی دل اسی قوت سے لگا رکھا ہے

⊙

اب نہ جنگی علم نہ جھنڈا ہے صرف تعویذ اور گنڈا ہے
کیا ہے باقی جنابِ قبلہ میں کچھ حدیثیں ہیں ایک ڈنڈا ہے
سو وہ ڈنڈا بھی اب ہے ضبطِ پولس ہے زباں گرم قلب ٹھنڈا ہے

⊙

علم ابتدا کا ہے نہ خبر انتہا کی ہے
دور انقلاب کا ہے حکومت فنا کی ہے

جغرافیے سے حالِ گورنمنٹ پوچھیے
ہم تو یہ جانتے ہیں خدائی خدا کی ہے
مجبور عاجزی پہ ہے منکر کی طبع بھی
خواہش کو کیا سمجھتے ہو صورت دعا کی ہے
جو منزلیں ہیں نفس کی سب ہیں فنا پذیر
حق پر قیامِ دل ہو یہ صورت بقا کی ہے

⊙

اسے جنگی بنائے گی اسے ذوقِ بکا دے گی
جدھر چاہے گی یہ فطرت ادھر اس کو جھکا دے گی

⊙

مذہب کسی سے میں نے سیکھا پڑھا نہیں ہے
اتنا ہی جانتا ہوں بندہ خدا نہیں ہے

⊙

شکستہ دل مدتوں سے ہوں میں جگر بھی اب خون ہو چلا ہے
خدا کی جو مصلحت وہ بہتر اسی میں شاید مرا بھلا ہے
کوئی ہے اچھا تو اپنے حق میں کوئی برا ہے تو اس کا ذمہ
نہ اس کی نعمت کے مستحق تم نہ بد کی تم پر کوئی بلا ہے
نہیں ہوں شیطان کے مقابل تو کیا ہے مدحِ دلی سے حاصل
کمر سے تلوار تو ہے غائب مگر چمکدار پر تلا ہے

نظر میں ہو ہادیٔ طریقت قدم ہو سوئے طریقِ وحدت
یہی میں دل میں بھی کہہ رہا ہوں یہی مرا قول برملا ہے
فریب ہستی کا کھل گیا ہے نگاہ دنیا کو پا گئی ہے
عمل کی توفیق بھی خدا دے سمجھ تو کچھ مجھ کو آ گئی ہے
کہاں کے ارض و سما و کوکب، کہاں کے ہم تم، کہاں کے یہ سب
قدم کی اک موج ہے زمانہ سو یہ بھی اک لہر آ گئی ہے

⊙

زبان کھولی ہے محفل میں واہ وا کے لیے
کبھی تو بند کر آنکھوں کو بھی خدا کے لیے

⊙

فلاسوفی کے مکالموں میں کسی نے یہ خوب ہی کہا ہے
جو تندرستی ہو تیری اچھی تو سانس ہی میں بڑا مزا ہے

⊙

شکرِ خالق کی ہمیشہ مجھ کو جا ملتی رہی
سانس لینے کے لیے کافی ہوا ملتی رہی
غم کے داغوں سے رہی ایذا اگر یہ بھی ہوا
مجھ کو پیہم لذتِ یادِ خدا ملتی رہی

◉

رفتار اور سمت میں موجِ ہوا کی ہے
اے قصہ گوئے "بدر" ضرورت حرا کی ہے

◉

بے سازو بے مغنی یاں وجد آ رہا ہے
ہر وقت بج رہا ہے، ہر ذرّہ گا رہا ہے

◉

ہو مجھ پہ بتوں کی چشمِ کرم، دل کو یہ طلب اصلا نہ رہی
مجھ کو بھی خدا نے غیرت دی ان کو جو مری پروا نہ رہی
دنیا کا تردّد جب تک تھا جب تک کہ ہم اس کے طالب تھے
پھیری جو نظر غم ہو گئے کم رغبت نہ رہی دنیا نہ رہی
سچ پوچھیے تو راحت ہی ملی دنیا سے جدا ہو جانے میں
تھوڑی سی اداسی ہے بھی تو ہو آفت تو مگر برپا نہ رہی

◉

میں یہ نہیں کہتا کہ دوا کچھ نہیں کرتی
کہتا ہوں کہ بے حکمِ خدا کچھ نہیں کرتی

◉

اچھی وہ آرزو کہ جو دل کا ادب کرے
اچھا وہ دل جو درد کی لذت طلب کرے

⦿

خاک کے ساتھ کھیلتی ہے روح
'میں' کی مٹی خراب ہوتی ہے

⦿

دل میں خاک اڑتی ہے خالی لہجہ ولب دیکھیے
مذہب اب رخصت ہے بس تاریخِ مذہب دیکھیے

⦿

کیوں میں پوچھوں کہ جناب آپ کا مذہب کیا ہے
دیکھتا ہی ہوں شب و روز کہ مطلب کیا ہے

⦿

یہ عقل ہی ہے عدو بھی محبّ بھی ہوتی ہے
کہ مانتی بھی نہیں مضطرب بھی ہوتی ہے
وہی نگاہ جو رکھتی ہے مست رندوں کو
غضب یہ ہے کہ کبھی محتسب بھی ہوتی ہے

⦿

کچھ فرض نہیں آپ کا ہر چیز پہ قبضہ
دنیا میں بہت کچھ ہے تو کیا سب کے لیے ہے
کر آہ جو تیرہ ہو ترا مطلعِ امید
یہ شمع شب افروز اسی شب کے لیے ہے

⊙ ۳

دنیا کی طوالت بے حد ہے خلقت کا تو لمبا قصہ ہے
ہر شخص فقط یہ غور کرے اس کل میں مرا کیا حصہ ہے

⊙

کریں کیا یہ تو ان حضرات کو مطلب سکھاتا ہے
کہیں کیا یہ مناسب وقت پر مذہب سکھاتا ہے
جہاں قول و عمل یکساں ہے اور ہے اک دلی طاقت
تو ان کا پوچھنا کیا ان کو ان کا رب سکھاتا ہے

⊙

ان کو تو ہمیں شب سے کیا کرتے ہیں منسوب
تخصیص کواکب کو فلک پر نہیں شب سے

⊙

نہ ماضی اس پہ غالب ہے نہ مستقبل کا طالب ہے
اسی کو حال کہتے ہیں یہی دل کو مناسب ہے

⊙

مطبع کی یاں مدد نہ کتابوں کا زور ہے
مے خانہ دل ہے اس کی شرابوں کا زور ہے

⊙

میرا تو ہر سخن اسی مطلب کے ساتھ ہے
کم ہیں خدا کے ساتھ خدا سب کے ساتھ ہے

⊙

پولیسِ خفیہ پئے انسداد و جرم ہے ٹھیک
نہ چاہیے کہ وہ ہو انسدادِ گپ کے لیے
کوئی نہ آیا مرے پاس 'ہر' کو جپ کے لیے
جو صورتیں نظر آئیں وہ صرف ہپ کے لیے

⊙

نگاہِ ظاہر طریقِ عرفاں میں سوئے انکار کیوں نہ لپکے
کہاں سے لائے وہ چشمِ معنی کہ برق چمکے نظر نہ جھپکے
میں طاقتِ ذہن غیر محدود جانتا تھا خبر نہیں تھی
کہ ہوش مجھ کو ملا ہے تل کے نظر بھی مجھ کو ملی ہے نپ کے
تمہاری تعلیم کے مصالح جو چاہیں برسائیں ان پہ شوخی
مری نظر میں تو حسن یہ ہے کہ چشمِ خوباں سے شرم ٹپکے
ہوا ہے خوں آرزو کا اکثر یہ ہے بہارِ کلامِ اکبر
سخن کو رنگین کر دیا ہے دل و جگر نے تڑپ تڑپ کے
جو میرے دل کا ابھار دیکھا، جو رنگ اس کا بتوں کو بھایا
تو پوچھا یہ پھل کہاں سے پایا؟ کہا یہ میں نے کہ ہر کو جپ کے

⦿

انھیں کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات ان کی
انھیں کی محفل سنوارتا ہوں چراغ میرا ہے رات ان کی
فقط مرا ہاتھ چل رہا ہے انھیں کا مطلب نکل رہا ہے
انھیں کا مضموں انھیں کا کاغذ قلم انھیں کا دوات ان کی

⦿

یہی خصائل یہی طبیعت رہی تو قسمت یہی رہے گی
زمانہ بدلے گا بھی تو پھر کیا ہماری حالت یہی رہے گی
یہی سیہ کاریاں اگر ہیں تو نورِ صبحِ امید کیسا
یہی ہے زلفِ بتاں کا سودا تو میری شامت یہی رہے گی
عمل جب اپنے نہیں ہیں اچھے تو ذکرِ عصیانِ غیر کیسا
عدو کی قسمت بگڑ بھی جائے تو اپنی قسمت یہی رہے گی
ہزار سائنس رنگ لائے ہزار قانون ہم بنائیں
خدا کی قدرت یہی رہے گی ہماری حیرت یہی رہے گی

⦿

تاکیدِ عبادت پہ یہ اب کہتے ہیں لڑکے
پیری میں بھی اکبر کی ظرافت نہیں جاتی

⊙

لحد کی تیرگی سے حق بجانب دل کی وحشت ہے
یہی وہ شب ہے جس کی صبح بھی صبحِ قیامت ہے
مصیبت بہرِ مومن پرتوِ عرفاں ہے اے اکبر
ظہورِ داغِ دل دیباچۂ صبحِ سعادت ہے

⊙

امنگیں ہیں مرے دل میں جنون و عشق و وحشت کی
پھر اس میں بحث کیا افتادہی تو ہے طبیعت کی
ہوائے نفس نے محروم رکھا اوجِ عرفاں سے
بتوں کے زیرِ پا دیکھی بلندی اپنی ہمت کی

⊙

ٹھیک ہے مصرعہ کا مضموں قافیہ گو سخت ہے
اہلِ دل نالاں ہوں جس سے وہ بڑا کم بخت ہے

⊙

جو مضطرب ہے اس کو ادھر التفات ہے
آخر خدا کے نام میں کوئی تو بات ہے

⊙

دخلِ واعظ صرف استحقاقِ جنت ہی میں ہے
فیصلہ جینے کے حق کا دستِ فطرت ہی میں ہے

کینہ و پیکار میں بھی یوں تو ہے اک حظ نفس
زیست کا اصلی مزا لیکن محبت ہی میں ہے

⊙

کیا خبر تھی کہ گناہوں سے ہے عزت میری
قابلِ دید ہے توبہ پہ ندامت میری
میں عیادت کا تقاضا نہیں کرتا ان سے
اتنا ہی کہتا ہوں اچھی نہیں حالت میری
قامتِ یار پہ حاوی جو ہوئی زلفِ دراز
بل کی لیتی ہے کہ دیکھو یہ قیامت میری
کس کو امید ہے اس کی کہ یہ اچھا ہوگا
کون اس وقت میں کرتا ہے عیادت میری

⊙

دیدۂ تحقیق سے دنیا کی حالت دیکھیے
نفس کی ہر لذت اور آخر نجاست دیکھیے
دولت و عزت سے بے گانہ نہیں حالت مری
یہ مصیبت میری دولت، صبر یہ عزت مری

⊙

جمالِ معنی حجاب میں ہے جہان صورت کا سامنا ہے
نگاہ جویائے امرِ حق کو یہاں مصیبت کا سامنا ہے

عذاب کی یہ زیادتی ہے کہ اس میں منظور ہے کمی کچھ
جحیم میں جو جگہ ملی ہے وہاں سے جنت کا سامنا ہے

⊙

نفسِ نابینا حریص و طالبِ لذات ہے
عقل کی خدمت فقط ترتیبِ محسوسات ہے
ان مشاغل میں تو اے اکبر نہیں کچھ اوجِ دل
روح کی طاقت جو غالب ہو تو ہاں اک بات ہے

⊙

آئے وہ خنجر بکف میں ڈر کے مارے مر گیا
ان کی ورزش رہ گئی میری شہادت رہ گئی
باغباں خاموش، گل پژمردہ اور گلشن اداس
جب ہوا بدلی تو ساری زیب و زینت رہ گئی

⊙

حضرت کی معاشرت بہت اچھی ہے
مشہور ہیں انتظامِ راحت کے لیے
اپنے مذہب میں کیوں بلاتے ہیں مجھے
جنت کے لیے کہ لطفِ صحبت کے لیے

⊙

اس عہد میں شاعر کے لیے قوت نہیں ہے
اس باغ میں طوطی کے لیے توت نہیں ہے
نیچر میں جوانی کو تو موجود ہی پایا
سائنس سے سنتے تھے کہیں بھوت نہیں ہے
لفظوں ہی کے چکر میں ہیں اب افعل و فعلن
چرخا ہی چلا کرتا ہے اور سوت نہیں ہے
نیچر ہی کا مطبخ ہے بہت معتبر اکبؔر
تم دیکھتے ہو پھل میں کوئی چھوت نہیں ہے

⊙

مرزا ہوں وہ یا خاں صاحب ہوں دونوں کی محبت ہم کو ہے
وہ نام کے ہیں یہ کام کے ہیں دونوں کی ضرورت ہم کو ہے

⊙

مذہب کے واسطے نہ شرافت کے واسطے
ہے اب تو جنگ حکم و تجارت کے واسطے
لے ہی گئے گھسیٹ کے مجھ کو پریڈ پر
تیار ہو رہا تھا میں جنت کے واسطے

⦿

جوشِ جنوں میں بھی عملِ ذہن چست ہے
احساس میں ہے فرق تعقل درست ہے

⦿

ہو رہا ہے ہر طرف قانونِ فطرت کا نفاذ
انقلابِ عالمِ فانی خدا کے ہاتھ ہے
جو ہوا وہ کیوں ہوا اس کی توجیہیں بہت
چاہتا جو ہوں وہ کیونکر ہو یہ مشکل بات ہے
کام لیتا رہ امیدوں سے دعا کر، صبر کر
امتحانِ زندگانی موردِ آفات ہے

⦿

مایوس ہوں باغِ عالم میں امید سے یاری چھوٹ گئی
جس پیڑ کو سینچا سوکھ گیا، جس شاخ کو باندھا ٹوٹ گئی

⦿

ہماری خاطر ہو جمع کیونکر کہ یاس رہ رہ کے ٹوٹتی ہے
الم کا اک سلسلہ ہے قائم امید بندھ بندھ کے ٹوٹتی ہے
اگرچہ عزت کا بھی ہوں طالب، مذاقِ رندی ہے مجھ پہ غالب
جو شیخ چھوٹیں تو چھوٹ جائیں شراب کب مجھ سے چھوٹتی ہے

دمِ سحر جوشِ شوقِ دل سے ضرور ہے انبساطِ باطن
کلی بھی گل کی چٹک رہی ہے کرن بھی سورج کی پھوٹتی ہے

⦿

تقلیل غذا میں ہو 'پرمنٹ' یہی ہے
کر ضبط ہوس "سلف گورنمنٹ" یہی ہے

⦿

یہ بات تو کھری ہے ہرگز نہیں ہے کھوٹی
عربی میں نظمِ ملت "بی اے" میں صرف روٹی
لیکن جنابِ لیڈر سن کر یہ شعر بولے
بندھوائیں گے یہ حضرت اس قوم کو لنگوٹی
اس بات کو خدا ہی بس خوب جانتا ہے
کس کی نظر ہے غائر کس کی نظر ہے موٹی

⦿

مذاقِ بادہ کشی تھا خلافِ حکمِ خدا
بحمدہٖ کہ بہت کچھ جڑ اس کی ٹوٹ گئی
عجیب نسخۂ عرفاں دیا تصوف نے
کہ نشہ تیز ہوا اور شراب چھوٹ گئی

⊙

دریا میں تو صاحب سے اگن بوٹ میں ہارے
میدان الیکشن میں گئے ووٹ میں ہارے

⊙

تہذیب دم بخود ہے طمع کی گھسیٹ سے
حضرت بھی کام لینے لگے مار پیٹ سے
ممنون تو میں ہوں ترا اے سایۂ شجر
سر پر مگر عذاب ہے چڑیوں کی بیٹ سے
عزت کی تو شناخت نہیں ہے مگر مجھے
لذت ضرور ملتی ہے کونسل کی سیٹ سے

⊙

جب غم ہوا چڑھالیں دو بوتلیں اکٹھی
ملا کی دوڑ مسجد اکبؔر کی دوڑ بھٹی

⊙

اصل اللہ سے لگاوٹ ہے
ورنہ مذہب میں سب بناوٹ ہے

⊙

مجھے یہ انقلاب دہر کب خطرے کا باعث ہے
مری طبعِ رواں اک ماہیِ بحرِ حوادث ہے

⊙

میں کیا کہوں شکایت کل کیا تھی آج کیا ہے
جینا ہی رنج وہ ہے اس کا علاج کیا ہے
قوت نہیں ہے جس میں کیوں چاہتا ہے زینت
جب تخت ہی نہیں ہے پھر فکرِ تاج کیا ہے

⊙

مجھے حیات کی اب احتیاج ہی کیا ہے
مگر مروں نہ تو اس کا علاج ہی کیا ہے
سنا تھا کل کی ترقی ظہور پائے گی کل
مگر جو غور سے دیکھا تو آج ہی کیا ہے

⊙

مقابل ترے پیچ سے ہیچ ہے
مگر تو ہی خود پیچ در پیچ ہے

⊙

مذہب کی پناہ آخر کو ملی اور کفر کی زد سے بچ نکلے
ہر دم ہے یہی اب اپنی دعا اللہ کا ہونا سچ نکلے

⊙

اس کی حرکت ہے کلیدِ مغربی پر منحصر
دل یہ سینے میں ہے یا پاکٹ کے اندر واچ ہے

نجد کے نغمے کہاں ان ٹھمریوں کے سامنے
دیس کو جس نے بھلایا یہ وہی کھماچ ہے
"ہوم رولی" بن کے میں بھی خوب ہی تنتا ہوں اب
آئرش کوئی، کوئی انگلش، کوئی اسکاچ ہے

⊙

دنیا یونہی ناشادیوں میں شاد رہے گی
برباد کیے جائے گی آباد رہے گی
گلچیں کا ستم بھول بھی جاؤں کبھی شاید
صیاد کی بیداد مگر یاد رہے گی
نالے ستم افزا ہیں تو روکوں گا زباں کو
دل ہی میں نہاں اب مری فریاد رہے گی

⊙

اگرچہ مضمونِ زندگی میں الم کی تمہید بھی بڑی ہے
خدا کے فضل و کرم سے لیکن مجھے تو امید بھی بڑی ہے
طلب کی منزل میں رنج وراحت سے رہتا ہے اعتدال قائم
بہت ہے رمضان کی جو سختی مسرتِ عید بھی بڑی ہے
منہ اپنا غفلت سے موڑ اکبر نماز ہرگز نہ چھوڑ اکبر
بہت فوائد ہیں اس کے اندر اور اس کی تاکید بھی بڑی ہے

◉

بتوں کی بات سے دل مائلِ فریاد ہوتا ہے
مگر کہنا ہی پڑتا ہے بجا ارشاد ہوتا ہے
مرے صیاد کی تعلیم کی ہے دھوم گلشن میں
یہاں جو آج پھنستا ہے وہ کل صیاد ہوتا ہے

◉

جب حکم ہی ہے کوششِ بے سود کیجیے
کوئے بتاں میں خوب اچھل کود کیجیے

◉

سینے میں دل آگاہ جو ہو کچھ غم نہ کرو ناشاد سہی
بیدار تو ہے مشغول تو ہے نغمہ نہ سہی فریاد سہی
ہر چند بگولا مضطر ہے اک جوش تو اس کے اندر ہے
اک وجد تو ہے اک رقص تو ہے بے چین سہی برباد سہی
وہ خوش کہ کروں گا ذبح اسے یا قید قفس میں رکھوں گا
میں خوش کہ یہ طالب تو ہے مرا صیاد سہی جلاد سہی

◉

جمعیت خاطر ہو نہ سکی اسبابِ الم موجود رہے
کرتے ہیں مگر ہم شکر خدا حاسد نہ ہوئے محسود رہے

⊙

کارِ دنیا سے ہماری دل کشی مفقود ہے
جدت اس شے میں کہاں سے آئے جو محدود ہے

⊙

رہا نہ خانۂ ہستی میں دل کو لطف کوئی
بس اب تو محو یہ حسرت ہی کے سرود میں ہے
نہ میں کسی پہ ہوں نازاں اب اور نہ مجھ پہ کوئی
کسی کی گود میں ہوں اور نہ کوئی گود میں ہے

⊙

دل نواز و حق نما ان کا ہر اک ارشاد ہے
دیدۂ صاحب نظر میں صوفیوں پر صاد ہے

⊙

حسن بے حد ہے خودی محدود ہے   عشق کو کیوں بے خودی مقصود ہے
بے خودی کا بھی یہی مقصود ہے   منکشف ہو جائیں اسرار خودی
وہ ملائک کا اگر مسجود ہے   شرمِ آدم ہے اطاعت نفس کی

⊙

سنتا ہوں مجھے رخصتِ فریاد ملے گی
منظور تماشا ہی ہے یا داد ملے گی

مل جائے نظر ان کی دعا مانگ رہے تھے
معلوم نہیں تھا ستم ایجاد ملے گی

⊙

ذرّہ ذرّہ اپنی حد بندی میں مست وشاد ہے
تفرقے کے جوش پر ہر سو مبارک باد ہے
حافظے کے فیض نے روکا ہے بابِ اتحاد
شکوہ انگیز اک نہ اک قصہ ہر اک کو یاد ہے
واعظِ توحید پر دیتے ہیں فتوائے جنوں
خود پرستی کا سبق ہے، کافری استاد ہے

⊙

میں تو ہمدرد ہوں بس ان کی گرفتاری کا
قیدِ ہستی سے جو مشاق ہیں آزادی کے
ڈھونڈنا چاہیے تھا اکبر بے کس کو وہاں
ایک ویرانہ بھی ہے متصل آبادی کے

⊙

نیک ہو منزل تو اکبر راہِ بد کیوں مانگیے
دوست سے ملنے کو دشمن سے مدد کیوں مانگیے

◉

حرصِ دنیا ظلمتِ دل کی موید ہی رہی
پھر بھی یہ پیرانِ نابالغ کی مرشد ہی رہی

◉

تو نہ ہے جب تو یہ مشکل ہے تردّد نہ رہے
یہ تو اس وقت نہ رہ جائے کہ تو خود نہ رہے
چھاؤنی میں رہیں صاحب تو وہیں لیڈر بھی
یعنی کیوں ساتھ سلیمان کے ہدہد نہ رہے

◉

پہچان بزرگی کی ہے یہی دل خوفِ خدا کی زد میں رہے
اندیشہ بہت گستاخ نہ ہو اور وہم ادب کی حد میں رہے

◉

آ گیا ہوں تنگ سرجن سے طبیب اور بید سے
دیکھیے کب ہو رہائی زندگی کی قید سے

◉

گو سب کو ہے تسلیم کہ معبود وہی ہے
کم ہیں جو سمجھتے ہیں کہ مقصود وہی ہے
آنکھوں میں اتر آتے ہیں موہوم کے نقشے
دل میں یہ سمائی ہے کہ موجود وہی ہے

اللہ ہی کی موج سے پنپے گا ترا دل
سر چشمۂ فیض و کرم و جود وہی ہے

⊙

گزر کی جب نہ ہو صورت گزر جانا ہی بہتر ہے
ہوئی جب زندگی دشوار مر جانا ہی بہتر ہے
رہِ اصلاح میں گو تیز گامی خوب ہے لیکن
قدم کو لغزشیں جب ہوں ٹھہر جانا ہی بہتر ہے
مواقع دیکھ کر اظہارِ مردی چاہیے اے دل
ڈرائیں کھیل میں بچے تو ڈر جانا ہی بہتر ہے
بٹھایا ہے بتوں نے بزم میں جب اپنا ہی سِکّہ
جو ہیں اللہ والے ان کو اٹھ جانا ہی بہتر ہے
بلاتا ہے مجھے بت خانے سے شیخِ حرم اکبرؔ
نہ جانا گو کہ جائز ہے مگر جانا ہی بہتر ہے

⊙

رزق ما یحتاج مل ہی جائے گا — خواہشوں میں مختصر ہو جایئے
فقر سے شیطاں ڈراتا ہے اگر — حسبنا اللہ سے نڈر ہو جایئے
خیر خواہی کر کے سر ہو جایئے — ورنہ مفقود الخبر ہو جایئے

⊙

کیا پوچھتے ہو طوق غلام کو کدھر ہے
اپنا ہی تعلق ہے یہ اور اپنا ہی گھر ہے
پیدا ہے غلامی زن و فرزند کے دم سے
پروانہ ہو ان کی تو پھر آزاد بشر ہے
یعنی وہ چلا چاہیں گے دنیا کے مطابق
عزت نہ محلّے میں گھٹے اس کا خطر ہے
تم دل کو لیے پھرتے ہو وہ نفس کے حامی
رسموں سے غرض دین کی عزت کو ضرر ہے
ایسے بھی ہیں طینت ہی میں جن کی ہے غلامی
پابندیٔ دنیا کا رگِ دل میں اثر ہے
خالق پہ بھروسا ہو تو عزت نہیں گھٹتی
افسوس کہ انسان بہت پست نظر ہے
محنت کا دیانت کا قناعت کا شجر ہو
جس رنگ کا پھل آئے وہ عزت کا ثمر ہے

⊙

تم سے استادوں میں میری شاعری بیکار ہے
ساتھ سارنگی کا بلبل کے لیے دشوار ہے

◉

جنھیں ہے شرک سے نفرت خدا کو ایک کہتے ہیں
یہ ان میں کیوں ابھی تک جنگ اور تکرار باقی ہے
سبب اس کا تو ہے ظاہر خدا لب پر خودی دل میں
بتانِ سنگ ٹوٹے ہیں بتِ پندار باقی ہے

◉

ہمارا مشرقی دل نزع میں ہے وقتِ آخر ہے
نہیں مغرب کو غم اس کی نظر میں مرگِ کافر ہے
غرور اتنا نہ کر قوت پر اپنی اے بتِ ترسا
ہمارے ہوش غائب ہیں مگر اللہ حاضر ہے
بہ دل حاضر ہوئی ہے قوم بزمِ عشقِ دنیا میں
بس اک میری طبیعت ہے کہ اب تک غیر حاضر ہے

◉

جو ہیں صائم انھیں یہ طاعتِ دشوار کیا کم ہے
نہ ہوں صائم تو ان پر معذرت کا بار کیا کم ہے

◉

رہتے ہیں اس خیال میں ہم اپنے گھر پڑے
کیوں لوگ چاہتے ہیں کہ ہم پر نظر پڑے

◉

مشتاقِ حق کے واسطے نعمت کا ڈھیر ہے
بس زندگی حجاب ہے، مرنے کی دیر ہے

◉

جب دین نہ ہو اصلاحِ بشر دنیا میں پھر آخر کون کرے
غفلت کے سوا اس محفل میں مہمان کی خاطر کون کرے
اک علم تو ہے بت بننے کا اک علم ہے حق پر مٹنے کا
اس علم کی سب دیتے ہیں سند اس علم میں ماہر کون کرے
غوطے تو لگائے زم زم میں اور غرق ہیں حبِّ دنیا میں
پانی نے بدن کو پاک کیا اب جان کو طاہر کون کرے
مذہب کی ہے دھوم اور ساتھ اس کے اعمال نہیں اخلاق نہیں
چپ چپ کی صدا ہے چار طرف اس راز کو ظاہر کون کرے
جب علم ہی عاشقِ دنیا ہو پھر کون بتائے راہ خدا
جب خضر اقامت پر ہوں فدا تائیدِ مسافر کون کرے
سودا بھی ہے رنگِ طبعِ بشر فطرت ہی میں ہیں اسباب جنوں
اکبر کو بھی ہوش آجائے تو پھر اس کام کو آخر کون کرے

◉

عشق کہتا ہے بیانِ حال کی پروا نہ کر
تیرے دل کی خود بہ خود ان کو خبر ہو جائے گی

مجھ کو اک حیرت ہے اپنے شوق کی امید پر
کیا نگاہِ قہر' الفت کی نظر ہو جائے گی
میں نے پوچھا ہے تمھیں مجھ سے محبت یا نہیں
ہنس کے فرمایا نہیں اب تک مگر ہو جائے گی
میں شبِ فرقت میں تڑپوں اور وہ سوئیں چین سے
کس طرح مانوں محبت بے اثر ہو جائے گی

⊙

قالب میں جان آئی تو کیا آئی سفر کرنے لگی
ہر سانس مجھ کو موت سے نزدیک تر کرنے لگی

⊙

عجب پیچیدگی ہے صورت و معنی کی دنیا میں
جو نافع ہے وہ باطن ہے جو دل کش ہے وہ ظاہر ہے

⊙

خالی حرم کو شیخ ہی تنہا نہ کر گئے
حیرت میں بت بھی ہیں کہ برہمن کدھر گئے
سودائے مغربی سے ہیں سب کے حواس گم
ایسی یہ تپ چڑھی ہے کہ چہرے اتر گئے
آیا وطن میں پھر کے مگر اس کی کیا خوشی
جن جن کو پوچھتا ہوں یہ سنتا ہوں مر گئے

⊙

گم کی تھی میں نے راہ مصیبت یہی تھی سخت
اس پر ہوا یہ قہر تم ایسے خضر ملے
کس سے میں پوچھتا گل و بلبل کی سرگزشت
دو چار برگِ خشک، تو دو چار پر ملے
باتیں بھی مجھ سے کیں مری خاطر بھی کی بہت
لیکن مجال کیا جو نظر سے نظر ملے

⊙

ٹیمز کے ساحل پہ جا کر دیکھتے قسمت کی فال
گومتی پر شیعہ و سنی نے کیوں تکرار کی
سر سے سودائے حرم نکلے خدا سے دل ہو سرد
دیر میں پھر کیا کمی ہے گرمیِ بازار کی

⊙

تہذیبِ نو جسے تم کہتے ہو اس سے اکبؔر
دنیا بگڑ رہی ہے اب یا سنور رہی ہے
نقشوں کو تم نہ جانچو خلقت سے مل کے دیکھو
کیا ہو رہا ہے آخر کیسی گزر رہی ہے
دل میں خوشی بہت ہے یا رنج اور تردّد
کیا چیز جی رہی ہے کیا چیز مر رہی ہے

⊙

زندگی بے لطف ہے دشوار ہے
سانس لینا اب مجھے بیگار ہے

⊙

امید ٹوٹی ہوئی ہے میری جو دل مرا تھا وہ مر چکا ہے
جو زندگانی کو تلخ کر دے وہ وقت مجھ پر گزر چکا ہے
اگرچہ سینے میں سانس ابھی ہے نہیں طبیعت میں جان باقی
اجل کو ہے دیر اک نظر کی فلک تو کام اپنا کر چکا ہے
غریب خانے کی یہ اداسی یہ نادرستی نہیں قدیمی
چہل پہل بھی کبھی یہاں تھی کبھی یہ گھر بھی سنور چکا ہے
یہ سینہ جس میں یہ داغ ہیں اب مسرتوں کا کبھی تھا مخزن
وہ دل جو ارمان سے بھرا تھا خوشی سے اس میں ٹھہر چکا ہے
غریب اکبر کے گرد کیوں ہیں جنابِ واعظ سے کوئی کہہ دے
اسے ڈراتے ہو موت سے کیا وہ زندگی ہی سے ڈر چکا ہے

⊙

عشق ہی میں اس کے حسنِ پاک کا اظہار ہے
اشتیاقِ دید کی تکمیل ہی دیدار ہے
ہر تعلق سے جدا کر کے تو اپنے دل کو دیکھ
دل وہ ہے جو بے ہمہ ہونے پہ بھی خوددار ہے

◉

ہجر میں اس گل کے مجھ پر سانس لینا بار ہے
زندگی ظالم مگر اب تک گلے کا ہار ہے
داد دے رفتار کی سستی پہ کیا ہے معترض
آبلہ ہے پاؤں میں اور آبلے میں خار ہے
دعوتِ دیوانگی دیتا ہے نورِ آفتاب
یہ شعاع اے دل گریبانِ سحر کا تار ہے

◉

نفس تو کہتا ہی ہے ہر دم یہ کرنا چاہیے
کیوں کوئی پوچھے کہ کیونکر جی کے مرنا چاہیے
نفس کی خواہش کے آگے عقل کی سنتا ہے کون
میں کہوں کس سے کہ اس غفلت سے ڈرنا چاہیے

◉

ہماں بہ کز حدیث دلی و فردا بے خبر باشی
بہ ذوقِ لم یزل امروز سرتا پا نظر باشی
بکش دامانِ شب برخیز و شمعِ دل فروزاں کن
چرا افتادہ در بندِ گریبانِ سحر باشی

⊙

تجھے اے امیدِ فردا دل و جاں سے پیار کرتے
مگر اپنی زندگی کا نہیں اعتبار کرتے

ہے بتوں کی خودنمائی مری غفلتوں سے قائم
میں اگر نظر نہ کرتا تو وہ کیوں سنگار کرتے

لیا ہم نے بوسۂ رخ تو نہ بدگماں ہوا ے جاں
کوئی پھول دیکھ لیتے تو اسے بھی پیار کرتے

ترے ہاتھوں کی یہ زینت تو ہے شاخِ گل سے افزوں
ہمیں دسترس جو ہوتا تو گلے کا ہار کرتے

⊙

جفائیں بھی ہیں فریب بھی ہے نمود بھی ہے سنگار بھی ہے
پھر اس پہ دعویٰ حق پرستی اور اس پہ یاں اعتبار بھی ہے

⊙

پھیلایے نہ پاؤں کو زنجیر کے لیے
دنیا سے ہاتھ اٹھایے تکبیر کے لیے

⊙

دل مرا اور خواہشیں ان کی یہ کیا اندھیر ہے
سحر ہے یا ظلم ہے یا کچھ سمجھ کا پھیر ہے

لوگ کہتے ہیں یہاں اکبر کبھی آباد تھا
شاید ایسا ہی ہو اب تو خاک کا اک ڈھیر ہے

⦿

جانبر نہ ہو سکا گو فرقت کی شب سحر کی
تھوڑی نہیں تھی اکبر تکلیف رات بھر کی

⦿

ہو اگر سینے میں ناسور ہوا جاتا ہے
غم سے دل خون تھا اب نور ہوا جاتا ہے
دیکھ ہی لوگے زمانے میں قیامت برپا
نالۂ خستہ دلاں صور ہوا جاتا ہے

⦿

چشم بتاں نے نفس کی خواہش ابھار دی
دنیا ہماری دشمنِ دیں نے سنوار دی
لذت خدا کے نام میں کچھ کم نہ تھی مگر
پیش شکم زبان نے ہمت ہی ہار دی
بندوق کا نہیں ہے جو لیسنس غم نہیں
میں نے تو اس خیال ہی کو گولی مار دی

◉

جس طرف دیکھو خیالِ تیزیِ رفتار ہے
منزلِ مقصود کیا ہو یہ سمجھ دشوار ہے

◉

قرار دل کو نہیں حسنِ انتشار تو ہے
وصالِ یار نہیں ہے خیالِ یار تو ہے

◉

اتنا جیے کہ جاننے والے گزر گئے
پرساں رہا نہ کوئی تو چپ چاپ مر گئے

◉

تم دیکھتے ہو اکبر دنیا کا رخ کدھر ہے
یہ وقتِ الاماں ہے یہ وقتِ الحذر ہے

◉

حیرت سے دیکھتا ہوں ہر صاحبِ خرد کو
اس کی زباں کدھر ہے اور اس کا دل کدھر ہے

◉

کیا ہو رہا ہے دل میں اثر کچھ نہ پوچھیے
کس پر پڑی ہے میری نظر کچھ نہ پوچھیے

کیا کر رہی ہے کبر شکن قدرتِ خدا
ہے پوچھنے کی بات مگر کچھ نہ پوچھیے

⦿

جینے والوں ہی کے ہیں ہنگامے
خلق انھیں پر نگاہ کرتی ہے
مست دنیا میں ہیں یہ کیا جانیں
مرنے والوں پہ کیا گزرتی ہے

⦿

خدا کے گھر سے اب آنر کی جو خبر آئے
بتوں کے پاؤں پہ ہم کو تو سر نظر آئے

⦿

ہوا کیوں شوق آزادی کا جب زنجیر ایسی تھی
دل ایسا کیوں ملا ہم کو کہ جب تقدیر ایسی تھی

⦿

خرد کی ناتوانی ہے نظر کی ناصبوری ہے
ہوا جو کچھ ضروری تھا جو کچھ ہوگا ضروری ہے

⦿

حادثے اپنے طریقوں سے گزرتے ہی رہے
کیوں ہوا ایسا یہ ہم تحقیق کرتے ہی رہے

صفحۂ ہستی پہ آخر کس قلم کی ہے کشش
نقش مٹتے ہی رہے لیکن ابھرتے ہی رہے
انتظار آخر اجل سے کر گیا یاں ہم کنار
چشمِ بددور آپ اپنے گھر سنورتے ہی رہے

⊙

کچھ دیکھتا نہیں میں دلِ زار کے لیے
جو کچھ یہ ہو رہا ہے سب اخبار کے لیے

⊙

مجھ سے یہ بت غرور کر نہ سکے — یادِ حق دل سے دور کر نہ سکے
ان کو غصہ کہ چور کر نہ سکے — مجھ کو رنجِ شکستِ شیشۂ دل
حق کو راضی حضور کر نہ سکے — مجھ کو تو بس میں کر لیا بیشک

⊙

دنیا سے قطعِ خوب اگر خوش نہ رکھ سکے
آنکھوں کو بند کر جو نظر خوش نہ رکھ سکے
دنیا کی لذتیں جو ملی تھیں وہ ہو چکیں
خوش کر لیا تھا دل کو مگر خوش نہ رکھ سکے

⊙

جسم بے سر ہے اب ہماری قوم
خوار و زار و خراب و ابتر ہے

ہنس کے کہنے لگے جنابِ مذاق
بس یہ کہیے ہر ایک خود سر ہے

◉

جو مسرت تیری محتاجِ نگاہِ غیر ہے
اس مسرت میں نہ خوبی ہے نہ کوئی خیر ہے

◉

جس کے دل میں شانِ باری کا تصور گھر کرے
اس کو کیا پروا کہ کوئی بت مرا آزر کرے

◉

خدا کے باب میں یہ غور کیا ہے
خدا کیا ہے خدا ہے اور کیا ہے
بڑھاتے کیوں ہو تم لفظوں کو آگے
بساطِ ذہن پر یہ جور کیا ہے

◉

اس باغ میں یہ نگاہ اکبرؔ
دل کو بے حد ابھارتی ہے
ہے کس کے فراق میں پپیہا
کوئل کس کو پکارتی ہے

⊙

کہا صیاد نے بلبل سے کیا تو نے نہیں دیکھا
کہ تیرے آشیاں سے یہ قفس آراستہ تر ہے
کہا اس نے اسے تسلیم کرتی ہے نظر میری
نشاطِ طبع کی مہلک مگر بیکاریِ پر ہے

⊙

دیر کے عیش میں تکلیف مع الغیر تو ہے
کعبہ میں کچھ نہ سہی خاتمہ بالخیر تو ہے

⊙

جو پوچھا دل سے اس جینے کا کیا مقصود آخر ہے
شکم بولا کہ اس کی بحث کیا خادم تو حاضر ہے
شکم کی پیٹھ ٹھونکی نفس امارہ نے خوش ہو کر
صدائے باطنی اٹھی کہ یہ کم بخت کافر ہے

⊙

رشتۂ توحید سے لپٹا نہیں تارِ نظر
الجھنیں کیں خوب پیدا سبحہ و زنار نے
چل گئی موسیٰ کی لاٹھی رہ گیا جادو کا کھیل
ساحروں کے سانپ کو مارا خدا کی مار نے

ریل کعبے تک اگر بن بھی گئی تو ناز کیا
عرشِ باری تک نہیں پائی رسائی تار نے

دیدنی تھا ہجر کی شب وہ ہجومِ انتظار
اور دیکھا ہی نہیں کچھ دیدۂ بیدار نے

باپ ماں سے، شیخ سے، اللہ سے کیا ان کو کام
ڈاکٹر جنوا گئے، تعلیم دی سرکار نے

⊙

جب آنکھ کو کھلنے میں ہو جھجک جب منہ میں زباں جنبش سے ڈرے
اس قید میں کیونکر جینا ہو اللہ ہی اپنا فضل کرے

کیا ناز ہو ایسی ساعت پر افسوس ہے ایسی حالت پر
یا جھوٹ کہے یا کچھ نہ کہے یا کفر کرے یا کچھ نہ کرے

قاتل کو بھروسہ قوت کا اور ہم کو خدا کی رحمت کا
ہونا تھا جو کچھ وہ ہو ہی لیا وہ بھی نہ رکا ہم بھی نہ ڈرے

⊙

دل کی بے تابی ہے ثابت آنکھ کے اظہار سے
بجلیاں پیدا ہوئیں ہیں آنسوؤں کے تار سے

جب طبیعت خوش نہیں تو کیا کرے اچھا مکاں
دل بہل سکتا نہیں اپنا در و دیوار سے

⊙

چشمِ بینا تو نے پائی ہے تو یہ دنیائے دوں
اک نہ اک دن تیری نظروں سے اتر ہی جائے گی

⊙

کس قدر دل کش نگاہِ ساقیِ مخمور ہے
صبر بھی بے تاب ہے، تقویٰ بھی اب معذور ہے
خانۂ ہستی کی ترکیبوں میں کیا دخلِ خرد
حکم ہے تقدیر کا تدبیر اک مزدور ہے
میں جسے سمجھا ہوں میں وہ نفس کی ہیں خواہشیں
میں حقیقت میں جو ہے مجھ سے نہایت دور ہے
امتحانوں سے ہوئی طے بحثِ جبر و اختیار
فیل جب ہو جائے مختاری میں تب مجبور ہے
آپ سے مل کر میں کیوں نقصاں اٹھاؤں اے جناب
آپ کو جب صرف اپنا فائدہ منظور ہے
ڈارون صاحب یہ اچھا مسئلہ سمجھا گئے
دعویٰ مخدومیت میں مست ہر لنگور ہے

⊙

تدبیر بشر خوب الٹ پھیر کرے گی
رفتارِ فنا سب کو مگر زیر کرے گی

◉

زندگی سے میرا بھائی سیر ہے
پھر بھی خوراک اس کی ڈھائی سیر ہے

◉

حق پرستی کا نشاں اب قبر ہے یا صبر ہے
اور جو کچھ ہے عقیدوں پر فقط اک جبر ہے

◉

اب شیخِ ہند برہمنوں کے گلے لگے
تسبیح بن کے آئے تھے زنار ہو گئے
اس منزلِ فنا میں جو رکھی بنا تو کیا
دیوار اٹھا کے نقش بہ دیوار ہوگئے

◉

نہ چھوڑ دل کو کسی دل شکن اثر کے لیے
ہے مبتدا یہ خبر دوسری خبر کے لیے

◉

جنونِ عشق سے انسان کی طینت سنورتی ہے
یہی مستی وہ ہے جو عقل کو ہشیار کرتی ہے
یہ سچ ہے بے خبر ہے نصف دنیا نصف دنیا سے
کہ یہ ماتم میں ہے مصروف اور وہ چین کرتی ہے

بیاں اپنے اثر میں حس کی قوت لا نہیں سکتا
زبانیں کہہ نہیں سکتیں دلوں پر جو گزرتی ہے
وہ ایذائیں مجھے مایوسیوں نے دی ہیں اے اکبر
کہ امید اب قدم رکھتے ہوئے بھی دل میں ڈرتی ہے
سخن سنجی کا کیا کہنا مگر یہ یاد رکھ اکبر
جو سچی بات ہوتی ہے وہی دل میں اترتی ہے

⊙

نہ سہی حسن عمل خوبیِ گفتار سہی
ہے تو اکبر میں بھی اک بات گنہگار سہی
دل جو تسبیح میں مصروف ہو حاصل ہے مراد
قشقہ بالائے جبیں دوش پہ زنار سہی

⊙

خالق ہی سے ملی ہے فطرت کی جو لڑی ہے
بنیاد ہی ہے جس کی اس پر نظر پڑی ہے

⊙

ذرّہ ہائے خاک کس ترکیب سے جکڑے گئے
جینے مرنے کے تماشے کے لیے پکڑے گئے
بے اطاعت ناتواں کا کام چل سکتا نہیں
جھک گئے تو رہ گئے قائم اگر اکڑے گئے

⊙

ہم اس زمانے میں رہتے ہیں اپنے گھر میں پڑے
ہوا ہی بدلی ہوئی ہے فلک سے کون لڑے
خدا ہی ہم کو اٹھائے گا جب تو اٹھیں گے
ابھی تو چپ ہیں کوئی لاکھ اعتراض جڑے
اگر اٹھے تو علم اپنا گاڑ لیں گے کہیں
جو اٹھ گئے تو ہے قصہ ہی ختم خود ہی گڑے

⊙

عرفان ضوفگن ہے شریعت کی آڑ سے
آتش فشاں زمین دبی ہے پہاڑ سے

⊙

خدا کی مار کا کرتا نہیں میں کچھ مذکور
طبیعت اور ہی پہلو پہ جا کے لڑتی ہے
نہ رہ سکے گی لطافت جو زن ہے بے پردہ
سبب یہ ہے کہ نگاہوں کی مار پڑتی ہے

⊙

عقل کو فردا وری کے غم میں سازو سوز ہے
عشق ہی اچھا کہ مستِ جلوۂ امروز ہے

پھیر ہی لی ہے جمالِ "لم یزل" سے اس نے آنکھ
ورنہ ہر مدِ نظر انساں کو عشق آموز ہے
زیست میں ہر دم ہے محتاجِ فنا ہر ذی حیات
زندہ دل وہ ہے جسے ہر سانس عجز آموز ہے

⦿

بدلی ہوئی رت محسوس ہوئی بھونرے کی ابھی آواز سنی
فطرت کی بسنتی یہ ٹھمری بے ساختہ و بے ساز سنی

⦿

دل نہ مایوسی پہ مائل ہے نہ محوِ ناز ہے
منزلِ ہستی میں ہر انجام اک آغاز ہے

⦿

حرج کیا ہم بھی جو چشمِ سرگیں پر پس لیے
یہ بلائیں اس تماشا گاہ میں تھیں کس لیے
سجدۂ دیر و حرم سے معرفت کس کو نصیب
سنگِ در آیا نظر خلقت نے ماتھے گھس لیے

⦿

ڈیڑھ سو محراب مسجد میں ذرا دشوار ہیں
سایۂ ہوٹل میں بسیے یا فقط دس لیجیے

حضرتِ اکبر سے کہہ دو قافلہ تیار ہے
اک رزولیشن کا ٹٹو آپ بھی کس لیجیے

⊙

اب کیا میں طلب دنیا کی کروں کیوں زحمت اٹھاؤں اس کے لیے
دل کہتا ہے اور سچ کہتا ہے گئے دن کے لیے اور کس کے لیے
ہو تم کو مبارک شوق نمود افسردہ پڑا رہنے دو مجھے
کافی ہے یہاں یہ داغ جگر تم شمع بنو مجلس کے لیے
یہ گوش و زبان و چشمِ چمن غوغائے جہاں سے فارغ ہیں
کرتا ہوں دعائیں گل کے لیے سوسن کے لیے نرگس کے لیے

⊙

روح کا ہے امتحاں اور زندگی کا کورس ہے
ہے مبارک وہ سمجھ قرآن جس کا سورس ہے

⊙

کیا وہ درست ہو مری نظموں کے فورس سے
فرصت کہاں ہے قوم کو کالج کے کورس سے

⊙

استخوانِ مغربی کا شکر کرنا ہے بجا
باہمی عف عف یہ لیکن قابلِ افسوس ہے

بسٹ ہی تو رہ گیا تیرا ذرا آئینہ دیکھ
شاہدِ مغرب سے کیا فکرِ کنار و بوس ہے

⊙

بنگلۂ جاناں سوا دو کوس ہے
چل نہیں سکتے بڑا افسوس ہے

⊙

فسادِ نیت میں جب نہیں ہے تو پھر مجھے خطرہ کیوں کہیں ہے
بہت مکلف ہیں یہ اشارے کہ اس سے بچیے اور اس سے بچیے
برس رہی ہو جو چیز ہم پر خیال اس کا نہ آئے کیوں کر
شعور ہو کس طرح معطل کہاں یہ ممکن کہ حس سے بچیے
وہ اک زمانے سے بدگماں ہیں خبر نہیں کیا اثر کہاں ہیں
سمجھ میں آتا نہیں کچھ اکبرؔ کہ کس سے اب ملیے کس سے بچیے

⊙

شامت آئی ہے یہ مسلّم ہے بحث اتنی ہی رہ گئی کس کی
میری جانب اشارہ غالب ہے یعنی اکثر یہ کہتے ہیں اس کی
خیر جو کچھ خدا کی مرضی ہو کھل ہی جائے گی آئی ہے جس کی
اس قدر تو مجھے بھی کھٹکا ہے بڑھ گئی ہے بہت مری دھسکی

⊙

اکبر کو کیا ابھاروں مایوس ہی نہیں ہے
ایسا مٹا، کہ مٹنا محسوس ہی نہیں ہے

⊙

ارتقائے نَے کی برکت دیکھیے
تاجر اب اہلِ قلم ہیں بانس کے

⊙

عقل نے اچھی کہی کل لالہ مجلس رائے سے
جھک کے ملنا چاہیے ہم سب کو وائسرائے سے
شعر کیسا ہی ہو لیکن قافیے اس کے ہیں خوب
کون ایسا ہے کہ جو ہو مختلف اس رائے سے

⊙

پوچھتے کیا ہو کہ تو پیرو ہے یا ہربنس ہے
بندہ جو کچھ ہو بہر حالت بلا لیسنس ہے

⊙

یاس اس سے ہو گئی امید تھی جس بات کی
جی رہا ہوں شکر ہے لیکن خوشی کس بات کی

⊙

سیٹھ جی کو فکر تھی اک اک کے دس دس کیجیے
موت آ پہنچی کہ حضرت جان واپس کیجیے
ماتمِ شامِ اودھ میں میں تو اب مصروف ہوں
آپ ہی نظارۂ صبحِ بنارس کیجیے

⊙

افواہ ہے کہ اکبر بیہوش ہوگیا ہے
یہ تو غلط ہے لیکن خاموش ہوگیا ہے

⊙

فلسفہ ان کا انھیں کی چال کا ہمدوش ہے
ان میں دولت خیز ہے اور ہم میں مذہب نوش ہے

⊙

بزمِ ہستی میں محبت کے ترانوں کو نہ چھوڑ
یہ وہ شے ہے جسے ہر ساز سے اک سازش ہے

⊙

خود گوارا نہیں فریاد کا یہ جوش مجھے
کر بھی چکتی اجل آ کر کہیں خاموش مجھے
عقل کچھ کر نہ سکی قدر شناسیِ جنوں
بزمِ ہستی میں مبارک نہ ہوا ہوش مجھے

حالتِ قابلِ فریاد کے سب ہیں شاہد
اس سے کیا ہوتا ہے کر دیجیے خاموش مجھے
تابِ نظارۂ گلزار میں کیا لاؤں گا
رت بدلنا ہی کیے دیتا ہے بے ہوش مجھے
بت پرستی میں بھی پردے کا ہوں حامی اکبؔر
بخش ہی دے گا خداوندِ خطا پوش مجھے

⊙

سبحہ صندل کا ہے مگر افسوس
دب گئی بو "فرنچ" پالش سے

⊙

مقابل غیر مذہب کے تو مذہب جوش رکھتا ہے
عموماً ورنہ اپنے آپ کو بے ہوش رکھتا ہے
رہِ حق کے جو سالک ہیں وہ مستثنٰی ہیں اے اکبؔر
کہ ان کو ساقیِ توحید ساغر نوش رکھتا ہے

⊙

دلِ سوزاں کو اک نعمت سمجھ یہ گرم جوشی ہے
امیدِ آخرت میں مست رہ یہ بادہ نوشی ہے

⊙

ان بتوں کے باب میں اتنی ہی میری عرض ہے
کفر ہے ان کی پرستش پیار کرنا فرض ہے

⊙

اب تو ہے یہ سوچ کیا میں کیا بساطِ زندگی
ہو چکا دو دن کا وہ دور نشاطِ زندگی
دیکھیے انجام کیا ہو ڈر رہا ہوں دیکھ کر
لذتِ دنیا سے اتنا اختلاطِ زندگی
یہ بھی فانی وہ بھی فانی دونوں ہیں بے اعتبار
انقباضِ موت ہو یا انبساطِ زندگی

⊙

یوں تو ہیں جتنے شگوفے سب کو فکرِ باغ ہے
یہ مگر سچ ہے کہ لالہ ہی کے دل میں داغ ہے

⊙

خودیوں میں قافیے ہیں زمانا ردیف ہے
یہ نظمِ کائنات بھی کتنی لطیف ہے

⊙

سخن میں یوں تو بہت موقعِ تکلف ہے
خودی خدا سے جھکے بس یہی تصوف ہے

کوئی عظیم نتیجہ ضرور ہے ملحوظ
نظامِ جسم بشر میں بڑا تکلف ہے
خدا کا شکر نہ ہو آخرت کا ذوق نہ ہو
اسی کا نام ہے دنیا تو لائق تف ہے
بسانِ تیغ کبھی سرخرو یہ ہو نہ سکی
عجب نہیں کہ اسی سے تفنگ پر تف ہے

◉

حسیں جیسے ہو تم یوں ہی جو خوش اخلاق ہو جاتے
زمانہ مدح کرتا شہرۂ آفاق ہو جاتے
حواس و ہوش رخصت ہو چکے دم بھی نکل جاتا
تو فطرت کے جو قرضے ہیں وہ سب بے باق ہو جاتے

◉

بے مثل فائدہ ہمیں دل کے سبق سے ہے
خلوت میں انجمن کا مزا یادِ حق سے ہے

◉

خلق مجھ سے طالبِ پابندیِ اخلاق ہے
میری یہ حالت کہ مجھ پر تھینک یو بھی شاق ہے
دل کے ٹکڑے کر دیے غم نے جگر خوں ہو گیا
ہوش کا تو یہ ستم دیکھو کہ اب تک چاق ہے

⦿

یار کا حسن سب پہ فائق ہے
واقعی دیکھنے کے لائق ہے
ان مصائب سے کام لے اکبرؔ
غم بڑا مدرکِ حقائق ہے

⦿

دوسروں پر نکتہ چینی کا تجھے کیوں شوق ہے
اپنی اپنی خو ہے اکبر اپنا اپنا ذوق ہے

⦿

صوفیِ باصفا کا بھی اچھا مذاق ہے
اس فلسفے میں ہوش کا آنا فراق ہے

⦿

فقط سڑکوں سے تسکینِ نگاہِ چشمِ شرقی ہے
اندھیرا ہے گھروں میں راستوں میں لمپ برقی ہے

⦿

ہر کس و ناکس سے دنیا میں تملّق کیجیے
یا جہاں تک ہو سکے ترکِ تعلق کیجیے

⊙

عشق کے معنی کے عالم تھے مگر عاشق نہ تھے
صورتِ عذرا سے واقف تھے مگر وامق نہ تھے

⊙

پھنسا ہوں زندگی میں سانس روکے رک نہیں سکتی
مگر دنیا کی خاطر میری گردن جھک نہیں سکتی

⊙

تیری باتیں رہ تحقیق کی سالک ہی نہیں
میں نہ مانوں گا کہ میرا کوئی مالک ہی نہیں
لطف جب تھا کہ منی اور رشی رہتے تھے
ہردوار اب وہ نہیں اور وہ شوالک ہی نہیں

⊙

شکر ہے سنی و شیعہ کا ارادہ نیک ہے
طرزِ طاعت دو سہی ترکیب کالج ایک ہے
گھر میں گو یہ فرق ظاہر ہو کہ حلوا یا پلاؤ
خوانِ مغرب پر مگر دونوں کے آگے کیک ہے

⊙

آنکھ مجبور نہیں بت کو اگر تکتی ہے
ہو خدا پر جو نظر بند بھی ہو سکتی ہے

⊙

یہ لفظ تو ہیں برائے معنی مگر نہایت ہی سست و ناقص
زبان پیچھے ہی رہ گئی ہے نگاہ دل دور تک گئی ہے

⊙

کافی اگرچہ لیٹنے کو اک پلنگ ہے
انگڑائیوں کو عرصۂ دنیا بھی تنگ ہے

⊙

قومِ ضعیف تنگ ہے چندوں کی مانگ سے
کالج کے چیونٹے لپٹے ہیں ٹیڑی کی ٹانگ سے
عالم ہیں چپ جو مستند و باوقار ہیں
گونجا ہوا پرس ہے وفاقی کے سانگ سے

⊙

یہ دنیا اپنے سازوں میں اک روز بھی خوش آہنگ نہ تھی
وہ کون زمانہ گزرا ہے جب حرص نہ تھی، جب جنگ نہ تھی
ہاں نفس کے بندے لڑتے ہیں دولت کے لیے دنیا کے لیے
جو حق کی طرف سے مصلح ہیں، ہیں تیغ بکف عقبےٰ کے لیے

⊙

واعظ کا اشارہ جو ہے وہ "ریزن ایبل" ہے
رندوں کی یہ مستی بھی مگر "سیزن ایبل" ہے

⊙

گو سعیِ ہوائے شوق نے کی بو اس کی نہ نکلی محفل سے
مجنوں نے اڑائی خاک بہت لیلیٰ نے نہ جھانکا محمل سے
دنیا کے تغیر کا نہیں حس شیدائے جمالِ باری کو
پروانے کو مطلب شمع سے ہے کیا کام ہے رنگِ محفل سے
احساس ہی ایذا کا نہ ہوا فریاد و فغاں میں کیا کرتا
جس وقت تہِ خنجر تھا گلا آنکھ اپنی ملی تھی قاتل سے

⊙

جلوہ گر ہے حسنِ بت وقت اضطراب دل کا ہے
المدد اے ذوقِ عرفاں سامنا مشکل کا ہے
تیرے مجنوں کے بیاباں کا ہے عالم دوسرا
جو بگولا ہے وہ اک ناقہ کسی محمل کا ہے
ذرّہ ذرّہ ہے طریقِ عشقِ حق میں دل نواز
ہر قدم پر سالکِ رہ کو گماں منزل کا ہے
بحرِ ہستی خود حدوں سے اپنی ہے نا آشنا
اک تلاطم ہے بپا کس کو پتہ ساحل کا ہے
یہ نظر کی ناتوانی یہ بتوں کی زینتیں
کیا کہوں اکبر بس اب اللہ مالک دل کا ہے

◉

کیا شان ترے جمال میں ہے
ہر وقت زمانہ حال میں ہے
پھنستی ہے اگر تو صرف مچھلی
کہنے کو تو جل بھی جال میں ہے
نیٹو کی گزر ہے دال ہی پر
کالا اس طرح ڈال میں ہے

◉

نہیں جب اپنی ملت کا اصولِ مستقل کوئی
کرے کیا رکھ کے سینے میں وفا اندیش دل کوئی

◉

ہم پر الزام کے دھبے جو ہیں دھل جائیں گے
حسبنا اللہ کے معنی کبھی کھل جائیں گے

◉

کیا تصور ہے کہ دل جس سے دہل جاتا ہے
دم نکلتے ہی وہ قانون بدل جاتا ہے
وہی فطرت کہ جو تھی حفظِ بدن پر مامور
اسی فطرت سے بدن خاک میں گل جاتا ہے

⦿

قیوم و حی کا ہے تصور معینِ روح
فانی کا شوق فتنۂ ہستی کا جال ہے

⦿

مضموں ملا جو موج میں نقشِ بر آب کا
بے خود ہوئے حباب بھی ٹوپی اچھال کے
اے شمع با فروغ ہے راہِ فنا میں تو
سالک بہت ہی کم ہیں تری چال ڈھال کے

⦿

بزمِ ہستی ہے طلسمِ بے مثالِ زندگی
خاک ہے پروانۂ شمعِ جمالِ زندگی
جسم بن کر جان سے لپٹی ہوئی آخر فنا
خاک تھی پروانۂ شمعِ جمالِ زندگی
ہے یہی دستور لیکن کس قدر افسوس ناک
زندگی ہی کو سمجھ لینا مآلِ زندگی
عشقِ حسنِ آخرت میں چاہیے مستیِ روح
موت سے آساں نہیں اکبر وصالِ زندگی
ہے دلیلِ نورِ باطن حبِ دنیا کا زوال
موت کا مشتاق ہوتا ہے کمالِ زندگی

خوبیِ معنی کا ہے فطرت میں اکبرؔ اعتبار

حسنِ صورت میں نہیں جاہ و جلالِ زندگی

⊙

الحذر اس درد سے جو مشتعل ہو کر رہے

الاماں اس یاد سے جو زخمِ دل ہو کر رہے

بزمِ ہستی میں رہا اکبرؔ تو کیا اس کی خوشی

حکم جب یہ ہے کہ بے حد مضمحل ہو کر رہے

⊙

بجائے مرحبا و آفریں فریاد اٹھی دل سے

مجھے شرمندگی ہے قوتِ بازوئے قاتل سے

سکوتِ اولیٰ ہے حاصل بیانِ حالتِ دل سے

تعجب خیز باتیں ہیں یقیں آئے گا مشکل سے

جنونِ [illegible] ہے شائقِ رسوائیِ مجنوں

عجب کیا ہے کہ اب لیلیٰ کو بھی وحشت ہو محمل سے

ضرورت کم ہے راہِ عشق میں خضرِ ہدایت کی

بہ قدرِ شوقِ سالک خود کشش ہوتی ہے محمل سے

بصیرت نے قیامت کی ہے اس بے دست و پائی پر

مصیبت میں پھنسا ہوں امتیازِ حق و باطل سے

جھکا سکتا ہوں میں سر کو زباں کو روک سکتا ہوں
جواب اس کا مگر کیا ہے کہ تو کافر نہیں دل سے
جنوں ہنگمۂ بے مدعا میں مست رہتا ہے
مبارک سعی ہے اس کی کہ مستغنی ہے حاصل سے
بیانِ مدعا سے روک لیتا ہوں زباں اپنی
تمنا سے ہے مجبوری کہ وہ گستاخ ہے دل سے

⊙

تدبیرِ بشر پیشِ قضا چل نہیں سکتی
میں دیکھ چکا ہوں شدنی ٹل نہیں سکتی
ارمان کوئی اب مرے دل میں نہیں آتا
ٹوٹی ہوئی جو شاخ ہے وہ پھل نہیں سکتی
مر جائیں مگر رکھیں گے ثابت قدم اپنا
ہے مرد میں جو دال کبھی گل نہیں سکتی

⊙

لاکھ آرائش کرے کوئی مگر اے جانِ جاں
جس کی زینت آپ ہیں رونق اسی محفل کی ہے

⊙

کھیل جینے کا کھیل ہی لیں گے
جو گزرتی ہے جھیل ہی لیں گے

⊙

معاذ اللہ کیا بیدادیِ تقدیرِ بسمل ہے
تڑپنا سامنے قاتل کے گستاخی میں داخل ہے
وہی قانونِ فطرت ہے جسے تقدیر کہتے ہیں
جسے قسمت سمجھتے ہیں وہ تدبیروں کا حاصل ہے

⊙

نفس میں الجھا ہے تو اکبرؔ ابھی دل دور ہے
راہ کے یہ خوشنما منظر ہیں، منزل دور ہے

⊙

جہاں میں عقل کی حسرت نکل نہیں سکتی
خدائی ذہن کے سانچے میں ڈھل نہیں سکتی

⊙

جینے میں یہ غفلت فطرت نے کیوں طبعِ بشر میں داخل کی
مرنے کی مصیبت جانوں پر کیوں قدرتِ حق نے نازل کی
کیوں طولِ امل میں الجھایا انسان نے اپنے دامن کو
کیوں زلفِ ہوس کے پھندے میں پھنستی ہے طبیعت غافل کی
کیوں ہجر کے صدمے ہوتے ہیں کیوں مردوں پہ زندے روتے ہیں
کیوں جنگ میں جانیں جاتی ہیں. کیوں بڑھتی ہے ہمت قاتل کی

منطق کا یہ دعویٰ ایک طرف، طاقت کی یہ شوخی ایک طرف
کیا فرق ہے خیر و شر میں یہاں کیا جانچ ہے حق و باطل کی

⦿

کہاں ثبات کا اس کو خیال ہوتا ہے
زمانہ ماضی ہی ہونے کو حال ہوتا ہے
فروغِ بدر نہ باقی رہا نہ بت کا شباب
زوال ہی کے لیے ہر کمال ہوتا ہے
میں چاہتا ہوں کہ بس ایک ہی خیال رہے
مگر خیال سے پیدا خیال ہوتا ہے
بہت پسند ہے مجھ کو خموشی و عزلت
دل اپنا ہوتا ہے اپنا خیال ہوتا ہے
وہ توڑتے ہیں تو کلیاں شگفتہ ہوتی ہیں
وہ روندتے ہیں تو سبزہ نہال ہوتا ہے
سوسائٹی سے الگ ہو تو زندگی دشوار
اگر ملو تو نتیجہ ملال ہوتا ہے
پسندِ چشم کا ہرگز کچھ اعتبار نہیں
بس اک کرشمۂ وہم و خیال ہوتا ہے
اگرچہ آہ سے تکلیف دل کو ہو لیکن
ہوائے نفس میں کچھ اعتدال ہوتا ہے

نگاہِ لطفِ بتاں مطمئن نہیں کرتی
فریب ہی کا مجھے احتمال ہوتا ہے
خدا کا شوق ہو جس کو میں اس کا شائق ہوں
خدا کا یوں تو ہر اک کو خیال ہوتا ہے
اگرچہ ریش منڈانے سے ہے صفائیِ رخ
گناہ گار مگر بال بال ہوتا ہے

⦿

خودی کے اظہار میں دوئی ہے دوئی کو وحدت سے کیا تعلق
فراق اپنا کرے گوارا جو کوئی اس کا وصال چاہے

⦿

ابتدا گرمی کی ہے اپریل سے
اب میں گھبرانے لگا کھپریل سے

⦿

حضور سے سبب افسردگی کا کیا میں کہوں
نشاطِ طبع غلامی کے ساتھ مشکل ہے

⦿

کتمانِ رازِ عشق مرے آب و گل میں ہے
خاموش ہے زبان جو کچھ ہے وہ دل میں ہے

افعیِ زلف مِس کا تو سودا برا نہیں
پیچیدگی جو کچھ ہے فقط اس کے بل میں ہے

⊙

صبر رہ جاتا ہے اور عشق کی چل جاتی ہے
ضبط کرتا ہوں مگر آہ نکل جاتی ہے
کچھ نتیجہ نہ سہی عشق کی امیدوں کا
دل تو بڑھتا ہے طبیعت تو بہل جاتی ہے
شمع کے بزم میں جلنے کا جو کچھ ہو انجام
مگر اس عزم سے سانچے میں تو ڈھل جاتی ہے
وعدہ بوسۂ ابرو کا نہ کر غیر سے ذکر
دل لگی میں کبھی تلوار بھی چل جاتی ہے

⊙

طبیعت تیری انجینئر کے آگے کیوں بدلتی ہے
یہ تیری سانس چلتی ہے تو کیا انجن سے چلتی ہے
کبھی سائنس کے ان دیوتاؤں سے ذرا پوچھو
یہ مشتِ خاک کیونکر جان کے سانچے میں ڈھلتی ہے
وہی بیخ شجر تحریکِ موسم بھی وہی لیکن
کوئی ڈالی تو رہ جاتی ہے کوئی شاخ پھلتی ہے

نہ اس میں دخل دولت کو نہ منطق کو نہ طاقت کو
دلی حالت خدا ہی کی عنایت سے سنبھلتی ہے

⊙

اکبر شگفتگی سے بے گانہ ہوگیا ہے
پھر کیا اسے چمن کی کوئی ہوا کھلائے

⊙

دین کا ادعا ہے خلق میں سہل حق ہو راضی یہ بات مشکل ہے
آمنو میں تو سب کے آگے ہیں عملو الصالحات مشکل ہے
چشمِ ظاہر جسے نہ دیکھ سکے اس طرف التفات مشکل ہے
وصل ہو یا فراق ہو اکبر جاگنا ساری رات مشکل ہے

⊙

اسٹیشنِ فنا کی بھی کیا خوب ریل ہے
اس راہ میں ہر ایک پسنجر کا میل ہے
غفلت نے کردیا جنھیں آزاد وہ ہنسیں
میری نگاہ میں تو یہ دنیا ہی جیل ہے

⊙

عیش دنیا میں بہت ہے کہ مصیبت ہے بہت
اس سے پوچھو جو کوئی پیرِ کہن سال ملے

⊙

امیدِ راحت اس دنیا میں تصویرِ خیالی ہے
کہاں ہے جامِ عیش ایسا کہ جو تلخی سے خالی ہے

⊙

کارِ دنیا میں بھی یادِ مرگ غالب دل پہ ہے
راہ ہے زیرِ قدم لیکن نظر منزل پہ ہے

⊙

غنچہ کھل جائے تو پھر زینتِ محفل نہ سہی
خود شگفتہ رہے گلدستے میں داخل نہ سہی
زاہدِ خشک کی صحبت سے میں گھبراتا ہوں
سوزِ دل جب نہیں پھر کچھ نہیں جاہل نہ سہی
چشمِ کم سے یہ بت اکبر کو جو دیکھیں دیکھیں
ہے وہ مقبولِ حرم دیر کے قابل نہ سہی

⊙

دل وہ ہے جو باغِ ایماں کی ہوا سے پھول جائے
آخرت کی یاد میں دنیا کو بالکل بھول جائے
یہ ارادے ہیں تو ذکرِ مکتب و مسجد فضول
کہہ دو لڑکے سے خریدے ریڈار اور اسکول جائے

پالسی کے باغ میں جھولے امیدوں کے بہت
جس کا جی چاہے وہ برسوں بے تکلف جھول جائے

⦿

ذہنِ عالی اور ہے جمعیتِ دل اور ہے
علمِ منزل اور ہے اور قربِ منزل اور ہے

⦿

مصرعہ بہت بلیغ یہ ان کی غزل میں ہے
شیخی تو مسئلوں میں ہے جنت عمل میں ہے

⦿

بلا زینت بھی رنگیں دل کو راحت مل ہی جاتی ہے
کلی بیرونِ گلشن ہو تو وہ بھی کھل ہی جاتی ہے
بھروسا انتظامِ عافیت کا کیا ہے دنیا میں
کہ ہر بنیاد آخر اک نہ اک دن ہل ہی جاتی ہے

⦿

تازگیِ رنگ گلِ پژمردہ میں ممکن نہیں
کیا چلے بادِ صبا کی لطفِ شبنم کیا کرے
نیٹویت پر کیا میں نے جو اظہارِ ملال
سن کے صاحب نے کہا سچ ہے مگر ہم کیا کرے

انکشافِ رازِ ہستی عقل کی حد میں نہیں
فلسفی یاں کیا کرے اور سارا عالم کیا کرے
کبر ظاہر، حرص غالب، ذکرِ حق دیوانگی
اس جگہ کوئی سرِ تسلیم کو خم کیا کرے
چاہتا ہوں صرف اک بوسہ دہانِ تنگ کا
خواہشیں اس سے زیادہ اب کوئی کم کیا کرے

⊙

خیر کب ہے عشقِ گیسو میں دلِ ناکام کی
دیکھتے ہو ہند میں حالت جو ہے اسلام کی
دیکھ کر تیری اداسی ہائے اے شمعِ سحر
محو دل سے ہوگئی رونق چراغِ شام کی
واقعاتِ دہر سے دل بستگی کم کیجیے
پھر شکایت کم رہے گی گردشِ ایام کی

⊙

حضرتِ اکبر مرے کس کام کے
ہیں تو مسلمان مگر نام کے
لے گئی ایمان تیری چشمِ مست
اہلِ نظر رہ گئے دل تھام کے

⊙

خالق سے دل لگانا اسلام ہے تو یہ ہے
ہر کام میں توکّل بس کام ہے تو یہ ہے
کرتا ہوں اللہ اللہ اور دل میں ہوں سمجھتا
کام آئے مرتے دم بھی وہ نام ہے تو یہ ہے
تکلیف صبر سہیے آرام ہے تو یہ ہے
ناکردنی سے بچیے بس کام ہے تو یہ ہے

⊙

اس قدر گستاخ دل سے شدتِ غم ہوگئی
آپ اپنے ساتھ ہمدردی مری کم ہوگئی
وہ طبیعت، وہ امیدیں، وہ مشاغل، وہ نشاط
اب کہاں وہ بات تھی اک بزم برہم ہوگئی
دل تو پہلے ہی سمجھتا تھا کہ کچھ سمجھا نہیں
اب زباں بھی قائلِ واللہ اعلم ہوگئی
شاہدِ بزمِ ازل کے فیض کا کیا پوچھنا
خاک نے اتنی ترقی کی کہ آدم ہوگئی
ہو مسلمانوں کو شاید اب بھی عقبیٰ کا خیال
آخرت پر لیکن اب دنیا مقدّم ہوگئی

⊙

خدا کہاں ہے جواب اس کا ہر مقام میں ہے

نہ سمجھے کوئی تو کہہ دو کہ اپنے نام میں ہے

بغیر موت و مصیبت کے چل نہیں سکتا

عجیب راز یہ دنیا کے انتظام میں ہے

⊙

آنکھ محروم سہی لب پہ ترا نام تو ہے

تیری ہستی کا یقیں قاطعِ اوہام تو ہے

کہتی تھی سبز پری ہو کے سبھا سے خارج

راجہ اِندر نہ سہی جلوۂ گلفام تو ہے

برہمن دل میں اگر رام سے کہتا ہے کہ آ

بات یہ خوب ہے اک صورت آرام تو ہے

⊙

ہمیں تو خامشی میں اپنے دل سے کام لینا ہے

زباں وہ بزم میں کھولیں جنھیں انعام لینا ہے

نہایت خوشنما کھولی ہیں راہیں آپ نے لیکن

وہ رکھیں پاؤں جن کو اپنے سر الزام لینا ہے

⊙

سنورتے تھے کہ اک عالم کی آنکھیں ہم کو دیکھیں گی
خبر کیا تھی ہماری مجلسِ ماتم کو دیکھیں گی

⊙

عالمِ معنی میں ہیں اتنا ہی ہم میں زور ہے
ہاتھ میں رعشہ ہے اب لیکن قلم میں زور ہے

⊙

کچھ خوشی مجھاں میں ہو بھی اگر تو کم ہے
بس غفلتیں ہیں طاری اور یہ نہیں تو غم ہے

⊙

میرا مسلک کچھ جدا ہے شیخ کے اسلام سے
یاں خدا سے کام ہے اس کو خدا کے نام سے
یاں نگاہِ خاص سے ہوتا ہے دل کو انبساط
اس کو راحت ملتی ہے فطرت کے فیضِ عام سے
عشوۂ ساقی کا یاں طالب ہوں میں بہر سرور
اخذ کر لیتا ہے وہ مستی کو دورِ جام سے
ہے کفیلِ کار میرا یاں جنونِ صلح خیز
واسطہ رہتا ہے اس کو عقلِ جنگ انجام سے

مست رکھتے ہیں اسے جھونکے ہوائے باغ کے
کام املی سے نہ اکبر کو نہ مطلب آم سے

⊙

اگرچہ تکلیفِ نزع میں ہوں سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے
کسی سے ملنے کی ہیں امیدیں کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

⊙

چشم و دل میں عکسِ دنیا کا ہجوم عام ہے
مشتبہ ہنگامۂ ادراک کا انجام ہے
چشمِ ابراہیم و دور انجم و شمس و قمر
اس کو کہتے ہیں نظر اور عقل کا یہ کام ہے

⊙

اتنے ساتھی اٹھ گئے اس بزمِ غم انجام سے
دل کو شرم آنے لگی اب خواہشِ آرام سے

⊙

کہاں دلوں سے شریعت کا م کام چلتا ہے
فقط زباں سے بزرگوں کا نام چلتا ہے
ہوئی طریقِ بزرگاں کی پیروی مفقود
بس ان کے نام پہ اٹھ صبح و شام چلتا ہے

⊙

فلسفہ غم کا جسے معلوم ہے
ہو مبارک وہ اگر مغموم ہے
کردیا اس کو بصیرت نے خموش
اب تو اکبرؔ کی نظر کی دھوم ہے

⊙

مسلم پر عمل کرنے سے غافل نفسِ آثم ہے
جدھر دیکھو وہی بحثیں ہیں جن میں لاالسلّم ہے

⊙

گھلایا شیخ کو اس شوخ کے شیریں تکلّم نے
مٹایا زہد کی خشکی کو اک موج تبسّم نے

⊙

تصوف ہی زباں سے دل میں حق کا نام لایا ہے
یہی مسلک ہے جس میں فلسفہ اسلام لایا ہے

⊙

حضرتِ اکبر کا ان روزوں بڑا ہی نام ہے
"پولو پونی" پر حدی خوانی انھیں کا کام ہے

⊙

نہ مدحِ بت سے نہ آرائشِ کلام سے ہے
مری زبان کی عزت خدا کے نام سے ہے
یہ معذرت تو ملاقاتیوں سے آپ کریں
مجھے تو کام فقط آپ کے سلام سے ہے

⊙

کیا پوچھتے ہو دل کو مرے کیا مقام ہے
فطرت کے کارخانے میں غم کا گدام ہے

⊙

باغباں ہی کے یہ طالب ہیں ہوا سے غافل
پختگی کی نہیں امید کچھ ان خاموں سے

⊙

الم ضعیف ہو لذت اگر عدم ہو جائے
خوشی کو منہ نہ لگاؤ تو غم بھی کم ہو جائے

⊙

کیوں یہ کد ہے ہو ہر اک میں وہ اثر جو ہم میں ہے
تم کو کیا معلوم اکبر کون کس عالم میں ہے

⊙

ہمیں چھپیں ہمیں ابھریں عبث درپئے ہواس غم کے

کرو حمدِ خدا سمجھو خدا چمکا تو ہم چمکے

میں مستِ بادۂ عبرت ہوا ہوں اس تصور سے

کہ دو ذرّے بھی اب اک جا نہیں ہیں ساغرِ جم کے

⊙

ساری دنیا آپ کی حامی سہی

ہر قدم پہ مجھ کو ناکامی سہی

نیک نام اسلام میں رکھے خدا

کفر کے حلقے میں بدنامی سہی

⊙

چھوٹے ہی دنیا میں ہوتے ہیں زیادہ کم بڑے

سب مگر لڑتے ہیں اس پر تم بڑے یا ہم بڑے

⊙

صدیوں فلاسفی کی چناں اور چنیں رہی

لیکن خدا کی بات جہاں تھی وہیں رہی

زور آزمائیاں ہوئیں سائنس کی بھی خوب

طاقت بڑھی کسی کی، کسی میں نہیں رہی

دنیا کبھی نہ صلح پہ مائل ہوئی مگر
باہم ہمیشہ برسرِ پیکارِ کیں رہی
پایا اگر فروغ تو صرف ان نفوس نے
جن کی کہ خضرِ راہ فقط شمعِ دیں رہی
اللہ ہی کی یاد بہرحال خلق میں
وجہِ سکونِ خاطرِ اندوہ گیں رہی

⊙

جل نے دل کو لے لیا ہے دل لگی کے واسطے
کیا تعجب ہے کہ تفریحاً ہماری جان لے

⊙

وہی الم، وہی سوزِ جگر، فغاں بھی وہی
وہی زمیں کا چلن دورِ آسماں بھی وہی
بھرا ہوا ہے مضامینِ غم سے مکتبِ دہر
فلک کا کورس وہی، میرا امتحاں بھی وہی
میں صاف گو، وہ ستم گر خدا ہی خیر کرے
مری زباں بھی وہی اور وہ بدگماں بھی وہی
نہ ان سے میری صفائی نہ ان سے میرا بگاڑ
کدورتیں بھی وہی اور چنیں چناں بھی وہی

حرم نظر میں ہے، قسمت ہے دیر سے انکی
خدا کا گھر بھی وہی، بت کی شوخیاں بھی وہی
مذاقِ بزمِ احبّا جو کچھ ہو اے اکبؔر
مری زباں بھی وہی اور مرا بیاں بھی وہی

⦿

ہے منع ملاقات مری ہم نفسوں سے
فریاد کا موقع نہیں فریاد رسوں سے
تعداد وہی انگلیوں کی گو ہے بدستور
بیگانگیِ ساعد و بازو ہے دسوں سے
ہے حکم کے حس پالسیوں کے ہو مطابق
اب کام بدن کو نہ رگوں سے، نہ نسوں سے
چوری نہ کبھی کی ہے نہ کرنے کا ارادہ
پھر بھی یہ ضرورت ہے کہ بھاگوں عسسوں سے

⦿

خموش شمع صفت کیوں نہ ہو زباں میری
کہ خود ہی بزم میں روشن ہے داستاں میری
اگرچہ عقل سے کرتا ہوں میں حفاظت جاں
مگر نہ عقل مرے بس کی ہے نہ جاں میری

⊙

اگرچہ قدرت ہے بولنے کی مگر فسردہ دلِ حزیں ہے
عجیب حالت ہوئی ہے پیدا زبان باقی ہے، منہ نہیں ہے

جہانِ فانی کی اتنی وقعت تمہارے ہی فلسفے میں ہوگی
مرا عقیدہ تو یہ نہیں ہے کہ جو خدائی میں ہے یہیں ہے

نہیں ہے قومی چمن میں قائم جہاں ضرورت وہیں شگفتہ
دل ان کا گملے کا پھول ہے اب کبھی کہیں ہے کبھی کہیں ہے

بہت نہ رونے سے یہ نہ سمجھو کہ کم ہے جوشِ سرشک دل میں
یہ آنسوؤں کی کمی نہیں ہے رعایتِ ظرفِ آستیں ہے

⊙

مبارک ان کو جو حالاتِ طبقاتِ زمیں سمجھے
پہنچ وہ بھی گئے زیرِ زمیں جو کچھ نہیں سمجھے

⊙

بزمِ خراب میں جو حزیں تھے حزیں رہے
دل اس کا اس کے ساتھ ہے کوئی کہیں رہے

رکھیں نہ ہم سے دوست امیدِ نشاطِ طبع
گو انجمن وہی ہے ہم اب وہ نہیں رہے

پیدا زیادہ سب سے دلیلیں ہمیں نے کیں
اور شبہے میں بھی سب سے زیادہ ہمیں رہے

کرتے تمام عمر چناں اور چنیں رہے
آخر میں کی نظر تو جہاں تھے وہیں رہے

⊙

یہ سانس نہیں ہے سینے میں اک پھانس بشر کی جان میں ہے
درد اس کا مگر محسوس نہیں غفلت کا خمیر انسان میں ہے
دنیا کی امید اور اس کے مزے دنیا کی چمک دنیا کی صدا
کب ہم کو سمجھنے دیتی ہے کس درجہ کمی ایمان میں ہے
جو ہجر کے معنی سمجھے ہیں ہے موت وصال ان کے حق میں
لیکن یہ سمجھ ہر اک کی نہیں یہ بات فقط عرفان میں ہے

⊙

فروغِ دل اب نہیں ہے باقی وہ سوز و ساز اس میں اب کہاں ہے
یہ آہ و فریاد ہے جو لب پر بجھی ہوئی شمع کا دھواں ہے

⊙

دلِ شکستہ میں ایمان رہ سکے تو رہے
اجاڑ گھر میں یہ مہمان رہ سکے تو رہے
دلِ ضعیف کو چارہ نہیں ہے کفر سے اب
اگر زبان مسلمان رہ سکے تو رہے

⦿

ہمہ تن درد کا مضمون ہوا جاتا ہے
حالت ایسی ہے کہ دل خون ہوا جاتا ہے
اتفاق امرِ مصیبت کو میں سمجھا تھا مگر
اب وہ میرے لیے قانون ہوا جاتا ہے

⦿

رگِ جاں پر ہے جب مضرابِ ہجر، آمین کیا ہوگی
جہاں یہ سوز ہے اس ساز سے تسکین کیا ہوگی
کہاں اور کس طرف قائم کرو گے یادگار ان کی
دمِ آخر یہ ذکر ان سے کرو، یاسین کیا ہوگی
بتانِ دیر میں پرسش مری ہو یا نہ ہو اکبر
جو ہو اعزاز کیا ہوگا، نہ ہو توہین کیا ہوگی

⦿

رندی میں ذرا خوف بتوں کا نہ کریں گے
ڈرنا کبھی ہوگا تو خدا ہی سے ڈریں گے
اس حسن کے عاشق کو فنا ہو نہیں سکتی
جو آپ پہ مرتے ہیں وہ ہرگز نہ مریں گے

⊙

جائے تیری ہی محبت میں مجھے وہ جان دے
عیش و کلفت میں رہے محفوظ وہ ایمان دے
منتشر رہتا ہے مکروہاتِ دنیا سے بہت
اس دلِ مضطر کو یا اللہ اطمینان دے

⊙

خوب ہے مرگ و فنا سے جو مٹے میری خودی
اور اسے واصلِ حق پرتوِ عرفاں کر دے
گل کو کیوں اس کا الم ہوگا کہ وہ گل نہ رہا
ارتقاء اس کو اگر عارضِ جاناں کر دے

⊙

آپ کے لطف سے اللہ بچائے دل کو
ہم تو سمجھے ہیں بلا آپ کے احسان کو بھی

⊙

اللہ تو بے شبہ وہیں ہے کہ جہاں تھا
مسلم سے تو پوچھو وہ یہیں تھا کہ جہاں ہے

⊙

بحث کی خو اور ہے اور عشقِ یزداں اور ہے
رنگ مذہب اور ہے اور نورِ ایماں اور ہے

⊙

مہ و خور سے سوا ان کا رخ گلفام روشن ہے
یہی جلوے وہ ہیں جن سے خدا کا نام روشن ہے
مرے دل پر ہے شمعِ صبح کی افسردگی چھائی
ترا رخ زلف میں مثلِ چراغِ شام روشن ہے

⊙

جو میری ہستی تھی مٹ چکی ہے نہ عقل میری نہ جان میری
ارادہ ان کا دماغ میرا خیال ان کا زبان میری

⊙

چھیڑنا اچھا ہے سازِ سعی کا اس بزم میں
آدمی کو زندگی میں اک نہ اک دھن چاہیے
ہو دسمبر میں مبارک یہ اچھل کود آپ کو
خون مجھ میں بھی ہے لیکن مجھ کو پھاگن چاہیے

⊙

تحتِ فلک میں جو زمیں ہے
دنیا اچھی جگہ نہیں ہے
شک اس میں نہیں کہ ہے وہی وہ
ہم میں لیکن ہمیں ہمیں ہے

⊙

کانٰ میں بات بزرگوں کی سماتی ہی نہیں
ناک میں دم ہے جوانی کے خریداروں سے

⊙

گو ہوگئے شکم کے مطالب کے ترجماں
افسوس ہے کہ دل کے زباں داں نہیں رہے

⊙

سامنا ہر دم قیامتؔ کا مجھ جینے میں ہے
کچھ نہ پوچھو کس قدر بے چین دل سینے میں ہے
کیا ثباتِ عمر بس اک جنبشِ فطرت کی دیر
زندگی کیا ہے فقط اک عکس آئینے میں ہے

⊙

اجل آ پہنچی قبل اس کے کہ سمجھیں راز ہستی کا
بگاڑا موت نے اور یہ نہیں سمجھے بنے کیوں تھے

⊙

پریس میں شیخ ہیں، مسجد اجاڑ، ایوان خالی ہے
کتب خانہ بھرا جاتا ہے اور میدان خالی ہے
جو کچھ چاہیں سنائیں اور بٹھائیں وہ مرے دل میں
کہ روزوں سے میری آنکھ بند اور کان خالی ہے

⊙

زبان و لفظ کا جلوہ فقط حدِّ بیاں تک ہے
تسلسل موجِ معنیٰ کا خدا جانے کہاں تک ہے

خدا کی راہ میں بے شرط کرتے تھے سفر پہلے
مگر اب پوچھتے ہیں ریلوے اس میں کہاں تک ہے

تمہارے مذہبی دعوے جو کچھ ہوں میں یہ دیکھوں گا
عقیدوں کا اثر فکرِ معیشت پر کہاں تک ہے

میں اپنے دل کی قیمت عرض کر ہی دوں گا بالآخر
مگر ارشاد تو ہو آپ کی نیت کہاں تک ہے

خدا ہی کی ہدایت کرتی ہے نورِ یقیں پیدا
دلیلوں کی رسائی تو فقط وہم و گماں تک ہے

کہو ملت کے لیڈر سے وہ مذہب سے نہ ہو غافل
کہ قومی زندگی کچھ ہے تو بس اس نیم جاں تک ہے

ترقی خواہ دل کو آہِ سوزاں چاہیے اکبرؔ
یہی شعلہ وہ ہے جس کی بلندی آسماں تک ہے

جنوں کا ادّعا حدِّ تکلف میں نہ کر اکبرؔ
گریباں چاک ہے تیرا مگر دیکھوں کہاں تک ہے

⊙

معنی کی گرہ کہاں کھلی ہے
الفاظ ہی کی دکاں کھلی ہے
ہر واہ کی تہ میں ہے نہاں آہ
دم بند ہے اور زباں کھلی ہے

⊙

نظر نثارِ نقوشِ ظاہر ہے ہوش دنیا کا پاسباں ہے
جو یہ نگاہیں ہیں ایسا دل ہے تو آخرت کا پتہ کہاں ہے

⊙

اس بزم میں کیا آثار ملے ہنگام سحر سامانوں کے
اک داغ تھا شمعِ مردہ کا، کچھ پر تھے پڑے پروانوں کے
ہستی کی یہ لہریں دامِ نظر دم بھر میں نشاں ان کا نہ اثر
گردابِ فنا میں غرق ہیں سب، دریا ہیں رواں افسانوں کے
دل لذتِ نفس کا گرویدہ، دنیا کی حقیقت پوشیدہ
اڈے ہیں فریب امیدوں کے طوفاں ہیں بپا ارمانوں کے
ہر گام پہ ہیں قبروں کے نشاں، ہر سمت ہے اک عبرت کا سماں
اجڑا ہے محل آبادی کا آباد ہیں گھر ویرانوں کے
دولت میں جو شرطِ عصیاں ہو بہتر ہے کہ قانع انساں ہو
غالب جو نہ ہوں شیطانوں پر تابع تو نہ ہوں شیطانوں کے

یہ مدعیِ اسلام تو ہیں ساتھی ہیں مگر بیگانوں کے
تقویٰ کی وہ بو ہی ان میں نہیں وہ رنگ نہیں ایمانوں کے
تھی عقل زباں پر اے اکبر اور عشق پہ رکھی ہم نے نظر
ممتاز رہے ہشیاروں میں، سرخیل رہے دیوانوں کے

⦿

یوسف کو نہ سمجھے کہ حسیں بھی ہیں جواں بھی
شاید نرے لیڈر تھے زلیخا کے میاں بھی

⦿

ہمارا دل ہے عمارت کے ولولوں کے لیے
زمانہ کہتا ہے یہ سب ہیں زلزلوں کے لیے

⦿

ہنسنا بھی یہاں ہے رونا بھی، دل کش بھی ہے دنیا فانی بھی
جینا بھی ہے اور آبادی بھی، مرنا بھی ہے اور ویرانی بھی
اللہ ہی ہے ان لڑکیوں کا فر فر بھی بنیں حد میں بھی رہیں
ہے کورس بھی ان کا اسکیمی اور پاس شدہ استانی بھی

⦿

جو انقلابِ گزشتہ ہے اک کہانی ہے
جو انقلاب کہ درپیش ہے وہ فانی ہے

الجھ کے دامِ حوادث میں آخرت کو نہ بھول
جو خوش نصیب ہے اس نے یہ بات مانی ہے

⊙

ہادی کے کبھی پیرو نہ ہوئے ہاں اس کے لیے لٹھ تان سکے
مذہب نے ہمیں پہچان لیا ہم اس کو نہیں پہچان سکے

⊙

کرے گا قدر جو دنیا میں اپنے آنے کی
اسی کی جان کو لذت ملے گی جانے کی
نہ پوچھو بیٹھا ہوں کیوں ہاتھ پر میں ہاتھ دھرے
اٹھوں گا نبض ذرا دیکھ لوں زمانے کی
مزا بھی آتا ہے دنیا سے دل لگانے میں
سزا بھی ملتی ہے دنیا سے دل لگانے کی
گہر جو دل میں نہاں ہیں خدا ہی دے تو ملیں
اسی کے پاس ہے مفتاح اس خزانے کی
یہ شرط ہے کہ کرو اتباعِ حکمِ رقیب
غضب یہ ہے کہ ضرورت ہے دل لگانے کی
خیال وسعتِ تحقیق تا کجا اکبر
کہ ہر نگاہ ہے محتاج اک فسانے کی

⊙

تم ایک رہ نہ سکے تو خوشی سے پون بنے
یہاں تو کچھ نہ بنے، بے وقوف کون بنے

⊙

ایسا جو ہو تو شاید یہ دل رہے ٹھکانے
دنیا کو میں نہ جانوں دنیا مجھے نہ جانے

⊙

دیکھ ہی لیں گے نتیجہ کفر کا یہ خام طبع
تیری رونق اک دن اے ایمان ہو ہی جائے گی

⊙

کھانے سے اگر جینا ہوتا مرتے نہ کبھی کھانے والے
کھانا بھی خدا کے حکم سے ہے جینا بھی خدا کے حکم سے ہے
ایمان سے الفت رکھتا ہوں شیطان کو دشمن جانتا ہوں
الفت بھی خدا کے حکم سے ہے کینہ بھی خدا کے حکم سے ہے
رہتا ہوں میں مستِ عہدِ ازل اور شیشہ سول ہے زیرِ بغل
مستی بھی خدا کے حکم سے ہے پینا بھی خدا کے حکم سے ہے

⊙

ہر چند با اثر ہے تدبیرِ باغباں بھی
لیکن بہار بھی ہے اک چیز اور خزاں بھی

دورانِ سر کی اپنے میں کیا کروں شکایت
گردش میں ہے زمیں بھی، چکر میں آسماں بھی

⦿

تمناؤں کی حالت کچھ نہ پوچھو دل کے بجھنے پر
اندھیرے میں نہیں معلوم پروانوں پہ کیا گزری
صدی ہے چودھویں اور انقلابوں کی نہیں کچھ حد
خدا ہی کو ہے علم اس کا مسلمانوں پہ کیا گزری

⦿

'تھے' کو بھلا کے آپ فقط 'ہیں' کو دیکھیے
'ہم' کا زمانہ اب نہ رہا 'میں' کو دیکھیے

⦿

عیشِ فردا کی امیدیں دایہ ہیں
طفل طبعوں کو کھلانے کے لیے

⦿

جاں اڑی جاتی ہے حس موجود ہے دل خون ہے
نزع طاری، ہوش حاضر، یہ عجب مضمون ہے

⦿

عبادت ترک ہے اور ہر طرف نعرے قواموں کے
تماشے مشرقی پتلوں میں ہیں مغرب کے جاموں کے

⊙

چل بسے اسبابِ غفلت چشمِ عبرت رو چکی
میری ہستی تھی ہی کیا اور تھی جو کچھ وہ ہو چکی

خواب آور ہو نہیں سکتا بیانِ عاشقاں
ہے اگر افسانہ گو مجنوں تو لیلےٰ سو چکی

خوانِ الوانِ فلک سے کم کر اکبر اب امید
صبر کر نانِ جویں پر تیری باری ہو چکی

⊙

شگفتہ کس قدر بیلا ہے کتنی مست جوہی ہے
ترا ہی رنگ ہے گلشن میں خوشبوؤں میں تو ہی ہے

خدا کے شوق کا جن پر اثر ہو دیدنی وہ ہیں
خدا کے نام کی ہم میں تو خالی گفتگو ہی ہے

دل اپنا دوست ہو کر جب دکھاتا ہے غلط راہیں
تو ان کی آنکھ کو میں کیا کہوں وہ تو عدو ہی ہے

⊙

اکبر تم اگر شرکِ خفی پر بھی ہنسو گے
سب تم سے الگ ہوں گے مصیبت میں پھنسو گے

⊙

حواسِ غرقِ حیرت کو مجالِ گفتگو کیا ہے
میں کب کہتا ہوں میں وہ ہوں وہی کہتا ہے تو کیا ہے

⊙

کوئی ہنس رہا ہے کوئی رو رہا ہے
کوئی پا رہا ہے کوئی کھو رہا ہے
کوئی تاک میں ہے کسی کو ہے غفلت
کوئی جاگتا ہے کوئی سو رہا ہے
کہیں نا امیدی نے بجلی گرائی
کوئی بیج امید کے بو رہا ہے
اسی سوچ میں میں تو رہتا ہوں اکبرؔ
یہ کیا ہو رہا ہے، یہ کیوں ہو رہا ہے

⊙

دل تو ہے پاس مرے عقل پہ قابو نہ سہی
شہرتِ قیس تو حاصل ہے ارسطو نہ سہی

⊙

اللہ کی تلاش جو ہو کھو بھی جائیے
جو کہہ رہے ہیں آپ یہی ہو بھی جائیے

بیداریٔ حواس ہے ظلمت کدے میں بار
افسانہ سن لیا ہے تو اب سو بھی جایئے

⊙

اے چرخ مجھے دیر سے اکراہ کہاں ہے
لیکن بتِ خودبیں کی طرف راہ کہاں ہے
اسلام کے دعویٰ سے میں باز آتا ہوں صاحب
یہ کون بتائے تمہیں اللہ کہاں ہے
سروس میں میں داخل نہیں ہوں قوم کا خادم
چندوں کی فقط آس ہے تنخواہ کہاں ہے

⊙

فسانے رہ گئے وہ ہیں نہ ان کا جاہ باقی ہے
وہی دنیائے فانی ۔ ہے وہی اللہ باقی ہے
مجھے دشوار ہے ان غافلوں کا ہم نوا ہونا
مرے سینے میں جب تک یہ دلِ آگاہ باقی ہے

⊙

وہ قبلہ رو ہیں جنھیں رو براہ ہونا ہے
بہک گئے ہیں وہ جن کو تباہ ہونا ہے
جو آج ساکت وخائف ہیں ساتھ طاعت کے
انھیں کو حشر میں سب پر گواہ ہونا ہے

◉

خرد نے ذہن کی حالت تباہ پائی ہے
خدا کے نام میں دل نے پناہ پائی ہے
رہا نہ ہوش میں تقویٰ جدھر اٹھیں آنکھیں
بتِ حسیں نے غضب کی نگاہ پائی ہے
یہ عشق ہی ہے کہ منزل ہے جس کی الا اللہ
خرد نے صرف رہِ لاالٰہ پائی ہے

◉

وعظِ الحاد کہو واہ نہیں ہے نہ سہی
تم سلامت رہو اللہ نہیں ہے نہ سہی
شب غفلت میں نہ ہو روزِ ازل کا پرتو
لمپ بجلی کا تو ہے ماہ نہیں ہے نہ سہی
ہے گدام آپ کا مسجد کی ضرورت کیا ہے
پیٹ تو ہے دلِ آگاہ نہیں ہے نہ سہی
ہے پریس پائے قلم کے لیے موجود اے دوست
سر کو سجدے سے اگر راہ نہیں ہے نہ سہی

◉

جس کے سینے میں دلِ آگاہ ہے اس کے لب پر اللہ ہی اللہ ہے

منزلِ قومی سے آتی ہے صدا   جو نہیں ہے قبلہ رُو گمراہ ہے
ساری دنیا کو جو چھوڑے بہرِ حق   ساری دنیا میں اسی کی واہ ہے
لاالٰہ آسان ہے سائنس میں   فلسفے میں مشکل اِلااللہ ہے
قبر پر کر اک تعمق کی نظر   بحرِ ہستی کی یہیں پر تھاہ ہے
دورِ قرآن و تجارت ہو چکا   اب زمینداری ہے یا تنخواہ ہے

⊙

حامدہ چمکی نہ تھی انگلش سے جب بیگانہ تھی
اب ہے شمعِ انجمن پہلے چراغِ خانہ تھی

⊙

قدمِ شوق بڑھے راہ ملے یا نہ ملے
ماسوا ترک کر اللہ ملے یا نہ ملے

⊙

جلائے جب شعلۂ تحیّر تو ذہن ڈھونڈے پناہ کس کی
یہ کس کے معنی ہوئے ہیں ثابت یہ صورتیں ہیں گواہ کس کی
یہ چشمِ لیلیٰ کہاں سے آئی یہ قلبِ مجنوں کہاں سے ابھرا
جو باخبر ہیں انھیں خبر ہے نگاہ کس کی ہے آہ کس کی
جمالِ فطرت کے لاکھ پرتو، قبولِ پرتو کی لاکھ شکلیں
طریقِ عرفاں میں کیا بتاؤں یہ راہ کس کی وہ راہ کس کی

یہ کس کے عشووں کا سامنا ہے کہ لذت ہوش ہوگئی گم
خودی سے کچھ ہو چلا ہوں غافل پڑی ہے مجھ پر نگاہ کس کی

⦿

قدم رکھتا ہے وہ اس میں جسے جو راہ ملتی ہے
صداقت ہو تو ہر سو دادِ خاطر خواہ ملتی ہے

⦿

اب زباں ساکت ہے خوفِ سامعِ بدخواہ سے
دل یہ کہتا ہے ملے گی چپ کی داد اللہ سے

⦿

اب کہاں وہ راحتِ دلخواہ اٹھتے بیٹھتے
کر لیا کرتے ہیں یا اللہ اٹھتے بیٹھتے

⦿

ابتدا میں غفلتوں پر واہ ہے
انتہا میں اللہ ہی اللہ ہے

⦿

محوِ کار اس بزم میں ہر شمع، ہر پروانہ ہے
حسرت اس پر ہے جو صرفِ قصہ و افسانہ ہے

◉

ہیں مست اس مزے میں جو ہم نے چکھ لیا ہے
صراف کی نظر نے ہم کو پرکھ لیا ہے
اغیار کے عمل کو ہوں گے کچھ اور میداں
ہم کو تو اب فلک نے کالج پہ رکھ لیا ہے

◉

دل میں تو ضعفِ عقیدت کو کبھی راہ نہ دے
کوئی کچھ دے نہیں سکتا اگر اللہ نہ دے

◉

شاعر جو ملازم ہوا اکبر ذو قافیتیں اس کا ہے لقب
پوچھو گے یہ کیوں تو ضیح سنو، تنخواہ بھی ہے اور واہ بھی ہے

◉

میں تو کہتا ہوں کہ یارو اللہ ہی اللہ ہے
منکروں کو اس صدا سے صدمۂ جانکاہ ہے
وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم بھی تو ہیں اللہ کے سوا
ماسوا کی فکر سے پھر کیوں تجھے اکراہ ہے
بات ٹالی میں نے یہ کہہ کر کہ وقتِ احتیاج
میرا مسلک بھی وہی ہے جو تمہاری راہ ہے

⊙

نہیں وقوعِ حوادث میں کچھ یہاں غلطی
یہ بات یونہی ہے جو تیرے دل میں ہو کہہ لے
ہزار بار جو وقتِ گزشتہ پھر آئے
ہزار بار وہی ہو جو ہو چکا پہلے

⊙

خدا کی یاد ہے طاقت ہماری مصلّٰے ہے ہمارا تختِ شاہی
ہماری فوج ہے اخلاقِ حسنہ ہمارا حصن ہے ترکِ مناہی
بلند اپنی نظر ہے فضلِ حق سے کرے گی کیا کسی کی کم نگاہی

⊙

اس کا پسیجنا ہے اور اس کے ہیں بھپارے
یورپ نے ایشیا کو انجن پہ رکھ لیا ہے
اس خوانِ مغربی سے بچتا ہے کون لیکن
حضرت نگل رہے ہیں، بندے نے چکھ لیا ہے

⊙

ہے ہوائے چمنِ دہر انھیں کے رخ پر
ان کے کھلنے کے یہ دن ہیں مرے مرجھانے کے

⊙

آپ نے کے عارض کے آگے کیا جمے گا اس کا رنگ
گل جو گلشن میں سنورتا ہے سنورنے دیجیے
ہو چکا بسمل، کہاں تک آفریں ہر وار پر
واہ کی طاقت نہیں اب مجھ کو مرنے دیجیے

⊙

جی رہا ہوں میں فقط اب انتظارِ مرگ میں
سانس لینا رہ گیا ہے جان دینے کے لیے

⊙

عبث اظہارِ خودی میں ہے یہ مستی میری
وقت کے ساتھ اڑی جاتی ہے ہستی میری
خس و خاشاک بھی ہو جاتے ہیں شعلے سے بلند
سوزِ باطن کے نہ ہونے سے ہے پستی میری

⊙

حریفوں کے لیے ہنگامۂ مشقِ قوافی ہے
یہاں انشائے دل کو آہ کا مصرعہ بھی کافی ہے
کہا جب میں نے ہوں بیمار تیری چشمِ فتاں کا
بتِ طناز نے ہنس کر کہا اللہ شافی ہے

⊙

ان آنکھوں نے بہت نیرنگیاں فطرت کی دیکھی ہیں
مرے دل میں بہاریں عالمِ حیرت کی دیکھی ہیں

⊙

خود ناتوان و مضطر اوروں کے رنگ پھیکے
کر رکھیں کیا کسی کو کیا ہو رہیں کسی کے

⊙

غم و شادی کی نیرنگی دلیلِ خود پرستی ہے
وہی دل خوب ہے جس کو فقط ہستی کی مستی ہے

⊙

وجد میں آئے حیرتوں میں رہے
عجز کے ساتھ لب کشائی کی
بندگی کا صلہ ملے نہ ملے
داد دے دی مگر خدائی کی

⊙

ہر قدم کہتا ہے تو آیا ہے جانے کے لیے
منزلِ ہستی نہیں ہے دل لگانے کے لیے
کیا مجھے خوش آئے یہ حیرت سرائے بے ثبات
ہوش اڑنے کے لیے ہے جان جانے کے لیے

دل نے دیکھا ہے بساطِ قوتِ ادراک کو
کیا بڑھے اس بزم میں آنکھیں اٹھانے کے لیے

خوب امیدیں بندھیں لیکن ہوئیں حرماں نصیب
بدلیاں اٹھیں مگر بجلی گرانے کے لیے

سانس کی ترکیب پر مٹی کو پیار آہی گیا
خود ہوئی قید اس کو سینے سے لگانے کے لیے

جب کہا میں نے بھلا دو غیر کو ہنس کر کہا
یاد پھر مجھ کو دلانا بھول جانے کے لیے

دیدہ بازی وہ کہاں آنکھیں رہا کرتی ہیں بند
جان ہی باقی نہیں اب دل لگانے کے لیے

مجھ کو خوش آئی ہے مستی، شیخ جی کو فربہی
میں ہوں پینے کے لیے اور وہ ہیں کھانے کے لیے

اللہ اللہ کے سوا آخر رہا کچھ بھی نہ یاد
جو کیا تھا یاد سب تھا بھول جانے کے لیے

سُر کہاں کے ساز کیسا، کیسی بزمِ سامعیں
جوشِ دل کافی ہے اکبؔر تان اڑانے کے لیے

انتساب ایسے کمالوں کا شکم سے چاہیے
جن کو تم حاصل کرو روٹی کمانے کے لیے

⊙

ٹپکتے ہیں وہ مضمونِ جنوں زا میرے خامے سے
کہ اکثر ہوش ہو جاتا ہے باہر اپنے جامے سے

⊙

نہ تعلق ہے کسی سے نہ شناسائی ہے
انجمن میں ہوں مگر عالم تنہائی ہے
حسنِ بت یہ ہے تو اب یادِ خدا کی نہیں خیر
یہ ادا ہے تو نمازوں کی قضا آئی ہے
محو حیرت وہ ہے اس پر ہے خموشی کی بہار
آنکھ نرگس کی ہے سوسن نے زباں پائی ہے
طلبِ عشق کا اک جوش ہے فطرت سے عیاں
جس طرف دیکھیے طوفانِ خود آرائی ہے
عشوۂ دہر سے ہیں مست بدن میں جانیں
کم ہیں جو سوچ رہی ہیں کہ قضا ئی لائی ہے

⊙

یہ مصیبت ناتواں دل نے کبھی دیکھی نہ تھی
پہلے بھی تکلیف اس کو تھی مگر ایسی نہ تھی
بے حواسی میں میں کچھ سمجھا نہیں اے ہم نشیں
کیا دلِ پُر غم مرا تڑپا تھا یہ بجلی نہ تھی

فلسفی کی بات بھی میں نے سنی واعظ کی بھی
جانبِ حق رہ نما وہ بھی نہ تھی یہ بھی نہ تھی

⊙

مری دنیا جو تھی وہ ہو چکی کل اک کہانی تھی
کوئی کہتا ہے فانی ہے میں کہتا ہوں کہ فانی تھی

⊙

عدو کی قید ہو حامی تو بے کسی اولیٰ
جو وصل ذوق شکن ہو فراق ہی اولیٰ
رقیب سرٹیفکٹ دیں تو عشق ہو تسلیم
یہی ہے عشق تو اب ترکِ عاشقی اولیٰ
خدا ہی سے ہو امید اور وہ بھی عقبیٰ میں
یہی ہے خوب مناسب یہی یہی اولیٰ
نظامِ مدعیِ رہبری کو دیکھ اکبر
مری نظر میں تو یہ تیری ابتری اولیٰ

⊙

مذہب کے یہ مباحث نکلے ہیں ہسٹری سے
ان کو ہے کیا تعلق وحدت کی مسٹری سے

⊙

رہِ مقصود میں ہم بھی کبھی انجن چلاتے تھے
مگر پتھر کے کولوں کے عوض بت جھونکے جاتے تھے

⊙

حجابِ تمکنت کو دور کرنا ہے زبیدہ سے
سوا اس کے جو باتیں ہیں فقط اک پردہ پوشی ہے

⊙

کمربستہ خلوصِ دل سے حاضر رہ، تری خُدمت
کسی دن مستحق الطافِ سلطانی کی ٹھہرے گی
ذرا سیرِ بہارِ عالم فانی کی ٹھہرے گی
نشاطِ افزا ہے منزل کچھ نشے پانی کی ٹھہرے گی

⊙

اب میری زندگی میں نہیں نورِ انبساط
یہ شمع جل رہی ہے مگر ہے بجھی ہوئی
جس پر پڑے گی سخت مصیبت زمانے میں
جو کچھ کہے گا ہوگی ہماری کہی ہوئی
سب کو فنا خدا کو بقا بات حق یہ ہے
میں کیا کہوں گا ہے یہ خدا کی کہی ہوئی

مرنے میں اس خیال سے تسکین ہے بہت
لی میری جاں اسی نے کہ تھی جس کی دی ہوئی
میری نگاہِ شوق پڑی، خوش ہوئے یہ بت
اک چیز مفت مل گئی ان کو پڑی ہوئی

◉

مٹ گئے ہیں مگر اک نقش ابھی باقی ہے
آنکھ مایوس ہے شوریدہ سری باقی ہے
آنکھ سے نور گیا، دل سے گیا صبر و قرار
جان بھی جسم سے رخصت ہو یہی باقی ہے
ان مصائب میں بھی مایوس نہیں ہوں اکبرؔ
قیدِ ہستی سے رہائی کی خوشی باقی ہے

◉

فغان و آہ کی لذت جو دل ہلے تو ملے
نشانِ نکہتِ گل جب کلی کھلے تو ملے
وہ باغِ حسن ہیں لیکن ہے بند غنچۂ لب
مزا چمن کا اگر یہ کلی کھلے تو ملے
ہوئی جو صلح تو اب احتیاط یہ کیسی
تکلفات کو تہ کیجیے ملے تو ملے

میں شکوہ کرتا تھا اس وجہ سے نہ ملتے تھے
جو ترک کر دیے میں نے وہ سب گلے تو ملے
کھجا رہا ہے تو زخموں کو اپنے اے اکبرؔ
پر اس کا لطف کوئی زخم اگر چھلے تو ملے

⊙

زبانیں بحث میں الجھی ہیں حیرت دل پہ چھائی ہے
حدیثوں میں مذاہب ہیں حوادث میں خدائی ہے

⊙

شکلِ اطمینان کم اس عالمِ فانی میں ہے
کامیابی بھی جہاں ہے اک پریشانی میں ہے
دولتِ دنیا کی کیا لذت ہے اہلِ جور کو
ساری قوت صرف جب اس کی نگہبانی میں ہے
حضرتِ اکبرؔ کو مشکل ہے بیانِ حالِ دل
گو یہ سنتا ہوں کمال ان کو سخن دانی میں ہے

⊙

ہند میں تو مذہبی حالت ہے اب ناگفتہ بہ
مولوی کی مولوی سے روبکاری ہو گئی
اک ڈنر میں کھا گیا اتنا کہ نکلی تن سے جان
خدمتِ قومی میں بارے جاں نثاری ہو گئی

اپنے میلانِ طبیعت پر جو کی میں نے نظر
آپ ہی اپنی مجھے بے اعتباری ہوگئی

نجد میں بھی مغربی تعلیم جاری ہوگئی
لیلیٰ و مجنوں میں آخر فوجداری ہوگئی

سازِ عیشِ مغربی کی دل نوازی کچھ نہ پوچھ
میں نے جس مس کو یہاں چھیڑا ستاری ہوگئی

⊙

اس انجمن میں آکر راحت نصیب کس کو
پروانہ بھی جلے گا اور شمع بھی جلے گی

دنیا ابھارتی ہے آج اپنے عاشقوں کو
مرجائیں گے تو ان کا کل نام بھی نہ لے گی

دنیا کی آرزو سے خالق بچائے دل کو
پیدا ہوئی تو پی کر خونِ جگر پلے گی

عبرت زدہ جو دل ہو ارمان اس میں کیسے
بجلی گری ہو جس پر وہ شاخ کیا پھلے گی

جنت بنا سکے گا ہرگز کوئی نہ اس کو
دنیا یونہی چلے ہے اکبر یونہی چلے گی

⊙

بس عشق و وفا ہی کی مرے دل میں ٹھنی ہے
ناصح کی میں سنتا نہیں ہو جو شدنی ہے
پردے نے میاں ہم کو بنا رکھا ہے اب تک
بگڑی ہوئی حالت ہے مگر بات بنی ہے

⊙

ہے زندگی اسی کی فخرِ جہانِ فانی
جس نے فنا کو سمجھا مرنے کی قدر جانی
طوفانِ جوشِ دل کی آنسو میں اک جھلک ہے
موتی میں کیا دھرا ہے بس ایک بوند پانی
ہستیِ آخرت سے امید ہے بہت کچھ
بہتر کشد ز اوّل نقاشِ نقشِ ثانی
رکھی وہی نصیحت نافذ ہوئی مشیت
کس نے سنی کسی کی اور کس نے کس کی مانی

⊙

جہاں تک اپنے لیے ہو وہ میں کی مستی ہے
جو کچھ خدا کے لیے ہوں وہ اصل ہستی ہے
نہیں ہے نشۂ وحدت میں خوفِ زلفِ بتاں
جو ہوش میں ہیں یہ ظالم انھیں کو ڈستی ہے

نہ بھول شہرِ خموشاں کا نقشہ اے کالج
خیال رکھ کہ یہی ہسٹری کی بستی ہے
بتوں کو مجھ سے توقع ہے مدح کی اکبرؔ
یہ سن لیا ہے کہ اردو زبان سستی ہے

⦿

نہایت فکر گو مذہب کو ہے خوش انتظامی کی
نہیں ہے موت کو پروا کچھ اپنی نیک نامی کی
طلب تحسین کی کیوں تجھ کو ہے بزمِ حریفاں سے
سرورِ طبع خود ہے داد تیری خوش کلامی کی
تمہارا انتظامِ دل اگر روشن نہیں اکبرؔ
تو بیتو کو نہ چمکائیں گی ترکیبیں نظامی کی

⦿

اللہ اللہ کتنی نازک وہ رنگیلی ہوگئی
نام ہی بوسے کا سن کر نیلی پیلی ہوگئی
سایۂ مغرب میں شوقِ دل نے پھیلائے تو پاؤں
چار ہی دن میں مگر پتلون ڈھیلی ہوگئی

⦿

جماعت منتشر ہو فطرتی مجلس تو باقی ہے
زبانیں بند کردو دل کے اندر حس تو باقی ہے

اسی کا رنگِ حیرت دیکھ کر بہلائیں گے دل کو
چمن سے گل اگر رخصت ہوا نرگس تو باقی ہے
یہ مصرعہ قافیہ ہی کے لیے ہے خوب اے اکبر
جو اجڑا لکھنؤ کچھ غم نہیں پیرس تو باقی ہے

◉

ملا نا خاک میں فطرت جب اپنی دل لگی سمجھے
تعجب ہے کہ تو اس زندگی کو زندگی سمجھے

◉

یہ عجب عمل ہے عجب اثر یہ عجیب نقش بھرے گئے
جو لچے بہت تو بچے ذرا جو کھری کہی تو دھرے گئے
تری بزم اکبرِ خوش بیاں ہے محلِ فرحتِ دوستاں
جو ملول آئے وہ خوش گئے جو فسردہ آئے ہرے گئے

◉

قومی ترقیوں کی زمانے میں دھوم ہے
مردانے سے زیادہ زنانے میں دھوم ہے

◉

تیزیاں کرتے ہیں قانون بدلنے والے
زحمتیں سہتے ہیں قانون پہ چلنے والے

◉

ادھر فریادِ بلبل ہے کہ یہ سب رنگ فانی ہیں
ادھر رونا ہے شبنم کا کہ گل کی یہ ہنسی کیسی
کبھی خوانِ فلک سے کوئی نعمت میں نے چکھی تھی
مگر یہ بھی نہیں یاد اب کہ لذت اس کی تھی کیسی
تماشائے جہاں اے بے خبر تجھ کو مبارک ہو
یہاں دل داغِ حسرت سے بھرا ہے دل لگی کیسی
جہاں گھر تھا وہاں قبریں، جہاں دل تھا وہاں شعلے
یہ ماتم خیز منظر سامنے ہے خوش دلی کیسی
گل مضموں سے اکبر رنگِ خونِ دل ٹپکتا ہے
تری حالت یہ کیا ہے یہ غزل تو نے کہی کیسی

◉

نہ سہی لطفِ لحم، گھی ہی سہی
شیخ صاحب مہنت جی ہی سہی
زندگی کو ضرور ہے اک شغل
خیر بالفعل لیڈری ہی سہی

◉

دین آخرت کا واعظ دنیا ہوس کی بانی
جھگڑے میں پڑ گئی ہے انساں کی زندگانی

الفاظ سے نہیں ہے تسکین اس کے دل کو
اکبر پہ رحم فرما اے خالق معانی

⊙

قصیدے سے نہ چلتا ہے نہ یہ دوہے سے چلتا ہے
سمجھ لو خوب کارِ سلطنت لوہے سے چلتا ہے

⊙

کبر بھی شرک ہی کی مستی ہے
خود پرستی بھی بت پرستی ہے

⊙

بھنڈارے سے دیدوں گا بہ خوشی سیدھا جو گروجی مانگیں گے
ہاں کام ذرا ٹیڑھا ہوگا بسکٹ کو جو سوجی مانگیں گے

⊙

مشتاق نہیں ہیں زندگی کے
مرنا ہے تو کیا کریں گے جی کے
پائی نہ کسی میں بو وفا کی
چاہا تھا کہ ہو رہیں کسی کے
توحید کا مسئلہ ہے اصلی
باقی ہیں شگوفے ہسٹری کے
رندی کس کام کی یہ اکبر
ملتے نہیں جب کسی سے پی کے

⊙

تعارف باہمی مخلوق کا تاریک و ناقص ہے
خدا ہی کو ہے پوری آگہی ہر اپنے بندے سے

⊙

صرف اللہ ہی کی یاد میں مستی اچھی
خود پرستی سے مگر گور پرستی اچھی

⊙

دامنِ گل پھیل کر اس باغ سے کیا لے گئے
ہو گئے نظرِ خزاں اور داغِ حسرت دے گئے
مردوں پر روتے نہیں روتے ہیں اپنے حال پر
''رہ گیوں'' پر ہے مصیبت جو گئے اچھے گئے

⊙

صورتِ فانی سے آخر کیوں نہ پہچانے گئے
مجھ کو حیرت ہے کہ یہ بت کیوں خدا مانے گئے
بزمِ دنیا میں فقط صورت پرستی رہ گئی
وہ جمالِ شاہدِ معنی کے دیوانے گئے
اک زمانے میں یہ خواہش تھی کہ جانیں ہم کو لوگ
اب یہ رونا ہے کہ ہم کیوں اس قدر جانے گئے
بولے چپراسی جو میں پہنچا بہ امیدِ سلام
پھانکیے خاک آپ بھی صاحب ہوا کھانے گئے
مجھ میں اظہارِ محبت ان میں اظہارِ کمال
میں وہاں رونے گیا اور وہ کہیں گانے گئے

⊙

کامیابی ہوگئی تو بے وقوفی پر بھی ناز
اور جو ناکامی ہوئی تو عقل بھی شرمندہ ہے

⊙

شیخ صاحب آپ کو شیریں مقالی چاہیے
وعظِ الفت چاہیے اور خوش خیالی چاہیے
طعن میں غمزے میں دعویٰ میں نہیں ہے بہتری
مدعیِ نورِ حق کا ظرف عالی چاہیے

⊙

تنہائی میں دل گھبراتا ہے صحبت میں لڑائی ہوتی ہے
دنیا کی روش کوئی سی بھی ہو کچھ اس میں برائی ہوتی ہے

⊙

پرستش اس بتِ عیّار کی کس کو خوش آتی ہے
کوئی کیا شوق سے کرتا ہے، مجبوری کراتی ہے

⊙

ہمارے ذہن کو اس مصرعِ اکبر پہ مستی ہے
خوش اخلاقی عبادت ہے خوشامد بت پرستی ہے

⊙

چپکا کھڑا ہوں اپنی تباہی کے سامنے
کہنا جو ہے کہوں گا خدا ہی کے سامنے
ہوں ہر نفس میں اپنے خدا ہی کے سامنے
کیسی دلیل دل کی گواہی کے سامنے

⊙

میں کسی بات کا نہیں خوگر
صرف عادت ہے سانس لینے کی

⊙

ان کو بسکٹ کے لیے سوجی کی تھیلی مل گئی
کمپ میں غل مچ گیا مجنوں کو لیلیٰ مل گئی

⊙

پڑے ہیں بسترِ غم پر نہ دانہ ہے نہ پانی ہے
نظر تک اٹھ نہیں سکتی یہ زورِ ناتوانی ہے
چمن کا رنگ جوشِ موسمِ گل میں معاذ اللہ
خدا حافظ نگاہوں کا حسینوں کی جوانی ہے

⊙

قدر دانِ طرز و وضعِ عہدِ شاہی کون ہے
لاکھ تپئے آپ کو اب پوچھتا ہی کون ہے

اب میں چندے میں یہ غرقی بھی کروں گا نذرِ قوم
ستر کیسا میری جانب دیکھتا ہی کون ہے
لیڈروں کی دھوم ہے اور فالور کوئی نہیں
سب تو جنرل ہیں یہاں آخر سپاہی کون ہے

⊙

ان سے بوسا مانگتا ہوں' ان سے ووٹ
بت بھی مجھ سے تنگ ہیں اور شیخ بھی

⊙

تھے معزز شخص لیکن ان کی لائف کیا لکھوں
گفتنی درجِ گزٹ باقی جو ہے ناگفتنی

⊙

نفس سے بچنے کی انساں چارہ جوئی کیا کرے
فطرتی رہبر یہی ہے اس کو کوئی کیا کرے

⊙

کاہلی کرنے کی فرصت مل ہی جاتی ہے مجھے
رشک آتا ہے عدیم الفرصتی پر وقت کی

⊙

گردوں نے ملایا خاک میں بھی اور غم نے بھی گھیرا غفلت کو
بہ ایں ہمہ اکثر اہلِ جہاں کچھ روز تنے اور خوش بھی رہے

صیاد ہنر دکھلائے اگر تعلیم سے سب کچھ ممکن ہے
بلبل کے لیے کیا مشکل ہے الّو بھی بنے اور خوش بھی رہے

⊙

شکم سے حضرتِ انساں نجات پا نہ سکے
اب اپنے پیٹ میں ہیں پہلے ماں کے پیٹ میں تھے

⊙

عالمِ وحدت میں کثرت رنگ دکھلانے لگی
ہوش کے ٹکڑوں سے میں میں کی صدا آنے لگی

⊙

حضرتِ اکبرؔ نے فرمایا یہ خوب
داد کے قابل ہے یہ فرازنگی
عذر ہم کو کچھ غلامی میں نہیں
ہے فقط تکلیف وہ بیگانگی

⊙

موج ہے دل میں مرے قافیہ پیمائی کی
جا کے گنگا پہ کہا کرتا ہوں جے مائی کی

⊙

آنکھیں ساقی کی تھیں رسیلی
اب تک میں بچا تھا آج پی لی

پھاڑے مغرب نے نقابِ نسواں
مشرق نے تو آنکھ اپنی سی لی

◉

بولی فطرت دل و زباں دیکھو
یہ ہمارا ہے وہ تمہاری ہے
ذمہ داریٔ پیشِ خلق اس پر
اس کا شاہد جنابِ باری ہے

◉

اب ہے ساون کا سماں اور مہِ جولائی ہے
یہ ہوا خوب کہ بیلے کی بھی بولائی ہے

◉

قوتِ ایماں سے کہہ دو سب کو سمجھاتی رہے
نیکیاں کثرت سے ہوں مغلوبیت جاتی رہے

◉

ہم سے چھن کر ہوگئی بزمِ ترقی کے سپرد
سچ کہا مرزا نے اب اردو بھی کورٹ ہوگئی

◉

خوشامد ہے بے جا دنائت ہے چغلی
دل و دیں کی بیشک تباہی یہی ہے

فسادات کے تم نہ حامی ہو ہرگز
گورنمنٹ کی خیر خواہی یہی ہے

◉

بہتر سمجھے ہو تم جو خموشی کو
یہ بھی نہ کہو کہ خامشی بہتر ہے

◉

غفلتوں کا خوب دیکھا ہے تماشا دہر میں
مدتیں گزری ہیں مجھ کو ہوش میں آئے ہوئے
خانۂ دل کو مرے توڑا تو کیا ایسی نمود
چشمِ بددور آپ تو ہیں مسجدیں ڈھائے ہوئے
سیٹھ صاحب کے یہاں شادی ہے رندوں کو نوید
اچھے اچھے طائفے ہیں شہر میں آئے ہوئے
بائی جی نے سچ کہا لاؤ کوئی تازہ غزل
گیت کیا گاؤں گراموں فون میں گائے ہوئے
ہو چکی دو دن کی شادابی اڑا رنگِ بہار
پھول ہیں سوکھے ہوئے، غنچے ہیں مرجھائے ہوئے

◉

شیروں نے شتر بن کے اٹھایا ہے ان کا بار
بکری بنے ہوئے ہیں طرف دار گائے کے

فاتح کے سامنے نہیں رہتے تعصبات
آخر مطیع ہوتے ہیں سب اس کی رائے کے
اچھے وہی جو شوقِ الٰہی میں محو ہیں
تم کر ہی کیا رہے ہو بجز ہائے ہائے کے

◉

ہمیں خدا کے لیے ہیں بیشک خدا ہمارے لیے نہیں ہے
قضا پہ راضی ہوں اور جئیں ہم مفر ہی جب بے جیے نہیں ہے
یہ طبعِ اکبر یہ رنگِ اکبر یہ اس کی باتیں یہ اس کے نغمے
ادب کے قابل ہے اس کی مستی شراب اگر وہ پیے نہیں ہے

◉

اک مرض بن کر مسلط ہے بلائے زندگی
درد ہی سے ہوتی رہتی ہے دوائے زندگی

◉

دنیا کا ذرا یہ رنگ تو دیکھ ایک ایک کو کھائے جاتا ہے
بن بن کے بگڑتا جاتا ہے اور بات بنائے جاتا ہے
انسان کی غفلت کم نہ ہوئی قانونِ فنا کی عبرت ہے
ہر گام پہ کٹتے پاؤں بھی ہیں اور سر بھی اٹھائے جاتا ہے
اس کو نہ خبر کچھ اس کی ہے، اس کو ہے نہ کچھ پروا اس کی
روتا ہے لائے جاتا ہے، ہنستا ہے ہنسائے جاتا ہے

کچھ سوچ نہیں کچھ ہوش نہیں فتنوں کے سوا کچھ جوش نہیں
وہ لوٹ کے بھاگا جاتا ہے، یہ آگ لگائے جاتا ہے

⊙

بہارِ بے بقا پر ناز کیسا اور خوشی کیسی
بجا ہے حیرتِ نرگس کہ گل کی یہ ہنسی کیسی
خلافِ بے خودی کیوں ہے یہ وعظِ حضرتِ واعظ
خودی ہی کو نہیں سمجھا میں اب تک بے خودی کیسی

⊙

نہ پوچھا قیس نے لیلیٰ نے کچھ مجھ کو بھی پوچھا تھا
جو آیا واں سے بس اتنا ہی پوچھا اس سے تھی کیسی
خدا کے ساتھ ہونے کا یقیں مشکل سے آتا ہے
وگرنہ جب خدا ہی ساتھ ہو پھر بے کسی کیسی

⊙

جب "خوب کیا" کا کوئی موقع نہ نکالا
پھر کیا جو ہوئی دھوم فقط "خوب کہی" کی

⊙

قرآن پڑھ کے میری تو قائم ہوئی یہ رائے
صرفِ دعا رہو نہ اہاہا نہ ہائے ہائے

گردن کشی کریں کے عرب میں اب اونٹ بھی
اب تک تو ہند ہی میں بھڑکتی تھی مجھ سے گائے

◉

اے فلک انگلش و جرمن ہوں مبارک تجھ کو
ہم کو تو اردو و ہندی میں بسر کرنا ہے

◉

مذہب دبا ہوا نہ ہو فکرِ معاش سے
اندازۂ ترقیِ ملت اسی میں ہے

◉

جو حرا کے جاننے والے تھے صوفی ہو گئے
داستانِ بدر والے شیعہ سنی ہو گئے

◉

شیرانِ شرق کا انھیں منظور ہے شکار
پھنسے بندھے ہوئے ہیں ترقی کے شوق کے

◉

مسٹرِ نقلی کو عقبےٰ میں سزا کیسی ملی
شرح اس کی نا مناسب ہے ملی جیسی ملی
اس نے بھی لیکن ادب سے کر دیا یہ التماس
چارہ کیا تھا اے خدا تعلیم ہی ایسی ملی

قطعات

⊙

ابتدا عالمِ ہستی میں میں بے ہوش تھا
ہوش جب آیا تو دل میں غفلتوں کا جوش تھا
پھر مصائب اور فنا کے تجربے پیہم ہوئے
بعد ازاں جب تک جیا مغموم تھا خاموش تھا

⊙

اک بحرِ بے کراں ہے حوادث کا سلسلہ
الجھا جو ذہن اس میں وہ دیوانہ ہو گیا
اٹھے مؤرخین زمانے میں گم ہوئے
افسانہ گو جو تھا وہ خود افسانہ ہو گیا

⊙

فنا کے سامنے ہم کیا ہماری ہستی کیا
برائے نام مگر اک نشان پا ہی لیا
ہوا جو ہم نفسِ قطرہ بن گئی دم بھر
حباب نے بھی خودی کا مزا اٹھا ہی لیا

⦿

ہوئی تدبیرِ کفر آمیز سے بدتر مری حالت
بجا ہے مجھ کو اس تاریک باطن کا گلا کرنا
پریشانی کو افعی کر دیا زلفوں کو سلجھا کر
بلا کو سخت تر کرنا ہے اصلاحِ بلا کرنا

⦿

شوق اگر یہ ہے کہ ہوتی رہے صحت پیدا
بہ تکلف نہ کیا کیجیے رغبت پیدا
گھر میں احساس ضرورت ہو تو بازار کو جا
کر نہ بازار میں تو جا کے ضرورت پیدا

⦿

پیٹ سے دل نے کہا درجہ ہمارا ہے بڑا
ساغرِ جمشید ہم ہیں تو ہے بنیے کا گھڑا
پیٹ بولا اصطلاحیں تیری سب منسوخ ہیں
ہم ہیں اب غربی گدام اور تو ہے شرقی جھونپڑا

⦿

تمکین اک نشان ہے عصمت کی آن کا
پردہ بس اک ظہور ہے عورت کی شان کا

پردہ تو اِن کا حق ہے نہیں ان پہ جبر کچھ
آیا ہے ان پہ وقت یہ سخت امتحان کا
شوخیِ مغربی کے خریدار ہیں بہت
گاہک مگر خدا ہے حیا کی دکان کا

⊙

یہ کہتے نہیں ہم کہ گردوں نے ہم کو
مسلمان ہونے کا شائق نہ رکھا
مگر یہ کہ اوضاعِ دنیا نے ہم کو
مسلمان رہنے کے لائق نہ رکھا

⊙

انتظامی بات ہے یہ ہوتی آئی ہے یونہی
اس کا کیا شکوہ کہ ان کو ہم پہ غالب کردیا
ہاں یہ ہے افسوس ہم سے چھن گیا صبر وقرار
طالبِ حق کو فلک نے ان کا طالب کردیا

⊙

کہا بقراط سے دنیا میں کیوں آیا تو اے دانا
کہا اس نے کہ میں لایا گیا مجھ کو پڑا آنا
کہا کیونکر بسر کی عمر، بولا ساتھ حیرت کے
کہا کیا جانا، بولا کچھ نہیں جانا یہی جانا

مرگ ہاشم ۱۹۱۳ء

اک زمانہ تھا کہ مجھ کو اپنے دل پر ناز تھا
ہر مصیبت میں وہ میرا مونس و دمساز تھا
بزمِ ہستی میں کدورت سے رہا کرتا تھا پاک
گو حوداث کے لیے اک فرشِ پا انداز تھا
میرے ہر اندیشۂ مضطر کا تھا وہ غمگسار
ہر نفس میرے لیے وہ گوش برآواز تھا
انقلابِ دہر سے بے اعتنائی تھی اسے
اس میں حیرت آفرینی تھی تو یہ طناز تھا
پیش آیا ناگہاں وہ اک فراقِ روح سوز
برقِ بے تابی بنا جو صبر میں ممتاز تھا
اب وہی آرامِ جاں اک زخمِ پہلو ہو گیا
کیا یہی وہ دل ہے اکبر مجھ کو جس پر ناز تھا
ہاں وہی دل ہے کہے گا تجھ سے اک دن ناز سے
تیرا صدمہ خوبیِ انجام کا آغاز تھا

فریادِ مجنونانہ

جس سے میری زندگی تھی مر گیا، کیوں مر سکا

چرخ نے یارب ستم مجھ پر کیا، کیوں کر سکا

واقعات جانگزا کا کیوں ہوا ایسا وقوع

کیوں نہ میری آہ سے قانونِ فطرت ڈر سکا

⊙

بھلا سائنس کیا سمجھے نزاکت شوقِ عاشق کی

کہاں فوٹو سے وہ نکلا جو میرے دل میں ارماں تھا

لیا فوٹو نے زندہ عکس لیکن چشمِ بے جاں میں

ہماری آنکھ میں گو حس تھا لیکن عکس بے جاں تھا

⊙

کریں کوشش مگر اس وقت میری رائے میں اکبر

مناسب مشورہ ہے صبر و یکسوئی و تقویٰ کا

⊙

صبح کو کہتا ہوں دیکھوں کس طرح کٹتا ہے دن

شام آتے ایسا بھلا دیتی ہے گویا کچھ نہ تھا

عمر یوں ہی کٹ گئی آخر ہوا معلوم یہ

عرصۂ ہستی بجز امروز و فردا کچھ نہ تھا

⊙

اکبر کی خرافات سے ناخوش ہوئے ایسے
نامہ ہے، نہ پیغام، نہ حصہ ہے، نہ بخرا
مانا کہ حسینوں کے لیے ناز ہے لازم
لیکن کوئی پوچھے تو کہ پاگل سے بھی نخرا

⊙

کالج میں ہو چکا جب امتحاں ہمارا
سیکھا زباں نے کہنا ہندوستاں ہمارا
رقبے کو کم سمجھ کر اکبر یہ بول اٹھے
ہندوستان کیسا سارا جہاں ہمارا
لیکن یہ سب غلط ہے کہنا یہی ہے لازم
جو کچھ ہے سب خدا کا وہم و گماں ہمارا

⊙

کل واقعاتِ دہر کہاں ہسٹری میں ہیں
فوٹو ہے صرف سطحِ پیشِ نگاہ کا
وہ بھی فقط خیالِ مصنف بقیدِ خود
کیا بن سکے چراغ صداقت کی راہ کا

◉

اس طرف تو نے ہسٹری رٹ لی
اس طرف جا کے فلسفہ پھانکا
لیکن اکبر خیالِ عقبےٰ سے
نار و جنت کو بھی کبھی جھانکا

◉

غرور توڑ کے منطق کو سست کردے گا
زمانہ آپ ہی اس کو درست کردے گا
بلا پہ صبر کرو تم خدا خدا میں رہو
خدا ہی صبر کی ہمت کو چست کردے گا

◉

صد حیف کہ ماہِ رمضاں ختم ہوا آج
پھر رات کو عالم ہے وہی بے خبری کا
اٹھتے تھے سحر کھانے کو اور جلتی تھیں شمعیں
افسوس گیا نور چراغِ سحری کا

◉

میری طرف سے سارا جہاں بدگماں ہے اب
آزادیٔ کلام وہ مجھ میں کہاں ہے اب

رکھتی ہیں پھونک پھونک کے باتیں مری قدم
تیغِ زباں نہیں ہے عصائے زباں ہے اب

⊙

کتابوں ہی میں رہ جائے گی ساری تین پانچ ان کی
طریقے اس کے لیکن اور ہیں کہنے کی کیا حاجت
بتوں نے سچ کہا اس پشت میں رخصت ہے یہ شیخی
عقیدوں کی دوا کالج تعصب کی دوا حاجت

⊙

طرحِ مغرب کو دیکھ کر جو کہے
باہمیں طرح ہا بباید ساخت
کہدے قرآن سے بھی وہ یہ بات
باہمیں شرح ہا بباید ساخت

⊙

درِ دَیر پر میں نے کی جو ڈنڈوت
بھری تھی مرے دل میں ٹھاکر کی پیت
کیا شور چیلوں نے یہ ہر طرف
مہاراج کی جے گرو جی کی جیت

⊙

کر لی ہے خوب میں نے نئی روشنی کی جانچ
مجھ سے بہت نہ کیجیے اب آپ تین پانچ
ان لیڈروں کی شعلہ زبانی سے کیا ہوا
ہانڈی تو سرد رہ گئی مذہب پہ آئی آنچ

⊙

میں نے کہا یہ اپنے خیالِ خضر سے آج
بتلاؤ اس روش سے ترقی کی کیا امید
ہر گام پر جو طاعتِ حق سے الگ پڑا
ہوتے رہو گے مرکزِ قومی سے تم بعید
ہاں انتشار و جہل کی تکمیل ہوگی جب
ہو جاؤ گے بتانِ کلیسا کے تم مرید
شاید کہ مدعا بھی تمہارا ہے بس یہی
ہر چند ابھی ہے درس کے پردے میں ناپدید
حیرت سے مجھ کو دیکھ کے اس خضر نے پڑھا
حافظ کا اک یہ شعر جو معنی کو تھا مفید
سرِّ ازل کہ عارف سالک بہ کس نہ گفت
در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

انور سے کہا میں نے کہ خاموش ہو کیوں تم
تقریر، نہ تحریر نہ غصہ نہ خوشامد
بابو کے نہ دمساز نہ یاروں کے ہم آواز
ماہی میں نہ ممتاز نہ اشتر میں سر آمد
کہنے لگے کیا آپ کو معلوم نہیں ہے
کان راکہ خبر شد خبرش باز نیامد

اگر ہیں بھی باقی کچھ اب دردمند
تو بس پھینکتے ہیں وہ لفظی کمند
بہ یک لکچر و آوازۂ ہرّا بلند
بہ یکساں بزم مقدار چندہ رو چند

کہاں اب وہ دل اور طبعِ بلند
جنھیں کہہ گئے سعدیِ ارجمند
[illegible]
[illegible]

⦿

اصلی غم و شادی کا نہیں قوم میں اب حس
چشمِ عقلاء سے یہ بصریت ہوئی مفقود
پابند ہیں اس کے روز ولیوشن جو ہوا پاس
ہنسنے پہ بھی تیار ہیں رونے کو بھی موجود

⦿

بہ چشمش بود رنگِ بے ثباتی
بہار آورد گلہارا خزاں برد
بہ عبرت زندگانی کرد اکبر
براں زاد و براں بود و براں مرد

⦿

خزاں سے جنگ کروں یہ نہیں مجھے سودا
ملول میں بھی ہوں لیکن ہے انتظارِ بہار
نفیس تخم بنا رکھو اپنے عزموں کو
اور اس کے بعد رہو تم امیدوارِ بہار

⦿

جینے والوں کی ترنگیں ہیں فقط پیشِ نظر
مرنے والوں کے مصائب کی بہت کم ہے خبر

یہی باعث ہے کہ غفلت میں پھنسی ہے دنیا
لبِ خنداں کی ہے کثرت عوضِ دیدۂ تر

⊙

میں کیا کروں گا عزیزو یہ پارٹی لے کر
مزا تو جب ہے کہ آئے وہ پارٹی لے کر
خموش ہوگیا بت کی طرح میں کونسل میں
برہمن اٹھے جو اپنی مجارٹی لے کر

⊙

ملانے دیں گے مذاہب کبھی نہ ایسے سر
کہ ہر طرف یہ سنو "یا اخی بیاو بخور"
مخالفت سے نہ باز آئے گی دنی دنیا
فقط یہ زور سے دبتی ہے یاد رکھ یہ گر
انھیں کی بھینس ہے بھائی کہ جن کی لاٹھی ہے
انھیں کا گاؤں ہے اکبر جو بن سکیں ٹھاکر
نجات کے لیے کافی ہے سینۂ صافی
پیادہ پائی پہ خوش رہ "اے لے لاہل انظر"
مگر زمانے کی رونق ہے طفل طبعوں سے
اندھیری رات ہے اور پھلجھڑی کی ہے پھر پھر

اگرچہ نامِ خدا و رسولؐ لیتے ہیں
دراصل جزوِ شکم ہے یہ مذہبی عنصر

⊙

طبع کا شغل ہو جو پولٹیکل تو نہیں ختم وہ فسانہ ہنوز
فتنہ انگیز اختلاف میں ہے اس کے خرمن کا دانہ دانہ ہنوز
وہی اب تک ہے طاقتوں میں نفاق وہی اندازِ حاسدانہ ہنوز
وہی سامان خانہ جنگی کے وہی طرزِ معاندانہ ہنوز
ہے کھلا حرصِ جنگ دنیا میں ⊙ تار و آہن کا کار خانہ ہنوز
خود فراموش خود فروش وہی وہی سودائے تاجرانہ ہنوز
وہی لیسنس کی طلب گاری وہی انکار کا بہانہ ہنوز
ہاں جو عرفان کھول دے درِ دل ہے نظر میں وہی زمانہ ہنوز
وہی شوق اور وہی اثر موجود وہی تیر اور وہی نشانہ ہنوز
دلِ حق بیں کو سلطنت کا سرور وہی تمکینِ عابدانہ ہنوز
چشمِ مشتاق کا عروج وہی اور وہی جوشِ عارفانہ ہنوز
وہی عہدِ الست پیشِ نظر مستیٔ بادۂ شبانہ ہنوز
ہست مجلس براں قرار کہ بود ہست مطرب برآں ترانہ ہنوز

⊙

کچھ دل ایسے ہیں کہ ہے جن میں مضامین کا جوش
کچھ زبانیں ہیں دکھاتی ہیں جو تحسین کا جوش

ذوق طاعت کا مگر دل میں نہیں ہے پیدا
نہ زبانوں پہ دعائیں ہیں نہ آمین کا جوش

⊙

لغزشیں مدِ ظرافت میں جو کچھ آئیں نظر
دوستوں سے التجا یہ ہے کریں اس کو معاف
سرد موسم تھا، ہوائیں چل رہی تھیں برف بار
شاہدِ معنی نے اوڑھا ہے ظرافت کا لحاف

⊙

نیت ہو اگرچہ خیر و ایماں کی طرف
آنکھیں نہ اٹھاؤ بزمِ عصیاں کی طرف
مانا کہ پڑھو گے واں پہنچ کر لاحول
جانا ہی ضرور کیا ہے شیطاں کی طرف

⊙

بے گزٹ ہو کے جو رہیے تو محلے میں حقیر
باگزٹ ہو کے جو چلیے تو فرشتوں میں خفیف
کیسے چکر میں بزرگوں کو پھنسا رکھا ہے
حضرتِ پیرِ فلک بھی ہیں عجب ذاتِ شریف

⦿

قرآن رہے پیش نظر یہ ہے شریعت
اللہ رہے پیش نظر یہ ہے تصوف
مقصود تو واحد ہے اگر غور سے دیکھو
عامل نہ رہے اس کے اسی کا ہے تاسف

⦿

اکبؔر سے میں نے پوچھا اے واعظِ طریقت
دنیائے دوں سے رکھوں میں کس قدر تعلق
اس نے دیا بلاغت سے یہ جواب مجھ کو
انگریزی کو ہے نیٹو سے جس قدر تعلق

⦿

ترقی خواہ ہے تو صحنِ مسجد چھوڑ اے اکبؔر
کہا اس نے ترقی ہے تو خود پہنچے گی مسجد تک
نو دنہ نام ادھر ننانوے کا پھیر ادھر یعنی
انھیں سو تک پہنچنا ہے مجھے اللہ واحد تک

⦿

گو کہ دونوں ہی نظر آتے ہیں نیک
ایک ظاہر ایک میں باطن کی ٹیک

میں نے پوچھا ایک اور اک گے ہوئے
دے جواب اس کا تمہاری طبع نیک
بے تکلف کہہ دیا مُلّا نے دو
حضرتِ صوفی یہ بولے پھر بھی ایک

⊙

سامانِ عیش کچھ نہ رہا اڑ رہی ہے خاک
اس غم میں اپنی جان مگر کیوں کروں ہلاک
میں نے تو جل کے کہہ دیا اس سال جون میں
ٹٹی اگر نہیں نہ ہو خس کم جہان پاک

⊙

'ہ' سے ہندو، 'م' سے مسلم یہ دونوں مل کے ہم
سر پہ انگریزی 'ا' اس سے ہوئی حالت اہم
ہے 'ا' ہم سے جدا لیکن محافظ اور معین
اس کے سائے میں رہیں 'ہ'، 'م' شامل ہوں بہم
دوست کیونکر ہوں نہ ہوں جب ہم خیال و ہم مذاق
لیکن اس کا یہ اثر کیوں ہو کہ ہوں دشمن بہم
اپنا اپنا وقت ہے موقع ہے اور میلان طبع
آپ اپنے شغل میں رہیے اور اپنی دُھن میں ہم

◉

بندوں کے فہم وزور کی اک حد ہے وہ بھی ہیچ
کرتا ہے خود وہ اپنی خدائی کا انتظام
ان ممبروں میں کوئی کدورت نہ ہو بہم
آپس میں بھی کریں یہ صفائی کا انتظام

◉

خبر کیا انقلابِ دہر کی ان نوجوانوں کو
نئی حالت نئی آنکھیں نئے ان کے ترانے ہیں
بڑی عمریں ہیں جن کی ان سے سنیئے حال دنیا کا
نگاہوں میں زمانے ہیں، زبانوں پر فسانے ہیں

◉

گوشۂ صبر وقناعت ہی میں اب محفوظ ہوں
شہد سے محروم ہوں تو زہر سے محفوظ ہوں
گو حریفوں کی نظر میں رنگ پھیکا ہو مرا
نرگسِ مستانۂ ساقی کا میں ملحوظ ہوں

◉

پاس کالج کے جو ہیں ووٹ طلب کرتے ہیں
پاس مسجد کے جو ہیں طاعت رب کرتے ہیں

عشوہ ہائے عجمی کے وہ ہوئے ہیں کشتہ
یہ رخ سادگی طرزِ عرب کرتے ہیں
ان کو ہے لمینڈ و وہسکی کی ضرورت اور یہ
رفع پانی سے فقط خشکیِ لب کرتے ہیں
پھیلتے وہ ہیں کہ اغیار سے جوڑیں رشتہ
یہ ہیں سمٹے ہوئے اور حفظ نسب کرتے ہیں
وقت کو دیکھ کے اب آپ ہی انصاف کریں
وہ ستم کرتے ہیں یا آپ غضب کرتے ہیں

⊙

تعلیم یافتہ ہوں اور نیک بخت بھی ہوں
تم سے رہیں ملائم شیطاں پہ سخت بھی ہوں
قرآن ہی کرے گا ان بیبیوں کو پیدا
پاکیزہ تخم جب ہوں عمدہ درخت بھی ہوں

⊙

جج نے پیش کمیشن کہہ دیا اظہار میں
تو تم کالج میں اور اس کی زندگی اخبار میں
شوہر افسردہ پڑے ہیں اور مرید آوارہ ہیں
بیبیاں اسکول میں ہیں شیخ جی دربار میں

◉

ہر خاک کے پتلے کو ابھارا ہے فلک نے
یکتائی کے اظہار میں مست اہلِ زمیں ہیں
ہر اک کو یہ دعویٰ ہے کہ ہم بھی ہیں کوئی چیز
اور ہم کو ہے یہ ناز کہ ہم کچھ بھی نہیں ہیں

◉

مرے عمل سے نہ شیخ خوش ہیں نہ بھائی خوش ہیں نہ باپ خوش ہیں
مگر میں سمجھا ہوں اس کو اچھا دلیل یہ ہے کہ آپ خوش ہیں
جو دیکھا سائنس کا یہ چکر دھرم پکارا کہ اے برادر
ہمارے دور میں پُن مگن تھے تمہارے دور میں پاپ خوش ہیں

◉

حاکمِ دل بن گئی ہیں یہ تھیئٹر والیاں
میں لگاؤں گا گلِ داغِ جگر کی ڈالیاں
ضبط کے جامے کے بخیے ٹوٹتے ہیں دوستو
ہائے یہ بیلیں، کشیدے اور ایسی جالیاں
حور مستقبل پری ماضی مگر یہ حال ہیں
ذی وفردا کیا کروں پاؤں جو یہ خوش حالیاں
آسماں سے کیا غرض جب ہے زمیں پر یہ چمک
ماہ وانجم سے ہیں بڑھ کر ان کے بُندے بالیاں

فول وہ کہتی ہیں مجھ کو میں انھیں سمجھا ہوں پھول
ہیں گلِ رنگیں سے بہتر ان گلوں کی گالیاں

◉

کچھ سمجھ میں نہیں آتا یہ طلسمِ ہستی
اس کی قدرت کے کرشمے بھی عجب ہوتے ہیں
جان جب خاک میں پڑتی ہے تو ہوتی ہے خوشی
خاک جب خاک میں ملتی ہے تو سب روتے ہیں

◉

مجھ کو حیرت ہے کہ ہیں یہ کس گرو کی چیلیاں
حشر برپا کر رہی ہیں مغربی البیلیاں
لطفِ آزادی کی دل میں بڑھ گئی ہے چاشنی
اب تو شیشے میں اترنے کی نہیں یہ جیلیاں
اپنے ہاتھوں اپنے سانچے کا کرے گی بندوبست
یہ نہیں وہ گڑ کہ تم ان کی بناؤ بھیلیاں

◉

کچھ غرض اور ہے احباب نہ اس شک میں رہیں
بس یہ ہے شوق کہ پبلک کی جھکا جھک میں رہیں
نہیں منظور نمازوں میں گزاریں راتیں
ہاں کمیٹی ہو تو الجھے ہوئے بک بک میں رہیں

نغمۂ مرغِ سحر سے نہیں انجن کو غرض
پیٹ انگاروں سے بھر دیجیے بھک بھک میں رہیں

⊙

پلپلا جب کمپ کے چکر میں انھیں سب کا شریک
رشک جاتا رہا اس پر کہ بڑے عالم ہیں
صبر و آزادی و طاعت کے مزے لو اکبرؔ
ان کی راہوں پہ انھیں چھوڑ دو جو حاکم ہیں

⊙

ہم کو نئی روش کے حلقے جکڑ رہے ہیں
باتیں تو بن رہی ہیں اور گھر بگڑ رہے ہیں
ذاتی ترقیاں ہیں قومی ہے یا تنزل
گر ہیں یہ کھل رہی ہیں یا پیچ پڑ رہے ہیں
ٹانکے وہ لگ رہے ہیں جو کروٹوں میں ٹوٹیں
بخیے جو فطرتی تھے وہ اب ادھڑ رہے ہیں
سطحِ زمیں سے پوچھو کیا مل رہا ہے اس کو
نظروں میں پھلجھڑی سے گو پھول جھڑ رہے ہیں
چلتی تو ہیں زبانیں اور بھرتے ہیں شکم بھی
لیکن امید کیا ہو جب دل اجڑ رہے ہیں

یہ زیور معانی کس کی کریں گے زینت
لفظوں کے یہ نگینے کیوں آپ جڑ رہے ہیں

⊙

ترقی کی نئی راہیں جو زیرِ آسماں نکلیں
میاں مسجد سے نکلے اور حرم سے بیبیاں نکلیں
مصیبت میں بھی اب یادِ خدا آتی نہیں ان کو
دعا منہ سے نہ نکلی پاکٹوں سے عرضیاں نکلیں

⊙

سکھاتے ہیں جو اغیار اب اسی کے دل سے شیدا ہیں
نہ جانا یہ کہ ہم کیا ہیں یہی سمجھے کہ وہ کیا ہیں
خرابی، بے اصولی، تفرقہ، اس کا نتیجہ ہے
تماشائی ہیں وہ ان کے لیے ہم اک تماشا ہیں

⊙

ہماری حالت کو کچھ نہ پوچھو کہ آج کل کیسی ہو گئی ہے
پچھاڑیں کھاتے ہیں لوٹتے ہیں پکڑتے ہیں شیخ جی کا دامن
مگر مشینیں جو چل رہی ہیں انھیں میں الجھے گھسٹ رہے ہیں
فعول فعلن فعول فعلن فعول فعلن فعول فعلن

⊙

وہ فقط وضع کے کشتہ ہیں نہیں قید کچھ اور
بھینس کو گون پہنا دیجیے عاشق ہو جائیں

⊙

طعنے سنتے ہیں مگر شعر کہے جاتے ہیں
داد کے شوق میں بیداد سہے جاتے ہیں
رزولیوشن ہی کے تختے کا سہارا ہے فقط
بحرِ تدبیر ترقی میں بہے جاتے ہیں
ملک الموت نے نوٹس نہ دیا تھا افسوس
اس کمیٹی کے بہت کام رہے جاتے ہیں
آپ فرماتے ہیں ہو لہر ترقی کی تو آ
موجیں کہتی ہیں کہ یہ خود ہی بہے جاتے ہیں

⊙

گرجا میں لاٹ صاحب مسجد میں شیخ صاحب
بدھو فلاسوفی کے کمرے میں سڑ رہے ہیں
خاک اڑ رہی ہے گھر میں ڈیوڑھی میں غل مچا ہے
مذہب کے ہیں مخالف بھائی سے لڑ رہے ہیں

⊙

تعلیم لڑکیوں کی ضروری تو ہے مگر
خاتون خانہ ہوں وہ سبھا کی پری نہ ہوں
ذی علم و متقی ہوں جو ہوں ان کے منتظم
استاد اچھے ہوں مگر استاد جی نہ ہوں

⊙

یہ لیڈر خود ہی مضطر ہیں مگر عشوے دکھاتے ہیں
جو شخصی زندگی ہے اس کو یہ قومی بتاتے ہیں
بجز الفاظ کے حاوی نہیں کُلّی پہ کام ان کے
یہ خود جزئی ہیں لیکن گیت کُلّی کا سناتے ہیں

⊙

اللہ نے کہا ہے تم زیرِ امتحاں ہو
ہم جانتے ہیں بس ہم دنیا کے ممتحن ہیں
خود نفس کے ہیں تابع تقویٰ سے بے تعلق
اوروں پہ نکتہ چینی میں غرق رات دن ہیں

⊙

خانہ جنگی ہی میں حضرتِ مرد ہیں
عیب جوئی کے ہنر میں فرد ہیں

اپنوں ہی کے واسطے ہیں شعلہ خو
سامنے غیروں کے بالکل سرد ہیں

◉

ادھر جوانوں کو ہے یہ سودا کہ سیرِ بازار اُنہیں کرائیں
ادھر خواتین خلوت آرا ہنوز مست اپنی نوج میں ہیں
مگر یہ قیدِ حرم کہاں تک حجاب کے دن نقاب کب تک
کہ گبرو ترسا کی لیڈیاں بھی شریک واعظ کی فوج میں ہیں

◉

سوئے مسجد اس نئی تہذیب کی راہ اب کہاں
تھینک یو میں صرف ہیں الحمد للہ اب کہاں
ہم غریبوں ہی کو لازم ہے توجہ اس طرف
التفاتِ صاحبانِ شوکت و جاہ اب کہاں
بزمِ آخر میں مراقب میں جو تھے درویش دوست
شوق ہے دربار کا وہ ذوق درگاہ اب کہاں

◉

مرے نزدیک تو بے اصل یہ اشکال ظاہر ہیں
جو اچھے ہیں وہ مومن ہیں برے جو ہیں وہ کافر ہیں
وہی ہیں پاک طینت لو لگی ہے جن کی خالق سے
نہیں ہے شرک کی جن میں نجاست بس وہ طاہر ہیں

⊙

اللہ کو جگہ دے تو اپنے دل میں اکبر
اللہ خود ہی دے گا تجھ کو جگہ دلوں میں

اللہ ہی کو سمجھو مقصودِ علم و دانش
اللہ ہی کو چاہو مستی کی منزلوں میں

خوف ورجا سے دیکھو ہر دم اسی کی جانب
فطرت کے منظروں میں طاعت کے سلسلوں میں

کرتے ہو ساتھ ادب کے جب ذکر تم خدا کا
ہوتے ہیں خوش ملائک بھی اپنی محفلوں میں

جو دین کے ہیں عالم راہ خدا کے ہادی
تم سمجھو خود کو ناقص بس وہ ہیں کاملوں میں

مسلم شریکِ ملت ہو بھی جو لغزشوں میں
کم وقت اپنا کاٹو طعنوں میں اور گلوں میں

شامل تمہاری صف میں طاقت ہے وہ تمہاری
کافی ہے یہ نہیں ہے وہ حق کے مطلبوں میں

رحماء بینہم پر رکھو نظر ہمیشہ
ہر چند یہ طریقہ ہے سخت مشکلوں میں

ہنگامہ جو ہے شوقِ اعزاز و فکر روزی
کوشش کرو مگر تم شامل ہو عاقلوں میں

اک بات ہم نے کہہ دی ورنہ یہ وقت وہ ہے
تم بھی ہو زخمیوں میں ہم بھی ہیں بسملوں میں

⊙

اک طرف تمکین ہے اور بے قراری اک طرف
انتظامِ طبعِ انساں ہے خدا کے ہاتھ میں
ہے وہی دیوار میں مٹی بگولے میں جو ہے
نیو کے پنجے میں وہ ہے یہ ہوا کے ہاتھ میں

⊙

بے جا ہو اعتراض تو اس پر بھی ہیں خموش
گو دل ہی دل میں غصے سے بھنتے بھی خوب ہیں
کہتے ہیں خوب حضرتِ اکبر شک اس میں کیا
لیکن میں دیکھتا ہوں کہ سنتے بھی خوب ہیں

⊙

آدم چھٹے بہشت سے گیہوں کے واسطے
مسجد سے ہم نکل گئے بسکٹ کی چاٹ میں
صاحب سلامت اب بھی مری شیخ جی سے ہے
لیکن چھٹے چھ ماہے وہی راہ باٹ میں

⊙

خانقاہوں کے کُھلیں در کس طرح
ہیں کواڑ اب تنگ اپنی چول میں
حکمِ گردوں ہے کہ حلقے چھوڑ دو
یا پرس میں جاؤ یا اسکول میں

⊙

گردوں نے ہم کو اس کا لقمہ بنا دیا ہے
تہذیب مغربی کے معدے میں ہم پڑے ہیں
شخصیتیں جو اکثر تم دیکھتے ہو باقی
کیلوس ہو رہا ہے لقمے بڑے بڑے ہیں
اللہ نے جو چاہا ہم ہضم ہی نہ ہوں گے
توحید اور قناعت کے پاسباں کھڑے ہیں
البتہ ان کی نسبت کچھ رائے میں نہ دوں گا
جو اس سے خون ملنے کی آس پر اڑے ہیں

⊙

مناسب ہے نئی تعلیمِ نسواں
یہی رہ آپ اب بے رد و کد لیں
سمجھ لیں لاکھ باتوں کی یہ اک بات
میاں بدلے تو بی بی کیوں نہ بدلیں

◉

کفر پر غصہ نہیں فطرت پہ کچھ حیرت نہیں
خانہ جنگی کے سوا بس اور کچھ رغبت نہیں
قوتِ انشاء کو آخر صرف کرنا ہے ضرور
کیا کریں زورِ قلم ہے اور کچھ طاقت نہیں

◉

سنیں تو آپ قناعت کے غل مچانے کو
وہ کہہ رہی ہے نہ چھوڑ و غریب خانے کو
تمہاری حرص بدل کر تمہیں کرے گی ہلاک
ہمارا صبر بدل دے گا اس زمانے کو

◉

دنیا کو نہ کاغذ نہ خبر میں دیکھو
اپنے فردا میں اپنے گھر میں دیکھو
الفاظ کی شوکت و نزاکت پہ نہ جاؤ
قائل کو قول کے اثر میں دیکھو

◉

اپنی محنت کو اپنا آنر سمجھو
اپنے پاؤں کو اپنا موٹر سمجھو

صحت اچھی تو ہر جگہ ہے آرام
اپنے ہی بدن کو اپنا تم گھر سمجھو
اے بیبیو! شرم ہی کو تم سمجھو حسن
اور اپنے ہنر کو اپنا زیور سمجھو
بی بی میں جو طرزِ مغربی ہو تو کہو
احسان ہے یہ جو مجھ کو شوہر سمجھو
دست اندازی پولس کی ہو جس میں روا
ہرگز نہ اسے کلامِ اکبر سمجھو

⊙

کون کہتا ہے کہ تعلیمِ زناں خوب نہیں
ایک ہی بات فقط کہنا ہے یاں حکمت کو
دو اسے شوہر و اطفال کی خاطر تعلیم
قوم کے واسطے تعلیم نہ دو عورت کو

⊙

سب سعی میں مصروف ہیں حاصل کی نہ پوچھو
مغرب کے خضر ساتھ ہیں منزل کی نہ پوچھو
ہے بحرِ مباحث میں رواں کشتیِ امید
لہروں کی لچک دیکھ لو ساحل کی نہ پوچھو

⦿

منزلِ گور تک پہنچنا ہے
خواہ چھکڑا ہو خواہ موٹر ہو

⦿

زمیں سے فیض نامحدود کا کیونکر تحمل ہو
ترقی دنیوی یہ ہے کہ اوروں کو تنزل ہو
یہی بنیاد ہے دنیا میں جور و ظلم و غفلت کی
تو اس سے محترز رہنے میں کیوں تجھ کو تامل ہو
طلب دنیا کی کر اتنی کہ طاعت ہو سکے رب کی
مصیبت ہے یہ شرط اس میں کہ شوکت ہو تجمل ہو
حکومت کی طلب کا بھی یہی مقصود ہے اصلی
کہ روحانی طریقوں سے خلائق کو توسل ہو
ترقی ہے جو روحانی وہی ممدوح ہے اکبرؔ
کہ ہو ہر جزو کو آسودگی کو شرکتِ کل ہو

⦿

وزن نا محدود میزانِ نظر میں خوب ہے
نام کی خاطر تشکر تولہ ماشا کیوں بنو
دینِ حق ہے آنکھ زینت ہے تماشائے جہاں
تم تماشائی رہو اکبرؔ تماشا کیوں بنو

⊙

خواہ صاحب کو تم سلام کرو
خواہ مندر میں رام رام کرو
بھائی جی کا فقط یہ مطلب ہے
جس میں روپیہ ملے وہ کام کرو

⊙

پڑھ دیا اکبرِ مغموم نے یہ شعرِ بلیغ
جب کہا اس سے کہ اس بزم میں کچھ تم بھی کہو
چین کے ساتھ ہم اس وقت بھی رہ سکتے ہیں
شرط یہ ہے کہ فقط پیٹ ہو اور آنکھ نہ ہو

⊙

اک دل لگی ہے وقت گزرنے کے واسطے
دیکھو تو ممبروں کے ذرا ہیر پھیر کو
ایسی کمیٹیوں سے ہے پھل کا امیدوار
اکبر درخت سمجھا ہے پتوں کے ڈھیر کو

⊙

مذہب کی لیپ پوت سے دبتی نہیں ہے عقل
بس عشق ہی مٹاتا ہے اس کی کرید کو

دینِ خدا کے نور کا جلوہ نصیب ہو
دل کی نگاہ پائے جو وحدت کے بھید کو

⊙

رنگ زمانہ طرزِ طبائع کا بھی ہے پاس
تقویٰ کا گو خیال بہت ہے جناب کو
مرعوب ہوگئے ہیں ولایت سے شیخ جی
اب صرف منع کرتے ہیں دیسی شراب کو

⊙

اس کو سنتا ہوں اس پہ جھکتا ہوں
کوئی دعویٰ ہو یا کوئی درگاہ
ایک اور دو مگر زباں پہ ہے
دل میں ہے لا الہ الا اللہ

⊙

لباس واتحاد و دین و غیرت ایک لقمے ہیں
نئی تہذیب کا یہ پیٹ ہے یارب کہ مٹکا ہے

⊙

پڑھے اس جا جہاں تاثیرِ ملت جا نہیں سکتی
بسے اس جا کہ آوازِ اذاں بھی آ نہیں سکتی

تمہیں کو ناز ہو اے نوجوانو اس طریقے پر
مری امید تو نغمہ خوشی کا گا نہیں سکتی

⊙

انساں کا علم کامل سابق میں تھا نہ اب ہے
لیکن نئی طرح کا اک بحر بہہ رہا ہے
مرزا غریب چپ ہیں ان کی کتاب ردّی
بدھوا کڑ رہے ہیں صاحب نے یہ کہا ہے

⊙

محوِ اضافہ وہ بتِ کھوٹ پرست ہے
کہتا ہے آخرت کا یہی بندوبست ہے
اپنے عیوب پر تو ذرا بھی نظر نہیں
اوروں پہ اعتراض میں ہر وقت مست ہے

⊙

نئی تہذیب کی عورت میں کہاں دین کی قید
بے حجابی جو ہو اس میں تو قباحت کیا ہے
نور اسلام نے سمجھا تھا مناسب پردہ
شمعِ خاموش کو فانوس کی حاجت کیا ہے

⊙

جناب ہی کو مناسب ہے یہ سول لائن
نیاز مند کو تو شہر ہی میں راحت ہے
زمانہ ہے کہ وہ دشمن ہے صاف گوئی کا
زبان ہے کہ نہیں مانتی مصیبت ہے

⊙

مرغی نے کہا خوب کسی کمپ میں لٹ کے
انڈا وہی اچھا ہے کہ بچا جسے کھٹ کے
دیوارِ شکستہ نے ترقی کی دعا کی
گردوں کی عنایت سے سڑک بن گئی کھٹکے

⊙

کیوں اپنے سر پہ زحمتِ بے سود لیجیے
کونسل کے بدلے گھر میں اچھل کود لیجیے
کھاپی کے گھر میں بیٹھیے اور گایئے بھجن
کاشی سے جل، پراگ سے امرود لیجیے
ہو وضع اپنے دیس کی مال اپنے دیس کا
بہتر ہے راہ منزلِ بہبود لیجیے

⊙

ہوائے کوچہ مشرق کی موجیں یاد ہیں ہم کو
وہی تھی منزلِ راحت وہی رفتار اچھی تھی
نئی محفل کی نکٹائی تو گویا طوقِ گردن ہے
وہی بت خانہ بہتر تھا وہی زنار اچھی تھی

⊙

شوخی یہ لیڈروں کی یہ ملت کی ابتری
تاریک شب میں کشمکشِ برق و ابر ہے
محفوظ مثلِ انجمِ تاباں ہیں وہ بزرگ
ذوقِ صلوٰۃ جن کو ہے اور تابِ صبر ہے

⊙

ہر چند کہ ہے مس کا لونڈر بھی بہت خوب
بیگم کا مگر عطرِ حنا اور ہی کچھ ہے
سائے کی بھی سن سن ہوس انگیز ہے لیکن
اس شوخ کے گھونگھرو کی صدا اور ہی کچھ ہے

⊙

ان عزیزوں کا عمل اکبر محلِ غور ہے
کہہ رہے کچھ اور ہیں اور ہو رہا کچھ اور ہے

آفشل حالت پہ ہے ان کا مدارِ زندگی
مذہبی ترکیب باقی ہے نہ سوشل طور ہے
قیمتِ کوثر سے بڑھ کے دیتے ہیں ٹھرے کے دام
بے حسی کا مے کدہ ہے غفلتوں کا دور ہے

⊙

دل اس کے ساتھ ہے کہ خدا جس کے ساتھ ہے
لیکن خبر نہیں کہ خدا کس کے ساتھ ہے
البتہ پیشِ چشم ہے قانونِ عافیت
جو نیک اور شریف ہے وہ اس کے ساتھ ہے

⊙

مل کا آٹا ہے نل کا پانی ہے
آب و دانے کی حکمرانی ہے
اک ادا سے کہا مِسوں نے 'کم آن'
تیر کی مجھ میں اب روانی ہے

⊙

مشرق میں ولادت پر راضی نہ تھے یہ بندے
چارا ہی مگر کیا تھا فطرت جو یہاں جن دے
جب چاند کی چالاکی کی گھٹ بڑھ میں نظر آئی
تقدیر نے چمکایا سورج نے دیے چندے

جو جس کے مناسب تھا گردوں نے کیا پیدا
یاروں کے لیے عہدے چڑیوں کے لیے پھندے
خم ہو کے ہلال آیا گردوں نے کہا حضرت
ہو جائیے گا فربہ چکر تو لگیں چندے

⊙

میزانِ نظر میں اپنی قوت تو لے
خالی الفاظ کی دکاں کیوں کھولے
اللہ کو مان لے دلیلیں کیسی
اکبؔر سے کہو خود تو ثابت ہو لے

⊙

حکومت اس کی، اسی کی مرضی، اسی کے سب کام اور دھندے
کہاں کے انگلش، کہاں کے نیٹو، خدا کی دنیا، خدا کے بندے

⊙

عجیب معنیِ نازک ہیں اس مقولے میں
نظر وسیع جو ہو بندگی میں شاہی ہے
خدا کے ساتھ نہیں ہو تو کچھ نہیں ہو تم
خدا کے ساتھ اگر ہو تو پھر خدا ہی ہے

⊙

واقف ہوں ان بتوں کے مکروفریب سے میں
سب ہیں یہ دل کے پتھر اور آنکھ کے رسیلے

⊙

یہ سڑک کس سمت میں آخر نکالی جائے گی
آنے والی نسل کس سانچے میں ڈھالی جائے گی
نفس کی جو ہیں ترنگیں ان میں ہے گو ایک جوش
تا کجا لیکن یہ موجِ خوش مقالی جائے گی
جھاڑ کر دامن الگ ہو جائیں خاصانِ طریق
ورنہ یہ توفیق بھی دل سے اٹھا لی جائے گی
خود پرستوں کو مبارک ہو یہ ایوانِ رفیع
دل شکستوں میں کوئی مسجد بنالی جائے گی
ان ستونوں سے نہ سنبھلے گی تری سقفِ حرم
خطِ ترسا پر اگر بنیاد ڈالی جائے گی

⊙

میری نسبت جو ہوا ارشاد وہ میں نے سنا
یہ تو کہیے اپنی نسبت آپ کی کیا رائے ہے

⊙

اے شوقِ وضعِ مغربی در ما فگندی ابتری
ہر چند مشقت مکینم لیکن تو زاں بالاتری
شنخم شہیدِ جلوہ ہا افتادہ در کمپ شما
باشد کہ از بہر خدا سوئے شہیداں بنگری
سحرِ نگاہت نازِ من مرکوز طبیعت رازِ من
ہر نغمہ ات بر سازِ من حقا عجائب دلبری
تو سینہ گشتی دل شدم ٹیچر شدی پیوپل شدم
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری
ہر چند باتو بستہ ام از طعن اکبر خستہ ام
للہ لطفے خاص کن پیدا بحقِ نیچری
آں را کہ تا جر دیدہ ای تا زی از و بشنیدہ ای
شد نوکریٔ فن پدر اردو زبانِ مادری
اے بانوِ خلوت نشیں تا گے بہ قید آن و ایں
از پردہ بیروں آو بیں نازِ زنانِ لشکری

⊙

اعزاز بڑھ گیا ہے آرام گھٹ گیا ہے
خدمت میں ہے وہ لیزی اور ناچنے کو ریڈی

تعلیم کی خرابی سے ہوگئی بالآخر
شوہر پرست بی بی پبلک پسند لیڈی

⊙

آپ اکبر لاکھ مشق خوش کلامی کیجیے
کتنا ہی اظہارِ اعزازِ دوامی کیجیے
دوستی کی آپ سے فرصت نہیں اس شوخ کو
یا کھِسکیے سامنے سے یا غلامی کیجیے

⊙

کہاں ہم میں جماعت اور طاعت
شکستہ ہوگئے سابق کے رشتے
نہیں ہے کچھ شکایت لیڈروں کی
کہ جیسی روح ہے ویسے فرشتے

⊙

کل برگد تھا جن کا براتی
ان کی قبر پہ پھول نہ پاتی
عبرت ہے یہ دوہا گاتی
سَتّر پوت بہتّر ناتی

⊙

ہندو کے اتفاق کو گنگا ہی گائے ہے
مرزا کے اتفاق کو مجلس کی ہائے ہے
البتہ شیخ جی کا کوئی مرکز اب نہیں
ہر پیر ہر جواں کی جدا گانہ رائے ہے

⊙

لات وعزّیٰ سے چھٹے تو زید و خالد میں پھنسے
فائدہ کیا خلق کو پہنچا درِ اسلام سے
انتظامِ دہر کہتا ہے کہ یہ اک بھید ہے
کام رکھ تو اپنے دل میں بس خدا کے نام سے

⊙

تصویر اصل سے نہیں رکھتی مطابقت
تصویر ادھر کھنچی اور ادھر تم بدل گئے
تصویر بیں کی فانی و ماضی پہ ہے نگاہ
ذرّاتِ جسمِ حال کے سانچے میں ڈھل گئے

⊙

جو پوچھا مجھ سے دورِ چرخ نے کیا تو مسلماں ہے
میں گھبرایا کہ اس دریافت میں کیا رمز پنہاں ہے

کروں اقرار تو شاید یہ بے مہری کرے مجھ سے
اگر انکار کرتا ہوں تو خوفِ قہرِ یزداں ہے
بالآخر کہہ دیا میں نے کہ گو مسلم تو ہے بندہ
ولیکن مولوی ہرگز نہیں ہے خانساماں ہے

⊙

سکّہ بٹھا رہا تھا قرآن جب عرب پر
اس وقت پڑ رہی تھی بنیاد سلطنت کی
اس وقت میں ہو موزوں کیا مذہبی ترانہ
جب پاؤں شیخ کا ہے اور لے ہے ان کی گت کی

⊙

میرے فراغِ دل پہ تعجب نہ کیجیے
پھیلے نہ پاؤں ہیں نہ ذرا اپنا ہاتھ ہے
کیا آپ نے ہنوز کسی سے سنا نہیں
جس نے کیا ہے صبر خدا اس کے ساتھ ہے

⊙

وجد میں لائے گا یہ مضمون اہلِ ذوق کو
دھوم تھی روزِ ازل اس سیّدِ ذی جاہ کی
جب رُکے آثارِ فطرت کہہ کے حرفِ لا الٰہ
نورِ احمد سے اٹھی آواز اِلاّ اللہ کی

⊙

عشاق کو بھی مالِ تجارت سمجھ لیا
اس قہر کو ملاحظہ للہ کیجیے
بھرتے ہیں میری آہ کو فوٹوگراف میں
کہتے ہیں فیس لیجیے اور آہ کیجیے

⊙

ہستی ہے خوب اکبر نا خوب یہ خودی ہے
دونوں میں فرق کرنا عرفان بس یہی ہے
نفیِ خودی میں لیکن ہستی کا حس ہو جس کو
کتنی قوی بظاہر یہ بحثِ فلسفی ہے
کیونکر جہان صورت اس مسئلے کو سمجھے
یہ عالمِ معانی بالائے زندگی ہے
ہوش و حواس گم ہیں لیکن زبانِ عارف
توحید کا مزا ان لفظوں میں لے رہی ہے

⊙

یہی بحثیں رہیں سب میں وہ کیسے ہیں وہ کیسے تھے
یہی سنتے ہوئے گزری وہ ایسے ہیں وہ ایسے تھے
عمل اوروں ہی کے دیکھا کیے یہ نیک یہ بد ہیں
ترقی خود نہ کی کچھ رہ گئے ویسے کہ جیسے تھے

⊙

پاسِ انفاس ہو اگر ملحوظ
ہر نفس راہِ کامرانی ہے
سانس لینے کا ورنہ کیا حاصل
صرف اک شغلِ زندگانی ہے

⊙

عاشقی ان کی نہیں ہے عقل سے بالکل جدا
اہلِ دل وہ بھی ہیں لیکن دل بدن کے ساتھ ہے
وہ نہیں ہیں میرے چاکِ جیب و داماں میں شریک
ہے جنوں ان کو بھی لیکن پیرہن کے ساتھ ہے
آہوئے رعنائے دشت ہو کے وہ قائل نہیں
آنکھ ان کی آہوئے دشتِ ختن کے ساتھ
مجھ کو الجھانے کو کافی ہوگئی سنبل کی شان
جوشِ سودا ان کا زلفِ پرشکن کے ساتھ ہے
وہ نہیں تو کچھ نہیں باتیں ہی باتیں ہیں فقط
ہر زباں اپنے جدا طرزِ سخن کے ساتھ ہے

⊙

جس نے یہ بات کسی اور طرح جانی ہے
اس کے نزدیک یہ بے مثل ہے لاثانی ہے

جس نے اشعار ہی میں رنگِ تصوف دیکھا
وہ بھی کہہ دے گا یہ اک رندیِ روحانی ہے

⊙

بس اتنی بات ہے سامع میں ہو مذاقِ سخن
مجال کیا کہ مرے شعر پر اچھل نہ پڑے
اب اپنے وعظ میں دنیا سے دل کسی کا نہ پھیر
قلی گدام کی بھرتی میں تا خلل نہ پڑے

⊙

خوب اک ناصحِ مشفق نے یہ ارشاد کیا
بزم میں اس نے تعلّی جو کل اکبر کی سنی
نہ تری فوج نہ شاگرد نہ پیر اور نہ مرید
نہ تو ارجن ہے نہ سقراطؔ رشی ہے نہ منی
کس نگیں پر ہیں ترے نقش کے آثار عیاں
نوٹ بک تیری شکستہ تری پنسل ہے گھنی
فکر سے ذکر سے عبرت سے تجھے کام نہیں
واہ وا کے لیے لفظوں کی دکاں تو نے چنی
طبع میں تیری وہی خامیِ حرصِ دنیا
آتشِ خوفِ خدا سے نہ جلی ہے نہ بھنی

خود پرستی ہے بہت خلق کی خدمت کم ہے
دل دہی کم ہے تو ہے دل شکنی چار گنی
تکیہ بر جائے بزرگاں نتواں زد بگزاف
مگر اسبابِ بزرگی ہمہ آمادہ کنی

⊙

کتنا ہی ذوقِ سخن سازِ سخن ٹھیک کرے
کتنی ہی کوئی کسی امر کی تحریک کرے
میں تو کہتا ہوں یہی اور کہوں گا بھی یہی
بات وہ خوب جو اللہ کے نزدیک کرے

⊙

کب کہتا ہوں میں شیخ معزز نہ رہیں گے
البتہ یہ ہے خوف کہ مرکز نہ رہیں گے
سچ کہتا تھا معمار کسی وقت میں اکبرؔ
اٹھا دو فٹہ اب یہ مرے گز نہ رہیں گے

⊙

مادہ سب ہی میں ہو یہ اک خیالِ خام ہے
اک مذاقِ طبع ہے جس کا تصوف نام ہے
وہ تو ہے معذور جس کے دل میں اس کا ذوق ہو
اس سے خالی جس کا دل ہو اس پہ کیا الزام ہے

⊙

تعلّیوں کو طبیعت رجکٹ کرتی ہے
جو دل شکستہ ہیں ان کو سلکٹ کرتی ہے
ملا ہوں خاک میں خود اس سبب سے میری نظر
گرا کے قصر بگولے ارکٹ کرتی ہے

⊙

محنت کی فکر ادھر ہے تردّد ہے کام کا
دل میں ادھر ترنگ بھی ہے خودسری بھی ہے
صنعت بھی محوِ سعی ہے فطرت بھی مستِ ناز
باغِ جہاں میں بیل بھی ہے تیتری بھی ہے

⊙

کہاں اردو و ہندی میں زرِ نقد
وہی اچھا ہے جو گنتا منی ہے
مرے نزدیک تو بے سود یہ بحث
میاں ہمدم نہیں، چنتا منی ہے

⊙

حامی میں تصوف کا دل وجاں سے ہوں لیکن
ارواح پرستی کو تصوف نہیں کہتے

دنیا کی مجھے فکر ہے غم اس کا نہیں ہے
سن لو کہ تردّد کو تاسّف نہیں کہتے
پاکیزہ ہوا ڈھونڈھتا ہوں سانس کی خاطر
اس شوقِ صفائی کو تکلف نہیں کہتے

⊙

پارک میں زردے کے مالی سے گلِ بے بُو لیا
مال ضائع کرنے کا تم کو ہے مالیخولیا
شیخ کے دامن کو اکبر نے دیا بوسہ جو کل
ہم نے برکت کے لیے اک مِس کا سایہ چھو لیا

⊙

قوم پر ممبری کا فَیر ہوا
کل جو اپنا تھا آج غیر ہوا
شیخ جی مر گئے کمیٹی میں
غل مچا خاتمہ بخیر ہوا

⊙

اک پیر نے تہذیب سے لڑکے کو ابھارا
اک پیر نے تعلیم سے لڑکی کو سنوارا
پتلون میں وہ تن گیا یہ سائے میں پھیلی
پاجامہ غرض یہ ہے کہ دونوں نے اتارا

کچھ جوڑ توان میں کے ہوئے بال میں رقصاں
باقی جو تھا گھر ان کا تھا افلاس کا مارا
بہرا وہ بنا کمپ میں یہ بن گئیں آیا
بی بی نہ رہیں جب تو میاں پن بھی سدھارا
دونوں جو کبھی ملتے ہیں گاتے ہیں یہ مصرعہ
آغاز سے بدتر ہے سر انجام ہمارا

⊙

اگرچہ ہے ذوق تمکنت کا لحاظ رکھتا ہوں سلطنت کا
خدا نے قائم کیے ہیں درجے خیال ہے حدِ منزلت کا
زبان کھولوں تو سوچ لوں گا کہ دل کہاں تک ہے اس کا ساتھی
قدم بڑھاؤں تو دیکھ لوں گا جو منتہا ہے مری سکت کا
میں کب ہوں نغماتِ دل سے غافل نہیں ہوں سازوں پہ پھر بھی مائل
برا جو کھنچ جائے گا کوئی سر تو لطف جاتا رہے گا گت کا
وہ قوم کی شرط ہی نہیں ہے زباں کہیں ہے مکاں کہیں ہے
ستون ہی جب نہیں میسر تو کیا دکھاؤں میں ٹھاٹھ چھت کا

⊙

سنوارے خود آپ ہی نے پتلے اور ان میں کنجی لگائی غربی
لگے وہ جب ناچنے اچھلنے کسی کو پھینکا کسی کو پٹکا

(ایک صاحب نے فرمائش کی تھی مگر بعد ملاحظہ خاموش رہے)

⊙

کیوں نہ اپنے دل کو ہو ان سے ملاپ
لاٹ صاحب ہیں ہمارے مائی باپ
ان کے حق میں بھی دعا کرتے ہیں ہم
مندروں میں جب کبھی کرتے ہیں جاپ
ان کی بڑھتی سب مناتے ہیں یہاں
خواہ وہ ہوں، خواہ ہم ہوں، خواہ آپ
ہر طرف سامان ہیں آرام کے
کھل گئی ہے ہر طرف ہر شے کی شاپ
ہو گئے روشن حدودِ آسماں
علم چمکا ہو گئی تاروں کی ناپ
ساری دھرتی دب گئی سائنس سے
لگ گئے پائپ گیا دنیا سے پاپ
حضرتِ واعظ ہیں راضی رقص پر
دیر کیا ہے اب پڑے طبلے پہ تھاپ

⊙

ممبرِ لیگم صفِ مسجد مرا در کار نیست
جان بیما ہو چکا ہے حاجتِ غم خوار نیست

ہم نشینِ من اگر شاعر بنا شد گو مباش
باگزٹ کارست مارا منقبت درکار نیست

⊙

عجب بے تمیزی ہے اس دور کی
زمانے کو دیکھ اور شیو شیو پکار
پپیہے سے کہتے ہیں اب پی کو چھوڑ
ضرورت ترقی کی ہے کیو پکار

⊙

اونٹ نے برگد میں کل گردن اٹھائی تھی ذرا
ہو چکی تھی اس کو کمسریٹ میں اک مدت دراز
وہ یہ سمجھا تھا مسلّم ہیں ہماری نیکیاں
خوش دلی سے آپ فرمائیں گے اس کو سرفراز
منزلِ مقصود اس کی سجدہ گاہِ خلق تھی
وہ تو تھا ایک بارکش اور سالکِ راہِ حجاز
آپ نے ناحق سزاوارِ سزا سمجھا اسے
آپ اسے گردن کشی سمجھے جو تھا اک پاک باز
یا الٰہی ہم غریبوں کا کہاں ہو اب نباہ
بدگماں اشتر سے جب ہیں حضرتِ انجن نواز

⦿

یورپ کو پالسی میں عجلت کی کیا ضرورت
ہے ملتوی قیامت تقسیمِ ایشیا تک

⦿

یکے ذی علم در اسکول روزے فناد از جانب پبلک بدستم
بدو گفتم کہ کفری یا بلائی کہ پیشِ اعتقادات پستم
بگفتا مسلمِ مقبول بودم ولے یک عمر یا ملحد نشستم
جمالِ نیچری درمن اثر کرد وگرنہ من ہماں شیخم کہ ہستم

⦿

نئے بزرگوں کو میں نے جانچا نیا ہی پایا بس ان کا سانچا
اگرچہ شیریں نفس بہت ہیں مگر سراپا وہ کیک ہی ہیں

⦿

تو تلاوت میں ہے مصروف تو پھر کیا یہ خیال
کیوں ہے تجھ سے بتِ سرکش کو تباین بے حد
کیا نہیں تو نے سنا قولِ بزرگاں اے دوست
دیو بگریز و ازاں قوم کہ قرآں خواند

رباعیات

⊙

کیا فرض ہے یہ کہ ہم ڈھٹائی سے رہیں
لازم کیا ہے بلند ادائی سے رہیں
کافی ہے خدا کی یاد اک گوشے میں
روٹی مل جائے اور صفائی سے رہیں

⊙

اس بت نے کہا تو ہے بے علم و خرد
کھول آنکھ زمانے کے موافق ہو جا
آخر میں کھلا کہ اس کا مطلب یہ تھا
اللہ کو چھوڑ مجھ پہ عاشق ہو جا

⊙

آمادہ حریف ہیں ستانے کے لیے
اور دکھ میں شریک ہونے والا نہ رہا
زندہ ہوں تو مجھ پہ ہنسنے والے ہیں بہت
مر جاؤں تو کوئی رونے والا نہ رہا

⊙

عالم نے یہاں قبول درد کو جانا
دیکھا دنیا کو نیک و بد کو جانا
عاقل وہ ہے کہ جس نے ہنگامِ عمل
اپنی قوت کو اپنی حد کو جانا

⊙

اکبؔر اس باب میں نہ کر فکر بہت
منطق کے گھر میں کچھ نہیں اس کا علاج
مذہب کے قبول میں زیادہ ہیں دخیل
سوشل اثرات اور افتاد مزاج

⊙

مذموم ہے رمز و طعنہ و کبر و حسد
رکھو یہ روش کرے جو اللہ مدد
ہم رنگ سے ارتباط با صدق و صفا
بے میل سے احتراز بے کینہ و کد

⊙

آنر کے لیے زبان درازی ہے بری
روٹی نہ ملے تو غل مچانا جائز

اس وقت میں ہے یہی نصیحت اچھی
اس ساز پہ ہے یہی ترانہ جائز

⊙

سمجھیں نہ حضور تھرڈ والوں کو حقیر
انجن تو وہی ہے جس کی ہم سب کو ہے آس
اسٹیشن گور تک ہے یہ فسٹ و سکنڈ
بعد اس کے موافق عمل ہوگا کلاس

⊙

دنیا کی ہوس دھرم کا لیتی ہے جو رنگ
دِقّت ہوتی ہے جاتری ہوتے ہیں تنگ
گنگا جی کا بہاؤ تو یکساں ہے
آفت ہے مگر پراگ والوں کی یہ جنگ

⊙

مذہب کا معاشرت سے ہے ربط کمال
دونوں جو ہوں مختلف تو آرام محال
پہلے یہ مسئلہ سمجھ لیں احباب
بعد اس کے رفارم کا کریں دل میں خیال

⊙

اندازِ سلف کو یک قلم بھولی قوم
ہے سالکِ راہ غیر معمولی قوم
جمعیتِ دین و دل سے کچھ کام نہیں
قومی اسکول ہے اور اسکولی قوم

⊙

میں ہوں یا آپ جناب برہم
دنیا کی روش سے سب ہیں درہم برہم
بے تاب ہے زخم ہائے دل سے مشرق
یا رب تری رحمتیں بنیں اب مرہم

⊙

قرآن و حدیث میں ہے ڈوبا واعظ
چسپاں ہو مگر یہ اس کا مضمون کہاں
گھر پہلے بنا کے خانہ داری سکھلا
ملت ہی نہیں ہے جب تو قانون کہاں

⊙

میں کب کہتا ہوں وہ مسلمان نہیں
سب میں چمکے ہوئے ہیں لاثانی ہیں

میں تو اتنا ہی کر رہا تھا دریافت
قومی ہیں کہ مذہبی کہ روحانی ہیں

⊙

فطری خوبی ہے مبتلا فالج میں
بلبل داخل ہے میوزیکل کالج میں
داخل میں نوائے ساز کی کس کو خبر ہے
رعشہ ہر سر کو ہے مگر خارج میں

⊙

پابند اگرچہ اپنی خواہش کے رہو
لائل سبجکٹ تم برٹش کے رہو
قانون سے فائدہ اٹھانا ہے اگر
حامی نہ کسی خراب سازش کے رہو

⊙

ہے ان کی جبیں اور بتوں کی درگاہ
ہیں شرکِ خفی میں مبتلا شام و پگاہ
کس کو یہ خیال ہے کہ مومن کے لیے
ہیں شرک خفی میں ہے اشد حبا للہ

⊙

منکر کے خیال میں پریشانی ہے
اس کا منشا فقط ہوس رانی ہے
دنیا فانی ہے وقت بھی ہے اس کا مقرر
لیکن نہ سمجھ سکا کہ کیوں فانی ہے

⊙

روشن سینے میں شمعِ ایماں کردے
دل تیری طرف رہے وہ ساماں کردے
دنیا سے ہو بے خبر ترے شوق میں روح
یا رب اکبرؔ پہ زیست آساں کردے

⊙

اک روز بھی تارکِ تگ و دو نہ ہوئے
فارغ از بحث گندم و جو نہ ہوئے
جمعیتِ دل کہاں حریصوں کو نصیب
ننانوے ہی رہے کبھی سو نہ ہوئے

⊙

ہر اک سے سنا نیا فسانہ ہم نے
دیکھا دنیا میں اک زمانہ ہم نے

اوّل یہ تھا کہ واقفیت پہ تھا ناز
آخر یہ کھلا کہ کچھ نہ جانا ہم نے

⦿

ظاہر تری رحمتِ نہفتہ ہو جائے
بیدار ہمارا بختِ خفتہ ہو جائے
کمہلایا ہوا ہے دل ہمارا یا رب
بھیج ایسی ہوا کہ وہ شگفتہ ہو جائے

⦿

ہر ساعت رخت بستہ دنیا میں رہے
مغموم و ملول و خستہ دنیا میں رہے
عاشورہ ہے ہر روز پس از قتلِ حسین
مومن اب دل شکستہ دنیا میں رہے

⦿

دیکھا قدرت کا کارخانہ ہم نے
علمی طاقت کو پست جانا ہم نے
از بسکہ ضرور تھا کوئی طرزِ عمل
نبیوں نے جو کچھ کہا وہ مانا ہم نے

◉

جب نورِ یقیں نہیں بصیرت کیسی
طاقت ہی نہیں دلوں میں ہمت کیسی
اسلام نئی روش میں کیا ہو یک رخ
مسجد ہی نہیں تو پھر جماعت کیسی

مثنویات

دور کوہِ لبِ ساحل سے جو گزری اک موج
کوہ نے اس سے کہا تو نے نہ دیکھا مرا اوج
مجھ سے مل کر تجھے جانا تھا برائے دمِ چند
بولی سالک کبھی کرتے نہیں ساکن کو پسند
ہیں بڑے آپ مگر اپنی جگہ سے ہیں اٹل
اپنی رفتار میں کیا فائدہ ڈالوں میں خلل
ہنس کے اس بحث پہ بولا کسی جانب سے حباب
پوچھیے موج سے ہے بھی اسے رک جانے کی تاب
اپنے بس ہی میں نہیں ہے یہ تعلّی کیسی
اضطراری ہے روش شانِ ارادی کیسی
بہہ گئی موج یہ کہہ کر کہ میں مغرور نہیں
تجھ میں اے کوہ مگر روشنیِ طور نہیں

بلبلا ٹوٹ گیا کوہ بھی خاموش رہا
وہی حیرت رہی دریا کا وہی جوش رہا

⊙

آزادی کا شور مبارک یہ تقلیدی زور مبارک
میرا تو ہے اور ہی منظر میں تو یہ کہتا ہوں اکبر
عارف کو بے ہوشی زیبا عاقل کو خاموشی زیبا

⊙

میں بھی گریجویٹ ہوں تو بھی گریجویٹ
علمی مباحثے ہوں ذرا پاس آ کے لیٹ
دونوں نے پاس کر لیے ہیں سخت امتحاں
ممکن نہیں کہ اب ہو کوئی ہم سے بدگماں
بولی یہ سچ ہے علم بڑھا جہل گھٹ گیا
لیکن یہ کیا خبر ہے کہ شیطان ہٹ گیا

⊙

کہتے تھے سابق میں سُب اوپر خدا نیچے حضور
اس مقولے کو مگر بدلیں گے اب اہلِ شعور
زیرِ پا ہے ریلوے اور سر پہ ہے انجن کی بھاپ
اب یہ کہنا چاہیے نیچے بھی آپ اوپر بھی آپ

⊙

مشرقی کو ہے ذوقِ روحانی
مغربی میں ہے میلِ جسمانی
کہا منصور نے خدا ہوں میں
ڈارون بولے بوزنا ہوں میں
ہنس کے کہنے لگے مرے اک دوست
فکر ہر کس بقدرِ ہمتِ اوست

ووٹ بازی

جب اک بھائی تھے اس منصب پہ ممتاز
تو پھر کیوں آپ نے کی جست و پرواز
کہنے لگے کہ رہنے دیجیے پند
مرا کیا بس مریداں مے پرانند

⊙

درخت جڑ پہ ہے قائم تو استوار بھی ہے
کبھی خزاں ہے اور اس پر کبھی بہار بھی ہے
خلاف اس کے کرے گی خرد جو بے صبری
نہیں اٹھانے کا نیچر حکومتِ جبری

جو کوئی چاہے کہ قائم کرے نئی بنیاد
تو برگ و بار ندارد درخت بھی برباد
بنائے عظمتِ قومی ہے فطرتی اے یار!
اسی بنا سے ہے وابستہ ہر خزاں و بہار
خیال وقعتِ ملت کا جس پہ ہے غالب
طریقِ راحتِ ذاتی کا وہ نہیں طالب
طریقِ حکمتِ تزئیں ہر ایک رنگ میں ہے
نہ سمجھو یہ کہ فقط مغربی ہی ڈھنگ میں ہے
نگاہِ غور کرو سوئے ٹرکی و ایراں
نئی بنا پہ حریفوں نے کر دیا ویراں
تمہارے دل میں یہ کیا وہم کیا گماں آئے
تمہارے جسم میں کیوں دوسرے کی جاں آئے
جو تو نے بھائیوں کا اپنے ساتھ چھوڑ دیا
تو دستگیر نے تیرا بھی ہاتھ چھوڑ دیا
جو بات ٹھیک ہے کہتا ہوں میں اسے کھل کر
کہ سلطنت نہ سہی تم رہو تو مل جل کر

⊙

سمجھا رہے تھے مجھ کو مکٹ کی وہ گردشیں
خود کر رہے تھے تاک کی ٹٹی سے سازشیں

نقشے میں دیکھتا تھا وہ پیتے تھے جامِ مے
میں نے کہا حضور یہ مضموں عجیب ہے
ہیں خود تو مست بادۂ عشرت کے خم سے آپ
الجھا رہے ہیں مجھ کو ستاروں کی دم سے آپ
اللہ رے ارتقائے سگانِ درِ حضور
کل تو سے تم ہوئے تھے ہوئے آج تم سے آپ
بولے کہ اس زمیں میں کوئی اور شعر بھی
میں نے کہا یہ بات مرے ذہن میں بھی تھی
ہنس کر دیا انہوں نے الٹ بحث کا ورق
گانے لگے وہ گیت میں پڑھنے لگا سبق

⊙

خامشی سے نہ تعلق نہ ہے تمکین کا ذوق
اب حسینوں میں بھی پاتا ہوں میں اسپیچ کا شوق
شانِ سابق سے یہ مایوس ہوئے جاتے ہیں
بت جو تھے دَیر میں ناقوس ہوئے جاتے ہیں

⊙

جب نکیرین آئے مری قبر میں بہرِ سوال
میں نے یہ چاہا کہ لکھوادوں انھیں سب اپنا حال

ہاتھ پاکٹ میں جو ڈالا مجھ کو حیرت ہوگئی
یعنی تھی جو نوٹ بک وہ اس سفر میں کھو گئی

کہہ دیا میں نے کہ میں اب ہر طرح معذور ہوں
رہ گئی دنیا میں میری نوٹ بک مجبور ہوں

⦿

منشی کہ کلرک یا زمیندار
لازم ہے کلکٹری کا دیدار
ہنگامہ یہ ووٹ کا فقط ہے
مطلوب ہر اک سے دستخط ہے
ہر سمت مچی ہوئی ہے ہل چل
ہر در پہ یہ شور ہے کہ چل چل
ٹم ٹم ہو کہ گاڑیاں کہ موٹر
جس پر دیکھو لدے ہیں ووٹر
شاہی وہ ہے یا پیمبری ہے
آخر کیا شے یہ ممبری ہے
نیٹو ہے نمود ہی کا محتاج
کونسل تو ہے ان کی ہی جن کا ہے راج
کہتے جاتے ہیں یا الٰہی
سوشل حالت کی ہے تباہی

ہم لوگ جو اس میں پھنس رہے ہیں
اغیار بھی دل میں ہنس رہے ہیں
دراصل نہ دین ہے نہ دنیا
پنجرے میں پھدک رہی ہے منیا
اسکیم کا جھولنا وہ جھولیں
لیکن یہ کیوں اپنی راہ بھولیں

⊙

اچھے اچھے ہیں ووٹ کے شیدا — قوم کے دل میں کھوٹ ہے پیدا
اس کو سمجھیں فرض کفایہ — کیوں نہیں پڑتا عقل کا سایہ
سلف گورنمنٹ' آگے آئی — بھائی بھائی میں ہاتھاپائی
ووٹ کی دھن میں بن گئے پھرکی — پاؤں کا ہوش اب ہے نہ سر کی

⊙

ہاون تو ہے ہوس کا دستہ ہے پالسی کا
لیکن ادھر تصور جاتا نہیں کسی کا
ہے کوفت لیکن اس پر مسرور ہو رہے ہیں
ہر سو اچھل رہے ہیں اور چور ہو رہے ہیں
اس قبلہ رُو جماعت کا انتشار دیکھو
اس باغ میں خزاں کی اکبر بہار دیکھو

لکھے گا کلکِ حسرت دنیا کی ہسٹری میں
اندھیر ہو رہا ہے بجلی کی روشنی میں

◉

یہیں کے پیدا یہیں کی رنگت یہیں کی بولی یہیں کا کھانا
تو پھر تفاوت ہو کیوں سروں میں ہر اک کو بہتر ہے دیس گانا
رہے فرنگی، سو ان کی سیوا ہر ایک پر آپ فرض کر دیں
جو خاص مطلب ہوں اپنے اپنے الگ الگ جا کے عرض کر دیں
جو باہمی بحث ہو تو باہم ہم اس پہ قالِ اقول کر لیں
جو فیصلہ ہو قبول کر لیں جو خار بھی ہو تو پھول کر لیں
برادرانہ محبتیں ہوں، جئیں مزے سے خوشی منائیں
نہیں ہے اس میل کا یہ مطب کہ ہم گورنمنٹ کو ستائیں

◉

نیچر کو ہوئی خواہش زن کی اور نفس نے چاہا رشکِ پری
شیطان نے دی ترغیب کہ ہاں لذت تو ملے زانی ہی سہی
نیچر کی طلب بالکل ہے بجا اور نفس کی خواہش بھی ہے روا
شیطان کا ساتھ البتہ برا اور خوفِ خدا ہے اس کی دوا
نیچر کی تو حد میں تقویٰ ہے اور نفس پہ کچھ الزام نہیں
ہاں ساتھ اگر شیطان کا ہو تو نیک ترا انجام نہیں

⊙

دراصل نفس کی چالاکیاں ہیں گھاتیں ہیں
جو دیکھیے تو دکھاوے کی سب یہ باتیں ہیں
نہ قوم کی تمہیں الفت نہ قوم کا ہے وجود
فقط یہ پولٹیکل انجرات کا ہے صعود
تمہارے سامنے کچھ مغربی ضوابط ہیں
یہ اسم و فعل نہیں ہے فقط روابط ہیں
نہ قوم ساتھ تمہارے نہ تم ہو قوم کے ساتھ
تمہارا پیٹ تمہارا منہ اور تمہارا ہاتھ
خدا پرست کے تیور ہی اور ہوتے ہیں
خطا معاف وہ جوہر ہی اور ہوتے ہیں

⊙

کسی درجے میں دنیا کے اگر کوئی معزز ہے
سمجھتا ہے کہ یہ اعزاز ہی بس میرا مرکز ہے
مگر ایسا سمجھنا ہے سراسر اس کی نادانی
وہ عزت اک تماشا ہے وہ حالت اس کی ہے فانی
پناہِ نفس بیشک ہے مگر مرکز نہیں دِل کا
اسی پر مطمئن رہنا نہیں ہے کام عاقل کا

وہ کہتا ہے کہ دل کیا چیز ہے بس نفس کی خواہش
وہ کہتا ہے کہ باطل کیا فقط اعضاء کی ہے سازش
مگر یہ اس کی نادانی ہے کم فہمی کی ہیں باتیں
یہ بے عقلی کے دن ہیں اور یہ غفلت کی ہیں راتیں
بشر اک نوبتِ ہستی میں جب مایوس ہوتا ہے
حقیقت اپنی تب کھلتی ہے دل محسوس ہوتا ہے
اگر یادِ خدا مرکز ہے تسکیں اس کو ہوتی ہے
وگرنہ بے کسی میں جان اندر تن کے روتی ہے

⊙

ایمان پہ دل ہے قائم جو رہا پیدا ہوئی آخر شکل کوئی
بالکل ہی سکون اس میں جو نہ ہو پھر دائرۂ تحقیق کہاں
ہر بات پہ جس نے شک ہی کیا وہ صرفِ پشانِ باطن تھا
پرکار سے نقش اس وقت بنا اک جزو جب اس کا ساکن تھا

⊙

مخلوق ہی کا محو یہ ہے رب کا ذکر کیا
مطلب ہی کا غلام ہے مذہب کا ذکر کیا
غیرت ہی جب نہیں ہے تو ایمان ہو چکا
انسان ہی نہیں ہے مسلمان ہو چکا

⊙

خس کی یہ معذرت ہے موجوں کیساتھ ہم ہیں
موجیں یہ کہہ رہی ہیں قدرت کے ہاتھ ہم ہیں
دریا رواں ہیں ہرسو چشمے اُبل رہے ہیں
جس راہ لگ گئے ہیں اس راہ چل رہے ہیں

⊙

غم سے عبرت کا نور حاصل ہے
غم نہایت مجلّیِ دل ہے
غم سے مطلب وہ غم جو داغ بنے
نہ وہ جو رسم کا چراغ بنے

⊙

مذہب ہے امرِ قومی سمجھو نہ فعلِ ذاتی
معذور سب ہیں اس میں گنگو ہوں یا وفاقی
شیعہ ہوں خواہ سنی لالہ ہوں یا برہمن
مذہب کو مورثوں سے سب پاتے ہیں عموماً
پولٹیکل ضرورت بیشک تھی اس کی اوّل
اب اس طرف توجہ لازم ہے صرف سوشل
اچھا برا نہ کہہ دو تم مذہبی بنا پر
اخلاق اس کے دیکھو اصلی تو ہے یہ جوہر

تعلیم ہے جو عمدہ صحبت اگر ہے اچھی
پاؤ گے اس کو اچھا طینت اگر ہے اچھی
ناری ہے یا کہ ناجی اس کا بیاں نہیں ہے
سوشل طریق یہ ہے اور وہ تو رازِ دیں ہے

⊙

جناب فاطمہؓ کے مرتبے کا کیا کہنا
ہمیشہ چاہیے ان پر درود خواں رہنا
جناب حیدرؓ کرار کی وہ ہیں بی بی
حسنؓ حسینؓ کی ماں ہیں رسولؐ کی بیٹی

⊙

ذرّے ہیں چند جن کو صنعت ابھارتی ہے
اک خاکِ عبرت آگئیں لیکن پکارتی ہے
اس انجمن میں ہم بھی اک رات جل چکے ہیں
تم شمع بن رہے ہو اور ہم پگھل چکے ہیں

⊙

ہر طرح راحت تھی مجھ کو دانت سے
قافیہ ان کا ملا تھا آنت سے
صحت اب بگڑی تو ان میں درد ہے
اس طرف دیکھو تو معدہ سرد ہے

خوابِ راحت کس کو، کھانا کون کھائے
رات بھر کرتا رہا ہوں ہائے ہائے
درد کے آگے رہا منجن بھی گرد
مصطگی بھی رہ گئی بارودِ سرد

⊙

یوں تو دونوں ہی ہیں مصروف عبادت میں مگر
ایک نکتہ ہے نظر چاہیے جس پر اکبرؔ
اہلِ ظاہر تو فقط حکمِ خدا پاتے ہیں
اہلِ باطن تپش دل کی دوا پاتے ہیں

⊙

بے حد اس بات سے ہوں جلتا　مجھ سے مرا دل نہیں بہلتا
ہے شوق سوسائٹی میں مستی　کیا خاک ہے یہ خدا پرستی
عزلت سے پناہ چاہتا ہوں　گپ شپ ہی کی راہ چاہتا ہوں
اللہ کے واسطے جو ملتے　بے شبہ گلِ مراد کھلتے

⊙

کہاں کا گیان اور دھیان کیسا خدا کہاں کا کہاں کے وشنو
عمل کے بدلے اسی کا غل ہے بہیں و بشنو بہیں و بشنو
صدائے فوٹوگراف بشنو بہیں تماشائے لمپ برقی
زسینہ و دل مجو تجلی خموش کن شمع ہائے شرقی

◉

رہنما باطن کا ہو کوئی خضر یہ خوب ہے
اس خضر پر سب سے لڑنا یہ مگر معیوب ہے
اپنے اپنے خضر سے ہر ایک رکھے دل کو شاد
نام ہے اللہ واحد کا برائے اتحاد

◉

اک اٹھا کشور کشائی کے لیے
ایک اٹھا حق کی صفائی کے لیے
جنگ میں دنیا رہی القصہ غرق
ہاں سکندر اور موسیٰ کا ہے فرق

◉

حافظِؔ شیراز کا کیا پوچھنا' تھے خوش بیاں
ان کا یہ مطلع ہے اب تک انجمن میں برزباں
دوش از مسجد سوئے میخانہ آمد پیرِ ما
چیست یارانِ طریقت بعدازیں تدبیرِ ما
حضرتِ اکبرؔ بھی لیکن اس زمانے میں ہیں فرد
ان کا یہ مطلع کوئی پڑھتا تھا کل با آہِ سرد
دوش از صحنِ حرم آمد بہ کالج قومِ ما
دیدنی گردیدہ است اکنوں صلوٰۃ صومِ ما

◉

بدن طاہر ہو اور توحید دل میں
تو ہم اچھے ہیں اپنے آب و گل میں
شگفتہ رکھے گی ہم کو طہارت
جھکا ہی دے گی دل طاعت پہ وحدت

◉

بھینس اسی کی جس کی لاٹھی اس کا گھوڑا جس کی کاٹھی
دنیا دیکھے دنیا مانے زور بٹھا دے تھانے تھانے
اس سے اچھا ہر کو جپنا تجھ کو تو ہے خالی چھپنا

◉

غلط بالکل یہ دعویٰ ہے خدا کو جان سکتے ہیں
مگر یہ صاف ظاہر ہے خدا کو مان سکتے ہیں
تعجب کیا اُسے محدود ہستی نے نہیں جانا
تعجب ہے اگر محتاجِ ہستی نے نہیں مانا

◉

لگا ہونے ترقی کا تماشا دسمبر میں وہ دوڑے بے تحاشا
چلی اسپیچ کے میداں میں بک ٹٹ زباں گنجینۂ لفظی میں لکھ لٹ
رپٹ لکھوا گیا قومی محاسب ہوئی جب جنوری روکڑ کی طالب
مفاعلین مفاعلین فعولن مفاعلین مفاعلین فعولن

◉

قوتِ طبع اگر صرف کرو اے اکبر
تو فقط دشمنِ توحید پہ لازم ہے نظر
کیوں پئے طعن کسی مسلمِ بدنام کو ڈھونڈ
بحث کرنا ہے تو بیگانۂ اسلام کو ڈھونڈ
باہمی کشمکش و طعن کا ہنگام نہیں
قیدِ اغیار سے مسلم کو جب آرام نہیں

◉

ہو جاؤ کھڑے کہیں جو قومو
بیٹھے جو رہیں فلا تلومو
آں را کہ قیام یا قعود است
بگذار کہ مائلِ سجود است

◉

یہ عزم تراسعی سے دمساز ہو کیوں کر
اسباب نہ ہوں جمع تو آغاز ہو کیوں کر
اسباب کرے جمع خدا ہی کا ہے یہ کام
طالب ہو خدا ہی سے دعا ہی کا ہے یہ کام
بے طاعت و نیکی نہیں تاثیرِ دعا کچھ

آنے کی نہیں کام فقط حرص و ہوا کچھ

منظور اگر کبر و تفاخر کا سبق ہے
تخصیص تری کیا ہے حریفوں کو بھی حق ہے

یہ کشمکشِ فطرتِ دنیا ہے مسلسل
اک آج اگر صاحبِ طاقت ہے تو اک کل

نیکی کی طرف رخ ہو یہی ناموری ہے
کھوٹے کو جدا کر دے وہی بات کھری ہے

⦿

ہیں جو کمزور وہ قاضی سے مدد مانگتے ہیں
اور جو ہیں کور وہ ماضی سے مدد مانگتے ہیں

مردِ بینا کو فقط ارض و سما کافی ہے
یہی نظارہ پئے یادِ خدا کافی ہے

یاد رکھو کہ یہ ہے ملتِ ابراہیمی
اتنا ہی کہہ دیا آواز ہے بہتر دھیمی

⦿

آغاز یہ تھا کہ دل بڑھا تھا
جو بت تھا نگاہ پر چڑھا تھا

انجام یہ ہے کہ مر رہے ہیں
اللہ اللہ کر رہے ہیں

◉

راویوں کا اور شاعر کا بتاؤں تم سے فرق
آسمانِ مطلب و معنی پہ دونوں ہی ہیں برق
وہ سنایا کرتے ہیں تم کو کہ کس نے کیا کہا
یہ یہ کہتا ہے کہ مجھ سے میرے حس نے کیا کہا

◉

اگرچہ لوگوں نے لکھا ہے حال بعدِ وفات
مگر کوئی بھی نہیں کہہ سکا یقینی بات
جو ٹھیک بات ہے وہ ہم کو ہوگئی معلوم
ہمارے شعر کی دنیا میں مچ گئی ہے دھوم
بتائیں آپ سے مرنے کے بعد کیا ہوگا
پلاؤ کھائیں گے احبابِ فاتحہ ہوگا

◉

میسر جب آجائے خوانِ نعیم
تو لازم ہے شکرِ خدائے کریم
بہت ہے یہ بے جا کہ کھا کر پلاؤ
کہو تم تنجن بھی کچھ ہو تو لاؤ

◉

سلف کی بھی تھی ایک پولیٹکل مد   مگر اس وقت کی تھی مختصر حد
بہت کم تھے رسائی کے دلائل   الگ تھے اپنی قوت میں قبائل
تو اپنے وقت کا جغرافیہ دیکھ   یہ مضموں اور اپنا قافیہ دیکھ

◉

ترجمے والے کرتے ہیں محنت   پا لیتے ہیں اپنی اجرت
سینے ہو جاتے ہیں خالی   بھرتی جاتی ہے الماری
دل کا کورس تو ٹھہرا غربی   لب پر اردو ہو یا عربی

◉

ادھر برگد کا مُلّا ہے ادھر مندر کا صوفی ہے
نہ اس میں بیوقوفی ہے نہ اس میں بیوقوفی ہے
ادھر وہ بھی اٹھائے ناز مستانِ حکومت کا
ادھر یہ بھی بنا ہے راز پیرانِ طریقت کا
فلک کھولے گا ان پر جب کبھی میدان مردی کا
تو قصہ ختم ہوگا ذہن کی آوارہ گردی کا

◉

اک مصیبت میں ہے سادھو ہے کوئی یا سیٹھ ہے
ہے تو یہ ساون مگر حکمِ خدا سے جیٹھ ہے

سچ تو ہے گردوں کو راہِ مہربانی کیوں ملے
آگ جب یورپ میں برسے ہم کو پانی کیوں ملے
یا الٰہی جلد ہو بارانِ رحمت کا نزول
یہ دعا لازم ہے سب کو چھوڑ کر کارِ فضول

⊙

مذہب کے باب میں کوئی کس کو بدل سکے
یہ تو وہ کر سکے کہ جو حس کو بدل سکے
حس امرِ فطرتی ہے خدا ہی کی شان ہے
منطق سے پہلے عادت وحس کی اٹھان ہے
میلانِ طبع ہوتا ہے قائم شروع میں
پھر اس کے آگے رہتی ہے منطق رکوع میں
اس کے خلاف کچھ جو کہیں ہو وہ شاذ ہے
یا جبر یا وہ مصلحتوں کا نفاذ ہے

⊙

انفلوئنزا چڑھا چوگان بازی اب کہاں
اسپتالی ہو رہے ہیں اسپ تازی اب کہاں
چارے کی قلت ہوئی تو بیل بھی مرنے لگے
انفلوئنزا ہوا کرنیل بھی مرنے لگے

آدمی بھی تنگ ہیں اور جانور بھی زیر ہیں
عقل کی سڑکوں پہ بھی بیماریوں کے ڈھیر ہیں
کیا کھلے گیہوں کی منڈی کیا دکانِ جَو لگے
موت کے دھڑکوں میں بہتر ہے خدا سے لَو لگے
ہم میں ٹیڑھا پن جو آجائے تو وہ سیدھا کرے
دیوتا بگڑے تو پھر سرکار اس کو کیا کرے

⦿

سب کو لازم ہے دعا مانگیں خدا سے رات دن
حد زیادہ کی نہیں لیکن کم از کم سات دن

⦿

ہو اگر اکبر تمہیں شوقِ صراطِ مستقیم
دیکھ لو قرآن میں من یعتصم باللہ کو

⦿

یاد آ رہی ہے مجھ کو موسیٰ کی گفتگو اب
ہوں محو استعینو باللہ واصبرو۔ اب

⦿

طاعتِ باری سے دل کو شاد رکھ
ان وعد اللہ حق کو یاد رکھ

مہاراجہ کشن پرشاد رئیس دکن بالقابہ

رحلتِ فرزند سے ہیں راجہ صاحب دردمند
شاد کا دل اس مصیبت سے بہت ناشاد ہے
اکبرِ خونیں جگر اس غم میں ہے خود مبتلا
اس کے لب پر بھی فغان و آہ ہے، فریاد ہے
حرفِ تسکین و تسلی کیا زباں پر لائے وہ
شاد خود صوفی ہیں ان کو درسِ حکمت یاد ہے
رحمتِ حق پر نظر ہے اور یہی ہے التماس
منزلِ ہستی کی یہ اک فطرتی افتاد ہے
لطفِ اشفاقِ خدا کی گود میں پلتا ہے وہ
جنت الفردوس اس کے دم سے اب آباد ہے
اس تصور میں رہے مہراج کی طبعِ بلند
یعنی اب عثمان پرشاد آسماں پرشاد ہے

⊙

لفظوں میں اجتماع نہ معنی میں نور ہے
ویران آج کوچۂ بین السطور ہے
شبلی کا خامہ صفحۂ ہستی سے اٹھ گیا
اب مدِ آہ و لوحِ دلِ ناصبور ہے

⦿

مشتاق ترا اکبرِ رنجور بہت ہے
افسوس یہی ہے کہ دکن دور بہت ہے

⦿

شبلی ہی اٹھ گئے تو میں اب جاؤں کس کے پاس
شعر و سخن کی بزم نظر آتی ہے اداس
ڈھونڈا جو دل نے مادّۂ سالِ انتقال
پھرنے لگا نگاہ میں یارِ سخن شناس

۱۳۳۲ ہجری

سر علی محمد صاحب راجہ محمود آباد

ہیں حضرتِ ساحر آج اک حسنِ کمال
ہے مخزنِ حکمت و خرد ان کا خیال
اشعار اکبر کے کیوں نہ ہوں یاد ان کو
راجہ کے گھر میں موتیوں کا کیا کال

سید فضل الحسن حسرت موہانی

تھا دلِ حسرت بھرا ارمان میں — ہم نے لکھ بھیجا انھیں موہان میں
بھائی صاحب رکھ دو تم اپنا قلم — ہاتھ میں لو اب تجارت کا علم

ہو چکی غیروں سے خویشی کی بہار بس دکھاؤ اب سودیشی کی بہار
کام کو اٹھو چڑھاؤ آستیں لا یضیع اللہ اجر المحسنیں

اقبال

حضرتِ اقبال میں جو خوبیاں پیدا ہوئیں
قوم کی نظریں جوان کے طرز کی شیدا ہوئیں
یہ حق آگاہی یہ خوش گوئی یہ ذوقِ معرفت
یہ طریقِ راستی خود داریِ بے تمکنت
اس کے شاہد ہیں کہ ان کے والدین ابرار تھے
باخدا تھے اہلِ دل تھے صاحبِ اسرار تھے
جلوہ گر ان میں انھیں کا ہے یہ فیضِ تربیت
ہے ثمر اس باغ کا یہ طبعِ عالی منزلت
مادرِ مخدومۂ اقبال جنت کو گئیں
چشم تر ہے آنسوؤں سے قلب ہے اندوہ گیں
روکنا مشکل ہے آہ وزاری و فریاد کو
نعمتِ عظمیٰ ہے ماں کی زندگی اولاد کو
اکبر اس غم میں شریکِ حضرتِ اقبال ہے
سالِ رحلت کا بیاں منظور اسے فی الحال ہے

واقعی مخدومۂ ملت تھیں وہ نیکو صفات
رحلتِ مخدومہ سے پیدا ہے تاریخ وفات

⊙

فخرِ ملت تھے مہدیؔ مرحوم
کیوں نہ غم ان کا ہو ہر اک دل کو
سال رحلت کا مادۂ اکبرؔ
مومنِ پاک، بے نظیر لکھو

⊙

صدمۂ فرقت میں کر کے مبتلا
آج ہاشم عازمِ جنت ہوا
قوتِ بازوئے عشرت چل بسی
اور مرا نورِ نظر رخصت ہوا

⊙

چوک کی مسجد الٰہ آباد میں ممتاز ہے
شہر میں سارے مسلمانوں کو اس پر ناز ہے
وسعت و رفعت میں تھی محسوس لیکن کچھ کمی
تنگ ہوتی تھی جگہ جب ہوں زیادہ آدمی
دین میں راسخ ہیں عبدالکافِی نیکو صفات
ان کی باتوں میں اثر ان کے ارادوں میں ثبات

کی انھیں نے سعی دل سے اور لگائی حق سے لو
ہوگئی آخر خدا کے فضل سے تعمیرِ نو
ہوگئی کافی جگہ اسلام کے اقبال سے
کہہ رہی ہے مسجد اب اپنی زبانِ حال سے
مسجدِ کافی کی شانِ آسمانی دیکھیے
خاکساروں کی بلندی کی نشانی دیکھیے

مرثیہ ہاشم مرحوم

۵۔ جون ۱۹۱۳ء

آغوش سے سدھارا مجھ سے یہ کہنے والا
ابا سنائیے تو کیا آپ نے کہا ہے
اشعارِ حسرت آگیں کہنے کی تاب کس کو
اب ہر نظر ہے نوحہ، ہر سانس مرثیا ہے

آگرہ میں مقدمہ ہوا تھا

(ایک میم نے شوہر کو زہر دیا ایک صاحب نے اپنی میم کو قتل کیا)

حالِ مسز کلاک و مسٹر فلم کھلا
تھا کل بیان پیش عدالت کھلم کھلا

ان کو کرایا قتل اور ان کو پلایا زہر
تہذیبِ مغربی کی یہ تکمیل اور یہ قہر
پردے پہ اعتراض ہو اور زہر ہو دوا
پالیکمی پہ طعن ہو اور یہ ستم روا
لاکھوں مقدمات ہوئے بعض کھل گئے
گزرا زمانہ یاد کے دامن سے دھل گئے
فتنے کا ہے قصور نہ مفتون کا قصور
سب کچھ ہے یہ خرابیِ قانون کا قصور
پردہ نہیں طلاق میں آسانیاں نہیں
جائز کہیں تعددِ ازواج یاں نہیں
فطرت کا اقتضا جو ہے کس طرح وہ رکے
پھر کیوں گناہ و جرم کی جانب نہ دل جھکے
آسان ہو طلاق تو دل شاد کیجیے
بے قتلِ غیر اپنا گھر آباد کیجیے
پردہ جو ہو تو ایسے مواقع بھی کم ملیں
کیوں بزمِ مے میں شوخ نگاہیں بہم ملیں
قانون میں روا ہو اگر دوسرا نکاح
پھر کیوں یہ قتلِ زوجۂ اولیٰ کا ہو مباح

جب پردہ و طلاق و تعدّد روا نہیں
پھر بدمعاشیوں کے سوا کچھ دوا نہیں

جائیں ہزاروں جاتی ہیں بچے بلکتے ہیں
مستانِ مے جگر سے بھلا کب سرکتے ہیں

مغرب کا دل جو خواہرِ مشرق کے ساتھ ہے
یہ بھی گھروں میں ان کے لیے ملتی ہاتھ ہے

اکثر یہی ہے حالتِ قانونِ مغربی
آزادیوں کی قید میں روح ان کی ہے پھنسی

بس ظاہری نمود چمک اور ادا میں ہے
دل کی خبر نہیں ہے کہ وہ کس ہوا میں ہے

لکچر ہے اس طرف تو ادھر بیہُشی بھی ہے
اس سمت ناچ ہے تو ادھر خودکشی بھی ہے

تعلیم عورتوں کی ضروری ہے لا کلام
لیکن جو یہ اثر ہے تو بس دور سے سلام

ہم کو کمالِ شوق سے تعلیم دیجیے
لیکن کچھ اپنے گھر کی بھی اصلاح کیجیے

ہم فائدہ اٹھائیں گے مغرب کے راج سے
لیکن پناہ مانگیں گے ایسے رواج سے

⊙

(حسب فرمائش محمد عبدالرشید صاحب آرزو سوداگر دہلی)

دماغ کے لیے خوشبو کا کھیل اچھا ہے
ہوا بھی مست ہوئی ہے کہ تیل اچھا ہے

⊙

ام آر آرزو کی یہ ترکیب دیکھیے
نیٹو کو رنگ روپ میں مسٹر بنادیا
تاثیر میں مفید بنولے کا تیل تھا
خوشبو میں بھی اب اس کو لونڈر بنا دیا

⊙

(وکیل پنجاب)

الف دین نے خوب لکھی کتاب
کہ ب دین نے پائی راہِ صواب

⊙

بست روزہ پسر سید عشرت حسین سلمہ جس کی تاریخِ ولادت (سید ظفر امام) تھی

نظر امید کی اک غنچۂ دل کش کو تکتی تھی
فلک نے ناشگفتہ اس کو لیکن کردیا رخصت

سمجھ میں کچھ نہیں آتا طلسم اس باغِ ہستی کا
بہ صد حسرت کہی تاریخ رمزِ گلشنِ فطرت

۱۳۳۶ھ

(حسبِ فرمائش پنڈت مدن موہن صاحب مالوی)

محرم اور دسہرہ ساتھ ہوگا
نِباہ اس کا ہمارے ہاتھ ہوگا
خدا ہی کی طرف سے ہے یہ سنجوگ
تو کیوں رکھیں نہ باہم صلح ہم لوگ

⊙

مالوی کا مال کچھ اور مولوی کا مول کچھ
کہتے ہیں بازار میں اکبر سے تو بھی بول کچھ
بولا وہ دنیا کا سودا تو فقط اک کھیل ہے
عمدگی ہے مال میں اور مول میں جب میل ہے

⊙

مرے عزیز ہیں شیعہ میں کس طرح یہ کہوں
کہ میں ہوں خوش جو ہوئی ان کی درسگاہ جدا
مری دعا ہے مگر یہ کہ رکنِ قوم رہیں
گریجویٹ وہ ہوں سب کے ساتھ خواہ جدا

بِنائے کالج شیعہ الگ ہوئی بھی تو کیا
وہی ہے منزلِ مقصود گو ہے راہ جدا
برائے دوست و آئنر ہے ایک ہی مرکز
نہیں ہے اب بھی طریقِ حصول جاہ جدا
یہ دونوں سایۂ الطافِ مغربی میں ہیں
نہیں ہیں فضلِ الٰہی سے بادشاہ جدا
جو نسخہ تھا رزولیوشن کا ہے ادھر بھی وہی
نہ کوئی حسن جدا ہے، نہ ہے سپاہ جدا
یہ دونوں اب بھی بدستور پیر بھائی ہیں
نہیں ہے حرج جو ہو جائے خانقاہ جدا
ٹرین ایک ہے پھر کیا جو دو ٹکٹ گھر ہوں
کہ اپنا بیگ سنبھالیں ملے پناہ جدا
وہ شیخ کی تھی ترقی، یہ متحد کا عروج
نئے طریق کے ہیں خوب دو گواہ جدا
شبِ وصال کے نغمے الگ چھڑے دوست
جنہیں ہے ہجر وہ کرلیں گے اپنی آہ جدا
عجب نہیں جو بلندی و اتحاد بڑھے
دکھائے رنگ جو دنیا کا انتباہ جدا

ہزاروں دور ہوں اپنے جو ہیں وہ اپنے ہیں
کسی کی آنکھ سے ہوتی نہیں نگاہ جدا
مگن ہیں نیچر و انجینئر رہے ذاکر
وہ کر ہی لیں گے کسی طور سے نباہ جدا
ثوابِ نیک خیالی بھی پائے گا اکبر
سوسائٹی میں بزرگوں کی واہ واہ جدا

⊙

حسن نظامی کو میں نے دیکھا شریف خصلت فقیر طینت
عمل ہے اپنی ہی عنصروں میں اگرچہ دہلی کی ہے ذہانت
عناں اندیشہ ہائے مضطر اِدھر اُدھر گو کبھی مڑی بھی
وہ دست دل ہے کہ جس سے چھوٹی کبھی نہ حبل المتین وحدت
ضمیر میں ان کے ہے تصوف، معاشرت میں ہیں بے تکلف
فروغ جو کچھ بھی پیش آئیں اصول میں ان کے ہے قناعت

(وفات دختر جناب منشی افتخار حسین صاحب کاکوروی ڈپٹی کلکٹر لکھنؤ)

چل بسی وہ دخترِ گل پیرہن
ہوگیا ویراں ہمارا باغ آہ
سالِ رحلت کیا کہوں اے افتخار
دیکھتے ہی ہیں جگر میں داغ آہ

⊙

فغاں کہ سوخت زِغم جانِ افتخار حسین
دلش فسردہ شداز جورِ عالمِ فانی
شمیم فاطمہ دختِ عزیزو نورِ نظر
نہال نورس و زیبا بباغ امکانی
جمال صورت و معنی خمیرٔ ہستیِ او
بہ خلق نجمِ سعادتؔ بخلق لاثانی
فغاں کہ دستِ اجل پنجہ زد بدامنِ او
کشید رخت اقامت زعالمِ فانی
بہارِ گلشنِ ہستی ہنوز نادیدہ
پرید طائرِ روحش بحکمِ یزدانی
فراقِ لختِ جگر را زِ والدین پرس
چہ برقہا کہ بیفگند سوزِ پنہانی
ہزار شعلۂ حسرت کہ سرزد از دِلہا
ہزار اشکِ مصیبت کہ کرد طغیانی
چو فکر سال وفاتش نمودم از سرِ آہ
شمیمِ خلد شدہ گفت فضلِ رحمانی

⊙

یہ تھا قول حمید اترے تھے جب وہ تخت شاہی سے
جو پیش آیا ہے پیش آیا ہے تقدیرِ الٰہی سے
جو زارِ روس اترے تخت سے ان کا یہ شکوہ تھا
انھیں نے دی دغا ہم کو ہمیں جن پر بھروسہ تھا
انھیں قولوں نے کھینچا عبرت و حسرت کا نقشہ بھی
انھیں سے ہے عیاں طرزِ خیالِ دین و دنیا بھی

⊙

خدا کے بندۂ صالح نقی محمد خاں
سپہرِ علم و خرد کے ہیں اخترِ تاباں
کتاب ان کی یہ ہے ہادیِ طریقِ صواب
ملا ہے ہم کو یہ گنجِ جواہرِ خوش آب
جو غنچہ قلب کا تاریخ کی طلب میں کھلا
کلیدِ خلق و سعادت میں سالِ طبع ملا

۱۳۳۵

⊙

نورِ باطن بڑھ گیا اعجوبۂ اسرار سے
دل نے پائی تقویت اس روح کے غم خوار سے

پردۂ غفلت اٹھا دیتے ہیں وہ مضموں یہ ہیں
پھیر دیتے ہیں طبیعت دہر کے بازار سے
ہیں مصنف اس زمانے کے بڑے عالی خیال
واقعی یہ ہے کہیں وہ فرقۂ ابرار سے
بند ہے اس وقت چشمِ عبرت و عرفاں تمام
ہاں لیا ہے کام انھوں نے دیدۂ بیدار سے
ہے بجا اعجوبۂ اسرار کے نسبت یہ قول
دولتِ ایماں بڑھی تصنیفِ گوہر بار سے

⊙

(حسب فرمائش سید منظور حسن صاحب اختر زیدی مصنف قصیدہ ہدیہ حیدری)

کس قدر پرنور ہے یہ نظمِ مدحِ بوتراب
یہ بلاغت حیرت افزا' یہ فصاحت لاجواب
اس قصیدے سے ہوئے روشن زمین و آسماں
اوجِ معنی پر دلِ اختر سے نکلا آفتاب

⊙

جنابِ سید مہدی حسن خجستہ صفات
بلند مرتبہ ذی علم مصدرِ حسنات

سدھارے دارِ فنا سے وہ سوئے خلدِ بریں
سنہ وفات کا خواہاں ہوا جو قلبِ حزیں
پڑھا یہ ہاتفِ غیبی نے مصرعۂ جید
مقیمِ خلدِ بریں مہدیِ حسن سید
۱۳۳۷ھ

⊙

ماجد کو آپ سمجھیں بیگانۂ طریقت
دل میں مرے تو ہے اک امید کا قصیدہ
ہیں غالباً وہ مصداق اس شعرِ با اثر کے
ارشاد کر گیا ہے اک مردِ برگزیدہ
من پاک باز عشقم ذوقِ فنا چشیدہ
آ ہوئے دشت ہویم از ما سوا رسیدہ

⊙

(مسٹر برن سابق چیف سکریٹری گورنمنٹ یو۔پی حال کمشنر بنارس۔فارسی اردو میں بہت قابل مصنف کے بڑے قدر شناس۔کلام عارفانہ وحکیمانہ کے شیدا)

شاعروں میں جب آیا میرا ٹرن — پڑھ دیا میں نے پیشِ حضرت برن
اردو فارسی میں آپ ہیں برق — آپ ہی سے ہے نورِ مطلعِ شرق
صاحبِ فیض ولطف وحلم ہیں آپ — عزت افزائے اہلِ علم ہیں آپ

حق تعالیٰ کو مانتے ہیں آپ
قدر طاعت کی جانتے ہیں آپ

فخر و ناز آپ کے لیے ہے مباح
اک زمانہ ہے آپ کا مداح

آپ سے مل کے دل کو راحت ہے
ایسا حاکم خدا کی رحمت ہے

آپ کا دل ہے مخزنِ ہمہ اوست
جو ملا آپ سے بنا وہ دوست

ہے بلند آپ کے کرم کا علم
ہیں مرید آپ کے سب اہلِ قلم

سازِ بزم آپ کا رہے برتر
ہو مبارک ترانۂ اکبر

⊙

(عطائے شمشیر بہ شیخ شاہد حسین صاحب رئیس اودھ بہ صلۂ خدماتِ ایامِ جنگ)

حسن کو ابروئے خمدار مبارک ہووے
مے شاہد کو یہ تلوار مبارک ہووے

بمقام جونپور بنگلہ سید عشرت حسین سلمہٗ

فضل ہو اللہ کا ہوں مع سالے سالیاں
وہ اچھالیں بال یہ چمکائیں اپنی بالیاں
لمپ کی ہو جگمگاہٹ اور بجے فوٹو گراف
عشرتی جھوما کریں بچے بجائیں تالیاں
گھر رہے آباد سمدھی اور سمدھن خوش رہیں
ڈومنی انعام پائے گائے پیاری گالیاں

گرد بنگلے کے رہے سرسبز ہر شاخِ درخت
نہر کے پانی سے لہراتی رہیں سب نالیاں
ڈھیر ہو پھولوں کا گلدستے بنائے باغباں
پیڑ پھل دیتے رہیں مالی لگائیں ڈالیاں
سونے چاندی کی بہیں موجیں دلہن کے ہاتھ سے
لیں بلائیں اور دعائیں دیں انھیں گھر والیاں
غل مچائیں کھیل میں بچے، رہے بنگلے میں دھوم
میہمانوں کے لیے پکوان کی ہوں تھالیاں
جھانک کر دیکھیں تو جج صاحب کا دل بھی ہو نہال
کمرے کی دیوار میں دو اک بنی ہوں جالیاں

محمد موسیٰ صاحب برادر خرد
شمس العلماء مولوی امجد علی صاحب ایم اے

بھیجی ہے جو تم نے مجھ کو لیچی
شربت کی نظر ہے اس سے ہیچی
منہ میں رکھ کر جو میں نے چوسا
بولی یہ زبان واہ موسیٰ

ترجیع بند وغیرہ

⊙

ذکرِ رسولؐ پاک ہے فخرِ زبانِ انس و جن
روح کو اس سے ہے سرور قلب ہے اس سے مطمئن
ولولۂ دلِ جوان قوتِ خاطرِ مسن
سنیے اگر بہ گوشِ ہوش وردِ ملک ہے رات دن
صلِّ علیٰ محمّدٍ صلِّ علیٰ محمّدٍ

خضرِ رکوع ہے یہی شوقِ سجود اسی سے ہے
حالتِ ذوق و وجد کا دل میں ورود اسی سے ہے
دینِ خدائے پاک کی شان و نمود اسی سے ہے
منبعِ خیر ہے یہی ہمت جود اسی سے ہے
صلِّ علیٰ محمّدٍ صلِّ علیٰ محمّدٍ

ہے یہ وہ نام خاک کو پاک کرے نکھار کر
ہے یہ وہ نام خار کو پھول کرے سنوار کر
ہے یہ وہ نام ارض کو کردے سماء ابھار کر
اکبرؔ اسی کا ورد تو صدق سے بے شمار کر
صلِّ علیٰ محمّدٍ صلِّ علیٰ محمّدٍ

شافع عاصیاں ہیں وہ تائبوں کے کفیل ہیں
فیض رسانِ خلق ہیں، حامیِ بے عدیل ہیں
شکل میں وہ جمیل ہیں، شان میں وہ خلیل ہیں
منظرِ نورِ حق ہیں وہ مہبطِ جبرئیل ہیں

صلِّ علیٰ محمّدٍ صلِّ علیٰ محمّدٍ

سینۂ بت ہے ان سے شق کفر کے دل میں تیر ہیں
حکمِ خدا کے ہیں مطیع دین کے دستگیر ہیں
راحتِ جان و روح ہیں روشنیِ ضمیر ہیں
خلق ہے ان سے مستفید ہادیِ بے نظیر ہیں

صلِّ علیٰ محمّدٍ صلِّ علیٰ محمّدٍ

حالتِ ملک وقوم پر ہوں شب و روز بے قرار
دین سے دل کو پھیر دیں ایسے سبب ہیں بے شمار
مرکزِ طبع کیا بنے جس سے ہو کم یہ انتشار
آئی صدا فلک سے یہ پڑھ تو اسی کو بار بار

صلِّ علیٰ محمّدٍ صلِّ علیٰ محمّدٍ

رہنے دے آسماں اگر تجھ سے ہے برسرِ جفا
ہو نہ ملول تجھ سے ہے دولتِ جاہ اگر خفا

مسلکِ مستند یہ ہے چھوڑ نہ تو رہِ صفا
نسخہِ حفظِ دیں یہ ہے یہی ٹھیک فلسفا
صلِّ علیٰ محمّدٍ صلِّ علیٰ محمّدٍ

⊙

نگرانیِ مراحل کبھی ایسی تو نہ تھی
تند موجِ لبِ ساحل کبھی ایسی تو نہ تھی
بدگمانی تری قاتل کبھی ایسی تو نہ تھی
بات کرنی مجھے مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی
جیسی اب ہے تری محفل کبھی ایسی تو نہ تھی

کرتی ہے خلق کو لیلائے لبرٹی مفتوں
ہند کے دل کو لبھا لیتا ہے مِل کا یہ فسوں
لاجپت بھی ہوئے شائد کہ اسیر و محزوں
پائے کوباں کوئی زنداں میں نیا ہے مجنوں
آتی آوازِ سلاسل کبھی ایسی تو نہ تھی

پیشتر اس سے طبائع کے نہ تھے یہ پہلو
کہیں اشنان کی تھی لہر کہیں موج وضو
اے مسِ سیم تن و ماہ جبین و گل رو
تری آنکھوں نے خدا جانے کیا کیا جادو
کہ طبیعت مری مائل کبھی ایسی تو نہ تھی

تعلیمِ نسواں ایک پنڈت صاحب کی فرمائش سے

تعلیم عورتوں کو بھی دینی ضرور ہے
لڑکی جو بے پڑھی ہو تو وہ بے شعور ہے
حسنِ معاشرت میں سراسر فتور ہے
اور اس میں والدین کا بیشک قصور ہے
ان پر یہ فرض ہے کہ کریں کوئی بندوست
چھوڑیں نہ لڑکیوں کو جہالت میں شادومست
لیکن ضرور ہے کہ مناسب ہو تربیت
جس سے برادری میں بڑھے قدر و منزلت
آزادیاں مزاج میں آئیں نہ تمکنت
ہو وہ طریق جس میں ہو نیکی و مصلحت
ہر چند ہو علومِ ضروری کی عالمہ
شوہر کی ہو مرید تو بچوں کی خادمہ
مذہب کے جو اصول ہوں اس کو بتائے جائیں
باقاعدہ طریقِ پرستش سکھائے جائیں
اوہام جو غلط ہوں وہ دل سے مٹائے جائیں
سکے خدا کے نام کے دل میں بٹھائے جائیں

عصیاں سے محترز ہو خدا سے ڈرا کرے
اور حسنِ عاقبت کی ہمیشہ دعا کرے
تعلیم خوب ہو تو نہ آئے گی دام میں
خالق پہ لو لگائے گی وہ اپنے کام میں
خیرات ہی سے ہوگی غرض خاص و عام میں
اس کو سکھایا جائے یہ واضح کلام میں
اچھا برا جو کچھ ہے خدا ہی کے ہاتھ ہے
نیکی اگر کرے گی تو فطرت بھی ساتھ ہے
تعلیم ہے حساب کی بھی واجبات سے
دیوار پر نشان تو ہیں واہیات سے
یہ کیا زیادہ گن نہ سکے پانچ سات سے
لازم ہے کام لے وہ قلم اور دوات سے
گھر کا حساب سیکھ لے خود آپ جوڑنا
اچھا نہیں ہے غیر پہ یہ کام چھوڑنا
کھانا پکانا جب نہیں آیا تو کیا مزا
جوہر ہے عورتوں کے لیے یہ بہت بڑا
لندن کے بھی رسالوں میں میں نے یہی پڑھا
مطبخ سے رکھنا چاہیے لیڈی کو سلسلہ

وقت آپڑے تو گاڑھے گزی میں بھی عذر کیا
گھر کے لیے طعام پزی میں بھی عذر کیا

سینا پرونا عورتوں کا خاص ہے ہنر
درزی کی چوریوں سے حفاظت پہ ہو نظر

عورت کے دل میں شوق ہے اس بات کا اگر
کپڑوں سے بچے جاتے ہیں گل کی طرح سنور

کسبِ معاش کو بھی یہ فن ہے کبھی مفید
اک شغل بھی ہے، دل کے بہلنے کی بھی امید

سب سے زیادہ فکر ہے صحت کی لازمی
صحت نہیں درست تو بے کار زندگی

کھانے بھی بے ضرر ہوں صفا ہو لباس بھی
آفت ہے ہو جو گھر کی صفائی میں کچھ کمی

تعلیم کی طرف ابھی اور اک قدم بڑھیں
صحت کے حفظ کے جو قواعد ہیں وہ پڑھیں

پبلک میں کیا ضرور کہ جا کر تنی رہو
تقلیدِ مغربی پہ عبث کیوں ٹھنی رہو

داتا نے دھن دیا ہے تو دل سے غنی رہو
پڑھ لکھ کے اپنے گھر ہی میں دیوی بنی رہو

مشرق کی چال ڈھال کا معمول اور ہے
مغرب کے ناز و رقص کا اسکول اور ہے
دنیا میں لذتیں ہیں نمائش ہے شان ہے
ان کی طلب میں حرص میں سارا جہان ہے
اکبؔر سے یہ سنو کہ جو اس کا بیان ہے
دنیا کی زندگی فقط اک امتحان ہے
حد سے جو بڑھ گیا تو ہے اس کا عمل خراب
آج اس کا خوشنما ہے مگر ہوگا کل خراب

نعت

مدیحِ سرورِ کونین میں خامہ اٹھاتا ہوں
خیالِ کفر کی ظلمت پہ اک بجلی گراتا ہوں
شبِ اوہام ہے، شمعِ یقیں محفل میں لاتا ہوں
چراغِ طورِ ایمن کوہِ معنی پر جلاتا ہوں
الٰہی شوخیِ برقِ تجلی دہ زبانم را
قبولِ خاطرِ موسیٰ نگاہاں کن بیانم را
محمدؐ پیشوا اور رہنمائے خلق و عالم ہیں
معزز ہیں مقدس ہیں معظم ہیں مکرم ہیں

فروغِ محفلِ ہستی میں نورِ عرشِ اعظم ہیں
حبیبِ حق ہیں ممدوحِ ملک ہیں فخرِ آدم ہیں
انھیں کے رنگ سے رنگِ گلِ ہستی کی زینت ہے
انھیں کی بو سے عطر آگیں بنی آدم کی طینت ہے
انھیں کے دل کو آگاہی ہوئی تھی رازِ فطرت پر
انھیں کی طبع کو وجد آگیا تھا سازِ فطرت پر
وہی چشمِ خدابیں محو تھی اندازِ فطرت پر
انھیں کا ناز غالب آگیا تھا نازِ فطرت پر
وقائع ان کے عزم و فکر کے سانچے میں ڈھلتے ہیں
ذرائع غیب سے تکمیلِ مقصد کو نکلتے تھے
وہ نظریں ساقیِ میخانۂ یزداں پرستی تھیں
وہ آنکھیں مظہرِ انوارِ رازِ بزمِ ہستی تھیں
انھیں پر بدلیاں خالق کی رحمت کی برستی تھیں
اسی محفل کی بخشیں خلد کے پھولوں میں بستی تھیں
اسی سرکار نے رتبہ بڑھایا طبعِ انساں کا
اسی دربار نے خلعت پہنایا نورِ ایماں کا
نہ سمجھا پھر ہر اک نے آب و سنگ و نار کو حاکم
طبائع ہوگئے تحقیقِ موجودات کے عازم

جو تھے صنّاعِ تاثیرِ عناصر کے ہوئے عالم
پرستارانِ عنصر نے عناصر کو کیا خادم
ہوئی توحید بالا جڑ کٹی عنصر پرستی کی
پڑی بنیاد اسی ارشاد سے علمی ترقی کی

غلط سمجھا گیا دعویٰ بتوں کی فاعلیّت کا
یقیں پیدا ہوا حکمِ خدا کی کاملیّت کا
بڑھا نورِ بصر گزرا زمانہ جاہلیت کا
بجا ڈنکا زمانے میں بشر کی قابلیت کا
اشارہ عقل کی جانب کلامِ حق میں واضح ہے
یہی قرآں درِ گنجینۂ فطرت کا فاتح ہے

معانی ان کے روشن تھے اندھیرے میں اجالے میں
سماجاتا تھا خوف ان سے تعرض کرنے والے میں
وہ یوں اصحاب میں تھے جس طرح ہو چاند ہالے میں
مصنف سیل کو لکھنا پڑا اپنے رسالے میں
محمد کی وہ نظریں تھیں کہ دل میں راہ کرتی تھیں
زباں میں وہ فصاحت تھی کہ قومیں واہ کرتی تھیں

قدم ان کے لیے تھے بہرِ حل مشکل مسائل نے
ہدایت ان سے حاصل کی جہاں میں طبعِ مائل نے

جوابوں میں تشفی پائی ان سے طبع سائل نے
نہایت ہی فصاحت سے لکھا ہے کارلائل نے

جو طاقت رات کو دن اور دن کو رات کرتی تھی
وہ طاقت یعنی یہ فطرت خود ان سے بات کرتی تھی

معاصر دیکھ کر شانِ ان کی ان کو شاہ کہتا تھا
مسافر راہ پاکر ان کو خضرِ راہ کہتا تھا
مخاطب معترف ہوتا تھا حق آگاہ کہتا تھا
مخالف کو حسد تھا پھر بھی دل میں واہ کہتا تھا

دلِ کافر میں بھی قدر ان کی تھی ان کا ادب کچھ تھا
زہے شانِ نبوت کچھ نہیں تھا اور سب کچھ تھا

جواہر خانہ اس چشمِ کرم سے سینہ بنتا تھا
حقایق کا خرد کا علم کا گنجینہ بنتا تھا
لطافت سے صفا سے نور سے آئینہ بنتا تھا
علوئے فکر سے عرش بریں کا زینہ بنتا تھا

مریدان کے نہ تھے مشتاق دنیا کی تگ و دو کے
قدم افلاک پر پڑتے تھے اس ہادی کے پیرو کے

قلوب ان کی نظر کے رعبِ ہوش افزا سے ہلتے تھے
چمن ان کے سخن کے فیضِ بے ہمتا سے کھلتے تھے

ہجومِ خلق تھا راہِ طلب میں شانے چھلتے تھے
بشر کی کیا حقیقت ہے فرشتے جھک کے ملتے تھے
فلک تھا دم بخود بادِ مخالف چل نہ سکتی تھی
خدا کی بات تھی ٹالے کسی کے ٹل نہ سکتی تھی

⊙

خلقت کی مصلحت سے بہم کچھ یہ پیار ہے
ورنہ ہر ایک اپنی طرف بے قرار ہے
جو ذرّہ ہے یہاں اسے اک انتشار ہے
مرجع تمام خلق کا پروردگار ہے
ہر آن میں ہے شان خدائے قدیر کی
ہر سمت اک صدا ہے الیک المصیر کی

⊙

اب تو یاری کا اسی پر رہ گیا ہے انحصار
جس کا تو حاسد ہے اس کا جو ہو حاسد تیرا یار
واسطے اللہ کے ہو دوستی وہ اب کہاں
جنگ جب تک تھی بتوں سے نام تھا اللہ کا
اب تو ہر اک ہے مجاور اک جدا درگاہ کا
واسطے اللہ کے ہو دوستی وہ اب کہاں

ہاں تجارت اور پالیٹکس میں دیکھیں جو سود
چند روزہ متفق ہوں ورنہ اے شیخ و ہنود
واسطے اللہ کے ہو دوستی وہ اب کہاں

متفرقات

⦿

الا یا ایھا الساقی مکن تصنیف نا دلہا
دروغ آساں نمود اوّل ولے افتاد مشکلہا

⦿

جن لوگوں کا قومی کوئی مرکز نہیں ہوتا
ان میں کا کوئی فرد معزز نہیں ہوتا

⦿

سند کیسی جمال ان میں اگر ہے ہوگا خود ظاہر
کوئی سارٹیفکٹ سے خوبصورت ہو نہیں سکتا

⦿

آپ کی کارروائی پہ میں کیا دوں الزام
کر ہی کیا سکتے ہیں اب آپ حماقت کے سوا!

◉

جس سے ملتی تھی انھیں دل میں بزرگوں کے جگہ
وہ ادب لڑکوں کے دل سے آج کل جاتا رہا

◉

حالِ دل خوب کہا ہے یہ زباں کا دعوٰی
دل سے پوچھو تو وہ کہتا ہے کہ کچھ بھی نہ کہا

◉

شیخ نالاں ہیں کہ برگد کو برتنا ہی پڑا
اس پرانے سوت کو بھی مل میں کتنا ہی پڑا

◉

جو اصل و نقل سے واقف ہے اس نے دل کو ہے روکا
مبارک ہو تمھیں کو چاٹنا لڈو کے فوٹو کا

◉

پئے ممبری جو اسے سمجھ اس کو خون اچھا
یہ بجا ہے قولِ شاعر گزٹڈ جنون اچھا

◉

مسلمانوں کا وہ آئینِ طبعِ مستقل بدلا
چھٹی عربی گیا قرآں زباں بدلی تو دل بدلا

◉

ہوٹل میں برہمن نے اگر بھوگ لگایا
سمجھو کہ دھرم کو یہ بڑا روگ لگایا

◉

میں نے سحری کے کھانے پر ٹوکا تھا تو وہ جھنجھلائے تھے
اور آج جنابِ واعظ نے چورن سے فقط افطار کیا

◉

کیونکر خدا کے عرش کے قائل ہوں یہ عزیز
جغرافیے میں عرش کا نقشہ نہیں ملا

◉

فرقت نے کہا کہ جاگیے آپ
کھٹمل نے کہا کہ بھاگیے آپ

◉

بنی امیہ سے تھے تنگ قبل ازیں سادات
ستانے آئے ہیں اب شیخ کو بنی کالج

◉

الفاظِ ثقیلہ کو مغرب نے کیا خارج
اب دم کی جگہ ملت نمدے کی جگہ کالج

⊙

کب میں کہتا ہوں الگ ہو سارا قصہ چھوڑ کر
کر طلب دنیا مگر صاحب کا حصہ چھوڑ کر

⊙

ظلم ہے ان کو اگر داد نہ دوں میں لیکن
اپنے مداح کا مداح نہ ہونا بہتر

⊙

ہم ڈنر خواہی و ہم آروغ صاف
ایں خیال است و محال است و گزاف

⊙

کیا پوچھتے ہو اکبرِ شوریدہ سر کا حال
خفیہ پولس سے پوچھ رہا ہے کمر کا حال

⊙

تذکرے ان کی خوش اخلاقی کے بہت سنتا ہوں
جتنے راوی ہیں وہ سب ہیں ارباب نشاط

⊙

عدو کے شست سے بچتے نہیں ہیں
یہ کالے ہیں مگر کوّے نہیں ہیں

⊙

تھیئٹر والیاں دنیا میں ہر سو عیش کرتی ہیں
جہاں رقصاں ہوئیں دل لیتی ہیں بل کیش کرتی ہیں

⊙

سائنس کا مطلب ہے کہ نیچر کو نچوڑیں
اس بت کی یہ خواہش ہے کہ اکبر کو نچوڑیں

⊙

دیکھیے رہتا ہے کب تک ملتوی یہ قصدِ حج
گھر کی جانب سے تو اطمینان ہونے کا نہیں

⊙

مصلحِ قوم ہوں امت کے نگہبان نہیں
پہلے للہ مگر خود تو مسلمان بنیں

⊙

دفع دل سے اثرِ یاس کیا کرتے ہیں
رزولیوشن ہی کو بس پاس کیا کرتے ہیں

⊙

گوشۂ مسجد میں کارِ شیخ اب بنتا نہیں
پیٹ گو تسکین پا جائے مگر تنتا نہیں

◉

خدا کی راہ میں اب ریل چل گئی اکبر
جو جان دینا ہو انجن سے کٹ مرو اک دن

◉

مسلماں تو وہ ہے جو ہے مسلماں علمِ باری میں
کروڑوں یوں تو ہیں لکھے ہوئے مردم شماری میں

◉

گرو جی دیکھ کر ہم کو لہو کے گھونٹ پیتے ہیں
جو سچ پوچھو تو ہم بھگوان کی کرپا سے جیتے ہیں

◉

وصل کا اس بتِ خود بیں سے کوئی ہنٹ کہاں
صرف بوسے میں بھلا سلف گورنمنٹ کہاں

◉

صداقت کے نشاں اس مصرعۂ اکبر میں ملتے ہیں
کلیں سائنس سے چلتی ہیں دل مذہب سے ہلتے ہیں

◉

خدا کی راہ میں پہلے بسر کرتے تھے سختی سے
محل میں بیٹھ کر اب عشقِ قومی میں تڑپتے ہیں

زمیں اچھی شعاعِ مہر کا جس پر اثر پہنچے
وہی دل خوب ہیں جو گرمیِ عرفاں سے تپتے ہیں

⊙

ملکی خیال جب ہے تو ہو سازِ ملک بھی
بیلا لیا ہے اس نے تو ہم بین کیوں نہ لیں
رسماً تو ایک بوسہ ہے کافی دمِ وداع
لیکن مزا جو آئے تو دو تین کیوں نہ لیں
(مصرع طرح یہ تھا "بی بی نے دل لیا تو سر دین کیوں نہ لیں")

⊙

لطف ہے واعظ کو اکبر قومِ خود مختار میں
وقت کیوں کھوتا ہے اپنا کمپ کے بازار میں

⊙

ہمارے کل خیالوں کو وہ مستحسن سمجھتے ہیں
بجز اس کے کہ ہم شیطان کو دشمن سمجھتے ہیں

⊙

ہم اردو کو عربی کیوں نہ کریں اردو کو وہ بھاشا کیوں نہ کریں
جھگڑے کے لیے اخباروں میں مضمون تراشا کیوں نہ کریں
آپس میں عداوت کچھ بھی نہیں لیکن اک اکھاڑا قائم ہے
جب اس سے فلک کا دل بہلے ہم لوگ تماشا کیوں نہ کریں

⊙

ممبر علی مراد ہیں یا سکھ ندھان ہیں
لیکن معائنے کو وہی نابدان ہیں

⊙

ہم ریش دکھاتے ہیں کہ اسلام کو دیکھو
مِس زلف دکھاتی ہے کہ اس لام کو دیکھو

⊙

یہ خوب مصرعۂ اکبر ہے اس کو شوق سے گاؤ
جو تم کو منہ نہ لگائے تم اس سے دل نہ لگاؤ

⊙

محوِ پرواز ہیں گلشن میں جو تھے زمزمہ سنج
فیضِ صیاد نے بخشی یہ ترقی ان کو

⊙

پرہیز سے تھامو صحت کو بھگوان کی ہردم جاپ کرو
اسکول کمیٹی میں ہے پھنسا تم اپنی ترقی آپ کرو

⊙

ہجر کی شب یوں ہی کاٹو بھائیو
ان کا فوٹو لے کے چاٹو بھائیو

⊙

انگلش سے بھی ہم کہتے ہیں انصاف کرو نعمت چکھو
جب تم کو خدا خوش رکھتا ہے تم خلقِ خدا کو خوش رکھو

⊙

عقل دنیاوی بڑھانے کی نہ تم کوشش کرو
عقل دنیاوی سے بچنے کے یہ دن ہیں چپ رہو

⊙

قوم کے غم میں ڈنر کھاتے ہیں حکام کے ساتھ
رنج لیڈر کو بہت ہے مگر آرام کے ساتھ

⊙

جو چاہتے ہیں کٹے عمر اعتدال کے ساتھ
بٹھا رہے ہیں وہ بسکٹ کا جوڑ دال کے ساتھ

⊙

وہی صاحب عمل ہیں شرع و دیں جن کا وظیفہ ہے
یہ صلحِ کل فقیری فقرہ یا شاہی لطیفہ ہے

⊙

سمجھتے تھے جو ان کو ان کی گردن تم نے کل ماری
سمجھ لو آج بے کاران کتابوں کی یہ الماری

⊙

کچھ اس کا غم نہیں آفس میں ہو کہ مل میں رہے
شکم کے ساتھ نہ پھیلے حدودِ دل میں رہے

⊙

شیطان نے ترکیبِ تنزّل یہ نکالی
ان لوگوں کو تم شوق ترقی کا دِلا دو

⊙

عزیز لڑتے ہیں آپس میں یہ ستم کیا ہے
خدا کی مار سے ووٹوں کی مار کم کیا ہے

⊙

ماہِ جوں میں یادِ قانوں کیجیے
اور گوارا خفتِ نوں کیجیے

⊙

فرنگی سے کہا پنشن بھی لے کر بس یہیں رہیے
کہا جینے کو آئے ہیں یہاں مرنے نہیں آئے

⊙

کافی ہیں امیروں کو قوانینِ گورنمنٹ
مذہب کی ضرورت تو غریبوں کے لیے ہے

⦿

کالج سے جنھیں امیدیں ہیں مذہب کو بھلا کیا مانیں گے
مغرب کو تو پہچانا ہی نہیں قبلے کو وہ کیا پہچانیں گے

⦿

تم بن گئے ہو صاحب مرزا غریب ٹھہرے
پھر ان کو کیا تم ان کے گھر کے قریب ٹھہرے

⦿

میم نے شیخ کو ڈانٹا تو پکارے وہ غریب
دیکھیے توپ نے لاٹھی کو دبا رکھا ہے

⦿

تمہارے حسن میں سائنس کا بھی دل الجھتا ہے
کمر کو دیکھ کر وہ خطِ اقلیدس سمجھتا ہے

⦿

نہایت قابلیت سے مجھے ثابت کیا مردہ
مناسب داد دنیا ہے مجھے یارب کہ رونا ہے
ندا آئی مناسب ہے کہ جینا اپنا ثابت کر
خوشامد یا شکایت دونوں ہی میں وقت کھونا ہے

⊙

نزولِ وحیِ مغرب نوجوانوں پر ہے اے اکبر
زبانیں کالجوں کی کھل گئیں اب آپ چپ رہیے

⊙

مذہب سوسائٹی ہے اور دین آخرت ہے
پولٹیکل جو پوچھو طاقت ہے اور سکت ہے

⊙

قائلِ تقدیر یہ تھے قائلِ تدبیر وہ
یہ قضا سے اور وہ اپنی حماقت سے مرے

⊙

دو حرف میں ہیں دفتر تجھ کو اگر نظر ہے
مذہب مریدِ 'کن' ہے سائنس 'میں اگر' ہے

⊙

کرتا ہوں ہر اینٹ پر نوحے رکا رہتا ہے کام
تنگ ہے وہ شوخ مجھ تاریخ داں مزدور سے

⊙

بھائیو گیہوں کا آٹا ڈھائی آنہ سیر ہے
پھر عجب کیا ابنِ آدم زندگی سے سیر ہے

◉

جو چاہتا ہے زمیں کو کہ لالہ زار کرے
برائے سعی وہ موسم کا انتظار کرے

◉

بھائی عربی دوست ہندو بادشاہ انگریز ہے
آپ کی فکرِ ترقی انتشار انگیز ہے

◉

دل میں اب نور خدا کے دن گئے
ہڈیوں میں فاسفورس دیکھیے

◉

یہ ینگ پارٹی کی بنا کس غرض سے ہے
واللہ یہ علاج تو بدتر مرض سے ہے

◉

ان میں موجِ مغربی مجھ میں ہوائے شرق ہے
وہ گزٹ میں غرق ہیں بندہ غزل میں برق ہے

◉

اب تو پنڈت جی کا ہائی مارک ہے
دل پئے کرما نہیں ہے پارک ہے

⊙

بدن کو کچھ سمجھ سکتے ہو نشتر اور شعاعوں سے
مگر آساں نہیں تشریحِ استعدادِ روحانی

⊙

رکنِ محفل وہ ہوئے رنگ بدل دینے سے
بات میری بھی بنی رہ گئی چل دینے سے

⊙

بہ قولِ اہلِ مغرب یہ زمانہ ہے ترقی کا
مجھے بھی شک نہیں اس میں کہ غفلت کی جوانی ہے

⊙

اس بت کے لب و رخ کا لیا بوسہ پس از عقد
مجھ شاعرِ مشرق کا ہنی مون یہی ہے

⊙

تجربہ خود ہی بنا دیتا ہے مرشد اکبؔر
سچ کہا آپ نے پیری میں مریدی کیسی

⊙

نہ پوچھو ہم سے اکبؔر حالتِ سائنس و مذہب کو
وہاں ابجد پہ ہنگامہ ہے یاں ضظع پہ بے ہوشی

⦿

ہر شخص میں جوشِ خودسری ہے
سوشل حالت کی ابتری ہے

⦿

عجب حالت ہے شیخِ ہند کی اطفال کی نسبت
جوانی بھی یہیں گزری بچپن بھی بت پرستی سے

⦿

جب غور کیا تو مجھ پہ یہ بات کھلی
دقت میں وہ ہیں کہ جو نہ صاحب نہ قلی

⦿

کالج و اسکول کی بجتی ہے ہر سو تومڑی
چار دونی آٹھ ہیں اور فاکس معنی لومڑی

⦿

پہلے ہوتا تھا وصال اور اب ہے مرگِ نیچری
عرس کا اب اس لیے ہے نام اینی ورسری

⦿

دلیری سکھاتے ہیں ہم کو یہ کہہ کر
جہنم سے ڈرنا بڑی بزدلی ہے

⦿

مری کھیتی تو اک مدت ہوئی چڑیوں نے چگ لی ہے
میں کیوں پوچھوں جگہ ٹھاکر کی جمنا ہے کہ ہگلی ہے

⦿

نظر میں تیرگی ہے اور رگوں میں ناتوانی ہے
ضرورت کیا ہے پردے کی جہاں بہبے کا پانی ہے

⦿

ہمارے مصلح اگر یہی ہیں بدل ہی دیں گے مزاجِ لیلیٰ
یہ مشورے دے رہے ہیں حضرت کہ بھیج دو قیس کو بریلی

⦿

مرا ٹٹو زیادہ مشرقی ہے شیخ صاحب سے
کہ وہ موٹر پہ چڑھتے ہیں، یہ موٹر سے بھڑکتا ہے

⦿

صبا نے جارج کو مژدہ یہی سنایا ہے
محافظِ حرم اب آپ کی رعایا ہے

⦿

نہیں ملنے کی اب فطرت سے لَے ان کے ترانے کی
ہدایت مرشدوں نے کی ہے ان کو گپ اڑانے کی

◉

شاپ میں سب جمع ہیں مجھ سے نہ پی پی کیجیے
آپ اس بوتل کو میرے گھر پہ وی پی کیجیے

◉

ماسٹر کی بحث اگر مانیں نتیجہ ہے یہی
اب ہیں اچھے جانور، پہلے برے انسان تھے

◉

ٹرخا دیا ہر اک کو مغرب نے پاس کر کے
سیّد بھی کورے کھسکے برسوں مساس کر کے

◉

جمالِ صورت و معنی میں بحثِ ردّ و کد کیسی
گل و بلبل کے حق میں کیا شہادت اور سند کیسی
نہ دعویٰ کی ضرورت ہے نہ کوئی روک سکتا ہے
کسی میں فطرتی جوہر جو ہو وہ خود چمکتا ہے

◉

اتحاد مذہبی کا شوق گو ہے نیچرل
اس زمانے میں مگر کچھ اور ہے، طرزِ عمل

⊙

پہلے سنتے تھے صدائیں مردِ میداں کون ہے
اب تو یہ سرگوشیاں ہیں میری گوئیاں کون ہے

⊙

وہی ہنسائے وہی رلائے وہی جگائے وہی سلائے
وہی بگاڑے وہی سنوارے وہی نکالے وہی بلائے
اسی سے خوش رہ اسی کا غم کر اسی کو دیکھ اور اسی میں گم ہو
دعا اسی سے ثنا اسی کی جو گر تو چپ ہو سنبھل جو قم ہو
جہان فانی کے کل کوائف اسی کی قدرت کے ہیں لطائف
اسی کی رحمت پہ کوئی غافل اسی کی عظمت سے کوئی خائف
دلوں کا مالک نظر کا حاکم سمجھ کا صانع خرد کا بانی
جمال اسی کا جلال اسی کا اسی کو زیبا ہے لن ترانی

⊙

خواہشیں کھو دیتی ہیں صبر و شکیب
خواہشوں میں ہوتے ہیں اکثر فریب
ہم نشیں کے نفس کے شیطان کے
خود غرض احباب کے سلطان کے
پہلے آپ اصلاحِ خواہش کیجیے
بعد ازاں دنیا سے سازش کیجیے

⦿

ضرورت نے کیا قائم جو پاس اور فیل کا پھندا
تو مشتِ استخواں نے مشتِ پر کو کردیا چندا
ہمارے اوجِ عزت کا مگر حق اب تو غالب ہے
شرف اس کا رہے محفوظ غیرت اس کی طالب ہے

⦿

اس چیز کا کیا کہنا اکبر تھا جس نے دلوں کو نیک کیا
لاکھوں ہی طبائع کو کھینچا ہموار کیا اور ایک کیا
جو قوم کو ابتر کرتے ہیں اب اُن اثروں پر رونا ہے
معلوم نہیں کیا مطلب ہے معلوم نہیں کیا ہونا ہے
تعلیم جنھوں نے پائی ہے وہ بد تو نہیں ہیں بے حس ہیں؛
دعوے جو ہیں رسم و مذہب کے سب ان کے یہاں سے ڈسمس ہیں
کیوں دولت و قوت کی ہے کمی اس کے تو سبب پیچیدہ ہیں
کچھ اس کو سمجھ سکتے ہیں وہی بوڑھے جو زمانہ دیدہ ہیں
لیکن یہ جو سوشل آفت ہے طوفان بپا ہے فتنوں کا،
بے مہریِ ملت کی یہ ہوا ایک قہر ہے جس کا ہر جھونکا
اس کا جو سبب ہے سن لو اسے سب پردہ عیاں ہے ظاہر ہے
الفاظ صریح و واضح ہیں یہ مطلعِ اکبر حاضر ہے

تعلیم جو دی جاتی ہے ہمیں وہ کیا ہے فقط بازاری ہے
جو عقل سکھائی جاتی ہے وہ کیا ہے فقط سرکاری ہے

⊙

گئے برہمن کے پاس لے کر جو اپنے جھگڑے کو شیعہ سنی
بگڑ کے بولا وہ جاؤ بھاگو ملکش تم بھی ملکش وہ بھی
بڑھی جو تکرار تو وہ لے کر انھیں فرنگی کے پاس پہنچا
وہ بولا بس دور ہو یہاں سے کہ تم بھی نیٹو ہو وہ بھی نیٹو
فلک نے آخر ہر اک کی سن کر کہا کہ تم سب ہو مستِ غفلت
سمجھ لو اس کو کہ تم بھی فانی ہو وہ بھی فانی ہے یہ بھی فانی

⊙

برگڈ کے مولوی کو کیا پوچھتے ہو کیا ہے
مغرب کی پالسی کا عربی میں ترجمہ ہے

⊙

نہ تیر افگنی ہے نہ اب حکمرانی
نہ وہ وضع ملت نہ قرآن خوانی
نہ باہم ادب ہے نہ وہ مہربانی
یہی کہتی پھرتی ہے لڑکے کی نانی
ہر اک شاخ میں پاس یہ اے بوا ہے
مرا لال کالج کا کاکا توا ہے

⊙

پسنجر کی آمد رہی درکنار ہوا ڈاک گاڑی میں بھی انتشار
جولی ریل والوں نے راہِ فرار ٹریفک کا ہے بند سب کاروبار
کئی دن سے سونی ہے ای آئی آر یہ سچ کہہ گیا شاعرِ نامدار
بیک گردشِ چشمِ نیلوفری نہ انجن بماند، نہ انجینئری

⊙

اٹھ گیا پردہ تو اکبر کا بڑھا کون سا حق
بے پکارے جو مرے گھر میں چلا آتا ہے
بے حجابی مرے ہمسائے کی خاطر سے نہیں
صرف حکام سے ملنے میں مزا آتا ہے

⊙

قدردانوں کی طبیعت کا عجب رنگ ہے آج
بلبلوں کو ہے یہ حسرت کہ وہ اُلّو نہ ہوئے

⊙

اک غزل میں اتفاقاً میرا اک مصرعہ یہ تھا
دیدۂ عبرت سے رنگِ دیرِ فانی دیکھیے
کوئی بول اٹھا زوالِ حسنِ بت مقصود ہے
اس سخن میں بدشگونی کی نشانی دیکھیے

عارفانہ شاعری بھی آج کل دشوار ہے
بزمِ دنیا میں یہ زورِ بدگمانی دیکھیے

⊙

کہنا ہے مجھ کو جو کچھ سینیے گا اس صدی میں
پوچھا کہ اس صدی میں کیوں چپ رہو گے جی میں
بولے کہ یہ صدی ہے اس بحث اور بیاں میں
کہنا ہے جو کہیں ہم وہ کون سی زباں میں
سن کر یہ بات ان سے ہر اک کو آیا چکّر
اک صاحبِ بصیرت چلتے ہوئے یہ کہہ کر
پیرِ فلک نہ کیوں کر ابوابِ بحث کھولے
جیتے رہیں گرو جی، زندہ رہیں یہ بھولے

⊙

پہلے کام اپنا پالسی کرتی ہے
ہماری طبع بے حسی کرتی ہے
تنگی ہوتی ہے جب بہت خلقت پر
فطرت خود اٹھ کے ثالثی کرتی ہے

⊙

زبانِ سنسکرت اس وقت پنڈت جی سے کہتی ہے
کہ اچھا ہے مری الفت تمہارے دل میں رہتی ہے

میں خوش ہوں گی بلاشک تم اگر مجھ کو جلاؤ گے
مگر وہسکی پلاؤ گے کہ گنگا جل پلاؤ گے
جیوں گی میں کہ پھر تم کو ملاؤں دیوتاؤں سے
بھڑاؤ گے مجھی کو یا کہ دنیا کی بلاؤں سے
اگر شوقِ عبادت ہے تو میں موجود ہوں اب بھی
اگر دنیا کا سودا ہے تو کب میں اس سے راضی تھی

⊙

فکر ساری کی ہے نہ کنگن کی
اب تو دھن ہے انھیں فرنگن کی

⊙

فنا کے دور میں عبرت کو بھی قیام نہیں
نشان ہی نہ رہے جب تو یاد کیا آئے

⊙

دلی خواہش تو ہے بیشک کہ ایک اور ایک دو کہیے
مگر کہنے کو ہوں موجود سب کچھ آپ جو کہیے
بتانِ مغربی کی مدح و ذم کی بحث نازک ہے
سکوت اس وقت اولیٰ ہے نہ یس کہیے نہ نو کہیے

⊙

گوڈر جدید روشنی کے شعلوں کی ہے یہ
پردے کی احتیاج ہے کیا اس بناوٗ پر
جب شمع ہو تو اس کی حفاظت ضرور ہے
فانوس کوئی رکھ نہیں سکتا الاوٗ پر

⊙

نام میرا دفترِ اعزاز سے خارج ہے اب
پارک کی زینت میں میری قبر بھی حارج ہے اب

⊙

یہ دال لبِ گنگ کبھی گل نہیں سکتی
کلّو کے پٹاخے سے بلا ٹل نہیں سکتی
افعی سے کہا میں نے مجھے تو نے ڈسا کیوں
بولا کہ بلا لاٹھی کے تو بن میں بسا کیوں
پاؤں میں تو مہندی ہے لگی شوق ڈنر کی
حیران ہوں اکبرؔ نے کمر کو یہ کسا کیوں

⊙

پیٹ مصروف ہے کلرکی میں
دل ہے ایران اور ٹرکی میں

⊙

بعض مسلم تو ایسے ہیں موجود
منہ جو لحمِ بقر سے موڑتے ہیں
فوجی گورے مگر رکیں کیوں کر
'جان بُل' کب گئو کو چھوڑتے ہیں

⊙

نہ وہ جان کے ہیں نہ ہیں تن کے دشمن
فقط ہیں ہمارے میاں پن کے دشمن
جو ہوں دوست اپنے کہاں وہ میسر
غنیمت ہیں اس وقت دشمن کے دشمن

⊙

قناعت نہیں ہے تو ایمان رخصت
عبادت نہیں تو مسلمان رخصت

⊙

یہ آپ کا فرمانا ہے بجا قرآن بھی ہے اللہ بھی ہے
مشکل تو یہ ہے لیکن کہ ادھر آنر بھی ہے اور تنخواہ بھی ہے

⊙

ہر طرف برپا ہے طوفانِ عناد و اختلاف
برہمن اور شیخ سوشل ساز و ساماں کیا کریں

پالسی مغرب پہ مشرق پر تعصب ہے سوار
اس کو ہندو کیا کریں اس کو مسلماں کیا کریں

⊙

تقلید حریف میں جو پہنچے نقصان
افسوس اس کا ہو کیوں دلِ ملّت میں
مسجد کی مصیبتوں میں دیتے امداد
ہوٹل میں پٹو تو شیخ جی کیوں دوڑیں

⊙

کانٹے بونے لگے اب شیکسپیئر پڑھ کے عزیز
گل کھلائیں گے کہاں تک یہ گلستاں والے

⊙

سگے بدنبال و نشۂ مے رفل بدست و غرور درسر
کدھر ہوا ہے یہ عزمِ قاتل خدا کرے خیرِ جانِ اکبؔر

⊙

ہوگیا ہے الہلال آماجگاہِ تیرِ غرب
اس نئے دورِ فلک کی چاند ماری کیجیے

⊙

کھینچو نہ کمانوں کو نہ تلوار نکالو
جب توپ مقابل ہے تو اخبار نکالو

⊙

ضبطیِ پرچۂ توحید ہوئی قید یہ ہے
قل ھو اللہ احد ضبط نہیں خیر یہ ہے
نورِ ایماں کی ضرورت نہیں سمجھا سائنس
وجہِ خاموشیِ شمع حرم و دیر یہ ہے
مغربی پارک میں چکر کے سوا کچھ بھی نہیں
دلِ رنگیں کی ہوا کھاؤ بڑی سیر یہ ہے

⊙

قید ہر کروٹ پہ ہر بوسے پہ اک مضمون ہے
عشقِ مِس کیا ہے نرا قانون ہی قانون ہے
گو نئی نظریں مبارک باد دیں اس لطف پر
میں تو کہتا ہوں کہ شامت اس کی جو مفتون ہے

⊙

صاف کہتا ہوں رہیں خوش یا ہوں ناخوش مولوی
آسماں اب چاہتا ہے مولوی کش مولوی

⊙

بابو صاحب کا یہ ہے شکوۂ افلاس بجا
سچ تو کہتے ہیں کہ مچھلی نہ سہی بھات تو ہو

⊙

چاہو بھلا جو اس کا ہرگز نہ تم سکھاؤ
بحثِ حقوقِ انساں نیٹو آف انڈیا کو

⊙

جج کو کیونکر جائے کارِ خانگی کو چھوڑ کر
اتنی کثرت ہو جو چوہوں کی تو بلی کیا کرے

⊙

بھلا کیا پوچھنا ہے شانِ اکبر کا زمانے میں
کہ وہ نیٹو بھی ہے ہندوستانی بھی مسلماں بھی

⊙

شیخ جی کے دونوں بیٹے باہنر پیدا ہوئے
ایک ہیں خفیہ پولیس میں ایک پھانسی پا گئے

⊙

قوت زیرِ حراست سے نہیں پیدا شکوہ
جب لیا لیسنس وہ رعبِ رفل جاتا رہا

⊙

باوجود اس بے کسی کے بدگمانی اس قدر
میں نے کی اللہ سے فریاد آڑے آیا دین

ڈائری میں ہوگیا تھا اختلافی اندارج
لڑ گئے خفیہ پولس سے کل کراماً کاتبین

⊙

سول سرجن تو ساڑھے سات سے پہلے نہیں اٹھتے
ولیکن ان کے مرغے کی سحر خیزی نہیں جاتی

⊙

اے ذہن عرب گوش مکن صلحِ عجم را
ایں نغمہ نشید است دگر صوت و نغم را

ضمیمہ

⊙

در بحرِ زندگی دلم آہے کشید و رفت
برقے بگویش کہ در ابرے طپید و رفت
داغِ دل است رنگِ فنا اندریں چمن
سبزہ دمید و مرد گلِ تر رسید و رفت

⊙

اس وعدہ خلافی پہ کرو غور کسی دن
ہر روز یہ کہہ دیتے ہو اب اور کسی دن
ہر لذت دنیا پہ وہ جھک پڑتے ہیں فی الفور
آفت میں پھنسائے گی یہ فی الفور کسی دن

⊙

خیالِ حالتِ قومی سے دل کو پست کرتا ہوں
مگر جب اپنا بنگلہ دیکھتا ہوں جست کرتا ہوں

⊙

مؤرخ اور صوفی میں یہی ہے فرق اے اکبر
کہ وہ مصروفِ ماضی ہے اور اس کو حال آتا ہے

⊙

ڈاڑھی خدا کا نور ہے بیشک مگر جناب
فیشن کے انتظامِ صفائی کو کیا کروں

⊙

نکال دیں تو درِ فیضِ عام چھٹتا ہے
جو منہ لگائیں تو ان کا گدام لٹتا ہے
سکھائیں کیوں نہ یہ فقر و غنا رعایا کو
کہ حرص بڑھتی ہے اس سے نہ دم ہی گھٹتا ہے

کریں یہ خاک نشینوں کی طبع کو ہموار
کہ جس طریق سے کنکر سڑک پہ کٹتا ہے

⊙

نہ کٹ لٹ ہیں، نہ یاں کانٹا چھری ہے
مگر گھی ہے تو کھچڑی کیا بری ہے
کہاں مسجد میں وہ اگلے سے مسلم
خدا کے نام کی خانہ پری ہے
ترقی پا کے وہ برگڈ میں پہنچے
کسی کو کیا کہ جب تنہا خوری ہے
یہ لیڈر گا رہا ہے حمد کے گیت
مگر آواز بالکل بے سری ہے

⊙

عقد سے کیا ہوں وہ خوش، کہتی ہے بیوی ان کی
بے نماز آئے تو کب ہاتھ لگانے دوں گی
میں مسلمان کی لڑکی ہوں مسلمان ہوں خود
سامنے بھی انھیں واللہ نہ آنے دوں گی
ساس کہتی ہیں کہ پڑھواؤں گی سمجھا کے نماز
ایسے مسٹر کو بھلا ہاتھ سے جانے دوں گی

⦿

دھن دیس کی تھی جس میں گاتا تھا اک دہاتی
بسکٹ سے ہے ملائم پوری ہو یا چپاتی
شانِ نمازِ اکبر شاہانہ ہو چلی ہے
مسجد الگ بنائیں اپنی میاں وفاتی

⦿

جو ائیر شپ پر چڑھے تو ایسے کہ بس ہمیں ہیں خدا نہیں ہے
جو ائیر شپ سے گرے تو ایسے کہ لاش کا بھی پتہ نہیں ہے
حیاتِ دنیا کو آیتوں میں خدا نے لہو لعب بتایا
کسی کو ہو کچھ تامل اس میں ہمیں تو شبہ ذرا نہیں ہے

⦿

گپیں اُڑانے کو اک وائے عمل تو ہے
ہمارے واسطے اک ناز کا محل تو ہے
الٰہی رکھ تو سلامت ہمارے لیڈر کو
کہ بزمِ قوم میں اس سے چہل پہل تو ہے
چلا ہی لیں گے کسی کھیت میں بہ حکمِ حضور
خدا کے فضل سے محفوظ اپنا ہل تو ہے

⦿

اسے اقرار اغوا ہے، یہ اغوا کو چھپاتے ہیں
علیہ اللعن ہے شیطان لیکن ان سے اچھا ہے
بہت مبہم تمہارا مصرعۂ ثانی ہے اے اکبر
اشارہ ہے کدھر شیطان آخر کن سے اچھا ہے

⦿

جو سچی بات ہے کہہ دوں گا بے خوف وخطر اس کو
نہیں رکنے کا میں ہرگز پری ٹوکے کہ جن ٹوکے
انار آتے جو کابل کے تو پڑتے سب کے حصّے میں
امیر آئے تو ہم کو کیا مزے ہیں لارڈ منٹو کے

⦿

شاہی و حکومت کی ہے اصلی یہی بیوٹی
ہر طور سے انسان سمجھ لے اسے ڈیوٹی

⦿

حاکم میں اگر ناز ہے اور عیش پرستی
حاکم میں اگر بادۂ نخوت کی ہے مستی
کتنا ہی زبردست و بلند اس کا ہو پایہ
ہرگز نہ کہیں گے اسے اللہ کا سایہ

حاکم کو ضروری ہے مذاہب کی اعانت
اللہ کی ہو جس سے پرستش بہ فراغت
با ایں ہمہ کرنا ہے مجھے صاف یہی عرض
حاکم کی اطاعت ہے بہر حال تمہیں فرض
دنیا یہ بنی ہے پئے تیاریٔ عقبےٰ
بے جا ہے حکومت کا جو ہر اک کو ہو سودا

⊙

یہ ملک نہ فطرت کا ہے شیدا نہ خدا کا
دادا کا کہیں بت ہے کہیں رسم کا خاکا
جو شرک میں ڈوبا ہے نہ پھولا نہ پھلے گا
غیروں ہی کی امداد سے کام اس کا چلے گا

⊙

مجھ میں اب زورِ ناتوانی ہے بہت
بایں ہمہ ان کو بدگمانی ہے بہت
خاموش رہو تو سانس لینے دیں گے
اتنی بھی یہ ان کی مہربانی ہے بہت

میر منشی رضا حسین خاں صاحب نے سلسلۂ مراسلت میں مجھ کو یہ شعر لکھ بھیجا تھا‘

چشمے داریم و عالمے در نظرم
دیگر چہ معلم و کتابم باید

میری طبیعت میں اس شعر نے ایسا ہیجان پیدا کیا کہ اشعارِ ذیل موزوں ہو گئے

اے آنکہ فسانہ گوئی از دیر و حرم
ایں دفترِ تست باعثِ دردِ سرم
بگزار مرا بہ حالم از راہِ کرم
چشمے داریم و عالمے در نظرم
دیگر چہ معلم و کتابم باید

جامے ز مئے طہور دارم در دست
جانم بہ سرود عاشقی بیخود و مست
نے طالبِ نغمہ ام نہ من بادہ پرست
تارِ نفس است و یادے از عہد الست
دیگر چہ مغنی و شرابم باید

⊙

یہ کہتے تھے اک لالۂ باوقار
کہ عربی حروف اب تو ہم پر ہیں بار
رکی ہے انھیں سے ہماری نمود
یہ کھسکیں تو ثابت ہو اپنا وجود

کہاں کا حرام اور کہاں کا حلال
ہٹے جائے جھٹی رہیں رام لال

⊙

رقبہ تمہارے گانوں کا میلوں ہوا تو کیا
رقبہ تمہارے دل کا تو دو انچ بھی نہیں

⊙

بوئے وفا نہیں ہے رسوں کے اصول میں
بس رنگ دیکھ لیجیے گملے کے پھول میں

⊙

روتا تھا میں اس غم میں کہ حالت تو ہے ایسی
اور اس کا کوئی دیکھنے والا بھی نہیں ہے
ہو اس کا بھلا جس نے کہا دل کو قوی رکھ
جو تجھ پہ گزرتی ہے خدا دیکھ رہا ہے

⊙

بھائی صاحب تو یہاں فکرِ مساوات میں ہیں
شیخ صاحب کو سنا ہے کہ حوالات میں ہیں
قوم کے حق میں تو الجھن کے سوا کچھ بھی نہیں
صرف آنر کے مزے ان کی ملاقات میں ہیں

سر بسجدہ ہے کوئی اور کوئی تیغ بہ کف
اک ہمیں اس رزولیوشن کی خرافات میں ہیں
ہوش میں رہ کے کرو دور نقائص اپنے
مغربی لوگ تو مست اپنے کمالات میں ہیں

⦿

طالب ہوں میں ترقیِ بابو پسند کا
اخلاق کو اگرچہ ہے خطرہ گزند کا

⦿

جس نے کہ یہ کہا ہے واللہ کیا کہا ہے
تعظیم خواہ سب ہیں، حاجت روا خدا ہے

⦿

بابو ہمیں نگل گئے اس عہد میں تو خیر
رہنا پڑا ہے نبیوں کو مچھلی کے پیٹ میں

⦿

مٹنے پر ہے نقشِ باطل
لا یستعجل لا یستعجل

⦿

عالمِ وحدت میں کثرت رنگ دکھلانے لگی
ہوش کے ٹکڑوں سے میں میں کی صدا آنے لگی

⦿

جو بات صاف ہے کہتا ہوں بے دریغ اس کو
نہ مجھ کو کام ہے ٹھکرائی سے نہ شیخی سے
زیادہ زینتِ دنیا بھی ہے فساد انگیز
جنونِ جنگ ہے پیدا اسی ترقی سے

⦿

اب حدیث لیڈری ہے عمرِ راوی ہو چکی
آفتِ ارضی کی شدت ہے سماوی ہو چکی
پند ہے کونو عباداللہ اخوانا کی خوب
ووٹ بازی پر مگر یہ پند حاوی ہو چکی

⦿

خلوتِ ناز میں کیا شان خود آرائی ہے
حسن خود عالمِ حیرت میں تماشائی ہے

⦿

میرے اس مصرع پہ سب کی واہ ہے
ہوش میں ہوں زندگی اللہ ہے

⦿

جب غم ہوا چڑھا لیں دو بوتلیں اکٹھی
مُلّا کی دوڑ مسجد اکبر کی دوڑ بھٹی

⊙

چلا جاتا تھا اک ننھا سا کیڑا رات کاغذ پر
بلا قصدِ ضرر اس کو ہٹایا میں نے انگلی سے
مگر ایسا وہ نازک تھا کہ فوراً پس گیا بالکل
نہایت ہی خفیف اک داغ کاغذ پر رہا اس کا
ابھی وہ روشنی میں شمع کی کاغذ پہ پھرتا تھا
ابھی یوں مٹ گیا اک جنبشِ انگشتِ انساں سے
لیا میرے سوا نوٹس ہی کس نے اس کا دنیا میں
نہ تھی فطرت کی کیا کاریگری اس کے بنانے میں
نسب نامہ بھی اس کا عالم ذرّات میں ہوگا
یہی تھی اس کی ہستی اور اس میں اس کی مستی تھی
نہ ماتم کرنے والا ہے نہ لائف لکھنے والا ہے
وہ دھبّا درسِ عبرت دے رہا ہے مجھ کو اے اکبر
معاذ اللہ کیا سمجھا ہے تو نے اپنی وقعت کو
تجھے بھی صفحۂ روئے زمیں سے ایک دن آخر
مٹا دے گی کوئی تحریک فطرت حکمِ باری سے
عجب حیرت سے ہوں میں دیکھتا اس داغ کاغذ کو
مری نظروں میں تو نقشہ یہ ہے دنیائے فانی کا
صریحاً جسم تھا اک جان تھی احساس تھا اس میں

اور اب دھبّا سا ہے کیا جانے کوئی کیسا دھبّا ہے
عجب کیا ہے جو سمجھے کوئی پنسل کی لکیر اس کو
معاذ اللہ معاذ اللہ سناٹے کا عالم ہے
بہت جی چاہتا ہے روؤں اس ہستی کے دھبّے پر
یہ ہیں برسات کے دن تیسری بھادوں گزرتی ہے
میں اپنا غم غلط کرتا ہوں کچھ اشعار لکھنے سے

(اصل کاغذ جس پر دھبا ہے حسن نظامی دہلوی لے گئے اس کا فوٹو انھوں نے چھاپا ہے)

⊙

پوچھے کوئی اگر تصنیف کیا کہہ دو اکبر کہ لفظ بے معنے
پوچھے کوئی اگر شریعت کیا کہہ دو اکبر کہ لفظ با معنے
پوچھے کوئی اگر تصوف کیا کہہ دو اکبر کہ معنیِ بے لفظ

⊙

ہمارے شیخ صاحب کا عمل کتنا مناسب ہے
ادھر برگد بھی لٹو ہے ادھر جنت بھی واجب ہے

⊙

مطبع کی یاں مدد نہ کتابوں کا زور ہے
میخانہ دل ہے اس کی شرابوں کا زور ہے

⊙

فدا ہوں ہادیانِ دین وملت کے نشانوں پر
پرستش میں اگر تقلیدِ ابراہیم کرتا ہوں
فروغِ روئے انسانی بھی ہے اور شمس تاباں بھی
مگر میں لا احب الآ فلیں تعلیم کرتا ہوں
درِ دل اہلِ دل کا جب کھلا ہو جانبِ عرفاں
تو بیشک فیضِ روحانی کو بھی تسلیم کرتا ہوں

⊙

اک بحث میں الجھ کر دنیا کا کام چھوڑا
چھوڑی سحر نہ اس نے ہنگامِ شام چھوڑا
ہر فلسفی نے لیکن عمر اپنی ختم کردی
جو بحث اٹھائی اس کو بس نا تمام چھوڑا
اکملت کا اشارہ کافی ہے تجھ کو اکبرؔ
پھر دل کا کیا ہے مرکز جب یہ مقام چھوڑا

⊙

عجم کی زینتیں سیکھیں مباہاتِ عرب سیکھیں
زمانے کی ترقی جو سکھائے ان کو سب سیکھیں
مگر اک التماس ان نوجوانوں سے میں کرتا ہوں
خدا کے واسطے اپنے بزرگوں کا ادب سیکھیں

⊙

دل کو فطرت سے ہے تعلق

مذہب کا اثر زبان پر ہے

چاہو جو شناخت نیک و بد کی

موقوف یہ امتحان پر ہے

⊙

دنیا کی بے وفائی سے اکبر ملول ہے

لیکن زیادہ اس کا تصور فضول ہے

اب تک وہ رو رہا ہے میں سمجھا تھا رو چکا

اتنی سمجھ نہیں کہ مرا وقت ہو چکا

⊙

جن میں ہر گام پہ اک دامِ بلا ہے درپیش

نفس کو تو انھیں باتوں میں مزا آتا ہے

اس کمیٹی میں نہیں روح کی لذّت کا خیال

ممبر اٹھ جاتے ہیں جب ذکرِ خدا آتا ہے

⊙

بہتر سمجھے ہو تم جو خاموشی کو

یہ بھی نہ کہو کہ خامشی بہتر ہے

⦿

الف بے تے ہی کو پڑھ کر میں سمجھا
الف اللہ کا اور ماسوا بت

⦿

نہ ازل کی رہی یاد اور نہ ابد کی ہے خبر
آفریں تجھ پہ مجھے ہوش میں لانے والے

⦿

بے حد وہ خفا ہیں اکبر سے اور اس کی دعا یہ ہے کہ انھیں
اللہ بصیرت ایسی دے اپنی غلطی کو دیکھ سکیں

⦿

علم پر گو غرور بے جا ہے
جاہلوں سے اب اجتناب روا

⦿

شیخ برگد کہتے ہیں مذہب ضروری ہے مگر
فائدہ مذہب کا جو کچھ ہے اسی دنیا میں ہے

⦿

وہ خرافات پر ہیں داد طلب
واہ واہ پر عجب مصیبت ہے

⊙

حضرت کی شعر گوئی کچھ مستند نہیں ہے
کہنے کی ایک حد ہے بکنے کی حد نہیں ہے

⊙

حقیقی اور مجازی شاعری میں فرق یہ پایا
کہ وہ جامے سے باہر ہے یہ پاجامے سے باہر ہے

⊙

کیا خبر خلد سے کیوں حضرتِ آدم نکلے
ہم تو مصروف ہیں گیہوں کی خریداری میں

⊙

لاکھ چھانٹیں وہ مذہبی باتیں
فرق ہے شیخی و کلرکی میں

⊙

لیڈر کو دیکھتا ہوں تصوف پہ معترض
کالج کے کیڑے پڑ گئے دلقِ فقیر میں

⊙

اصلاحِ بتِ بے پیر اسی پر ہے درست
جس کا مرشد نہیں استاد نہیں پیر نہیں

◉

تعلیم اس کی اچھی جو اپنے گھر میں خوش ہو
مذہب اسی کا اچھا جس کو پولس نہ پکڑے

◉

طاعون کی بدولت ان کو بھی ارتقا ہے
جو مارتے تھے مکھی اب مارتے ہیں چوہے

◉

تمہاری شاعری یہ پھل جھڑی ہے یا پٹاخا ہے
یہ حافظ ہی کی محفل ہے جہاں کا مآ دھا قا ہے

◉

تم خدا کو خوش کرو سب کی خوشامد چھوڑ کر
باخدا حاکم جو ہوگا خود ہی خوش ہو جائے گا

◉

فرما گئے ہیں یہ خوب بھائی گھورن
دنیا روٹی ہے اور مذہب چورن

◉

نا ملائم کیوں کہو اور کیوں سنو
بات یہ ہے چپ کرو یا چپ رہو

⊙

سمجھی ہوئی باتوں نے پریشان کیا ہے
مشتاق ہوں اس کا جو سمجھ میں نہیں آتا

⊙

قائل ہمہ اوست کا ہے اکبؔر
محسوس مگر ہمہ نہیں ہے
کرتا ہوں مضمون یہ مغرب سے نقل
بولتا ہے علم اور سنتی ہے عقل

⊙

کالج کے مفتیوں سے کل کہہ رہے تھے اکبؔر
بسکٹ سے باز آنا رہبانیت نہیں ہے

⊙

کہتے ہیں کہ تم قوم سے قم کیوں نہیں کہتے
کہہ دو یہ مناسب ہے تو تم کیوں نہیں کہتے

⊙

یہی ان کے عقائد ہیں یقیں اس کا نہیں ہوتا
جو کرتے ہیں نہ کرتے یہ اگر ان کو یقیں ہوتا

◉

فرمان کسے بودہ درہا کہ چنیں سفتم
گفتند بگو گفتم، گفتند مگو خفتم

◉

سایہ مدت ہوئی غبارہ بنا
پائینچوں میں بھی اب بھری ہے ہوا

◉

جو کہہ رہا ہے خود اس کو نہیں ہے وہ محسوس
غرض کہ داد ہی پالے اثر سے ہو مایوس

◉

رجز تو تو نے سنائی رہِ عمل کو بھی دیکھ
پرانے قصے تو ہیں یاد آج کل کو بھی دیکھ

◉

یاں نہ منطق ہے کتابوں کے نہ پشتارے ہیں
جوش ہے دل میں مضامین کے فوارے ہیں

◉

مغربی تعلیم ہو اور ہوم رولی بات ہو
لطفِ موسم ہے یہی مینڈک ہو اور برسات ہو

⊙

دین پر جب ہم نے دنیا کو مقدم کر دیا
دنیوی درجے کو بھی اللہ نے کم کر دیا

⊙

خوب عالم ہے زمانے کو جہاں دخل نہیں
بزم توحید میں یہ گردشِ ایام کہاں

⊙

سر جھکا رکھ سر اٹھانے کی جگہ اے دل کہاں
چاند ماری ہو رہی ہے بدر کی منزل کہاں

⊙

حرج کیا روپیہ جو کاغذ کا چلا
غم نہ کھا روٹی تو گیہوں کی رہی

⊙

ہے حوادث کا محبانِ الٰہی پر بھی فیر
ہاں حسابِ دوستاں در گور اگر کہیے تو خیر

⊙

نبوت کا زمانہ اور تھا اب اور جھرمٹ ہے
وہاں سینے میں قرآں تھا یہاں سینے میں بسکٹ ہے

⊙

کیا ترقی کہ بہم جس سے بڑھے بغض و نفاق

فربہی کیا ہے اگر خلط ہے فاسد پیدا

زیادہ بے لطفی ہو چلی تھی اس وقت یہ اشعار 'معارف' نے چھاپے ورنہ نصیحت اور امر بالمعروف ہمیشہ چاہیے

⊙

اس وقت مولویت صوفی سے بھڑ گئی ہے

اغیار کو ہو مژدہ آپس میں چھڑ گئی ہے

مُلّا کو زعم ہے یہ دانم چرانہ گویم

صوفی کو یہ کہ دارم پائے چرانہ پویم

مُلّا یہ کہہ رہے ہیں میرا رسالہ دیکھو

صوفی کا ہے اشارہ میرا پیالہ دیکھو

مُلّا پکارتے ہیں منطق کی جنگ اچھی

صوفی کا ہے ترانہ حق کی ترنگ اچھی

مُلّا یہ کہہ رہے ہیں قرآن ہی سے پڑھیے

صوفی یہ کہہ رہے ہیں معنی سمجھ کے پڑھیے

اس جنگ میں ہے بیشک نادانیِ سیاسی

یہ بات ہے یقینی ہرگز نہیں قیاسی

گو قیدِ ظاہری کی پاتے ہیں ان میں قلت
وہ بھی جماعتیں ہیں وہ بھی ہے نظمِ ملت

دینی طریق میں تو ہر سمت اب کمی ہے
مجلس میں ہے تزلزل میلوں میں برہمی ہے

کہتے ہیں کر رہے ہیں ہم یہ رفارمیشن
دیکھا نہیں تھا لیکن مردوں پہ آپریشن

بازو قوی جو رکھتے ہوتی اگر حکومت
اس وقت شاید آتی کچھ کام یہ خصومت

تنگیِ رزق نے تو چرخے دیے ہیں کتوا
کیسی دلیلِ شرعی کیسا خرد کا فتویٰ

ہوتا رہے گا نشتر پہلے جلایئے تو
جانِ حزیں کو ان کے تن سے ملایئے تو

ہے ہاتھ میں قلم بھی منہ میں زبان بھی ہے
لیکن یہ دیکھیے تو حضرت میں جان بھی ہے

وضعِ کہن کا مٹنا اس کی یہ رت نہیں ہے
تیشے سے توڑ دو تم ایسا یہ بت نہیں ہے

اس وقت کیا تمہاری یہ خوش خیالیاں ہیں
آپس میں گالیاں ہیں غیروں کی تالیاں ہیں

بہتر ہے کام لینا نغمات و موعظت سے
روکو گلے کو لیکن ایسی چلت پھرت سے
شیعہ ہوں خواہ سنی مُلّا ہوں خواہ صوفی
بے سود جنگِ باہم ہے سخت بیوقوفی
باتیں نئی کہاں سے لا کر کوئی کہے گا
تم بھی وہی رہو گے وہ بھی وہی رہے گا
دیکھو ذرا تنزّل تو خود ہی زور پر ہے
موقوف کب یہ حالت آپس کے شور پر ہے
وقتِ نزاع باہم ہرگز نہیں ہے یارو
اللہ کو پکارو اللہ کو پکارو

⊙

وہ خود آرائی کہاں خوشیوں کی تمہید اب کہاں
رسم ادا کر دیتے ہیں مل لیتے ہیں عید اب کہاں

⊙

دانے کو ہے حق نشو و نما اس سے تو نہیں انکار مجھے
لیکن یہ بتاؤ مجھ کو ذرا وہ کھیت میں ہے یا پیٹ میں ہے

⊙

چلتی نہیں کچھ اپنی کوئی ہزار چاہے
ہوتا ہے بس وہی جو پرودگار چاہے

بے رونقیِ اکبر میں ہو شریک آکر
جو موسمِ خزاں میں رنگِ بہار چاہے

⊙

یہ پرچہ جس میں چند اشعار ہیں ارسالِ خدمت ہے
ہمارے لختِ دل ہیں آپ کا مالِ تجارت ہے

⊙

کہوں کیا ہستیِ باری میں شک ہونے کے کیا معنی
یہی سمجھا نہیں میں آج تک ہونے کے کیا معنی

⊙

تنہائی میں بھی فکر جماعت کی جی میں ہے
دنیا میں میں نہیں ہوں یہ دنیا مجھی میں ہے

⊙

شاگرد ڈارون تو خدا ہی نے کردیا
اکبؔر مگر نہیں ہے مداری کے ہاتھ میں

⊙

اگرچہ دعویِٰ اسلام ہے مگر بالفعل
سوا خدا کے ہمارا کوئی گواہ نہیں

◉

چھوڑنا ممکن ہے اکبر شوخیِ گفتار کو
ترکِ حق گوئی ہے مشکل محرمِ اسرار کو

◉

جوانی نے تو اپنے واسطے ہم کو اٹھایا تھا
بڑھاپا تو بٹھائے اب خدا کے واسطے ہم کو

◉

عبرت کے ساتھ دیکھ تماشائے انقلاب
مژدہ کہیں ہے اور کہیں ہائے انقلاب
فانی جہان حشر کی منزل میں ہے رواں
کس طرح طے ہو یہ جو نہ ہو پائے انقلاب
ہر رنگ میں جسے نظر آتی ہے شانِ حق
باغِ جہاں میں کیا اسے پروائے انقلاب
امید رکھ خدا سے عبادت سے منہ نہ موڑ
رنگِ زمانہ کچھ ہی ہو لاکھ آئے انقلاب

◉

خونِ دل در نظرِ عشق بہارے باشد
داغِ حسرت بہ جگر روئے نگارے باشد

یار روئے تو اگر رہبریِ دل نہ کند
روزِ روشن بہ نگاہم شبِ تارے باشد
زینتِ قصر نہ خواہد دلِ عبرت زدگاں
شجرے باشد و پائین مزارے باشد
لذتِ زیست چہ باشد چو ازو پرسیدم
گفت اکبر کہ دلے باشد و یارے باشد

⊙

ایں چہ شوراست کہ در بحثِ بجٹ می بینم
ہر طرف بیشیِ محصول و ٹکٹ می بینم
بر حکومت اثرے نیست ز قانونِ الٰہ
ہمتِ او ہمہ مصروف و گزٹ می بینم
ممبراں را کہ از انعام چو افساد بدست
شائق و منتظر بھوجن و چٹ می بینم
چہرۂ پردہ کشاد است درِ مکر و فریب
درِ اخلاص بہر ناصیہ شٹ می بینم

⊙

نئی منطق اب ہوئی خضرِ رہ، وہ طریق اپنا رہا کہاں
وہ اصول ہی جو شکست ہوں تو وفائے دل کی بِنا کہاں

کوئی ڈارون کا مرید ہے کوئی تجربوں کا شہید ہے
وہ خیالِ سِرِّ ازل کہاں وہ سرورِ یادِ خدا کہاں
نہ حدیثِ عشق کہیں رہی نہ وہ شانِ حسن جبیں رہی
دل و دردو شوق تھا پھر کہاں وہ حجاب و لطفِ جہاں کہاں
نہ کلی کی اب رہی وہ چٹک کسی پھول میں ہے نہ وہ مہک
وہ سماں کہاں اور وہ رُت کہاں وہ رُخِ بتاں وہ ہوا کہاں
نہ محبتوں کا وہ ساز ہے نہ بزرگیوں سے نیاز ہے
وہ ادب کہاں وہ وفا کہاں وہ خلوصِ دل کی ادا کہاں
نہ اس انجمن کی وہ بات ہے نہ وہ دن ہے اب نہ وہ رات ہے
نہ وہ دل ہے اب نہ وہ ذوق ہے وہ اثر کہاں وہ مزا کہاں
نہ فریب و زور کی ہے وہ روش کہ خزاں پہ ہوتی ہے وارنش
وہ بہار لالہ و گل کہاں وہ چمن کہاں وہ صبا کہاں
ہوئی ہے پرانی یہ داستاں اور اٹھا ہے اب یہ نئے فغاں
نہیں اکبر اپنے حواس میں کوئی اس سے پوچھے یہ تھا کہاں

⊙

سکوں ہوتا نہیں دل کو مرادیں بر نہیں آتیں
یہ آہیں عرش تک جاتی تو ہیں کچھ کر نہیں آتیں
شبِ غم کو بسر کر صبح راحت کی امیدوں میں
بلاؤں سے نہ ڈر خاموش رہ کس پر نہیں آتیں

جو صرفِ عشق ذہنی تو تیں ہیں تن سے ہیں غافل
سبھا کی ہیں جو پریاں، اکثر اپنے گھر نہیں آتیں
ہماری گردنیں تو صرف مسجد ہی میں جھکتی ہیں
مگر دیکھیں کہ یہ کب تک تہِ خنجر نہیں آتیں

⦿

بدل گئی ہوں ہوائیں تو روک دل کی ترنگ
نہ پی شراب اگر موسمِ بہار نہ ہو
لطیف بن جو اُٹھے سوزِ غم سے دردِ جگر
نہ پھیر منہ کو فلک سے زمیں پہ بار نہ ہو
مجھے بھی دیجیے اخبار کا ورق کوئی
مگر وہ جس میں دواؤں کا اشتہار نہ ہو
جو ہیں شمار میں کوڑی کے تین ہیں اس وقت
یہی ہے خوب کسی میں مرا شمار نہ ہو
میں کیا کروں کہ نبھے ان کے خانساماں سے
چمار کیسے بنے وہ کہ جو چمار نہ ہو
گلہ یہ جبر کا کیوں کر رہے ہو اے اکبر
سکوت ہی ہے مناسب جب اختیار نہ ہو
نہیں ہوں میں کسی گنتی میں پیشِ اہلِ جہاں
خدا کرے کہ قیامت میں بھی شمار نہ ہو

⊙

آپ کیوں اپنا خطاب اے خان واپس کیجیے
خود انہیں سے کہیے میری شان واپس کیجیے

واپسی آنر کی جھگڑا ختم کر سکتی نہیں
لوگ کہتے ہیں خدا کو جان واپس کیجیے

یہ تواضع کیا برآمد خود نہیں ہوتے جو وہ
جھوڑیے ڈیوڑھی کو حقہ پان واپس کیجیے

آپ جس کو نزع سمجھے تھے غشی تھی وہ فقط
لائیے کرتا کفن کا تھان واپس کیجیے

مدح کا بے انتہا ممنون ہوں لیکن جناب
دام گر دینے ہوں تو دیوان واپس کیجیے

⊙

برطرح مشاعرہ - پرتاب گڑھ اودھ پڑھی گئی (۱۹۲۱ء)

نمایاں داغِ سجدہ سے اگر تیری جبیں ہوتی
یقیناً زیرِ گردوں غیرتِ ماہِ مبیں ہوتی

فلک کا خوانِ ایواں نفس کو تسکیں نہیں دیتا
اجل جبراً اٹھا دیتی ہے اور سیری نہیں ہوتی

تمہارے شوق میں روتا تو ہوں لیکن مزہ جب تھا
کہ میری چشم تر ہوتی تمہاری آستیں ہوتی

رسائی تو ہوئی ان تک مگر اب یہ مصیبت ہے
انہیں فرصت نہیں ہے اور مجھے سیری نہیں ہوتی

جو یاد ان کے لبِ شیریں کی آ جاتی دمِ آخر
تلخیِ نزع کی لذت میں مثلِ انگبیں ہوتی

تمہارے ہاتھ سے نالاں ہے نیچر ورنہ اے صاحب
نہ یہ موٹر کا غل ہوتا نہ یہ انجن کی پیں ہوتی

⊙

ٹھیکہ دارِ باغ سے ہے دوستی صیاد کی
یاالٰہی خیریت ہو بلبلِ ناشاد کی

داد ملتی ہے بتانِ دَیر کو بیداد کی
دیدنی ہے بے کسی یارب! مری فریاد کی

کیا کہوں حالت میں اب دیرِ خراب آباد کی
ہے فنا ہی پر یہاں تعمیر ہر بنیاد کی

اس کو کیا پروا بتوں کے لطف یا بیداد کی
جس کے دل کو مل گئی لذت خدا کی یاد کی

صلحِ کل کے مسئلے پر ہو عمل کا جس کو شوق
وہ کرے تقلید مہاراجہ کشن پرشاد کی

بے گناہی کے یقیں سے کانپتا ہے اس کا ہاتھ
قتل بھی ہوتا ہوں ہمدردی بھی ہے جلاد کی

دیکھ کر اس کی طلب میں خود ہی اس کا ہو گیا
دام ہی بن کر پڑی مجھ پر نظر صیاد کی
ماگھ لایا ہے نویدِ آمدِ فصلِ بہار
گونج بھونرے کی ہے اک ٹھمری مبارکباد کی
آپ کی چشمِ کرم کافی ہے اکبر کے لیے
اس کے شعروں کو ضرورت کچھ نہیں زاد کی
تجربے کے بعد رنج و غم سے کر لی اس نے صلح
اکبر اب پروا نہیں کرتا دلِ ناشاد کی

⊙

چمکنے آئے ہیں شاطر کسی جزیرے سے
تم اپنے شہد کو بدلو نہ ان کے ہیرے سے
نہ کھوؤ زمزمہ ارغواں میں حسنِ سخن
سنبھال سکتے ہو تم اپنی لَے مجیرے سے
عدوئے دین کے تکلف سے احتراز اولیٰ
مفید تر نہیں آئس کریم کھیرے سے
وہ کہہ رہے ہیں کہ دیکھو گے دیر میں تم اثر
کہ کام کرتے ہیں ہم لوگ دھیرے دھیرے سے

⊙

جانِ مشتاق ہے تیری مرا جینا ہے یہی
مست ہوں جامِ ازل سے مرا پینا ہے یہی
ترے محبوب کی منزل کی زیارت ہو نصیب
دیکھ لے چشمِ تمنا کو مدینا ہے یہی
زندہ ایمان کو کر دے بتِ خودبیں کا غرور
کیا خبر غیب کی البتہ قرینا ہے یہی
نور و ظلمت میں نظر آئے فقط شانِ ظہور
رات دن آرزوئے دیدۂ بینا ہے یہی
منزلِ عشق میں رکھ اپنی خودی زیرِ قدم
حسن کہتا ہے مرے بام کا زینا ہے یہی
پیشِ توحید بتوں کا سرِ مغرور ہے خم
ان کو کینہ ہے جو مجھ سے تو وہ کینا ہے یہی
موجِ دل کے لیے ہے جس میں روانی کی اُمنگ
یہ وہی بحر ہے اکبؔر وہ سفینا ہے یہی

⊙

میں بیٹھا بزمِ عشرت میں وہ تیغ خوں فشاں رکھ دی
تو سر پر چرخ نے خاکِ ندامت ناگہاں رکھ دی

زمانے کی مجھے پہچان ہی جاتی رہی یارو
گھڑی دل کی جو پہلو میں تھی کیا جانے کہاں رکھ دی

سروں میں جس کے تھا سودائے حق کیا لوگ تھے وہ بھی
اُگا کعبہ اسی جا سے جبیں اپنی جہاں رکھ دی

کہوں کیا روح نے کیوں جسمِ خاکی میں جگہ پائی
امانت یہ خدا کی تھی جہاں چاہا وہاں رکھ دی

کسی فریاد رس کے ابروؤں کا وہ اشارہ تھا
چلے تیرِ حوادث چرخ نے اپنی کماں رکھ دی

⦿

رشتۂ جاں مل گیا ہے تارِ زلفِ یار سے
مجھ کو آزادی ہے قیدِ سبحہ و زنار سے

میں اسی جلوے کا طالب اب بھی مشتاقِ الست
پھر نہیں سکتیں نگاہیں ان کی اس اقرار سے

ظلمتِ ہستی سے کیا اہلِ بصیرت کو ضرر
روشنی ہوتی ہے پیدا خود دلِ بیدار سے

جوشِ معنی سے ہے سیراب اکبرؔ اپنا ملکِ دل
لوٹتا ہوں دولتیں اس ابرِ گوہر بار سے

◉

مانا کہ جو ہوا وہ ہونا ہی چاہیے تھا
لیکن جو رویا اس میں رونا ہی چاہیے تھا

یورپ کے جاگنے پر صدیوں نظر نہیں کی
قسمت کو ایشیا کی سونا ہی چاہیے تھا

موزوں نہ انجمن میں، میدان کے نہ لائق
اس وقت مجھ کو گھر کا کونا ہی چاہیے تھا

عمرِ حریصِ زر کیوں غفلت میں کٹ نہ جاتی
سونے کے بدلے بےشک سونا ہی چاہیے تھا

ہو یا نہ ہو اثر کچھ اشکِ رواں کا اکبر
غفلت کا داغ دل سے دھونا ہی چاہیے تھا

◉

زندگی کرتی ہی رہتی ہے مصیبت پیدا
باخدا اس میں بھی کر لیتے ہیں لذت پیدا

دل میں وہ رنگِ محبت کو جگہ دیتے ہیں
جس سے ہو جاتی ہے تلخی میں حلاوت پیدا

خلق صورت میں ہی کرتی ہے معانی کی تلاش
وہ معانی سے بھی کر لیتے ہیں صورت پیدا

⦿

نماز میں دل لگا اے مسلم! سکونِ خاطر اسی سے ہوگا
دوائے قوت یہی بنے گی، علاجِ کافر اسی سے ہوگا
خدا کی سمجھیں گے جب حضوری تو ہوگی مایوسیوں سے دوری
زبان پر ہے جو ذکرِ ایماں عمل میں ظاہر اسی سے ہوگا
جو حالتِ نزع ہوگی طاری اسی کی برکت کرے گی یاری
یقین رکھو کہ سہل تم پر وہ وقت آخر اسی سے ہوگا
کرو عبادت ہے دل منور سر اپنا سجدے میں رکھو اکبر
خدا کا فضل و کرم تمہارا معین و ناصر اسی سے ہوگا

⦿

کیونکر کہوں کہ کچھ بھی نہیں فیر کے سوا
سب کچھ فنونِ حرب میں ہے خیر کے سوا
کعبے میں بو کی بحث کلیسا میں رنگ کی
اب شیخ ہند جائیں کدھر دیر کے سوا
دریا میں کیوں رہو کہ مگر سے ہو سابقہ
لیکن رہو تو چارہ ہی کیا تیر کے سوا
اشجار میوہ دان ہیں اس باغ میں تو ہوں
مجھ کو نصیب کچھ بھی نہیں سیر کے سوا

آپس کا اتحاد یگانوں سے اٹھ گیا
اب پوچھتا ہے کون ہمیں غیر کے سوا
کھاتا ہوں غوطے ہنستے ہیں ساحل پہ ہیں جو یار
آواز کوئی آتی نہیں 'تیز' کے سوا

⊙

گردوں کے ستم دیکھے اجڑا ہوا گھر دیکھا
دیکھا تو نہ جاتا تھا ناچار مگر دیکھا
اب آنکھ اٹھانا ہے ایمان کی بربادی
اس بت کی نظر دیکھی اور اس کا اثر دیکھا
تقدیر مخالف تھی تدبیر ہوئی قاصر
ممکن تھا جو کچھ ہم سے سب ہم نے وہ کر دیکھا
تکبیر ہی اچھی تھی تقدیر میں تھے جھگڑے
ترک اس کو کیا ہم نے جس شور میں شر دیکھا
دنیا کی یہ زینت ہے عقبیٰ کے وہ ہیں وعدے
غافل نے اِدھر دیکھا غافل نے اُدھر دیکھا
قرآن میں آیا ہے ان کان لہ قلب
افسوس کہ سینوں میں کم دل کا اثر دیکھا
اب ہند کے پھل رکھیں کیونکر مرا دل ٹھنڈا
غیرت کا تقاضا ہے کابل ہی کے سر دیکھا

دریا میں رہا ڈوبا موتی میں تب آب آئی
بینا ہوئی آنکھ اس کی جب اشک سے تر دیکھا
جینے میں انہیں کو تھی عزت کہ جنہیں ہم نے
شمشیر بہ کف پایا خنجر بہ کمر دیکھا
بے چین ہے دل داغِ حسرت کے ابھرنے سے
امید کی شاخوں میں آخر یہ ثمر دیکھا
اس عہد میں اے اکبرؔ ہم اس کو ولی سمجھے
تھوڑا سا بھی کہ جس میں اللہ کا ڈر دیکھا
صد شکر مری نظریں بہکی نہیں اے اکبرؔ
دنیا بھی بہت چمکی بت نے بھی سنور دیکھا

⦿

نہ کوئی شاہ ملا اور نہ کوئی چور ملا
وصولِ چندہ کا ہر انجمن میں شور ملا
مگر حضور نے گاندھی سے کہہ دیا دیکھو
تمہیں کرور ملا ہم کو دو کرور ملا
یہ پالسی تو نہیں جنگِ زرگری تو نہیں
یہ شبہ بھی ہوا گاندھی میں جو کہ زور ملا
کسی اکھاڑے میں ہوں گے بحکمِ کوہستاں
نہ بل میں سانپ نہ جنگل میں مجھ کو مور ملا

⦿

ساون بھی بادلوں کو اس سال ہے ترستا
گرمی نہیں کھسکتی پانی نہیں برستا
حلوائیوں کو بھی ہے گرمی سے تلخ کامی
پوری سزا ملی ہے خود ہو رہے ہیں خستا
کرنا پڑے گی باہم یاروں کو چشم پوشی
بازار میں جو ان کو کپڑا ملا نہ سستا

⦿

احباب گذشتہ نے یہ ساماں نہیں دیکھا
اچھے گئے ملت کو پریشاں نہیں دیکھا
اب تک ہے انہیں حالت سابق کا تصور
یاروں نے مرا خانۂ ویراں نہیں دیکھا
اک بار نظر آیا خزاں کا جو تصرف
پھر ہم نے کبھی سوئے گلستاں نہیں دیکھا
غفلت میں تو پیری بھی نظر آتی ہے خود بیں
غربت میں جوانی کو بھی نازاں نہیں دیکھا
جب مادہ ہی غائب ہو گداز آئے کہاں سے
شمعوں کی طرح لمپ کو گریاں نہیں دیکھا

⊙

ہندی میں بہر بتاں خوب ہے جنجال ان کا
بیں گاندھی کو چھپا لیتا ہے اقبال ان کا
خورد و نوش ان میں ہے افزوں تو اسی قوت سے
لوگ سچ کہتے ہیں چونچ ان کی ہے چگال ان کا
تنگ ہیں آج جو ہیں واردِ بازارِ جہاں
ناک میں دم کیے دیتے ہیں یہ دلال ان کا
اس تمنا کے بر آنے میں بہت دیر نہیں
یعنی ہم صیغۂ ماضی ہیں بنے حال ان کا
ڈاڑھی والوں کو تو مدت سے نچا رکھا تھا
آج چٹیا پہ بھی بھاری ہے مگر بال ان کا

⊙

انبیاء ہی کر گئے دنیا میں کام اللہ کا
ہم تو ہیں محوِ خودی اور بس ہے نام اللہ کا
کچھ اگر کرنا بھی ہم چاہیں تو کر سکتے نہیں
کالج اور آفس میں کیا پہنچے کلام اللہ کا
تذکرہ ہو بھی جو کچھ اس پر عمل کرتا ہے کون
نام تک لینا ہے مشکل صبح و شام اللہ کا

خانقاہیں چپ ہیں ہوٹل اور کلب آباد ہیں
مغربی کپ دور میں ہیں گم ہے جام اللہ کا
ہاں مؤحد کہتے ہیں اس کو بھی اک رنگِ ظہور
اس کی مرضی ہے یہی یہ بھی ہے کام اللہ کا

◉

یہ تو کیونکر کہوں اقرارِ خدائی نہ رہا
ہاں مسلمان مسلمان کا بھائی نہ رہا
اختلافوں میں ہے گم مرکزِ توحید سے دور
نامِ اللہ سبب منع جدائی نہ رہا
اٹھتے ہیں ان کے قدم جانبِ مقبولیِ دَیر
ذوق کعبہ کا پئے راہنمائی نہ رہا
روزہ خوروں کو ڈنر دینے میں سرگرم ہے یہ
گھر میں وہ ولولۂ روزہ کشائی نہ رہا

◉

کیا کروں یارب! میں سردی کی دوا
چل رہی ہے آج پھر ٹھنڈی ہوا
ضعفِ پیری اب تو جانے کا نہیں
مرغ کھائیں آپ یا کھائیں لوا
آپ کے آگے حقیقت میری کیا
آپ شاہِ کامراں میں بے نوا
ٹل نہیں سکتی زباں فریاد کو
مجھ سے عاجز پر ستم ہے ناروا
کرتے پھرتے ہیں وہ ذکرِ شیرمال
گھر میں چولہے پر نہیں لیکن توا

◉

ہے فضول نمائشِ جاہ و حشم ہے عبث یہ ذخیرۂ سیم و طلا
جو ترے نہ ہوئے تو وہ کچھ نہ ہوئے جنہیں تو نہ ملا انہیں کچھ نہ ملا
ترے ذکر کا ملتا رہے جو صلہ نہیں عمر کے ضعف کا مجھ کو گلہ
مجھے عذر نہیں مجھے اب بھی جلا مگر اپنا ہی ساغرِ شوق پلا
تری سعی فضول رہی بھی تو کیا کوئی بات جو تو نے کہی بھی تو کیا
کوئی ابر اٹھا لائی موجِ ہوا کوئی باغ لگا کوئی پھول کھلا

◉

چمکا ہے بہت پولٹیکل اب اثرِ قوم
ہے قوم تو بے پر مگر اڑتا ہے زرِ قوم
کیا دین کے سرے سے کھلے چشمِ بصیرت
دنیا ہی کی تحصیل پہ جب ہو نظرِ قوم
قائم کروں کیا رائے کمر بند کی نسبت
معلوم تو ہو لے کہ کہاں ہے کمرِ قوم
اعزاز و اثر کی عبث امید ہے تجھ کو
حالت تو ہے یہ پیش درِ غیر و سرِ قوم
نقطہ تو محیط اپنے دکھاتا ہے ہزاروں
مرکز پہ مگر کوئی نہیں ناموَرِ قوم

⊙

نشانِ شوکت و گاندھی کجا بود
کہ اکبر صرف کشفِ ماجرا بود
بجائے ملک لیکن مدعا یش
خدا بود و خدا بود و خدا بود
ذرا کرو پیدا از تظلمش!
ولے خود در غم و رنج و بلا بود

⊙

روح را از تن مکانے دادہ اند
بے نشانے را نشانے دادہ اند
برہمن در دَیر و من پیشِ حرم
ہر جبیں را آستانے دادہ اند
ہر نگہ یک رفعتے دارد بہ پیش
ہر نظر را آسمانے دادہ اند
حال ہم دارد زمانے بہر گوش
ایں زباں را ہم بیانے دادہ اند

رباعیات، قطعات وغیرہ

نہ راجگی کا مجھے شوق ہے نہ شاہی کا
اگرچہ میں بھی ہوں طالب مگر خدا ہی کا
یہ وعظِ مغرب اور اس کا اثر یہ ملت پر
بنا ہے شوقِ ترقی سبب تباہی کا

⊙

اور ہی تھی ساخت تیروں کا نشانہ اور تھا
یہ زمانہ اور ہے اور وہ زمانہ اور تھا
تھی نہ یہ لیڈر کی رقاصی نہ یہ قانونِ غرب
سننے والے اور تھے اس وقت گانا اور تھا

⊙

جہانِ فانی کے حادثوں کا خیال کب تک کیا کرے گا
جو ہو رہا تھا وہ ہو رہا ہے جو ہو رہا ہے ہوا کرے گا
کہاں تک اخبار ہوں گے شائع نہ کر عبادت کا وقت ضائع
کمیٹیاں قبر میں نہ ہوں گی نہ تو ہمیشہ جیا کرے گا

⦿

راجہ صاحب کو خطابِ سی ایس آئی ہو گیا
مرتفع اب اور ہی اوجِ رسائی ہو گیا
راجہ صاحب میں ہے ایسی دلکشی اخلاق کی
جو ملا ان سے بہ دل ان کا فدائی ہو گیا

⦿

پوچھتے کیا ہو ہم سے تم فتویٰ
نہ کرو ہم پہ بابِ آفت وا
اتنا کہتے ہیں رشتہ مالک سے
چرخ چرخہ بھی دے اگر کتوا

⦿

عشق میں بے خود نہ تھا ابتر رہا مضطر رہا
دل ولیوں کا تھا ساتھی ہر طرف ششدر رہا
گو ترقی کی خرد نے پھر بھی پستی میں رہی
جس جگہ پہنچی سمجھ رازِ ازل برتر رہا

⦿

شیخ جی کا وقت آخر ہو گیا
جانِ بلبل کا حال ظاہر ہو گیا

کیا تماشا ہے کہ چپ مارا پڑا
اور جو بولا وہ کافر ہو گیا

⊙

جو چاہے کفر کے آگے سرِ تسلیم خم کرنا
بجا ہے تم کو اکبرؔ اپنا ملنا اس سے کم کرنا
مراتب کو بہت آسان ہے گردن کا خم کرنا
مگر مشکل ہے دل کو یادِ خالق سے بہم کرنا

⊙

فلک مجھ کو اگر ایوانِ دنیا کا چمن دیتا
مزا جب بھی مرے دل کو یہی داغِ کہن دیتا
دماغ و دل پہ اب قابو نہیں ہے ورنہ اے اکبرؔ
حریفوں کو دکھاتا بانکپن دادِ سخن دیتا

⊙

خوش آیا آپ کو دھوتی میں پرشکن رہنا
ہمیں پسند ہے پتلون کا بٹن رہنا
رہیں نمود کی باتیں سو اس میں فرق ہے یہ
نصیب دونوں کو ہے صدرِ انجمن رہنا

⦿

یہ ہو سکا تو پھر کیا، وہ ہو گیا تو پھر کیا
خوابِ لحد میں انساں جب سو گیا تو پھر کیا
پھر غفلتیں وہی ہیں اور پھر وہی کلیلیں
مجلس میں آ کے دم بھر وہ رو گیا تو پھر کیا

⦿

نئے گملوں میں پڑ کر پھول جانا
خدا اور آخرت کو بھول جانا
بہت بے جا ہے یہ واللہ اکبرؔ
ذرا سن لو تو پھر اسکول جانا

⦿

آگ برسانے کو لائی ہے ہوا
جیٹھ میں اس لُو کی کیا ہے دوا
کاسۂ سر ہو گیا بالائے سر
جس طرح چولہے کے اوپر ہو توا

⦿

اس وقت شیخ جی کو گاندھی سے میل سوجھا
صاحب نے روک چاہی اس کو بھی کھیل سوجھا

دونوں نے آخر اپنی اپنی نکاس دیکھی
اسکیم ان کو سوجھی اور ان کو جیل سوجھا

◉

دنیا کی طمع میں وہ پھسلا اور میں نے خدا کا نام لیا
لغزش سے وہ خاک آلودہ ہوا اور صبر نے مجھ کو تھام لیا
ظاہر کا ادب ملحوظ رہا باطن بھی مگر محفوظ رہا
واعظ سے ادھر اک بات سنی ساقی سے اُدھر اک جام لیا

◉

پھری بھی رُت تو میں نشوونما کو کیا کرتا
نہ تھی وہ نکہتِ گل پھر صبا کو کیا کرتا
ارادہ یہ تھا کہ میں اس سے کرلوں قطع نظر
نہ ہو سکا مگر ایسا خدا کو کیا کرتا

◉

مبتلا ہو کر اگر دنیا کو پہچانا تو کیا
دام میں پھنس کر اگر صیاد کو جانا تو کیا
تھوڑی سی تحسین بھی اہلِ نظر کی ہے بہت
بے بصیرت نے اگر استاد بھی مانا تو کیا

⊙

دے دیا فطرت نے ٹھیکہ باغ کا صیاد کو
موسمِ گلزار میں بلبل کو چپ ہونا پڑا
حضرتِ عیسیٰ کی آمد ہے یہ تھا وقتِ خوشی
بھائیوں میں دیکھ کر ماتم مگر رونا پڑا
مل گئی ان کو کمیٹی ان کو غربی مجلسیں
میرے حصے میں مگر گھر کا ہی اک کونا پڑا

⊙

ہوش میں لائی ہیں اب مایوسیاں
نشۂ امیدِ فردا ہو چکا
عشق سے کہہ دو قیامت ہے قریب
حسن کا سنتے ہیں پردا ہو چکا

⊙

کالج ہی نے بتائی نیکوں کو یہ تعلّی
صاحب ہی نے سکھایا ہندوستاں ہمارا
صاحب کریں حفاظت اور ہم کریں حکومت
گاندھی سے کام نکلا یہ بے گماں ہمارا
صاحب سے لڑ بھی جانا اکثر بگڑ بھی جانا
ہے عمدہ اک تماشا یہ امتحاں ہمارا

◉

فخر تھا اپنی چمک پر آپ کو
دو ہی صدیوں میں ملمع کھل گیا
بلبلا اٹھی رعایا ہر طرف
عرش و کرسی تک فغاں کا غل گیا
بھاگ نکلے لوگ ہو کر بے قرار
کوئی امریکہ کوئی کابل گیا
اس قدر تیزی سے دوڑی ان کی لہر
تھا جو مصنوعی مسالہ ڈھل گیا

◉

خمِ ایماں ملا ہے ساقیِ مے خانۂ دیں سے
میں اک قطرہ بھی ایسا بادۂ صافی نہ چھوڑوں گا
خدا کے نام پر موت آئی تو یہ بھی شفا ہی ہے
نہ چھوڑے مجھ کو بیماری میں یا شافی نہ چھوڑوں گا

◉

مسلم کا فقط ولولہ ہے رائے زنی کا
اِنگریز کو سودا ہے مشیخت شکنی کا
صدیوں سے یونہی وقت ہوا کرتا ہے ضائع
تقویٰ کی طرف رخ نہیں دنیائے دنی کا

اس کا یہ نتیجہ ہے بن آئی ہے بتوں کی
سوسن کو دباتا ہے شجر ناگ پھنی کا

⊙

عمر گزری تب کھلا دنیا کا حال
اور ہی کچھ دل میں اب آنے لگا
پہلے تنہائی سے گھبراتا تھا میں
زندگی سے اب تو گھبرانے لگا

⊙

خوب یہ نکتہ ہے مشتاقِ خودی کے غور کو
سالکوں کو بے خودی کا مرحلہ لابد رہا
تخم نے اپنی خودی کو کر لیا حاصل مگر
عالمِ نشوونما میں مدتوں بے خود رہا

⊙

اٹھائی قید کی تکلیف گو یوسف نے زنداں میں
زلیخا کو تو قائل کر دیا اپنی بزرگی کا
گورنمنٹ انتظامِ غلہ اب کر دے سپرد ان کے
کریں یہ شیر بن کر سامنا مہنگی کی گرگی کا

◉

ذہن میں آیا یہ مضمونِ تفکر آفریں
جب حقیقت پر نظر کی وہم کو کم کر دیا
دَیر کو شکرِ کلیسا چاہیے کرنا ادا
سامنے بت کے اسی نے شیخ کو خم کر دیا

◉

تجربہ ترکِ تعاون کا کریں یہ تو نہال
گور میں جو پاؤں لٹکائے ہوئے ہیں ان کو کیا
خاتمہ بالخیر ہے ان کے پرانے راگ پر
وہ کہاں پائیں نئے سر اور کریں اس دُھن کو کیا

◉

بندروں نے خوب نوچا مجھ کو اس میں شک نہیں
لیکن اتنی بات ہے بھائی کہ میں چیخا بھی خوب

◉

زمانے کا ہے یہ عجیب انقلاب
کہ ہے شیری دعویٰ صدائے کلاب

◉

سائنس نے بگاڑ دیا ہے مزاجِ غرب
اب صرف زہرِ حرب سے ہوگا علاجِ غرب

⊙

اپنی مدد کو آپ اٹھے ہیں وہ ہاتھ خوب
چھوڑو غمِ رفیق خدا ہی کا ساتھ خوب

⊙

ہم کو یہ کہتے ہیں اللہ بھی خوب آپ بھی خوب
کھیت کو ابر اور انجن کے لیے بھاپ بھی خوب

⊙

جاہ و زر کے رہے انگلش سے ہمیشہ طالب
عہد پیری میں بدل سکتے ہیں کیونکر قالب
مشتہر کر دیں یہ ہمدم میں جنابِ جالب
زندگی بھر تو رہا عشقِ بتاں ہی غالب
آخری وقت میں کیا خاک مسلماں ہوں گے

کوچہِ سروسِ انگلش میں رہے ہم ساکن
جاہ و زر ہی کی تمنا میں کٹے زیست کے دن
وعظِ گاندھی سے بدل سکتے ہیں کیونکر باطن
'عمر تو ساری کٹی عشقِ بتاں میں مومنؔ
آخری وقت میں کیا خاک مسلماں ہوں گے'

⊙

توڑ امیدیں سب سے تو مانگ ہدایت رب سے
قرآن سے ہے دل دیتا تھدی من اجبب سے

⊙

جو گرہ میں تھا حریفوں نے اڑایا ہم سے مفت
اب فقط اخبار ہیں اور من چہ گفتم او چہ گفت

⊙

سینگ غائب ہے تو پھر گردن اٹھانا ہے فضول
حضرتِ اشتر سے کہہ دو یا لدیں یا ذبح ہوں

⊙

یہ پوچھتے ہو خدا گر ملے تو کیا مانگوں
یہی ہے کورس تو ملنے ہی کیوں لگا وہ تمہیں

⊙

کیا طلب جو سوراج بھائی گاندھی نے
مچی یہ دھوم کہ ایسے خیال کی کیا بات
کمال پیار سے انگریز نے کہا ان سے
ہمیں تمہارے ہیں پھر ملک و مال کی کیا بات

⊙

بدھو کا لفظ تھا فقط اک مصلحت کی بات
دل میں مرے نہاں ہے جو ہے میرے جی کی بات

⊙

بدھو سے صرف ہند کا مسلم مراد ہے
مقصود عاجزی ہے غرور اک فساد ہے

⊙

آپ نے واپس نہ کیا کیوں خطاب
بیٹھے ہیں کیوں گوشے میں مغموم دست
کہنے لگے اس کا اثر ہوگا کیا
ناز برآں کن کہ خریدار تست

⊙

ہر قدم در منزل ہستی مرا رنج و غمی ست
حمد رب العالمین فرض است و ایں ہم عالمی ست
رنج و راحت را دریں دنیا نہ اشد و قعتی
ایں جہاں یک روزہ ہست و عمر ما ہم یک دمی ست

⊙

سیکھ لی دیر کے چراغ کی ساخت
کفر آلود تھی دماغ کی ساخت

وہ سیانے ہیں اور ہم کالے
دونوں میں مشترک ہے زاغ کی ساخت

⊙

بجا ہے شہد کی مکھی کو ہے جو پھول کی چاٹ
عبث ہے ہم کو مگر شورشِ فضول کی چاٹ
خبر نہیں تھی کہ گاندھی کو لے اڑیں گے شیخ
جناب خوش نہ ہوئے دے کے ہوم رول کی چاٹ

⊙

مچھروں پر کہاں تلک یہ چارج
نابداں اپنا دیکھیں لائیڈ جارج

⊙

چھکڑے پہ جو چڑھتے تھے ہیں موٹر پہ سوار آج
کیوں اس کو سمجھتے نہیں تم لوگ سوراج

⊙

دھرم کی رکھ لے اے بھگوان تو لاج
ہمارا ہند ہو دنیا کا سرتاج
ہوائیں پھر وہی ہوں اور وہی امن
وہی گائیں وہی بنسی وہی راج

⊙

شیخ صاحب کو یہ صدمہ ہے کہ نیٹو ہو گئے
میرزا خوش ہیں کہ سر پر آ گیا کونسل کا تاج
میرزا کا نام رہ سکتا ہے قائم سعی سے
شیخ جی کا آج تو اللہ ہی جانے علاج

⊙

نشانِ شوکت و گاندھی کجا بود
کہ اکبر صرف کشفِ ماجرا بود
بجائے ملک لیکن مدعائش
خدا بود و خدا بود و خدا بود

⊙

بھائی گاندھی لے کے بیٹھیں شرحِ معقولاتِ ہند
سب کے حصے میں رہیں گے پھر بھی ماکولاتِ ہند
شرک پھیلا ہو جہاں لازم ہے اک سرکوب بھی
مدتوں سے ہے یہی از جملہ معمولاتِ ہند

⊙

باوجودِ علم رہ سکتا نہیں راحت میں ہند
وجہ یہ ہے مبتلا ہے شرک کی شامت میں ہند

جب نہ ہو توحید تو الحاد غالب آئے گا
بت پرستی کے سبب رہ جائے گا آفت میں ہند

⊙

زبانِ خلق صرفِ داستاں بود
کہ در دنیا چنیں بود و چناں بود
نگاہم بود محوِ جلوۂ حال
بہ طبعم انچہ آمد مہماں بود

⊙

برگد کے اٹالے سے نزدیک کروں کیونکر
روٹی کے لیے کالج، جنت کے لیے مسجد

⊙

تا کجا رنج و مصیبت کا کروں میں اظہار
مختصر یہ ہے کہ فرقت میں مرا جاتا ہوں

⊙

برادر کابلی گو ہوں بڑے مرد
وہاں بھی ہے مگر خوفِ سگِ زرد

⊙

ڈارونیوں کا چلا سلسلہ تیمور کے بعد
دیکھیں کس نسل کی اب جیت ہو لنگور کے بعد

⊙

مجھ کو یہ جھال جھال یہ گھس گھس نہیں پسند
ماتحتیِ رقیب میں آفس نہیں پسند

⊙

کہیو ٹم چوں نذرِ چندہ می شود
ل صاحب مارا بندہ می شود

⊙

چور کے بھائی گرہ کٹ تو سنا کرتے تھے
اب یہ سنتے ہیں ایڈیٹر کے برادر لیڈر

⊙

میں خدا کے واسطے اور سب خدا کے واسطے
کون ہو سکتا ہے میرا جب میں اپنا ہی نہیں

⊙

کھلایا ڈاکٹر صاحب نے کھانا خوش ہوا اکبر
شکایت ہضم کی کیوں ہو سلیمانی نمک کھا کر

⊙

امید فردا کا کیا سہارا اجل سے اتنا قریب ہو کر
ہوئی بھی دنیا تو ہوئے گی کیا متاع دنیا نصیب ہو کر

⦿

عاشق ہوا ہوں چشمِ بتِ لاجواب پر
نرگس بھی صاد کرتی ہے اس انتخاب پر

⦿

رکھے اللہ آپ کا گاندھی کا جوڑا برقرار
آپ کے ہوں خانساماں اور ان کے ہوں کہار

⦿

نہ تو یوں نیک و بد کا فیصلہ فی الفور کر اکبرؔ
زمانہ دیکھ، تاثیروں کو دیکھ اور غور کر اکبرؔ

⦿

اٹھے تو واعظیں اکثر زبانِ باخبر لے کر
چلے جب کام آئیں جب نگاہِ بااثر لے کر

⦿

سرکار تو ہے شاد کہ گاندھی ہوئے حاضر
اور قوم ہے مغموم کہ پکڑے گئے فاخر

⦿

وہ وقتِ حفظِ صحت منحصر ہے بول و براز پر
زبردستی ہے جینے کی مسرت ان شرائط پر

◉

نازک بہت ہے وقت خموشی سے ربط کر
غصہ ہو آہ ہو کہ ہنسی سب کو ضبط کر

◉

قیس کیوں کر دوڑتا' بیٹھا ہے منزل چھوڑ کر
شوق لیلیٰ نے کیا موٹر کا محمل چھوڑ کر

◉

اے چرخ ہوائے شوق چلی اے شاخِ عمل گل باری کر
کچھ سعی کریں' کچھ کام کریں' ہر شیخ کو عبدالباری کر

◉

شک اس میں کیا ہے کہ ساری دنیا ہے آج ان کے رفل کی زد پر
اشارہ فطرت کا ہے مگر یہ کہ خود بھی وہ ہیں اجل کی زد پر

◉

یہ لازمی ہے کیا کیجیے حضور حضور
خدا خدا بھی کیے جایئے ضرور ضرور

◉

ہوائے ذوقِ بجودِ حق میں سدا جو پھولے رہو تو بہتر
خیال ناکامیوں کا کم ہو خودی کو بھولے رہو تو بہتر

⊙

سبحہ ہو یا جنیو دونوں کو ناپتے ہیں
لغت ادھر سے بھی ہے وہ بھی سراپتے ہیں

⊙

بہارِ فربہی ہے ممبر کونسل کی جوڑی پر
مصیبت ہے تو بس غازی میاں کی للّی گھوڑی پر

⊙

کام وہ اچھا کیا جائے جو کرنا سیکھ کر
خوب وہ مرنا مرے انساں جو مرنا سیکھ کر
بے قراری خوب تھی راہِ فنا کے واسطے!
مجھ کو غافل کر دیا دل نے ٹھہرنا سیکھ کر
خوب تر اس کشمکش سے تھا وہ یکسانی کا لطف
سطحِ گم کی چند ذرّوں نے ابھرنا سیکھ کر

⊙

ہو جو تقویٰ کے سوا ترک موالات کچھ اور
وہ تو اسلام نہیں بلکہ ہوئی بات کچھ اور
علماء خوش ہوئے سن کر یہ مرا شعر اکبرؔ
ہاں مخالف نے کہا بکیئے خرافات کچھ اور

◉

وجد آ جاتا ہے مشرق کی غزل کو دیکھ کر
ہوش اڑ جاتا ہے مغرب کی رفل کو دیکھ کر
ڈر رہا ہوں ضعف سے ایمان کے اس عہد میں
دیکھئے کیا حال ہوتا ہے اجل کو دیکھ کر

◉

اس درجہ جھک پڑے ہیں وہ بیف پر مٹن پر
ہے بارِ پیٹ ان کا پتلون کے بٹن پر
صورت پہ اور نسب پر ترجیح دی ہنر کو
کس بل جو اس کے دیکھے دل آ گیا مٹن پر

◉

غرض اس سے نہیں مجھ کو بنی ہے یہ زمیں کیونکر
یہ فرمائیں میسر آئے گی نانِ جویں کیونکر
یہی پرسش ہے ہر سُو آپ بی اے ہیں کہ ایف اے ہیں
یہ ہے جب رنگ دنیا کا تو سیکھیں علمِ دیں کیونکر

◉

عمومی ہے خلقت نوازیٔ عمر
ہر اک کھیل لیتا ہے بازیٔ عمر

مگر یاد رکھ جوشِ طاقت فقط
نہیں ہے دلیلِ درازیٔ عمر

⊙

دلگیر ہیں مہماں مرے کیوں ہو نہ اس پر مجھ کو ناز
اپنے لیے دلگیر ہیں میرے لیے ہیں دل نواز

⊙

مذہب واپس خیالِ جنت واپس
مسجد کا وہ حق وہ نذرِ دعوت واپس
حضرت نے یہ صاف کہہ دیا سب سے کہ میں
کرنے کا نہیں خطاب و خلعت واپس

⊙

گورنمنٹوں میں بڑی عقل ہے
مگر ان میں ایکا نہیں ہے نہ جوش
جو ہیں گاندھی وہ ہیں اکثر اجڈ
مگر اک امنگ ان میں ہے اور جوش

⊙

معنی ہیں بہت کچھ اس میں نہاں مانو جو یہی اک قول فقط
تقویٰ میں بھی کوشش لازم ہے کافی نہیں یہ لاحول فقط

⦿

انقلابوں کو سمجھ حشر کی تمہید فقط
ہے یہ ترکیب فسادات کی تجدید فقط

⦿

عہدِ پیری میں یہ کب طولِ امل، اے اکبر
کیا یہ طفلی ہے کہ جاتی ہے جوانی کی طرف

⦿

داد کیسی روٹی کی لالچ سے ہے یہ واہ وا
شعر تو ہے داد لیکن واہ نادانی ہے صرف

⦿

افسوس ہے کہ عاشقِ شیطاں وہ ہو گئے
پائیں گے اب ہجوم رقیبوں کا ہر طرف

⦿

دوا یہی ہے توجہ رہے دعا کی طرف
خودی سے کیجیے ہجرت بس اب خدا کی طرف

⦿

کفر کالا سا لگا دنیا کی زینت کی طرف
حرص سے اب کیجیے ہجرت قناعت کی طرف

⊙

تردّد آج کا ہے اور نگاہ کل کی طرف
کسے خیال کہ ہے یہ کشش اجل کی طرف

⊙

رخ جو ہو ترکِ موالات کا عقبیٰ کی طرف
تیری آنکھیں نہ اٹھیں زینتِ دنیا کی طرف

⊙

دعائے سحر کو بنا اپنا پیک
صدق سے کہہ ربنا الیک

⊙

تم رہو للہ، ان ناپاک جھگڑوں سے الگ
تم کو کیا مطلب ہے ان سے لحم خور دندانِ سگ

⊙

گھیرے ہوئے ہے کفر خدا سے پناہ مانگ
رہبر میں ہے فریب خدا سے ہی راہ مانگ

⊙

ہم دھوئیں گیتا لے سینگ
تم بیچو سرحد پر ہینگ

صاحب لوگ کی گاڑی دوڑے
جوتے تم کو ماریں ڈینگ

⊙

مصلیٰ لو پڑھو کچھ، یا لکھو، یا اٹھو یا ٹہلو
جو نیند آتی نہیں اکبر پڑے رہنے سے کیا حاصل

⊙

موقع یہی ہے غیرت ایماں کو مار ڈال
جھک جائیں گے یہ بت بھی خوشامد کا بار ڈال

⊙

بظاہر ان کے لیے ہیں یہ درجہ ہائے جلیل
جو دل کو دیکھو تو ہیں ان کے کانشنس ذلیل

⊙

دل گفت بگو و عقل فرمود مگو
گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

⊙

ہاتھ میں گھٹ بڑھ نہیں ہے قوتِ جنبش ہے بس
ہاتھ اٹھانا پھر بھی مشکل ہوتا پھیلانا ہے سہل

⦿

مغربی تعلیم سے دل ایشیا کا ہے ملول
کر دیا خلقت کو اس نے بے تمیز و بے اصول
جو کرے اصلاح اس کی مدح کا ہے مستحق
اور ہاتھوں کو بظاہر میں سمجھتا ہوں فضول

⦿

بنو تقویٰ کے خوگر عادتِ پرہیز ڈالو تم
نظر اس پر رہے اکرم ہے عنداللہ اتقا کم

⦿

مقابلہ مرضوں سے جو کر رہے ہیں ہم
یہ بات ہے کہ بتدریج مر رہے ہیں

⦿

اے غافلو! رہو گے یہ کب تک غریقِ قوم
حد سے زیادہ زار و زبوں اب ہے حالِ قوم
اس کا علاج واعظِ اسلام سے سنو
پاکیزگی و نیکی و صبر و صلوٰۃ و صوم

⦿

ہزاروں ہی طریقوں سے ہم انگریزوں کو گھیرے ہیں
طواف ان کے گھروں کا ہے انہیں سڑکوں کے پھیرے ہیں

⊙

سواری ہے انہیں کی، راہ ان کی اور ڈاک ان کی
انہیں کی فوج ہے ان کی پولس ہے اور تاک ان کی

⊙

ہوا میں ائیر شپ ان کے سمندر میں جہاز ان کے
عمل ہم میں کیا کرتے ہیں نا معلوم راز ان کے

⊙

علوم ان کے زباں ان کی پریس ان کے لغات ان کے
ہماری زندگی کے سارے اجزاء پر ہیں ہاتھ ان کے

⊙

بہت ایسے ہیں جو ترکِ تعاون کے بھی قائل ہیں
مگر اونچے جو ہیں اکثر طرف انگلش کے مائل ہیں

⊙

فقط ضد ہے جو کہتے ہیں کہ جب اپنی زباں کھولو
ہمارے پیشوائے ملک گاندھی جی کی جے بولو

⊙

قرائن کہہ رہے ہیں آ رہا ہے دور فتنوں کا
ہوائیں وہ چلیں گی نقش مٹ جائے گا کتنوں کا

⊙

کسی کی چل سکے گی کیا اگر قربِ قیامت ہے
مگر اس وقت اِدھر چرخہ اُدھر ان کی وزارت ہے

⊙

اسی کو پڑھیے اسے سمجھیے جو پیشتر عرض کر چکا ہوں
جو اس میں کچھ تازگی نہیں ہے کلام تازہ کہاں سے لاؤں

⊙

بحث رہتی ہے یہی ہم کیا کریں
میں یہ کہتا ہوں کہ پہلے ہم بنیں

⊙

عرب میں رعب نہاں ہے اگر تو ہند میں دھن
ضرور ان کی حفاظت میں صرف کر تن من

⊙

ائیر شپ کے سایۂ الطاف میں ہے جو زمیں
دار الاسلام اس کے ہونے میں ذرا بھی شک نہیں

⊙

مرد مسلم ہے اگر صبر کو کھونے کا نہیں
کفر سے طالب عزت کبھی ہونے کا نہیں

⊙

ولولے دل میں تو آنکھوں سے بھی آتے خوب ہیں
کان بھی کہتے پھریں قوال گاتے خوب ہیں

⊙

واقف ہوں کہ انھم یکیدوں
اخبار وہاں کے کیا خریدوں

⊙

تو نے پڑھا ہے دنیا کو صرف ہسٹری میں
دنیا کو دیکھ غافل قدرت کی مسٹری میں

⊙

ہے سلطنت کی خواہش لکچر میں تن رہے ہیں
صاحب بنا رہے ہیں ہم لوگ بن رہے ہیں

⊙

عہدہ دیتے ہیں سند دیتے ہیں زر دیتے ہیں
خانساماں وہ مجاہد کو بھی کر دیتے ہیں

⊙

الگ ہے شخصیتِ حوادث ہمیں سے یا وہ ابھر رہے ہیں
یہ وقت ہم پر گزر رہا ہے کہ وقت پر ہم گزر رہے ہیں

⦿

اس ترکِ موالات کے کیڑے یہ پڑے کیوں
اتنا ہی ہے بس اس کا جواب آپ سڑے کیوں

⦿

اونٹ میں سردی بھی ہے انوار ایمانی بھی ہے
آپ کمسریٹ میں بھی ہیں بذرِ قربانی بھی ہیں

⦿

بدیشی پارچے میں آگ کیوں حضرت لگاتے ہیں
وہ بولے بات تو یہ ہے کہ صاحب کو جلاتے ہیں

⦿

سینۂ گاندھی میں سانسیں غالباً رکنے لگیں
لکشمی جی تو فرنگی کی طرف جھکنے لگیں

⦿

کیا ناز دین پر ہے کیوں یہ تنے ہوئے ہیں
توحید کا ہے دعویٰ اور بت بنے ہوئے ہیں

⦿

اونچے درجوں میں مسلمان گھٹے جاتے ہیں
خیر خواہوں کی ترقی سے کٹے جاتے ہیں

⊙

وہ لالہ جی کی توند کہاں اور شیخ کی وہ مسواک کہاں
نقارہ بھی گم اور چوب بھی گم مشرق کی رہی وہ دھاک کہاں

⊙

غم بھی ہے بہت خون جگر پی بھی رہے ہیں
سب کچھ ہے مگر شکرِ خدا جی بھی رہے ہیں

⊙

ائیر شپ سے ہم اماں اے چرخ پائیں گے کہاں
آسماں بولا کہ ہم سے اڑ کے جائیں گے کہاں

⊙

غم و آلام نے کیا پامال
دل میں باقی رگِ جہندہ نہیں
سانس لینا ہی زندگی ہے اگر
تو میں زندہ ہوں ورنہ زندہ نہیں

⊙

ذرّوں کا بھی ثبوت نہیں امتحان میں
سب کچھ ہے اور کچھ بھی نہیں ہے جہان میں

◉

گاندھی ہمارے قلزمِ ہستی کے فین ہیں
انگلش ہوائے دیر میں ایرو پلین ہیں

◉

اسّی کے قریب ہو گیا ہوں
صم بکم ہوں کھو گیا ہوں

◉

پھنسا دیا ہے انہوں نے عجیب پھندوں میں
مگر ہنوز ہوں ان کے نیاز مندوں میں

◉

عقیدے اپنے اک مدت سے ابتر ہیں پریشاں ہیں
بتوں کے برہمن تھے اب مِسوں کے خانساماں ہیں

◉

اتنا بھی حِس نہیں ہے کہ خوش یا حزیں ہوں میں
اس کے سوا کہ زندہ ہوں اب کچھ نہیں ہوں میں

◉

بظاہر ایک جانب ہے مگر لاکھوں ہی راہیں ہیں
خبر کیا تجھ کو کتنے دل ہیں اور کتنی نگاہیں ہیں

⊙

بہتر یہ فکر ہے کہ جیوں تو رہوں کہاں
یہ کیا خیال ہے کہ مروں تو گڑوں کہاں

⊙

کونسلوں میں دیکھتا ہوں مورتیں اچھی تو ہیں
مغربی اقبال کی یہ صورتیں اچھی تو ہیں

⊙

فکرِ دنیائے دنی کم کیا کریں
گندم و حوا کو آدم کیا کریں

⊙

وہ بغداد میں ہیں میں مندر میں گم ہوں
شتر کینہ وہ ہیں تو میں گاؤ دُم ہوں

⊙

زیادہ آخرت کا شوق ہو دنیا کو کم چاہیں
مگر یہ قول برحق ہے خدا چاہے تو ہم چاہیں

⊙

شیخ ہوں یا برہمن رقصاں ہیں ان کے حال میں
ریش و چٹیا دونوں ہی الجھے ہیں ان کے بال میں

◉

ہم کلرکوں سے کہاں راحت ہے ان کو میل میں
وہ تو ہیں اب وفد میں یا وعظ میں یا جیل میں

◉

شکر ہے اس شرط پر اب صلح اُن سے ہو گئی
وہ مجھے وحشی کہیں اور میں انہیں ملحد کہوں

◉

ان میں نہ رنگِ درویش ان میں نہ شانِ شاہی
گالی ہے اور زنداں چرخہ ہے اور انجن

◉

افلاک ائیر شپ پہ زمیں سر پہ گاؤں کی
افسوس شیخ جی کا ٹھکانہ کہیں نہیں

◉

ہو چلا دستِ فنا کا حس مجھے
لذتِ امیدِ فردا اب کہاں

◉

کشش مرکز کی سب کو ایک رخ رکھتی ہے اے اکبر
جو یارانِ طریقت ہیں جدا بھی ہیں تو یکسو ہیں

⊙

کہتے ہیں کہ اسلام میں خیرات نہیں ہے
کھل جائے گا یہ حال جو تاریخ کو اُلٹیں

⊙

یہ فرہی ہے تمہاری ہمارے اجزا سے
عیاں ہے صورتِ یورپ حروفِ پوری میں

⊙

ثواب آخرت کا بھی حاصل کریں
سوئے حق طبیعت کو مائل کریں

⊙

حضرت اکبر نہیں معلوم ہیں کس سوچ میں
زندگی سے ہو لیے رخصت مگر مرتے نہیں

⊙

دونوں کے سُر ملیں یہ قریباً محال ہے
انجن رہے جہان میں یا شیخ جی رہیں

⊙

یہ دنیاوی نزاعیں بڑھ گئیں تقسیمِ صوری سے
اگر ہو معنوی تقسیم فرقے ٹوٹ ہی جائیں

⊙

شاعری ان اہلِ کالج کی نہیں ہے معتبر
اب یہاں پریاں کہاں لفظوں کے ہی دیوالے ہیں

⊙

دم دبائے رہو تو پارک کا لائسنس ملے
خیریت کے لیے ہے شرط خسریت کی یہاں

⊙

نہیں ہرگز مناسب پیش بینی دورِ گاندھی میں
جو چلتا ہے وہ آنکھیں بند کر لیتا ہے آندھی میں

⊙

اس کو میں ظالم کہوں یا بدمعاش اس کو کہوں
گومگو کی بات ہے اکبر برا کس کو کہوں

⊙

شیخ ہوں یا مجتہد یا برہمن
بار ہے سب پر زمانے کا چلن

⊙

ہمارے لیے آپ کیا کچھ نہیں ہیں
مگر پیشِ ارض و سما کچھ نہیں ہے

⊙

خراشوں سے بھرا پائے گا خود کو دارِ عقبیٰ میں
جو تقویٰ سے رہا بیگانہ خارستانِ دنیا میں

⊙

جب قوت تھی سب دعوے تھے قوت ہوئی گم اب کچھ بھی نہیں
طاقت ہی کے سارے غمزے تھے کمزور کا مذہب کچھ بھی نہیں

⊙

ان سے دل ملنے کی اکبر کوئی صورت ہی نہیں
عقلمندوں کو محبت کی ضرورت ہی نہیں

⊙

بات کچھ ہوئے گی لائڈ۔ جارج میں
آج کل دنیا ہے ان کے جال میں

⊙

اس کے سوا اب کیا کہوں مجھ کو کسی سے کد نہیں
کہنا جو تھا وہ کہہ چکا بکنے کی کوئی حد نہیں

⊙

فرق اتنا ہی ہے وہ جنگل میں یہ زُو میں ہیں
ایک شوکت اور ضیا الدین وضع و خو میں ہیں

⦿

ہیں زمانے میں بہت صاحبِ حس کی قسمیں
سب سے اچھا ہے وہی ذوقِ فنا ہو جس میں
خوبصورت ہیں بہت آپ مجھے پیار آیا
شاعری کی تو کوئی بات نہیں ہے اس میں

⦿

یہ تصوف کہاں یہ جوگ کہاں
ہو چکے بس اب ایسے لوگ کہاں
میل دنیا سے چھوڑیئے اکبرؔ
آپ کا دل کہاں یہ روگ کہاں

⦿

ملی ہیں دل سے جو مجھ کو وہ نازک اطلاعیں ہیں
خدا ہے اور فطرت صرف اس ہی کی شعاعیں ہیں
جوانی کی بہارِ باغ کی عمر دو روزہ ہے
مرے دیوان کی نظموں میں کیا کیا الوداعیں ہیں

⦿

اولیاء اللہ جو ہیں زندۂ جاوید ہیں
بعد رحلت بھی جہاں میں مرکزِ امید ہیں

⦿

جو لوگ کیمپ میں ترکِ نماز کرتے ہیں
سنا ہے قوتِ شیطاں پہ ناز کرتے ہیں

⦿

ہو چکا نشوونما وہ لطفِ نیچر اب کہاں
حلقۂ اعدا میں ہوں آغوشِ مادر اب کہاں

⦿

اب شیخ جی مقیم برہمن کے پاس ہیں
گائیں اچھل رہی ہیں قصائی اداس ہیں

⦿

کبھی ہستی سے غافل اور کبھی پر جوش رہتا ہے
جو ہوش آیا ہے وجد آتا ہے یا بے ہوش رہتا ہے

⦿

یہ نہیں شوق کہ لذات سے محفوظ رہوں
ہاں یہ خواہش ہے کہ آفات سے محفوظ رہوں

⦿

یہ ممبری کی دھن میں مذہب سے منحرف ہیں
مسجد میں متحد تھے ووٹوں میں مختلف ہیں

⊙

شیخ جی تو گردشوں پر پہلے سے تیار ہیں
مجتہد مرکز تھے لیکن وہ بھی اب پرکار ہیں

⊙

خواہ دو فرسخ چلیں وہ یا فقط اک گز چلیں
ان خطوں میں یک رخی ہے جو سوئے مرکز چلیں

⊙

قرآں کو سمجھ لیں گے ایف اے پاس تو ہو لیں
والناس بھی پڑھ لیں گے ذرا ناس تو ہو لیں

⊙

عقل گم ہے مرضیِ خلاقِ جن و انس میں
ایسا ماہر کر دیا شیطاں کو سائنس میں

⊙

دماغ و دیدہ و دل کو بہت معذور پاتا ہوں
اب اپنے آپ کو میں زندگی سے دور پاتا ہوں

⊙

منکروں سے بحث میں ہم صاحبِ تکبیر ہیں
ظالموں کے سامنے انسان با تدبیر ہیں

⊙

وہ کہتا ہے جو سفاک اس کو کہہ کر یاد کرتا ہوں
کہ میں قیدِ بدن سے خون کو آزاد کرتا ہوں

⊙

دین کی دیوار میں اب گولیوں سے چھید ہیں
چھوت چھات ان کی ہے مشکل یہ خدا کے بھید ہیں

⊙

جو مشکلیں پڑی ہیں محسوس کر چکا ہوں
چارہ کوئی نہیں تھا افسوس کر چکا ہوں
افسردہ دل میں اکبرؔ شاید ہی اب وہ آئے
طولِ امل کو اکثر مایوس کر چکا ہوں

⊙

علی گڑھ میں حریفانہ ترنگیں
پڑھے لکھے مسلمانوں میں جنگیں
ہمیں تو کر رہی ہیں سخت مایوس
تمہیں کو ہوں ترقی کی امنگیں

⊙

ہستیِ حق کا تصور ہے تو ہم تم اب کہاں
آفتاب آیا نمودِ بزمِ انجم اب کہاں

شاخِ گاندھی کیپ سر پر دوستوں کے لگ گئی
وہ کلاہِ ترک اور پھندنے کی وہ دُم اب کہاں

◉

بھائی گاندھی خودسری کی آرزو کے ساتھ ہیں
اور صاحب لوگ غربی رنگ و بو کے ساتھ ہیں
مالوی! جی سب سے بہتر ہیں مری دانست میں
یعنی مندر میں ہیں اور اپنی گئو کے ساتھ ہیں

◉

الفاظ پہ مرے ہے بجا اعتراضِ شیخ
مطلب مگر جو یوں ہی ادا ہو تو کیا کروں

◉

منہ سے الفاظ کچھ نکالے ہیں
چپ ہیں وہ جو سمجھنے والے ہیں
شیخ جی کو ذرا گھلانا ہے
لالہ صاحب تو دیکھے بھالے ہیں

◉

بت بن گئے خود شیخ تو گاندھی سے لڑے کون
صاحب بھی ہیں خاموش تو آفت میں پڑے کون

ٹٹو ہیں ترقی کے رسالے کے ہیں داغی
اور ائیر بھی آنرکا ہے پھر کہیے اڑے کون

◉

خدا کے باب میں کیا آپ مجھ سے بحث کرتے ہیں
خدا وہ ہے کہ جس کے حکم سے صاحب بھی مرتے ہیں
مگر اس شعر کو میں غالباً قائم نہ رکھوں گا
مچے گا غل خدا کو آپ کیوں بدنام کرتے ہیں

◉

ہند ہو عربستاں ہو کہیں رہ کے مروں
یہ ضروری ہے کہ کچھ رنج والم سہہ کے مروں
یاں کسی نقش کو گردوں نہیں جمنے دیتا
اللہ اللہ کے سوا اور میں کیا کہہ کے مروں

◉

عقل کے کوچے میں مَیں نے پاؤں رکھا ہی نہیں
میرے سینے میں دلِ ہوش آشنا تھا ہی نہیں
لوگ کہتے ہی رہے اکبرؔ سمجھ سے کام لے
کس کو کہتے ہیں سمجھ اس کو میں سمجھا ہی نہیں
بندۂ شیطاں کو حسنِ بت نے مفتوں کر لیا
بندۂ اللہ نے اس سمت دیکھا ہی نہیں

ہر قدم پر یاں دلِ مومن کو کھٹکا ہی رہا
یعنی پھندوں کے سوا دنیا میں کچھ تھا ہی نہیں

⊙

یہ نزع میں رہیں گے مرنے کا ڈر نہیں ہے
بت زہر دے رہے ہیں عیسیٰ جلا رہے ہیں
اسلام و شرک کو وہ خود ہی ملا رہے ہیں
دونوں کو ہوم رول کی وہسکی پلا رہے ہیں

⊙

وہ صاحب ہیں پریڈوں پر منوں بارود اڑاتے ہے
یہ بابو ہیں کمیٹی میں گپیں بے سود اڑاتے ہیں
الٰہ آباد میں ہیں ہم تو اب مہمان اکبر کے
سخن کی چاشنی چکھتے ہیں اور امرود اڑاتے ہیں

⊙

ثواب چپ ہے کہ ناخوش ہو اس بنا پر تم
دلوں کو طاعتِ حق سے یہ دور کرتے ہیں
نہ یہ کہ عیش ہمارا کیا انہوں نے تلخ
ہمیں ضعیف سمجھ کر غرور کرتے ہیں

⦿

مدح کم حسنِ عمل کی ہے یہاں
رہتے ہیں سب طعن ہی کی تاک میں
سر بلندی میری مسجد سے ہوئی
بت ہنسے مٹی لگی ہے ناک میں

⦿

رفیقِ شیطاں چمک گئے ہیں معینِ آدم دبک گئے ہیں
سنائیں کیا تم کو قولِ فیصل کہ غور کر کر کے تھک گئے ہیں
ہمارا چلنا وہ رینگنا ہے' جو کیچوے بھی ہنسیں بجا ہے
مگر زباں پر وہ زمزمے ہیں کہ سن کے بلبل پھڑک گئے ہیں

⦿

بھائی اکبرؔ نے پڑھ دیا یہ شعر
جب کہا ان سے آپ کچھ تو کہیں
نام ہندو کا کام صاحب کا
شیخ جی بھی گزٹ میں بیٹھ رہیں

⦿

دے خواہ نہ دے یا واپس لے داتا سے لگی ہے دل کی لگن
جو کچھ بھی ملا ہے شکر اس کا چھن جائے اگر جب بھی نہیں مگن

جے روز سے جینا جیتے ہیں ان کھاتے جل پیتے ہیں
سامان حفاظت کچھ بھی نہیں ہے پاس نہ اپنے سورڈ نہ گن

⊙

نویدِ لو دے رہی ہے پیری
لحد میں جب سر دھروں تو جانوں
خبر تو مدت سے سن رہا ہوں
مگر یہ کیا ہے مروں تو جانوں

⊙

ہادی تو ملیں منزلیں دلخواہ تو پائیں
چلنے کو ہیں تیار کوئی راہ تو پائیں
کیا برکتِ انفاس بزرگاں کے ہوں طالب
سنتے ہیں کہیں قلبِ حق آگاہ تو پائیں
یکسوئی و تقویٰ بھی بڑی چیز ہے اکبر
لیکن یہ ہمیں دے اگر اللہ تو پائیں

⊙

فلک دبے گا نہیں اور زمیں ہٹے گی نہیں
بغیر رنج و الم زندگی کٹے گی نہیں
سمجھ رہا ہوں بڑھیں گی مصیبتیں لیکن
تمہارے ساتھ محبت مری گھٹے گی نہیں

امید نے تو کھڑی خوب کی ہیں دیواریں
زمانہ کہتا ہے یہ چھت کبھی اپٹے گی نہیں

⊙

سینگ ہے پھر بھی وہ جھکائے ہے سر
آپ بے سینگ سر اٹھاتے ہیں
حامیِ گاؤ ہیں اسی سے بہت
اس کو کم لوگ منہ لگاتے ہیں
اس کے گوبر سے لیپتے ہیں مکاں
اونٹ کی مینگنی جلاتے ہیں

⊙

اس سوچ میں ہمارے ناصح ٹہل رہے ہیں
گاندھی تو موج میں ہیں یہ کیوں اچھل رہے ہیں
نشوونمائے کونسل جن کو نہیں میسر
پبلک کی جے میں ان کے مضمون چل رہے ہیں
ہیں وفد اور اپیلیں فریاد اور دلیلیں
اور کبرِ مغربی کے ارماں نکل رہے ہیں
یہ سارے کارخانے اللہ کے ہیں اکبرؔ
کیا جائے دم زدن ہے یوں ہی یہ چل رہے ہیں

⊙

عمر کم رہ گئی دلکش کوئی تمہید نہیں
اب بظاہر مجھے دنیا میں کچھ امید نہیں
رمضاں میں جو رہے صوم سے محروم اکبر
سامنے ان کے بھی حلوہ ہے مگر عید نہیں

⊙

شیخ ہوں یا مجتہد یا برہمن
بار ہے سب پر زمانے کا چلن

⊙

یادِ خدا جو ہوگی ترے دل میں جاگزیں
جو کچھ کہے گا بات تری ہوگی دلنشیں

⊙

غفلت ہی کے فسانوں سے جب دار کا ہو شوق
ہو جاتی ہے ضرورتِ صرفِ چنا چنیں
تحسین عدوئے دیں جو کرے اس پہ کیا ہے ناز
ان کی قبول ڈھونڈ جو ہوں صاحبِ یقیں
جھوٹی لگاوٹوں سے نہ کر دل کو زیرِ بار
ہم رنگ و ہمنوا ہوں وہی خوب ہمنشیں

⊙

انقلابوں پہ نظر جن کی ہے وہ شاد نہیں
آج تو شاد وہی ہیں جنہیں کل یاد نہیں
یہ تو سمجھے کوئی قدرت ہے جہاں کی خالق
مگر افسوس یہ ہے عہدِ ازل یاد نہیں
وضعِ سابق کے تجسس میں ہوا ہوں مایوس
گھر جو اس قطع کے کچھ ہیں بھی تو آباد نہیں
کہہ دو مرغانِ چمن سے کہ ہوا اور ہے اب
زمزمے جن کو خوش آئیں یہ وہ صیاد نہیں

⊙

جو باتیں نیک ہیں بس ان کو چن لو
ڈیزرو اینڈ ڈین ڈیزائر کو بھی سن لو

⊙

اخبار میں مرا حال شائع نہ کرو
مصروفِ دعا ہو وقت ضائع نہ کرو

⊙

ان کی دلچسپی کی خاطر غل مچانا ہے ضرور
ہے یہ گستاخی وہ چاہیں کھیلنا تم چپ رہو

◉

کیا ہوں مسافرانِ رہِ غرب متحد
اس نے الگ کیا ہے پسنجر سے میل کو

◉

دنیا تو اسی گھر کی کنیز آج ہے اکبر
صاحب سے ہو بیزار تو دنیا کو بھی چھوڑو

◉

وہ زیست کیا کہ تمنائیں تیری ہوں بے شرم
حیات یہ ہے تمنا کے سر پہ شرم بھی ہو

◉

نہ صاحب کو مارو نہ صاحب سے بھاگو
مچاتے رہو غل پٹو اور مانگو

◉

متحد یورپ کی قوت ہو تو ہو
ہم بھی اب ہیں کلو گنگو اینڈ کو

◉

خود اٹھنے دیتے ہیں وہ فتنہ پائے بے حقیقت کو
کہ تا حاصل کریں اس کے فرو کرنے کی لذت کو

⊙

اپنی وحدت کو تم آلودۂ کثرت نہ کرو
جان امانت ہے امانت میں خیانت نہ کرو

⊙

باطن کا جمال آئے بھی نظر اور رازِ دروں ظاہر بھی نہ ہو
آسان نہیں ہے اے اکبؔر عاشق بھی ہو اور کافر بھی نہ ہو

⊙

خلافت کی جو دھجی دی گئی ہے پھاڑ لو اس کو
مسلمانوں کے دل میں ہو جو کچھ پھر جھاڑ لو اس کو

⊙

پر ہو تو اوج ڈھونڈو خر ہو تو گھاس دیکھو
ہم کیا بتائیں تم کو اپنی نکاس دیکھو

⊙

نہ ہے وہ وقت کہ خاطر کو انقباض نہ ہو
خوشا طریق کہ جس پر کچھ اعتراض نہ ہو

⊙

ہے اب تو انہیں کو دعویٰ عقل اللہ کا جن کو خوف نہیں
کم ملتا ہے ایسا بندہ کوئی کو دن بھی نہ ہو کافر بھی نہ ہو

◉

چھوڑ امریکہ کی سیر نہ جا ہانگ کانگ تُو
جو مانگنا ہے تجھ کو خدا ہی سے مانگ تُو

◉

ہے ترقی سرجنوں سے شہر جب آگندہ ہو
آپریشن ہو چکا ہو اس پہ جو باشندہ ہو

◉

فدا ہو کیک پر تم آپ خود بسکٹ پہ گرتے ہو
تو پھر کیا بیکری کو منہدم کرنے کو پھرتے ہو

◉

محلِ طعن نہ ٹھہراؤ ان کے چلنے کو
جو گائے چھوڑ رہے ہو سور کے بچنے کو

◉

جس بات کو مفید سمجھتے ہو خود کرو
اوروں پہ اس کا بار نہ اصرار سے دھرو
حالات مختلف ہیں ذرا سوچ لو یہ بات
دشمن تو چاہتے ہیں کہ آپس میں لڑ مرو

⦿

ہوٹلوں کو کتھا مبارک ہو
ریل کو یہ جتھا مبارک ہو
گھر میں کھانے کو کچھ نہ تھا کل رات
قوم کو 'یہ نہ تھا' مبارک ہو

⦿

شعر کہتا ہے بزم سے نہ ٹلو
داد لو واہ کی ہوا میں پلو
وقت کہتا ہے قافیہ ہے تنگ
چپ رہو بھاگ جاؤ سانس نہ لو

⦿

حضور عرض کروں میں جو ناگوار نہ ہو
وہ یہ کہ موت ہی بہتر ہے جب وقار نہ ہو
الٰہی یہ چمنِ دہر مجھ پہ بار نہ ہو
دکھا دے دور سے رنگت گلے کا ہار نہ ہو

⦿

بھائیو! یہ ناتوانی چھوڑ دو بھائیوں سے بدگمانی چھوڑ دو
عیب پوشی میں رہو مصروفِ کار طعن و تشنیعِ زبانی چھوڑ دو

پند ہی کافی ہے بعد اس کے سکوت غصہ اور لاٹھی چلانی چھوڑ دو

⦿

ہوں مبارک حضور کو گاندھی
ایسے دشمن نصیب ہوں کس کو
کہ پٹیں خوب اور سر نہ اٹھائیں
اور کھسک جائیں جب کہو کھسکو

⦿

ہو تیزیٔ انور کی جو ہوس ہنگامہ کرو توپوں سے بھنو
گاندھی کی جو حکمت خوش آئے چپ چاپ گزی کے تھان بُنو
صاحب کی رفاقت ہو جو پسند آسام میں جا کر چائے چنو
اکبر کی جو مانو محوِ دعا ہو حمدِ خدا کے گیت سنو
اکبر کی جو مانو بیٹھ رہو جو کچھ بھی ہو لیکن صبر کرو
(اور حمدِ خدا کے گیت سنو)

⦿

شاید مرے سخن نے یاروں کو خوش کیا ہو
اس کو تو بس وہ سمجھے جو مر کے پھر جیا ہو
مقبولیت پہ اپنی کیوں ناز ہو نہ مجھ کو
جب اس جنون پر بھی ہر سو بیابیا ہو

واعظ سے کچھ میں کہتا لیکن ہے حکم اس کا
منہ بند کر کے بیٹھو بادہ اگر پیا ہو
افسوس ہے وہ الجھے نقلِ گزٹ میں اکبرؔ
جس کو خدا نے ایسا زورِ قلم دیا ہو

⊙

باہم یہ حریفانہ روش مٹ نہیں سکتی
پہچان مگر حربۂ اسلام کشی کو
گو شرک ہے اخلاص ترا ہو نہیں سکتا
ممکن ہو تو ہاں روک دے دشمنی کو

⊙

علم و ایماں بھی ہو اور موقعِ دل خواہ بھی ہو
یعنی ہو آنکھ بھی اور شمع بھی ہو راہ بھی ہو
یہی شرطیں ہیں پئے منزلِ مقصود اکبرؔ
سعی بھی چاہیے اور رحمت اللہ بھی ہو

⊙

مذاقِ خود پرستی بزمِ ہستی میں نہیں ہم کو
یہی وہ کا تصور ہے بھلا بیٹھے ہمیں ہم کو
انہیں مشقِ ستم کا شوق اور ہم باوفا عاشق
کہیں کیوں کر کہ بس اب صبر کی طاقت نہیں ہم کو

⊙

مقصود اگر یہ ہو تو یہاں محفوظ رہو آرام کرو
موقع کے مطابق بات کہو طاقت کے مطابق کام کرو
کہہ دو کہ زبوں و زار ہیں ہم مجبور ہی ہم ناچار ہیں ہم
فتووں پہ مصیبت کیوں آئی اسلام کو کیوں بدنام کیا

⊙

نظر رہی ہے خیالِ حق میں حدودِ قدرت کے ساتھ گم ہو
وگرنا کتنا ہی علم رکھو قیاسِ ظلمت ہے اور تم ہو
مجھے کچھ اس میکدے میں ساقی نہیں ہے شرطِ نمود و زینت
میں بے تکلف ہوں پینے والا سبو ہو ساغر ہو یا کہ خم ہو

⊙

جتنا زمانہ حشر کے پہلے ہے سب سے آج
کہتا ہوں کل میں صرف قیامت کے روز کو
پروا نہیں ہے آج کی ہے کل کی مجھ کو فکر
کیا پوچھتے ہیں آپ مرے ساز و سوز کی

⊙

زیادہ ان سے رہو محترز کہ ہندو سے
یہ خود ہی سوچ لو دل میں اگر نہ کچھ کد ہو

یہ چاہتے ہیں کہ ختنہ یہاں کا ہو موقوف
وہ فکر میں ہیں مسلمانی ہی ندارد ہو

⦿

تقلیدِ عرب ترکِ عبادت پہ ہے خموش
بس چھیڑتے ہیں صوفیِ خانہ خراب کو
مرغوب ہو گئے ہیں ولایت سے شیخ جی
اب صرف منع کرتے ہیں دیسی شراب کو

⦿

ہو چکی یاں کی سیر یااللہ عاقبت ہو بخیر یااللہ
جرم میں رکھ مرا قدم ثابت ہے کشش سوئے دیر یااللہ
غرقِ غم ہوں کہ ہوں تو دریا میں اور مگر گے یہ بیر یااللہ
ہم سے لاٹھی بھی اٹھ نہیں سکتی اور اُدھر سے ہے فیر یااللہ
اپنوں میں دے محبت و قوت ہم پہ ہنستے ہیں غیر یااللہ

⦿

بے قراری نے جو پائی ہے ابھرنے کی جگہ
دل کو ملتی نہیں سینے میں ٹھہرنے کی جگہ
ہوگا جینے کے لیے اور ہی عالم کوئی
اس میں کچھ شک نہیں دنیا تو ہے مرنے کی جگہ

◉

حکام ہیں خزانہ و توپ و رفل کے ساتھ
خدام ہیں شگوفۂ طولِ عمل کے ساتھ
بازو میں یاں نہ زور گلے کو نہ شوقِ شور
ہم تو مشاعرے میں ہیں اپنی غزل کے ساتھ

◉

دورِ فانی میں مزا کیا ہے خیالات کے ساتھ
کہ خیالات بدل جاتے ہیں حالات کے ساتھ
دیکھ کر حضرتِ اکبر کو خدا یاد آیا
یہ مصیبت کا ہجوم ایسے کمالات کے ساتھ

◉

کہا ان کے بیرے نے گو ہوں شریک
خیالات ہیں گاندھی بابا کے ساتھ
میں سمجھوں گا لیکن یہی ہوم رول
تعلق جو ہو جائے آیا کے ساتھ

◉

نامِ خدا تو لیتا ہوں لیکن بغیرِ ذوق
افسوس ہے کہ دل نہیں دیتا زباں کا ساتھ

◉

خدا خدا کرو خاموشی و ادب کے ساتھ
فضول جست مناسب نہیں ہے سب کے ساتھ

◉

یہ بات کہ کچھ نہیں ہے سب کچھ
سمجھتے ہو تو بس کہو نہ اب کچھ

◉

جان لینا سہل ہو سائنس کا کرتب ہے یہ
جان لینا سہل ہو یا ضد ہے یا مذہب ہے یہ

◉

رنگ اس کا زعفرانی اور مزہ چکھو تو واہ
ہے یہ اک تحفہ برائے انتظام الدین شاہ

◉

نیٹو کی ہے تنخواہ اگر سو سے زیادہ
اس وقت وہ ہے قیصر و خسرو سے زیادہ

◉

انقلاب آیا نئی دنیا نیا ہنگامہ ہے
شاہ نامہ ہو چکا اب وقتِ گاندھی نامہ ہے

◉

ملا کرتے تھے جو مضمون مجھ کو ذکرِ گاندھی سے
خدا جانے کدھر وہ اڑ گئے شملے کی آندھی سے

◉

کرتے ہیں مجبور عاشق کو شرارت کے لیے
تا کہ موقع پائیں مشقِ قید و طاقت کے لیے

◉

لنگی اور دھوتی بہت تنگ آئی تھی پتلون سے
لیکن اب پتلون ڈھیلی ہے اسی مضمون سے

◉

سنیں ذکرِ حضرت ولی ذوق سے
تناول کریں ماحضر شوق سے

◉

سبھا رچانے میں سب کی شرکت خوشی ہے اس کی کہ مے نہ چھوٹے
مگر زبانوں کا فیصلہ ہے مہاتما جی کی جے نہ چھوٹے

◉

خرد پوچھتی ہے یہ کیا ہو رہا ہے
صدائے دلی ہے خدا ہو رہا ہے

◉

ہوا کفر آفریں ہے اور عالی شان منظر ہے
کبھی لاحول ہے لب پر کبھی اللہ اکبر ہے

◉

فیصلہ اچھا ہے قانون اس سے کیوں ناخوش رہے
آپ جو چاہیں کہیں اور بندہ جو چاہے کہے

◉

اس خرابی کو کریں کیوں کر گوارا ہائے ہائے
پیچ ان کے ہیں نہ عمامہ ہمارا ہائے ہائے

◉

اس پر یقین کرنا دشوار ہے کہ انساں
دنیا کو جان بھی لے اور اس کو منہ لگائے

◉

دیا سلائی کی تیزی تو آ گئی ہم میں
کسر یہی ہے کہ ڈبیا انہیں کی جیب میں ہے

◉

یہی مرضی خدا کی تھی ہم ان کے چارج میں آئے
سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ چارج میں آئے

⦿

ہے عبادت کو فقط مسجد کی صف
اور سب مجمع ہے کھانے کے لیے

⦿

لشکر گاندھی کو ہتھیاروں کی حاجت کچھ نہیں
ہاں مگر بے انتہا صبر و قناعت چاہیے

⦿

وہ ہی اچھے ہیں رکے ہیں جو قناعت کے لیے
جو بڑھے ہیں وہ یقیناً ہیں ہلاکت کے لیے

⦿

فکر دنیا میں مرا دل کب تک اپنی جان دے
یا الٰہی اس کو اپنا کر لے، اطمینان دے

⦿

علتوں کو تو خود کیا پیدا
اب یہ معلول پر فغاں کیسی

⦿

ہے سلسلہ واحد دونوں کا کچھ فرق جو ہے بس اتنا ہے
ملا کا تو پکا کھاتا ہے درویش کا کچا چٹھا ہے

⊙

میں یہ کہتا ہوں کہ مجھ کو کچھ نہ کہنا چاہیے
کیوں کہا یہ بھی اگر خاموش رہنا چاہیے

⊙

عطر ایسا تھا کہ کپڑوں سے نہ کی کچھ بھی وفا
اس کی خوشبو ناک ہی میں جذب ہو کر رہ گئی

⊙

تعجب کا محل کیا ربط آپس میں اگر کم ہو
کہ ان کی اور دنیا ہے ہمارا اور عالم ہے

⊙

عمر گزری نہ ہوا کوئی جہاں میں میرا
اب دعا یہ ہے کہ یا رب مجھے اپنا کر لے

⊙

علم بھی ہے، زور بھی ہے، زر بھی، اطمینان بھی
فلسفہ بھی خوبِ سیرت بھی اور ایمان بھی

⊙

کفر کا پیٹ سر پہ آیا ہے
حرص نے فکر میں پھنسایا ہے

⊙

مشتبہ تیری دعا کا اثر اے اکبر بھی
رزولیوشن کے پٹاخے سے مگر بہتر ہے

⊙

کیوں گیس کے ساتھ اڑیئے گوہر کے ساتھ پیسے
دونوں ہی میں زحمت ہے للہ کہیں چھپیے

⊙

بھائی گاندھی کا نہایت ہی مقدس کام ہے
رام پوری ساتھ ہیں اور رام ہی کا نام ہے

⊙

نہ چھوڑو بھائی گاندھی کی حضوری
کھلا ہی دیں گے تم کو رام پوری

⊙

مفر فریادیوں سے اپنے تم ہرگز نہ پاؤ گے
اثر میں تیزی ہوگی آہ کو جتنا دباؤ گے

⊙

جو پوچھا میں نے حضرت میری عزت کیوں نہیں کرتے
تو وہ بولے کہ 'تم اظہارِ قوت' کیوں نہیں کرتے

◉

اٹھتے ہیں نامِ خدا لے کر مگر کس کو ہے علم
کون اس کے ساتھ ہے اور کون اپنے ساتھ ہے

◉

کلیسا کے مقابل آج مشکل میرا جینا ہے
کہ غیروں پر اسے غصہ ہی ہے مجھ سے تو کینا ہے

◉

نام میں گاندھی کے ہے دلچسپ یہ صنعت نہاں
ان بھی اس میں گائے بھی اس میں دہی بھی گھی بھی ہے

◉

نہ مولانا میں لغزش ہے نہ سازش کی ہے گاندھی نے
چلایا ایک رخ ان کو فقط مغرب کی آندھی نے

◉

شبِ غم ہو سحر دنیا میں اس کی کون صورت ہے
ہماری صبحِ امید اب فقط صبحِ قیامت ہے

◉

ادھر ہیجان حسرت کا اُدھر تمکین تقویٰ کی
زلیخا کی نظر ہے اور یوسف کی جوانی ہے

◉

تم دوسری مچان پہ بیٹھو نہیں ہے حرج
بس اتنی بات ہو کہ نشانہ وہی رہے

◉

یہ دعویٰ ہے مرا اس پر مرے دل کی گواہی ہے
ہوا جو کچھ جو ہوتا ہے جو ہوگا سب خدا ہی ہے

◉

وعظ یہ کہیے اگر اصلاحِ نیشن چاہیے
نفس کی خواہش سے نن کو آپریشن چاہیے

◉

آلودگی غلیظ سے افسوس ناک ہے
کیا آنکھ سے تمہاری کئی کوس ناک ہے

◉

پاؤں میں ان کی تم نے زنجیر کیوں نہ باندھی
بولے کہ شیخ بن کر اٹھے نہیں ہیں گاندھی

◉

رات نن کو آپریشن کی جو اس نے ٹھان لی
ہوگیا لاچار میں آخر رضائی تان لی

⊙

عمر تو مجلس و درگاہ میں کاٹی ساری
آخری وقت میں کیا خاک وہابی ہوں گے

⊙

نہ تن میں خوں نہ رگوں میں جھندگی باقی
خدا کی شان کہ پھر بھی ہے زندگی باقی

⊙

بے حد بتِ خود آرا طناز ہو گیا ہے
لیکن زوال کا بھی آغاز ہو گیا ہے

⊙

مہاتما جی سے مل کے سیکھو طریق کیا ہے سبھاؤ کیا ہے
پڑی ہے چکر میں عقل سب کی بگاڑ تو ہے بناؤ کیا ہے

⊙

کیوں قرابت کی تھی تم نے خانساماں گنج سے
بیل انڈے کے بنو اب فائدہ کیا رنج سے

⊙

جنگِ باہم اور کینہ دیکھیے
مرنے والوں کا یہ جینا دیکھیے

⦿

خطر ان میں ہے جن باتوں پہ جے ہے
یہ رنگِ ملک یہ حالات ہے ہے

⦿

جلوے جو نہ ہوں ایئر شپ کے
صاحب سے کسی کا دل نہ چپکے

⦿

مذہب مرا صحیح مری پیٹھ ٹھونکیے
لیکن مجھے بھی حکم یہ ہے بھاڑ جھونکیے

⦿

خواہانِ ممبری نہیں مذہب کے کام کے
چوہے بنے ہوئے ہیں یہ غربی گودام کے

⦿

ایسی تیزی پر بھی دنیا کی وہی رفتار ہے
زندگی بے چین بھی ہے اور محوِ کار ہے

⦿

ہم کو اس سے کچھ نہ مطلب ہے نہ قیل و قال ہے
ان کے سر پر اب انہیں کی شامتِ اعمال ہے

◉

ہمارے ملک میں سرسبز اقبالِ فرنگی ہے
کہ نن کو آپریشن میں بھی شوقِ خانہ جنگی ہے

◉

ابھارا تھا بہت دل نے جانِ جاں
مگر ہمت نہ بندھنے دی تری آشنائی نے

◉

گیسوئے مِس کے دام میں اکبر حسین ہے
اس چین پر ہو فتح تو پھر دل کو چین ہے

◉

کرو آنر کو واپس بھائی جی کی چٹھی آئی ہے
ارے یہ کیا غضب ہے لاٹ صاحب کی دُہائی ہے

◉

دھڑکوں سے طبیعت مضطر ہے دل سینے میں سہا جاتا ہے
تسکین دلیلیں دیتی ہے جب گھبرانے کو وہم آتا ہے

◉

کہتا ہے نیچر اے رب مسلم کو تو سزا دے
جو بن گئے تھے مسٹر چیلا انہیں بنا دے

⊙

کمیٹی میں جو نن کو آپریشن نے علم گاڑے
تو لیں گنگو نے لہریں اور پیرو نے بھی پر جھاڑے

⊙

سرِ تسلیم مذہب بھی ہے خم آگے محبت کے
فنا کر دیتے ہیں کثرت کو جلوے بزمِ وحدت کے

⊙

الٰہی حمیت و تسلی دلِ حزیں کو نصیب کر دے
نہیں ترا قرب مجھ کو حاصل مجھے تو مجھ سے قریب کر دے

⊙

خوب تکلیفیں اٹھائیں نزع میں رگڑے گئے
لیکن اس سے خوش ہیں دنیا کے وہ سب جھگڑے گئے

⊙

معنی جو تھے ہم میں رہ نہ گئے اظہار کی صورت باقی ہے
عزت کا وہ حق باقی نہ رہا جینے کی ضرورت باقی ہے

⊙

دلِ شکستہ میں اک سازِ جاں نواز بھی ہے
گزر رہا ہوں میں جس سے اسے یہ ناز بھی ہے

⊙

کبھی گلبن تھا لیکن اب سرِ افعی کا پودا ہے
ادھر سے گیسوئے مس اور اُدھر گاندھی کا سودا ہے

⊙

نہ ٹمٹم ہے نہ موٹر ہے نہ گھوڑا ہے نہ ہاتھی ہے
نمودان کو مبارک بندہ تو چھکڑے کا ساتھی ہے

⊙

یہی الفاظ کہہ کر ذہنِ خفتہ کو جگانا ہے
شریعت سر جھکانا ہے طریقت دل لگانا ہے

⊙

کیا نتیجہ ان حوادث کا نکالوں خلق پر
آج تو فطرت بھی شاید خود اسی چکر میں ہے

⊙

ظلمت ٹپک رہی ہے اس دور میں فلک سے
آنکھیں جھپک رہی ہیں شیطان کی چمک سے

⊙

جرمن کے بعد گاندھی ہے پالسی کی آندھی
ناداں سمجھ نہ اس کو جس نے کمر نہ باندھی

⊙

سب لوگ کہہ رہے ہیں کہ دیں دار بھوت ہے
عامل کے واسطے یہی محلِ سکوت ہے

⊙

ہجرت کرو تھیلی میں اگر ہینگ سمائے
اور یہ نہیں تو جاؤ جدھر سینگ سمائے

⊙

دینی عدو کے سامنے گاندھی کی چل گئی
تہمد پہ فیر ہو گئے دھوتی سنبھل گئی

⊙

جھوٹ سچ کی ہے نہ یاں چھوٹے بڑے کی بات ہے
حق کہاں کا کیسی منطق بن پڑے کی بات ہے

⊙

سرِ گاندھی کو اڑانے سے گورنمنٹ ڈری
شور ہر سمت سے اٹھے گا کہ آندھی آندھی

⊙

مفت خفت ہوئی یاروں سے کہ دوڑو میں چلا
نزع سمجھا تھے جسے قبض کی حالت نکلی

⊙

جو چاہی مال کی بڑھتی کہا یہ ایک ہندو نے
کفایت سے چلو ہو جاؤ گے تم ایک دن دُونے

⊙

توبہ کرنا ہے پڑا رہنا ہے اور مرنا ہے
آپ کیا کہتے ہیں اب آپ کو کیا کرنا ہے

⊙

ہے یہی حالت مناسب اکبؔر اس سِن کے لیے
اچھے اب کیا ہو گے اور ہو بھی تو گے دن کے لیے

⊙

سنا ہر اک نے زبان و قلم پہ کیا گزری
مگر خدا ہی نے جانا کہ ہم پہ کیا گزری

⊙

ہر وقت یہی ہے وِرد اس کا جو راہِ خدا کا مالک ہے
اللہ ہمارا خالق ہے اللہ ہمارا مالک ہے

⊙

شکر کرنے کے لیے امیدِ فردا اب اٹھے
ایشیا میں جان آئی یعنی شیعہ اب اٹھے

⊙

بے فائدہ ہے اکبر اب تم کو شوق اس کا
سائنس کی سڑک میں جنت بھی آ گئی ہے
تیغِ زباں کی دیکھو ہر سُو برہنگی ہے
بابو کے حوصلے ہیں صاحب کی دل لگی ہے

⊙

گاندھی سے کیوں ہو وحشت باطن کی مسٹری ہے
شوکت سے کیوں نہ کھٹکیں ان کی تو ہسٹری ہے

⊙

جے کی بھی صدا آئے گی چرخے بھی چلیں گے
لیکن یہ سمجھ لیجیے صاحب نہ ٹلیں گے

⊙

بامزہ ہے یہ عنایت حضرتِ سجاد کی
لذتیں اب لوں گا آروغِ رساول ناد کی

⊙

گاندھی نے مان لی ہے مدن موہنی صلاح
ہندی تو تھے ہی اب وہ مدنی بھی ہو گئے

⦿

ظہور زور آتش ہے وہی ہے کبرِ شیطانی
بہت کچھ خاک اڑائی پر نہ آئی بوئے انسانی

⦿

ہمیں بھگوان کی کرپا نے تو بابو بنایا ہے
مگر یورپ کے شالا لوگ نے اُلو بنایا ہے

⦿

شعرِ اکبر لیجیے گاندھی کا چرخا لیجیے
کیجیے برگد سے ہجرت مجھ سے خرچا لیجیے

⦿

پارک کی خاطر تمہیں سرو و صنوبر چاہیے
ہم کو چوکے کے لیے تھوڑا سا گوبر چاہیے

⦿

قوی تر کے مقابل سر کو خم کرنا ہی پڑتا ہے
اجل آتی ہے تو صاحب کو بھی مرنا ہی پڑتا ہے

⦿

مدد خرد سے کچھ اس انجمن میں مل نہ سکی
نگاہ اٹھ نہ سکی اور زبان ہل نہ سکی

⦿

شکر اس کا بھی ہے واجب ان کی خدمت بھی ضرور
جان دی اللہ نے اور نوکری صاحب نے دی

⦿

زندگانی ہو دراز ان کی خوش اقبالی کی
مولی صاحب کی نہ چلتی ہے نہ بنگالی کی

⦿

عشق ہی جانے کہ دل میں کیا اثر پوشیدہ ہے
نورِ عقل اس بزم میں سیمابِ آتش دیدہ ہے

⦿

ہمارے یار بزرگانِ محترم نہ ہوئے
سبب یہ ہے کہ کسی پارٹی میں ہم نہ ہوئے

⦿

میں خود دنیا میں مہمانِ دمِ چند اب ہوں اے اکبرؔ
مواقع وہ کہاں باقی رہے مہماں نوازی کے

⦿

نفس کی مستی تھی اور دورِ شرابِ زندگی
لیکن اب غیرت ہے اور بارِ عذابِ زندگی

◉

ایڈیٹری ہے خطرناک اس زمانے میں
لکھا تو خوب پولیس میں مگر پکڑے بھی گئے

◉

شگفتہ ہو کے قیام اپنا چاہتی تھی کلی
مگر ہوائے فنا آفریں سے کچھ نہ چلی

◉

آپ کہتے ہیں ابھی تجھ کو بہت جینا ہے
کیا خوشی اس کی اگر خونِ جگر پینا ہے

◉

یہ مصرع مرے ہوش کو کھو رہا ہے
وہی تھا وہی ہے وہی ہو رہا ہے

◉

لاکھ سمجھاتا ہوں اس کو میز پر آ چائے پی
یہ عروسِ ہند اب تک کہہ رہی ہے ہائے پی

◉

جھوٹ سے سچ کو چنتا ہے
آپ کہتے ہیں بندہ سنتا ہے

⊙

حضرتِ باری کی جے کا دیر میں سامان ہے
سوئے مسجد نعرۂ الحمد للبھگوان ہے

⊙

حامی ہو جو گائے کا بیشک ذہین ہے
سمجھا یہ دل میں گائے کے سر پر زمین ہے

⊙

اے خود پرست سن لے وقعت کر اس سخن کی
ہر جان مستحق ہے تدبر فقط ہے تن کی

⊙

اس قورمے کی ترکیب آئی پسند سب کو
تعلیم نے گلایا بھونے گی اب ترقی

⊙

نہ بحثوں پر لپکنا ہے دلیلوں میں نہ گھسنا ہے
زبانِ عجز ہے اور لذتِ اسمائے حسنیٰ ہے

⊙

فرض لائلٹی بھی ہے اللہ سے ڈرنا بھی ہے
بات یہ ہے بھائی جینا بھی ہے اور مرنا بھی ہے

⊙

مروّت کبھی ہے کبھی خوف ہے
مضامین کا دل ہی میں ظوف ہے

⊙

شریعت کا ساغر طریقت کی مل ہے
کہیں کل میں جز ہے کہیں جز میں کل ہے

⊙

ہو شرع یا طریقت ہر ایک حق نما ہے
واں ہے خدا کا بندہ بندے کا یاں خدا ہے

⊙

گائے کا تو کچھ ٹھکانا بھائی گاندھی نے کیا
شیخ جی کا اونٹ کس کل بیٹھتا ہے دیکھیے

⊙

تمہاری چال راہِ کفر سے کس دن الگ دیکھی
جو ظلمِ گرگ ان میں ہے تو تم میں حرصِ سگ دیکھی

⊙

دید کے قابل یہ اب اُلو کا فخر و ناز ہے
جس سے مغرب نے کہا تو آنریری باز ہے

⊙

اس انتشارِ قومی کا تجھ کو کیا گلہ ہے
آندھی چلی ہے ایسی ذرّوں کی کیا خطا ہے

⊙

ہوا میں آپ کو اڑنا بھی آ گیا صاحب
یہاں تو مشق ابھی ہے فقط اچھلنے کی

⊙

قانون فسق ہے نہ بتِ نازنیں برے
کہنا پڑا یہی کہ سب اچھے ہمیں برے

⊙

سازِ گلو چھڑا ہے ہر سمت اک اُپج ہے
لیکن ذرا سنو تو عف عف ہے یا گرج ہے

⊙

جو حقِ تیغ ہے اک شے تو حقِ توپ بھی ہے
اگر ہے عہدِ خلیفہ تو دورِ پوپ بھی ہے

⊙

سوئے جیل ٹولی مری بڑھ رہی ہے
گورنمنٹ پر ہتھیا چڑھ رہی ہے

⊙

اجل بولی کہ بس فرض اب تجھے خاموش رہنا ہے
بہت کہتا رہا بندہ ابھی کچھ اور کہنا ہے

⊙

بے سود آج تذکرۂ ظلم و جور ہے
اپنا بھی ایک وقت تھا، ان کا بھی دور ہے

⊙

مل سے کہہ دو کہ تجھ میں خامی ہے
زندگی خود ہی اک غلامی ہے

⊙

کیا بتاؤں سخنِ ہوش ربا کے معنی
خود بخود کے وہی معنی جو خدا کے معنی

⊙

سائنس کی ترقی تو فیض ارتقا ہے
لیکن حضور گاندھی فرمایئے یہ کیا ہے

⊙

جورِ بت سے پھر رہے ہیں اہلِ دل روتے ہوئے
جائے حیرت ہے یہ بات اللہ کے ہوتے ہوئے

⊙

کسی ولیِ خدا کا یہ قول سچا ہے
ازل کے سامنے پیرِ فلک بھی بچا ہے

⊙

عاقل کی نظر مفید پر ہے
تاجر گاہک کو دیکھتا ہے

⊙

تجلی مشرقی اچھی تھی مغرب کی تعلی سے
وہ ذوقِ بے خودی اچھا تھا اس مہلک ترقی سے

⊙

آئین طرازیاں ہوں کہاں تک شعور کی
کچھ حد نہیں ہے وسعتِ شانِ ظہور کی

⊙

کپڑے کی گرانی اس درجہ اور آمدِ ماہِ کاتک ہے
بس اس کے سوا کہہ سکتے ہیں کیا اللہ ہی سب کا مالک ہے

⊙

ہے نمو اس کو خود اپنی قوتِ سیال سے
بے تعلق گلشنِ اکبر ہے نینی تال سے

◉

ہر طرف تاکید کیوں چپ چپ کی ہے
بحث تو اب ایشیا یورپ کی ہے

◉

ہو اگر وعظ غلط پنبہ بگوشی اولیٰ
جب مقدس ہو حماقت تو خموشی اولیٰ

◉

حال اوروں کا تو تم بھی دیکھ لیتے ہو کبھی
صوفیوں کے حال سے اللہ ہی آگاہ ہے

◉

ٹھونکتے تھے مردِ میداں ہی کی پیٹھ
اب ریزولیوشن پہ جے ہونے لگی

◉

دھوم ہے ہند میں اب ڈاکٹر انصاری کی
سب سے بڑھ کر ہے صفت ان میں ملنساری کی

◉

اس کی کچھ پروا نہیں بربط بجے یا لے بجے
وقت ہی نغمہ ہے مجھ کو یہ بتاؤ کے بجے

◉

طبیعت اس تصور سے بہت مایوس ہوتی ہے
کہ بے یادِ خدا بھی زندگی محسوس ہوتی ہے

◉

ہمیں کیا بالشیوک آ گیا یا روس آتا ہے
یہاں تو فکرِ سرمائی ہے ماہِ پوس آتا ہے

◉

دَیر میں ہنستے ہیں اب کعبے میں برسوں رو لیے
شیخ جی کرتے ہی کیا بابو کے پیچھے ہو لیے

◉

علم وہ خوب ہے جو حسنِ عمل تک پہنچے
ذوق وہ خوب کہ جو رازِ ازل تک پہنچے

◉

اک انتشار ہے دنیا کو ناصبوری سے
سبب یہ ہے کہ وہ محروم ہے حضوری سے

◉

فنا پذیر کرشموں سے کیا ہو دل راضی
نگاہ پڑ نہ چکی تھی کہ ہو گئے 'ماضی'

◉

اشک دیں پونچھ دیتا ہے اثر
لاٹ صاحب کا دم غنیمت ہے

◉

مولوی جیل میں بٹنے کو جو مونج اٹھتا ہے
گنبدِ چرخ مری آہ سے گونج اٹھتا ہے

◉

ملّا سے کہو ناخوش نہ رہیں معنی سے حجاب الا کبر کے
العلم سے مطلب صاحب ہیں مالک جو بنے ہیں نیچر کے

◉

گِلہ میں نے کیا مجھ کو ترقی دی نہیں تو نے
تو بولا ارتقا' چپ رہیے بس' کیا آپ بندر ہیں

◉

جو یہ سچ ہے کہ دنیا بہرِ مومن مثلِ زنداں ہے
تو اس پر شک کیا جو مطمئن ہے اور خنداں ہے

◉

یہ چھاؤنی یوں ہی اگر آباد رہے گی
دل ہی نہ یہ ہوں گے نہ یہ فریاد رہے گی

⊙

یہ دنیائے دنی کیا ہے بس اک بیمار بستی ہے
فزوں ہوتی ہے بیماری اگر لذت پرستی ہے

⊙

مے فروشی کو تو روکوں گا میں باغی ہی سہی
سرخ پانی سے ہے بہتر مجھے کالا پانی

⊙

فریب وحرص و جبر وظلم سے اکثر توسل ہے
ترقی مادّی جو کچھ ہو اخلاقی تنزل ہے

⊙

خیال کفر کے غلبے کا صرف دھوکا ہے
جو دل ہو محوِ خدا اس کو کس نے روکا ہے

⊙

بام اردو چھوڑ کر ہندی کی چھت پر آ گئی
ساز اپج کو چھوڑ کر پھر اپنی گت پر آ گئی

⊙

حسن بھی ہے زور بھی ہے اور خوش اقبالی بھی ہے
ہے مگر افسوس اس کا ہر طرف گالی بھی ہے

⊙

قوم مصروف ادھر ترک موالات میں ہے
ہم اِدھر دل میں سمجھتے ہیں کہ سکرات میں ہے

⊙

نہ دنیا کی مجھے پروا نہ اس سے مجھ کو نفرت ہے
قناعت کی تو ہے تاکید لیکن حکمِ خدمت ہے

⊙

رہوں میں محترز اس سے بلا شک ہے یہ دانائی
مگر اس وچ میں ہے دل یہ حالت پیش کیوں آئی

⊙

بہرِ جوش مرا ان کی ضوابط کا قلی ہے
چارہ ہی مگر کیا ہے یہی راہ کھلی ہے

⊙

موقعے نکل آئے ہیں بہت کفر کی گوں کے
افسوس مسلمان بہت دیر میں چونکے
ہے نفس بشر میں حسد و حرص کی اک آگ
شیطان ہی کا کام ہے اس آگ کو دھونکے

⊙

اختلافوں کے مہیا ہیں جب امکاں اتنے
متفق ہو نہیں سکتے یہ مسلماں اتنے
حکم صاحب نے دیا ہے کہ شرارت نہ کرو
خبر اتنی سی اور اخبار کے ساماں اتنے

⊙

ہستی نے جگایا ہے کیوں کر کہوں سو رہیے
اتنی ہی نصیحت ہے اللہ کے ہو رہیے
اے صوفی و اے ملاّ اتنی ہی گزارش ہے
معنی میں رہے وحدت الفاظ میں دو رہیے

⊙

غربی نسیمِ نفس کشا شاید آئے گی
مژدہ جوازِ نقلِ حکومت کا لائے گی
جن کے خیال و مال کو ہے ارتقا نصیب
سینوں میں ان کے غنچۂ دل کو کھلائے گی

⊙

پیٹ کے واسطے پپیتا ہے
دل بڑھانے کو درسِ گیتا ہے

ہند ہی میں دیا خدا نے مقام
بندہ اب دیر ہی میں جیتا ہے

⊙

سب کو سودا ہے یہی دولت بڑھے شہرت بڑھے
اس کا کیا غم چپکے ہی چپکے جو شباہت بڑھے
اب کہاں اگلی لگاوٹ اور وہ اظہارِ نیاز
بات یہ ہے وقت بدلا، میں گھٹا، حضرت بڑھے

⊙

فنا خواہاں ہیں ذرّے راہ لیں اپنے ٹھکانے کی
مگر تکوین میں ہے مشق مجموعہ بنانے کی
حیاتِ جاوداں ہوتی ہے جس کی یاد سے حاصل
ہمیں قوت اسیؐ نے دی ہے اس کو بھول جانے کی

⊙

تری تسبیح تو اتنی سرِ محفل چمکے
حیف کی جا ہے نہ سینے میں اگر دل چمکے
خونِ بسمل ہی کا رنگ اپنی دکھائے گا بہار
خیر دم بھر کے لیے خنجرِ قاتل چمکے

◉

دل کی طاقت کیا یونہی یاروں کو کھونا چاہیے
یعنی بس بکتا پھرے ہر اک یہ ہونا چاہیے
اہلِ ظاہر کے تماشوں سے تو کچھ ہونا نہیں
صاحبِ باطن کو تنہائی میں رونا چاہیے

◉

حکام سے نیاز نہ گاندھی سے ربط ہے
اکبرؔ کو صرف نظمِ حوادث کا خبط ہے
ہنستے نہیں وہ دیکھ کے اس کود پھاند کو
دل میں تو قہقہے ہیں مگر لب پہ ضبط ہے

◉

بہت ہوئے دعویٔ حکومت اور آج شورِ مہاتما ہے
وہ راہ پر آ گئے ہیں لیکن کسی دن ان کا بھی خاتمہ ہے
کہا ہے مرزا نے خوب گرچہ رہے گا انگلش کا دور دورہ
قیامت آئے گی اور آخر کو حقِ اولادِ فاطمہؓ ہے

◉

ہند ہے مسکن مرا اور مغربی قانون ہے
رشتہ ہے زنار سے پابندیٔ پتلون ہے

کافرِ عشقم سلیمانی مرا درکار نیست
حافظِ ملت اگر ہے تو یہی مضمون ہے

⊙

عقامی خضر ہیں گاندھی روش سے مل نہیں سکتے
تمہیں وہ ہو کہ اس سانچے میں پورے ڈھل نہیں سکتے
عناد افروز ہیں نعرے فقط اللہ اکبر کے
حریفانِ ہوس انگریز 'جے' سے چل نہیں سکتے

⊙

خواہشوں نے ذلیل رکھا ہے　　جی نہیں چاہتا کہ جی چاہے
خوب تو ہے وہی جو ہے محبوب　　وہ سہاگن ہے جس کو پی چاہے
غیر ممکن ہے چشمِ عرفاں میں　　جوش بھی ہو سکون بھی چاہے

⊙

دنیا کے عیشِ فانی نے اپنی بات رکھی
نوشاہ کے لیے بھی بس ایک رات رکھی
اسلام کے معانی کرلیں گے گھر دلوں میں
رہ جائے گی یہ شکلِ لات و منات رکھی
پبلک کے داخلے کی کیوں روک اس قدر ہے
خیمے کے گرد اس نے کوسوں قنات رکھی

◉

ڈاکٹر کہہ گئے ہرگز نہیں پھٹنے کا یہ پیٹ
ساری دنیا کو وہ کہتے ہیں نگل جائیں گے

◉

تقویٰ کے چمن کی بھی کلی خوب کھلے گی
اس خوف کو تم چھوڑ دو روٹی نہ ملے گی
یہ پولٹیکل حرص یہ ہنگامہ ہے بے سود
اس سے کوئی شے اپنی جگہ سے نہ ہلے گی

◉

عطا کر وہ جگہ یا رب جہاں ابرِ کرم برسے
نہ وہ جس جا زمیں پر فیر ہو گردوں سے. بم برسے

◉

تصویر خوب کھینچی اس بت کی کافری کی
اک دھوم مچ گئی ہے اکبر کی شاعری کی

◉

برگد میں گھوڑیوں کو خالہ بنا کے چمکے
فیل عرب میں لیکن وہ رہ سکے نہ جم کے
نغماتِ سازِ اکبر کی لے کو کون سمجھے
ماہر نہیں ہیں ہم میں، اس تال اور سم کے

◉

سب کی قوت سلب کر لو بس یہی تہذیب ہے
بے ادب کر دو ہر اک کو بس یہی تادیب ہے
آپ کی تزئین حیرت آفریں ہے اے جناب
بیشتر یہ ہے کہ جو تعمیر ہے تخریب ہے

◉

شعر میں معنیِ دلکش سے مزا ہوتا ہے
صرف موزونیِ الفاظ سے کیا ہوتا ہے
اک نظر ہم نے بھی دیکھا تھا کبھی دنیا کو
رہ گئیں پوچھ کے آنکھیں کہ یہ کیا ہوتا ہے

◉

بے وقعت اے زبان تکلف بیاں کا ہے
اصلی اثر جو ہے وہ دلِ بے زباں کا ہے
وقت و مکاں یہ لفظ ہیں سب کی زبان پر
لیکن یہ وقت کب کا مکاں یہ کہاں کا ہے

◉

کیوں کر کہوں کہ میری روش ٹھیک ہے
اتنا ہی ہے کہ ایک جماعت شریک ہے

کھاتے ہیں سر جھکائے ہوئے اس کی کیا خبر
بازو کا زور ہے کہ یہ خدمت کی بھیک ہے

⊙

اب جسے جس سے کچھ تعلق ہے
یہ شمائت ہے یہ تملق ہے
راست گوئی' خلوصِ دل' ایماں
پالسی ہی یہ سب تصدق ہے

⊙

ادھر اچھی جماعت ہے کہ گیان پن میں ڈوبی ہے
اُدھر کچھ ہے اگر تو صرف اکھڑپن کی خوبی ہے
مگر سب سے نرالا ہے مذاقِ حضرتِ عالی
غمِ خرسِ شمالی ہے سرِ قطب جنوبی ہے

⊙

ترے اقوال میں بے سود حجت کی جھلک دیکھی
ترے افعال میں کافر پرستی کی چمک دیکھی
خدا آئندہ کچھ اصلاح کر دے فضل ہے اس کا
مگر اچھی نہیں جو تیری حالت آج تک دیکھی

⦿

ساری دنیا بہم آمادۂ خوں ریزی ہے
یہ خدائی ہے کہ شاہی ہے کہ انگریزی ہے

⦿

طفلِ کالج کو سمجھ لیجیے اک پن نائف
بس قلم ہی کے لیے اس میں بہت تیزی ہے

⦿

غصے میں غریبوں کی وہ چیں چیں بھی چلی جائے
صاحب کی مشینوں کی وہ پیں پیں بھی چلی جائے
لیکن جو فنا پیشِ نظر ہو تو خدارا
کچھ خدمتِ اربابِ رہِ دیں بھی چلی جائے

⦿

اقوال کے وقت ہسٹری ہے
اعمال کے وقت پالسی ہے
مذہب رہتا ہے مستِ الفاظ
دنیا دنیا کو دیکھتی ہے

⦿

سوئے کونسل قوم کے ایسے کرم فرما گئے
کیا تعجب ہے جو دل احباب کے گرما گئے

⊙

ہسٹری صرف اک فسانہ ہے
اس کی قدرت ہے اور زمانہ ہے
عقل کو چکر اور جنوں کو رقص
یہی فطرت کا کارخانہ ہے

⊙

دین خدا ہے حق کی تجلی کے واسطے
دنیا اٹھی ہے اپنی تعلّی کے واسطے

⊙

عارف جو ہیں رہیں گے وہ اللہ ہی کے ساتھ
اللہ ہی ہے ان کی تسلی کے واسطے

⊙

تم کو اس بحث میں یہ کد کیا ہے
راویوں کا قبول و رد کیا ہے
سلسلہ جب نہ ہو حکومت کا
شیخ الاسلام کی سند کیا ہے

⊙

غافل خدا سے کام کیے بھی تو کیا کیے
عقبیٰ سے بے نصیب جیے بھی تو کیا جیے

اس دور میں وہ بادۂ حافظؔ کہاں نصیب
بن کر جو رند کوئی پیے بھی تو کیا پیے

⊙

چور پہچانے گئے ہر چند اندھیری رات ہے
اُن سے لرزاں ہے ہر اک لیکن یہ مشکل بات ہے
آسمانی کوتوالی پر لکھا دی ہے رپٹ
حکم پایا استغاثہ زیرِ تحقیقات ہے

⊙

اِدھر بپھرے ہوئے صاحب ہیں اور زورِ ہوائی ہے
اُدھر روتے ہوئے گاندھی ہیں شکوہ اور ڈھٹائی ہے

⊙

نہ گاندھی کی رفاقت ہے نہ صاحب سے توسل ہے
فلک کو دیکھتا ہوں بس خدا ہی پر توکل ہے
جو عاقل ہے وہ موقعے کے مطابق کام کرتا ہے
ہوا میں ہے تو شاہیں ہے قفس میں ہے تو بلبل ہے

⊙

ایمان گو بظاہر اب تک بچا ہوا ہے
خطرے میں عاقبت ہے اک غل مچا ہوا ہے

بے چین ہے دھرم بھی منظور ہے بھرم بھی
سنسار کا تماشا اچھا رچا ہوا ہے

⊙

یہ جماعت دیکھیے یہ ڈھول تاشا دیکھیے
دوڑنا یاروں کا ایسا بے تحاشا دیکھیے
آپ نے طاقت کی تو جولانیاں دیکھیں بہت
ضعف کے ہیجان کا بھی اب تماشا دیکھیے

⊙

دھوم ہے ترکِ موالات میں، اور نام بھی ہے
ساتھ صاحب کے مگر امن بھی آرام بھی ہے
شیخ پر فیر بھی کرتے ہیں نمازی بھی ہیں آپ
مددِ کفر بھی ہے رونقِ اسلام بھی ہے

⊙

باقی نہیں رہی وہ شورش ہوئی تھی جتنی
دینی نہیں تھا جذبہ غصے کی عمر کتنی
طاعت اگر نہیں ہے تقویٰ اگر نہیں ہے
ہنگامہ یہ عبث ہے میری بھی سن لو اتنی

⊙

کیوں کوئی آج ہر کا نام جپے
کیوں ریاضت کا جیٹھ سر پہ تپے
کام وہ ہے جو ہو گورنمنٹی
نام وہ ہے جو پانیر میں چھپے

⊙

مسلم کا میاں پن سوخت کرو ہندو کی ٹھکرائی نہ رہے
بن جاؤ ہر اک کے باپ یہاں دعویٰ کو کوئی بھائی نہ رہے
ہم آپ کے فن کے گاہک ہوں خدام ہمارے ہوں غائب
سب کام مشینوں ہی سے چلے دھوبی نہ رہے نائی نہ رہے

⊙

طبع غافل بیشتر مصروف اندیشوں میں ہے
یک رخی اور محویت کچھ ہے تو درویشوں میں ہے
ہو تملق کی ضرورت اس کو اور وہ ہے دلیر
گربہ آبادی میں ہے شیرِ زیاں بیشوں میں ہے

⊙

انڈیا نے کمر تو باندھی ہے
کوئی شوکت ہے کوئی گاندھی ہے

لیکن اب بھی بہت سے اڑیل ہیں
صرف پشتک ہے اور گاندھی ہے

⊙

اللہ ہی جانے کہ افضل کون عالی کون ہے
اب رہی حاجت تو یاں حاجت سے خالی کون ہے
ہو گیا رخصت بزرگی اور خوردگی کا خیال
سب یہاں غازی میاں ہیں اب ڈفالی کون ہے

⊙

بھائی گاندھی نے ملک سے جے لی
لاٹ صاحب کی پالسی پھیلی
تھے جو چلتے ہوئے وہ رک ہی گئے
لد گئی ان پہ کیش کی تھیلی

⊙

تھی اوجِ ہوا پر موج اس کی اب سطحِ زمیں پر بستر ہے
جب گرم تھا دل اک شعلہ تھا اب سرد ہوا خاکستر ہے

⊙

قشقہ کھینچا دیر میں بیٹھا قول یہ تھا جس کا اک دن
جاکٹ پہنی ہیٹ لگائی میر تھا اب وہ مسٹر ہے

⊙

عرب میں مل گئے ان سے تو پوچھا شیخ ہندی نے
چو کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی
بٹن پتلون نے دکھلائے، کھولے پیچ دھوتی نے
تصوف نے کہا بس چشم پوشی اور عریانی

⊙

عجب شعر اختر سے میں نے سنا کل
جہاں تک کروں مدح اس کی وہ کم ہے
کروں اس کی تشریح کیا اس کی حاجت
پئے کشف حالت وہ خود جام جم ہے
سنو تم بھی وہ شعر اور لطف اٹھاؤ
عرب کا ہے دل اور زبانِ عجم ہے
تعجب ہے وہ کس طرح جی رہے ہیں
جنہیں جان دینے کا ساماں بہم ہے

⊙

گاندھی تو ہمارا بھولا ہے اور شیخ نے بدلا چولا ہے
دیکھو تو خدا کیا کرتا ہے صاحب نے بھی دفتر کھولا ہے
آنر کی پہیلی بوجھی ہے ہر اک کو تعلّی سوجھی ہے
جو چوکر تھا وہ سوجی ہے جو ماشہ تھا وہ تولا ہے

یاروں میں رقم اب کٹتی ہے اس وقت حکومت بٹتی ہے
کمپوں سے تو ظلمت ہٹتی ہے بے نور محلّہ ٹولا ہے

⦿

کٹ ہی جاتی ہے رات اے اکبؔر
دن کو دیکھا گزر ہی جاتا ہے
جس کو لاتی ہے ہوش میں فطرت
جی ہی لیتا ہے، مر ہی جاتا ہے

⦿

شبِ وصال میں گاندھی کا وعظ آفت ہے
یہ حکم ہے کہ نہ بڑھیے لباس کی حد سے
ہر اک کی رگ میں نہیں ہے سکونِ روحانی
یہ ضبط سہل نہیں جذبۂ مجرد سے
نگاہ دور ہی رکھو خیال کافی ہے
بجز فساد کے حاصل نہیں کچھ اس کد سے

⦿

شیخ سعدؔی کا قول سب کو ہے یاد
نکتہ اس سے سمجھ لے یہ کوئی
دست از جاں نشہ اکبؔر
ہر چہ داری بدل چرا گوئی

⊙

بہار آئی ہے گلگوں سے فوارے ہوئے جاری
یہاں ساون سے بڑھ کو ساقیا پھاگن برستا ہے
فراوانی ہوئی دولت کی صناعانِ یورپ میں
یہ ابرِ دورِ انجن ہے کہ جس سے ہُن برستا ہے
ہنر مندی نہ ہو جن میں کہوں ذی علم انہیں کیونکر
اٹھی جب علم کی بدلی تو اس سے گُن برستا ہے
یہ افتادِ طبیعت کرتی ہے نیکی بدی پیدا
دلوں پر عالم بالا سے پاپ اور پن برستا ہے

⊙

جو ہو رہا ہے وہ دیکھتے ہیں کہ شر بھی ہے اور فساد بھی ہے
مگر زیادہ نہیں تعجب جو ہو چکا ہے وہ یاد بھی ہے
قدم قدم پر ہے کشمکش اس جہانِ فانی کی منزلوں میں
عروج بھی ہے زوال بھی ہے صلاح بھی ہے فساد بھی ہے
تمہارے فریادیوں کو دیکھا تمہارے عذرات بھی سنے سب
خفا نہ ہو جاؤ تو یہ پوچھوں کسی کا دل تم سے شاد بھی ہے

⊙

ہیں خلق کی عافیت پہ حملے فریاد کو جا رہا ہوں شملے

کچھ عیب نہیں ہے سر اٹھانا لیکن پہلے قدم تو جم لے
زندگی میں بھی رکھ خیالِ آخر اے پی اکبر لے جامِ جم لے

⊙

بت شکن کو بت بنا لینے کا ہے سودائے عام
علم جو کچھ ہو عمل کا تو یہی مفہوم ہے
پیرو ہادی ہے اطاعت میں جو ہے مومن بدل
اس کی نظروں میں فقط یا حق یا قیوم ہے
بت پرستی میں بھی ہو جاتی ہے رونق زیست کی
جو خدا کا ہو رہا لیکن اسی کی دھوم ہے
اکبر اک دن ہو ہی جائے گا غموں کا خاتمہ
حمد کر اللہ کی' کیوں اس قدر مغموم ہے

⊙

ذکر سے اللہ کے ہوتا ہے اطمینانِ دل
ہے یہی ارشادِ قرآں صاف ہے' بے پیچ ہے
دے اگر اللہ اپنی یاد کی لذت تجھے
موت بیماری تردد رنج و غم سب ہیچ ہے

⊙

جیب ہو موسائیوں کی سب یہ کرتے ہیں دعا
جن کے سینے میں ہے دل وہ دشمنِ فرعون ہے

مصلحت سے ہے خموشی اکثروں کو ورنہ آج
اس سے سب مایوس ہیں بیزار ہیں خوش کون ہے

⊙

شیطاں نے کیا حضرتِ آدمؑ کو نہ سجدہ
اور عذر کیا پیش کہ میں آگ وہ مٹی
حضرت کو بھی تقلید نمازی میں ہے یہ عذر
مسجد کا وہ ملاّ ہے میں صاحب کا ہوں منشی

⊙

نہیں سائنس میں ہرگز کوئی قوت کوئی قدرت
عبث اس بحث میں تو اپنا دل غمگین کرتا ہے
خدا ہی جمع کر دیتا ہے اک اور دو کو اے اکبؔر
تو پھر سائنس اس کو حکمِ رب سے تین کرتا ہے

⊙

منظور انہیں اس وقت ملاقات نہیں ہے
نیند آ رہی ہے اور کوئی بات نہیں ہے

⊙

احباب پڑے سوتے ہیں میں جاگ رہا ہوں
میرے لیے اب دن ہے یہاں رات نہیں ہے

ترکیبِ ترقی میں نہیں جانتا اکبرؔ
جو جانتے ہیں ان سے ملاقات نہیں ہے

⊙

باغِ دنیا میں نظر غمناک ہو کر رہ گئی
رنگ بدلے خاک نے پھر خاک ہو کر رہ گئی
داخلِ اسکول ہو دختر تو کچھ حاصل کرے
کیا نتیجہ صرف اگر بے باک ہو کر رہ گئی
وہ ترقی ہے کہ جو کر دے شگفتہ مثلِ گل
وہ کلی کیا جو گریباں چاک ہو کر رہ گئی

⊙

ہے مذاقِ حضرتِ واعظ صحیح
ان کی خدمت میں بس اتنی عرض ہے
اونٹ پر چڑھنا تو سنت ہے ضرور
ریل پر چڑھنا مگر اب فرض ہے

⊙

نہ دلوں میں اب ہے وہ ذوقِ حق نہ دعا کا یاد ہے وہ سبق
نہ وہ آہ ہے نہ وہ شوق ہے نہ وہ تیر ہے نہ کمان ہے
نہ کمیٹیوں کی ترنگ اسے نہ ہوائے حملہ و جنگ اسے
کرے کیا اب اکبرؔ مضمحل نہ وہ طفل ہے نہ جوان ہے

⊙

دوسری بات ہے یہ بیٹھ رہیں کچھ نہ کریں
کچھ جو کرنا ہے تو جو کرتے ہیں ہے ٹھیک یہی
اصل نسخہ ہے تو بس طاقت و تقویٰ و دعا
سابقاً حضرتِ موسیٰ کی تھی تحریک یہی
مگر اب ڈاکٹری پھیلی ہے بیدک کا ہے زور
اس لیے خوب ہے ہر ایک کے نزدیک یہی

⊙

کیا ہو سکے ہم ایسے ضعیفوں کے ہاتھ سے
ہستی ہی مٹ رہی ہے حریفوں کے ہاتھ سے
کہتے ہیں وہ ادب کی بناؤں کو توڑ دو
یہ تو نہ ہو سکے گا شریفوں کے ہاتھ سے
ہے سوزِ روح ولولۂ ورد یا لطیف
چھوٹے کہیں تو جان لطیفوں کے ہاتھ سے

⊙

یہ ہے افسوس گزری زندگی فکر و تردد میں
مگر اللہ جانے مطمئن ہوتے تو کیا کرتے
ہمارا دل لرز اٹھتا ہے اکبر اس تصور سے
گلہ قسمت کا کم کرتے اگر اللہ سے ڈرتے

⦿

حکمت آگیں یہ اشارت ہے بلیغ
داغِ غفلت دل سے دھونا چاہیے
جو نہ ہونا چاہیے جب تک نہ ہو
کس طرح وہ ہو جو ہونا چاہیے

⦿

نظر کے سامنے ہیں ہر طرف یہی آثار
قیامت آتی ہے بدلا ہوا زمانہ ہے
کہو خلافِ کلیسا کریں نہ شرکت دیر
جنابِ حضرت عیسیٰ کو منہ دکھانا ہے

⦿

آبِ زمزم سے کہا میں نے ملا گنگا سے کیوں
کیوں تری طینت میں اتنی ناتوانی آ گئی
وہ لگا کہنے کہ حضرت آپ دیکھیں تو ذرا
بند تھا شیشی میں اب مجھ میں روانی آ گئی

⦿

سائنس تم نے جانا اور اس کو بھی پڑھایا
دولت اڑائی تم نے اور ان سے گپ اڑائی

تم نے بھی مال مارا اور کھول دی تجارت
یہ ترجموں میں الجھا بس داستاں سنائی
تم متحد ہوئے اور دکھلائی اپنی قوت
اس میں سلف کو روندھا آپس میں کی لڑائی
تم نے نگاہ رکھی کل اپنے ضابطوں پر
اس بے ادب نے سیکھی بے دینی اور ڈھٹائی
یہ حرکتیں تمہاری تعلیم کی بلا ہیں
مارا ترقیوں نے اللہ کی دہائی

⊙

ہم وہ لقمہ ہیں کہ ہرگز نہ پچیں گے ان کو
منہ جو اس زعم میں مارا ہے تو پچھتائیں گے

⊙

کیا حال دل کہوں میں اس غیرتِ پری سے
فرصت کہاں ہے اس کو اندازِ دلبری سے
ملکی یہ گرم جوشی اب خاتمے پہ آئی
یعنی الاوٗ رخصت آئندہ فروری سے
زلفوں کے دام میں جب دیکھی ہماری حالت
باز آئیں سب بلائیں دعویٰ ہمسری سے

◉

جو پوچھا حضرتِ اکبر سے کیا معنی خدا کے ہیں
وہ بولے مجھ سے سنیے گو تشفی غیر ممکن ہے
نمی دانم کے جو معنی، خدا کے بھی وہی معنی
مگر تاریک منظر وہ ہے آمیں نورِ باطن ہے

◉

اس بحث میں اکبر کی ہنوز آہ وہی ہے
ہم کیوں نہ رہے وہ اگر اللہ وہی ہے
نافہم کو کچھ قدر نہیں میرے سخن کی
ارباب کے معنی میں مگر واہ وہی ہے
ہے خواجہ نظامی کا یہی رین بسیرا
خسرو تھے فدا جس پہ یہ درگاہ وہی ہے
محفوظ رہا وہ نئے پائپ کے اثر سے
اس باؤلی کے دل میں مری چاہ وہی ہے
ہو بے خودیٔ وجد سے انکار کسی کو
توحید کے دریا کی مگر تھاہ وہی ہے

◉

صاحب نگل رہے ہیں دنیا اکڑ رہی ہے
ان کا بھی حلق زخمی، اس کی رگیں بھی ڈھیلی

اللہ انہیں شفا دے اس کے گناہ بخشے
پھر رنگِ امن قائم ہو زیرِ چرخِ نیلی

⊙

کہا بلبل نے کیوں رہوں خاموش
پھر کہاں یہ زمانہ پاؤں گی
ذبح ہونے کی کوئی بات نہیں
رہا پھنسنا تو دانہ پاؤں گی

⊙

اب تو زینت بجائے تقویٰ ہے
کیا ہے حاجت ابوحنیفہؒ کی
تیغ کی جا ہے جب ریزولیوشن
تو ضرورت ہے کیا خلیفہ کی

⊙

مناسب تھی ہماری شاعری اک وقت میں اکبرؔ
مگر اب وہ زمانے کے موافق ہو نہیں سکتی
غنیمت تھی ادائے خانقاہ اس کی نگاہوں میں
کمیٹی اور ریزولیوشن پہ عاشق ہو نہیں سکتی

⊙

سلیمان کی بات اچھی نہیں
کہ ندوی سے ہو گئے اب لندنی
رہے بادہ نوشوں سے بیشک کھنچے
مگر چائے دانوں سے گاڑھی چھنی
محمد علی کی رفاقت میں ہیں
خدا ان کو غیروں سے کر دے غنی

⊙

دانت کا درد بدستور چلا آتا ہے
وہی مازو وہی کافور چلا جاتا ہے
ڈارون کے اسی لکچر کا سبق ہے اب تک
وہی بندر وہی لنگور چلا جاتا ہے
برق کے لیمپ سے آنکھوں کو بچائے اللہ
روشنی آتی ہے اور نور چلا جاتا ہے
شیخ صاحب کی کمر جھک گئی اور دل نہ جھکا
آج تک شائق لقفور چلا جاتا ہے

⊙

دونوں میں کشاکش ہے غلاظت ہی کی خاطر
خنزیر کی تائید کروں گا نہ مگس کی
تقویٰ کو جو سمجھیں ہیں وہ دیں داد ہماری
تشبیہ یہی خوب ہے دنیا کے ہوس کی

◉

خود پرستی نظر کی پستی ہے اصل ہستی خدا کی ہستی ہے
خطرۂ دردِ سر نہ خوفِ خمار بے خودی بھی عجیب مستی ہے
خوب ہے فیضِ عشق کی بدلی دل ہے وہ جس پہ یہ برستی ہے

◉

یہ وہ ہنگامہ ہے جس کی ہر طرف تائید ہے
آپ کی تعلیم ہے اور آپ کی تقلید ہے
مستحقانِ ادب کو آپ نے رسوا کیا
آپ کے دعوئِ عظمت کی بھی اب تردید ہے
مرگ کا خطرہ مبارک ہو انہیں جو زندہ ہیں
ہم تو مردہ ہیں قیامت کی ہمیں امید ہے

◉

طریق شاہی کی تھی یہ حالت
ملو تو عزت لڑو تو ہے ہے
اور اب تو ہے اور ہی تماشا
ملو تو ہے ہے مرو تو جے جے

◉

وہ گو ہیں حسن سے محروم طنازی تو آتی ہے
عمل اچھے نہ ہوں لیکن سخن سازی تو آتی ہے

بتانِ دیر رخنے ڈالتے ہیں کارِ مسلم میں
نہ ہو ناقوس کی آواز غمازی تو آتی ہے
فروغِ عشق کی مانع نہیں ہے خامشی اس کی
کہ پروانے کو پیشِ شمع جاں بازی تو آتی ہے

⊙

رات بھیجا میں نے ان کے گھر کئی بار آدمی
جب سنا تو یہ سنا بیٹھے ہیں دو چار آدمی
آج کل مشکل نہیں ہے کچھ بھی تجویزِ رفارم
اتنا ہی کافی ہے مل بیٹھیں کہیں چار آدمی
حالتِ اکبر کو دیکھ اللہ سے امید رکھ
اس قدر مقبول اور ایسا گنہ گار آدمی

⊙

نہ سمجھے تھے یہ نئی روشنی کے پروانے
یہی ہے قصرِ خلافت کو پھونکنے والی
دعا میں روئیے اس وقت یہ مناسب ہے
ہنسا رہی ہے حریفوں کو آپ کی گالی

⊙

نادیدنی امور کا تھا اک جگہ گلہ
سب نے کہا کہ آپ بھی للہ بولیے

میں نے کہا دِفاع کی طاقت نہیں رہی
منظر اگر برا ہے تو آنکھیں نہ کھولیے

⊙

یہ کیا ہنگامۂ کون و مکاں ہے
میں کیا ہوں اور نظر میری کہاں ہے
یہ موجِ بے قراری دل میں کیسی
یہ بحرِ بے کراں کیوں کر رواں ہے
یہ کیا معنی چھپے ہیں صورتوں میں
نظر کیوں سائلِ حسنِ بیاں ہے
گلوں میں رنگ و بو آیا کہاں سے
کہ بلبل مست و سرگرمِ فغاں ہے
فقط وحدت ہی کا جلوہ ہے لیکن
حجابِ وہمِ کثرت درمیاں ہے
وہی وہ ہے نہیں ہے غیر کا دخل
یہاں بے خود نگاہِ عارفاں ہے

⊙

طریقت اچھی وہی جو نگاہ ہی میں رہے
زباں کھلی تو سمجھ لو کہ واہ ہی میں رہے
خیالِ معنیٔ دلکش تو خوب ہے اکبؔر
مگر یہ کچھ نہیں الجھے جو راہ ہی میں رہے
نظر نہ آئے جنہیں جلوہ ہائے الّا اللہ
کھلی بھی آنکھ تو کیا لا اِلٰہ ہی میں رہے

⊙

کھلی گو سب پر اب ان کی سہا ہے
مگر واعظ کی یہ اچھی کتھا ہے

⦿

خدا اتنی سمجھ دے بھائی جی کو
ہے مشکل میم بننا بائی جی کو

⦿

میں سمجھاتا ہوں پھر اِن کو دوبارہ
بنیں لہنگا پہن کر کیوں غبارا

⦿

گاندھی اور مالوی میں ہے کیا فرق
آپ اس بحث میں ہیں ناحق غرق
فرق وہ ہے جو عقل و عشق میں ہے
ایک کاشی میں اک دمشق میں ہے

⦿

چکر میں ہے آج ہسٹری بھی
چرخہ بھی ہے اور منسٹری بھی

⦿

مرکز سے بہت ہٹے ہوئے ہیں
میداں میں مگر ڈٹے ہوئے ہیں

⊙

جن پہ ہے خدا کی مہربانی
دونوں کو سمجھتے ہیں وہ فانی

⊙

خوب ہے مسلم دیر کی جانب
کیوں وہ جھکتا غیر کی جانب

⊙

ہے ہزاروں میں نمایاں فہم و ادراکِ عقیل
کافیہ، شرحِ وقایہ اس کی ہے روشن دلیل
شک نہیں اس میں کہ اس لڑکے میں تیزی ہے بہت
وقت لیکن لیتی ہے تعلیم انگریزی بہت
خیر جو کچھ ہو وہ ہو جائے گا اک دن نامور
ہر طوالت کو وہ کر لے گا بالآخر مختصر
اس زمانے کی رکاکت کا اثر کب اس میں ہے
جوہر سنجیدگی عقل و ادب سب اس میں ہے
یہ بھی کہتا ہوں مگر بے ساختہ میں آپ سے
کچھ صفات اس نے وراثت پائی ہیں ماں باپ سے
پرورش پایا ہوا ہے نانہالی قصر کا
سایہ افگن فیض ہے اس پر لسان العصر کا

◉

یاں ضعف روز افزوں اور اس کے ساتھ عبرت
واں زور روز افزوں اور اس کے ساتھ غفلت
ہم میں جو کچھ ہے باقی اس کو بھی کھو چکیں گے
باقی حریف خود بیں بھی جلد ہو چکیں گے
سچ ہے کہ ہونے والی ہرگز نہیں ٹلے گی
دنیا یوں ہی چلے گی دنیا یونہی چلے گی

◉

نامناسب ہے کسی اور طرح کی تحریک
سچ کہا حضرتِ برہم نے فقط حمد ہے ٹھیک
ذکرِ بت کا کوئی موقع ہے نہ یارا اب ہے
شاعری میں بھی خدا ہی کا سہارا اب ہے

◉

اب نہیں عشق کے حالات کی توضیح سے کام
رات دن رہتا ہے تقدیس سے تسبیح سے کام
چاہتا اب میں نہیں انجمنِ شعر میں واہ
بس مصلّے پہ کیا کرتا ہوں سبحان اللہ

⦿

اک مصیبت میں ہے سادھو ہے کوئی یا سیٹھ ہے
ہے تو یہ ساون مگر حکمِ خدا سے جیٹھ ہے
سچ تو ہے گردوں کو راہِ مہربانی کیوں ملے
آگ جب یورپ میں برسے ہم کو پانی کیوں ملے
یاالٰہی جلد ہو بارانِ رحمت کا نزول
یہ دعا لازم ہے سب کو چھوڑ کر کارِ فضول

⦿

اب تو خبر نہیں ہے مگر اس سے پیشتر
مُلّا مجسٹریٹ تھے صوفی پروفیسر
سیدھے چلے تو دونوں میں لازم تھا اتحاد
ٹیڑھے ہوئے تو کام ہی دنیا کا ہے فساد

⦿

حلاوت زیست کی گم ہو تو حظِ نفس کیا چاہوں
فقط حس زندگی کا ہے بس اس کا حفظ کرتا ہوں

⦿

جواب اس ضعف میں ہر اک کا دے سکتا ہوں میں کیسے
سوال آخر ہے یہ چاروں طرف سے آپ ہیں کیسے

⦿

یہ حکم ترک دنیا صحرا نشیں یہ کیا ہے
سوچو تو کوہ و صحرا دنیا سے کیا جدا ہے
اس ترک کا تعلق ویسے ہی اے برادر
دل میں اگر ہو دنیا پھر کیا مقام و بستر

⦿

رنگ بدلا ہے کیا زمانے کا — ذہن شائق رہا ٹھکانے کا
کٹ گئی عمر مفت بک بک میں — شوخیِ عقل رہ گئی شک میں
مدداے لا الٰہ الّا اللہ — کردیا دل کو این وآں نے تباہ

⦿

دل سے جو تو کسی کا محبّ و مطیع ہے
اس پر اثر نہ ہو تو یہ امرِ بدیع ہے
مذہب کا اختلاف نہیں مانع داد
البتہ ہے ضرور محبت میں اشتداد
مذہب الگ ہے اور الگ تیری ذات ہے
ہر اک نہ سمجھے گا اسے باریک بات ہے

⦿

مال و اصلان حق میں نہیں اس کا امتیاز
کھلتا ہے قولِ حضرتِ صادق سے اس کا راز

کس نے یہ مغز ہی ہے کہاں اس میں پوست ہے
اللہ کا جو دوست ہے وہ میرا دوست ہے

⊙

بولے مسجد میں زات آ کے عقیل
ہے محل میں نماز مجھ پہ ثقیل
وہاں قالین یا چٹائی ہے
واں امیری ہے یاں خدائی ہے

⊙

ناتواں دوش پہ دنیا کے ہے اک بارِ عظیم
یہ دعا اکبرِ عاجز کی ہے اے ربِ کریم!
دارِ فانی سے ترا نام ہی لیتے گزریں
نفسِ چند جو باقی ہیں وہ اچھے گزریں

⊙

کیا اب اس عمر میں جمعیتِ اسبابِ طرب
دل میں کر رکھا ہے اس مطلعِ اکبر نے غضب
صبح نزدیک ہے اور چار بجا چاہتے ہیں
آپ اس وقت میں محفل کو سجا چاہتے ہیں

⊙

راہِ خدا میں آگے ہوتی تھی سرفروشی
اب قوم کا پریس ہے پیشہ خبر فروشی
مغرب کی حیلہ سازی دوڑی ہے بے تحاشا
کالج میں کر رہے ہیں غازی میاں تماشا

⊙

کچھ بات ہوتے ہوتے ہو ہی رہیں گے آخر
اس وقت تو ہیں لیکن بربادیاں بظاہر

⊙

آگے تمہارے رنگ کسی کا نہیں جما
جے ہو تمہاری اے مرے گاندھی مہاتما
لینے کو تم نہیں ہو گورنمنٹ کی مددؔ
چورن کو کیا ضرور پرمنٹ کی مدد

⊙

جو شامِ فتنہ افق پر جہاں میں طاری ہے
وہ سلسلہ ابھی قائم ہے اور جاری ہے
نتیجہ اس کا عیاں ہوگا چند روز کے بعد
ظہورِ ساز بھی ہوگا وفورِ ساز کے بعد

⊙

خدا کی یاد سے پرنور جن کا ہے سینا
سمجھ رہے ہیں کہ فطرت نہیں ہے نابینا

⊙

خدا کا کام خدا ہی کے واسطے بہتر
ملے جو نفس کی لذت تو کام ہے ابتر
رہے جو آپ پہ غالب نمودِ شخصیت
تو کام ٹھیک نہیں گو درست ہو نیت

⊙

جو تختہ تجھ کو اٹھانا ہے رکھ نہ اس پہ قدم
الگ سے زور دکھا ہاتھ ہی سے لے بس کام
صحیح مولوی باری نے یہ صدا دی ہے
کلامِ پاک ہمارا امام و ہادی ہے

⊙

اکملت لکم دینکم اسلام کو بس ہے
باقی ہے اگر کچھ تو وہ دنیا کی ہوس ہے
توحید کا مسلم نے بجا رکھا ہے ڈنکا
طاعت سے وہ رُکتا نہیں لندن ہو کہ لنکا

⊙

دنیا کی یہ ترکیب تو بابو کی ہے یہ بھیت
دینی جو نظر کیجیے اسلام کی ہے جیت
اتممت علیکم کا تو کچھ کر نہ سکے پوپ
املی لھم ارشاد تھا ایجاد ہوئی توپ
صدیوں کی حکومت نے کیا دین کو مربوط
اب وہ نہ رہے بھی تو یہ دین اپنا ہے مضبوط
ہر چند کہ گردوں ہمہ دم درپئے غیر است
دل را بہ خدا دار کہ انجام بخیر است

⊙

میری خودداری کو آخر لے گئے اس میں گھسیٹ
اب ہے میری نوحہ خوانی اور ان کی اسٹریٹ
صبر یکسوئی و تقویٰ کو کہوں گا میں بجا
یہ تماشائے حقارت آفریں لیکن برا

⊙

مذہب سے بے خبر ہیں ہے ترک ان سے عربی
اسکول کی گرائمر رٹنے میں عمر گزری
ہو ابن کا سبق ق اور منت کا سبق قی
اس وقت میں کہوں گا تقویٰ کی ہو ترقی

⊙

شریعت میں ہے صورتِ فتح بدر
طریقت میں ہیں معنیٔ شقِ صدر
نبوت کے اندر ہی ہیں دونوں رنگ
عبث ہے یہ ملّا و صوفی کی جنگ

⊙

خوب یہ قولِ مردِ کامل ہے
موت بھی ارتقا میں داخل ہے
ہاں جہاں ہے عروجِ روحانی
نام اس کا ہے قربِ یزدانی

⊙

دامِ فنا میں پھنسنا اور عمر ختم کرنا
بے اختیار جینا' بے اختیار مرنا
غوغائے خلق سننا اور خود بھی دخل دینا
پھر آنکھ بند کرنا اور اپنی راہ لینا

⊙

عرب سوئے کلیسا یافت راہے
عجم از دیر می جوید پناہے

شدہ کارِ خلافت پیچ در پیچ
جہاں ہیچ است و ایں کارِ جہاں ہیچ
بیا اے مہدیٔ خلوت گزینے
بیا اے عیسیٰ گردوں نشینے

◉

ہر چند حال دنیا اس وقت منقلب ہے
ایمان مطمئن ہے اور کفر مضطرب ہے
ظاہر پہ تم نہ جاؤ ہے اعتبارِ باطن
عقدہ مرے سخن کا کھل جائے گا کسی دن

◉

نئی تحریک کا دل میں بھی گزر ہے کہ نہیں
عملی طور پہ بھی ان کا اثر ہے کہ نہیں

◉

چھاپے خانوں کی فضا میں تو وہ بے شک بدلے
دیکھنا یہ ہے کہ حالات کہاں تک بدلے
نہیں کافی کہ کمیٹی تری قوت پکڑے
اک جماعت ہو کہ جو دین کی صورت پکڑے

◉

کفر سے جن کو ہے انجام کا خواہاں ہونا
کون تسلیم کرے ان کا مسلماں ہونا
ہاں وہ آپس ہی میں اس بات کو کرلیں منظور
چور کے بھائی گرہ کٹ یہ مثل ہے مشہور

◉

پالیٹکس جھگڑے چھوڑو
ان باتوں سے اب منہ موڑو
کیسے ڈائر کیسے ہنٹر
لاؤ ساغر لاؤ کنٹر

◉

اپنی جگہ ہر اک کا ارماں نکل رہا ہے
توپیں بھی چل رہی ہیں جوتا بھی چل رہا ہے
لیکن رہا میں چپکا دل میں یہ بات سوچی
کس تقویت پہ اٹھوں انجینئر نہ موچی

◉

نہ علم دیں ہے کہ راہِ خدا کے ہوں ہادی
نہ توپچی ہیں کہ زد میں رہے ہر آبادی

گریجوایٹ ہیں کھاتے ہیں اور تنتے ہیں
بناتے اپنوں کو ہیں دشمنوں میں بنتے ہیں

⊙

مردِ دیں دار تھے وقار الملک — ان کا مداح رہتا تھا کل ملک
حاکموں میں بہت معزز تھے — اہلِ علم و خرد کے مرکز تھے
آپ کیا پوچھتے ہیں کیسے تھے — یادگارِ سلف تھے ایسے تھے
یاد میں ان کی لوگ رہتے ہیں — رحمت اللہ علیہ کہتے ہیں

⊙

جو پوچھا کیوں کمر اس منزلِ تاریک میں باندھی
زبانِ حضرتِ شوکت سے بولے باخبر گاندھی
مباش اے رہ نوردِ عشق فارغ از طپیدن ہا
کہ در آخر بجانِ می رسد از خود رمیدن را

⊙

نواب اور علی سے ترکیب نام کی ہے
مقبول طبع خوبی ان کے کلام کی ہے

⊙

کیا لاجواب مطلع کل آپ نے سنایا
سالک نے راہ پائی عارف کو وجد آیا

اترے ہیں جو زمیں پر روشن دماغ لے کر
وہ ڈھونڈتے ہیں تجھ کو دل کا چراغ لے کر

⊙

عرفان و حقائق کے مضامین بہت ہیں
باطن کی درستی کے قوانین بہت ہیں
معنی ہیں یہ مطلع ہے مگر سب سے زیادہ
گویا کہ یہ ہے سارے تصوف کا خلاصہ
سیاحِ دل کن کہ دیارے بہ ازیں نیست
در یادِ خدا باش کہ کارے بہ ازیں نیست

⊙

ہر وقت ان سے قائم ہے غفلتوں کا پردا
افسانہ ہائے ماضیٔ امید ہائے فردا
میں کیا کہوں مگر کیا میرے خیال میں ہے
میری نگاہِ حیرت مصروف حال میں ہے

⊙

ہمارے مالوی جی! جب برہمن دیوتا ٹھہرے
تو پھر گاندھی ہوں ان کی مشورت سے منحرف کیسے
ہمارے بھائی گاندھی ایک قانونی مجاہد ہیں
اسی ناتے سے شوکت اینڈ کو ان کے مؤید ہیں

⊙

بلاؤں سے خردمندوں کو یاں بچنا ہی پڑتا ہے
ادب قانون کا واجب جو ہو بچنا ہی پڑتا ہے
سمائے سینگ اے بھائی جدھر تم اس طرف جاؤ
زباں میری تو کہتی ہے کہ بس خالی بھجن گاؤ

⊙

کراتے ہیں ہم سے سبھا کا جو طوف
نہ سمجھو کہ انگریز کو کچھ ہے خوف
یہ مطلب ہے جینے کا سب لیں مزا
نہ کرنی پڑے مفسدوں کی سزا

⊙

مرغا کیوں کر بنے گا بلاّ ایسا جو کہے وہ ہے چھبلاّ
ہرگز نہیں باز بھائی کلو ہدہد کو بنا دیا ہے اُلو
ثقل ارمان نکالتی ہے پتلون کا پیچ ڈالتی ہے

⊙

جانا نہیں پڑا کہیں استاد کے لیے
حاضر کہیں ہوا نہیں میں داد کے لیے
میرے خدائے دل نے مجھے اپنی یاد دی
دل ہی نے مجھ کو درس دیا خود ہی داد دی

◉

اشرفی ارشاد کھوٹا ہے نہ بارِی پر ہے حرف
صاف آ جائے سمجھ میں گر کرو تم عقل صرف
یعنی اسلامی کتابوں کی وہاں تحریر ہے
کفر کے ظلموں سے بچنے کی یہاں تدبیر ہے
آپریشن اِن مصائب کا یہاں بے ہارم ہے
مسلموں کا قوتِ ایماں کلوروفارم ہے
جس پہ ہے تاثیر توحیدی کلوروفارم کی
اس کو دنیا کے مصائب کا نہ ہوگا حِس کبھی

◉

کہا گاندھی سے کہ موزوں نہیں یہ آپ کا کام
ہنس کے بولے کہ مقفّٰی ہے صریحاً یہ نظام
آپ کا زور تو جنگی نئے آلات میں ہے
قافیہ اس کا فقط ترکِ موالات میں ہے

◉

اصطلاحِ ترکِ دنیا مہمل اک اظہار ہے
سانس لی جس نے یہاں آ کر وہ دنیا دار ہے
اصل جوشش ہی وہ تقویٰ ہے گدا ہو یا کہ شاہ
ہے یہی لازم اسی نکتے پہ تم رکھو نگاہ

⦿

ارماں بقدر طاقت ہر سو نکل رہے ہیں
صاحب تو اڑ رہے ہیں اور ہم اچھل رہے ہیں
غصے میں ہیں ہم ان پر وہ ہم پہ ہنس رہے ہیں
دامِ فریبِ دنیا میں دونوں پھنس رہے ہیں
دونوں کو چاہیے یہ طاعت سے منہ نہ موڑیں
وہ اپنا جبر چھوڑیں، ہم صبر کو نہ چھوڑیں

⦿

سوراج آپ کے احباب نے پایا جو اے حضرت
تو یہ فرمایئے پھر کیا کرے گی آپ کی ملت
وہ بولے مصر تک انگریز ہوں گے ہم سفر باہم
وہ چل دیں گے وہاں سے سوئے لندن اور مکے ہم

⦿

بس آپ ہی کیجیے اچھل کود
ہم سے یہ امید اب ہے بے سود
تیزاب میں ہم تو گل چکے ہیں
ان کے سانچے میں ڈھل چکے ہیں

⊙

انعام اگر چاہیے تو عام سے ملیے
آرام اگر چاہیے تو رام سے ملیے
دنیا کا وہ حاصل ہے تو یہ دین کا حاصل
اکبؔر کا قلم صنعتِ لفظی میں ہے کامل

⊙

مسلم کی کہاں کتھا نہیں ہے
افسوس یہ ہے جتھا نہیں ہے
بند اس پہ ہوئیں تمام راہیں
اجڑی ہوئی ہیں وہ خانقاہیں

⊙

قائم بھی ہوئی تو وہ کمیٹی
کانٹوں میں گئی ہے جو گھسیٹی

⊙

بظاہر تو آثار ہیں خوفناک
یہ تحریک کر دے گی ان کو ہلاک
مگر یہ ہی کہتا ہے دل چپ رہو
چہ دانی کہ فردا چہ آید پڑھو

⊙

نئی روشنی کا ہوا تیل کم حکومت نے اس سے کیا میل کم
ادھر مولوی کسمپرسی میں تھے نہ آفس میں تھے اور نہ کرسی میں تھے
یہ ٹھہری کہ آپس میں مل جائیے سیاسی کمیٹی میں پل جائیے
اسی میل کا آج کل ہے ظہور خدا جانے ظلمت ہے اس میں کہ نُور

⊙

حضرتِ برہم نے فرمایا پسند اس رائے کو
اونٹ کو زیبا متانت اور کلیلیں گائے کو
ان کو بڑھنا چاہیے اور ہم کو بچنا چاہیے
ہوم رول ان کو مبارک ہم کو تقویٰ چاہیے

⊙

یہی گاندھی سے کہہ کر ہم تو بھاگے
قدم جمتے نہیں صاحب کے آگے
وہ بھاگے حضرتِ گاندھی سے کہہ کے
مگر سے بیر کیوں دریا میں رہ کے

⊙

بڑے دن میں اس سال خاموش رہیے
طبیعت نہ مانے تو اتنا ہی کہیے

ادھر تولیہ اور صابن مبارک
ادھر تیل ترکِ تعاون مبارک

⊙

میری روٹی آپ لے سکتے نہیں
کیا مجھے پاپڑ بھی دے سکتے نہیں
میری جانب کچھ نہیں ہے چھوت چھات
کیوں نہ پاؤں گا ہے ماہے اک برات

⊙

رحم و اشفاق پر اگر ہو نگاہ
تو نہیں آپ کا کوئی بدخواہ
حکم مانو مسیح و فادر کا
نہ ہو کھٹکا علی برادر کا

⊙

پاؤ گے پہنچنے بھی نہ تم اس کی مدد کو
مٹی میں ملا دیں گے یہاں اس کے جدد کو
ہاں بنگلہ نشیں لوگ تمہارے ہوں طرف دار
محفوظ رہیں گو کہ برستی رہے پھٹکار

⊙

ہم ہیں معذور گھر ہی میں ہیں دھرے
عافیت میں خلل پڑا تو مرے
جس کو ہو زور خانہ جنگی کا
وہ کرے سامنا فرنگی کا

⊙

قولِ شیطاں ہے کہ کیا غم ہے مرا نام مٹے
اصل مقصود مرا یہ ہے کہ اسلام مٹے
کہہ دو یہ اس سے کہ کتنا ہی چھپے اس کا اثر
غیر ممکن ہے کہ لاحول نہ برسے اس پر

⊙

گاندھی ہے گو آدمی وہ بل تو نہیں ہے
گجرات ہی کی بات ہے کابل تو نہیں ہے
کچھ اس سے بھڑکنے کی ضرورت تو نہیں ہے
معنی ہوں خطرناک وہ صورت تو نہیں ہے

⊙

گورنمنٹ کی یہ جو تعلیم ہے
گورنمنٹ کی جو یہ اسکیم ہے

نمایاں ہوئے لیڈرِ دل پذیر
بنایا ہے نیٹو کو اس نے وزیر

⊙

اسی میں ہیں پوشیدہ کل برکتیں
خبردار چھوڑو بری حرکتیں
جو صاحب کہیں مان لو ان کی بات
بس اب پاپ چھوڑو کرو پُن کی بات

⊙

بھائی گاندھی کا وسیلہ چاہیے
ہضم کامل کا بھی حیلہ چاہیے
دور ابھی ہے پیسٹ چلنے کی بہار
آج کل تو ہے نگلنے کی بہار

⊙

بحث ہے آج گورے کالے کی
بو گئی مذہبی مسالے کی
متحد ہوں اگر نہ دیر و حرم
رہ نہ جائے گا ایشیا کا بھرم

⦿

لالہ صاحب کو تو سوراج کی ترکیب ہے ٹھیک
شیخ جی کود کے کیوں ہو گئے اب اس میں شریک
لالہ صاحب کو تو سوراج ہی ہنڈ کلیا ہے
شیخ صاحب کے لیے نقل ہے اور قلیا ہے
ان کی اس ڈاڑھی کو چٹیا سے تعلق کیا ہے
ان کے اس بدھنے کو لٹیا سے تعلق کیا ہے

⦿

قرب باری کے یہ معنی ہیں کہ ظاہر ہو اثر
ورنہ اک ذرّہ بھی دور اس سے نہیں اے اکبر
دل شگفتہ ہو کرامت ہو کرے خلق قبول
بے تکلف ہو طبیعت طرفِ ترکِ فضول

⦿

حد میں رہیں مخالف اس کا خیال رکھا
صاحب کی مصلحت نے گاندھی کو پال رکھا

⦿

کونسل کے دوستوں میں کوئی کسر نہیں ہے
اس وقت تو مزے ہیں کل کی خبر نہیں ہے

⊙

نہ شائق ہسٹری کا ہوں نہ مطلب مجھ کو ناول سے
مگر ہوتا ہوں خوش اس فصل سرما میں رساول سے

⊙

وہ مے خانہ کہاں اب وہ نہ ساغر ہے نہ ساقی ہے
مگر رندوں پہ باقی خاں کا لطف البتہ باقی ہے
خدا محفوظ رکھے چشمِ بد سے ان کو دنیا میں
رہیں اعزاز سے زندہ بلندی پائیں عقبیٰ میں

⊙

دل اپنا ادھر لالہ روٹھا دکھائیں
ادھر لاٹ صاحب انگوٹھا دکھائیں
یہ انگریزی دانوں کا ہے کل طریقہ
نہیں شیخ صاحب کو اس میں سلیقہ

⊙

اس کا دریائے ترنم جو تکلف سے بہا
سخنِ خوب مغنی نے یہ بلبل سے کہا
ذوقِ فطرت میں طلب لذتِ فریاد کی ہے
تجھ میں تحریک جو کچھ ہے ہوسِ داد کی ہے

⦿

حضرتِ گاندھی پھرے ہیں شملۂ پُرنور سے
واپسی موسیٰ کی یاد آئی ہے کوہِ طور سے

⦿

کمزور نہیں ہیں لاٹ صاحب
پاکٹ سے نہیں ہے زہر غائب
لیکن اس پالسی کو دیکھوں
گڑ سے مرے تو زہر کیوں دوں
صد شکر کہ کام کر گیا گڑ
بابو ٹوٹے تھے پھر گئے جڑ

⦿

اظہارِ جوش طبع میں وقت اپنا کھو چکے
اونگھے جناب شیخ بھی گاندھی بھی سو چکے
پنڈت سکھائیں بیچ میں پڑ کے تو کیا کریں
کابل کے بل سے گائے جو بھڑ کے تو کیا کریں

⦿

صاحب کا بھی بھلا ہو کہ مامن سجھا دیا
پنڈت کا بھی بھلا ہو کہ شعلہ بجھا دیا

⊙

دماغِ غرب پر مشکل پڑی ہے
ترقی آسماں سے پھٹ پڑی ہے
یہ ان روزوں کا اتنا شور و شر ہے
اسی جوشِ ترقی کا اثر ہے

⊙

اے خدا مجھ کو کردے صاحب لوگ — دور ہو مجھ سے اس جنم کا روگ
میرا قالب ہو قالبِ غربی — بھول جاؤں زباں بھی میں اپنی
رنگ چہرے کا میرے جائے بدل — کروں ایجاد میں بھی توپ و رفل
سو کے اٹھوں جو آج صبح کو میں — سب یہ سمجھیں کہ لاٹ صاحب ہیں

⊙

مشینِ غرب کو گاندھی کا چرخہ کھو نہیں سکتا
ہے یہ وہ سحر جو موسیٰ کا ڈنڈا ہو نہیں سکتا
علاج اس کا جو ہے قرآں کی رو سے صبر و تقویٰ ہے
مگر تیرے عمل کو اس طریقے میں تو لقوا ہے

⊙

تم یہ کہتے ہو وہ اچھے جو سول لسٹ میں ہیں
میں یہ کہتا ہوں وہ طوفان میں ہیں مست میں ہیں

دینوی عزتِ فانی میں فقط رہتے ہیں مست
خوب وہ ہیں کہ حقیقت میں جو ہیں مست والست

⊙

مخالف ان کے ہوتے ہیں تو ہر موقع پہ پٹتے ہیں
اگر ان سے الگ ہوں صفحۂ ملکی سے مٹتے ہیں
دل ان کے ساتھ باقی ہے نہ حاضر کا نہ غائب کا
خدا ہی ہے جو بیڑا پار ہو اب شیخ صاحب کا

⊙

سچ یہ ہے کہ یاروں نے بڑے زور لگائے
سوئی ہوئی قسمت کو مگر کون جگائے
گم ایک ہی جھونکے میں گل و سرو وصنوبر
دُم گائے کی واہ ہل گئی اور پھر وہی گوبر

⊙

بجھی جاتی ہے شمعِ مشرقی مغرب کی آندھی سے
امیدِ روشنی قائم ہے لیکن بھائی گاندھی سے

⊙

ادھر تائید باری ہے ادھر تعلیم گاندھی ہے
درِ مقصود کو کھولے خدا ہمت تو باندھی ہے

⊙

بارِ فرمائش مرے آرام کو کھونے لگا
بس مروت رہ گئی ہے شوق کیوں ہونے لگا
داد سے سیری ہے شہرت سے کوئی حاصل نہیں
رہ گئی گپ اب وہ میری عمر کی منزل نہیں

⊙

ہمیں چرخہ وہ کیوں دیتے ہیں کیوں کھدر پہناتے ہیں
وہ بولے تم قلی ہو شکل بھی ویسی بناتے ہو
یہی بہتر ہے صورت اور معنی میں ہو یکسانی
لباس ان کا قلی کیوں مول لیں یہ تو ہے نادانی

⊙

کورانہ ترنگیں قوت کی کچھ فائدہ ان کو دیں گی نہیں
نقشوں میں لکیریں کھینچنے سے فطرت کی حدیں بدلیں گی نہیں
ذرّوں کو تغیر ہے ہر دم ادراک ہو حس کو خواہ نہ ہو
ضائع ہے نظر تیری اکبر جب پیشِ نظر اللہ نہ ہو

⊙

دنیا سے تعلق جن کا ہے وہ خوش نہ سہی مشغول تو ہیں
پژمردہ جو ہیں بھی سرتاپا شاخوں میں لگے ہیں پھول تو ہیں

آفت تو ہماری جان پہ ہے دنیا کا تعلق چھوٹ گیا
بس طوقِ گلو ہے رشتۂ جاں امید کا رشتہ ٹوٹ گیا

⊙

اچھے ہیں حسین بھی علی بھی محبوب
ہے عمر دراز ان کی حق کو مطلوب
دونوں لڑکے حسن کے نامی ہوں گے
خواجہ وہ ہوں گے یہ نظامی ہوں گے

⊙

نمبر کا آفتاب پریس میں غروب ہے
بھگوان بیر ہی کو دکھائے تو خوب ہے

⊙

نہ پوچھو میاں نوح سے گھی کا بھاؤ
سمجھ لیں کہ ڈھائی اٹھیں تین پاؤ

⊙

کہاں کا فاتحہ اور کیسا حلوا
پٹاخوں نے مچا رکھا ہے بلوا
ہر اک سو بھاگتے پھرتے ہیں مردے
نہیں لگتا زمیں سے ان کا تلوا

الٰہ آباد میں چھوڑی وہ مہتاب
کہ جس کی روشنی ہے تا بہ ملوا
یہ وہ شب ہے کہ عشرت کو لگی بھوک
اتر آیا فلک سے من و سلویٰ

⊙

تیس فاقوں پہ عید آئی ہے
آج تو خوب ہی کھلائی ہے
مولوی صاحب کے چہرے پہ نہیں ریش
کچھ سوئیاں ہیں کچھ ملائی ہے

⊙

اب کے سال آتا ہے عشرت مرے دل میں یہ خیال
عیدالاضحیٰ کا انوکھا کوئی سامان کروں
طالب علموں کو میں مہمان بناؤں اپنا
بزِ اخفش کوئی مل جائے تو قربان کروں

⊙

عید کا دن ہے آج میرے خدا — میرا کوئی نہیں ہے تیرے سوا
مجھ کو عیدی عطا ہو اے رحمان — قلب کو میرے بخش اطمینان
انتظامِ سکونت و صحت — کر دے ایسا کہ دل کو ہو راحت
سو طرف خلق کی ہے آج نگاہ — میرے لب پر ہے صرف یا اللہ

◉

فطرت کے رموز عقلِ انساں سے ہیں دور
بے کار ہیں اس مقام پر عقل و شعور
دیکھ یہ عجیب بات ہے اے اکبرؔ
مرنا بھی ضرور اور اس سے بچنا بھی ضرور

◉

عبرتِ عرفاں سوزِ دل جس کا تھا شغل
روح میں اس کی نکل کے نورِ لاہوت بنی
خوانِ برگد جو رہا مثل مگس
جاں اس کی کسی گودام کی بھوت بنی

◉

خاموش بڑائی کرنے والے ہیں کھڑے
اس وقت تو وہ بڑا جو صاحب سے ڈرے
کہتے ہیں ہمیں مصیبتوں میں پڑ جائیں
کب تک یہ ڈریں کوئی مصیبت نہ پڑے

◉

دقت میں ہیں سب اک اک کا منہ تکتا ہے
خاموش کوئی ہے اور کوئی بکتا ہے

ہونا یہی چاہیے کہوں یہ کیونکر
لیکن یہ کہوں گا ہو بھی سکتا ہے

⦿

انگلش کو خدا نے بادشاہی دی ہے
رفتارِ زمانہ نے گواہی دی ہے
مدو بھی لگاتے ہیں مدریا کا دم
ہندو کو چلم بھی لالہ شاہی دی ہے

⦿

مانا کہ رشی ہو تم اور اچھا دل ہے
فطرت کی طرف سے مغربی عاقل ہے
بھائی گاندھی سے کوئی کہہ دے کہ جناب
انگریز سے جیت بہت مشکل ہے

⦿

تہذیبِ قدیم کے جب ارکان تھے چست
ملکی حالات سب رہے صاف و درست
تعلیمِ جدید نے کیا فتنہ برپا
اے بادِ صبا ایں ہمہ آوردہ تست

⊙

دنیا طلبی میں عاجزی کی تو نے
دینی اکرام کیا کیا کچھ نہ کیا
بس نفس حریص کا رہا تو خادم
اللہ کا کام کیا کیا کچھ نہ کیا

⊙

بنگلوں سے نماز اور وظیفہ رخصت
کالج سے امام ابو حنیفہؒ رخصت
صاحب سے سنی ہے قیامت کی خبر
قسطنطنیہ سے ہیں خلیفہ رخصت

⊙

صاحب سے رکے تو راحتوں کو ترسے
شوکت سے اگر پھرے تو لعنت برسے
بہتر ہے کہ پڑ رہے توکّل بہ خدا
باہر رکھے قدم نہ اپنے گھر سے

⊙

دشوار ہے مستحقِ آنز ہونا
کچھ سہل نہیں علی برادر ہونا

ہاں سب یہ دعا کریں کہ ان بندوں کو
آساں ہو پیر و پیمبر ہونا

⊙

دنیا میں جو ہو چکا ہے کافی ہے سبق
کیا ہوگا قیاس کیوں الٹتا ہے ورق
فتنوں کی جگہ یہ ہے سمجھ تو اتنا
مرنا ہے ضرور اور قیامت برحق

⊙

دل وہ ہے محو ہو ہر دم طلبِ باری میں
زندگی وہ جو کٹے موت کی تیاری میں
حسنِ اخلاق ہے دلداریِ دنیا کرنا
خطرہ جو کچھ ہے وہ دنیا کی طلب گاری میں

⊙

شریفِ کعبہ کی دیکھی جو کچھ بدلی ہوئی خصلت
سوئے دیر آیا وہ طوفِ حرم کی چھوڑ کر رغبت
لگاوٹ کی نگاہیں کیں جو بت نے ازرہِ الفت
چناں رقصید عرفی بردرِ بت خانہ کر حسرت
برہمن گفت 'ایں کافر چہ استادانہ می رقصد'

⦿

جس کے لائق تھی جو چیز اس کو ملی

ہے خدا ہی ہر طرف ہر اک کا سورس

اس کا پاکٹ اور پیداوارِ ملک

حافظہ بندے کا اور کالج کا کورس

⦿

مبدل اس کو راحت سے خدا کر دے گا اے اکبر

مصیبت کی مگر افسوس ابھی تکمیل باقی ہے

نہ ہو مایوس اہلِ جور کی اس کامیابی پر

خدا نے ڈھیل دے رکھی ہے اور وہ ڈھیل باقی ہے

بہ مجبوری لسان العصر سے ہوتا ہوں میں رخصت

ابھی شملے مجھے جانا ہے گو تعطیل باقی ہے

⦿

ترجمہ آیت قرآں کا سناتا ہوں تمہیں

جس میں ہو اس کی جگہ دل وہ ہے، سینا وہ ہے

فقط اک لہو و لعب ہے یہ حیاتِ دنیا

بعد مرنے کے جو پیش آئے گا جینا وہ ہے

⊙

ادھر دیکھو اے طالبانِ معانی

مئے جوش زن ہے مرے دل کے خم میں

شریعت طریقت کو کیا پوچھتے ہو

شریعت ہے تم پر طریقت ہے تم میں

⊙

گاندھی اور مالوی ہیں گر یک دل

اختلافات کچھ کم ہوئے ظاہر

مختلف ناپ کے ہیں دونوں سرے

گاؤ دم ہو کے رہ گئے آخر

⊙

مسجد کے اتحاد کی پروا نہیں رہی

ووٹوں کے اختلاف پہ سو دل سے ہیں نثار

تقلیدِ طرزِ نو کے ہوئے جب مرید تم

پھر اس کا کیا گلہ کہ ہے ملت میں انتشار

⊙

یہ مُلّا ہیں اب ساقط الملکیت

مگر سیر مسجد کی ہے برقرار

وہی لب پہ اللہ اکبر کا جوش
وہی دست بوسی وہی اعتبار
علاقہ بھی واپس کرا دے خدا
دعا ہے یہی سب کی لیل و نہار

⊙

ریلوے کو فائدہ جن سے ہے وہ لیڈر تو ہیں
رعب میدانوں میں تھا جن کا وہ غازی اب کہاں
عاجلانہ کر کے سجدے چل دیئے گودام کو
جن سے مسجد گونجتی تھی وہ نمازی اب کہاں
کالجی تدبیر ہے تفسیر کا کس کو خیال
فکرِ روزی ہو رہی ہے فخرِ رازی اب کہاں

⊙

دشمن ہیں سب خدا ہی کی رحمت ہے جاں نواز
دل کو لگا خدا ہی سے لے اپنی آنکھ موند
گولے تو ائیر شپ سے وہ برسا سکے بہت
ٹپکا سکے نہ ابر سے پانی کی ایک بوند

⊙

آہ کو یہ گلہ ہے گردوں سے موقعِ سلطنت نہیں ملتا

میں پریشاں اسی سبب سے ہوں گوشۂ عافیت نہیں ملتا
دامِ دنیا کے خضر ہیں لاکھوں رہبرِ عاقبت نہیں ملتا
لالہ صاحب یہاں بہت ہیں مگر ثانیِ لاجپت نہیں ملتا

⊙

کی تھی پاپوش زنی جب ہوئی نالش دائر
کہہ دیا ''صلح کرو لیتا ہوں جوتا واپس''
واپسی گو تھی زبانی ہوئی نالش ڈسمس
ہو گیا کورٹ سے وہ شوخ اچھوتا واپس

⊙

ہے یہ کلام کی خوبی کہ بات ٹھیک کہو
مگر میں سچ سے اب اندیشہ ناک رہتا ہوں
زمانہ اب نہیں حضرت یہ خوب کہنے کا
اسی سبب سے میں چپ ہوں کہ خوب کہتا ہوں

⊙

چیت کی ہے دوپہر جھکڑ ہے وحشت خیز سخت
ایک سناٹے کا عالم ہے میں لیٹا ہوں جہاں
دل کو ہر جھونکا ہوا کا کر رہا ہے مضطرب
رفتہ روحیں کہہ رہی ہیں تم کہاں اور ہم کہاں

⊙

مذہب کی پرکھ مسجد و مجلس میں نہیں ہے
بازار میں دربار میں دیکھ ان کے عمل کو
کم اچھے ہیں اکثر وہ ہیں دیکھے اگر ان کو
روباہ فراموش کرے اپنے دغل کو

⊙

مذہبی اللہ سب کا ایک ہے مذہبی دادا ہر اک کے ہیں جدا
دل میں سوچیں یہ خیالِ نیک ہے متحد ہو جائیں بس اللہ پر
یہ تعصب اک بڑی سٹیک ہے جنگِ باہم سے ہے راحت میں خلل
کیوں رکو حلوا ہے یہ یا کیک ہے پاک شیرینی جو ہو کر جاؤ نوش

⊙

خوانِ قبولی پر ہیں یہ دونوں چنے ہوئے
بس اس کے ہی جناب معظم کفیل ہیں
ہاں ایک کو زیادہ چبانا ضرور ہے
پسی ہے زودِ ہضم کلیجی ثقیل ہے

⊙

بھول جائیں گی ترقی خواہیاں لاحول تک
آپ کو تہذیب بیچے گی براز و بول تک

⊙

گھٹے ہوؤں میں جو اس پالسی سے بڑھتے ہیں
زبانِ حال سے گویا یہ شعر پڑھتے ہیں
''برائے ما بہ سرِ تخت خویش جا کردی
دلِ حریص مرا غافل از خدا کر دی''

⊙

خوش دِلی کا اب تعلق مجھ سے ہے چھوٹا ہوا
عمر بھی گزری ہوئی ہے دل بھی ٹوٹا ہوا
طعن کی جا رحم لازم ہے تمہیں اکبرؔ پہ اب
وہ تو ہے جورِ فلک کے ہاتھ سے لوٹا ہوا

⊙

دنیا بدلتی ہی رہی اور غل بھی مچتا ہی رہا
طاقت اکڑتی ہی رہی کمزور بچتا ہی رہا
عصیاں وتقویٰ میں یہاں ہر عہد میں ہے کشمکش
شیطان پھنستا ہی رہا ایمان بچتا ہی رہا

⊙

منہ اب اس ملک سے دولت کا مڑا جاتا ہے
انڈیا پر جو ملمع تھا اڑا جاتا ہے

⊙

تنخواہ بڑھ رہی ہے اور زور گھٹ رہا ہے
موٹر کی ہے اجازت اور پاؤں کٹ رہا ہے

⊙

کامیابی نے کیا شیطان کو موٹا بہت
پہلے ہی کھوٹا تھا وہ اب ہو گیا کھوٹا بہت
شاعری نے گو کہ کردی ہے زباں میری دراز
کردیا مایوسیوں نے دل کو اب چھوٹا بہت

⊙

اس بات میں کیا ضرور ہے بحث و جدال
سن لو دو لفظ بہرِ اظہارِ خیال
پردہ جن میں ہے وہ ہیں بانوئے حرم
بے پردہ جو ہیں وہ ہیں ترقی بیگم

⊙

میرا منشا تھا یہی تہہ ہی کے اندر رہیں
یہ غرض ہرگز نہ تھی پتلون کے کھٹمل بنیں

⊙

میانِ دھوتی و پتلون سا زیست
میانِ ہر دو نامختون را زیست

قطعاتِ تاریخ

جنابِ حضرتِ مرحوم کی تھی ملک میں شہرت
بہت کم ہوتے ہیں جن میں ہو ایسی عظمت و شوکت
اعزہ اور احباب ان کے سب تھے آپ کے مداح
نہایت مشتعل تھی وضع ان کی نیک تھی خصلت
بڑا صدمہ ہوا دنیا سے جب کی آپ نے رحلت
مگر دنیائے فانی کی ہمیشہ ہے یہی حالت
جگہ فردوس میں ان کو عطا کی حق تعالیٰ نے
کہی تاریخ خود رضواں نے لو نصرت علی جنت

(1339ھ)

◉

شکر خالق ہوئے جواں لکن
اور نظر آئی صورتِ شادی
پوچھا نیچر سے عقد کی تاریخ
بولا لکھ دو ضرورتِ شادی

(1921ء)

◉

عالمِ بے مثال و مست الست مثلش ایں جا کسے نبود نہ ہست
داد فتویٰ و رفت از دنیا گشت در ماتمش جہاں سردست
سال رحلت ببیں دریں مصرعہ گفت او قول حق پہ حق پیوست

(1339ھ)

◉

رضا حسین کہ در علم و فضل داشت کمال
نکو صفات و عزیزِ جہان و خوش اقبال
ہمیشہ داشت بہ دربارِ شاہ شانِ رفیع
دلش لطیف و نگاہش بلند ضریں
سفر چو کرد ز دنیا بہ جانبِ جنت
طپید دل زِالم خوں شد زغم و حسرت
چو خواستم کہ ز تاریخ ایں شوم واقف
سوئے بہشت بریں شد شنیدم از ہاتف

(1339ھ)

"اشعار جو خطوط وغیرہ سے منتخب کیے گئے"

◉

عشرتی آج طبیعت مری افسردہ ہے
دیکھتا ہوں کہ بدن سست ہے دل مردہ ہے

◉

بات بنتی نہیں تدبیر بہت ہوتی ہے
دردِ سر ہوتا ہے تسخیر بہت ہوتی ہے

◉

اس سے پہلے سال بھر میں ہوتی تھی اک بار عید
عشرتی کے خط سے اب ہوتی ہے ہر اتوار عید

◉

محو تھا زلف بتاں کا خبر اکبر کو نہ تھی
ناگری کو بھی کرے گی یہی ناگن پیدا

◉

شمع کے گل ہوتے ہی پروانے راہی ہو گئے
دفعتاً کیا تھا میانِ انجمن کیا ہو گیا

◉

نہ انگریزی کا چرچا ہے نہ ترکی ہے نہ تازی ہے
مگر اس کی مسرت ہے کہ یاں گھر بھر نمازی ہے

◉

اے خضر مری راہ تو بس راہِ جنوں ہے
منزل کو غرض ہو تو خود اس راہ پر آئے

◉

مصروف ہیں حضور یہ کس بندوبست میں
اپریل کی بہار نہ ہوگی اگست میں

◉

گو وہ آنے کی نہیں پھر کر عدم آباد سے
دل ہے روشن لیکن ان کی نیکیوں کی یاد سے
شدتِ غم میں کسی اسپیچ کا موقع کہاں
آہ نکلی ہے یہ اک قلبِ الٰہ آباد سے

◉

دنیا کو مسرتِ دلی ہے
ملکہ قیصر کی جوبلی ہے
گلِ فرط مسرت سے کھل پڑے ہیں
غنچوں سے صبا گلے ملی ہے

◉

گھبراؤ نہ اس درجہ تم اللہ کے بندو!
سنہ ایک چلا یوں ہی گزر جائے گا سنہ دو

◉

سیر دنیا چھوڑ کر بیٹھے کتب خانے میں آپ
اس کے معنی بس یہی ہیں عقل کم باتیں بہت

اپنے اشکوں کو کہا میں نے نئی بارش ہے یہ
بولے وہ دیکھی ہیں میں نے ایسی برساتیں بہت

◉

آگیا ماہِ اگست اے یار جولائی گئی
رنگِ دنیا ہے یہی جو چیز یاں آئی گئی

◉

ہیں وطن میں ہاشمی عشرت ولایت میں نہاں
تفرقہ یہ دیکھیے طفل و جوان و پیر میں

◉

فصلِ سرما ہے بہارِ گرمیِ حمام ہے
بارشِ ابرِ کرم کا منتظر حجام ہے

◉

ملا ہے ہم کو یہ مضمونِ روشن چشمِ بینا سے
کہ چھوڑی جس نے خودبینی اسے سب کچھ نظر آیا

◉

اے روئے تو صبحِ عید اکبرؔ
عمرت سحرِ امید اکبرؔ

⊙

سلطان کو سالِ نو مبارک
دہقان کو کشتِ جو مبارک
پیارے عشرت کو طبعِ روشن
خورشید کو اس کی ضو مبارک

⊙

عشرتی تم کو نیا سال مبارک ہووے
سیر لندن کی بہرحال مبارک ہووے
ہو مبارک تمہیں تحصیلِ علوم و دانش
حبِّ یارانِ خوش اعمال مبارک ہووے

⊙

دوائیں یوں تو بہت کھائیں ہم نشیں میں نے
گیا بخار تو آخر کنین ہی سے گیا

⊙

پھلو پھولو گلستانِ جہاں میں
رہو دل شاد بزمِ دوستاں میں

⊙

ہمارے دل کا بس اب وہ بتِ دل خواہ مالک ہے
رہی جاں اس کی کچھ پروا نہیں اللہ مالک ہے

⦿

الٰہی در جہاں باشی بہ اقبال
جواں بخت و جواں دولت جواں سال

⦿

اے عشرتِ عالی گہر لختِ جگر نورِ نظر
رویت بچشمِ شوقِ من روشن تراز شمس و قمر

⦿

مئے گلرنگ سے لبریز رہیں جام سفید
چشمِ بد بیں کو کرے گردشِ ایام سفید

⦿

یہ دیکھو آج بھونرا گا رہا ہے
گل و لالہ کا موسم آ رہا ہے
خبر فصلِ بہاری کی ہے لایا
اگر سمجھو تو بھگوا اس نے گایا

نظمیں

امیر شریعت کی تحریک ہے
کہا اکثروں نے یہی ٹھیک ہے

فرنگی محل کو ہے اس میں سکوت
ضرورت کا پاتے نہیں وہ ثبوت

ادھر ایک کو ہے عراقی مذاق
ادھر ترکِ انگورہ ہے دل پہ شاق

وہ کہتے ہیں فیصل کا اٹھا ہے ہاتھ
امیرِ شریعت ہی آجائیں ساتھ

یہ کہتے ہیں کوشش میں جب ہے کمال
نئی بات کا کیوں کرو تم خیال

گورنمنٹ تو خوش ہے اس بات سے
کہ یہ کام ہو ہند کے ہاتھ سے

بفضلِ خدا کم نہیں مولوی
سنایا کریں تخت سے مثنوی

نئے مولوی برسرِ جوش ہیں
جو پیرِ طریقت ہیں خاموش ہیں

توقع کریں ایسی عقلوں سے کیا
حکومت نہیں جب تو نقلوں سے کیا

کوئی کہتا ہے گیا کمال و جمال
خلا فلسفے میں ہے بالکل محال

خلیفہ نہیں ہیں تو پیرو سہی
نہ ہو تخت فی الارض مبرو سہی

کہاں تک کریں انتظارِ بسنت
اکھاڑے جدا ہوں جدا ہوں انت

وہ کہتے ہیں کافی ہیں اہلِ طریق
نہ ڈھونڈو یہاں تم سیاسی رفیق

⊙

مجھے تو شہرتِ اکبر میں غور کچھ بھی نہیں
خدا کے نام کی برکت ہے اور کچھ بھی نہیں

جب اس کے دل نے خدا کا بنا دیا اس کو
خدا نے طرزِ سخن بھی بتا دیا اس کو
جو روشنی تھی نئی اس نے راہِ کالج لی
اور اس کے دل نے اسے خود بنا دیا بجلی
چمک ملی ہے تو ساتھ اس کے بے قراری بھی
سرورِ طبع بھی بے حد اور آہ و زاری بھی
یہی بہار مجھے بھی پسند ہے واللہ
ہزار رنگ ہوں اور سب میں بوئے یا اللہ

⊙

شوخیِ غرب سے گھبرائی جو شرقی رندی
بت نے انگڑائیاں لیں دَیر میں چونکے ہندی
لب پہ آیا یہ سخن کیسی اٹھی ہے آندھی
لہجہ و صبر و متانت میں یہ بولے گاندھی

⊙

ذہنِ عالی سے برسنے لگے قانون نئے
عاجزی ہم کو بجھانے لگی مضمون نئے
چرچ بولا کہ یہ دنیا نہیں راحت کے لیے
انقلابوں کی ضرورت ہے قیامت کے لیے

اک طرف گیس ہے اور اک طرف اخراجِ ریاح
کر دیا ہند میں فطرت نے تماشا یہ مباح
ان کی خواہش ہے بجایا کریں تاشا اپنا
اور دکھایا کریں ہم لوگ تماشا اپنا

⦿

خدا کے ذکر سے حرکت میں لاؤ قلبِ ساکن کو
ہوئی ہیں ظلمتیں ظاہر بڑھاؤ نورِ باطن کو
نہ صورت کا تصنع ہے نہ رسموں کا تکلف ہے
شریعت کی بہ دل تعمیل ہو بس یہ تصوف ہے
نظر میں ہیچ ہو جاتی ہے دنیا کی کمی بیشی
بہارِ باغِ استغنا ہے رنگ و بوئے درویشی
بڑی عظمت ہے اندیشوں کا حق سے متصل ہونا
بڑی نعمت بشر کے واسطے ہے اہلِ دل ہونا
درِ مسجد پہ شاید تم کو کوئی ٹوک سکتا ہے
درِ دل پر ملائک کو مگر کب روک سکتا ہے
جیا بھی جہل و غفلت میں تو انساں کیا جیا یارب
عطا کر اپنے بندوں کو حقیقت کی ضیاء یارب

⊙

عہدہ واپس خطاب واپس ہر چیز ہو اے جناب واپس
واپس پتلون لاؤ تہ بند غصے کو کروں میں ضبط تا چند
لپٹا ہی رہے گا تم سے شیطاں جب تک ہے تمہارے جسم میں جاں
وہ بھی کہتا ہے بے محابا آخر پہ نہیں ہے جن کا قبضہ
واپس لوں گا میں ریش جھٹ پٹ رکھوں گا یوں کو کیوں صفا چٹ
اللہ کو کر دو جان واپس بہتر ہے نہ دیکھو پیش یا پس
واپس لوں گا نماز اپنی ہوگی وہی دل نواز اپنی
لالہ پھر رتھ پہ چڑھ رہے ہیں کتے موٹر سے بڑھ رہے ہیں

⊙

یہ نان کوآپریٹو طرز گو پھیلا ہے نیٹو میں
ولیکن حضرتِ واجد رہے کوآپریٹو میں
امیدِ انڈیا انیس سو انیس میں چمکی
توقع ہو گئی رندوں کو دورِ ساغرِ جم کی
کیا ہے حضرتِ واجد نے اس کا ترجمہ اچھا
جو مضموں سخت پیچیدہ تھا اب ریشم کا ہے گچھا
ہے ان کی قابلیت اور محنت مدح کے قائل
صلہ پائیں وہ اس کا دل کو یہ امید ہے کامل

⊙

میں ہوں نان کوآپریشن کے لیے تیار جیت
تم تو لیکن اینٹی کوآپریشن ہے مگر شر و فساد

⊙

درس نظامیہ کی تعلیم یاں ہے کامل
اور سلسلہ ادب کا پورا ہے اس میں شامل

⊙

علمِ کلام و فقہ و تفسیر بھی یہاں ہے
درسِ حدیث بھی ہے داخل فن یہاں ہے
شامل ہیں سلسلے میں سارے علومِ منطق
ہر خواندگی ہے اعلیٰ تنظیم کے مطابق
تجوید و حفظ قرآں کا اہتمام بھی ہے
پیشِ نظر ہے یعنی طلبہ کی تربیت بھی
اس مدرسے کی امداد اب آپ پر ہے واجب
شفقت کا مستحق ہے جو علم کا ہے طالب

⊙

زہے برکتِ حضرتِ غوث پاک — کہ ہے نام سے ان کے دل تابناک
نبیؐ کے وہ پیارے خدا کے ولی — شگفتہ ہے اس نام سے ہر کلی
اسی ذکر سے ہے یہ محفل لطیف — بجا ہے کہیں گیارہویں کو شریف

سعادت ہے اس کی کہ جو ہو شریک | کرے دین و دنیا کے اعمال ٹھیک
یہ ہے عرض میری بہ عجز و نیاز | کہ احباب مجھ کو کریں سرفراز
ثواب آخرت کا بھی حاصل کریں | سوئے حق طبیعت کو مائل کریں
سنیں ذکرِ حضرت ولی ذوق سے | تناول کریں ماحضر شوق سے

⊙

یہ سچ ہے کہ اصلاحِ ملکی ہے فرض | مگر سب سے ہے عاجزانہ یہ عرض
کہ تذلیل و توہینِ ملت نہ ہو | جدائی جو ہو بھی' عداوت نہ ہو
'بجن' تکیۂ عمر ناپائیدار | مباش ایمن از بازیٔ روزگار
مذاہب کا باہم حریفانہ رنگ | کیا کرتا ہے دل عزیزوں کا تنگ
مصالح کے آگے دباؤ اسے | مباحث میں ہرگز نہ لاؤ اسے
روا ہے رواں ہو دلیلوں کی لہر | مگر روک رکھو مطاعن کا زہر
مقوی ہو گو بہرِ ملت و سم | مگر خوب ہے اس کا اخفا بہم

⊙

خواہ میوہ ہو خواہ ہو انگور
دونوں اب ہیں بہ قبضۂ لنگور
پالسی میں جو رند پڑتے ہیں
ان کے دل مفت ہی میں لڑتے ہیں

⊙

قلمی جنگ گو ضروری ہے
باہمی بغض' بے شعوری ہے

⊙

دور کام اپنا کر ہی جائے گا

یہ زمانہ گزر ہی جائے گا

چین دنیا کو اب نہ ہوگا نصیب

اس سے بدتر زمانہ آئے گا

⊙

موت کا آنا یقینی عالم فانی میں ہے

آدمی غافل مگر لذات نفسانی میں ہے

نیٹویٹ کا بھگتا اک نہ اک پہلو سے ہے

دل مگر بے حس زرو اعزاز کے جادو سے ہے

فطرتی پھندا بھی ہے مغرب کی بھی ترکیب ہے

عاقبت مخدوش خودداری کی بھی تخریب ہے

کیا عجب پہنچا ہے ملت کی صحت کو یہ ضرر

کچھ ہیں بے پرہیزیاں اور کچھ ہے موسم کا اثر

⊙

وہ خزانے کی چھنا چھن بھی سنا کرتا ہوں

چاند ماری کی دنا دن بھی سنا کرتا ہوں

وہی دنیا پہ حکومت طمع و خوف کی ہے

بس یہی وجہ کلیسا میں مری طوف کی ہے

یہ مساوات و محبت کا فقط شور ہی ہے
کارِ دنیا میں مؤثر تو فقط زور ہی ہے
دور بدلا ہی کریں گے یہ چرخِ گرداں
استقامت رہِ طاعت میں ہے کارِ مرداں

⊙

قومی راہوں کے جو تھے مالک — اب ہو گئے بخشی الممالک
جاتی رہی ان کی کم نگاہی — ہر گھر میں ہے اب تو بادشاہی
نافہم کو اب یہ ڈانٹتے ہیں — دولت آپس میں بانٹتے ہیں
انگریز کی تھی جو کچھ کمائی — مہر اس سے انہیں نے اب ہٹائی
شاہی کا گر لکھا دیا ہے — ہر اک کو سبق سکھا دیا ہے
نیت دل میں سڑی ہوئی ہے — منہ میں اسپیچ اڑی ہوئی ہے

⊙

دھوتی کے ہیں پیچ ان کے آگے — پتلون ہے ہیچ ان کے آگے
بھائی کی تو ٹانگ توڑتے ہیں — لندن میں ہاتھ جوڑتے ہیں
غیروں کے ساتھ بہہ نہ جاؤ — رہنے نہ دو یا تو رہ نہ جاؤ
ملکی عزت تو بھینٹ میں ہے — اپنا مطلب وہ ٹینٹ میں ہے
سب دے گئے دوڑنے میں گاندھی — جیتے میدان بھائی گاندھی
جب چور نہ ہو تو جاگنا ہے — کھٹکا جب ہو تو بھاگنا ہے
دنیا کا جو کھیلتا ہے پھگوا — انگریز ہی رہے گا اگوا

کُرتا تو غریب کا ہے مہنگا رانی پہنیں گی زری کا لہنگا
صاحب کا حساب ان سے سن لو ہر مد کا جواب ان سے سن لو
گنگو بھائی جو موجزن ہیں حسّو بھی حریفِ اہرمن ہیں
کونسل میں یہی ہیں مالکِ میز چوکی پہرے کو بس ہیں انگریز
شاخوں کو کتر رہے ہیں کلّو اور دور سے دیکھتے ہیں ملتھو
لالہ صاحب کہ میر صاحب دونوں اب ہیں وزیر صاحب
سینوں میں نہاں ہے بے وفائی چہروں پر پرند کی صفائی
تہمد آگے لٹک رہے ہیں غازی ہیں مگر مٹک رہے ہیں
بھولے ہیں یہ فاتحے کا قصہ بچوں کا سا مانگتے ہیں حصہ
روپے کی ہے اک طرف چھنا چھن توپوں کی ہے اک طرف دنا دن
لگتا نہیں ان کا اب کہیں جی بیتاب ہوئے ہیں لکشمی جی
شیعہ بھائی ہیں ہائے کے ساتھ ہندو بھائی ہیں گائے کے ساتھ
پوتھی پنڈت کی ہے اکارت لالہ ہوئے عاشقِ وزارت
دفتر کا جو ہو پسند نخرا چھوڑو بھائی سے حصہ بخرا
انگلش کام اپنا کر رہے ہیں گاندھی نام اپنا کر رہے ہیں
بھاڑے کے بنے ہیں یہ جو ٹٹو سمجھ انہیں کھیل ہی کے لٹو

⊙

دکھلا جو گیا سرین بندر حضرت سمجھے اسے چقندر
کیا کام چلے گا گالیوں سے دریا نہ بہے گا نالیوں سے

گاندھی کو وہ دیں الٹی میٹم
ہم تو اب اوڑھتے ہیں گیٹم
خوانِ الوان پہ کرتے ہیں جست
بُو سے غافل ہیں رنگ میں مست
جھوٹا ہے رفارم کا بہانا
ملکی دولت کا ہے اڑانا

⊙

وہ کہتے ہیں تو گھر کی گورنمنٹ
مگر چورن میں شامل ہو پیپر منٹ
ادھر سے شیخ سعدی کا کھلا بند
دو سلطاں در یک اقلیمے نگنجند
یہی باعث تو ہے پورا سوراج
طلب کرنے لگے گاندھی مہاراج
خدا کی یاد میں ہیں صاحبِ حس
چلی جائے گی یہ دنیا کی گھس گھس
ابھی تو زورِ مغرب ہنس رہا ہے
ضعیف الحال مشرق پھنس رہا ہے
ہمارے یار پٹنے پر ہیں نازاں
ہمارے نقش مٹنے پر ہیں نازاں

⊙

بنایا تو نے چندوں کی فراوانی سے کالج کو
نئی تعلیم نے کھویا بزرگانہ مدارج کو
زمینداروں سے کہہ دو بھائیو بے سود روتے ہو
اسامی بیل صاحب آدمی تم کون ہوتے ہو
بس اب تو لاٹ صاحب کو دعا اور گھر کا کونا ہے
چلے گی پوپ ہی کی، کام روپے ہی سے ہونا ہے

⊙

یہ مغربی ترقی اخلاق کی عدو ہے
گھر گھر ہے اس کا چرچا یہ ذکر کو بہ کو ہے
عمدہ حدیث اکبرؔ چاہو جو یاد کرنی
رکھو نظر کے آگے خیر القرونِ قرنی
دینی طریق کو اب سمجھے ہیں اک تماشا
کالج کے کورس پر ہم گرتے ہیں بے تحاشا
وہ فخرِ امرِ دینی دل سے نکل گیا ہے
عزت کا اب تو ہم میں حس ہی بدل گیا ہے
حس سے کہاں مفر ہے احساس ہے تو سب کچھ
ہو جائے پاس لڑکا اور پاس ہے تو سب کچھ
وہ مس کو سج رہے ہیں غازے کی لے کے پڑیا
اور ان کی ضد پہ ہم بھی اب کھیلتے ہیں گڑیا

⊙

چالاک پہلے ہی سے برگڈ کے ہیں مجاور
غافل ہیں آخرت سے محوِ نشاطِ خاطر
عاقل تو تھے بتدریج اب وہ کھسک رہے ہیں
بنچوں پہ کونسلوں میں جا کر دبک رہے ہیں

جو ناتواں ہیں ہم سے اب وہ بھی بچ رہے ہیں
جو چاق تھے بہت کچھ کچھ وہ بھی پچ رہے ہیں

⊙

بایں ہمہ جہت ہے تاثیرِ عزمِ گاندھی
طوفاں اٹھا ہوا ہے اور چل رہی ہے آندھی
قانون ہے پریشاں سرکار کو ہے چکر
آلودہ گرد میں ہے جو تھی سفید شکر
کچھ شک نہیں کہ آئی ہے گُل کے گُل کی شامت
محفوظ ہیں اگر کچھ تو صاحبِ طریقت
لیکن وہ حالت ان کی ہے صاف انفرادی
ظاہر میں کچھ نہیں ہے مخفی ہے خوش نہادی
وقتِ دعا ہے سب کو ہم ہوں کہ تم کہ صاحب
رنگِ زمانہ یہ ہے سب کا سکون غائب
اعمالِ زشت کے اب نکلے ہیں یہ نتائج
شیطان ہی کے سکّے بس ہو رہے ہیں رائج
باقی نہیں دلوں میں اللہ کا ادب کچھ
یہ نازنیں جماعت اب گم کرے گی سب کچھ

⊙

بگڑے ہیں گو خرابیِ تعلیم سے عمل
آتا نہیں ہے فہم و عقائد میں کچھ خلل

اغوا میں گو ہنوز شیاطینِ چست ہیں
شکرِ خدا کہ دل تو ہمارے درست ہیں
اصراف و مےکشی کو برا مانتے ہیں ہم
کبر و غرور بد ہے اسے مانتے ہیں ہم
ہر چند ہے طمع بھی بہت مصلحت بھی ہے
لیکن سمجھتے ہیں کوئی چیز آخرت بھی ہے
دنیا میں انقلاب ضروری ہے روز و شب
ہے یہ دعا نصیب رہے طاعت و ادب

⦿

ان کی منزل کے مسافر ہو گئے — دیکھئے شملے پہ حاضر ہو گئے
لاٹ صاحب نے بہت اچھا کیا — سوت کو بھی ریشمی گچھا کیا
کچھ ملائم طبع گاندھی ہو گئے — اب نسیم صبح آندھی ہو گئے
شیخ جی تم کو مبارک روم و رے — ہم تو کہتے ہیں کہ گاندھی جی کی جے
فرق ظاہر گائے اور دلدل کا ہے — وحشت افزا ہم میں بُل کا بل کا ہے

☆......☆

⦿
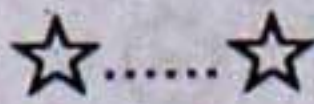
جو ہیں مالوی اور شوکت میاں — لگے کرنے آپس میں سرگوشیاں
جدا جب ہوئے اور ملے بزم میں — تو پایا کیا کچھ دلی عزم میں

وہ بولے کہ کابل سے ہوگا گزند — کریں گے ہم انگریز ہی کو پ
یہ بولے کہ ہندو کا ہوگا جو رول — ہم انگریز ہی کو کریں گے قبو
نہ تھا ان کو آپس میں کچھ اس سے رنج — یہ پڑھنے لگے ہو کے وہ نغمہ ز
"کریما بہ بخشائے برحال ما — کہ ہستم اسیرِ کمندِ ہوا"

⦿

یہود و گبر و نصاریٰ و مشرک و ملحد
مریدِ فطرت و بے دین و پیشِ بت ساجد
یہ احمدی یہ روافض یہ کلرک
کریں رفاقتِ برطانیہ کو یہ سب ترک
اگرچہ ان میں بھی باہم کچھ اتحاد نہ ہو
اگرچہ ایک کی عظمت سے ایک شاد نہ ہو
ترا ثبوتِ طریقت یہی ہے اے درویش
کہ سب یہ تیرے ہیں بالاتفاق بداندیش
نظر تری ہی ہے توحید اور رسالت تک
رہیں گے تیرے مخالف یہ سب قیامت تک

⦿

اے بھائیو ہے دل میں تمہارے یہ ٹھنی کیا
سچا سہی شکوہ یہ بتاؤ شدنی کیا
بگڑی بھی کچھ ان کی تو کہو اپنی بنی کیا
بے فائدہ تم کر رہے ہو رائے زنی کیا

⊙

بس صبر کرو طاعت و تقویٰ میں گزارو
رکھو سرِ تسلیم کو خم حق کو پکارو

⊙

کہیے اگر تو ریل کی پٹڑی اکھاڑ دیں
ارشاد ہو اگر کوئی بنگلہ اجاڑ دیں
دفتر میں کاغذات جو ہوں ان کو پھاڑ دیں
دواک جو پہرے والے ہوں ان کو پچھاڑ دیں
لیکن نتیجہ کیا وہی فیر اور بھاگ بھاگ
ہنٹر کا غم وہی، وہی پھر جلسۂ پراگ

⊙

انقلابِ رنگِ دنیا کی یہ ہے طرفہ بہار
طاق میں کوئی نہ گلدستہ گلے میں ہے نہ ہار
یہ دعائیں ہند میں ہوتی ہیں بس لیل و نہار
خانساماں ہوں کلب میں یا ہوں مندر میں کہار
کم ہوئی روحانیت اور مادّے کا ہے ہجوم
لاٹ صاحب کا اِدھر زور اور اس طرف گاندھی کی دھوم

⊙

اتنا ہی گزارش کرنا ہے ہر ایک کو اک دن مرنا ہے
ایشور کی خوشی تو پُن میں ہے شیطان ہی ہوگا پاپ سے خوش
بابو تو پرس کے اندر ہیں اور پنڈت محوِ مندر ہیں
بھگوان نے جیسا جس کو کیا وہ چھاپ سے خوش یہ جاپ سے خوش
عیسیٰ نے دلِ روشن کو لیا اور تم نے فقط انجن کو لیا
کہتے ہو کہ وہ تھے باپ سے خوش اور تم ہو خالی بھاپ سے خوش
میں خلق کی حالت جانچوں گا تو قد کی بلندی دیکھا کر
ہے یہ تو نگاہ اپنی اپنی میں وزن سے خوش تو ناپ سے خوش
پُر ہول یہ بھک بھک موٹر کی ہے سامعہ پر اک بارِ گراں
واللہ ہمارے کان تو تھے اسپانِ عرب کی ٹاپ سے خوش

⊙

گاندھی کو ہے حکومت مطلوب اپنے گھر کی
بیرون ملک کا ہو حملہ تو وہ کریں رد
انگلش کو ہے حکومت سے پیچ و تاب ہر دم
منظور یہ نہیں ہے اسلام میں رہے زد

⊙

دنیا سے آج غائب ہے صدق اور مودّت
زائل خلوصِ باطن ہے پالسی کی آمد

انگریز کر رہے ہیں گاندھی سے جو اشارہ
انگلش سے کر رہے ہیں شیعہ وہی بلا کد
سنّی بھی ہیں یہ کہہ کر مائل بتوں کی جانب
یعنی کہ شیخ کی بھی مندر میں ہے وہی حد
اکبؔر بھی اس سخن کو کہتا ہے اپنے دل سے
سب چھوڑ کر جواب ہے مشتاقِ کنجِ مرقد
وہ بات کیا ہے سن لو ہر اک جو کہہ رہا ہے
وہ صاف ہے نہیں ہے کوئی حسابِ ابجد
"شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گزشتی
گومشتِ خاک ماہم برباد رفتہ باشد"

⊙

منطق بتانِ ہند میں بیکار ہے جناب
آنر کی چاٹ دیجئے بس جائیں گے بدل
اظہارِ عشق سے نہ پسیجیں گی بائی جی
ان سے مساس کیجئے جائیں گی یہ پگھل

⊙

اسّی کا قرب، ضعف کی شدت تو کیا شفا
صحت اسے کہوں کہ یہ ہے التوائے مرگ

تاہم خدا کا شکر ہے دکھ سے ملی نجات
یوں تو نتیجہ زیست کا ہے کیا سوائے مرگ

⊙

خدمت بہت اہم ہے گڑہِ پولیس کی
پروا کرو کچھ ان کی الاؤنس و فیس کی
رہتے یہی ہیں سینہ سپر انتظام میں
ڈر بدمعاش کا نہ مروت رئیس کی
بلوؤں کی ضرب انہیں پہ تر کرتی ہے بہت
موجیں انہیں یاد آتی ہیں گاندھی کے ٹیس کی
فیاضیوں سے کیجئے کام ان کے باب میں
رد کیجیے دلیل مشیرِ خسیس کی
ہوں سیکڑے حساب میں تب کام کچھ چلے
اس وقت کیا بساط ہے پچیس تیس کی
اکبر کی طبع سے یہ ہوا ہے ظہورِ نظم
لازم ہے قدر قافیہ ہائے نفیس کی

⊙

حکومت اور دولت کی جو دے چاٹ
تو بن جائیں گے آخر یہ ترے بھاٹ

عداوت مذہبی جو ہے پرانی
ابھار اس کو بہ اندازِ نہانی

⊙

مجھے معلوم ہیں نیٹو کے خصائل
کہاں یہ وحدتِ ملکی پہ حائل
کوئی دادا کو اپنے رٹ رہا ہے
کوئی اک جانور پر کٹ رہا ہے
زباں ہی پر کوئی دیتا ہے یاں جاں
معانی ہوتے ہیں لفظوں پہ قرباں
حقیقت میں یہ سب ہیں شرک آلود
اسی سے تو ہے ان کے سر پہ موجود
کوئی ان میں سے ایسا خود غرض ہے
جو قومی بحث کو سمجھا مرض ہے
غرض ذاتی تو اس کی کر دے پوری
تو ہے منظور اس کو سب سے دوری
تو وہ بیدار اور مصروفِ جسٹس
سمجھ لے بے اثر نیٹو کی گھس گھس
رواں ہے موج مخفی پالسی سے
یہ سرگوشی ہے ان کی مغربی سے

⊙

ہندو و مسلم ہیں حیراں دونوں غربی دور میں
شوخیِ اطفالِ خود سر قابلِ اظہار نیست
جب بلایا ختنے کو لڑکا یہ کہہ کر چل دیا
کافری عشقم مسلمانی مرا درکار نیست
جب جنیو کو بلایا طفلِ ہندو بول اٹھا
ہر رگ من تار گشتہ حاجتِ زنار نیست

ہے بلا شک قابلِ اصلاح تعلیمی نظام
اعتراضِ معترض مستوجبِ انکار نیست

مناجات

خدا سے دعا ہے یہ شام و پگاہ
ہمارے سلامت رہیں بادشاہ
بڑے مہرباں خلق کے خیر خواہ
بڑی عمر پائیں بہ دورِ قمر
خدایا سلامت رہیں بادشاہ

دکھائے صدا فتح اپنا جمال
سدا خوش رہیں وہ بہ جاہ و جلال
خدایا سلامت رہیں بادشاہ

جو ہوں سب سے بہتر تری نعمتیں
وہ ہر لحظہ ان پر اترتی رہیں
ہوں حامی ہمارے قوانین کے
ابھاریں دلوں میں یہی زمزمے
ہم آواز و یک دل یہ نغمہ اٹھے
خدایا سلامت رہیں بادشاہ

⊙

سید عشرت حسین پیارے خالق تمہیں ہر طرح سنوارے
اے جانِ پدر مری دعا لو آنکھوں سے یہ خط مرا لگا لو
اظہارِ ادب ہے حسنِ فرزند خالق رکھے گا تم کو خورسند
تحریر تمہاری میں نے پائی صدمہ بھی ہوا ہنسی بھی آئی
صدمے کا سبب فراقِ عشرت ہنسنے کا سبق مذاقِ عشرت
عشرت منزل میں نور تم سے سب کے دل میں سرور تم سے
یا دھن تھی کہ میں یہیں رہوں گا یا دھن ہے یہاں نہیں رہوں گا
گو طبع کا انتشار ہے یہ بچپن کی مگر بہار ہے یہ
طفلی ہے تمہاری تم کو کافی لغزش ہے یہ قابلِ معافی
بے شک تم اداس ہو گے گھر پر مفقود ہے واں یہاں کا منظر
سبزہ کہاں کہاں یہ جنگل کہسار کہاں کہاں یہ بادل
یاں آہو و دشت و بلبل و باغ واں کوشک و موش و مطبخ و زاغ
یہ سیر و شکار واں کہاں ہے جھانسی کی بہار واں کہاں ہے
ہے اس کے علاوہ اک خیال اور بے شک ہے وہ بات قابلِ غور
ہنگامۂ شہرِ آرزو خیز بچوں کے لیے رہے فتنہ انگیز
کہتا ہوں میں صاف صاف تم سے کرتا نہیں اختلاف تم سے
بہتر ہے یہی رہو مرے پاس تہذیب کی آئے تم میں بو باس

انگریزی سوسائٹی کو دیکھو میز کی ورائٹی کو دیکھو
کھیلو جنگل میں گالف و چوگان طاقت صحت کی ہو نگہبان
محنت ہی کا ہے جہان میں شور ہے جسم قوی تو دل میں ہے زور
گھوڑے کی سیکھ لو سواری ہے شرم جو رہو اس سے عاری
گو دل پہ تمہارے ہوگا یہ جبر لیکن چندے ابھی کرو صبر
جم کر جو کہیں قیام ہو جائے یکجائی کا انتظام ہو جائے
کلکتہ سے آ گئی ہے بندوق رکھا ہے بجنسہٖ وہ صندوق
محصول اور کارتوس اور کاٹھ دینے پڑے دام تین کم ساٹھ
انشاء اللہ یاں جب آنا جنگل میں نشانہ آزمانا
گھبرایا ہوں بسکہ طولِ خط سے طالب ہوں مدد کا میں فقط سے
اب فضلِ خدا سے صاف ہے نبض رہتا ہے مگر کسی قدر قبض

☆......☆
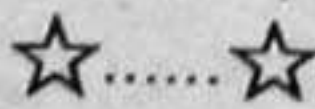
شریعت وطریقت

نوٹ: خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی نے اس نظم کو الہامی کہا ہے اور یہ کہ اس نظم کے ہر شعر میں یہ کمال ہے کہ اگر اس کو ایک کتاب کے شروع میں لکھ دیا جائے اور پھر اس کی تشریح وتفسیر شروع ہو تو وہ کتاب صرف ایک ہی شعر کی شرح میں بہت ضخیم جلد بن جائے گی۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ یہ اشعار کب کہے گئے البتہ یہ معلوم ہے کہ 1917ء میں خواجہ صاحب نے ان اشعار کو علیحدہ ایک مختصر کتاب کی صورت میں شائع کیا تھا۔ یہ نظم اکبر کے کسی کلیات میں شامل نہیں تھی۔ اب اس کو حصہ چہارم میں شامل کیا جا رہا ہے تا کہ یہ اشعار اکبر کے دیوان کا ایک مستقل حصہ بن جائیں۔

سنو دو ہی لفظوں میں مجھ سے یہ راز / شریعت وضو ہے طریقت نماز
طریقت شریعت کی تکمیل ہے / طریقت عبادت کی تکمیل ہے
شریعت بحکم و طریقت بہ دِل / کہ معنی سے کر دے تجھے متصل
شریعت میں آثارِ راہ خدا / طریقت میں رفتارِ راہِ خدا
طریقت شریعت سے ہے صف بہ صف / وہ ہے موجِ دریا یہ دریا میں کف
شریعت سے ہے ظلمتِ کفر دور / طریقت میں فطرت کا ظاہر ہے نور
شریعت کرے گی بصیرت کو صاف / طریقت میں حسبِ مذاق انکشاف
شریعت میں لازم اطاعت ہوئی / طریقت میں شرطِ ارادت ہوئی
شریعت تو ہے دیدۂ نوربیں / طریقت بنی روح کی دوربیں
شریعت ہے جان اور طریقت نشاط / شریعت ہے منزل طریقت رباط
شریعت غذا ہے طریقت دوا / شریعت چمن ہے طریقت ہوا
شریعت عبادت ہے اللہ کی / طریقت محبت ہے اللہ کی
شریعت کی خدمت کا سب سے لگاؤ / طریقت کی لذت پئے من یشاؤ
شریعت میں ہے نار و جنت کا رنگ / طریقت میں ہے وصل و فرقت کا رنگ
شریعت کتابوں کی ہے محتمل / طریقت میں ہے درسِ الواحِ دل
شریعت طریقت میں تو کیوں الجھ / وہ قرآن ہے اور یہ اس کی سمجھ
سخن سنجیاں گو ہوں میری درست / مگر قولِ سعدی نہایت ہے چست
شریعت ہے اک شمعِ محفل فروز / طریقت ہے اک شعلۂ وہم عوز
شریعت ہے مہرِ سپرِ ہدیٰ / طریقت کا رخ سوئے حُبِّ خدا

محال است سعدیؔ کہ راہِ صفا — تو آں رفت جز بر پئے مصطفیٰؐ
نہ ہو اہل اس کا تو کیا اس کی قدر — خداہی کی مرضی سے ہے شرحِ صدر
شریعت میں دین اور ایمان ہے — طریقت میں تسکین و ایقان ہے
عبادت سے عزت شریعت میں ہے — عبادت کی لذت طریقت میں ہے
شریعت میں تاکیدِ ضبطِ نصوص — طریقت میں ذوقِ عمل باخلوص
طریقت قدم ہے شریعت ہے راہ — شریعت زباں ہے طریقت نگاہ
شریعت درِ محفلِ مصطفیٰؐ — طریقت عروجِ دلِ مصطفیٰؐ
شریعت میں ہے قیل و قالِ حبیب — طریقت میں محوِ جمالِ حبیب
شریعت میں ارشادِ عہدِ الست — طریقت میں ہے یادِ عہدِ الست
شریعت شکر ہے طریقِ زباں — کہ معنی کی لذت چکھے تیری جاں

☆......☆
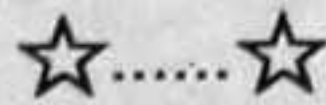
غیر مدون کلام

نوٹ: اکبرالٰہ آبادی کے اب بھی بہت سے اشعار ایسے ہیں جو مکاتیب، اخباروں یا رسالوں میں تو چھپ چکے ہیں مگر کلیاتِ اکبر میں شامل نہ ہو سکے۔ ان اشعار میں چند منتخب اشعار اس کلیات میں شامل کیے جا رہے ہیں۔

ایک غزل کے چند اشعار

یہ خاکسار وہ سرکش اسی سے خلق ہوئے
سکوں زمیں کے لیے چکر آسماں کے لیے

تلاشِ عہدہ و منصب نہیں ہے کامل کو
ستون غیر ضروری ہیں آسماں کے لیے

یہ دونوں مشق طلب ہیں، اسی سبب سے ہے
زمیں کے واسطے اشک، آہ آسماں کے لیے

ہماری عقل تو کوچے میں آن کے گم ہے
خرد سکیم کی ہو سیرِ آسماں کے لیے

حنا بھی پستی ہے زلفیں بھی بن رہی ہیں حضور
ذرا سنو تو، یہ تیاریاں کہاں کے لیے

متفرق اشعار

پڑا ہوا ہوں درِ خانقاہ پر اکبر
خدا ملے نہ ملے روٹیاں تو ملتی ہیں

⊙

کیا حال بتاؤں اکبر کا کیا کرتے ہیں کیسے رہتے ہیں
یا باغ میں ٹہلا کرتے ہیں یا سوچ میں بیٹھے رہتے ہیں

⊙

کیا طعن شیخ جی کا ٹٹو جو اَڑ گیا ہے
حضرت کا بھی تو موٹر آخر بگڑ گیا ہے

⦿

جناب اقبالؔ نے یہ پوچھا کہ بے خودی کی یہ مشق کیسی
کہا کسی نے حضور والا سبب جو اس کا ہے مجھ سے سنیے
خودی کو اتنا بڑھا دیا تھا کہ بعض صاحب خدا بنے تھے

⦿

کہتے ہیں کہ تم قوم سے قُم کیوں نہیں کہتے
کہہ دو یہ مناسب ہے کہ تم کیوں نہیں کہتے

⦿

اہلِ مغرب میں بھی دنا دن ہے
سچ ہے دنیا بڑی فسادن ہے

⦿

انفلوئنزا چڑھا چوگان بازی اب کہاں
اسپتالی ہو رہے ہیں اسپ بازی اب کہاں

⦿

چارے کی قلت ہوئی تو بیل بھی مرنے لگے
انفلوائنزا ہوا کرنیل بھی مرنے لگے

⦿

کتاب اللہ کے ان ترجموں سے دین کیا ابھرے
مترجم جب کہ خود اک حاشیہ ہو متنِ دنیا کا

نہ ہوگا دین کا جب تک کہ زندہ ترجمہ اکبرؔ
عمل سے غیر ممکن ہے کہ ٹپکے شوق عقبیٰ کا

⊙

ادبارِ بے خودی سے جو سازش میں مست ہے
اقبالؔ اب خودی کی سفارش میں مست ہے
کارِ جہاں خدا کے ارادوں کا ہے مطیع
ہر ایک لیکن اپنی ہی خواہش میں مست ہے
اقبالؔ اپنے بس کا نہیں کیا کرے کوئی
اکبرؔ فقط دعا میں گزارش میں مست ہے

☆......☆
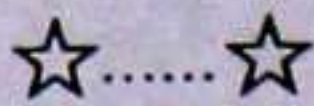
نوٹ: مندرجہ ذیل منظوم دعوتی رقعہ اکبر نے کسی عزیز منیر عالم کی شادی کے لیے لکھ کر دیا تھا۔ اشعار کارڈ پر چھپے اور گم ہوگئے۔ ایک کارڈ اتفاق سے محفوظ رہا اور عشرت حسین کے کاغذات سے دستیاب ہوا

الحمد الوہاب العطایا ہنگام نشاط و عیش آیا
فرزند مرا منیر عالم ہیں جس سے قلوب شاد و خرم
ذی علم و ذکی سعید و دانا اس کا مداح ہے زمانا
انشاء پرداز و عاشقِ قوم پابندِ صلوٰۃ و طاعت و صوم
صد شکر خوشی کی ساعت آئی شادی اس کی قرار پائی
تیاریٔ محفلِ طرب ہے سامان جو چاہیے وہ سب ہے
آئیں اس جا، بجا یہی ہے احباب سے التجا یہی ہے

شرکت سے بڑھائیں میری عزت — خادم کی طرح کروں میں خدمت
اس بات پر اب ہے ختم کالم — ادنیٰ خادم وحید عالم

⊙

عربی سے تم اپنا منہ جو موڑو تو بڑھو
قرآن و نماز کو جو چھوڑو تو بڑھو
بس قوم کے لفظ سے سمجھ لو عزت
جمعیتِ مذہبی کو توڑو تو بڑھو

⊙

زندگی لاکھ کہے میں تمہیں خوش رکھوں گی
مطمئن کیا ہو یہ جب موت سے ناواقف ہے

⊙

بہت جب تقاضا ہوا دوستوں کا
پئے نظمِ مضموں کمر میں نے باندھی
مگر رہ گیا ہو کے بس ایک مصرعہ
زہے لاٹ صاحب زہے بھائی گاندھی

⊙

وہ بت خود پوچھتا ہے سچ بتا تیری طلب کیا ہے
بتاتا ہوں تو کہتا ہے خدایا یہ غضب کیا ہے
وہ مجھ سے پوچھتے ہیں سچ بتا تیری طلب کیا ہے
نہیں کھلتا کہ آخر اس تجاہل کا سبب کیا ہے

⊙

عالمِ یاس میں بیٹھا ہوں جھکائے ہوئے سر
کس طرف کیجیے رخ کوئی تمنا بھی تو ہو

⊙

سازِ فنا چھڑا ہے روحیں گزر رہی ہیں
کچھ عمر پا کے گزرے وہ تو ہیں بول پورے
جو سرسری سدھارے وہ ہیں لطیف مینڈیں
معنی کا لطف اٹھائے کھولے جو گوشِ باطن
اللہ ہی کی جانب سب کا رجوع دیکھو

پہلی جنگ عظیم کے متعلق اشعار

انگلش کے فلیٹ کو تھا ناحق چھیڑا
بھاگا آخر کو جرمنی کا بیڑا
دشمن رہیں تلخ کام بس ہے یہ دعا
اللہ کھلائے دوستوں کو پیڑا

⊙

خلافِ مذہب و عقل اس کی یہ لڑائی ہے
کچھ اس میں شک نہیں جرمن کی شامت آئی ہے
وہ ہار جائے گا آخر کو قومِ انگلش سے
گھٹا ابھی سے تباہی کی اس پہ چھائی ہے

تجارت اس کی جو تھی بند ہو گئی بالکل
دوکاندار ہیں اور ہر طرف دہائی ہے
وہ خرچ کرتا ہے ایروپلین میں چندہ
اڑا رہا ہے غریبوں کی جو کمائی ہے

رزمیہ مثنوی

نوٹ: اکبر کی ایک رزمیہ مثنوی جس میں تقریباً ڈھائی سو اشعار ہیں۔ اس کے کچھ اشعار دستیاب ہوئے ہیں جو اس کلیات میں شامل کیے جا رہے ہیں۔ اس مثنوی کو 'جنگ نامہ' بھی کہا جا سکتا ہے۔ 1877ء میں جو واقعات جنگ ترکی، جرمنی اور برطانیہ کے درمیان رونما ہو رہے تھے، وہ اس مثنوی میں بیان کیے گئے ہیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اگر یہ اشعار اردو کی جگہ فارسی میں ہوتے تو فردوسی کے فنا نہ ہونے والے 'شاہ نامہ' کا ایک جز ضرور ہوتے۔

وہ عثمان پاشائے جنگ آزما — بہ اقبال و ہمت مقابل ہوا
پکارا کہ اے جنرلِ رو سیاہ — نہ کر اپنے لشکر کو ناحق تباہ
فریب و دغا پر تجھے ناز ہے — یہاں زورِ بازو میں اعجاز ہے
تجھے حیلہ سازی میں بس یہ کمال — یہاں حق پرستی کا ہر دم خیال
اگر تجھ کو ہے دعویٰ جنرلی — تو ہے اپنے قبضے میں تیغِ علیؑ
زبس اس کے دل میں تھا نخوت کا جوش — لگا کہنے اے ترکِ ناداں! خموش
عبث اس قدر ہے یہ لاف اور گذاف — ابھی تیرے لشکر کو کرتا ہوں صاف
کیا الغرض اس نے سامانِ جنگ — پیا پے لگی چلنے توپ و تفنگ
عجب جوششِ فضلِ یزداں ہوئی — کہ ترکوں کو فتح نمایاں ہوئی